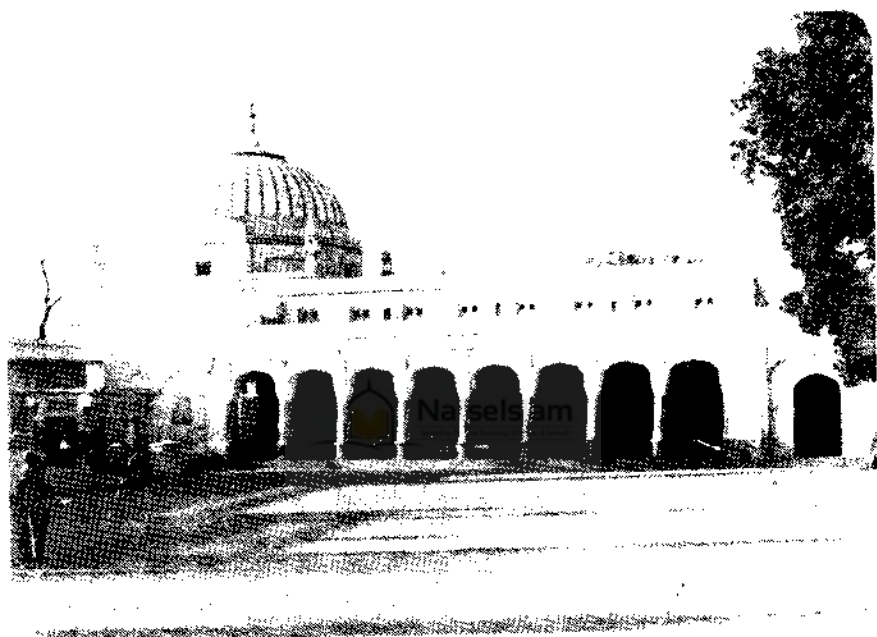


درگاہِ معلیٰ
چشتیاں شریف



الہی تائبہ ابد آستانِ یاد رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار ہے

سلسلہ عالیہ چشتیہ

مناقبِ محبوبین

مذکرہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ

تالیف لطیف

حاجی نجیب الدین سلیمانیؒ

— حسب ارشاد —

حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ -

مکمل اُردو ترجمہ

پروفیسر فتحناز احمد چشتی

چشتیہ اکیڈمی

فیصل آباد - پاکستان

ناشر	چشتیہ اکادمی فیصل آباد
طابع	حسن بشیر پرنٹر - لاہور
طباعت	آفسٹ، سفید کاغذ - مجلد
ضخامت	۴۲ صفحات $\frac{۳۴ \times ۲۳}{۱۰}$
تعداد	۵۰۰ (پانچ سو)
قیمت	۱۲۰ روپے (ایک سو بیس روپے)
سال شاعت	۱۴۰۸ھ (۱۹۸۷ء)

یکے از مطبوعات چشتیہ اکادمی

ناشر
میات ہارون احمد چشتی

یجر: مکتبہ القوائد فرحت منزل چنیوٹ بازار فیصل آباد (پاکستان)

ٹیلی فون: ۲۸۸۵۵

مناقبِ المحبوبین

۱۲۷۸ھ

جامی بحسب الدین سلیمانی

ترجمہ آنجبوبین کے نام سے حاصل کیا گیا ہے اور یادیں
والوں نے کیا مسودہ اس میں غلطیوں سے پاک کیا گیا ہے
نے بھروسہ کرنے کی کوئی چیز نہیں تھی
۱۹۵۰ء تک لکھا ہوا ہے۔ سیدنا محمد علی صاحبزادہ کے پوتے
سید محمد قاسم نے اسے لکھ کر چھپوا دیا تھا

پہلا مکمل اردو ترجمہ

۱۲۷۸ھ

پروفیسر مفتی احمد چشتی

القول المستحسن فی مناقب الحسن مولف حسن الزماں
محمد بن قاسم بن خذوا الفقار علی الترمکمانی
فی مطبع الدیوبی الادواخبار ۱۲۷۸ھ ۱۸۵۵ء



اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی

خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے

سُحْنِ دِلنواز

خواجہ دِلنواز مخدومی و مُرشدی حضرت خواجہ خان محمدؒ کو نسوی رحمۃ اللہ علیہ

(مناقب المحبوبین کا پہلی بار ملخص ترجمہ اس خادم نے ۱۳۹۷ھ (۱۹۷۷ء) میں کیا تھا۔ حضرت خواجہ دِلنوازؒ نے اس وقت یہ دعائیہ کلمات تحریر فرمائے تھے)

۷۸۷

۷۹۷

”مناقب المحبوبین“ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر کے حضرت خواجہ شاہ سلیمانؒ تک سلسلہ چشتیہ کے ملفوظات میں ایک مستند کتاب ہے۔ یہ فارسی میں ہے جس کا اب رواج نہیں رہا۔ الحمد للہ کہ پروفیسر خلیفہ افتخار احمد صاحب چشتی کو اس کے اُردو ترجمے و تلخیص کا شرف حاصل ہوا ہے۔

ربِّ کریم بطیف سید الکونین صلعم و حضرات چشتیہ ہم قارئین کو اس تالیف لطیف کے پڑھنے اور سمجھنے و عمل کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ نیز اپنی زندگیوں کو اس انداز میں ڈھالنے کی استطاعت بخشے کہ ہم ان کے نام لیوا اپنے آپ کو صحیح پیر کا رثابت کر سکیں۔ آمین ثم آمین

خداوند کریم چشتی صاحب کو اس کلام خیر کا اجر عظیم دونوں جہانوں میں عطا فرمادے۔ آمین ثم آمین۔“

دعا گو :

۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ

فقیر خان محمد عفی عنہ

سجاد نشین آستانہ عالیہ سلیمانہ ٹوٹہ شریف

انتساب

مرشدی و آقائی ، وارثِ نعمتِ فخری

قدوة السالکین ، زبدة العارفين

حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فخری فریدی سلمی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کے دستِ مبارک پر اس خادم نے

۱۹۳۷ء میں بیعت کی تھی۔

شہ عبدالصمد آن قبلہ من بنام پاکِ اوجانمِ فداست

شہ عبدالصمد حضرت میاں کالے صاحب کے نواسے تھے اور میاں کالے صاحب
حضرت مولانا فخر الدین دہلوی (مسنرت قبلہ عالم کے پیرو (شد) کے پوتے تھے

حصہ اول

ابتدائیہ



مندرجات

۸	سُحُن دِنَوَاز
۹	انتساب
۱۱	حصہ اول ابتدائے
۱۳	مندرجات
۱۶	سید شجرہ طیبہ
۲۱	پیش لفظ
۲۷	تعارف
۳۹	حصہ دوم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مولانا فخر الدینؒ تک
۴۱	دیباچہ مصنف
۵۱	۱۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۵۸	۲۔ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ
۶۲	۳۔ خواجہ حسن بصریؒ
۶۴	۴۔ خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ
۶۵	۵۔ خواجہ فیض بن ایاضؒ
۶۶	۶۔ حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ
۷۰	۷۔ خواجہ حذیفہ مرعشیؒ
۷۰	۸۔ خواجہ بہیرہ بصریؒ
۷۱	۹۔ خواجہ مشاد علودینوریؒ

- ۶۲- خواجہ ابوالسختی شامیؒ
 ۶۲- خواجہ ابوالاحمد ابدل چشتیؒ
 ۶۳- خواجہ ابوالمحمد ناصر الدین چشتیؒ
 ۶۵- خواجہ ناصر الدین ابویوسف چشتیؒ
 ۶۶- خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ
 ۶۸- خواجہ حاجی شریف زندانیؒ
 ۶۹- خواجہ عثمان مارونیؒ
 ۸۰- خواجہ معین الدین اجمیریؒ
 ۸۳- خواجہ قطب الدین بختیار کاکلیؒ
 ۸۹- شیخ فرید الدین گنج شکرؒ
 ۹۵- حضرت نظام الدین اولیاءؒ
 ۹۸- شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ
 ۱۰۰- شیخ کمال الدین علمدارؒ
 ۱۰۲- شیخ سراج الدینؒ
 ۱۰۳- شیخ علم الدینؒ
 ۱۰۵- شیخ محمود راجنؒ
 ۱۰۷- شیخ جمال الدین قبنؒ
 ۱۰۹- شیخ حسن محمدؒ
 ۱۱۶- شیخ محمد بن شیخ حسن محمدؒ
 ۱۱۸- شیخ یحییٰ کنڈاؒ
 ۱۱۹- شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ
 ۱۲۲- شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ
 ۱۲۵- مولانا فخر الدین دہلویؒ

حصہ سوم

۱۳۵

۱۳۷

۲۱۶

۲۲۲

۲۳۷

۲۴۶

۲۷۷

۲۷۹

۵۷۷

۵۷۸

۵۸۳

۵۸۶

۵۸۷

۶۰۳

۶۰۹

۶۲۹

۶۳۲

۶۴۱

۶۴۷

۶۴۹

۶۹۳

۶۹۹

قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ

صاحبزادگان مہاروی

۱۔ مولانا نور محمد ثانی نارووالہؒ

۲۔ قاضی عاقل محمد صاحبؒ

۳۔ حافظ محمد جمال صاحب ملتانؒ

حصہ چہارم

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ

صاحبزادگان تونسوی

۱۔ حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ

۲۔ حضرت صاحبزادہ درویش محمد صاحبؒ

۳۔ میاں عبداللہ معصومؒ

۴۔ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش غول غمرہؒ

۵۔ حضرت صاحبزادہ نیر محمد صاحبؒ

۶۔ حضرت خلیفہ صاحب محمد بارانؒ

۷۔ مولوی علی محمد صاحب مکھڑیؒ

۸۔ شاہ صاحب محمد علی شاہ خیر آبادیؒ

۹۔ مولانا حضرت احمدؒ

حصہ پنجم

حاجی نجم الدین سلیمانی مصنف

حرف آخر

مترجم۔ پروفیسر افتخار احمد چشتی

شجرہ طیبہ چشتیہ نظامیہ فخریہ نوریہ سلیمانیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله
محمد وآله وأصحابه أجمعين
أما بعد فهذه سلسلتي من مشائخي في الطريقة الجشتية
رضوان الله تعالى عليهم أجمعين

۱۔ الہی بجزمت سید الکوین رسول الثقلین حضرت خواجہ محمد المصطفیٰ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ الہی بجزمت مدینۃ العلوم والمطالب امام المشارق والمغرب امیر المؤمنین
امام الاشجعین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

۳۔ الہی بجزمت شیخ المشرح حضرت خواجہ ابی نصر المحسن البہاری الانصاری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ الہی بجزمت شیخ المشرح حضرت خواجہ ابی الفضل عبد الواحد بن زید
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ الہی بجزمت شیخ المشرح حضرت خواجہ ابی الفیض فضیل بن عیاض
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶- الی بجمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ امان الارض السلطان
ابراہیم ادم البلیغی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷- الی بجمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ سدید الدین حدیفة
المرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸- الی بجمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابن الدین ابی ہبیرة
البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹- الی بجمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ ممشاد عکودینوری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰- الی بجمت شیخ المشائخ سرسلسلہ چشتیان خواجہ خواجگان حضرت
خواجہ ابی اسحاق شامی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱- الی بجمت شیخ المشائخ قدوة الحق والدین ابی احمد ابدال ابن
فرسنافة الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲- الی بجمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الحق والدین ابی محمد ابن
احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳- الی بجمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الحق والدین ابی یوسف
چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴- الی بجمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الحق والدین مودود

چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵۔ الہی بجرمت شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد دم حاجی شریف زہدی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۶۔ الہی بجرمت شیخ المشائخ مقداد اہل عرفان حضرت خواجہ عثمان
ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷۔ الہی بجرمت شیخ المشائخ قطب العارفين سيد الموحدين حضرت خواجہ بزرگ
معین الحق والدین حسن سنجوی ثم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۸۔ الہی بجرمت شیخ المشائخ برہان چشتیان شہید المحبت حضرت خواجہ
قطب الحق والدین مجتہد اور قاضی کاکی اچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۹۔ الہی بجرمت شیخ المشائخ حریق المحبت امام العارفين سلطان الزاہدین
حضرت خواجہ فرید الحق والدین مسعود گلج شکر الوجود ہنی چشتی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۰۔ الہی بجرمت شیخ المشائخ سلطان العارفين محبوب الہی حضرت خواجہ
نظام الحق والدین محمد بن احمد بدایونی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۱۔ الہی بجرمت شیخ المشائخ متفرق بحر شہود شمس العارفين حضرت خواجہ نصیر الحق
والدین محمود چراغ دہلوی اودھی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۲۔ الہی بجرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ کمال الحق والدین المشہور بہ علامہ

۲۳۔ الی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ سراج الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴۔ الی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ علم الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵۔ الی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ محمود بعرف شیخ راجح
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶۔ الی بحرمت شیخ المشائخ حضرت شیخ جمال الحق بعرف شیخ جمن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷۔ الی بحرمت شیخ المشائخ قطب الاولیاء شیخ الاتقیاء حضرت شیخ
حسن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸۔ الی بحرمت شیخ المشائخ مظہر اللہ التام الصمد حضرت شیخ محمد صاحب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۹۔ الی بحرمت شیخ المشائخ فرد الحقیقۃ قطب المدینۃ الشرفیۃ حضرت شیخ
یحییٰ المدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۰۔ الی بحرمت شیخ المشائخ المتخلق باخلاق اللہ والمتصف باوصاف اللہ
قانی باللہ باقی باللہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۱۔ الی بحرمت شیخ المشائخ سراج الواصلین فخر العاشقین حضرت شیخ نظام الحق

والدین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۲۔ الہی بحرمت شیخ المشائخ فخر الاولین والآخرین محب البقی حضرت شیخ
فخر الحق والدین محمد اورنگ آبادی ثم جہان آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۳۔ الہی بحرمت شیخ المشائخ سراج السالکین شمس العارفین قبلہ عالم
حضرت خواجہ نور محمد مباروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۴۔ الہی بحرمت شیخ المشائخ سلطان التارکین غربا نواز حضرت خواجہ
محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۵۔ الہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت ثانی وارث منہ سلیمان حضرت خواجہ
اللہ بخش تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۶۔ الہی بحرمت شیخ المشائخ قطب الاقطاب محبوب الودود
حضرت خواجہ محمد محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۷۔ الہی بحرمت شیخ المشائخ قطب الاقطاب سر داکا فرادہ نور
خواجہ عازم نظام الدین محمد دکنی دکنی کولہ دکنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ

۳۸۔ الہی بحرمت قطب زمان محمد بن عبد اللہ حضرت خواجہ

عزیم حسین الدین دکنی حضرت نظام الدین سلیمان فی کولہ دکنی
خواجہ الدین کولہ دکنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارک اور صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؓ کے ارشادات کے بعد اولیاء اللہ اور مشائخ کرام کے ملفوظات کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ صراطِ مستقیم وہ ہے جو میرے انعام یافتہ بندوں کا راستہ ہے۔ اور پھر انعام یافتہ بندوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ صالحین کے اسی انعام یافتہ گروہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اولیاء اللہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ فرمایا:

“الْأَوَّلِيَّاءُ لِلَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ”

(بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ مریدین کو مرشدین کے ذکر سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ”مردانِ خدا کا ذکر خدا کے شکر و میں سے ایک ایسا شکر ہے جس کے ذریعے مریدین کو اعانت اور شکستہ قلوب کو استحکام حاصل ہوتا ہے“ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نے ”تذکرۃ الاولیاء“ کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:

- ۱۔ اولیاء اللہ کا کلام جب دنیا کو دل سے نکال دیتا ہے۔
- ۲۔ ان کے کلام سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔
- ۳۔ ان کے کلام کی برکت سے خدا کی دوستی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
- ۴۔ ان کے کلام کی سماعت کے بعد زوائدِ آخرت جمع کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔

حضرت بابا فرید الدین معود گنج شکرؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ "اُس مرید کی سادات کا کیا کہنا جو اپنے پیر کے فرمودہ کو قلم بند کرے اور اپنے گوش و ہوش اس طرف لگائے"۔ حضرت خواجہ حسن دہلویؒ (صاحب فوائد الفواد) نے اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوب الہیؒ کے ملفوظات ترتیب دئے جنہیں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی جس پر حضرت امیر خسرو دہلویؒ فرماتے ہیں کہ "اے کاش میری تمام تصنیفات خواجہ حسنؒ سے نامزد ہو جاتیں اور ان کے بدلے فوائد الفواد کا حصہ قبول میرے لئے نامزد ہو جاتا"۔ نور الدین جن فخریؒ نے "فخر الطالبین" کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ "مرشد سے جو کچھ سُنئے اُسے اندھیری رات کا چاند جان کر یاد رکھئے اور اگر فرصت ہو تو کاغذ پر لکھ کر عمل کرنے کے لئے حفاظت سے رکھئے کہ اس میں جو وقت صرف ہوتا ہے عبادت میں لکھا جاتا ہے"۔

ان ہی پاکیزہ خیالات و نظریات کے تحت ادلیار اللہ، صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے ملفوظات کو ہر دور میں قلمبند کیا گیا۔ ہر زمانہ میں انہیں مقبولیت حاصل رہی اور ہر دور میں ان کے مطالعہ سے علم و عرفان کے چستے جاری ہوتے رہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوب الہیؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو وہ کشف المحجوب کا مطالعہ کرے۔ یہ کتاب پر و مرشد کا کردار ادا کرے گی۔ محبت الہی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے مطالعہ میں ہر وقت فوائد الفواد رہتی تھی۔ یہاں تک کہ سوتے وقت آپ کے بستر کے سر ہانے ہوتی تھی۔

ملفوظات مشائخ میں مناقب محبوبین کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ یہ حاجی نجم الدین سلمانیؒ کی فارسی تصنیف ہے جسے انہوں نے مسئلہ ۸۷ میں تحریر کیا۔ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک کے مشائخ چشت کے مختصر حالات و کوائف ہیں۔ البتہ حضرات محبوبین قبلہ عالم خواجہ نور محمد ہارویؒ اور شہباز طریقت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مفصل حالات ہیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے فرزندان اور خلفاء کا بھی ذکر ہے

اور حضرت پیر پٹھانؒ کی اولاد اور اُن کے خلفاء کے مناقب بھی ہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد ہمارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے حالات و مناقب میں متعدد تالیفات و ملفوظات موجود ہیں مگر ان میں مناقب المجتوبین کو مستند ترین ملفوظ قرار دیا گیا ہے۔ ہر مصنف، مؤلف اور تذکرہ نگار نے اس کتاب کے حوالے ضرور دیے ہیں۔ لہذا جو شہرت و مقبولیت اس تالیف و ملفوظ کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہو سکی۔

یہ کتاب پہلے خطی نسخہ کی صورت میں تھی جسے حاجی نجم الدین یلیمانیؒ نے خود اپنے قلم سے لکھا۔ مکمل ہوئی تو حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کی۔ انہوں نے بے حد پسند فرمایا۔ بعد ازاں اسی نسخے سے مزید قلمی نسخے تیار کئے گئے۔ پہلی بار یہ تصنیف مطبوعہ صورت میں غالباً ۱۲۸۹ھ میں اجمیر شریف سے شائع ہوئی۔ اور جامع مسجد درگاہ عالیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیریؒ کے خطیب اعظم نے اس کی اشاعت کا انتظام کیا۔ دوسری بار اس کو حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مرید شیخ الہی بخش تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے مطبع دین محمدی سے چھپوا کر ۱۳۱۲ھ میں شائع کیا۔ یہی وہ مطبوعہ نسخہ ہے، جس سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

خواجہ دنواز محمد و می حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ (سجادہ نشین پنج آستانہ عالیہ سلیمانہ تونسہ شریف) سے مجھے ۱۳۹۲ھ میں بیعت خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ اسی سال ماہ صفر میں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے سالانہ عرس مبارک پر تونسہ شریف حاضری ہوئی۔ میں نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے حالات و مناقب میں ایک مختصر سالہ شہبازِ طریقت کے نام سے چھپوا کر پیش کیا، جسے آپ نے بہت پسند فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ چند تراجم کی طرف اشارہ بھی فرمایا جو طبع دوم میں کر دی گئیں۔

کچھ عرصہ بعد آپ نے مجھے اپنے کتب خانہ سے مناقب المجتوبین کا لاہور

والا مطبوعہ نسخہ ارسال فرمایا اور اس کے اردو ترجمہ کا حکم دیا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر ترجمے کا کام شروع کر دیا۔ اُس وقت پروفیسر ڈاکٹر سید معین الرحمن صاحب، پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللطیف صاحب اور پروفیسر محمد اسحاق قریشی صاحب نے میری معاونت و راہ نمائی فرمائی۔ ترجمہ مکمل ہو گیا تو خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ کی خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ آپ نے پسند فرمایا۔ البتہ یہ حکم دیا کہ اس کی تلخیص کر دی جائے۔ تلخیص کا کام مکمل ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں مسودہ دوبارہ پیش کیا۔ آپ نے منظوری دی اور طباعت و اشاعت کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ ترجمہ و تلخیص کے کام کے دوران ہر مرحلہ پر اپنے مشوروں اور اپنی دعاؤں سے نوازتے رہے اور اصلاح بھی فرماتے رہے۔

مناقب المحبوبین کا یہ تلخیص ترجمہ ۱۳۹۷ھ میں اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور نے شائع کیا۔ تمام حلقوں میں اسے پسند کیا گیا جبکہ بعض احباب کی طرف سے اعتراضات آئے اور بعض نے اغلاط کی نشاندہی کی۔ زیادہ تر احباب و حضرات نے یہ لکھا کہ مکمل ترجمہ جلد از جلد شائع ہونا چاہیے۔ محمد می حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ فیصل آباد تشریف لائے تو آپ نے مناقب المحبوبین کے مکمل اردو ترجمہ کی ترتیب، تکمیل اور اشاعت کے بارے میں تاکید فرمائی۔ آپ نے چشتیہ اکادمی اور مکتبۃ الفوائد کے قیام اور مناقب المحبوبین ددیگر تصانیف و تالیفات کو اس ادارہ کے تحت شائع کرنے کا مشورہ بھی دیا۔

محمد می جناب خواجہ خان محمد تونسویؒ کا وصال، جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ کو ہوا۔ اس صدمہ جانکاہ کے بعد میری ہمت و توانائی میں صتعت آگیا۔ لکھنے پڑھنے کی رفتار بہت سست پڑ گئی۔ مگر کام رکا نہیں۔ کسی نہ کسی طرح جاری رہا۔ اس دوران دور سائل آفتاب تونسویؒ اور خواجہ دلنوازؒ ترتیب دیے۔ بعد ازاں تذکرۃ خواجگان تونسویؒ کی تدوین میں مشغول ہو گیا۔ اس کتاب کی تالیف و ترتیب پر کافی وقت صرف ہوا۔

مناقبِ محبوبین کے مکمل ترجمہ کے کام کی جلد از جلد تکمیل کا ارادہ تھا۔ گذشتہ چار سال کے عرصہ میں تغافل کا شکار تو نہ ہوا، البتہ تفکراتِ زمانہ، حوادثِ پیما اور غوارِ ضمیر جہاں نے کام کی رفتار کو بہت سُست کر دیا۔ رفتارِ سست تھی مگر سفرِ جاری رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بطفیلِ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو اوجگانِ کرام و حضراتِ محبوبین کرم فرمایا۔ تاخیر سے ہسی مگر الحمد للہ کہ ترجمہ مکمل ہو گیا اور آج اسے مطبوعہ شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں :-

ہر چنبیرِ درختِ دل و ناتواں شدم
ہر گم کہ یادِ روئے تو کردم جواں شدم

موجودہ مکمل ترجمہ کے کام میں حسبِ سابق میرے رفیقِ دیرینہ پروفیسر محمد زبیر قریشی صاحب نے تعاون فرمایا اور ترجمہ پر نظر ثانی کی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ صاحب نے خصوصی مہربانی فرمائی اور اس پر ایک عمدہ تعارف قلمبند کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب نے بھی قیمتی مشوروں اور دعاؤں سے نوازا۔ جناب غلیظہ رحیم بخش صاحبہ سلمانی کے گرانقدر مشورے، حوصلہ افزا اشعار اور دعاؤں کا ایک لائقِ ستائش سلسلہ بھی میرے شاملِ حال رہا۔

اس کتاب کے آخری حصہ میں حضراتِ محبوبین کی اولادِ نرینہ کے اسمائے گرامی بھی شامل کئے گئے ہیں۔ قبلہ عالمِ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کی اولادِ عالی مقام کی جامع فہرست تو جناب صاحبزادہ محمد اشرف صاحب نظامی مہاروی دامت برکاتہ نے مرتب کی ہے۔ میں اُن کا دل سے شکر گزار و احسان مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ جبکہ پیر پٹھان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی اولادِ ذی وقار کے اسمائے گرامی کی تلاش و تکمیل میں میرے کئی بزرگوں اور دوستوں کا حصہ ہے۔ قارئینِ حضرات سے ان شجروں میں غلطیوں کی نشان دہی کی التماس ہے۔

کتابت و ترتیب کے کٹھن کام میں بالعموم اور ان شجروں کی تیاری میں بالخصوص برادرِ طریقت پروفیسر عبد المجید صاحب چشتی نے حسبِ معمول میرے ساتھ تعاون کیا۔ برادرِ مسموع جمال صاحب نے طباعت کے سب مراحل کو نہایت خوش اسلوبی سے

پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ نیز حضرات و احباب کی نیک دعاؤں نے ہمیں سرگرم عمل رکھنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ میں ان سب کرم فرماؤں کا خلوص دل سے شکر گزار ہوں اور دستِ بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

اگرچہ مناقب المجتوبین کے مکمل اردو ترجمہ کی ترتیب و اشاعت کا حکم مجھے محمد می حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ نے فرمایا تھا اور ان کی دعائیں ہر مرحلہ پر میرے شاہل حال رہیں مگر میں مکمل ترجمہ کو اس مطبوعہ صورت میں ہرگز پیش نہ کر پاتا اگر جناب خواجہ عبدالمناف صاحب تونسوی دامت برکاتہ فرزند ارجمند حضرت خواجہ غلام زکریا صاحب تونسوی نور اللہ مرقدہ بد سے و در سے سرپرستی نہ فرماتے۔ اس طرح حضرت خواجہ دلنوازؒ کے بعد اس کا خیر کا تمام اجر و ثواب حضرت خواجہ حافظ عبدالمناف صاحب دامت برکاتہ کو جاتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے آباؤ اجداد و مشائخ کے مقامات عطا فرمائے۔ آمین

اس ترجمہ میں یقیناً خامیاں ہوں گی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنی کم علمی کی وجہ سے ترجمہ کا پورا حقی ادا نہیں کر سکا۔ پس جیسا ہے اسے قبول فرمائیں۔ البتہ اغلاط کی نشاندہی ضرور کریں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جاسکے۔ حضرات اہل سلسلہ سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے دنیا و آخرت میں عزت و شجاعت کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین۔

مکرمی حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی صاحب دامت برکاتہ کے اس شعر پر اس پیش لفظ کو ختم کرتا ہوں :-

ہمیں بس فخرِ عرفانم کہ خاکِ کوئے جانا نام
غلام شاہِ سلیمانم مرا از حشر با کسے

خادم الفقراء
افتخار احمد چشتی محمدی سلیمانی
عفی عنہ

کاشانہ چشتیہ - فرحت منزل
چینیوٹ بازار فیصل آباد - پاکستان
صفحہ ۲۸

تعارف

از پیر و فیئر ڈاکٹر محمد اختر صاحب چیمہ ایم ایس پی ایچ ڈی
صدر شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج فیصل آباد - پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارگاہ ایزدی میں حمد و سپاس بقیاس اور دربار مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں
دروود و سلام بے شمار پیش کرنے کے بعد راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ زبدۃ الاولیاء
عمدۃ الاصفیاء رئیس العاشقین انیس العارفین حاجی محمد نجم الدین چشتی نظامی سلیمانی
رحمۃ اللہ علیہ، شیخ المشائخ سلطان التارکین حضرت خواجہ حمید الدین صوفی سولی ناگوری
فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۵۶۷ھ / ۱۷۷۳ء) کی اولاد امجاد میں سے تھے جو سلطان
خواجہ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی بھڑی جمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ و
مرید خاص تھے۔ حاجی نجم الدین صاحب کے والد ماجد بھی ولی کامل تھے اور خود
حاجی صاحب کو بھی حضرت پیر پٹھان شہباز طریقت حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان
تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء و جانشینان میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ چنانچہ
خواجہ سلیمان تونسوی نے ایک مرتبہ حاجی صاحب کے بارے میں یوں اظہار خیال فرمایا
تھا :-

از ہندوستان صد ہا مردم نزد من آمد	ہندوستان سے میرے پاس سینکڑوں
اند انا طالبان خدا و صادقان در راہ	لوگ آئے ہیں مگر سچے طالبان خدا اور
کبریاد و کس آمدہ اند - یکی شاہ صاحب	سالکان راہ مولادہی آدمی آئے ہیں۔
حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی، دوم	ایک حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی اور
نجم الدین	دوسرے نجم الدین

حضرت شیخ نجم الحی و الملّت والدین کا زمانہ حیات ۱۲۳۷ھ / ۱۸۱۹ء

سے ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء تک ہے۔ آپ اعلیٰ پایہ بزرگ، صاحب علم و فضل، اہل سلوک و معرفت اور مبلغ و مفسر مسئلہ وحدت الوجود تھے۔ اتباع سنت و احترام شریعت کے قائل، اور عشق حقیقی و معنوی کے جذبات سے ہمیشہ بریر رہتے تھے۔ راجپوتانہ میں آپ نے پھر سے ایک باسپنے اسلاف و اجداد کی خدمات و تبلیغات کی یاد تازہ کر دی اور طریقت و تصوف کا بازار گرم کر دیا۔ آپ نے شیخا وائی کے غیر معروف مقام پر ”سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ“ کی خانقاہ قائم کر لی، جو جلد ہی دانش و حکمت اور روحانیت کا مرکز بن گئی۔ دور دور سے لوگ آپ کی خدمت و صحبت میں کسب فیض کے لئے حاضر ہونے لگے۔ بہت سارے سالکان و طالبان حقیقت کو آپ نے منازل سلوک طے کرانے کے بعد خلافت و نعمت باطنی سے نوازا۔ جنہوں نے متعدد مقامات پر رشد و ہدایت کے مراکز قائم کئے۔ مثلاً بے پور، جو دھپور، اودھے پور، بیکانیر، امر وہہ، سرسہ، فتح پور، اجمر وغیرہ میں آپ کے خلفاء نے عرصہ دراز تک نشر و اشاعت سلسلہ اور تبلیغ و ترویج دین حقہ کا کام جاری رکھا۔ حاجی صاحب کا مزار مبارک آج بھی فتح پور میں مرجع خلایق و عوام ہے۔

حاجی صاحب نے طریقت چشتیہ سلیمانیہ کی اشاعت و توسیع اور اپنے مشن کو دوام بخشنے کے لئے خلفاء کے علاوہ اولاد و احفاد کا سلسلہ اور فارسی و اردو و ہندی زبان میں منشور و منظوم تصانیف کا ہمیشہ باذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ ساریخ مشائخ چشت میں مرقوم ہے: ”حاجی صاحب کی اردو تصانیف تاریخ اردو ادب میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ راجپوتانہ میں اردو زبان کے فروغ میں آپ کا خاص حصہ تھا۔“

مولانا غلام سرور صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-
 ”ہمارے ملک میں اردو زبان کے سب سے پہلے مصنف اور حامی آپ ہی ہیں۔ اردو زبان کی بزم ادب یعنی شاعری کا سہرا

بارھویں صدی کے وسط سے آپ ہی کے سہرا قدس پر بندھا
ہوا نظر آتا ہے۔

ان تمام کتابوں میں حاجی صاحبؒ نے اخلاق و تصوف کی تعلیم نہایت لکچر
انداز میں دی ہے۔ ان کتابوں کا مقصد عوام الناس میں اسلامی تعلیمات کا پھیلانا
تھا۔ مولانا غلام سرور صاحب کے ایک مکتوب میں لکھا ہے :

”یہ تصانیف اس ملک کے بے علم اور کم علم اشخاص کے لئے اکیر

کا حکم رکھتی ہیں بیش بہا ہر جو عربی فارسی سمندروں کی تہ میں

پہناں تھے وہ آپ نے ریگستان کے جنگلوں میں بکھیر دیئے ہیں۔“

عوام کو مشاہیر صوفیاء کے اقوال اس سادگی اور خوبی سے حاجی صاحبؒ نے
سمجھائے ہیں کہ بے اختیار آپ کے تبحر علمی اور مہارت فنی کی داد دینی پڑتی ہے نظم
میں بزرگوں کے اقوال و سخنان کو اس انداز سے آپ نے نقل کیا ہے کہ وہ گراں
نہیں گزرتے بلکہ بڑی خوبی سے ذہنوں اور دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔

حاجی صاحب کی جملہ تصانیف میں سے راقم الحروف کو صرف دو کتابیں :
”مناقب الحبیب“ اور ”مناقب المجدین“ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے ”مناقب الحبیب“
میں بانی و مؤسس سلسلہ عالیہ چشتیہؒ سند جناب سلطان العارفین حبیب رب العالمین
حضرت خواجہ معین الدین جن بھڑی چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری و ملفوظات
نیز احوال اولاد و امجاد کی تفصیل ہے۔ اور ”مناقب المجدین“ کا جائزہ آئندہ صفحات میں
قارئین کرام کی نذر کیا جائے گا۔

”مناقب المجدین“ کو حاجی نجم الدین سلیمانی صاحبؒ نے ۱۲۷۸ھ میں تالیف و
تدوین کیا، جسے خاکپائے حضرات چشتیہؒ اور مرید و عقیدہ مند حضرت غوث زمان خواجہ
شہ محمد سلیمان تونسویؒ - شیخ الہی بخش تاجر کتب کشمیری بازار لاہور - کی
فرمائش پر ۱۳۱۲ھ میں لاہور سے شائع کیا گیا۔ اس مطبوعہ نسخے کے سرورق پر

”کتاب مستطاب واسطۂ سلوک چشتیہ اعلیٰ ملفوظات حضرت خواجہ سلیمان صاحب
تولنسوی رحمۃ اللہ علیہ مستی بہ مناقب المحبوبین“ کے کلمات مندرج ہیں ”تاریخ مشائخ
چشت“ میں۔ ”مناقب المحبوبین در حالات مشائخ سلسلہ نظامیہ مع ملفوظات خواجہ
تولنسوی“ کے الفاظ درج ہیں۔ پروفیسر افتخار احمد چشتی صاحب کے ترجمہ تلخیص مطبوعہ
اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور کا عنوان اس طرح مرقوم ہے: ”مناقب المحبوبین“
تذکرہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ و حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تولنسویؒ
پھر اسی تلخیص کے آغاز میں عرض مرتب میں اس طرح ضبط ہے:

”محبوبین سے آسمان شریعت و طریقت کے ہی آفتاب و ہتاب مراد ہیں۔
مناقب المحبوبین اپنی دہ بزرگ حضرات چشت حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور
حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تولنسویؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔“

حاجی صاحبؒ نے کتاب کے آغاز میں مختصر دیباچہ تحریر کیا ہے۔ اس میں
بڑے عالمانہ و عارفانہ انداز میں خداوند متعال کی حمد و ثناء بیان کی اور حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا ہے۔ تعنیہ غزل کے چار اشعار بھی
درج کئے ہیں۔ پھر آل اطہار و ازواج و اصحاب و تابعین کی خدمت میں ہدیہ سلام
پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حمد و درود و سلام کے بعد حاجی صاحبؒ
نے بڑے دلچسپ انداز میں معجزات انبیاء و کرامات اولیاء کا تطبیقی ذکر کیا ہے۔
ازاں بعد حاجی صاحبؒ نے اپنا نام، بطور مولف، سائل تالیف اور اپنی

عمر کا ذکر کر کے وجہ تسمیہ تصنیف کتاب پر روشنی ڈالی ہے اور کتاب کا نام نامی مناقب
المحبوبین ضبط و ثبت کیا ہے۔ دیباچہ کے اختتام پر مطالب و محتویات کتاب کی
طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے۔

اس طرح حاجی صاحبؒ نے مناقب المحبوبین کو ایک نغز و پُر مغز و پُر معنی دیباچہ
سے مزین کر کے مقصود مدعا کے کائنات، سرورِ دو عالم و سرکارِ دو جہان، حضور

اقدس و اطہر پیغمبر اعظم و اکرم حضرت محمد مصطفیٰ احمد عجبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کا آغاز ان الفاظ میں کیا ہے :

”ذکر خیر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم“

مؤلف نے اپنے شجرہ طریقت کے جملہ بزرگان و خواجگان و پیران و مشائخ عالمی مقام کے شرح احوال حضرت مولانا فخر الدین فخر جہان محب النبی دہلویؒ تک تو نہایت اختصار کے ساتھ محض تبرکاً تحریر کئے ہیں مگر اپنے دادا پیر۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہار دہلی کے حالات و مقامات کو قدرے تفصیل سے لکھا ہے اور کتاب کا بیشتر حصہ مؤلف کے پیر و مرشد۔ حضرت شہباز طریقت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے احوال و مقامات، مناقب و کمالات، کرامات و خوارق عادات، معمولات و عبادات اور ارشادات و ملفوظات کے لئے مختص ہے۔

بطور مجموعی اور بنظر غائر کتاب مینصف مناقب المحبوبین کو دیکھا جائے تو یہ سلسلہ چشتیہ نظم یہ فخریہ سلیمانیکہ کا ایک مختصر ”دائرہ معارف“ ہے جس میں صاحب کتاب نے ہر شیخ سلسلہ کے بارے میں ضروری معلومات و اطلاعات فراہم کر دی ہیں۔ تاریخ ولادت و وفات، عمر، مقام مزار، شجرات نسب اور خلفاء کے اسماء کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ علاوہ برآں مشائخ و خواجگان کے کارہائے نمایاں، معمولات زندگی، تبلیغات دینی، خدمات علمی اور افکار عرفانی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ بعض بزرگوں کی کتب و تصانیف و رسائل کے نام بھی گنوائے گئے ہیں۔ اکابر اسلاف و اقطاب کی بعض ایسی تالیفات سے بھی جگہ بجگہ اتنا ذکر کیا گیا ہے جو مشائخ چشت کی توجہ کا موجب رہی ہیں۔ پھر جن کتابوں سے مطالب و واقعات منقول ہیں اکثر و بیشتر مقامات پر ان کے نام بطور حوالہ و سند درج ہیں۔ سیر الاولیاء، سیر العارفین، سیر الاقطاب،

اخبار الاخیار، مرآۃ الاسرار، اقباس الانوار، شجرۃ الانوار، حجر الاولیاء، مرآۃ ضیائی اور تذکرۃ الواصلین کے اسمی کا تو مؤلف نے دیباچہ ہی میں ذکر کر دیا ہے۔ علاوہ برآں بہت ساری کتب غیر فانی و تاریخی دسوانچی اور تذکرہ جات کے نام دوران

مطالعہ ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، جو مؤلف کے وسیع مطالعہ و تحقیق و جستجو اور علمی موضوعات پر ان کی کامل دسترس کا ثبوت ہیں۔

حاجی صاحب نے بعض جگہوں پر مواقع کی مناسبت سے لغوی مباحث کا اندراج بھی کیا ہے۔ بعض خصائص مشائخ چشت از قبیل دینوری، فرشتادہ، ہرذنی، سجری، ادشی، کاکلی، بختیار، ابو دھن۔ پاکپتن گنج شکر، اودھ، بداول، چراغ دہلی چشتی و چشتیہ کا باہتمام خاص خواجگان معتبر مولانا فخر الدین دہلویؒ اور خواجہ نور محمد مہارویؒ کی آراء کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی طرح بعض اقطاب خانوادہ چشتیہ کے انساب کے متعلق بھی مصنف نے رائے زنی کی ہے۔

سلاسل طریقت کے اعتبار سے مناقب المجوبین سے کئی اہم معلومات دستیاب ہوتی ہیں بعض خواجگان چشت نے دوسرے سلاسل سے بھی اکتساب فیض کیا ہے مثلاً شیخ محمود راجنؒ ادیشیؒ حسن محمدؒ کے نام اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔ شیخ محمود راجنؒ (م ۹۰۰ھ/۱۴۹۷ء) کو چشتیہ کے علاوہ سلسلہ طریقت مغربیہ سہروردیہ، شطاریہ سے بھی خلافت حاصل تھی۔ اور شیخ حسن محمدؒ (م ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء) نے چشتیہ سہروردیہ، گازر دنیہ، نور بخشید، ہمدانیہ، فردوسیہ، کبرویہ سلاسل سے خلافت و اجازت اخذ کی تھی۔ مؤلف نے ان مشائخ کے پورے شجرات قلمبند کئے ہیں۔ اسی طرح حاجی صاحب نے اپنے سلسلہ طریقت کے بارے میں بعض ذی قیمت اطلاعات ہمیا کی ہیں۔ مثلاً خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ (م ۷۷۳ھ/۱۳۷۳ء) کے ذکر میں ضبط تحریر کرتے ہیں کہ ان کے ذریعہ و واسطہ سے ہمارا تعلق سلسلہ کبرویہ سے منسلک ہوتا ہے۔ ثبوت کے لئے پورا شجرہ نقل کر دیا ہے۔ حاجی صاحب ہر شیخ و خواجہ چشت کے خلفا کا ذکر کرتے کرتے خلیفہ اعظم و سجادہ نشین اہلی کی طرف اشارہ کر جاتے ہیں اور ثبت کر دیتے ہیں کہ ہمارا سلسلہ فلاں شیخ دیر سے آگے چلا۔ اس طرح شجرہ طریقت کی نسبت سے بحث مربوط ہو جاتی ہے۔

حاجی صاحب نے حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کے الفاظ قدسی و اقوال زیریں

میں ایک جگہ لکھا ہے :

”فرمودند حضرت شیخ حکیم اللہ جہاں آبادیؒ ہمہ فرزندانِ خود را
در سلسلہ قادریہ بیعت کردہ بودند و می فرمودند کہ سلسلہ چشتیہ
پر مشقت و ریاضت است و دامن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ، فراخت و باعث پوشیدگی و گنجائش ہمہ است۔“

بدیں نحو حاجی صاحبؒ نے آداب سلوک کے لحاظ سے گامی سلاسل تصوف
کے تقابلی جائزہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے جو محققین و منتقدین کے لئے دلچسپی
سے خالی نہیں ہے۔

’مناقب المحبوبین‘ بلا شک ادبی خصائص و علمی حقائق سے معمور ہے۔
اس میں آیات، احادیث، اقوال، ابیات، اشعار، رباعیات اور مثنویات
بزرگان کا بر محل استعمال ملتا ہے۔ بعض اوقات واقعات کی نسبت سے دلائل کو
محکم کرنے کے لئے مؤلف نے اپنے یاد دوسرے اساتذہ کے اشار ضبط کئے
ہیں جو بہت موزوں لگتے ہیں۔ حاجی صاحبؒ نے اعظم مشائخ سلسلہ چشتیہ کے
تراجم احوال مع ذکر اسناد لکھے ہیں اور آفتاب و ماہتاب کے حالات، واقعات
ملفوظات، ارشادات و تعلیمات کو بالعموم ”نقلست“ کے الفاظ کے ساتھ
حیطہ تحریر میں لائے ہیں۔ بعض واقعات کے آغاز میں راوی و ماخذ کا نام درج
ہے اور بعض اوقات منقولات کے آخر پر روایت کنندہ یا کتب ماخذ کے نام آتے
ہیں۔ بعض جگہوں پر ”ایضاً فیہ“ کے الفاظ تحریر ہیں۔ ’مناقب المحبوبین‘ کا یہ اسلوب
و طرز نگارش خواجہ امام بخش مباروی (م. ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۱ء) کے
تذکرہ ’معجزات چشت‘ میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

حاجی صاحبؒ نے نقل واقعات کے دوران بعض نہایت اہم، ارزندہ
نایاب اور گراں بہا اطلاعات ہمہ پہنچائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مواضع بہا و لیور میں
”شیخ واہن“ کے مقام پر حضرت رسول اکرمؐ نور مجتہم صلی اللہ علیہ وسلم کا

مجہ مبارک محفوظ ہے۔ جہاں حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کے ولی مادر زاد ہونے کے ضمن میں مختلف روایات منقول ہیں۔ ایک روایت قبلہ عالمؒ کی والدہ کے سن بلوغت کو پہنچنے سے بھی پہلے کی مسطور ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ کے خلفاء میں سے شیخ عبداللہ جہانیاں نیکوکارہؒ کے سجادہ نشین شیخ فتح دریا نیکوکارہؒ نے ایک موقع پر آپؒ کی والدہ ماجدہ کو دیکھ کر اظہار خیال فرمایا:

”حق تعالیٰ مرا معلوم کناںیدہ است کہ از شکم ای عاقل بی بی غوث زمانہ پیدا خواہد شد کہ از فیض او ہمہ عالم سیراب خواہند شد“
 شیخ عبداللہ جہانیاںؒ کا وطن مالوف بہاول پور کے علاقے میں موضع شیخ داہن تھا جہاں جہ شریف محفوظ و مصئون پڑا ہے۔ لکھتے ہیں:-
 ”شیخ فتح دریا نیکوکارہؒ از کاملان صاحب نسبت و کشف و کرم و کمیت خود بود و خلیفہ و سجادہ نشین شیخ عبداللہ جہانیاںؒ بود کہ لقب او نیکوکارہ است۔ و خلفا و اولاد او را ہم نیکوکارہ گویند و این عبداللہ جہانیاں نیکوکارہؒ از خلفا حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ بود۔ وطن او موضع شیخ داہن متعلقہ کوٹھ قائم ریس من غلمہ بہاولپور است و در موضع شیخ داہن مذکور جہ شریف رسول علیہ السلام ہم است۔“

”مناقب المجددین“ میں بعض شرعی مسائل کی توجیح و توضیح قرآن و سنت کی روشنی میں بڑے دلچسپ پیرائے میں کی گئی ہے جو دل میں اتر جاتی ہے مثلاً حافظ محمد جمال ملتانیؒ حلیفہ حضرت قبلہ عالمؒ کے کلمات قدسی میں مرقوم ہے:
 ۱۔ فرمودند کہ بمالقی آب استیجا وضو جائز است کہ رسول علیہ السلام چنین کردہ بود۔

۲۔ فرمودند کہ وضو مثل جو اناں کردہ شود و نماز چوں ضعیفان

باید گزارد یعنی باہستگی تمام۔

۳۔ فرمودند: طالب را باید کہ ہر وقت با وضو باشد و اگر وضو دشوار بود تیمم باید نمود۔

۴۔ فرمودند الوضوء علی الوضوء، توڑ علی نور است۔

۵۔ و فرمودند کہ آفتابہ را ہمیشہ پیر از آب باید داشت کہ محبوب است۔

بعض عرفانی مطالب کی وضاحت میں بہر دان تصوف کی خاطر حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے پورے پورے رقعات و خطوط نقل کر دیئے ہیں۔

حاجی صاحبؒ نے اپنے پیر و دادا پیر کے اسماء بطور عنوان مع القابات کثیر درج کئے ہیں یاں طریق:

ذکر آل آفتاب فلک ولایت، خورشید بُرج ہدایت، دارت ملک نبوت، شاہنشاہ اقلیم غوثیت، قطب مدار عالم، سند صہبائین، فخر العارفین، منبع انوار الصمد، منظر اسرار احد، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ،

”ذکر آن سلطان تارکان دہر بان عارفان و دلیل واصلان محبوب الرحمن حبیب السبحان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہ“

کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مؤلف نے بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ مراد و مرید، شیخ و خلیفہ، آفتاب و ماہتاب، حضرت قبلہ عالمؒ و حضرت شہبازِ طریقتؒ کے احوال و مناقب کو بتفصیل ضبط تحریر کیا ہے۔ خواجہ سلیمان تونسویؒ کے حالات و مقامات و ملفوظات کو جیسا کہ کتاب کے سرورق سے بھی نمایاں ہے ادنیٰ بھی اظہار بھی کیا جا چکا ہے، حاجی صاحبؒ نے زیادہ تفصیلاً

کے ساتھ ترتیب دیلے۔

حاصل یہ کہ مناقب المجوبین، شریعت و طریقت اور حکمت و معرفت کا مرقع ہے۔ اس میں حقائق و معارف روحانی اور لطائف و مطالب معنوی کا ذکر جمیل ہے۔ اسرار باطنیہ و رموز الہیہ اور اشارات عرفانیہ و واردات قلبیہ کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ اولیاء و عرفا کے تصرفات و کمالات اور کرامات و معشوقات کا بیان ہے۔ وجود سماع کی کیفیات و حکایات کے اذکار موجود ہیں۔ سالکان و طالبان کی اصلاح و تربیت کے لئے بعض اُردو و وظائف اور ختموں کی ترکیب تک مؤلف نے بتا دی ہے۔ حتیٰ کہ آداب تصوف، اطوار سلوک، انوار معرفت اور تجلیات حقیقت کے تذکار و افراد بکثرت ہیں۔ مصنف نے گاہ گاہ اپنے دور اور ادوارِ پیشین کے تاریخی واقعات، اجتماعی حالات اور اخلاقی نکات کی نشان دہی بھی کی ہے۔ مگر اس مختصر میں زیادہ طولِ کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے اس تبصرہ و جائزہ کو یہیں پر ختم کیا جاتا ہے۔

مناقب المجوبین کے آخر پر کسی معتقدِ خاص نے اپنا نام ظاہر کئے بغیر حاجی صاحب کے سوانح حیات بھی شامل کتاب کر دیے ہیں جو آپ کی شخصیت سے آشنائی و آگاہی حاصل کرنے کا بہترین ماخذ و ذریعہ ثابت ہو رہے ہیں۔ قرآن و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ حاجی صاحب مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور بلا مبالغہ ایک پُر مایہ ادیب، شاعر، تاریخ گو، سوانح نگار، صوفی، عارف، ولی اللہ، مصنف، مؤلف اور محقق تھے۔

بندہ ناچیز راقم الحروف، استاد محترم پروفیسر افتخار احمد چشتی سلیمانی صاحب کی خدمت عالیہ میں ہدیہ تبریک و تحمین پیش کرتا ہے کہ انہوں نے کتاب لطیف و مفید، مناقب المجوبین کو اردو زبان میں منتقل کر کے اہل تصوف و تحقیق پر ایک نیا باب

دا کر دیا ہے۔ پروفیسر چشتی صاحب نے اس پیرائہ سالی میں مسلکِ چشتیہ اور عرفانِ سلیمانہ کی ترویج و توسیع کا بڑا اٹھار کھلے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ تو پنجاب کی مختلف تعلیمی درس گاہوں میں علومِ اسلامیہ و دینیہ کی تدریس و تعلیم میں گزرا مگر آجکل وہ علومِ باطنیہ و معارفِ چشتیہ کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اس کی خاطر آپ محافلِ ذکر کا انعقاد بھی کرتے ہیں اور تصنیف و تالیف کے کام میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ طریقتِ چشتیہ کے بارے میں تحقیقات و مطالعات آپ کا خاص موضوع اور میدان ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی حیثیت ایک متخصص کی سی ہے۔ آپ کا سارا زور چشتیہ نظامیہ فخریہ کی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کو اُجاگر کرنے اور ان کی خدمات و تعلیمات کو منظرِ عالم پر لانے میں صرف ہو رہا ہے۔

فیصل آباد میں پروفیسر چشتی صاحب کی خاص عنایات و نوازشات ہیں۔ جامعہ چشتیہ کی تاسیس و بنیاد اور چشتیہ اکادمی کا قیام و نظام آپ ہی کے دمِ تہم سے ہے۔ یہ دونوں ادارے فیصل آباد میں گراں قدر تعلیمی و دینی و تحقیقی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ماہنامہ روحانی پیغام فیصل آباد بھی آپ کی وساطت سے شائع ہو رہا ہے۔ اس میں چشتیہ سلسلہ کی پیش رفت و ترقی کے لئے آپ کے وسیع و عریض منصوبہ جات کی تفصیل چھپتی رہتی ہے۔ اب تک آپ کی متحدہ تصانیف چھپ کر قارئین و متوسلین و متعلقین سے خراجِ تحسین و صلِ کرم چکی ہیں۔ ان میں سے مناقبِ المجویین (تلخیصِ اردو ترجمہ) اور تذکرہ خواجگانِ ترقی قابلِ ذکر اور معروف تھیں۔ بقیہ تصانیف مشائخِ چشت کے سوانحی خاکوں پر مشتمل مختصر رسالوں کی صورت میں ہیں۔ محزنِ چشت اور مناقبِ المجویین کے مکمل تراجم بھی اشاعت کے مراحل میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان دو مفصل و مدلل کتابوں کے تراجم پروفیسر چشتی صاحب کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ بیشک آپ صد تحسین و ہزار آفرین کے مستحق ہیں۔

”مناقبِ المجویین“ انجمن کی محبوب و مرغوب کتابوں میں سے ہے، ہر وقت

آپ کی میز پر موجود رہتی ہے۔ اس پر آپ کو خصوصی ادراک حاصل ہے۔ آپ نے اس کا عام فہم اور سلیس اردو زبان میں ترجمہ کر کے اہل سلوک اور ارباب طریقت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اگرچہ پشتیازیں اس کا ملخص ترجمہ بھاری تعداد میں چھپ کر دور و نزدیک پہنچ چکا ہے۔ مگر کامل کتاب کی اہمیت اپنی جگہ مسلم الثبوت ہے۔

قبلہ پروفیسر چشتی صاحب، پھمدان راقم الحروف پر خاص نظرِ کرم رکھتے ہیں۔ ہمیشہ لطف و محبت سے پیش آتے ہیں علمی و تحقیقی کاموں میں حوصلہ افزائی فرماتے اور مشفقانہ رہنمائی و مخلصانہ سرپرستی سے نوازتے رہتے ہیں۔ ابھی محرم الحرام ۱۴۰۷ھ میں آپ نے شیخ العالم خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی مناسبت سے احقر کا مقالہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے ننانوے نام کتابچے کی صورت میں چھاپ کر بہت افزائی فرمائی ہے اور اس کے لئے ”مناقب الفرید“ کا عنوان آپ ہی کا تجویز کر دیا ہے۔

یہ حقیر پُر تقصیر خداوندِ قدوس کی بارگاہِ اقدس میں دست بدعا ہے کہ بہ برکت حضرت رسالت مآب فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور بہ حرمتِ حضراتِ چشتیہ بہشتیہ رَحْمَۃُ تَعَالٰی ”مناقبِ المجوبین“ کے اس ترجمے کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ پروفیسر بزرگوار کو سلامتی و تندرستی و توانائی کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمائے۔ آپ کی اصلاحی و تبلیغی و تربیتی کوششوں کو بار آور کرے اور بیش از بیش علمی و ادبی و تحقیقی کام انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حصہ دوم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے لے کر
حضرت مولانا فخر الدین گیلوی تک

دیباچہ مصنف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَتَمِّمَ بِالْخَيْرِ

اُس ہادی و آفریدگار کی بے شمار حمد و ثناء، جس نے انبیاء کرام کو جملہ مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور انہیں مختلف اقسام کے معجزات اور روشن دلائل عطا کئے جس نے اولیائے کرام کو گمراہوں کی راہ نمائی کے لئے بھیجا اور انہیں بے شمار کرامات اور خوارقِ عادات عطا کئے۔

آسمان سجدہ کند پیشِ زمینے کہ درو
یک دو کس یک دوقس بہر خدا بنشینند

(ترجمہ: آسمان زمین کے اُس ٹکڑے کے سامنے سجدہ کرتا ہے، جہاں چند اللہ والے محض چند لمحوں کے لئے محض اللہ کی خاطر جمع ہوتے ہیں)

اے شمار درود اور نعت بشیر و نذیر اور سراجِ منیر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ "لَوْ لَّاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ" (ترجمہ: اے پیغمبر اگر آپ کو پیدا نہ کرتے تو افلاک کو بھی پیدا نہ کرتے) اس کے ادنیٰ اوصاف میں سے ہے اور "لَوْ لَّاكَ

لَمَّا اَظْهَرْتُ رُبُوبِيَّتِي" (ترجمہ: اے نبی اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا) اس کی کمترین تعریف ہے۔

زہے شانِ حبیبِ سیدِ مقبول کو نیچے

رسولِ عظیم و مند نشینِ قابِ توسینے

(ترجمہ: سبحان اللہ! دونوں جہان کے محبوب کی کیا شان ہے آپ

سب نبیوں کے سردار قابِ توسین کے مند نشین ہیں۔)

نَحْتِیْ جِلْوَهُ حُسْنُ قَدِیْمِ عَالَمِ اَسْلَمِ
وجودِ اوّل و آخرِ ظہورِ تاجِ حریمینے

(ترجمہ: تخلیقِ کائنات کا باعث اس کی پہلی جھلک ہے۔ درمی اوّل ہے
وہی آخر ہے۔ اُسی کے سر پر بحرین کا تاج ہے)

مقدس طینت، دانادلے مقصود ایجابے
محلّہ گوہرے، والا نژادے، جدّ حسنینے

(ترجمہ: آپ پاک طینت، دانادل اور آفرینش کائنات کا اصل مقصود
ہیں۔ آپ عالی نسب، اعلیٰ نسل والے اور حسن و حسینؑ کے جدّ امجد ہیں)

محیطِ رحمت دریا، ظہورِ منظرِ فیضے
ہمایوں طلعتے، میہوں لقا، محمود دارینے

(ترجمہ: آپ رحمتوں کے سمندر کے محیط اور منظرِ اہل ربّانی کا ظہور ہیں۔
آپ مبارک شمائل اور خوب صورت چہرے والے ہیں، جو دنیا و آخرت میں
سر پہ گئے ہیں)

اور اُن کی اہل اطہر، ازواجِ مطہرات، اصحاب اور تابعین پر قیامت تک لاکھوں
سلام، کہ اُن کے ادنیٰ اوصاف کی یہ شان ہے کہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا:

”عَلَّ نَسَبٌ وَحَسَبٌ يَنْقُطُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْاَحْسَبِي وَنَسَبِي
اَكْرَمُوا وَاَوْلَادِي الصّٰلِحُوْنَ لِلّٰهِ وَالطّٰلِحُوْنَ لِي“

(ترجمہ: قیامت کے دن ہر حسب و نسب ہو جائے گا، سوائے میرے حسب و نسب
کے۔ میری اولاد کی عزت کرو۔ ان میں جو نیک ہیں، ان کی اللہ کی خاطر اور
جو نیک نہیں ہیں، ان کی میری خاطر)

انہی کے فضائل میں سے ہے کہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
”الْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْاَنْبِيَاءِ“ (ترجمہ: علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں) کوئی نبی یا

رسول ایسا نہیں ہے کہ اُس جیسا کوئی دلی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا نہ
ہوا ہو اور انبیاء کرام سے کوئی ایسا معجزہ ظاہر نہیں ہوا کہ اُس جیسی کرامت حضور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کرام سے ظاہر نہ ہوئی ہو۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَلَهُ نَظِيرٌ فِي أُمَّتِي" (ترجمہ :-

کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی نظیر اور مثال میری اُمت میں موجود نہ ہو) اگر حضرت ابراہیم
خلیل اللہ علیہ السلام پر آتش نمرود گلزار بن گئی تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی پر آتش
پرست کی آگ گلزار بن گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ ہونے کا رتبہ
عطا فرمایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے صدیہ اولیاء کرام کو اس مقام
سے مشرف فرمایا۔

سیدی و مولائی شیخا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ
عنه کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ یکلمی سے مشرف فرمایا اور اپنی ہزاروں باتیں بلا واسطہ
آپ کو سنوائیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض الہامات غوثیہ میں یوں مرقوم ہیں :-

"جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے پروردگار کا دیدار کیا
تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے غوث اعظم جو شخص علم حقیقی حاصل کرنے کے
باوجود مجھ سے دیدار کی درخواست کرتا ہے تو وہ میری زیارت سے محروم رہتا
ہے اور جو شخص دیدار الہی اور علم حقیقی میں کوئی فرق سمجھتا ہے تو اُسے دیدار
الہی نصیب نہیں ہوتا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے غوث اعظم جو شخص میرا دیدار کر لیتا ہے تو پھر
اُسے کسی حال میں بھی سوال کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور جو شخص میرے دیدار
سے محروم رہتا ہے تو خواہ وہ کتنی بار ہی سوال کرتا ہے اُسے سوال کرنے سے
کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور وہ سوال کرنے کے باوجود انعام خداوندی سے
محروم رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ کوئی صاحب علم اُس وقت تک اللہ تعالیٰ تک

ہنیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ علم کے غور سے باہر نہیں نکل جاتا۔ اور اگر وہ علم کو ترک نہیں کرتا تو وہ شیطان بن جاتا ہے۔

نیز غوث اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو اُس سے عشق کا مفہوم دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری طرف بڑھنا اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ماسواہر چیز سے منقطع کرنے کا نام عشق ہے۔ غوث اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خدا کا دیدار کیا تو معراج کی حقیقت کے بارے میں دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، معراج کا مطلب یہ ہے کہ انسان میری طرف پرواز کرے اور خدا کے سوا ہر چیز سے کٹ جائے نیز خدا نے فرمایا کہ معراج یہ ہے کہ انسان کی نگاہ کو کوئی چیز اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔ اے غوث اعظمؒ جو شخص میری طرف معراج نہیں کرتا تو اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور جو شخص نماز سے محروم ہوتا ہے وہ معراج سے بھی محروم رہتا ہے۔ اور جو شخص معراج سے محروم ہو جائے تو گویا وہ ہر چیز سے محروم رہ گیا۔

اسی طرح تیدالسادات حضرت تید جعفر علیؒ خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ جو بھی حق تعالیٰ نے مرتبہ کلیمی عنایت کیا تھا چنانچہ اخبار الاخیار میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ اے میرے بندے میرا جلال میرے جمال کی جولان گاہ ہے اور میرا جمال دراصل میرے جلال کا ہی نور اور پرتو ہے اے میرے بندے تو میرے جلال اور جمال کے درمیان موجود رہتا ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس طرح ”قُم بَاذِنِ اللہ سے مُردے زندہ کرتے، اسی طرح جناب شمس الدین تبریزیؒ ”قُم بَاذِنِ“ کہہ کر مرے کو زندہ کر دیتے۔

قُم بَاذِنِ و قُم بَاذِنِ اللہ
ہر دو یک نغمہ ایست از لب یار

(ترجمہ: تم باذن اللہ دونوں دوست کے مہلوں سے نکلنے والا ایک ہی نعمت ہے) یہ سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شان و شوکت ہے کہ آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ نے اس بلند درجہ تک پہنچایا ہے اور قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے اولیاء کرام پیدا ہوتے رہیں گے جیسا کہ قصص الحکم میں شیخ اکبر حضرت شیخ محمد الدین ابن عربیؒ نے لکھا ہے۔

”شیت نوع انسانی کا آخری انسان ہوگا وہ اسرار ربانی کا حامل ہوگا۔ اس کے بعد کوئی انسان پیدا نہ ہوگا۔ وہ پیدا ہوگا تو اس کی بہن اس کی ولادت سے قبل ہی پیدا ہو چکی ہوگی۔ وہ چین میں پیدا ہوگا اور چینی زبان بولے گا وہ دیکھے گا کہ مرد اور عورتیں تولیدی قوت سے محروم ہو چکی ہیں۔ شادی بکثرت ہوں گی لیکن اولاد پیدا نہ ہوگی۔ وہ لوگوں کو راہ خداوندی کی طرف بلائے گا۔ لیکن کوئی شخص اس کی بات پر کان نہ دھرے گا۔ جب وہ اور دیگر تمام مومن فوت ہو جائیں گے تو باقی تمام لوگ جانوروں کی طرح زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ وہ اللہ کے حلال و حرام کی پرواہ نہ کریں گے۔ وہ عقل و شریعت کی تمام حدود پامال کرتے ہوئے شہوت رانی کرنے لگ جائیں گے تو ایسے حالات میں قیامت آجائے گی۔“

پس قیامت کی آخری نشانی یہ ہے کہ زمین پر ایک ولی بھی زندہ موجود رہے گا

اور جب تک زمین پر ایک ولی بھی زندہ موجود ہوگا، قیامت برپا نہ ہوگی۔ چنانچہ مولانا جامیؒ نے نقد قصص شرح قصص میں لکھا ہے کہ ”فَإِنَّ الْإِنْسَانَ الْكَامِلَ“ نقد القصص شرح نفس ال رُوحُ الْعَالِمِ وَالْعَالَمِ جَسَدٌ (ترجمہ: انسان کامل دنیا کے لئے روح کی

حیثیت رکھتا ہے اور یہ پورا جہاں اس انسان کے لئے جسم کی حیثیت رکھتا ہے) اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ ”لَا تَقُومُ السَّاعَةُ فِي الْأَرْضِ مَا ذَاكَ فِيهِ مَنْ يَقُولُ اللَّهُ اللَّهُ“ (ترجمہ: جب تک اس کرۂ ارضی پر کوئی ایک شخص بھی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے، قیامت نہیں آئے گی) زمین پر سبزہ ان کے مبارک قدموں کی برکت سے

مکتبہ سے اور آسمان سے بارش ان کی برکت سے نازل ہوتی ہے اور اللہ کی مخلوق سے بلائیں ان کے تصرفات سے دُور ہوتی ہیں۔

یہ بندہ گناہ گار نجم الدین چشتی نظامی فخری نور محمدی سلیمانی عفی اللہ عنہ جو حضرات خواجگانِ چشت کے قدموں کی خاک ہے اور ان کے حرم کا ایک ادنیٰ غوشہ چین ہے عرض کناں ہے کہ بچپن سے لے کر سالِ رواں ۱۳۷۸ھ تک جبکہ فقیر کی عمر پندرہ سال ہو چکی ہے۔ مرخاندان کے اولیاء اللہ کے صدہا ملفوظات اور ان کے مناقب اس فقیر کی نظر سے گزرے ہیں۔ خاص طور پر حضرات خواجگانِ چشت کے ملفوظات اکثر اس فقیر کے زیرِ مطالعہ رہے ہیں۔ اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر محبتِ النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین صاحب کے حالات و مناقب ان کے سن ولادت و وصال اور دیگر حالات سے فقیر واقف تھا۔ لیکن سند او اصلین مظہر اسرار احمد حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب تونسویؒ اور ان ہر دو مجربانِ سبحانی کے خلفاء کے احوال، سن ولادت، سن وصال خوارقِ عادت، کرامات اور مقامات سے ناواقف تھا۔ کیونکہ ان کے احوال میں بہت کم لکھا گیا تھا۔ اگرچہ اپنے معتبر پیرویوں اور ان حضرات کی اولاد سے اکثر ان دونوں "قران السعیدین"، نہیں نہیں، ان ہر دو شمس و قمر کے مناقبات اور خوارقِ عادت اس فقیر کے کانوں تک پہنچتے تھے لیکن کسی صاحب نے ان حالات کو قلمبند نہیں کیا تھا۔

اگرچہ اس سے قبل حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کے حالات و ملفوظات پر دو کتابیں موجود تھیں ایک خلاصۃ الفوائد مؤلف مولوی محمد عمر سید پوریؒ، جو مولانا نور محمد ناردوالہ صاحب کے مرید تھے۔ دوسری خیر الاذکار جسے حضرت مولانا صاحب موصوف کے مرید مولوی محمد گملویؒ نے تالیف کیا تھا۔ مگر ان دونوں رسائل میں تفصیل کے ساتھ حالات تحریر نہیں کئے گئے تھے۔ صرف وہ ملفوظات و ارشادات جو حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ نے اپنی مجلس میں فرمائے، انہیں بعینہ لکھ لیا گیا تھا۔ اسی طرح ہمارے پیرو مرشدِ محبوب ربانی حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب تونسویؒ

کے دو ملفوظات اس سے قبل قلمبند ہوئے تھے۔ ایک نافع السالکین کے نام سے، جسے میرے پیر بھائی مولوی امام الدین صاحب نے تحریر کیا تھا۔ مگر اس میں بھی صرف حضرت صاحب تونسویؒ کی مجلس کے ارشادات جمع کئے گئے تھے۔ آپ کی ولادت، وصال، خوارق عادات وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ دوسرے وہ ملفوظات جو ہمارے پیر بھائی مولوی غلام حید صاحب نے جمع کئے تھے۔ اس مجموعہ میں بھی صرف مختلف مجالس کے چند ارشادات جمع کئے گئے تھے اور حضرت صاحب تونسویؒ کے خوارق عادات چار پانچ سے زیادہ نہیں لکھے گئے تھے۔

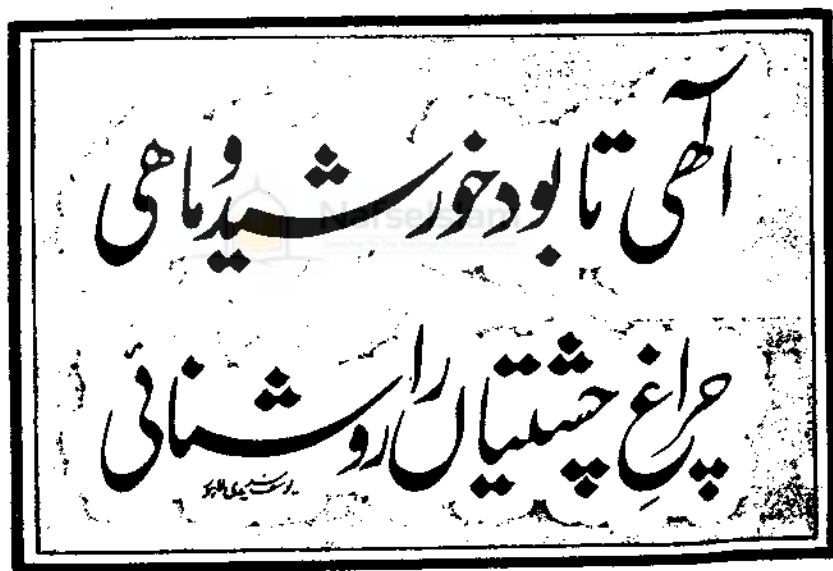
بعد ازاں رمضان المبارک درمہ شوال ۱۳۲۳ھ میں حضرت صاحب تونسویؒ نے فرمایا کہ جب یہ فقیر سن ۱۳۲۸ھ میں قصبہ مہار شریف میں حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کے عرس مبارک کے موقع پر حاضر ہوا تو وہاں تقریباً ایک ماہ قیام پذیر رہا۔ اس قیام کے دوران وہاں حضرت قبلہ عالمؒ کے صاحبزادگان اور دیگر معتبر اور کُن سال حضرات کی زبان مبارک سے غوث الثقلین حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے بہت سے عجیب و غریب مناقبات سُننے میں آئے۔ اس فقیر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اکثر ثقہ بزرگ جو حضرت قبلہ عالمؒ اور حضرت محبوب حقؒ (حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ) اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ عمر رسیدہ تھے۔ اُن دونوں حضراتؒ کی مجلسوں کے فیض یاب تھے۔ اور ان ہر دو خورشید و قمر کے مناقبات سے واقف تھے، فوت ہو چکے ہیں اور اب صرف معدود سے چند بزرگ ایسے رہ گئے ہیں، جو حضرات محبوبینؒ (حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ) کے حالات سے واقف ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی وفات پا جائیں اور یہ دولت جو ان کے کینہ سے پاک سینہ میں محفوظ ہے، ان کے ہمراہ قبروں میں چلی جائے اور اگلی نسلیں اس عظیم نعمت سے محروم رہ جائیں۔ یہ بھی خیال آیا کہ اس وقت تیرھویں صدی ہجری کا دور ہے۔ فی زمانہ لوگوں کی استعداد دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ حق تعالیٰ کی وہ طلب اور شارح کی وہ محبت اب نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اب دُنیا اور اہل دُنیا کی محبت دلوں میں زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔

ان حالات کے پیش نظر میں نے قصبہ مہار شریف ہی میں حضراتِ محبوبین کے مناقبات لکھنے شروع کر دیے۔ ثقہ بزرگوں سے صحیح احوال تحقیق کر کے لکھتا جاتا۔ انہی ایام میں حضرت ثانی، مقبول بارگاہِ یزدانی، نور بخش سلیمانی، سجادہ نشین ونبیرہ حقیقی حضرت محبوب ربانی (حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ) خدایان کا سایہ اُن کے مریدوں کے سروں پر قیامت تک قائم رکھے (حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر قصبہ تاج سرور (چشتیاں شریف) میں تشریف لائے عرس مبارک سے فرغت کے بعد جب آپ سنگھڑ شریف (تونسہ شریف) کی جانب روانہ ہوئے تو یہ فقیر بھی ساتھ ہی تونسہ شریف حاضر ہو گیا اور قدوۃ الابرار، محبوب حضرت پروردگار حضرت پیرو مرشد (حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ) کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا وہاں تقریباً دو ماہ قیام کیا اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس یگانہ روزگار محبوب (حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ) کی امداد کے طفیل اس تحریر کو اختتام تک پہنچایا اور اس کا نام مناقبِ محبوبین رکھا۔ پھر اسے حضرت سجادہ نشین خواجہ شاہ اللہ بخش صاحبؒ اور دیگر علماء کی خدمت میں مطالعہ کے لئے پیش کیا۔ انہوں نے اپنی عنایت و نوازش سے اسے بہت پسند کیا۔ بلکہ بعض نے تو اسی وقت اسے نقل کرنے کے لئے مجھ سے مسودہ مانگا۔ مگر چونکہ مسودہ ابھی صاف نہیں ہوا تھا، اس لئے میں نے معذرت کر لی۔

جانتا چاہیے کہ میں نے اس کتاب میں ان ہر دو قطب الاقطاب (حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ) اور ان کے خلفاء عظام ہی پر اس لئے اکتفا کیا ہے کہ خواجگانِ چشت کے تمام ملفوظات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مخدوم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ تک ہر بزرگ کے مناقبات اور اذکار تفصیل کے ساتھ پہلے سے موجود ہیں۔ جیسا کہ مراتِ الاسرار، آقباسِ الانوار اخبار الاخبار، سیر العارفین، سیر الاقطاب اور سیر الاولیاء وغیرہ ان بزرگوں کے حالات سے بھرے پڑے ہیں۔ نیز حضرت علامہ کمال الدینؒ (خليفة حضرت نصیر الدین

موجود چراغ دہلوی (دہلی) سے لے کر محبت النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلوی المعروف بے مولانا صاحب (پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب جہاروی) تک کے بزرگوں کے حالات و مناقبات بھی شجرۃ الانوار، مخبر الاولیاء، مرآت ضیائی وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے جا چکے ہیں۔ اس حقیقے نے بھی پیران سلسلہ چشتیہ کے ذکر پر مشتمل ایک کتاب تذکرۃ الواقیلین کے نام سے اردو زبان میں لکھی ہے، جو ان سرکارہ طالبوں کے لئے ہے، جو فارسی سے نا آشنا ہیں۔ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ الراعطیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی تک تمام مشائخ کے حالات تحریر کیے گئے ہیں، جو پچاس یا ساٹھ جزو ہوں گے۔ اس امر کے پیش نظر اس کتاب مناقب المحبوبین میں طوالت کے خوف سے ان حضرات (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مولانا فخر الدین دہلوی) کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ یعنی سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے ہر پیر کا نام مع ولادت وصال، ان کی عمر اور کچھ حالات کو مختصراً محض بطور تبرک درج کر دیا ہے۔

”وَهُوَ الْمُؤَقِّقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ“ (ترجمہ:۔ وہ خدا کی ذات ہی ہے جس سے توفیق و امداد طلب کی جا سکتی ہے)



ذکر خیر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم اور ابو ابراہیم ہے۔ اسم گرامی محمد و احمد اور لقب مجتبیٰ^۱ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مبارک بی بی آمنہ (بنت وہب بن عبد مناف) ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام نامی عبداللہ ہے۔

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن ایاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (یہاں تک متفق علیہ ہے)

معارض النبوت میں لکھتا ہے کہ جمہور کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عدنان سے پہلے شجرہ اس طرح ہے:

عدنان بن اذون بن ہمیسع بن بنت حمل بن قیدار (کہ تورات میں جا بجا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیش گوئی اور خوشخبری اولاد قیدار کے نام سے دی گئی ہے) بن حضرت اسماعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام بن تارخ مشہور بہ آذر بن ناخو بن ارغو۔

ایک قول کے مطابق ارغو سے پہلے شجرہ اس طرح ہے:

ارغو بن رغو بن اشروع بن شارع بن قانع بن فالج بن شالخ بن حضرت عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام بن ارفخشذ بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام بن ملک بن لاک بن ملک بن ملک بن شوشلج بن اخنوخ مشہور بہ ادیس علیہ السلام بن بردیا بار د بن مہلائیل بن قینان بن آنوش بن شیش علیہ السلام بن آدم علیہ السلام۔

داضح ہو کہ عدنان سے اسماعیل علیہ السلام تک بعض چار اور بعض چالیس پشت لکھتے ہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا نسب یاد فرماتے تو عدنان تک ذکر کر کے توقف فرماتے۔ آپ کا یہ فرمان مبارک بھی ہے کہ ”شجرہ نسب کے ماہروں نے عدنان سے آگے ہمارے سلسلہ میں دروغ کوئی سے کام لیا ہے۔“
حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے نسب کو محد تک ضبط کیا ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھویں پشت پر کعب سے متحد ہو جاتا ہے اور وہ اس طریق پر ہے۔ عمر بن الخطابؓ بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن ذرواح بن عدی بن کعب۔

اس پر اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیلؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ادریسؑ اور حضرت شیتؑ علیہم السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں اور حضرت مضر و حضرت الیاسؑ اسی سلسلہ مذکور میں دین برحق رکھتے تھے۔ اور خدا پرست تھے۔ حتیٰ کہ حضرت الیاسؑ ایام حج میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ ”رحمۃ للعالمین“ (جلد دوم ص ۲۵-۳۱) میں شجرہ طیبہ یوں درج ہے :-

عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن
لوئی بن غالب بن فہر (الملقب بقریش) بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن
مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اود بن بیس بن یاسج بن سلمان بن عوص بن بوزن بن قموال بن ابی
بن عوام بن ناشد بن حزام بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن مافی بن عیفی بن
عقبر بن عبید بن الدعان بن حمدان بن سبر بن یثرب بن یحز بن لیح بن ارعوس بن عیصی
بن ویشان بن عیصر بن اقناد بن ایہام بن متصر بن ناحش بن نازح بن سبی بن مزی بن عوص
بن عرام بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام بن تارہ (آذر) بن ناحور بن سروج
بن رعو بن فاچ بن عابر بن ارفکشد بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلح بن اخذن
(ادریس علیہ السلام) بن یارو بن ملعل ایل بن قینان بن آئوش بن شیت علیہ السلام بن آدم علیہ السلام۔

کے نور کی آواز تکیہ اپنی پشت سے سنتے تھے۔ لیکن عدنان، معد اور نزار کے دین کا حال معلوم نہیں ہے۔ البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قید آربن اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

ازواج مطہرات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج تھیں اور بارہویں میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بی بی تھیں اور بعض کہتے ہیں کہ سربہ تھیں۔ البتہ تمام علماء اور مؤرخین گیارہ بیویوں پر متفق ہیں جو درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ر
- ۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ر
- ۳۔ اُم المؤمنین حضرت سودہ ر
- ۴۔ اُم المؤمنین حضرت حفصہ ر
- ۵۔ اُم المؤمنین حضرت زینب بنت جحش ر
- ۶۔ اُم المؤمنین حضرت زینب بنت خزيمة ر
- ۷۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ ر
- ۸۔ اُم المؤمنین حضرت میمونہ ر
- ۹۔ اُم المؤمنین حضرت جویریہ ر
- ۱۰۔ اُم المؤمنین حضرت صفیہ ر
- ۱۱۔ اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہ ر

چار سربہ تھیں۔ ایک حضرت ماریہ قبطیہ جو شاہ اسکندریہ کی بیٹی تھیں۔ دوسری حضرت ریحانہ تیسری حضرت جمیلہ چوتھی حضرت حارثہ جنہیں اُم المؤمنین حضرت زینب بنت جحش نے نہ رکھا تھا۔ حضرت ریحانہ کے باسے میں اختلاف ہے کہ بی بی تھیں

ان گیارہ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذکر خیر پر وقار طور پر کیا جاتا ہے اور سریہ میں سے حضرت ماریہ قبطیہ کا ذکر خیر زبور میں اب بھی موجود ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ ازواجِ مطہرات میں سے ایک بیوی یعنی حضرت عائشہ صدیقہ کنواری تھیں۔ باقی دس ازواج بیوہ تھیں ان میں سے بعض نے پہلے دو نکاح کئے تھے۔ بعض نے تین اور بعض نے ایک۔ اور اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر کے اہمات المؤمنین کے زمرہ میں داخل ہوئیں (روضۃ الاحباب میں یونہی درج ہے)۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرزند تھے۔ ایک اور قول کے مطابق پانچ فرزند تھے اور چار بیٹیاں۔ جو تین بیٹوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے مطابق بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ قاسم - ۲۔ عبداللہ - ۳۔ ابراہیم

اور جو پانچ بیٹے کہتے ہیں، ان کے مطابق چوتھے اور پانچویں بیٹے کے نام یہ ہیں۔

۴۔ طیب - ۵۔ طاہر

البتہ جو تین بیٹوں کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ طیب و طاہر دونوں آپ کے بیٹے عبداللہ ہی کے نام ہیں۔ جناب عبداللہ اسلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور دوسری اولاد قبل از اسلام (زمانہ جاہلیت میں) پیدا ہوئی۔ سوائے جناب ابراہیم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد بیٹے یا بیٹیاں حضرت بی بی خدیجہؓ کے بطن سے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ جناب ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

بیٹوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی زینبؓ ہیں۔ کہ جن کی شادی حضرت ابو العاصؓ سے ہوئی۔ دوسری حضرت رقیہؓ، تیسری حضرت ام کلثومؓ کہ یہ دونوں بیٹیاں پہلے عقیقہ اور عقیقہ پسران ابی لمب کے نکاح میں تھیں۔ بعد ازاں دونوں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں آئیں اور یہی فوت ہوئیں۔ چوتھی بیٹی حضرت بی بی فاطمہؓ تھیں۔ جو حضرت علی مرتضیٰؓ کی رفیقہ حیات تھیں۔

ولادت :

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بروز پیر ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ اور ایک دوسرے قول کے مطابق دن ۱۲ ربیع الاول کو اور ایک تیسرے قول کے مطابق اسی مہینہ کے پہلے پیر کے روز سال قبل میں صبح صادق کے طلوع کے بعد اور طلوع آفتاب سے قبل ہوئی۔ یہ شاہ کسریٰ نوشیرواں کا عہد تھا۔ اس کی سلطنت کو بیالیس سال گزر چکے تھے اور سکندر رومی کی وفات کو آٹھ سو باسی گزر چکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور یوں بھی مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ولادت تک چھ سو سال گزر چکے تھے اور جبکہ معارج النبوت میں لکھا ہے "یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تک چھ ہزار سات سو پچاس سال گزر چکے تھے لیکن آدم علیہ السلام کے زمانہ کے متعلق یہ روایت محدث پاک اور اقوال اولیاء کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب نے تکمیل الایمان میں سات ہزار سال تحریر کیا ہے۔ پس صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیسوی میں زمانہ آدم کے چار ہزار سال بعد اس دنیا میں تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ایک صحیح ترین قول کے مطابق پینسٹھ (۶۵) اور ایک دوسرے قول کے مطابق ساڑھے باسٹھ (۶۲½) سال تھی اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

وصال :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر کے روز ۱۲ ربیع الاول اللہ ہر کو وصال ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی بناءً ۱۲ ربیع الاول اللہ کو بدھ کی رات ادھی رات یا سحری کے وقت رحلت فرمائی اور ایک تیسرے قول کے مطابق منگل کے دن۔

معراج :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲ ویں ماہِ رجب کی رات بخت و نبوت کے بارھویں سال

مکہ معظمہ میں معراج ہوا روضۂ اقدس:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نبی ہیں جنہیں حق تعالیٰ کی طرف سے خرقہ فقیری و خلافت عطا ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خرقہ فقیری و خلافت معراج کی شب حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں پس سب سے پہلے جس نے فقیری، درویشی اور عشقِ خدا کے رازوں کو دنیا میں ظاہر کیا اور مخلوقِ خدا کو یہ راز عطا کئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء قیامت تک اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ آتے رہیں گے۔

خلفاء:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار خلفاء ہیں بلکہ ہر صحابی حدیثِ پاک کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے جیسا کہ فرمایا:

کُمْ أَصْحَابِي كَأَنَّهُمْ جُذُوعٌ بِيضٌ قَدْ نَبَتَتْ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ

(میرے صحابی تاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے)

مگر حکمِ شریعت اور ترتیبِ خاص کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلفاء تھے۔ اول سب سے بزرگ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ دوم امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان ابن عفانؓ، چہارم امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ شیخ فرید الدین عطارؒ کے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک خرقہ خلافتِ باطنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت اویس قرنیؓ کو حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کے ذریعہ ملا۔ یہ صحیح روایت ہے اور بہت سی کتب میں درج ہے۔

مرآتِ ضیائی از جامع الکلم مصنفہ سید محمد گیسو درازؒ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت دو طرح کی ہے۔ ایک خلافتِ صغریٰ جس سے مراد خلافتِ ظاہری ہے دوسری خلافتِ کبریٰ جس سے مراد خلافتِ باطنی ہے۔ بس خلافتِ صغریٰ مذکورہ ترتیب

کے مطابق ہے۔ مگر خلافتِ کبریٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخصوص ہے اور اس دعویٰ پر وہ
 (خواجہ گیسو دراز) بے شمار دلائل اور احادیث لائے ہیں۔ مگر اس فقیر کے دل میں اس
 روایت کے متعلق ایک الجھن ہے کہ خلافتِ کبریٰ میں دیگر تینوں خلفاء بھی شریک ہیں۔
 اگرچہ ان کا سلسلہ باطنی اور طریقہ زیادہ رائج نہیں ہوا۔ البتہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 سلسلہ نقشبندیہ جاری ہوا جو بہت مشہور ہے۔ چنانچہ اس فقیر کا سلسلہ اس طرح ہے:

فقیر نجم الدین من خواجہ سلیمان من خواجہ نور محمد من خواجہ فخر الدین من خواجہ
 نظام الدین اورنگ آبادی من خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی من خواجہ امیر محترم من خواجہ
 محمد المکنی من خواجہ محمد باشم (دیکھی) من خواجہ کلال (دیکھی) من خواجہ احمد (دیکھی) من خواجہ
 المشورہ مخدوم اعظم المکنی من خواجہ دمیڈی من خواجہ محمد قاضی من خواجہ ناصر الدین عیالہ
 احرار من خواجہ یعقوب چرخ من خواجہ محمد یار سا من خواجہ بہاؤ الدین نقشبند من
 خواجہ امیر کلال سوخاری من خواجہ بابا اسماعیل من خواجہ علی رامینی من خواجہ محمود
 انجیر فاضلی من خواجہ عارف ریوگری من خواجہ عبدالخالق غجدوانی من خواجہ یوسف
 ہمدانی من خواجہ ابوعلی فارمیدی من خواجہ ابوالقاسم گرگانی من خواجہ ابوالحسن خرقانی من
 من خواجہ بایزید بسطامی من امام جعفر صادق من حضرت قاسم من بوکر الصدیق من سلمان
 فارسی من امیر المؤمنین حضرت ابوبکر الصدیق من حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
 اور یہ بھی مشہور ہے کہ ایک خرقہ خلافتِ کبریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواجہ
 ایس قرنی کو بھی عطا کیا۔ چنانچہ وہ خلافتِ عمران موسیٰ بن زید راعی کو ملی اور ان سے
 سلطان ابراہیم ادم بلخی کو ملی۔ اور ان سے آگے چلی جیسا کہ سیر لا قطاب میں درج ہے پس
 خلافتِ کبریٰ کی تخصیص صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کس طرح کہی جاسکتی ہے واللہ اعلم بالصواب
 البتہ جتنا فیض باطنی جناب ولایت مآب عیوب الموحدین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
 سے جاری ہوا، دسروں سے نہیں ہوا کیونکہ چودہ مشہور خانوادے آں جناب سے توسل
 رکھتے ہیں اور ان کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔ خاص طور پر بہارا
 سلسلہ چشتیہ —

ذکر حضرت امیر المومنین خاتم الخلفاء علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب

جان لیں کہ آپ کا نام علیؑ ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ اُن کی والدہ نے ان کا نام اپنے باپ کے نام پر رکھا تھا یعنی اسد۔ اور ان کے والد ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف نے ان کا نام اپنے بھائی کے نام پر حارث رکھا تھا مگر آپ علیؑ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ابوالحسن و ابو تراب ہے اور ان کا لقب مرتضیٰ اور اسد اللہ اور حیدر کریم ہے۔

ولادت :

آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں اپنے والد کے گھر اور ایک روایت کے مطابق خانہ کعبہ (اندرون بیت اللہ شریف) میں ہوئی کہ ان کی والدہ کو عین طواف میں در درہ ہوئی اور وہ کعبہ کے اندر داخل ہوئیں اور آپ اُسی جگہ پیدا ہوئے۔ آپ جمعہ کے دن ۱۳ رجب واقعہ قبل سے ۳۰ سال بعد پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سالِ اول میں آپ کی عمر گیارہ سال یا تیرہ سال تھی۔ ہجرت کے پینتیسویں سال یا چھتیسویں سال مسند خلافت و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور پانچ سال تین ماہ یا چار سال نو ماہ خلافت کی۔ ان کی مہر کی سبح الملک لکھتے تھے۔ ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) برس یا ایک روایت کے مطابق پینسٹھ (۶۵) سال تھی۔

شہادت :

ان کی شہادت پیر کی رات اکیسویں شبِ رمضان المبارک شگہ ہی میں ہوئی اور ایک قول کے مطابق جمعہ کے دن سترھویں رمضان المبارک کو ہوئی۔ اور ایک تیسرے قول کے مطابق تیسیویں (۲۳) رمضان المبارک کو ہوئی جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ اور مختصر مجمع الاجاب میں لکھا ہے کہ آپ پر ابنِ ملجم نے سترہ (۱۷) رمضان کو کوفہ کی مسجد میں حملہ کیا اور آپ شدید زخمی ہو گئے اور اتوار کی رات اکیسویں (۲۹) رمضان کو شہید ہو گئے۔

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک بجٹ اشرف میں ہے اور ملا عبد العفو نے جو مولانا عبد الرحمن جامیؒ کے خلیفہ اور جہلبخچہ میں لکھا ہے کہ ان کا مزار مبارک بلخ میں اس موضع میں ہے جو آستانہ امیر کے نام سے مشہور ہے۔ ایسا ہی سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ البتہ آداب الطالبین میں حضرت شیخ نجمہؒ لکھتے ہیں کہ آپ کا وصال اکیس رمضان کو ہوا۔ البتہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ سترہ (۱۷) رمضان سنہ ۷۰ھ کو آپ کا وصال ہوا اور کوثر شہر میں بجٹ کے مقام پر آپ کی تدفین ہوئی مگر بعض لوگوں کی رائے ہے کہ آپ کو نہ کی جامع مسجد میں قبہ مبارکہ کے پاس دفن کئے گئے کیونکہ آپ نے یہیں دفن کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اور مختصر مجمع الاحباب میں لکھا ہے کہ آپ ۲۷ رمضان کی رات کو کوثر میں مدفون ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تواروح تھیں۔ سب سے اول حضرت فاطمہ الزہراءؓ تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر تھیں اور حضرت فاطمہ رضا کی زندگی میں ان کی تعظیم کی خاطر اور شادی نہ کی۔ ان کی وفات کے بعد آٹھ عورتوں سے شادی کی۔ اول بی بی امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوم اسماء بنت عیسٰی کہ یہ پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی حضرت جعفر طیارؓ کی بیوی تھیں۔ ان کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سے نکاح کیا تھا اور ان کے بعد حضرت علیؓ سے نکاح کیا۔ سوئم خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ چہارم۔ ام البنین بنت خزام بن خالد بن جعفر بن ربیعہ کلابی جو قبیلہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ پنجم ام حبیبہ بنت ربیعہ ششم۔ لیلیٰ بنت مسعود الدارمنہ اور دواؤ بیویاں تھیں۔ ان نویویوں سے حضرت علیؓ کی کافی اولاد تھی۔ یعنی اٹھارہ (۱۸) لڑکے اور چودہ لڑکیاں۔ اور ایک روایت کے مطابق بارہ (۱۲) لڑکے اور پندرہ (۱۵) لڑکیاں۔ اور انیس الوعظین میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی سات بیویاں تھیں اور سترہ لڑکیاں۔ اٹھارہ لڑکوں کی تفصیل یہ ہے: امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ محمد حنفیہؓ۔ عباس الاکبرؓ۔ ابو بکرؓ۔ عمر اوسطؓ۔ محمد اصغرؓ۔ عثمان اکبرؓ۔ عمر اصغرؓ۔ جعفر اکبرؓ۔ صالحؓ۔

عبداللہؑ۔ عباسؑ۔ صفیرؑ۔ عثمانؑ۔ صفیرؑ۔ جعفرؑ۔ عونؑ۔ سحیاءؑ۔

پندرہ لڑکیوں کی تفصیل یہ ہے: زینب کبریٰؑ۔ زینب صفریٰؑ۔ رقیہؑ۔ ام الحسنؑ۔ رملہؑ۔ نفیثہؑ۔ رقیہ صفریٰؑ۔ ام ہانیؑ۔ ام الکرامؑ۔ حمانہؑ۔ امامہؑ۔ ام سلمہؑ۔ خدیجہؑ۔ فاطمہؑ۔ ام کلثومؑ۔ البتہ اٹھارہ (۱۸) لڑکوں اور پندرہ (۱۵) لڑکیوں میں سے امام حسنؑ۔ حسینؑ۔ محمدؑ۔ زینب کبریٰؑ۔ زینب صفریٰؑ۔ اور ام کلثومؑ۔ تین بیٹے اور تین بیٹیاں حضرت فاطمہؑ سے تھے۔ اور محمد حنفیہؑ۔ خولہؑ۔ بنت جعفر بن قیس حنفیہ سے۔ عمر و رقیہؑ (جوڑے)۔ ام حبیبہ بنت ربیعہ سے۔ عباسؑ۔ جعفرؑ۔ عثمانؑ۔ اور عبداللہؑ جو کہ بلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ ام البنینؑ بنت حزام سے تھے محمدؑ۔ صفیرؑ۔ اور عبداللہ ثانیؑ۔ یحییٰ بنت مسعود المدائنی سے تھے اور باقی دوسری بیویوں سے تھے۔

حضرت علیؑ کی نسل پانچ بیٹوں سے آگے چلی۔ یعنی امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ محمد حنفیہؑ۔ عمرؑ۔ اور افضل عباسؑ سے۔ جیسا کہ نقایس القنون۔ مرات الاسرار اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے البتہ اقتباس الانوار کے مطابق محمد اکبرؑ جو حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں، اسما بنت عمیس سے تھے اور عمرؑ خولہ بنت جعفر سے اور عباسؑ ام البنینؑ سے۔ مرات الاسرار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے واللہ اعلم۔ البتہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے اور مختصر مجمع الاحباب میں لکھا ہے کہ:

”ابن قتیبہ کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؑ کے بطن سے آپ کی اولاد حسنؑ۔ حسینؑ۔

عمرؑ۔ ام کلثومؑ اور زینبؑ بنتی اور دیگر ازواج سے آپ کی کثیر اولاد پیدا

ہوئی واللہ اعلم۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے ۳۷ لڑکے تھے۔“

حضرت علیؑ کے چھ خلفا تھے۔ اول امام حسنؑ۔ دوم امام حسینؑ۔ سوم خواجہ حسن بصریؑ۔ چہارم خواجہ کمال بن زیادؑ۔ پنجم خواجہ ادیس قرنیؑ کو بھی خلافت کا خرقہ عطا کیا تھا انہوں نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؑ سے بیعت کی اور اسی جنگ میں شہادت پائی۔ ششم قاضی ابوالقاسم سراج بن ہانی بن زید البنانیؑ۔ لیکن مرآۃ الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ سے صرف چار افراد کو خرقہ خلافت ملا۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ و خواجہ حسن بصریؑ و کمال بن زیادؑ۔ لیکن سلسلہ حشیشہ حضرت علیؑ تک خواجہ حسن بصریؑ سے پہنچتا ہے اور سلسلہ قادریہ

حضرات حسینؑ سے پہنچتے اور سلسلہ کبرویہ کیل بن زیادؑ سے پہنچتے۔ چنانچہ سلسلہ حبشیہ کے تمام شیوخ کا ذکر درجہ بدرجہ اس کتاب میں کیا جائے گا البتہ ہمارا سلسلہ قادریہ کہ جو حضرات حسینؑ سے پہنچتے۔ یوں ہے:

فقیر نجم الدین من خواجہ محمد سلیمانؒ من خواجہ نور محمدؒ من خواجہ فخر الدینؒ من خواجہ نظام الدینؒ اورنگ آبادیؒ من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ من خواجہ یحییٰ مدنیؒ من خواجہ محمدؒ من خواجہ حسن محمدؒ من شیخ غیاث نور بخش قادریؒ من سید محمد علی نور بخشؒ من سید محمد نور بخشؒ من خواجہ اسحاق خٹلانیؒ من سید علی ہدائیؒ من سید شرف الدین محمود مردقانیؒ من شیخ علاؤ الدلہ ہمنانیؒ من نور الدین عبد الرحمن الکونیؒ من شیخ جمال الدین احمد جوزقانیؒ من شیخ رضی الدین علی اللہ من شیخ محمد الدین بغدادیؒ من شیخ نجم الدین کبریؒ من شیخ عمار یاسر بدیسیؒ من شیخ نجیب عبدالقادر سہروردیؒ من حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ من شیخ ابوسعید علی المبارک مخرمیؒ من خواجہ ابوالحسن علی البنگاریؒ من شیخ ابوالفتح طرطوسیؒ من شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمیؒ من شیخ ابوبکر شبلیؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقطیؒ من خواجہ معروف کرخیؒ من امام علی موسیٰ رضاؒ من امام موسیٰ کاظمؒ من امام جعفر صادقؒ من امام محمد باقرؒ من امام زین العابدینؒ من امام حسینؒ شہید کربلاؒ من حضرت علی مرتضیٰؒ من حضرت محمد مصطفیٰؒ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خرقہ امام حسنؒ سے شہید کربلا امام حسینؒ کو ملا تھا اس لئے بعض سلاسلِ قادریہ میں حضرت علیؒ کے بعد امام حسنؒ اور امام حسینؒ کے بعد امام حسینؒ کا نام لکھتے ہیں۔ البتہ سلسلہ جدیہ قادریہ جو امام حسنؒ تک پہنچتے یوں ہے:

حضرت شیخ عبدالقادرؒ بن سید ابی صالحؒ بن سید ابی عبداللہؒ بن سید یحییٰ زایدؒ بن سید محمد سیف الدینؒ بن سید داؤدؒ بن سید موسیٰؒ بن سید عبداللہؒ بن سید موسیٰ الجرجانیؒ بن سید عبداللہ محضیؒ بن حسن متقیؒ بن امام حسنؒ بن علی مرتضیٰؒ البتہ سلسلہ کبرویہ کا ذکر جو حضرت خواجہ عبدالواحد بن زبیرؒ کے واسطے سے خواجہ کیلؒ

و علی مرتضیٰؑ تک پہنچتے، خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے تذکرے میں لکھا جائے گا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

جان لیجئے کہ آپ کا نام کشف المحجوب اور مرآت الاسرار میں ابوعلی الحسین بن بصری درج ہے اور ان کی کنیت ابو محمد اور ابو سعید ہے۔ اکابر تابعین میں سے ہیں اور روضۃ الجنات میں لکھا ہے کہ ان کے والد ماجد بارہویں سال ہجرت میں حضرت ابو بکرؓ کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے اور طبقات حسامیہ میں لکھا ہے کہ ان کے باپ کا نام سیار تھا اور وہ نہایت الفاری کے غلام تھے۔ اور سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ ان کے باپ کا نام موسیٰ راعی بن خواجہ اویس قرنی تھا۔ اور ان کی والدہ کا نام خیرہ تھا جو بنی اُم سلمہؓ کی کینز تھیں۔ اور تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ان کا نام حسن تھا اور اسی میں لکھا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو انہیں حضرت عمرؓ بن الخطابؓ کے سلمنے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا ”اس کا نام حسن رکھو کہ یہ خوب صورت ہے“ پس یہی صحیح قول ہے کہ ان کا نام حسن ہے۔

ان کی ولادت سلسلہ میں مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور میں ہوئی انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کو اور ایک دوسرے قول کے مطابق ایک سو تیس صحابہ کو دیکھا تھا۔ جیسا کہ شواہد الثبوت اور تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ حضرت علی مرتضیٰؑ کے مرید و خلیفہ تھے، اگرچہ بعض لوگ کچھ دوسری آراء بھی رکھتے ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ حضرت علیؑ کی صحبت میں رہے۔ انہیں سے ظاہری و باطنی فیض پایا اور خرقہ حاصل کیا۔ اس قول پر تمام مشائخ اور صوفیہ کا اتفاق ہے۔ حضرت مولانا خواجہ فخر الدین صاحب دہلویؒ نے فخر الحسن میں خوب تحقیق کی ہے اور حضرت علیؑ سے آپ کی بیعت اور خرقہ حاصل کرنے کی تصدیق ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ نے ستر ہزارگوں کو دیکھا اور

امام حسنؑ ابن علیؑ سے ارادت تھی اور علوم میں اپنی سے رجوع کیا تھا۔ تحفہ میں درج ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ کی ارادت حضرت علیؑ سے تھی اور اپنی سے خرقہ لیا تھا۔ پس ان دونوں اقوال کی تطبیق یوں کی جاسکتی ہے کہ کوئی عجب نہیں کہ حضرت علیؑ کے وصال کے بعد خواجہ حسن بصریؒ نے امام حسنؑ ابن علیؑ سے رجوع کیا ہو اور اپنی سے خرقہ بھی حاصل کیا ہو اس لئے کہ پیر کے خلیفہ کا حکم پیر کا حکم ہی ہے۔

شواہد النبوت میں ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ کی عمر ۸۹ برس تھی۔ ان کا وصال پانچ رجب سالہ کو ہوا۔ سفینۃ الاولیاء، شواہد النبوت اور مرآت الاسرار میں لکھا ہے کہ ان کا وصال شام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم کے زمانہ میں یکم رجب سالہ کو ہوا۔ منتخب تاریخ اور اقتباس الاولیاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کا وصال چار محرم سالہ کو ہوا۔ جیسا کہ اقتباس الاولیاء اور آداب الطالبین میں لکھا ہے۔ آپ کا مزار مبارک بصرہ میں ہے۔ آپ کے بیٹے بھی تھے جیسا کہ تین کے نام ان کی کنیت سے معلوم ہوتے ہیں کہ علی، محمد، اور سعید نام تھے۔ کہ ان کی وجہ سے ابوعلی، ابو محمد اور ابو سعید ان کی کنیت تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

خلفاء: ان کے چھ خلفاء تھے۔ اول خواجہ عبد الواحد بن زید، دوم ابن زریں سوم حبیب عجمی، چہارم عتبہ بن غلام، پنجم شیخ محمد داس، ششم مالک دینار اور رابعہ بصریؒ کو ساتواں خلیفہ بھی لکھا گیا ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ عورت خلافت امامت اور نبوت کے قابل نہیں ہے چلے گئے تھے ہی مرتبہ کمال تک پہنچ جائے اور شجرۃ الاولیاء میں فرقہ صہبان ابن سنانؒ ثابت بناتی اور خجستانیؒ کو بھی ان کے خلیفہ میں لکھا گیا ہے۔ البتہ سلسلہ حیثیتہ ہم تک ان کے خلیفہ خواجہ عبد الواحد بن زیدؒ سے پہنچتا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہما

آپ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور ایک خرقہ خلافت خواجہ کمال بن زیادؒ سے بھی پہنا تھا۔ آپ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ اور بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا وصال ۲۷۷ ماہ صفر ۱۷۱ھ کو ہوا اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۱۷۱ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک بصرہ میں ہے جیسا کہ مرات الاسرار - اقتباس الانوار اور سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہوا ہے۔ نیز سیر الاقطاب میں ان کی تاریخ وصال یہ لکھی ہوئی ہے۔ اوہیلے کاہل (یعنی اس سے تاریخ وصال نکالی گئی ہے)۔

خلفاء: آپ کے تین خلفاء تھے۔ اول خواجہ فضیل ابن عیاضؒ۔ دوم ابو الحسن بن زریںؒ۔ سوم ابو یعقوب موسیٰؒ۔ البتہ جو خرقہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ

سے حاصل کیا تھا وہ خواجہ فضیل ابن عیاضؒ کو دیا۔ چنانچہ ہمارے سلسلہ چشتیہ میں ان کا ذکر آئے گا۔ اور جو خرقہ خلافت اپنے علم پر خواجہ کمال بن زیادؒ سے پہنا تھا، اُسے خلیفہ شیخ ابو یعقوب موسیٰؒ کو عطا کیا۔ چنانچہ ہمارا سلسلہ کبرویہ اُس جانب سے ہے۔ ترتیب یہ ہے:-

نجم الدینؒ من حضرت خواجہ سلیمانؒ من خواجہ نور محمدؒ من خواجہ فخر الدینؒ
من خواجہ نظام الدینؒ اورنگ آبادیؒ من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ
من خواجہ یحییٰ مدنیؒ من خواجہ حسن محمدؒ من خواجہ شیخ نبیات نور بخشؒ من
شیخ محمد علی نور بخشؒ من سید محمد نور بخشؒ من خواجہ اسحاق خٹکانیؒ من
سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مرزوقانیؒ من شیخ علاؤ الدولہ سمنانیؒ من
شیخ نور الدین کرنی الاسفرانیؒ من شیخ احمد جوزقانیؒ من شیخ رضی الدین
علی لالاؒ من شیخ عبداللہ بن ہادیؒ من شیخ نجم الدین کبریٰؒ من شیخ
اسماعیل قصیریؒ من شیخ محمد بن مانیکلؒ من شیخ محمد داؤد المعروف

بخادم الفقراء من شیخ ابوالعباس بن ادریس من شیخ ابوالقاسم بن رمضان
 من شیخ ابویعقوب طبری من شیخ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن عثمان مکی من
 شیخ ابویعقوب نمر جویری من شیخ ابویعقوب سوسی من خواجہ عبدالواحد
 بن زید من خواجہ کمال بن زیاد من حضرت علی مرتضیٰ من حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذکر خواجہ فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ

جان لیجئے کہ ان کی کینت ابوعلی اور ابوالفیض ہے۔ نام فضیل۔ ان کے والد کا
 نام عیاض ہے۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں بعض کہتے ہیں کہ خراسان سے تھے "مرو" کے
 گرد و نواح میں سے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سمرقند سے تھے۔ اور ماوردیہ پرورش پائی
 اور بعض کہتے ہیں کہ بخاری الاصل تھے اور ابتداء میں قرأتی و ذکر زنی کرتے تھے۔ آخر توبہ
 کر کے پہلے حضرت امام اعظم کوفیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا۔ پھر حضرت خواجہ
 عبدالواحد بن زیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادت و خلافت کا خرقہ حاصل کیا بعض
 ثقہ راویوں نے لکھا ہے کہ ابی غیاث بن منصور بن عمر سلمی کوفیؒ سے بھی خرقہ خلافت
 پہنا۔ ابی غیاث مذکور محمد بن مسلمؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور وہ محمد حبیب نوفلیؒ کے
 خلیفہ تھے اور وہ حبیب مطعم قریشیؒ کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے
 خلیفہ تھے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے (اقتباس الانوار)

وصال: ان کا وصال ۳ ربیع الاول کو ہوا۔ جیسا کہ آداب الطالین اور اقتباس الانوار
 میں لکھا ہے۔ مگر سفینۃ الاولیاء اور نفحات الانس اور مرآت الاسرار میں
 لکھا ہے۔ کہ ان کا وصال ماہ محرم ۸۷ھ میں ہوا۔ مکہ معظمہ میں تھے سورۃ القارعہ

سُن رہے تھے کہ نعرہ لگایا اور جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

مزارِ مبارک : ان کی قبر مبارک مکہ معظمہ میں جنت المعلیٰ میں حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰ کی قبر کے قریب ہے۔ سیر الاقطاب میں ان کی تاریخ وصال یہ لکھی گئی ہے : ادقطب جہاں بودہ (یعنی اس سے تاریخ وصال نکالی گئی ہے)

آپ حضرت ابراہیم ادہمؒ بشر حافیؒ ثقیان ثوریؒ اور داؤد طائیؒ کے ہم عصر تھے۔ آپ کا ایک بیٹا علی نام تھا جیسا کہ مختصر الاحباب یا مجمع الاحباب میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے بھی قرآن پاک کی ایک آیت سُن کر نعرہ لگایا اور اپنے باپ سے قبل فوت ہو گئے۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں جو امیرِ یمن کے بیٹوں کے نکاح میں تھیں جیسا کہ نفحات الانس میں لکھا ہے۔

خلفاء : سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے پانچ خلفاء تھے۔ اول حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ دوم شیخ محمد بن زید شیرازیؒ سوم خواجہ بشر حافیؒ چہارم ابی رجا عطاریؒ پنجم عبداللہ سیاریؒ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ ششم ابو شعیب رضی اللہ عنہ، سہتم شیخ محمدؒ ہشتم علی بن فضیلؒ، یہ بھی آپ کے خلفاء تھے۔

ذکر حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ابراہیم تھا، کنیت ابو اسحاق اور لقب امان الارض۔ آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ آپ کے آبا و اجداد بھی بلخ کے بادشاہ تھے۔ آپ کے والد کا نام ادہم بن سلیمان بن منصور ہے۔ آپ فاروقی شیخ ہیں۔ کہ آپ کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ تک پوچھا جاتا ہے :
سلطان ابراہیمؒ بن ادہمؒ بن سلیمان بن ناصر بلخیؒ یا منصور بلخیؒ بن

عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ، جیسا کہ آفتاب الانوار میں لکھا ہے۔
اور تاریخ و سیرت کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کی والدہ سلطان بلخ کی بیٹی
تھیں اور آپ کے والد ادم قلندر تھے کہ اس شہزادی پر عاشق ہو گئے تھے جیسا کہ بعض
کتابوں میں اس قصہ کو تفصیلاً لکھا گیا ہے۔ مگر قول اول صحیح ہے۔

وصال: آپ کا ۲۶ ہجری جمادی الاول کو وصال ہوا۔ جیسا کہ آداب الطالبین میں لکھا ہے
اور مرآت الاسرار و سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ان کا وصال ۱۶ جمادی الاول ۶۲ھ
کو ہوا۔ ایک اور روایت کے مطابق ۱۷ھ میں وصال ہوا۔ اور مرآت الاسرار کی ایک
روایت کے مطابق ۱۸ھ میں انتقال فرمایا۔ ایک اور روایت کے مطابق ۱۹ھ
میں وصال فرمایا۔

قبر مبارک: ان کی قبر مبارک شام کے پہاڑوں میں ہے اور ایک دوسری روایت کے
مطابق بغداد میں ہے۔ مگر پہلا قول صحیح ہے جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں
لکھا ہے کہ تذکرۃ الاولیاء میں شیخ فرید الدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت
آیا تو گم ہو گئے معلوم نہیں کہ آپ کی قبر مبارک کہاں ہے البتہ جب فوت ہو گئے تو ہاتھ
نے عینب سے آواز دی کہ "امام الارض فوت ہو گئے" اس سے لوگوں کو معلوم ہوا
کہ آپ فوت ہو گئے ہیں جیسا کہ سیر الاقطاب میں لکھا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ
بغداد شریف میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں
کہ شام میں حضرت لوط علیہ السلام کی قبر کے نزدیک دفن ہیں۔ آپ کی تاریخ وصال
یہ ہے :- "امام اصفیا بودہ" (یعنی اس سے آپ کا سال وصال نکالا گیا ہے)

آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ہدایت پر سلطنت چھوڑی۔ سب سے پہلے
حضرت امام اعظمؒ کی خدمت میں جا کر علم حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت فضیل بن عیاضؒ
کے مرید ہو گئے۔ اور غزوہ خلافت پہنچا۔ حضرت ابوسفیان ثوریؒ اور حضرت ابوسف
غسولیؒ کی صحبت میں بھی رہے اور حضرت خضر علیہ السلام کے بھی صحبت یافتہ تھے۔
تذکرۃ العارفین میں لکھا ہے کہ آپ کے تین بیٹے تھے۔ اول ناصر الدین کہ مکہ

میں فوت ہوئے۔ دوم اسحاق جو فرخ شاہ والی کابل کے جد تھے۔ سوم ناصر الدین۔
البتہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ اسحاق بن ابراہیم اہم بلخی کی اولاد
نہ تھی۔ واللہ اعلم۔ آپ کو تین پیران عظام سے نعمت ملی۔ ایک حضرت خضر علیہ السلام
سے (جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نعمت پائی) دوسرے امام محمد باقر صلی اللہ
سے۔ تیسرے فضیل ابن عیاضؒ سے۔ سیرالقطاب میں لکھا ہے کہ سلطان ابراہیم
ادیمؒ کو حضرت عمران موسیٰ بن زید راعیؒ سے بھی خلافت ملی۔ اور انہیں دو جگہ سے ملی
تھی۔ ایک حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے اور دوسرے معرجلیؒ سے جو اصحاب رسول صلعمؐ سے تھے۔
صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا ایک سلسلہ پیران یہ ہے : سلطان ابراہیم ادیمؒ من امام محمد باقرؑ من
امام زین العابدینؑ من امام حسینؑ من علی مرتضیٰؑ من حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم
اور دوسرا سلسلہ پیران یہ ہے :
سلطان ابراہیم ادیمؒ من فضیل ابن عیاضؒ من عبد الواحد بن زیدؒ
من امام حسن بصریؒ من علی مرتضیٰؑ من حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔
اور اسی طرح سلسلہ حضرت خضر علیہ السلام و سلسلہ عمران موسیٰؒ سے۔

آپ کے خلفاء بے شمار ہیں مگر مشہور ترین چھ خلفاء ہیں۔ ایک خواجہ حذیفہ قرشی
کہ چشتیہ سلسلہ ان کی معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ آگے لکھا جائیگا۔
دوسرے شفیق بلخیؒ سوم ابراہیم بن شبیب ہرذیؒ چہارم علی بن بکارؒ پنجم خلف بن ایوب
بلخیؒ ششم یحییٰؒ جو آپ کے خادم تھے۔ البتہ سہروردی سلسلہ شیخ شفیق بلخیؒ کی
معرفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ترتیب یہ ہے :

نجم الدینؒ من خواجہ سلیمانؒ من خواجہ نور محمدؒ من خواجہ فخر الدینؒ من
خواجہ نظام الدینؒ اورنگ آبادیؒ من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ من
خواجہ یحییٰ مدنیؒ من خواجہ شیخ محمدؒ من خواجہ شیخ حسن محمدؒ من خواجہ جمال الدینؒ
جمنؒ من خواجہ شیخ محمود راجنؒ من شیخ قادیؒ من شیخ علم الدین ساظمیؒ

من شیخ صدر الدین راجو قالی من سید جلال الدین مخدوم جہانیاں من
 شیخ ابوالفتح رکن الدین من شیخ صدر الدین عارف من شیخ بہاد الدین
 زکریا ملتانی من شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی من شیخ ضیاء الدین
 ابونجیب سہروردی من شیخ وجیہ الدین من شیخ انجی فرخ زنجانی من
 شیخ ابوالعباس نہاد دہلی من شیخ ابی محمد جعفر خلدی من شیخ ابوتراب
 نخشبی من خواجہ شیخ حاتم اصم من شیخ شفیق بلخی من شیخ سلطان
 ابراہیم ادہم بلخی من خواجہ فضیل بن عیاض من خواجہ عبدالواحد بن سید
 من خواجہ حسن بصری من حضرت علی مرتضیٰ من حضرت محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز سلسلہ کا ذرونیہ شیخ شفیق بلخی کے واسطے سے سلطان ابراہیم ادہم بلخی
 تک پہنچتا ہے۔ ترتیب یہ ہے:

نجم الدین من خواجہ سلیمان من خواجہ نور محمد من خواجہ فخر الدین من
 خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی من خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی من
 خواجہ سیدی مدنی من خواجہ شیخ محمد من خواجہ حسن محمد من خواجہ غیاث
 نور بخش من شیخ محمد علی نور بخش من سید محمد نور بخش من خواجہ اسحاق
 خٹلانی من سید علی ہمدانی من شیخ محمود دقانی من شیخ علاء الدولہ ہمدانی
 من نور الدین من شیخ عبدالرحمن اسفرانی الکفری من شیخ احمد جوزقانی من شیخ کمر کی
 رھنی الدین علی لالا من شیخ سعید من عبد الجلیل جونی من خواجہ ابویوسف
 ہمدانی من خواجہ ابی اسحاق ابن شہر یار کا ذرونی من شیخ ابی علی بن شیخ
 حسین ہکارتی من شیخ عبداللہ خلیف من شیخ ابی محمد جعفر من شیخ ابی عمران
 الاسترانی من شیخ ابوتراب نخشبی من شیخ مصام من شیخ شفیق بلخی من
 سلطان ابراہیم ادہم بلخی۔ اور اس سے آگے سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ کے
 دوسرے مشائخ تک۔

ذکر حضرت خواجہ حذیفہ عثمی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام یسید الدین ہے حذیفہ لقب ہے مرعش کے رہنے والے ہیں جو ملک شام کا ایک قصبہ ہے۔ شجرۃ الانوار اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ مرعش دمشق کے نواح میں ایک موضع ہے آپ علوم ظاہری و باطنی کے فاضل تھے اور صاحب وجد و سماع۔ سلطان ابراہیم ادم بنی قس کے مرید و خلیفہ تھے۔

وصالی۔ آپ کا وصال ۲۵ ماہ شوال میں ہوا۔ جیسا کہ آداب الطالبین میں لکھا ہے۔ اقتباس الانوار شجرۃ الانوار اور مراتب الاسرار میں لکھا ہے کہ چار شوال کو انتقال ہوا۔ ایک روایت کے مطابق ۱۴ شوال اور ایک قول کے مطابق ۲۴ شوال ۷۸۲ھ کو وصال ہوا جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ ان کے وصال کی تاریخ سیرۃ الاقطاب میں یوں درج ہے کہ ”قطب الزمان بود“ (یعنی اس سے تاریخ وصال نکلتی ہے) مختصر مجمع الاحباب میں لکھا ہے کہ ان کا وصال ۷۸۲ھ میں ہوا انہوں نے حضرت خواجہ فیضیؒ اور بایزید بسطامیؒ کو دیکھا تھا۔ ان کے بے شمار خلفاء تھے مگر ان میں سے مشہور ترین خواجہ سمیرہ بصریؒ ہیں۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے اور ان کو ایام شیرخوارگی سے خرقہ مل گیا تھا۔ حضرت خواجہ حذیفہ عثمیؒ کے مزار مبارک کے بارے میں حقیقی طور پر علم نہیں ہے۔

ذکر خواجہ سمیرہ بصری رضی اللہ عنہ

آپ بصرہ سے ہیں۔ اکابر وقت سے تھے۔ نام امین الدین کنیت ابو سمیرہ بصری کنیت کے ساتھ مشہور ہوئے۔ عمر مبارک ۱۲۰ سال ہے اور ایک روایت کے مطابق ۱۳۰ سال۔ جیسا کہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے آپ کا وصال ۷ ماہ شوال کو ہوا جیسا کہ آداب الطالبین، اقتباس الانوار، مراتب الاسرار اور شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔ مگر سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ماہ مذکور کی ۱۸ تاریخ کو وصال ہوا مگر قول اول صحیح ہے مزار مبارک : آپ کی قبر مبارک بصرہ میں ہے۔ جیسا کہ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے مگر سب مشہور خواجہ محمد علودینوریؒ ہیں۔

ذکر خواجہ ممشاد علودینوری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام علو اور لقب کریم الدین ہے۔ ممشاد علودینوری کے نام سے مشہور ہیں آپ کا مولد دینور ہے۔ بغداد میں نشوونما پائی۔ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ دینور (بفتح دال و سکون یا وضم نون) حنبلی کے شہروں میں سے ایک شہر ہے جو قرین کے نزدیک ہے اور مراتب الاسرار میں لکھا ہے کہ دینور کو ہستان مغرب کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ خیر الاذکار میں مولوی محمد گملویؒ نے جو مولانا نور محمد صاحب ناروداؒ کے مرید تھے حضرت قبلہ عالمؒ سے یہ روایت لکھی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ دینور (بکسر دال و سکون یا وفتح نون) ہمدان و بغداد کے درمیان ایک شہر ہے واللہ اعلم بالصواب۔

وصال۔ آپ کا وصال ۱۴ محرم ۹۹۹ھ کو ہوا۔ جیسا کہ اقتباس الانوار اور آداب الطالبین میں لکھا ہے۔ البتہ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ چار محرم کو وصال ہوا۔ سیر الاقطاب میں آپ کی تاریخ وصال "قد وہ اولیائے حق بودہ" لکھی ہے (یعنی اس سے سال وصال نکلتے)۔

ہزار مبارک : آپ کی قبر مبارک کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ آپ کے تین خلفائے تھے۔ اول خواجہ ابوالسحاق شامیؒ۔ دوم ابو عامر۔ سوم شیخ احمد اسود۔ سفینۃ الاولیاء میں اور دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ تذکرۃ الاصفیاء اور بہت سے شہرات مشائخ چشت میں جو اس سلسلہ میں لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ علودینوریؒ اور شیخ ممشاد دینوریؒ ایک ہی بزرگ ہیں۔ انہیں ممشاد علودینوریؒ لکھا جاتا ہے۔ مگر لغات الانس میں اور بعض دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ علودینوریؒ اور ہیں اور ممشاد دینوریؒ اور ہیں۔ اور یہ کہ ممشاد دینوریؒ سلسلہ ہمدردیہ میں ہیں اور وہ خواجہ جنید بغدادیؒ کے مرید تھے اور خواجہ رویمؒ اور ابوالحسن فوریؒ کے ہم عصر تھے۔

ذکر خواجہ ابوالسحاق شامی حشّی رضی اللہ عنہ

آپ ملک شام میں پیدا ہوئے۔ آپ خواجہ ممثدا علودینوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے۔ ۱۔
وصال۔ آپ کا وصال ۱۲۱۷ھ میں ۱۲ ماہ ربیع الآخر ۳۷۷ھ کو ہوا۔ سفینۃ الاولیاء،
مرآت الاسرار اور اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ کا مزار مبارک ملک شام میں
عکہ کے مقام پر ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے البتہ ہمارا سلسلہ حشّیہ اُن کے
خلیفہ خواجہ ابی احمد حشّیؒ کے واسطے سے ہے اور خواجہ ابوالسحاق شامی حشّیؒ کو
سلسلہ حشّیوں اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے حشّیت میں آکر خواجہ ابوالاحمد حشّیؒ کو
مرید کیا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ کچھ عرصہ حشّیت میں رہ کر اس جگہ کی مخلوق کو ظاہری و باطنی
فیض سے نوازا۔ نیز خواجہ ممثدا علودینوریؒ نے جب انہیں بیعت کیا تھا تو فرمایا تھا
کہ آج کے بعد تمہیں اور تمہارے مریدوں کو حشّی کہا جائے گا۔

ذکر خواجہ ابوالاحمد ابدال حشّی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام آپ کی کیفیت سے مشہور ہوا یعنی ابوالاحمد۔ آپ کا لقب "قدوة الدین" ہے۔ آپ کے والد کا نام سلطان فرسنا فہ حشّیؒ ہے جو سادات حشّی سے ہیں۔
سیرالقطاب میں آپ کا نسب یوں لکھا گیا ہے:
خواجہ ابوالاحمدؒ بن سید سلطان فرسنا فہؒ بن سید ابراہیمؒ بن سید سحبیؒ
بن سید حسنؒ بن سید مجید المعانیؒ بن سید ناصر الدینؒ بن سید نور الدینؒ بن سید
حسن مثنیٰؒ بن امام حسنؒ بن حضرت علی مرتضیٰؒ
آپ کا درجہ "قطب الابدال" ہے۔ آپ کا وصال (امیر المومنین) ابو بکر عبدالمکرم

بن مطیع کے زمانہ میں ہوا جو بنو عباس کے چوبیسویں خلیفہ تھے۔ سفینۃ الاولیاء، آداب المطالبین
 اتقیاس التوار اور مراتب الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال یکم جمادی الثانی ۵۵۲ھ کو
 ہوا۔ سیرۃ القطاب میں آپ کی تاریخ وصال "قطب العالمین بحدہ" سے نکالی گئی ہے۔

۴۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ چشت میں ہے جو ہرات سے تیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔
 قول الجبل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھا ہے کہ اس وقت بلدہ چشت شاتکان کے نام سے
 مشہور ہے۔ خیرالادکار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب ہمدانیؒ فرماتے تھے کہ
 "چونکہ حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ دسویں درزاہ چشت خواجہ ابواسحاق شامیؒ کے مرید
 ہوئے اور خواجہ ابو محمدؒ اپنے والد خواجہ ابو احمد چشتیؒ سے مرید ہوئے اور خواجہ ابویوسف
 چشتیؒ اپنے خالو خواجہ ابو محمد چشتیؒ سے مرید ہوئے۔ اور خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ
 اپنے والد خواجہ ابویوسف چشتیؒ سے مرید ہوئے یعنی یہ چاروں خواجگان بلدہ چشت
 کے ساکن تھے اور سلسلہ چشتیہ ان ہی بزرگوں سے منسوب ہوا۔ لہذا خواجہ ابواسحاق شامیؒ
 کا لقب سلسلہ چشتیاں ہوا۔ مزید برآں ملا عبد الغفور لاہوریؒ نے جو مولانا جامیؒ کے لاری
 خلیفہ اور خواجہ زادہ تھے لغات الانس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ فرسناہ کے لفظ فاء
 اور سین پر زبر ہے۔ آگے سین پر جزم اور آخر میں پھر فاء اور ہاء ہے۔ تو گویا اس کا تلفظ
 فرسناہ ہے۔ لیکن مجھے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ مولانا فخر الدین محمدؒ سے سند ملی
 ہے کہ یہ لفظ فرشتاہ ہے۔"

حضرت خواجہ ابو احمدؒ کے بے شمار خلفاء تھے مگر ہمارا سلسلہ چشتیہ ان کے فرزند
 اور خلیفہ ابو محمد چشتیؒ سے آگے چلا۔

ذکر حضرت خواجہ ابو محمد ناصر الدین چشتی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام آپ کی کنیت ابو محمد سے مشہور ہوگا آپ کا لقب ناصر الدین سے اور ایک قول کے مطابق ناصر الدین۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت دس محرم کو شبِ عاشورہ میں ہوئی۔ آپ ستر سال کی عمر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کے مطابق سلطان محمود غزنویؒ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے لئے گجرات تشریف لے گئے۔ آپ کی برکت سے سونامی فوج ہووا **وصال:** آدابِ لطالبین کے مطابق آپ کی تاریخِ وصال یکم جمادی الآخرہ سے مگر سفینہٴ آلودہ کے مطابق ابوالعباس احمد بن اسحاق کے زمانہ میں جو بنو عباس سے تھا جس کا لقب قادر تھا اور جو سلطان محمود غزنوی سبکتگین کا ہم عصر تھا یکم رجب السکھہ کو ہوا۔ اقتباس الانوار و شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۴ ربیع الثانی ۵۸۷ھ کو ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق السکھہ میں وصال ہوا۔ سیر الاقطاب میں آپ کی تاریخِ وصال یوں لکھی ہے: "امام برحق بودہ"

آپ نے ۶۵ برس کی عمر تک شادی نہ کی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔ آپ کی قبر مبارک بلخہ چشت میں آپ کے والد گرامی کی قبر مبارک کے قریب ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے مگر مشہور ترین تین خلفاء ہیں۔ اول محمد کا کوثر دوم استاد مردان سوم آپ کے خواہر زادہ خواجہ ابویوسف چشتیؒ جو آپ کے قائم مقام ہوئے اور جن سے آگے سلسلہ چشتیہ چلا۔

ذکر خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام آپ کی کنیت ابو یوسف سے مشہور ہوا۔ آپ کا لقب ناصر الدین آپ کے والد کا نام محمد سمعان ہے۔ نسب یوں ہے :

محمد سمعان بن سید ابراہیم بن سید محمد بن سید حسن بن سید عبداللہ
الملقب علی اکبر بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن ابو جواد بن امام علی موسیٰ
رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام
زین العابدین بن امام حسینؑ شہید کربلا بن حضرت علی مرتضیٰؑ

آپ سادات حسینی سے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ عصمت خاتون تھیں جو خواجہ
ابی احمد چشتیؒ کی دختر تھیں یعنی آپ اپنے پیر خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے خواہر زادہ حقیقی
ہیں اور منہ بولے بیٹے بھی ہیں۔ آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔

وصال : آداب الطالبین کے مطابق آپ کا وصال ۲۶ ربیع الآخر کو ہوا اور
سفینۃ الاولیاء کے قول کے مطابق چار ربیع الآخر ۵۹۹ھ میں اور شجرۃ الانوار
اور مرآت الاسرار کے مطابق ۳ رجب ۵۹۹ھ میں۔ اقباس الانوار کے مطابق
آپ کا وصال ۳ رجب ۵۹۹ھ کو ابو جعفر عبداللہ کے عہد خلافت میں ہوا۔
ابو جعفر عبداللہ کا لقب قائم بن قادر تھا۔ وہ خلفائے بنو عباس سے تھے اور
سلطان طغرل بیگ بن میکائیل بن سلجوق کے ہم عصر تھے۔ اور یہ مسلمان جعفری سے
پہلا بادشاہ ہے کہ جس نے خراسان وغیرہ کا علاقہ سلطان مسعود بن سلطان محمود
غزنوی سے فتح کیا جیسا کہ مرآۃ الاسرار میں لکھا ہے۔

ان کا مزار مبارک قصبہ چشت میں ہے۔ آپ کے بہت سے خلفاء تھے مگر ان میں
سے مشہور ترین خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ ہیں جو آپ کے فرزند تھے اور دوسرے
خليفة ان کے بیٹے تاج الدین ابو الفتح تھے۔

ذکر خواجہ قطب الدین مودودی حشری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مودودی ہے اور لقب قطب الدین۔ آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ ابویوسف حشریؒ ہے۔ وہ اپنے والد کے مرید تھے اور اُن ہی کے سجادہ و قائم مقام تھے آپ کی عمر ۹۷ برس تھی اور ایک روایت کے مطابق ۱۲۰ برس۔

وصال :- آداب لطائف کے مطابق آپ کا وصال ۱۳ رجب کو ہوا۔ ایک اور روایت کے مطابق ۱۳ رجب کو جیسا کہ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق یکم رجب ۱۳۵۷ھ کو وصال ہوا اور یہ زمانہ سلطان معز الدین بخری بن سلطان ملک بن سلطان الپ ارسلان کا تھا جو طغرل بیگ سلجوقی کا برادر زادہ تھا۔ ایک اور قول کے مطابق ۱۳۵۷ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ سب روایات مرآت الاسرار آقباس الانوار اور سفینۃ الاولیاء میں موجود ہیں۔ سرور اولیاءؒ سے آپ کا سال وصال اخذ ہوتا ہے آپ کی قبر مبارک چشت میں ہے اور چشت پہاڑی درے میں ہرات سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جسے شاقلان کہتے ہیں، جیسا کہ شفا العلیل ترجمہ قول جمیل میں لکھا ہے۔

آقباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ چوبیس برس کی عمر میں اپنے والد گرامی کے بعد سجادہ مشنخت پر بیٹھے۔ آپ نے تکمیل حضرت شیخ احمد جامؒ سے کی اور اُن سے خرقہ خلافت بھی پہنا۔ اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ نفحات الانس میں درج ہے۔ آپ کو دو جگہ سے خلافت ملی۔ ایک اپنے والد گرامی خواجہ ابویوسف حشریؒ سے اور دوسری شیخ احمد جامؒ سے۔ چنانچہ آپ سے دو سلسلے جاری ہوئے۔ ایک اپنے والد کی جانب سے جس کا ذکر اس کتاب میں ترتیب کے ساتھ آئے گا اور دوسرا شیخ احمد جامؒ کی جانب سے کہ اسے سلسلہ چشتیہ مودودیہ کہتے ہیں۔ اور وہ یوں ہے :

خواجہ قطب الدین مودودی حشریؒ من شیخ احمد جامؒ من ابوسعید ابوالخیرؒ
من عبدالرحمن سلمیؒ من ابوالقاسم نضر آبادیؒ من ابوبکر شبلیؒ من خواجہ

جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقطیؒ من خواجہ معدودؒ کرخیؒ من امام علی موسیٰ رضاؒ
من امام موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفر صادقؒ من امام محمد باقرؒ من امام زین العابدینؒ
من امام حسینؒ من حضرت علی مرتضیٰؒ من حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم۔

یوں بھی ہے :

خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ من شیخ احمد جامؒ من سعید ابوالخیرؒ
من ابوالفضلؒ من حسن سرخسیؒ من ابونصر سراجؒ من ابومحمد نغشیؒ
من ابوالفضل حدادؒ من ابوعبد اللہ باوردیؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ
آگے آخر تک ۔ نعماء اللہ علیہم اجمعین پروردگار !

یوں بھی ہے :

خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ من شیخ احمد جامؒ من شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ
من ابوالعباس آملیؒ من محمد طبریؒ من ابومحمد جویریؒ من خواجہ جنید
بغدادیؒ آگے آخر تک ۔

اور یوں بھی ہے :

خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ من احمد جامؒ من امام علی موسیٰ رضاؒ
آگے آخر تک ۔

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کے نواحی بیت المقدس سے لے کر
چشت و بلخ تک دس ہزار خلفاء تھے مگر ان میں گیارہ خلفاء کا ذکر کیا جائے گا ۔

(۱) ان کے سب سے اول خلیفہ ان کے بیٹے خواجہ ابی احمد چشتیؒ بن خواجہ قطب الدین
مودود چشتیؒ بن خواجہ والد کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے ۔ ان کا وصال ۷۷۵ھ
میں ہوا ۔ اس فقیر کے پیروں کا سلسلہ خواجہ ابی احمد مذکور کے واسطہ سے خواجہ قطب الدین
مودود چشتیؒ تک پہنچتا ہے چنانچہ اس کا ذکر حضرت شیخ محمود راجنؒ کے ذکر میں آئیگا ۔
(۲) دوسرے خلیفہ حاجی شریف زندانیؒ ہیں کہ ہمارے سلسلہ یران میں سے ہیں ۔

ان کا ذکر بھی ہمارے سلسلہ میں آیا۔ (۳) تیسرے خلیفہ شاہ سبجان رکن الدین محمود
سکنہ دہ سبجان خواف (۴) چوتھے ابونصر شکیبان (۵) پانچویں دبا زناد (۶) چھٹے
شیخ حسن تپسی (۷) ساتویں خواجہ سبز پور آذر بایجان (۸) آٹھویں شیخ عثمان رومی
کہ حضرت بایزید بظامی کا خرقہ بھی ان تک پہنچا تھا۔ اور صاحب سلسلہ تھے (۹)
نویں شیخ احمد بدرون (۱۰) دسویں خواجہ محمد شام (۱۱) گیارہویں خواجہ ابوالحسن ہالی
کہ تاریخ خالی ان کی تصنیف ہے۔

ذکر خواجہ حاجی شریف زندگی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام شریف ہے۔ حج کی وجہ سے حاجی مشہور ہو گئے۔ نژاد ان ایک پرگنہ
ہے بخارا کے سات پرگنوں میں سے جیسا کہ سفینۃ الاولیاء اور شفاء العیال میں لکھا ہے
آداب الطالبین کے مطابق آپ کا وصال ۱۳ رجب کو ہوا۔ سفینۃ الاولیاء کے
مطابق ۶ رجب کو۔ اور مرآت الاسرار و شجرة الاوار اور اقباس الاوار کے مطابق
۳ رجب کو سلطان منجر سلجوقی کی سلطنت کے زمانہ میں وصال ہوا۔ آپ خواجہ یوسف
ہمدانی کے ہم عصر تھے۔ آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔

آپ کا مزار مبارک ملک شام میں ہے جیسا کہ مرآت الاسرار میں لکھا ہے۔
سیر الاقطاب کے مطابق قنوج میں ہے۔ اقباس الاوار میں لکھا ہے کہ ان کی
قبر قنوج میں دریا کے کنارے شہر سے متصل شمال کی جانب ہے۔ اگرچہ ان کا سندھ
میں آنا اور یہاں رحلت پانا ثبوت کو نہیں پہنچا مگر اس زمانہ کے بزرگوں میں یہی مشہور ہے۔
البتہ شجرة الاوار میں ہے کہ ان کی قبر مبارک زندہ میں ہے جو ملک بخارا میں ایک قصبہ
ہے۔ کاتب الحدیث کہتا ہے کہ ایک شخص محمد قاسم نام قوم پراچہ سکنہ بلدہ مکھڑ
اُس جگہ (بخارا) کے سوداگروں میں سے اس سال ۸۷۱ھ میں تو نسہ شریف آیا۔ وہ

میرا پیر بھائی تھا اور وہ تولنسہ شریف میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ میرے سلسلے اُس نے ذکر کیا کہ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ کی قبر مبارک شہر بخارا میں محلہ زندنہ میں ہے اور میں نے اُس کی زیارت کی ہے اور اب اس محلہ کو محلہ زندانیاں کہتے ہیں۔ چودہ دیگر سوداگروں نے بھی جو اس کے ہمراہ تھے اس امر کی گواہی دی کہ ہم نے بھی اُس جگہ قبر مبارک کی زیارت کی ہے۔ آپ کے بے شمار خلفائے متھے، مگر اُن میں سے مشہور ترین حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ (ہارونی) ہیں جو سلسلے کے پیر ہیں۔

ذکر خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ

جان لیجئے کہ ہارونؒ (بنفحہ ہاء مہملہ دالف ورائی وفتحہ واو سکون نون) زندن سے نصف کوس کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے جیسا کہ شفاء العلیل میں لکھا ہے۔ البتہ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ کا مسکن ملک خراسان کے قصبہ ہارون میں تھا جو نو اچی نیشاپور میں ہے۔ ایک اور قول کے مطابق ہارون ملک ماوراءالنہر میں سے دیار فرغانہ کا ایک قصبہ ہے۔ خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ خواجہ نور محمد صاحب فرماتے تھے کہ ”ہارون کے داؤ پر زبر ہے کیونکہ آپ کی جائے ولادت ہارون تھی۔ یہ جگہ عراق میں نیشاپور کے مضافات میں واقع ہے۔ اس لفظ کو ہارونی یعنی راپہ پیش اور داؤ پر جزم پڑھنا غلط تلفظ ہے۔“

آپ کی کنیت ابوالنور تھی۔ آپ حافظِ قرآن تھے اور دن رات میں دو ختم کرتے تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔

آپ کا وصال چھ ماہ شوالِ مکملہ ھ کو ہوا۔ جیسا کہ مرآت الاسرار اور اقباس الانوار میں لکھا ہے۔ اور آداب الطالبین کے مطابق ۵ شوال کو۔ شجرۃ الانوار میں دونوں قول لکھے ہیں۔ سفینۃ الاولیاء میں دس شوال تاریخ وصال لکھی ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق سنہ ۳۳۵ ھ میں وصال فرمایا۔

مزار مبارک :- آپ کی قبر مبارک مکہ معظمہ میں کعبہ شریف اور جنت معلیٰ کے مابین ہے۔ سیر الاقطاب کے مطابق آپ کے چار خلفاء تھے۔ اول خواجہ معین الدین اجمیری۔ دوم سید محمد ترک نارتولی راسوم شیخ سعدی سنگوچی ضحکہ ان کی قبر بھی نارتولی میں پہاڑ کے اوپر ہے۔ چہارم شیخ نجم الدین صغریٰ ضحکہ ان کا مزار مبارک پرانی دہلی میں خانقاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں مغرب کی طرف پہاڑ میں ہے۔ البتہ ہمارا سلسلہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے پہنچتا ہے۔



Nafseelam

ذکر حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزیؒ ثم اجمیریؒ رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم مبارک معین الدین ہے اور لقب "خواجہ بزرگ" آپ کی ولادت ۳۳۴ ھ میں ہوئی۔ آپ کی جائے ولادت ملک خراسان میں بلخہ سیستان ہے جس کا معرب بھستان ہے۔ جیسا کہ سفینۃ الاولیاء اور اقباس الانوار میں لکھا ہے۔ اور یہ جو حضرت خواجہ کو سجزی (سین پر زبر، لون پر جزم۔ جم پر زبر اور آخر میں راء مہملہ کے نیچے زیر اور یائے ساکن) یعنی سجزی سے منسوب کرتے ہیں۔ غلط ہے۔ وہ لفظ دراصل سجز ہے (یعنی سین پر زبر ہے۔ جم پر سکون ہے اور زاء مجمع ہے) جو سجز کی جس خطی سے متعلق ہے (یعنی خطی لحاظ سے سجز سے ملتا جلتا ہے) اور لفظ سجز بھستان کا مخفف ہے جو سیستان کا معرب ہے اور سیستان ولایت خراسان میں واقع ہے۔ یہی خواجہ بزرگ کی اصل جائے ولادت ہے، جیسا کہ شفاء العلیل اور انتباہ میں

جو شاہ دلی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیف ہے آیا ہے اور قول متحن وغیرہ میں بھی یہی لکھا گیا ہے پس حضرت خواجہ کو سجری کہنا چاہیے نہ کہ سجری۔

خیر الاذکار فی مناقب الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ فرماتے تھے کہ "حضرت خواجہ کو سجری اس لئے لکھتے ہیں کہ سجری ایک شہر کا نام ہے جو موصل سے تین دن کے راستہ پر ہے اور سلطان سجری کا مولد ہے جیسا کہ منتخب اللغات میں مذکور ہے۔ اور ملفوظات مشائخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سجری عراق کے ایک قصبہ کا نام ہے جو بغداد سے سات دن کے راستہ پر واقع ہے۔ حضرت خواجہ کو اس شہر کی نسبت سے اس لئے سجری کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے والد حضرت میر حسنؒ کا یہی شہر وطن مالوف تھا۔ اور میں نے گلستان کے حاشیے پر لکھا دیکھا ہے کہ سجری (سین ہمد کی فتح کے ساتھ) ایک قلعہ کا نام ہے جو موصل اور دیار بکر کے نواح میں ہے اور سلطان سجری جائے ولادت ہے۔

قول متحن فی فخر الحسن میں لکھا ہے کہ سجستان کے نام کے بے شمار قصبے ہیں ایک تو یہ سجستان ہے جو بصری کے دیہات اور قریوں میں ہے۔ ایک سجستان بلاد ہند میں ہے اور ایک سجستان خراسان میں ہے۔ لیکن خواجہ بزرگ کا مولد خراسان کا یہی سجستان ہے کتاب مایقمان میں شیخ علاؤ الدین چشتیؒ اور شیخ خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے اس شعر میں گویا اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

گمہ بند دستان شہیدیم چہ پاک
مہرہ گلشن خسرا سام

(ہم اگر ہندوستان جا بھی نکلے تو کیا ہوا، درحقیقت تو ہم خراسان کے گلشن کا مہرہ ہیں) یہی صحیح قولی یہ ہے کہ خواجہ بزرگ کا مولد خراسان کا سجستان ہے اور آپ نے نشوونما بھی خراسان میں پائی ہے۔ البتہ ایک قصبہ سجریہ نام ملک سندھ میں بھی ہے۔ کہ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد اس جگہ رستی تھی اور وہ شگھر شریف کے قریب ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ خواجہ بزرگؒ نہ اس سجری کے تھے اور نہ اس سجری کے بلکہ سجستان سے ہیں کہ اس کا مختلف معنی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کی والدہ کا نام بی بی ماہ نور ہے جو سادات حسنی سے تھیں جیسا کہ مدائن المعین میں لکھا ہے۔ البتہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام خاص الملکہ ہے اور خواجہ بزرگؒ والد کی جانب سے حسینی سید ہیں۔ آپ کے والد کا نام سید حسنؒ تھا اور لقب سید غیاث الدین۔ نسب یوں ہے۔

سید غیاث الدینؒ بن سید نجم الدین طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیمؒ بن سید ادیسؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ بن امام محمد باقرؒ بن امام زین العابدینؒ بن امام حسینؒ بن امیر المؤمنین علیؒ مرتضیٰؒ جیسا کہ مدائن المعین، مرآت الاسرار اور اشجار و اولاد خواجہ بزرگؒ میں لکھا ہے۔ البتہ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگؒ سید رضویؒ ہیں یعنی امام علی موسیٰ رضاؒ کی اولاد ہیں سے ہیں۔ ترتیب یہ ہے۔

”خواجہ معین الدینؒ بن سید غیاث الدین حسنؒ بن سید کمال الدینؒ بن احمد حسنؒ بن سید طاہر بن سید عبدالعزیزؒ بن سید ابراہیمؒ بن امام علی موسیٰ رضاؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ اور اگلے آخر تک مگر پہلا قول صحیح ہے اور اس کی تحقیق و تصدیق مناقب الجلیب سے ہوتی ہے۔

عمر:۔ آپ کی عمر ایک سو چار سال ہے۔ جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے اور ایک قول کے مطابق ۹۷ سال ہے جن میں سے آپ نے چالیس سال اجیر شریف میں گزارے۔ پندرہ سال کے تھے کہ اپنے وطن سے خدا کی تلاش میں نکلے اور باقی عمر سفر میں گزاری۔ بیس سال چھ ماہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہے جیسا کہ مرآت الاسرار میں لکھا ہے درجہ:۔ آپ کا درجہ محبوبی اور حبیبی کا تھا یعنی کہ اپنے عہد میں محبوبان خدا کے حلقہ کے سرخیل تھے جیسا کہ مرآت الاسرار، سیر الاولیاء و دیگر تمام ملفوظات خواجگانِ چشت میں لکھا ہے۔

خبر:۔ آپ نے ۵۲ برس کی عمر میں اپنے پیر سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے اجیر شریف میں آکر دو عورتوں سے شادی کی۔ ایک بی بی عصمت دختر سید دجیہ الدین جو سید حسین خٹک سوار کے حقیقی چچا تھے اور امام جعفر صادقؒ کی اولاد

سے تھے۔ دوسری بیوی کا نام بی بی امہ اللہ تھا جو نواحِ اجیر کے ایک راجہ کی بیٹی تھیں۔ وہ جہاد میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ آپ نے اس بی بی کو بطور ملکِ مین یعنی کینز کے اپنے تصرف میں لکھا۔ ان دونوں بیبیوں سے آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی بی بی حافظہ جمال تھیں۔ بیٹیوں میں سب سے بڑے سید فخر الدین تھے کہ ان کی اولاد آج تک کہ سن ۱۲۷۸ھ ہے اجیر شریف میں سجادہ نشین ہے۔ اس وقت دیوانِ سراج الدین صاحب سجادہ نشین ہیں۔ دوسری اولاد بھی کثیر ہے۔ چنانچہ میں نے خواجہ بزرگ کی اولاد کی تفصیل مناقبِ الحبیب میں لکھی ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام ابو سعید ضیاء الدین تھا اور تیسرے کا نام حسام الدین ابدال تھا جو غائب ہو گئے تھے۔

وصال :- خواجہ بزرگ کا وصال سلطان شمس الدین اہلسن کے عہدِ سلطنت میں پیر کے دن ۶ رجب ۷۳۳ھ میں ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق اتوار ۳ ذی الحجہ ۷۳۳ھ کو۔ نیز ایک اور روایت کے مطابق ۷۳۲ھ میں ہوا۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ جیسا کہ سفینۃ الاولیاء، امراء الاسرار اور سیر الاولیاء میں لکھا ہے اور کلماتِ القادسین میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگ کا وصال ۶ رجب ۷۳۲ھ کو ہوا۔ کسی صاحب نے آپ کی ولادت عمر اور وصال کو ایک رباعی میں بیان کیا ہے :

ولادت عاشق نو سال عمر ش

بود در والی ہند آشکارا

وفاتش آفتاب ملک مند

زا بجد کن شماراں را خدا را

مزار مبارک : آپ کا مزار شریفِ اجیر میں آپ کے حجرہ مبارک میں ہے۔ سیر الاولیاء اخبار الاخبار اور تمام ملفوظاتِ خواجگانِ چشت میں لکھا ہے کہ جب خواجہ بزرگ صفا انتقال ہوا تو آپ کی پیشانی مبارک پر ہر حرف اس عبارت کے ظاہر ہوئے :

”عَلِيْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِی حَبِ اللّٰہِ“

(عاشقِ خدا، خدا کے عشق میں فوت ہو گیا)

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے تیرہ خلفاء تھے۔ ۱۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ ۲۔ حضرت سلطان التارکین حمید الدین صوفی السوالی ناگوریؒ۔ ۳۔ خواجہ فخر الدین پیر خواجہ بزرگؒ۔ ۴۔ خواجہ معین الدینؒ۔ ۵۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ (آپ اگرچہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے مگر خواجہ بزرگؒ کی طرف سے بھی مجاز تھے)۔ ۶۔ شیخ وجیہ الدین۔ ۷۔ شیخ برہان الدین عرف شیخ بدو۔ ۸۔ شیخ احمدؒ۔ ۹۔ شیخ محسنؒ۔ ۱۰۔ شیخ سلیمان غازیؒ۔ ۱۱۔ شیخ شمس الدینؒ۔ ۱۲۔ خواجہ حسن خیاطؒ۔ ۱۳۔ لے پال جوگی عرف عبد اللہ بیابانیؒ۔

بعض نے چودھویں خلیفہ کا بھی ذکر کیا ہے جن کا نام شیخ اودھ کرمانیؒ ہے۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ بعض نے حضرت بی بی حافظہ جمالؒ دختر خواجہ بزرگؒ کو بھی خلفاء میں شمار کیا ہے اور سالار مسعود غازیؒ کو بھی آپ کا خلیفہ لکھا ہے مگر دونوں روایات ضعیف ہیں اور اس کی تفصیل اقتباس الانوار میں لکھی ہوئی ہے اور فخر الاولیاء اور اقتباس الانوار اور مدائن المعین از زبدۃ الحقائق مصنف حضرت بختیار کاکیؒ میں لکھا ہے کہ خواجہ بزرگؒ کو ایک خرقہ خلافت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے بھی ملا تھا۔ لیکن ہمارا مسلمہ چشتیہ نظامیہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے واسطے سے خواجہ بزرگؒ تک پہنچتا ہے۔

ذکر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام بختیار ہے لقب خواجہ قطب الدین اور دوسرا لقب کاکی ہے۔ خیر الادکار میں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ سے منقول ہے کہ لفظ بختیار یا آپ کا اصلی نام ہے یا لقب مدح۔ البتہ اس فقیر نے بعض ثقہ حضرات سے سنا ہے کہ بختیار سادات میں سے ایک قوم ہے۔ اس قوم کے اکثر اصحابان سے اس فقیر کی ملاقات بھی ہوئی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ ہماری قوم سے تھے۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ کا نام قطب الدین اور آپ کا لقب بختیار ہے۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کا نام بختیار ہے اور قطب الدین خدا کی طرف سے آپ کو خطاب ملا تھا۔ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدینؒ نے نہایت مہربانی سے آپ کو قطب الدین بختیار فرمایا۔

اس وقت سے بختیار لقب ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ حسنی سادات سے ہیں۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید کمال الدین احمد بن سید موسیٰ اوشی بن سید محمد بن سید محمد بن سید اسحاق حسن بن سید احمد حشمتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر ثانی بن امام محمد تقی الجواد بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔

آپ کے والد سید کمال الدین احمد بن موسیٰ اوشی سادات اوشی سے تھے، آپ کا مولد قصبہ اوش ہے، جو مادر النہر میں ایک قصبہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دیار فرغانہ میں ہے جیسا کہ مرآت الاسرار میں لکھا ہے مگر سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ اوش اندجان کے مضافات میں ہے۔ غیر الاذکار میں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ سے منقول ہے کہ اوشی اوش شہر کی نسبت سے ہے جو دیار مادر النہر میں خواجہ قطب الدین اوشی کا مسکن تھا۔

کاکلی کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں بے شمار روایات ہیں۔ اول یہ کہ حضرت گادستور تھا کہ سنگر اور گھر کا سلسلہ قرض سے چلتا تھا۔ نجم الدین نام بقال تھا جس سے قرض لیتے تھے۔ اور اسے فرمایا ہوا تھا کہ پانچ سو روپیہ تک قرض یا ادھار ہو جایا کرے۔ پس جس وقت فتوحات آئیں اس کا قرض ادا فرما دیتے۔ ایک دن بقال کی بیوی نے حضرت کی اہلیہ محترمہ کو طعنہ دیا کہ اگر ہم آپ کو لوگوں کو ادھار نہ دیں تو آپ کا حال تباہ ہو جائے۔ آپ کی اہلیہ پر یہ بات گراں گزری اور حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب اس بقال سے قرض نہ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب نہیں لیں گے پس اس دن سے ایک چاندی کا قرض اپنے مصلیٰ کے نیچے سے برائے خرچ عطا فرماتے تھے۔ اور اپنی اہلیہ کو فرما دیا تھا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ ایک دن وہ بقال حضرت کی اہلیہ محترمہ کے پاس آیا اور کہا کہ اب کیسے گزراوقات ہوتی ہے۔ آپ کی اہلیہ نے اس کشف کا ذکر کر دیا۔ اُس دن سے حضرت خواجہ نے مصلیٰ کے نیچے سے ادا کرنا موقوف کر دیا اور فرمایا کہ آج کے بعد اگر بھوک لگے تو اندرون خانہ کے طاق میں ہاتھ ڈال کر تازہ نان لے

بیا کرو۔ اور کاک چپائی کو کہتے ہیں۔ پس اس دن سے اس طاق سے تازہ روٹی لے کر کھاتے تھے۔ پس اس بنا پر آپ کا لقب کاک کا ہوا۔ کاتباً لحروف کہتے ہیں کہ اس فقیر نے اس طاق کی زیارت کی ہے جو آپ کی حویلی میں آج تک موجود ہے۔ درگاہ خواجہ اور سرانے لاڈلے کے درمیان وہ حویلی اب بھی موجود ہے۔ خیرالآذکار میں حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ سے منقول ہے کہ کاک اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی اہلیہ آپ کے ارشاد کے مطابق اہل خانہ اور مہمانوں کے کھانے کے لئے گرم کاک (چھوٹی یا پتلی سی چپائی) ایک مقررہ پہاڑ سے لاتی تھیں اور صرف کرتی تھیں۔

دوسری وجہ سبع سنابل میں لکھی ہے کہ جب خواجہ بزرگؒ نے اجیر سے خواجہ قطب الدینؒ کو رخصت کیا اور دہلی بھیجا تو آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے حال کو لوگوں سے پوشیدہ رکھیں۔ آپ نے دہلی آکر ایک نان بان کے ہاں مزدوری اختیار کی اور وہ تنور والا بادشاہ کا ملازم تھا۔ ہر روز سات من آٹا نان تیار کرنے کے لئے بادشاہ کے ہاں سے اُس کے پاس آتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز شاہی نان تنور میں جل گئے۔ بادشاہ کے پیاسیوں نے اُسے مارنا پٹینا شروع کر دیا۔ خواجہ قطب الدینؒ نے ان کو منع کیا اور کہا لاؤ تمہاری روٹیوں کو بہتر اور اچھا بنا دوں پس ان جلی ہوئی روٹیوں کو پھر تنور میں ڈالا اور باہر نکالا۔ ایسی صاف اور اچھی ٹیکس کہ ایک سیاہ داغ بھی ان پر نہ تھا۔ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی اُس نے جان لیا کہ آپ ولی کامل ہیں کہ جلی ہوئی روٹیوں کو دوبارہ تنور میں ڈال کر مٹھیک کر دیا ہے۔ پس آپ کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو وہاں سے بھاگ کر قاضی حمید الدین ناگورجی کے گھر میں آگئے۔ اس روز سے کاک مشہور ہو گئے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب سلطان شمس الدین آتش بادشاہ دہلی کا خواہر زادہ سعد الدین تنبولی حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے مرید ہوا تو سلطان شمس الدین بھی اپنے تمام لشکر کے ساتھ حضرت خواجہؒ کی زیارت کے لئے آیا اور عرض کیا کہ آج ہماری اور تیر کی دعوت کریں پس حضرت خواجہؒ نے اپنی دونوں آستینوں کو جھاڑنا

شرع کیا۔ اس قدر تازہ کاک (چیتیاں) گرے کہ تمام شکر نے پیٹ بھر کر کھائے۔ پس سعد الدین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی آستین کو جھاڑے۔ اس قدر پانی کے پتے گرے کہ سب کے لئے کفایت کر گئے۔ اس دن سے حضرت خواجہ کالقب کاکی اور سعد الدین کا تبنہ بنی ہوا۔ پس شمس الدین اہمیش یہ کرامت دیکھ کر حضرت خواجہ کامرید ہو گیا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ مغللوں کی قید میں تھے۔ اُس قید خانہ میں ایک سچے دلی عورت بھی قید تھی۔ نصف رات کے وقت اُس عورت کا بچہ رونے لگا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا کہ کیوں روتا ہے۔ اُس عورت نے کہا کہ اس بچہ کی عادت ہے کہ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو ادھی رات کو روٹی طلب کرتا ہے۔ اس وقت اس حال میں اس کو روٹی کہاں سے دوں۔ خواجہ صاحب نے اپنی آستین سے کاک نکال کر اُسے دی۔ نیز اس جگہ کے تمام قیدیوں کو بھی دی۔ اس دن سے ساکی مشہور ہوئے۔ ان وجوہات کے علاوہ اور بھی لکھی گئی ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ادھی رات کے وقت ادش کے قصبہ میں ہوئی۔

آپ نے پندرہ پارے اپنی والدہ کے شکم میں حفظ کئے تھے۔ آپ کے استاد کا نام ابو حفص تھا۔ ایک اور قول کے مطابق قاضی حمید الدین ناگورٹی نے پندرہ پارے آپ کو پڑھائے تھے جیسا کہ سب سے سبالی میں ہے۔

وصال: سیر الاقطاب کے مطابق آپ کا وصال چاشت کے وقت ۱۴ ربیع الاول ۷۳۵ھ کو ہوا۔ مرآت الاسرار کے مطابق پیر کی رات ۱۴ ربیع الاول ۷۳۵ھ کو ہوا اور یہ زمانہ سلطان اہمیش کی سلطنت کا تھا اس بادشاہ نے آپ کو غسل بھی دیا تھا۔ حالت ساع میں آپ کا وصال اس شعر پر ہوا تھا ہے

گشتگانِ خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگر گشت

مزار مبارک: آپ کا مزار پرانی دلی میں ہے۔ آپ کی عمر پچاس سال کی تھی۔ اور ایک قول کے مطابق باون سال کی۔ ایک اور قول کے مطابق ۷۴ سال کی۔ ایک اور روایت

کے مطابق ۳۳ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

تاریخ وصال۔ آپ کی تاریخ وصال سیرالاقطاب میں لکھی ہے کہ "خواجہ بود" اور خواجہ بزرگ معین الدین اور خواجہ قطب الدین دونوں کا ایک ہی سال میں وصال ہوا۔ پہلے ۶ رجب کو خواجہ بزرگ کا وصال ہوا۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی اپنے وطن یا مولداوش میں کی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے طلاق دے دی۔ دوسری شادی دہلی میں کی۔ اس بیوی سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ امین احمد جو عالم طفولیت میں فوت ہو گئے۔ ۲۔ میٹ محمد جو حضرت سلطان المشائخ کے عہد تک زندہ تھے۔ فوائد القوادیر میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے دو جڑ وال بچے پیدا ہوئے۔ ایک بچہ میں فوت ہو گئے۔ دوسرے بڑے ہوئے۔ البتہ جو بڑے اور جوان ہوئے وہ حضرت شیخ زحکی مانند مرکز نہیں تھے یعنی ان کے احوال کو ہمارے شیخ ز کے احوال سے کوئی نسبت نہ تھی۔

سیرالاقطاب میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین کے بانی خلیفہ تھے۔ ۱۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ۔ ۲۔ حضرت بدر الدین غزنویؒ۔ ۳۔ برہان الدین بلخیؒ۔ ۴۔ شیخ ضیاء رومیؒ۔ ۵۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ۔ جو اگرچہ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے مگر خواجہ بزرگ سے بھی خلافت تھی یعنی آپ کی صحبت و خلافت سے بھی مشرف تھے۔ ۶۔ سلطان شمس الدین التمشؒ بادشاہ دہلی۔ ۷۔ بابا بکری بکھریاؒ۔ ۸۔ مولانا فخر الدین حلوانیؒ۔ ۹۔ خواجہ پیرؒ۔ ۱۰۔ شیخ سعد الدینؒ۔ ۱۱۔ شیخ محمد بہاریؒ۔ ۱۲۔ مولانا احمد جاجرمیؒ۔ ۱۳۔ سلطان ناصر الدین غازیؒ۔ ۱۴۔ شیخ محمدؒ۔ ۱۵۔ برہان حلوانیؒ۔ ۱۶۔ شیخ احمد تہماچیؒ۔ ۱۷۔ شیخ حسینیؒ۔ ۱۸۔ شیخ حسینؒ۔ ۱۹۔ شیخ فیروزؒ۔ ۲۰۔ شیخ بدر الدین سوئے تاپؒ۔ ۲۱۔ شاہ خضر قلندر رومیؒ۔ ۲۲۔ شیخ نجم الدین قلندرؒ۔ مگر اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین غازیؒ اور شمس الدین التمشؒ کی خلافت میں شک ہے۔ کاتب الخرف کہتا ہے کہ صاحب اقتباس الانوار نے دیگر چند مسائل میں بھی چند جگہ شک کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس خلافت کے معاملہ میں اس کو کیا شک ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔ اگر انہوں نے

ان دونوں کو بادشاہ اور اہل دنیا سمجھ کر شک کیا ہے تو ان کے فہم میں نقص ہے کیونکہ سلطان شمس الدین التمش کے زہد و ریاضت و بزرگی اور حضوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ملفوظات خواجگان چشت میں بہت جگہ لکھا ہوا ہے عجب نہیں ہے کہ آپ نے اسے خلافت دی ہو۔

آپ کے تمام خلفاء میں سے تین مشہور خلفاء سے سلسلہ جاری ہوا۔ ۱۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر جو آپ کے قائم مقام تھے۔ اور آپ کے خلیفہ بزرگ تھے۔ ہمارے پیروں کے سلسلہ میں آپ کا ذکر کئے گا (۲) دوسرے شیخ بدر الدین غزنوی۔ شیخ بدر الدین غزنوی کے خلیفہ عماد الدین ابدال تھے۔ ان کے خلیفہ شہاب الدین عاشق تھے۔ ان کے خلیفہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر تھے۔ ان کے خلیفہ مصطفیٰ امالی تھے۔ ان کے خلیفہ شاہ احمد ہشتی تھے۔ ان کے خلیفہ شاہ برہان ہشتی تھے جو تالہ دہولہ قصبہ میں آرام فرما ہیں۔ (۳) تیسرے خلیفہ شاہ ظفر قلندر رومی تھے جن سے سلسلہ قلندریہ جاری ہوا۔

ذکر حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر مسعود ابو دھنی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی مسعود ہے اور لقب فرید الدین۔ نیز آپ کا لقب گنج شکر ہے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی قسّم خاتون ہے جو اس زمانہ کی کمالات میں سے تھیں۔ جیسا کہ فخر الدلیار اور روضۃ الاسلام میں لکھا ہے۔ اقباس الانوار میں لکھا ہے کہ بی بی قسّم خاتون والدہ گنج شکر مولانا دمہ الدین نجمی کی بیٹی تھیں۔ حضرت گنج شکر حضرت شیخ سلیمان کے فرزند تھے جو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کی اولاد سے تھے۔ شیخ سلیمان فرخ شاہ والی کابل کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ آپ کا نسب یہ ہے:

شیخ فرید الدین گنج شکر بن شیخ جمال الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ شعیب بن

شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن سلطان شہاب الدین بن شیخ احمد المشور بہ
 فرخ شاہ والی کابل بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان زبان زدن بن شیخ سامان بن
 سلطان معوذ بن شاہ عبداللہ بن شیخ واعظ الاصغر بن شیخ واعظ الاکبر بن شیخ ابو الفتح
 بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن امیر المؤمنین عمر ابن الخطابؓ
 یہ سلسلہ نسب فجر المادیا میں جو شیخ رشید میاں گجراتی بن شیخ یحییٰ مدنی کی تصنیف ہے، لکھا
 ہوا ہے۔ نیز روضۃ الاسلام میں بھی یونہی درج ہے۔ مزید برآں روضۃ الاسلام میں جو شیخ
 ابراہیم مصمم بن شیخ زین الدین ادیب چشتی خلیفہ حضرت شیخ سلیم چشتی فچپوریؒ (جو حضرت
 گنج شکرؒ کی اولاد سے ہیں) کی تصنیف ہے، لکھا ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کا سلسلہ
 نسب ۱۷ ویں واسطہ سے حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ اس سلسلہ نسب میں ناموں کی
 تفصیل ادران کی ترتیب وہی ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا۔ اقباس الانوار میں سیر الانوار کے
 حوالے سے لکھا گیا ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب فرخ شاہ والی کابل تک پہنچتا ہے۔ میرا القتاب
 میں لکھا ہے کہ آپ کا نسب فرخ شاہ والی کابل تک پہنچ کر حضرت عمر بن الخطابؓ تک
 اس ترتیب سے پہنچتا ہے۔

شیخ فرید الدین گنج شکر بن شیخ جمال الدین سلیمان بن شعیب بن احمد بن یوسف
 بن محمد بن شہاب الدین بن احمد المعروف بہ فرخ شاہ والی کابل بن نصیر الدین بن محمود
 المشور بہ سیما شاہ بن سلیمان شاہ بن معوذ بن عبداللہ بن واعظ الاصغر بن واعظ الاکبر
 بن ابو الفتح بن اسحاق بن سلطان ابراہیم بن ادم بلخی بن سلیمان بن ناصر بن حضرت
 عبداللہ بن عمر ابن الخطابؓ

اقباس الانوار میں ہے کہ حضرت گنج شکر کا سلسلہ سلطان ابراہیم ادم بلخیؒ
 تک غیر صحیح ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اسحاق بن سلطان ابراہیم ادم سے لگے
 اولاد نہیں چلی۔ وہ لاولد فوت ہو گئے تھے البتہ حضرت گنج شکر کا اولاد عمر فاروقؓ میں
 سے ہونا درست ہے۔ اور مومن الارواح میں لکھا ہے کہ حضرت گنج شکر کے والد سلطان
 محمود غزنوی کے حقیقی خواہر زادہ تھے۔ جیسا کہ سیرا القتاب میں بھی ہے مگر اقباس الانوار

میں لکھتا ہے کہ اس بات کی اصل نہیں ہے۔ فجر الاولیاء میں ہے کہ تذکرۃ الاصفیاء میں جو شیخ یوسف چشتی صدیقی کی تصنیف ہے، لکھتا ہے کہ شیخ سراج الدین، جن کا لقب قاضی شعیب تھا، کے تین بیٹے تھے۔ ایک شیخ سلیمان جو شیخ فرید الدین کے والد تھے اور یہ شیخ سلیمان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مریدوں میں سے تھے اور اپنے والد سے بھی خلافت یافتہ تھے۔ اور شیخ سراج الدین شعیب کے والد جن کا نام شیخ عبدالرحمن اور لقب احمد تھا حضرت خواجہ عثمان ماروٹی سے خلافت دارادت رکھتے تھے۔ اور ان کے والد شیخ محمد شرف الدین حاجی شریف زہدنی سے خلافت رکھتے تھے۔ دوسرے بیٹے قاضی شعیب یعقوب نام کے تھے کہ ان کے دو بیٹے تھے ایک رشید الدین دوسرے سراج الدین۔ البتہ قاضی شعیب کے تیسرے بیٹے کا نام نہیں لکھا گیا کہ ان کے نام کی تحقیق نہیں ہو سکی۔

شیخ سلیمان بن قاضی شعیب کے تین بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر تھے۔ دوسرے شیخ نجیب الدین تیسرے اعز الدین محمود۔ اور فرخ شاہ ان کا دادا کابل کا بادشاہ تھا اور ان سے سلطان غزنی نے سلطنت حاصل کی۔ البتہ ان کی اولاد کابل میں تھی۔ جب چنگیز خان نے خراسان میں قتل عام کیا تو ان کے اذا شہاب الدین اپنے بیٹوں قاضی شعیب وغیرہ کو ہمراہ لے کر لاہور آ گئے۔ وہاں سے قصور چلے گئے اور وہاں سے موضع کہوٹہ وال آ گئے اور قاضی مقرر ہوئے حضرت شیخ فرید الدین کا مولد موضع کہوٹہ وال ہے کہ آج کل اُسے چادلی مشائخ کہتے ہیں۔ جو ملتان کے مضامات میں مہار شریف اور پاک پٹن شریف کے قریب ہے۔ آپ کا نام اور لقب شیخ فرید الدین عطار کا سمجھا جاتا ہے۔ ایک اور روایت بھی ہے کہ غیب سے اس لقب سے ملقب ہوئے۔ جیسا کہ سیرالاقطاب اور اقتباس الانوار میں درج ہے۔

گنج شکر کے لقب کی کئی وجوہات تسمیہ بیان کی گئی ہیں پہلی یہ کہ آپ نے دہلی میں روز مٹے رکھا ہوا تھا اور آدھی رات کے وقت طے کے بعد افطار کے لئے

کوئی چیز نہ تھی جس سے روزہ افطار کریں۔ بھوک کی شدت میں زمین پر ہاتھ رکھا۔
چند سنگیزے ہاتھ آئے انہیں اپنے منہ میں ڈال لیا۔ وہ سنگیزے شکر ہو گئے۔ جب آپ کے
پیر خواجہ قطب الدین کو خبر ہوئی تو فرمایا فرید الدین گنج شکر ہے (بحوالہ میرالادلیاء)

دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دن اپنے پیرومرشد کی خدمت میں جا رہے تھے بھوک
کی وجہ سے سخت نفاہت کی حالت میں زمین پر گر گئے۔ آپ کی منہ میں مٹی پڑ گئی۔ جو شکر ہو گئی
جب آپ کے پیرومرشد کو خبر ہوئی تو فرمایا شیخ فرید گنج شکر ہیں (بحوالہ مونس الارواح)

تیسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن راہ میں جا رہے تھے کہ ایک بجاہرہ سیلوں
پر شکر کے پالان لادے آ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ ان پر کیا لہ ہے۔ اس نے اذراہ متعز کہا۔
نمک ہے۔ فرمایا نمک ہی ہو گا۔ اسی وقت تمام نمک بن گیا۔ جب اس نے بوجھ اتارا تو دیکھا
کہ تمام نمک ہے۔ وہ سوداگر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں نے
شکر لادی ہوئی تھی آپ کی زبان مبارک سے نمک بن گیا۔ فرمایا۔ شکر ہی بن جائے گی۔ اسی
وقت شکر بن گئی۔ چنانچہ جناب خانخاناں برہم خاں نے اس سلسلہ میں آپ کی یوں تعریف
کی ہے ۷ کان نمک جہان شکر شیخ بحر دہر
آن کو نمک شکر کند و از نمک شکر

(وہ نمک کی ایک کان ہیں وہ شکر کی ایک دنیا ہیں۔ اور وہ بحر دہر کے ایسے عظیم بزرگ
ہیں جو نمک کو شکر میں اور شکر کو نمک میں بدل سکتے ہیں) بحوالہ اخبار الاخبار

وصال :- آپ کا وصال سہ شنبہ کے دن ۵ محرم ۷۶۵ھ میں ہوا۔ ایک اور
قول کے مطابق ۷۶۹ھ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں ہوا۔ جیسا کہ
اقباس الانوار میں لکھا ہے۔ سفینۃ الادبیاء اور اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ آپ
کا وصال ۷۶۷ھ میں ہوا۔ تاریخ وصال محدوم ہے۔ آپ کی عمر فوائد القواد کے
مطابق ۹۳ برس ہے اور اخبار الاخبار کے مطابق ۹۵ برس۔ آپ پندرہ یا اٹھارہ
سال کے تھے کہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ سے ملتان میں بیعت ہوئے۔ بیعت کے
بعد اسی برس زندہ رہے۔ ان دور روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ کی عمر ۹۵ برس تھی یا

۹۸ برس۔ جیسا کہ اقتباس الآلوار میں لکھا ہے۔ پاکتین شریف کا پہلا نام ابو دھن ہے جب حضرت گنج شکرؒ نے وہاں رہائش اختیار کی اور اسی جگہ مدفون ہوئے اور پاک باز صالح افراد اور اخبار داہرا حضرت گنج شکرؒ کی زیارت کے لئے دریا عبور کر کے آنے جانے لگے تو ابو دھن کا نام پاک پتھ ہو گیا۔ جیسا کہ خیر الاذکار میں لکھا ہے۔

آپ کی چار بیویاں تھیں ایک ہزبرہ بانو دختر سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی جو آپ کا مددگار تھا۔ دو کنیزی تھیں۔ ایک شادو نام دوسری شکر نام کہ ہزبرہ بانو دونوں کو اپنے ساتھ لائی تھیں اور پھر حضرت گنج شکرؒ کی ملک کر دیں چوتھی بیوی ام کلثوم تھیں جو ایک بیوہ عورت تھیں کہ اس سے نکاح ثانی کیا تھا۔ جیسا کہ شجرۃ الآلوار میں لکھا ہے۔ سیرالاقطاب میں لکھا ہے کہ بی بی ہزبرہ بانو سے آپ کے چھ بیٹے تھے۔ اور تین بیٹیاں۔ بیٹوں کے نام نصیر الدین شہاب الدین۔ بدر الدین سلیمان۔ نظام الدین۔ یعقوبؒ اور عبد اللہ بیابانی تھے۔ عبد اللہ بیابانی شہید ہو گئے تھے۔ مکررات الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت گنج شکرؒ کے روایت صحیح کے مطابق پانچ فرزند تھے۔ اور تین بیٹیاں۔ اور چھ بیٹے عبد اللہ بیابانی کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ پسر صلبی نہ تھے۔ اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود جرائد دہلیؒ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت گنج شکرؒ کی حرم کافی تھیں اور ابو دھن میں ہی جا کر یہ شادیاں کی تھیں۔ البتہ ان کے بڑے بیٹے نصیر الدینؒ تھے جن کے اپنے چھ فرزند تھے۔ نصیر الدین کی والدہ ایک رعایت کے مطابق شادو کنیز کہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی والدہ ام کلثوم بیوہ عورت تھیں جن سے آپ نے نکاح کیا تھا۔ اس بیوی کے ہمراہ نصیر الدین آئے تھے یعنی یہ پہلے شوہر کی اولاد تھے۔ حضرت گنج شکرؒ کی اولاد نہیں تھے۔ البتہ حضرت بابا صاحب انہیں اپنے بیٹے کی طرح سمجھتے تھے۔

حضرت گنج شکرؒ کے دوسرے بیٹے کا نام شہاب الدینؒ تھا۔ ان کے پانچ بیٹے تھے۔ تیسرے فرزند بدر الدین سلیمانؒ تھے۔ ان کے چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ کاتب الخروف کہتا ہے کہ شیخ تاج الدین سرورؒ جن کا مزار چشتیاں میں ہے (چشتیاں مہار شریف سے تین کوس جنوب کی طرف ہے) اوس سے بستی تلج سرور بھی کہتے ہیں، شیخ بدر الدین سلیمانؒ

کی مصلیٰ اولاد تھے اور تاج سرور صاحب کی اولاد اُسی قصبہ میں رہتی تھی اور حضرت قبلہ عالم
خواجہ نور محمد صاحب ہمدانی کی خانقاہ بھی اُسی جگہ ہے۔ چوتھے بیٹے کا نام شیخ نظام الدین
تھا اور ان کے دو بیٹے تھے۔ پانچویں بیٹے کا نام شیخ یعقوب تھا جو سب سے چھوٹے تھے۔ اور
اُن کے دو بیٹے تھے۔ بیٹیوں میں سے سب سے بڑی بیٹی کا نام بی بی مستورہ تھا کہ شیخ عمر موصوفی
کے نکاح میں آئیں اور ان کے بطن سے شیخ عمر کا ایک بیٹا محمد نام پیدا ہوا تھا جو بچپن میں ہی
فوت ہو گیا تھا۔ آپ کی دوسری بیٹی کا نام بی بی شریفہ تھا جو جوانی میں بیوہ ہو گئی تھیں اور اس
کے بعد نکاح نہ کیا۔ مگر مرات الاسرار میں آپ کے خاندان کا نام نہیں لکھا گیا۔ البتہ اخبار الانبیاء
میں لکھا ہے کہ حضرت گنج شکرؒ کے ایک داماد کا نام شیخ علی صابرؒ ہے۔ شاید اس بیٹی کے
شہر یہی ہوں۔ کیونکہ حضرت گنج شکرؒ کی تین بیٹیاں تھیں، زیادہ نہیں تھیں۔ آپ کی تیسری
بیٹی کا نام بی بی فاطمہؒ تھا جو حضرت سید بدر الدین اسحاقؒ کے نکاح میں تھیں۔ اور ان کے
بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام خواجہ محمدؒ تھا اور دوسرے کا نام خواجہ موسیٰؒ
ان دونوں کی آگے اولاد ہے۔ یہ دونوں فرزند حضرت محبوب الملی سلطان المشائخ
نظام الدین اولیاءؒ کے مرید تھے۔

خلفاء: حضرت گنج شکرؒ کے خلفاء بے شمار ہیں۔ سیرالقطاب میں لکھا ہے کہ
آپ کے شہزادہ خلفاء تھے اور جو اہر فریدی میں لکھا ہے کہ آپ کے سچاس ہزار تین سو بیالیس
خلفا تھے۔ جو زمین پر مشہور ترین ہیں۔ وہ پانچ ہیں:-

(۱) حضرت قطب جمال الدین ہانسیؒ

(۲) حضرت نظام الدین اولیاءؒ

(۳) محمد دم علاء الدین علی صابرؒ کہ سلسلہ صابریہ چشتیہ آپ سے جاری ہوا۔

(۴) حضرت بدر الدین اسحاقؒ

(۵) سید محمد کرمانیؒ

البتہ ہمارا سلسلہ چشتیہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے جاری ہوا حضرت گنج شکرؒ

مرتبہ محبوبی پر تھے اور اسی پر وصال ہوا۔ جیسا کہ بحر المکان میں سید محمد جعفر مکیؒ نے جو حضرت چوانغ دہلویؒ کے خلیفہ تھے، لکھا ہے۔

ذکر حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام نظام الدین محمد تھا۔ اور لقب سلطان المشائخ اور اولیاء۔ آپ کا درجہ محبوب الہی کا تھا۔ اور اولیاء کے لقب کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء ولی کی جگہ ہے۔ ایک پر اس کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کو اولیاء اس لئے کہتے ہیں کہ آپ تمام اولیاء کی عظمت و کرامات کے جامع تھے۔ جیسا کہ محبوب العارفین میں لکھا ہے۔

جلئے ولادت۔ آپ بدایوں میں پیدا ہوئے جو ہندوستان کا ایک مشہور شہر ہے جیسا کہ خیر الاذکار میں لکھا ہوا ہے۔ بدایوں مصفاقات سمبھل میں سے ایک قصبہ ہے۔ جیسا کہ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔

آپ حسینی سادات میں سے ہیں۔ والدہ کی جانب سے بھی اور والدہ کی جانب سے بھی۔ آپ کا نسب پدری یہ ہے جیسا کہ اقباس الانوار میں شیخ اکرم چشتیؒ نے لکھا ہے :

نظام الدین بن سید احمد بن خواجہ علی بخاری بن سید عبداللہ بن سید حسین بن سید علی بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن سید امام علی نقی ہادی بن سید امام محمد تقی جو ادر بن امام علی موسیٰ کاظم بن امام جعفر بن امام باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المؤمنین علی مرتضیٰؑ

آپ کا نسب مادری یہ ہے :۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی زلیخا بنت سید جعفر عرب بخاری بن سید ابوالمغائر بن سید محمد اطہر (جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خلفاء میں سے تھے) بن سید حسین بن سید علی (یہ سید حسین اور سید علی وہی ہیں جو آپ کے نسب

پدری میں مذکور ہیں جیسا کہ اقباس الانوار میں لکھا ہے) اور اس سے آگے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اور یہ جو نجات الانس میں لکھا ہے کہ والدہ کی جانب سے خالہ دی ہیں۔ یہ بات کسی دوسری کتاب سے نہیں ملتی جیسا کہ اقباس الانوار میں درج ہے۔

ولادت: قصبہ بدایوں مذکور میں آپ کی ولادت بروز آخری چار شنبہ طلوع آفتاب کے بعد ۳۳۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۹ سال ۸ ماہ ہوئی۔ **وصال:** آپ کا وصال چار شنبہ کے دن چاشت کے وقت اور بعض کے نزدیک طلوع آفتاب کے بعد ۱۸ ربیع الثانی ۳۵۲ھ کو سلطان محمد عادل بن تغلق بادشاہ دہلی کے زمانہ میں ہوا۔ مزار مبارک: آپ کا مزار شریف پرانی دہلی میں شاہ جہاں آباد سے تین کوس جنوب کی جانب اس موضع میں ہے جہاں آپ سکونت رکھتے تھے۔ اور اس موضع کو غیاث پور کہتے ہیں۔ آپ کی تاریخ وصال یہ ہے:-

نظام دو گیتی شدہ نا وظیں سراج دو عالم شدہ بالیقین
چو تاریخ بچشم تو قش ز غیب نداد ادا تفت شہنشاہ دیں

آپ شاہ بحر و بر تھے اور دونوں جہاں کے لئے آپ کی ہستی چراغ کی مانند تھی۔ جب مجھے ان کی تاریخ وفات کی جستجو ہوئی تو غیب سے ہاتھ نے آواز دی "شہنشاہ دیں"

اقباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ پندرہ رجب چار شنبہ کے دن ۳۵۵ھ میں پاکستان شریف میں حسرت گنج شکر کے مرید ہوئے۔ ذوالربیع الاول چار شنبہ کے دن ۳۵۶ھ میں خلافت پائی اور خرقہ سے مشرف ہوئے اور چالیس روز بیمار رہ کر اٹھارہ ماہ ربیع الثانی ۳۵۸ھ میں طلوع آفتاب کے بعد واصل ہوئے۔ نماز ظہر کے بعد مدفون ہوئے۔ آپ نے شادی نہ کی تھی کیونکہ آپ کے پیر و مرشد حضرت گنج شکر نے دہلی رخصت کرتے وقت آپ کو فرمایا تھا کہ دہلی میں آپ کی خدمت بہت ہوگی یا شاہ، شاہزادے اور ان کی عورتیں اور بیٹیاں تیری زیارت کے لئے آئیں گے تم اپنے ازار بندہ کو مضبوط رکھنا۔ اگرچہ حضرت گنج شکر نے آپ کو زنا و حرام سے منع کیا تھا مگر آپ فرماتے تھے کہ جب مرشد کا حکم یہ تھا کہ میں اپنے ازار بندہ کو مضبوط رکھوں تو میں اب حلال پر بھی اسے نہیں

کھولوں گا۔

آپ کے خلفاء بے شمار تھے مگر ایک زمانہ کا کامل ترین تھا۔ مگر ان میں سے چودہ خلفاء خلفائے عظم تھے:-

(۱) خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کہ ان کا ذکر ہمکے سلسلہ میں آئے گا۔

(۲) حسام الدین ملتانیؒ

(۳) قطب الدین منور ہانسیؒ

(۴) سراج الدین عثمان المشہور بہ انخی سراجؒ

یہ چاروں خلفاء و حضو رنبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار یاروں کے طریق پر خلفائے راشدین تھے۔ دس خلفاء دوسرے ہیں کہ جنہیں یارانِ اعلیٰ کہتے ہیں۔

(۱) مولانا شمس الدین محمد بن یحییٰؒ

(۲) مولانا فخر الدین رازیؒ

(۳) مولانا علاؤ الدین نیلیؒ

(۴) شیخ برہان الدین غریبؒ

(۵) شیخ مولانا وجیہ الدین یوسفؒ کلاھری یا چندیری

(۶) شیخ شہاب الدین امامؒ

(۷) امیر خسروؒ

(۸) وجیہ الدین پایلیؒ

(۹) شیخ لطیف الدین دریا نوشؒ

(۱۰) امیر حسن علاء سحرزیؒ

صاحبِ نواد افوا د حضرت شیخ کمال الدین علامہؒ کو بھی حضرت محبوب الہیؒ سے

خلافت حاصل تھی۔

ذکر حضرت شیخ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی لاودھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمود، عرف نصیر الدین اور لقب چراغ دہلی ہے۔ آپ کی جائے ولادت بلدہ اودھ ہے جو پورب کے ضلع میں ہے کہ اب اُسے فیض آباد کہتے ہیں۔ جیسا کہ شفاء العلیل میں لکھا ہے۔ خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ اودھ دہلی کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔ البتہ آپ کے لقب چراغ دہلی کے بارہ میں اختلاف ہے اور اس کی چند وجوہ ہیں :-

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو یہ لقب عطا کیا تھا۔ (۲) دوسری یہ کہ ایک دفعہ جب چراغ تیل کی کمی کی وجہ سے بجھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اس چراغ میں پانی ڈال دو۔ آپ کی کرامت سے وہ چراغ پانی سے روشن ہو گیا۔ لہذا آپ کو چراغ دہلی کہتے ہیں (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ ایک دن شیخ عبداللہ یافعیؒ نے مکہ مکرمہ میں اپنی مجلس میں فرمایا تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے دھال کے بعد اب ان کی جگہ آپ کے خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی ہیں۔ اس دن سے آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا۔

آپ کے والد کا نام شیخ نیچی اودھیؒ ہے جو حضرت عمر ابن الخطابؓ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا نسب یہ ہے :-

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ بن شیخ نیچی اودھیؒ بن شیخ عبداللطیفؒ بزدی
لاہوریؒ بن شیخ یوسفؒ بن شیخ عبدالرشیدؒ بن شیخ سلیمانؒ بن احمدؒ بن یوسفؒ
بن محمد بن شہاب الدینؒ بن شیخ سلطانؒ بن شیخ اسحاقؒ بن مسعودؒ بن عبداللہؒ بن واعظؒ
اکبرؒ بن ابوالفتحؒ بن اسحاقؒ بن سلطان ابراہیمؒ بن ادہمؒ بن سلیمانؒ بن ناصر الدینؒ
بن حضرت عبداللہؒ بن حضرت عمر ابن الخطابؓ

مرات الاسرار میں نفحات الانس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ خالدي تھے مگر یہ

قول ضعیف ہے۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ آپ سید حسن ہیں۔ یہ بھی ضعیف

قول ہے۔ مخبر الاولیاء میں آپ کا نسب یہ لکھا ہے: شیخ نصیر الدین بن شیخ نیچی بن عبد اللطیف بن عمر بن طیب بن شمس الدین احمد بن فرخ شاہ کابل (اس سے آگے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے) اور یہ قول صحیح ہے کیونکہ شیخ کمال الدین علامہؒ اور آپ کی جدی ہیں جس کی تفصیل شیخ کمال الدین علامہؒ کے ذکر میں لکھی جائے گی۔

مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ کے دادا شیخ عبداللطیف بنزدی ولایت (یعنی بیردن ملک) سے آئے اور لاهور میں متوطن ہوئے۔ اُن کے بیٹے شیخ نیچیؒ جو حضرت چراغ دہلیؒ کے والد تھے لاهور میں پیدا ہوئے۔ جب جوان ہوئے تو اودھ میں آکر قیام پذیر ہوئے پس حضرت چراغ دہلیؒ اودھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد آپ کو نو سال کا چھوڑ کر فوت ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کی والدہ نے علم حاصل کرنے کے لئے آپ کو مولانا عبدالکریم سردانی کے سپرد کیا۔ اُن کے پاس آپ نے ہدایہ اور بزودوی تک پڑھا۔ جب آپ کے استاد فوت ہو گئے تو آپ نے مولانا افتخار الدین گیلانی کی خدمت میں رہ کر علم میں کمال حاصل کیا۔ پچیس برس کی عمر میں ریاضت و مجاہدہ اختیار کی۔ سات سال درویشوں کے ساتھ سیر و سیاحت کی تاکہ نماز باجماعت فوت نہ ہو جائے۔ اکثر صوم دوام میں رہتے تھے یہاں تک کہ چالیس برس ہو گئے۔ پھر حضرت سلطان المصباحؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے مرید ہو گئے۔ آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ایک بہن سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام کمال الدین علامہؒ تھا جو آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ دوسری بہن سے بھی بیٹا تھا جس کا نام زین الدینؒ تھا جو آپ کا مرید و خلیفہ تھا۔ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ آپ ۲۸ سال ۳ ماہ ۲۰ دن قطب مدار کے مرتبہ پر رہے یعنی غوث تھے۔ اس کے بعد مرتبہ افرادی میں جو مرتبہ غوثی سے بڑا نہ تھا، وصال فرمایا۔ جیسا کہ بحوالہ معانی میں بھی درج ہے۔

میر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال چاشت کے وقت اٹھارہ ماہ رمضان مندرجہ ہوا۔ یہ سلطان فیروز شاہ کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ مرات الاسرار میں لکھا ہے کہ اٹھارہ ماہ مذکور کو شب جمعہ میں وصال فرمایا۔ مخبر الاولیاء میں بھی ایسا ہی تحریر ہے۔ آپ کی عمر ۸۲ برس تھی اور آپ کی مشنیت کی تہ بتیس سال تھی آپ کی تاریخ وصال —

”گل بہشت“ اور ”شیخ جمع صوفیاں“ سے نکلتی ہے۔ آپ کا مزار مبارک پرانی دلی میں شاہ جہا آباد سے جنوب کی جانب پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے بھی اپنے پیروں و مرشد کی پیروی میں شادی نہ کی۔

آپ کے بے شمار خلفاء تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

- (۱) حضرت شیخ کمال الدین علامہ کہ اس فقیر کے پیروں کے سلسلہ میں میں ۱۷۱۱ زین الدین
- (۲) یہ دونوں حضرات کے خواہر زادہ تھے (۳) سید محمد گیسو دراز (۴) محمد سادی
- (۵) صدر الدین طبیب دہلا (۶) مخدوم جانیان سید جلال الدین (۷) خواجہ معین الدین
- خوردنیرہ خواجہ بزرگ مین الدین اجیری (۸) بدر الدین غزنوی (۹) شیخ سراج الدین
- بن کمال الدین علامہ (۱۰) علاؤ الدین اودھی صاحب مامقیال (۱۱) قاضی عبدالمقتر

ذکر حضرت شیخ کمال الدین علامہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام کمال الدین اور لقب علامہ ہے اور علامہ کثرت علم کے سبب آپ کا لقب پڑا۔ آپ کی والدہ حضرت شیخ نصیر الدین کی حقیقی بہن تھیں۔ آپ کے باپ کا نام عبد الرحمن ہے جو حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے حقیقی چچا کے بیٹے تھے جیسا کہ آداب الطالبین کے چہل و دو نسخہ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے مطابق حضرت شیخ کمال الدین و شیخ نصیر الدین برادر یک جدی بھی ہیں۔ آپ کی قوم شیخ فاروقی ہے۔ آپ حضرت عمر ابن الخطابؓ کی اولاد سے ہیں۔ ایک جگہ آپ کا نسب اس طرح لکھا ہوا دیکھا ہے:

شیخ کمال الدین علامہ بن شیخ عبد الرحمن بن محمد بن عمر بن شیخ طبیب بن شیخ طاہر بن شمس الدین احمد بن سلطان فتح شاہ کابلی بن شیخ نیما بن نصیر الدین بن سلطان محمود عرف شہنشاہ بن شیخ سامان بن مسعود بن عبد اللہ ثمانی بن واعظ اللہ صغیر بن واعظ اللہ اکبر بن ابو الفتح بن اسحاق بن سلطان ابراہیم بن ادیم بن علی بن سلیمان بن ناصر الدین بن حضرت عبد اللہ بن حضرت عمر ابن الخطابؓ

عجزلہ لاد لیا، حضرت یحییٰ مدنیؒ کے مرید شیخ رشید میاں گجراتی احمد آبادی کی تصنیف ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:

جانا چاہیے کہ آپ کے نسب میں یعنی شیخ کمال الدین علامہ کے نسب میں خلافت واقعہ غلطی ہوئی ہے اور وہ غلطی مدحی کے بزرگوں کے ناموں کے سلسلہ میں واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ حضرت قطب الاقطاب شمس الحق والشرع والدین ابو الحسن شیخ محمد چشتی بن شیخ قطب الاولیاء و شیخ الاتقیاء شیخ حسن محمد چشتی شیخ زبیدی مدنی چشتی کے جد حقیقی ہیں۔ شرح رسالہ کے دیباچہ میں نسب یوں لکھا ہے: شیخ کمال الدین بن عبد الرحمن بن محمد بن عمر بن طیب بن طاهر بن شمس الدین احمد بن فرخ شاہ کابلی بن شیخ سیماں بن شیخ نصیر الدین بن شیخ شہاب الدین بن سیماں بن شیخ المعروف بسلطان بن حضرت عبداللہ بن حضرت عمر ابن الخطاب۔

پھر اسی کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ یہ سلسلہ نسب بلاشبہ درست ہے۔ (اس کے آگے بھی کتاب مذکورہ میں عبارت موجود ہے)

بھی یہی ہوگا۔

پہلے دو نسخہ میں مجالسِ حسینہ میں مرقوم ہے کہ حضرت شیخ کمال الدین شادی نہیں کرتے تھے۔ حضرت چراغِ دہلیؒ نے آپ کو فرمایا کہ تم بھی مجرور ہو گے تو ہمارے اجداد کی نسل نہیں رہے گی۔ اور اگر تم شادی کر لو گے تو ہمارے اجداد کی نسل باقی رہے گی کہ یہ دونوں بھی ایک جدی ہیں پس شیخ کمال الدینؒ نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے جو آپ کے ماموں بھی تھے، شادی کی۔ پس آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ سب سے پہلے بیٹے شیخ نظام الدینؒ تھے جو عالم و فاضل تھے۔ دوسرے شیخ نصیر الدینؒ جو سید محمد گیسو درازؒ کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ ان کی اولاد کلبرگہ میں ہے۔ ان کا ایک بیٹا شیخ میراںؒ نام تھا جس کی اولاد کلبرگہ میں ہے اور ان کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔ شیخ نمبر ۱۱ؒ

عالم و فاضل ولی تھے تیسرے بیٹے کا نام سراج الدین تھا، جو آپ کے مرید اور اپنے والد کے قائم مقام تھے۔ اور اس فقیر کے پیروں کا سلسلہ اُن سے منسوب ہے۔

شیخ کمال الدینؒ کی ایک بیٹی شیخ برہان الدینؒ کے بیٹے نکاح میں تھیں۔ اُن سے

اولاد نہ ہوئی۔ دوسری بیٹی شیخ لطیف الدینؒ کے بیٹے نکاح میں تھیں، جیسا کہ

چہل و دو نسخہ میں مجالس حسنیہ میں ہے۔ اور شیخ کی ایک بہن تھی جو ملک حمید الدین ہنگالیؒ

کے نکاح میں تھیں، اُن کے بطن سے ملک خیر الدینؒ پیدا ہوئے اور اُن کے آگے بیٹوں

میں ایک جلال خاںؒ تھے جو امرائے کبار سے تھے اور مخدوم جہانیاںؒ، تاناخاںؒ، مولانا

عالم سنگریہ ملتانىؒ، مولانا احمد تھانیسریؒ اور مولانا عالم پانی پتیؒ حضرت شیخؒ کے شاگردان

رشیہ میں۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے شرح مشارق حضرت شیخؒ سے پڑھی جیسا کہ جامع العلوم

میں ہے۔ اور حضرت مخدوم جہانیاںؒ کو جو خلافت نامہ حضرت چراغ دہلیؒ سے ملا تھا، آپ

کے دست مبارک کا لکھا ہوا تھا۔ حضرت شیخ کمال الدینؒ علامہؒ کو اپنے دادا پر حضرت شیخؒ

نظام الدین اولیاءؒ سے بھی خلافت تھی۔

وصال: آپ کا وصال ۲۷ ماہ ذیقعد ۱۰۵۷ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک

پرانی دہلی میں اُن کے پیر و مرشد حضرت شیخ چراغ دہلیؒ کے روضہ کے ماہین شیخ زین الدینؒ

خواہر زادہ کے روضہ کے برابر مشرق کی طرف ہے۔

ذکر حضرت شیخ سراج الدین رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والد ماجد کے قائم مقام، مرید اور خلیفہ اعظم تھے۔ اور حضرت شیخؒ

نصیر الدین چراغ دہلیؒ سے بھی خلافت رکھتے تھے جیسا کہ قولِ ملکتِ شرح فخر الحسن

میں لکھا ہوا ہے۔ مجز الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ حضرت چراغ دہلیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔

اور اپنے والد سے بھی خلافت رکھتے تھے۔ مگر سلسلہ اپنے والد کی طرف سے رکھتے ہیں اور

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ چار سال کے تھے کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کے مرید ہو گئے۔

آپ کی زوجہ محترمہ کا نام بی بی صفیہ تھا، جو شیخ سیحی بن شیخ عبد اللطیفؒ کی بیٹی تھی اور

یہ شیخ عبداللطیف حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مریدوں میں سے تھے۔ بی بی صفیہ کے بطن سے حضرت شیخ سراج الدین کے پانچ بیٹے تولد ہوئے۔

(۱) سب سے بڑے فرزند معین الدین تھے جو مجذوب تھے۔ (۲) دوسرے شیخ علم الدین جو اپنے والد کے قائم مقام اور خلیفہ تھے۔ اور اس فقیر کے پیر دل کا سلسلہ اُن تک پہنچتا ہے۔ (۳) تیسرے مجد الدین گر وہ بھی اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کی وفات ۲۲ شوال کو ہوئی اور ان کی قبر پیران پٹن گجرات میں اپنے والد کے روضہ میں اُن کے مزار کے برابر ہے۔ (۴) شیخ سعد الدین عرف خواجہ کندوری (۵) پانچویں شیخ محمد کہ عالم مجید تھے۔ اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ یہ پانچوں فرزندان اولیاء کامل اور علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ اور یہ شیخ محمد جو شیخ سراج الدین کے پانچویں فرزند ہیں، شیخ رکن الدین کان شکر کے مرید ہیں اور اپنے والد گرامی سے بھی خلافت رکھتے ہیں اور شیخ سراج الدین کی ایک بیٹی بی بی مریم نام تھیں اور چار بیٹے تھے جن کا ذکر اوپر آگیا ہے۔ یہ فرزند اپنے والد سے بیعت و خلافت رکھتے تھے لیکن شیخ محمد خلافت اپنے باپ سے رکھتے تھے مگر مرید شیخ رکن الدین کان شکر کے تھے شیخ معین الدین مجذوب و پیر بزرگ لاؤلد فوت ہوئے۔ البتہ شیخ علم الدین کی اولاد کثیر تھی جن کا ذکر آگے آئے گا شیخ محمد کی اولاد باقی نہ رہی مگر شیخ عبد الدین جو بہت صاحب کرامت تھے اُن کی اولاد کافی تھی جن کا ذکر آگے آئے گا۔

شیخ سراج الدین عالم علوم ظاہری و باطنی تھے۔ آپ کا ایک دیوان بھی ہے اور اُن کی ایک غزل کا ایک آخری شعر یہ ہے :

بارِ دیگر ہم میں گوید سراج قبلہ ماینتِ الاروے دست

وصال :- آپ کا وصال ۲۱ ماہ جمادی الاول ۸۱۵ھ کو جمعرات کی رات عشر کے وقت ہوا۔ آپ کا مزار مبارک قلعہ پیران پٹن ہر والدہ محلہ برکات پورہ میں آپ کی خانقاہ کے صحن میں واقع ہے جیسا کہ مخبر الاولیاء میں تحریر ہے اور محاسن حسنیہ میں جو چہل و دو نسخہ میں ہے پہلے تو یہ لکھا ہے کہ آپ کا وصال تاریخ مسطور کے مطابق ہے جیسا کہ

اوپر لکھی جا چکی ہے مگر بعد میں لکھا ہے کہ آپ کے شاگرد مولانا ہمزہ ناگوری نے آپ کی تاریخ وصال یوں نظم کی ہے:

نظم

امروز رفت علم ازیں شہر چو عیاں امر و زینت آنکہ کند بزوقی بیاں
مفتح دہم مطالعہ کو صبح دہم بدیع اکیست کو بجوید در درس میتوان
ایں ظلمت سرسبز در دہراز کجاست دہم سراج ملت و دیں رقت از جہاں
از عالمان شہر چنین بود آیتے افسوس صد ہزار زمار رفت راز کمال
ماہ جماد الاول در بست و یک ز شہر میل جنین وقت غنائ بود دفن شال
در سال بود ہفصد و ہفصد شمار او ہمزہ بگفت سال وصال چنین عیاں
آپ کے خلفاء بے شمار تھے مگر آپ کا سلسلہ آپ کے دو بیٹوں شیخ علم الدینؒ اور شیخ
محمد الدینؒ سے جاری ہوا۔ چنانچہ دونوں سلسلے ہمارے خاندان میں جاری ہیں۔

ذکر حضرت شیخ علم الدین رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والد کے مرید و خلیفہ ہیں اور حضرت سید محمد گیسو درازؒ سے بھی خلافت رکھتے ہیں جیسا کہ جز اولاد لیا اور قول متحین میں لکھا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی صفیہ ہے جو شیخ یحییٰ بن شیخ لطیف الدین دربانوش کی دختر تھیں۔ ایک اور قول کے مطابق آپ کے والد کا نام یحییٰ عبداللطیفؒ تھا۔ آپ کا وصال ۲۶ ماہ صفر ۹۳۵ھ بروز بدھ ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق ۹۳۵ھ میں آپ واصل بحق ہوئے اور یہ قول صحیح ہے آپ کا مزار مبارک پیراں پٹن نہروالہ میں اپنے والد شیخ سراج الدینؒ کے گنبد میں محمد بیر پورہ میں ہے جسے اب برکات پورہ کہتے ہیں۔ آپ کے بہت خلفاء ہیں مگر آپ کا سلسلہ آپ کے بیٹے شیخ محمود راجنؒ سے جاری ہوا۔

ذکر حضرت شیخ محمود راجن رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک محمود اور لقب راجن ہے۔ آپ اپنے والد گرامی شیخ علم الدین کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ نے خاندان بہروردیہ و شطاریہ کا خرقہ حضرت شیخ قادن کے ہاتھوں سے پہنا۔ ایک خرقہ خلافت چشتیہ شیخ ابی الفتح سے بھی حاصل کیا جو حضرت سید محمد گیسو دراز کے مرید و خلیفہ تھے۔ چشتیہ سلسلہ کا ایک اور خرقہ خلافت حضرت شیخ عزیز الدین المتوکل علی اللہ بن شیخ یحییٰ بن شیخ لطیف الدین سے بھی پہنا جو حضرت سلطان المشرخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی کے خلیفہ تھے۔ شیخ عزیز اللہ حضرت شیخ زاہد چشتی کے مرید و خلیفہ تھے۔ انہوں نے ایک خرقہ خلافت اپنے پیسہ بھائی شیخ رکن الدین کان شکر سے بھی پہنا تھا جو حضرت زاہد چشتی کے خلیفہ تھے۔ نیز حضرت شیخ محمود راجن کو خاندان سلسلہ مغربیہ کی خلافت بھی حضرت شیخ احمد کھٹور سے پہنچی تھی۔

وصال: حضرت شیخ محمود راجن کا وصال بروز جمعہ المبارک صبح صادق کے وقت ۲۲ صفر سنہ ۱۰۸۷ھ میں ہوا۔ تاریخ وصال کے استعار:

نظم

پاسِ انفاس داشت یل و نہار

(۱)

روزِ جمعہ بوقتِ طلعتِ صبح

کہ منزلِ کتب در آن غفار

بست و دویم صفر زہد سال

بحرِ امید سوئے دارِ قرار

(۲)

آں قطبِ زماں کہ عارفِ کامل بو

از دارِ فنا سوئے دارِ بقا رو نمود

در بست و دویم ماہ صفر آدینہ

در وقتِ طلوعِ صبح رحلت فرمود

جسمِ چوں تاریخ و فاش از عقل

از ہاتفِ غیب در دلم کرد درو

حرفے کہ جو جسم و خد و خال ست بگو

تاریخ وصالِ شیخ راجن محمود

مزار مبارک :- آپ پہلے احمد آباد بکرات میں خان اعظم خان جہاں کے حوض پر مدفون ہوئے تھے۔ اس کے پانچ ماہ بعد آپ کے بیٹے شیخ جمال الدین جہاں نے آپ کے جسد مبارک

کو وہاں سے نکالا اور پران پٹنہ والہ میں دفن کیا جیسا کہ مخبر الاولیاء میں لکھا ہے۔ اسی طرح شیخ نصیر الدین ثانیؒ بن شیخ محمد الدینؒ بن شیخ سراج الدینؒ بن شیخ جمال الدین علامہؒ پہلے احمد آباد میں حوض مذکور پر دفن ہوئے تھے، اس کے بعد آپ کو وہاں سے نکال کر پران پٹنہ والہ مذکور میں دفن کیا گیا، جیسا کہ مجلس حسنیہ چل دو نسخہ مصنفہ شیخ محمدؒ میں ہے خُلفاء:۔ آپ کے خلفاء بہت تھے مگر ہمارا سلسلہ آپ کے بیٹے شیخ جمال الدین جمنؒ سے جاری ہوا۔ چنانچہ ان کا ذکر ہمارے اس سلسلہ میں آئے گا۔ آپ کے دیگر سلاسل بھی ہیں کیونکہ آپ نے دیگر خاندانوں سے بھی خلافت حاصل کی تھی۔

سلسلہ چہشتیہ: (۱) شیخ محمود راجنؒ من شیخ ابوالفتح جمنؒ من شیخ محمد گیسو درازؒ من حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ (آگے آخر تک) بحوالہ مخبر الاولیاء

(۲) شیخ محمود راجنؒ من شیخ عزیز اللہؒ من شیخ زہد چشتیؒ من شیخ یوسف بن ابی احمد چشتیؒ من ابی احمد چشتیؒ من شیخ محمد چشتیؒ من علی بن احمد چشتیؒ من خواجہ احمد چشتیؒ من خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ (آگے آخر تک)

سلسلہ مغربیہ: شیخ محمود راجنؒ من شیخ احمد کھٹورؒ من شیخ بابا اسحاق مغربیؒ الکھٹوریؒ من شیخ محمد مکی مغربیؒ من شیخ فقیہ ابی العباس احمد

مغربیؒ من شیخ ابی محمد صالح دہلویؒ من شیخ ابوالمدین مغربیؒ من شیخ ابوسعید اندامیؒ من شیخ ابوالبرکاتؒ من شیخ ابوالفضل بغدادیؒ من شیخ احمد غزالیؒ من شیخ ابوبکر نساجؒ من شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ من ابوعثمان مغربیؒ من ابوالعلی کاتبؒ من ابوالعلی رودباریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقطیؒ من خواجہ معروف کرخیؒ من امام موسیٰ کاظمؒ من امام جعفر صادقؒ من امام باقرؒ من امام زین العابدینؒ من امام حسینؒ من حضرت علی مرتضیٰؒ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلسلہ سہروردیہ: شیخ محمود راجنؒ من شیخ قادنؒ من شیخ علم الدین شاطبیؒ من سید صدر الدین راجو قتالؒ من مخدوم جہانیاں سید جلال الدینؒ من شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردیؒ من صدر الدین عارفؒ من شیخ

بہا اللہین زکریا ملتانیؒ من شیخ شہاب الدین سہروردیؒ من شیخ ضیاء الدین ابونجیب
سہروردیؒ من شیخ وجیہ الدینؒ من شیخ ابی فرخ زنجانیؒ من ابوالعباس ہنسہ وندیؒ
من خواجہ دیم من حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ (آگے آخر تک)
شیخ محمود راجنؒ من شیخ ~~کلاون~~ من شیخ قاضی علم الدین شاطبیؒ
سلسلہ شطابہؒ من عبداللہ شطاریؒ من شیخ عارف طیفوریؒ من محمد عاشق
بن خداقلیؒ من شیخ خدای مادر النہریؒ من خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ من ابوالمنظر ترک
طوسیؒ من ابویزید عسقیؒ من خواجہ محمد مغربیؒ من بایزید بسطامیؒ من ابوجعفر امام محمد تقیؒ
من امام علی موسی رضاؒ من امام موسی کاظمؒ (آگے آخر تک)

ذکر شیخ جمال الدین جمن رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک جمال الدین ہے اور لقب شیخ جمنؒ آپ اپنے والد گرامی
شیخ محمود راجنؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ نیز شیخ نصیر الدین ثانیؒ عرف شیخ خواجہ سے بھی
خلافت رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنے والد سے اور شیخ محمد الدین پسر و خلیفہ شیخ سراج الدینؒ
سے ارادت و خلافت رکھتے ہیں جیسا کہ مجلس حسنیہ میں چہل و دو نسخہ (تصنیف شیخ محمد)
میں ہے۔ نیز خاندان مغربیہ کی خلافت شیخ احمد کھٹورؒ سے بھی رکھتے ہیں اور شیخ
احمد کھٹورؒ سے آپ کو محبت تھی۔ شیخ جمال الدین جمنؒ کی والدہ کا نام بی بی دُرملک خُود
بنت شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ تھا، ولیہ کاملہ تھیں جیسا کہ مجلس حسنیہ میں ہے۔
آپ کا وصال ۲۰ ذوالحجہ ۱۲۹۷ھ کو احمد آباد میں ہوا۔ آپ کا مزار
مبارک نور پورہ (شاہ پور) میں دریائے سانبھر کے کنارہ پر ہے۔ جیسا کہ
عجز الاولیاء میں ہے۔ البتہ مرآتِ صفائی میں لکھا ہے کہ ان کا مزار جاپانیر خانقاہ میں ہے
ایک رات چند کافر ڈاکو آئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۲۸۲ھ میں ۲۹ ربیع
الاول کو پیش آیا اور آپ اُسی جگہ مدفون ہوئے۔ گلزار ابرار میں یہ مصرع آپ

کی تاریخ وصال میں لکھا ہے۔ مصرعہ سے

شہیدِ خجرتِ سلیم عمر جاوداں دارد

داس سے آگے بھی عبارت ہے) آپ کی اولاد قصبہ پر کالوہ میں ہے جو احمد آباد گجرات سے بیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔

آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔ ایک دیوان بھی چھوڑا ہے جس میں دیوانِ مغربی کی طرح کی غزلیں ہیں چنانچہ آپ کے دیوان سے تین غزلیں لکھتے ہیں:-

(۱)

در دو چشم و در دلم پیدا یکیت
لیک موج و قطرہ و دریا یکیت
پیش عارف صورتِ معنی یکیت
در حقیقت آدم و حوا یکیت
شد محقق کا ندر اں طوبی یکیت
لیک پنہاں و عیاں لیلی یکیت
دید چمن دنیا و عقبہ یکیت

عاشق و معشوق و عشق ایجابیکے است
قطرہ و موج و حباب اربحشر شد
پیش غافل صبر اراں صورت اند
صورت حوا و آدم آفرید
گرچہ در فردوس اشجار اندیش
بچو مجنوں عاشق تال بیحد وعد
چوں بدریلے جمالش غوطہ خورد

(۲)

بہر حُسنِ ساختی ہر سو خریدارِ دگر !
نیست مارا جز محبت با خودت کارِ دگر
منظرے سازی دگر از بہر اظہارِ دگر
زلف تو دار بہر موئے گرفتارِ دگر

ایکے ہنودی جماعت را باطوارِ دگر
طالبِ حُسنِ خودی بر خود نظر یا میکنی
گاہ پوشی دلق صوفی کہ قبلے سلطنت
چمن آشفته نہ تنہا بر رخ زیبائے تو

اے جلوۂ جمال تو درجہ کائنات
جاریست بحر فیض وجود تو ہر طرف
طالع شد آفتاب ظهور تو بر عدم
فی الجملہ ہرچہ بہت ہمہ سخن روئیست
چوں از وجود غولش بکلی عدم شدم
قے منظر کمال تو اعیان ممکنات
گر خانقاہ باشد و گردیر سو منات
احداث یافت زل ہمہ ذرات محدثات
گر بہنگم بدیدہ دل در لعلینات
دیدم جمال قدس بہذات و ہر صفات

سلسلہ ہائے خلافت:

(۱) سلسلہ چشتیہ نظامیہ: شیخ جمال الدین جمن^۳ من شیخ نصیر الدین ثانی^۲ من
میشخ^۱ مجد الدین جمن^۴ من شیخ نراج الدین^۵ من شیخ

کمال الدین علامہ (آگے آخر تک)

(۲) سلسلہ مغربیہ: شیخ جمال الدین جمن^۳ من شیخ احمد گھو^۲ من بابا

اسحاق مغربی (آگے آخر تک)

آپ کے بہت سے خلفاء تھے مگر آپ کا سلسلہ حضرت شیخ حسن محمد سے جاری ہوا

ذکر شیخ الاقیا شیخ حسن محمد رضی اللہ عنہ

آپ کا نام شیخ حسن محمد اور کنیت ابی صالح ہے۔ آپ احمد آباد گجرات میں
پیدا ہوئے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم ہیں اور صاحب تصنیف بھی ہیں چنانچہ
تفسیر محمدی تفسیم الاولاد، رسالہ چہار برادران، حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ توت القلوب
حاشیہ شرح مطلع از قسم ثانی (اور یہ حاشیہ بہت اعلیٰ ہے) اور حاشیہ نرسہ الارواح
ان کی تصانیف ہیں۔ حضرت شیخ محمود غوث گویاری نے اپنی تصنیف گلزار ابرار
میں آپ کا بہت ذکر کیا ہے۔ تفسیم الاولاد، رسالہ چہار برادران آپ کے نثر و خط
شیخ محمد م ۴۰۰ ہجری تصانیف میں محمد و عثمان رضی اللہ عنہما

ولادت : آپ کی ولادت ۹۲۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ۵۹ سال ہے۔
 قرادیس فرخشاہی میں لکھا ہے کہ آپ کا نام شیخ محمد اور کنیت ابو صالح ہے۔ البتہ
 حسن محمد کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ احمد المشہور بہ
 میاں جیو بن نصیر الدین ثانی بن شیخ محمد الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین
 علامہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی خدیجہ تھا جو حافظ قرآن تھیں اور رمضان شریف
 میں تراویح میں ختم کرتی تھیں۔ اور خدیجہ بی بی میاں شہر ملک بن شیخ یوسف بن شیخ بدیع اللہ
 عرف مدین بن عطار اللہ عرف اتن بن نصر اللہ بن شیخ یحییٰ بن شیخ لطیف الدین (جو نظام الدین
 اولیا کے مرید و خلیفہ تھے اور سفر تجازیں شیخ کمال الدین علامہ کے رفیق سفر تھے) کی بیٹی
 تھیں جیسا کہ مخزن الاولیاء میں لکھا ہے

آپ اپنے چچا شیخ جمال الدین حسن کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور اپنے والد گرامی سے
 بھی خلافت رکھتے ہیں۔ آپ کے والد گرامی اپنے آبا و اجداد سے خلافت رکھتے تھے۔
 حضرت شیخ حسن محمد، شیخ محمد عنایت نور بخشی، ابن محمد علی نور بخشی سے بھی چند سلاسل کی
 خلافت رکھتے ہیں۔ نیز شیخ بہار الدین مشہور بہ حکیم سہروردی سے بھی خلافت رکھتے ہیں۔
وصال : شیخ حسن محمد کا وصال ۲۸ ذیقعدہ ۸۲ھ بروز ہفتہ نمازِ ظہر
 سے دو گھنٹی قبل ہوا۔

مزار مبارک : آپ کا مزار شریف احمد آباد محلہ شاہ پورہ میں ان کے والد
 کی قبر مبارک کے قریب دو قبروں کے درمیان ہے۔ آپ کی تاریخ وصال یہ ہے :
 ام سراج الاولیاء شیخ حسن قطبِ دوراں مید و سالارِ حشمت
 چوں بحق پیوست تاریخ وصال گفت با تفت بود گلزار بہشت
 اس مصرع سے بھی آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے :

”عاشقِ مست بدرہ“

یہ سب کچھ مخزن الاولیاء میں لکھا ہے۔ البتہ مراتِ حنیانی میں لکھا ہے کہ آپ کا
 وصال ۲۷۔ اور ایک قول کے مطابق ۲۸ ذیقعدہ کو ۸۱ھ میں ہوا۔ آپ کی
 حشر نے ۹۸۱ھ کو روضہ کعبہ میں دفن کیا گیا ہے۔

عمر مبارک ملاقات کر کے روزِ شنبہ ۱۲ محرم الحرام ۹۸۲ھ
درتسع صائتہ شد یقین ۹۸۲ھ

اشنبہ ۲
محرم الحرام ۸۰
تھکاتہ ۹۸۰

۱۱۱

قبر مبارک احمد آباد گجرات میں محلہ شاہ پورہ میں ہے۔ مگر مجاہدینِ حشر میں آپ کے فرزند
شیخ محمدؒ نے چھل دد و نسخہ میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۲۸ ذیقعدہ ۹۲۹ھ بمطابق ۱۵۱۸ء
ہفتہ ہوا۔

خلافت : مجزا الادلیا میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے والد شیخ میاں جیوؒ سے
۹۸۲ھ سے چھ سال کی عمر میں خلافت پائی تھی اور لوگ ان کے معتقد ہو گئے تھے۔ پھر میناؤنوی
بارہ سال کی عمر میں شیخ جمال الدین جنؒ کے مرید ہوئے اور جب اٹھارہ سال کی عمر
کے ہوئے تو ان کے چچا و مرشد شیخ جمال الدین جنؒ فوت ہو گئے۔ ان کے وصال
کے بعد شیخ حسن محمدؒ ان کے سجادہ پر بیٹھے اور ۴۱ سال مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز
رہے۔ تالیس برس اپنے والد گرامی کی حیات میں اور چودہ سال اپنے والد گرامی کے
بعد مخلوقِ خدا کی تعلیم و تربیت کی۔ مجزا الادلیا میں ہے کہ فرادیس فرختاشی میں لکھا ہے
کہ حضرت شیخ محمد ابن علی نور بخش جیو صاحب کشف و کرامت دلی تھے احمد آباد میں
آئے تھے اور شیخ احمد جیو مشہور بہ میاں جیو کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ شیخ احمدؒ
مذکور ج کا ارادہ رکھتے تھے۔ شیخ حسن محمدؒ اس وقت دو ڈھائی سال کے تھے۔ شیخ محمدؒ
بن علی نور بخش نے کشف سے دریافت کیا کہ یہ بیٹا دلی ہو گا پس شیخ موصوف نے حضرت
شیخ حسن محمدؒ کو سورہ کافرون سے آخر تک تعلیم دی۔ ایک دن انہوں نے ان کے والد
شیخ احمدؒ مشہور بہ میاں جیو کو کہا اے بھائی شیخ احمد تیرا بیٹا حسن محمد عالم متخلق
باخلاق اللہ اور متصف باوصاف اللہ ہو گا۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اسے
خلافت دوں۔ اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ حج سے
واپسی کے بعد اسے خلافت دے دوں۔

وہ حج کے لئے روانہ ہو گئے اور ایک مدت تک وہاں رہے۔ جب شیخ حسن محمدؒ
پانچ یا چھ سال کے ہوئے شیخ جمال الدینؒ نے انہیں کہا کہ بھائی جیو میں نے تمہارے
بیٹے کو مرید کر لیا ہے اور خلافت دے دی ہے وہ خوش ہوئے اور شہرِ بنیِ تقسیم کی۔
پھر آپ کے والد گرامی نے بھی آپ کو خلافت دے دی۔ بایں ہمہ آپ سلسلہٴ چشتیہ

جمال الدین جن سے رکھتے ہیں۔ بعد میں جب شیخ محمد بن علی نوربخش حج سے واپس آئے تو آپ نے شیخ حسن محمد کو اپنے خاندان کی خلافت دے دی۔ یہ شیخ محمد بن علی نوربخش دہی ہیں کہ ہمارے سلسلہ قادریہ میں ان کا نام شیخ غیاث الدین نوربخش لکھا ہے۔ نیز کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت شیخ حسن محمد سلسلہ چشتیہ دو طریق سے رکھتے تھے۔

ایک شیخ جمال الدین جن کی طرف سے، جیسا کہ ہم نے سلسلہ پیران میں ذکر ہے۔ دوسرا سلسلہ اپنے والد کی طرف سے بھی رکھتے تھے۔ اور اس فقیر نے ایک حال پوسٹ (جو اپنے حال کو چھپاتا تھا) درویش کے پاس جن شاہ دکنی کو دیکھا تھا کہ اس کا سلسلہ واسطہ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی تک پہنچتا تھا اور حضرت اورنگ آبادی نے سلسلہ پیران چشتیہ اس کو طریق مذکور سے دیا تھا یعنی بہ طریق شیخ احمد المشہور بہ میاں جیو دیا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر آئے گا۔ مرآت ضیائی میں رحمت علی شاہ جو حضرت مولانا فیاض الدین جے پورگی (خلیفہ مولانا فخر الدین) کے خلیفہ وقائم مقام تھے، نے لکھا ہے:

”جس وقت شیخ محمد غیاث نوربخش قادری احمد آباد میں آئے تو ایک دن

شیخ جمال الدین جن ان کی ملاقات کے لئے گئے شیخ حسن محمد ان کے

ہمراہ تھے شیخ محمد غیاث نوربخش نے نور باطن سے معلوم کیا کہ یہ سچے ولی کامل ہو گا بلکہ یہ سچے مادر زاد ولی ہے۔ سو ان کے چچا سے کہا کہ اے شیخ جمال الدین یہ سچے مجھے عطا کر دے یعنی میرا مرید بنادے۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے یہ سچے اب تمہارے مکر ابھی بہت چھوٹے ہیں آپ سفر سے فراغت پالیں اور یہ بھی علم ظاہری سے فارغ ہوں اور کچھ بڑا ہو جائے اس کے بعد آپ مرید کر لیں۔ فرمایا۔ بہتر ہے۔ وہ حج پر چلے گئے اور شیخ جمال الدین جن نے اپنے دل میں سوچا کہ میں نے حسن محمد کو شیخ محمد غیاث نوربخش قادری کی ملک کر دیا ہے لیکن خاندان چشتیہ کی نعمت سے محروم نہیں ہونا چاہیے پس پہلے آپ نے خود شیخ حسن محمد کو مرید کیا اور اپنے خاندان چشتیہ کی نعمت و خلافت سے متبرک کیا جب شیخ محمد غیاث بن شیخ محمد علی نوربخش حج سے واپس آئے تو شیخ جمال الدین جن شیخ حسن محمد کو آپ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ آپ کا یہ بیٹا حاضر ہے اپنے خاندان کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔

آپ نے مزاج کے طور پر مکررتے ہوئے فرمایا کہ ہم چاہتے تھے کہ آپ من محمد کو بلا شرکت
 میں بخش دیں لیکن آپ نے کار سازی کی اور اپنی شرکت بھی کر دی۔ انہوں نے کہا میں نے
 انہیں آپ کی غلامی میں دیا ہے مگر یہ خرقة آبا و اجداد سے پشت پر پشت آ رہا ہے میں
 نے چاہا کہ یہ سلسلہ چشتیہ ہمارے گھر سے نہ چلا جائے۔ انہوں نے فرمایا کوئی مضائقہ
 نہیں۔ پس شیخ محمد غیاث نور بخشؒ نے حضرت شیخ حسن محمدؒ کو اپنے خاندان قادریہ میں
 بیعت کیا اور تربیت فرمائی یہاں تک کہ کمائیت کے درجہ تک پہنچا دیا۔ پس خرقة خاندان
 قادریہ، کا ذر و نیہ، فردوسیہ، کبر و بیہ، نور بخشیہ، اور ہمدانیہ عطا کیا۔ چنانچہ آپ کے
 سلسلہ میں ہر خاندان کی خلافت کا شجرہ لکھا جاتا ہے مگر آپ سلسلہ چشتیہ دو طریق سے
 رکھتے ہیں۔ ایک شیخ جمال الدین جن کی طرف سے، جیسا کہ ہمارے سلسلہ پیران میں ذکر آیا
 ہے۔ دوسرا اپنے والد کی جانب سے اس طریق پر: شیخ حسن محمدؒ من (والد خود) شیخ احمد
 المشور بہ میاں جو من شیخ نصیر الدین ثانی من (والد خود) شیخ مجد الدین من (والد خود)
 شیخ سراج الدین من (والد خود) شیخ کمال الدین علامہ من (اپنے حقیقی خالو) شیخ
 نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے آخر عبارت تک، کا تعلق صرف کہتا ہے کہ حضرت شیخ
 نظام الدین اور تک آبادی اس ترتیب سے بھی سلسلہ چشتیہ رکھتے تھے۔

آپ کا سلسلہ سہروردیہ اس طرح بھی ہے:-

شیخ حسن محمدؒ من شیخ بہار الدین الملقب بہ حلیم سہروردیؒ من شیخ شہر اللہ سہروردیؒ
 من شیخ یوسف سہروردیؒ من شیخ برہان الدین سہروردیؒ من شیخ صدر الدین من
 شیخ محمد سہروردیؒ من شیخ الاسلام سہروردیؒ من شیخ ذکری الدین سہروردیؒ
 من شیخ صدر الدین حکیم سہروردیؒ من شیخ اسماعیل سہروردیؒ من شیخ زکری الدین ابوالفتحؒ
 من شیخ صدر الدین عارفؒ من شیخ بہار الدین زکریا ملتانیؒ من شیخ شہاب الدین سہروردیؒ
 من شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ من شیخ وجیہ الدین سہروردیؒ من شیخ محمد بن عبد اللہ
 من شیخ احمد اسودؒ من شیخ ممشاد دینوریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقانیؒ
 من خواجہ معروف کرنیؒ من شیخ داؤد طائیؒ من خواجہ حبیب عجمیؒ من خواجہ حسن بصریؒ

من امیر المؤمنین حضرت علیؑ من حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلہ قادریہ یوں ہے :

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نور بخشؒ من والدہ خود شیخ علی نور بخشؒ من سید محمد نور بخشؒ من خواجہ اسحاق خٹائیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من شیخ زکین الدین علاء الدولہ سمنانیؒ من شیخ نور الدین عبد الرحمن کسریؒ من الاسفہانیؒ من شیخ عبداللہ بغدادیؒ من شیخ رضی الدین علی لالہؒ من شیخ نجم الدین کبریؒ من شیخ غمار یار بدیسیؒ من شیخ ابوجنب سہروردیؒ من شیخ عبد القادر جیلانیؒ من شیخ ابوسعید علی المبارک مخرمیؒ من خواجہ ابوالحسن علی البہکاریؒ من شیخ ابوالفرح یوسف طرسوسیؒ من شیخ عبدالواحد بن عبد العزیز میمنیؒ من شیخ ابوبکر شبلیؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من خواجہ سری سقطیؒ من خواجہ معروف کنفیؒ من امام علی موسیٰ رضاؒ من امام موسیٰ کاظمؒ من امام جعفر صادقؒ من امام محمد باقرؒ من امام زین العابدینؒ من امام حسینؒ من حضرت علیؑ من حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلسلہ گادرونیہ اس طرح ہے :

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نور بخشؒ من (والدہ خود) شیخ علی نور بخشؒ من سید محمد نور بخشؒ من خواجہ اسحاق خٹائیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ من شیخ نور الدین عبد الرحمن کسریؒ من شیخ احمد جودقانیؒ من شیخ رضی الدین علی لالہؒ من شیخ سعید بن عبد الجلیلؒ من خواجہ ابویوسف ہمدانیؒ من خواجہ ابی اسحاق بن شہریار کازرونیؒ من شیخ ابی علی بن حسین اکاریؒ من خواجہ عبد اللہ خفیفؒ من شیخ ابی محمد جعفر بن شیخ ابی عمران سترخیؒ من شیخ ابی تراب بن شیخ حاتمؒ من شیخ شفیق بلخیؒ من سلطان ابراہیم ادم بلخیؒ من خواجہ فیصل ابن عیاضؒ من خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ من خواجہ حسن بصریؒ من حضرت علیؑ مر قضاۃ من حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ کا سلسلہ نور بخشیہ :

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نور بخشؒ من (والدہ خود) محمد علی نور بخشؒ من سید
محمد نور بخشؒ من خواجہ اسحاق خٹائیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من شیخ
علاء الدولہ سمٹانیؒ من نور الدین کسرتیؒ من احمد جورقانیؒ من رضی الدین علی لالہؒ
من مجد الدین بغدادیؒ من نجم الدین کبریؒ من عمار یا سر بیدیؒ من ابو نجیب سہروردیؒ
من امام محمد غزالیؒ من ابو بکر نساجؒ من عبد اللہ گرجستانیؒ من ابو عثمان مغربیؒ من
ابو علی کاتبؒ من ابو علی رودباریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ من سری سقطیؒ من معروف
کرجیؒ من امام علی موسیٰ رضاؒ من امام موسیٰ کاظمؒ من امام جعفر صادقؒ من امام محمد باقرؒ
من امام زین العابدینؒ من امام حسینؒ من حضرت علی مرتضیٰؒ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
آپ کا سلسلہ ہمدانیہ :

شیخ حسن محمدؒ من غیاث نور بخشؒ من علی نور بخشؒ من سید محمد نور بخشؒ من خواجہ
اسحاق خٹائیؒ من سید علی ہمدانیؒ من تقی الدین علی دوسیؒ من علاء الدولہ سمٹانیؒ من
نور الدین کسرتیؒ من شیخ احمد جورقانیؒ من رضی الدین علی لالہؒ من مجد الدین بغدادیؒ
من نجم الدین کبریؒ من روز بہان بقیؒ من شیخ محمود بن خلیفہؒ من شیخ عبد السلامؒ من
شیخ احمدؒ من ابوالحسن سالبہؒ من ابوسلمہ قسویؒ من ابو علی رودباریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ
دیکھئے حسب سابق جیسا کہ قادریہ و نور بخشیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے
سلسلہ فردوسیہ :

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نور بخشؒ من شیخ علی نور بخشؒ من سید محمد نور بخشؒ
من خواجہ اسحاق خٹائیؒ من سید علی ہمدانیؒ من شیخ محمود مزدقانیؒ من علاء الدولہ
سمٹانیؒ من نور الدین کسرتیؒ من احمد جورقانیؒ من رضی الدین علی لالہؒ من مجد الدین بغدادیؒ
من نجم الدین کبریؒ من روز بہان کبیر مصریؒ من ابو نجیب سہروردیؒ من امام احمد غزالیؒ
من ابو بکر نساجؒ من ابوالقاسم گدگانیؒ من ابو عثمان مغربیؒ من ابو علی کاتبؒ من ابو علی
رودباریؒ من خواجہ جنید بغدادیؒ۔ اور آگے جیسا سلسلہ قادریہ میں ہے۔

سلسلہ کبریٰ :

شیخ حسن محمدؒ من شیخ محمد غیاث نور بخشؒ من شیخ علی نور بخشؒ من سید محمد نور بخشؒ
(اس سے آگے جیسا کہ اوپر ہے) پھر شیخ نجم الدین کبریؒ من اسماعیل قیسریؒ من محمد
ماکیلیؒ من محمد بن داؤدؒ من ابوالعباس بن ادیسؒ من ابوالقاسم بن رمضانؒ من ابوالعقوب
طبریؒ من ابوعبداللہ بن عثمانؒ من ابوالعقوب نہر حوریؒ من ابوالعقوب سوسیؒ من خواجہ
عبدالواحد بن زبیدؒ من خواجہ حسن بصریؒ من حضرت علیؒ من حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت شیخ حسن محمدؒ کے تین فرزند تھے (۱) شیخ محمدؒ (۲) شیخ قطب محمدؒ (۳) شیخ احمدؒ
شیخ قطب محمدؒ اور شیخ احمدؒ دونوں لا ولد فوت ہوئے۔ آپ کی اولاد حضرت شیخ
محمدؒ سے جاری ہوئی۔ آپ کے خلفاء بے شمار ہیں۔ مگر ہمارا سلسلہ آپ کے فرزند
حضرت شیخ محمدؒ سے مشہور ہوا۔ چنانچہ اس ہمارے سلسلہ میں ان کا ذکر آئے گا۔

NafsIslam

ذکر حضرت مظہر اللہ التام الصمد شیخ محمد عینی بن شیخ حسن محمد رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والد گرامی شیخ حسن محمدؒ کے مرید و خلیفہ ہیں نام شمس الدین ہے اور لقب
محمد۔ حجاز الادلیا میں لکھا ہے کہ آپ کا نام آپ کے والد نے محمد رکھا تھا نیز یہ کہ آپ کا
لقب قطب ہے۔ اور یہ لقب قطب آپ کو حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی
کے مزار پر انوار سے عطا ہوا تھا۔ مرآت ضیائی میں یہ قصہ اس طرح لکھا ہے کہ :
”جب حضرت شیخ محمد عینی شیخ حسن محمد دہلی میں حضرت مخدوم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی
کے مزار پر انوار کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کی قبر مبارک جو سنگ خارہ سے
بنی ہوئی تھی، درمیان میں سے شق ہو گئی اور آپ قبر مبارک کے اندر چلے گئے۔ کافی دیر
کے بعد جب قبر مبارک سے باہر نکلے تو آپ کے ہاتھ میں حلوہ و نان تھا اور آپ کے گلے
میں کلاب کے پھولوں کا ہار تھا اور وہ تبرکات جو حضرت چراغ دہلیؒ قبر مبارک میں لے

کھڑے آپ کے پاس تھے۔ آپ کو حضرت چرغ دہلی نے یہ تبرکات عطا کئے اور فرمایا تو قطب ہے۔ اس دن کے بعد جو کوئی آپ کو دیکھتا تھا آپ کو شیخ محمد قطب کہتا تھا۔ یہ واقعہ سنو اب الاتقیاء میں بھی لیے ہی مرقوم ہے۔

آپ کی والدہ صاحبہ کا نام بی بی امۃ الغنیؓ تھا وہ شیخ عطار اللہ بن ایمان اللہ بن رفیع اللہ بن سعد اللہ بن عزیز اللہ بن شیخ نیجی بن لطیف الدینؒ (خلیفہ حضرت سلطان المشائخؒ) کی بیٹی تھیں۔ بی بی امۃ الغنیؒ کی والدہ تلج العلماء شیخ تاج الدینؒ کی بیٹی تھیں۔ اور شیخ تاج الدینؒ بابا فرید الدین مسعود حضرت گنج شکرؒ کی اولاد سے تھے۔ (جیسا کہ مخبر الاولیاء میں لکھا ہے) آپ کا مولد احمد آباد گجرات ہے جہاں آپ کی ولادت باسعادت ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ لفظ شیخ ولی سے آپ کا سن ولادت نکلتا ہے۔

آپ کا وصال بروز یک شنبہ بوقت چاشت ۲۹ ربیع الاول ۸۱۷ھ کو ہوا ایک دوسری روایت کے مطابق ۹ جمادی الآخر ۸۱۷ھ کو ہوا۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔ آپ کے مادہ ہائے تاریخ وصال یہ ہیں :-

(۱) بود چشتی محمد اکبر (۲) واصل بن محمد حشتی

یہ سب کچھ مخبر الاولیاء میں درج ہے، جو میاں محمد رشید گجراتیؒ کی تصنیف ہے میاں محمد رشید گجراتیؒ شیخ نیجی مدنیؒ کی اولاد سے تھے۔ مرآت حنیانی میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال بروز جمعہ المبارک بوقت نماز مغرب ۲۹ ربیع الاول ۸۱۷ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک احمد آباد گجرات میں آپ کے والد گرامی شیخ حسن محمدؒ کے مزار مبارک کے قریب مسجد انصار سے متصل ہے۔ (جیسا کہ مرآت حنیانی میں لکھا ہوا ہے) البتہ مخبر الاولیاء میں یوں درج ہے کہ آپ کا مزار مبارک آپ کے والد گرامیؒ کے مزار مبارک کے قریب مشرق کی طرف ہے۔ آپ کے مفصل حالات سنو اب الاتقیاء میں موجود ہیں۔

آپ کے چار فرزند تھے (۱) شیخ عزیز اللہؒ (۲) شیخ سراج الدینؒ (۳) شیخ حسن محمدؒ (۴) شیخ محمودؒ (جو حضرت شیخ نیجی مدنیؒ کے والد تھے) آپ کے خلفاء بے شمار ہیں۔ مکہ آپ کے خلفاء میں سے مشہور ترین آپ کے پوتے شیخ نیجی مدنیؒ ہیں جن سے

سہارا مشائخ کا سلسلہ جاری ہوا۔

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اور صاحب وجد و سماع۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے تغیر حسینی اور چہل و دو نسخہ (جس کے اندر بیالیس ابواب ہیں) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ذکر حضرت شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک محی الدین، لقب شیخ یحییٰ مدنی اور کنیت ابی یوسف ہے۔ آپ کے والد کا نام شیخ محمود بن شیخ حسن محمد بن شیخ احمد میاں جیور بن نصیر الدین ثانی بن شیخ مجد الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ علامہ کمال الدین چشتی تھا۔ شیخ یحییٰ مدنی کے ایک اور بھائی شیخ فرید نام بھی تھے۔ وہ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع بھی تھے۔

حضرت شیخ یحییٰ مدنی کی ولادت ۲۰ ماہ رمضان سنہ ۱۱۰۰ ہجری بمقام جمعات ہوئی۔ آپ کی جائے ولادت احمد آباد گجرات ہے۔ نجر الاویلیا میں آپ کی تاریخ ولادت ان اشعار سے نکالی گئی ہے:

(۱)

چو سلطان الولايت شیخ یحییٰ	کہ بر دے از خدا صد آفرین باد
تو لد یافت در تاریخ مسعود	سعادت ذات پاکش ز آفرین باد

(۲)

آل شیخ حرم چو در جہاں گشت پدید	آوازہ خوشدلی با فلاک رسید
از لفظ رضی بہ پیش از باب کمال	تاریخ تولدش میں گم دید

آپ کی والدہ محترمہ کا نام بی بی رابعہ بنت شیخ تلج محمد عرف ملک تاجو دلد ملک قطب

بن ملک لطف اللہ رحمہ اللہ تھا جو قاضی النسب تھے۔ حضرت یحییٰ مدنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و اشارہ سے احمد آباد سے منتقل ہو کر مدینہ منورہ جا کر سکونت اختیار کی تھی۔ اسی نسبت سے آپ کو مدنی کہتے ہیں۔ آپ کی عمر نوے (۹۰) سال ہوئی۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۲۸ ماہ صفر ۱۲۲۲ھ کو رات کے تیسرے پہر کے آخری حصہ میں ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق سنہ ۱۲۲۲ھ میں وصال ہوا جیسا کہ مخبر الاولیاء میں لکھا ہے۔ مرآت ضیائی میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۲۷ ماہ صفر کو ہوا مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری چودہ سال مدینہ منورہ میں رہے۔ آپ کی قبر مبارک مدینہ طیبہ کے جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قبة مبارک کے قریب ہے۔

معارج الولايت في مدارج الهداية میں آپ کا مفصل ذکر موجود ہے نیز محمد علی قزوینی بنی شیح فیروز نے جو آپ کے مریدوں میں سے ہے، مفتاح الکرامات کے نام سے ایک کتاب آپ کے ملفوظات و حالات میں لکھی ہے جس میں آپ کا مفصل ذکر ہے۔ آپ کی کافی اولاد تھی جو احمد آباد میں رہتی تھی۔ آپ کے خلفاء بھی بہت تھے۔ مگر آپ کے مشہور ترین خلیفہ حضرت شیخ حکیم اللہ جہاں آبادی ہیں جن سے ہماری پیدل کا سلسلہ جاری ہوا۔

ذکر حضرت شیخ حکیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مبارک حکیم اللہ ہے اور آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی حاجی نور اللہ بن شیخ احمد بن شیخ حامد صدیقی ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد جو ترکستان کے شہر خجند کے رہنے والے تھے سلطان شہاب الدین شاہ جہاں بادشاہ دہلی کے زمانہ میں شاہ جہاں آباد یعنی دہلی میں آکر آباد ہوئے۔ آپ کے والد علم نجوم ہدیت میں درجہ کمال پر تھے۔ اسی لئے شاہ جہاں بادشاہ نے لال قلعہ کی تعمیر کے وقت انہیں خجند سے طلب کیا تھا۔ جیسا کہ مرآت ضیائی میں لکھا ہے۔ مگر مخبر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کے والد صاحب کا نام شیخ طیب تھا اور وہ لاہوری الاصل تھے۔ کاتب المحروف

کتاب کے عجیب نہیں کہ دونوں آپ ہی کے نام ہوں اور نجد سے لاہور آکر ساکن ہوئے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ البتہ آپ کو بہت جگہوں سے خلافت اور فیض حاصل ہوا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے علوم ظاہری میں آپ کے استاد شیخ ابو رضا ہندی تھے، جو شیخ عبدالعزیز شکر بارہ چشتیؒ کی اولاد سے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۸۸ھ میں ہوئی۔ چنانچہ اپنی تاریخ ولادت آپ نے غنی کے لفظ سے نکالی ہے اور رقعات طبری میں درج کی ہے جیسا کہ مراتِ ضیائی میں لکھا ہوا ہے۔ مراتِ ضیائی میں آپ کی عمر ۸۸ سال اور محرم الاولیاء میں ۸۳ سال لکھی ہوئی ہے۔ آپ کا وصال ۱۲۲۲ھ میں ۲۴ ربیع الاول کی رات بروز منگل ہوا، جیسا کہ مراتِ ضیائی میں لکھا ہوا ہے۔ البتہ محرم الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال بتاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۲۲ھ منگل کی رات (یعنی پیر و منگل کی درمیانی رات) کو جبکہ ایک پہر تین گھڑی رات گزر چکی تھی، ہوا۔

آپ کا مزار مبارک شاہجہان آباد (دہلی) میں لال قلعہ کے نیچے خانم بازار میں جامع مسجد کے قریب ہے۔ کاتب الخروف (حاجی یحییٰ الدین) لکھتا ہے کہ سال غدر (۱۷۸۷ھ) کی جنگِ آزادی میں جب نصاریٰ (یعنی انگریزوں) نے دہلی کے اہل اسلام پر فتح پائی تو لال قلعہ (شاہی قلعہ) کے قریب تمام مکانات کو تباہ کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کی خانقاہ کو بھی منہدم کر دیا۔ البتہ مزار شریف باقی ہے۔ اب مزار شریف کے ارد گرد وسیع میدان ہے۔ البتہ اس سال میاں نظام الدینؒ بنیرہ حضرت مولانا فخر الدینؒ فرماتے تھے کہ میں نے انگریزوں کی اجازت لی ہے، مزار شریف کے ارد گرد احاطہ تعمیر کر دوں گا۔

آپ کے وصال کی تاریخیں درج ذیل اشعار سے نکالی گئی ہیں :

(۱)

بود مقبول دد عالم از قبول	موسیٰ امتِ کلیم اللہ عصر
ہم بظاہر با خدا کرد و حصول	واصل حق بود در باطن کنوں
ز در قم شد حشر با آل رسولؐ	صال و شمس با تفت از کلک جلی

یعنی لفظ "شدحشر با آل رسول" سے تاریخ نکلتی ہے۔

(۲)

فضل و کمائش بیش بودہ مرہم قلب ریش بودہ
سال و صلش گفت یافت قطب زمانہ خویش بودہ

لفظ "قطب زمانہ خویش بودہ" سے تاریخ نکلتی ہے۔ مرات ضیائی میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ دھال کے وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے :

غبار خاطر عشاق مد عطلی ست بخلوتے کہ منم یاد دوست بے ادبی ست
آپ کی مجلس سماع کا طریقہ یہ تھا کہ اپنی مجلس میں غیر سلسلہ کو داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ دروازہ کو بند کر دیتے تھے اور کسی شخص کو دروازہ پر بٹھا دیتے تھے۔ مگر اپنے خلیفہ اور نگ آبادی کو اجازت دے رکھی تھی کہ آپ کا اختیار ہے کہ چاہے بند (مخصوص) مجلس کریں یا ظاہر مجلس (عام) کریں۔

آپ کے دو نکاح تھے۔ ابتدائے سلوک میں ایک شادی شرف کے ایک خاندان میں کی تھی وہ بغیر اولاد پیدا کئے فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد ایک کنیز کو اپنی زوجیت میں لیا۔ جس سے چار فرزند پیدا ہوئے (جیسا کہ رقعات کلیمی میں لکھا ہوا ہے) (۱) سب سے بڑے حامد سعید (۲) دوسرے فضل اللہ (۳) تیسرے احسان اللہ (۴) چوتھے خواجہ محمد جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ آپ کی پانچ بیٹیاں تھیں (۱) بی بی رابعہ جو آپ کے خلیفہ محمد ہاشم کے نکاح میں آئیں (۲) فخر النساء جو آپ کے بھتیجے شیخ عبدالرحیم کے نکاح میں تھیں (۳) بی بی زینب عرف بی بی مصری جو شاہ میر کی زوجہ تھیں (۴) چوتھی بیٹی کا نام راوی نے نہیں لکھا مگر یہ بیٹی بھی محمد ہاشم کے نکاح میں آئیں، جب ان کی پہلی بیوی فوت ہو گئیں (۵) اور پانچویں بیٹی کا حال راوی نے نہیں لکھا کہ اس کا کیا نام تھا اور کس کے نکاح میں آئیں۔ یہ سب کچھ رقعات کلیمی میں درج ہے۔

آپ کے مرشدوں کا ذکر، ان سے اجازت و خلافت اور ان کے ارشادات کا تذکرہ یوں ہے۔ کہ آپ (علیہ السلام) حضرت شیخ یحییٰ مدنی کے مرید و خلیفہ میں تکمیل تمام کے

سلسلہ میں حضرت ابو فرح قادریؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ خاندان نقشبندیہ میں حضرت امیر
محترم لاہوریؒ کے دست مبارک سے خرقہ پہنا۔ خیرالادبیا میں لکھا ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ
میں حضرت تید محمد مجرودیؒ سے بھی قادریہ خلافت حاصل کی۔ اور آپ کے نقشبندیہ سلسلہ
کے بانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے ذکر میں پہلے ہی تحریر کیا جا چکا ہے
خلفاء: آپ کے بے شمار خلفاء تھے۔ (۱) سب سے پہلے حضرت شیخ نظام الدین
اورنگ آبادیؒ (۲) دوسرے تید بدھنؒ (۳) حافظ محمودؒ (۴) شیخ جمال الدینؒ (۵)
پانچویں آپ کے فرزند شیخ حامد سعیدؒ (۶) چھٹے قاضی عبدالولیؒ سکسٹھ سنگھانہ (۷) ساتویں
شیخ نداری ناگوریؒ نیرہ سلطان التارکین حمید الدین ناگوریؒ (شیخ نداری ناگوریؒ کا
مزار مبارک سنگھانہ میں ہے) (۸) آٹھویں شاہ ضیاء الدینؒ (۹) شاہ اسد اللہؒ (۱۰)
شاہ جلال الدینؒ (۱۱) گیارھویں آپ کے پوتے داماد محمد ہاشمؒ۔ البتہ آپ کا سلسلہ حضرت
خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی نسبت سے جتنا مشہور ہوا، اس طرح دیگر حضرات
کی نسبت سے مشہور نہیں ہوا۔ اس لئے کہ وہی آپ کے قائم مقام تھے۔
حضرت شیخ حکیم اللہؒ کی تصانیف بھی بہت ہیں۔ آپ نے القرآن کے نام سے تفسیر
قرآن بھی لکھی جو تفسیر جلالین کے مشابہ ہے۔ البتہ (دووں میں فرق یہ ہے کہ) آپ کی
تفسیر مذہبِ حنفی کے مطابق ہے۔ اور جلالین مذہبِ شافعی کے مطابق ہے۔ تفسیر قرآن
کے علاوہ سوراہہ البیسل، تسنیم، عشرہ کاملہ، کشکول، مرقع، رقائق حکیمی اور
علم منطق میں رسالہ آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رضی اللہ عنہ

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور صاحبِ دجد و سماع۔ آپ کا سلسلہ
نسب شیخ اشیرخ حضرت شہاب الدین ہرودیؒ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ
تک پہنچتا ہے۔ آپ کا اصل وطن ضلع پورب تھا، جہاں لکھنؤ کے قریب قصبہ کالوری

یا نگر و آں میں آپ پیدا ہوئے (جیسا کہ مرآتِ ضیائی میں لکھا ہوا ہے)۔ آپ کے بزرگ باہر سے آکر اس جگہ سکونت پذیر ہوئے تھے۔ جس وقت حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے درس و تدریس اور لنگر برائے طلبہ کا مشہرہ آپ کے کان میں پڑا تو طلب علم کے ارادہ سے شام جہاں آباد (دہلی) میں آئے اور شیخ کلیم اللہ کی خدمت میں رہ کر ایک مدت تک علم حاصل کیا۔ علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد اُن سے بیعت کی اور تھوڑی سی مدت میں حضرت شیخ کلیم اللہ کی توجہ سے زہد، ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعہ تکمیل کے مرتبہ تک پہنچ گئے۔ آپ اپنے شیخ و مرشد سے ہر خاندان کی خلافت سے فیض یاب ہوئے۔ اور ملک دکن کے صاحبِ ولایت مقرر ہوئے۔ دکن میں آکر آپ مبارک بنیادوں والے شہر اورنگ آباد میں مقیم ہوئے جہاں ہزار ہا مخلوق خدا نے آپ سے ہدایت حاصل کی۔

آپ کا دھال ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ کو منگل کی رات نمازِ عشاء کے بعد ہوا۔ جبکہ رات کا تیسرا حصہ گزر چکا تھا (جیسا کہ مرآتِ ضیائی میں لکھا ہوا ہے) مگر خبرِ الاویا میں مرقوم ہے کہ آپ کا دھال منگل کے دن سن مذکور میں ظہر کے وقت ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر بیاسی (۸۲) برس تھی اور اُس وقت آپ کے پیر و مرشد کے دھال کو چھ ماہ ۱۸ دن ہوئے تھے۔ آپ کامزارِ مبارک اورنگ آباد میں ہے۔ اورنگ آباد کا پہلا نام دھارا نگر ہی تھا۔ اس کے بعد اس کا نام دیو گڑھ ہوا۔ پھر سلطان محمد تغلق نے اس کا نام دولت آباد رکھا۔ اس کے بعد عالمگیر بادشاہ نے اسے اورنگ آباد کا نام دیا (جیسا کہ غیاث اللغات میں ہے) آپ کا ایک صحیح یہ تھا:

در رعایت دہا کو شش نظام دین بدینا مفروش

دوسرا صحیح یہ تھا: طاعتِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

آپ کے پانچ فرزند تھے۔ سب سے بڑے شیخ محمد اسماعیلؒ دوسرے مولانا فخر الدینؒ تیسرے غلام معین الدینؒ چوتھے غلام بہاؤ الدینؒ پانچویں غلام کلیم اللہؒ شیخ محمد اسماعیلؒ خواجہ کامکار خانؒ کے مرید ہوئے جو حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے خلیفہ و اعظم تھے۔ حضرت اورنگ آبادیؒ کے ملفوظ جس کا نام احسن التماثل ہے خواجہ کامکار خانؒ

کی تصنیف ہے۔ باقی تینوں بھائی اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا فخر الدینؒ کے مرید ہوئے
(جبکہ مرآتِ حیات میں ہے) حضرت اورنگ آبادیؒ کی تصانیف بھی ہیں۔ ان میں سے
ایک رسالہ نظامِ القلوب ہے جس میں اشتغال و اذکار ہیں۔

آپ کے خلفاء بہت ہیں ان میں سے بعض اسمائے گرامی یہ ہیں :
کامکار خانؒ، محمد علیؒ، خواجہ نور الدینؒ، مولانا فخر الدینؒ، سید نذیر علیؒ، شاہ عشق اللہؒ
غلام قادر خانؒ، محمد یار بیگؒ (کہ ملک توران کے شرفائے تھے) محمد جعفر، منیر محمدؒ
کرم علی شاہؒ رجن کا مراد قصبہ پنہل میں ہے)

کاتبِ الحروف کتب کے خلفائے اورنگ آبادیؒ میں سے یہ کرم علی شاہؒ صاحب
حال تھے۔ ان کے خلفاء کے مریدوں میں سے ایک شخص جن شاہ نام اس فقیر سے قصبہ
گھٹا ٹو میں (جو ناگور کے قریب ہے) ملا تھا۔ وہ ذکر و اشتغال میں مشغول رہتا تھا۔ مگر
وہ ان بزرگوں کا طریقہ اپنانے لکھا جو اپنے کمال پر پہنچنے والے رہتے ہیں۔ ایک روز وہ اپنا
سلسلہ (شجرہ) پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے جناب اورنگ آبادیؒ اور دیگر پیرانِ عظام کا نام سنا
میں نے جانا کہ یہ بھی ہمارے سلسلہ سے ہے مجھے اس سے محبت ہو گئی۔ اُس کے سلسلہ کو یاد کر
لیا اور وہ یہ ہے : جن شاہؒ من اشتیاق شاہؒ سکندھوٹی من آفتاب شاہؒ سکندھوٹی من محمود شاہؒ سکندھوٹی (اور یہ سکندھوٹی ملک ملواریں ہے جو حیدر آباد سے مغرب کی
طرف ہے) من معزز شاہؒ رجن کی قبر مبارک قصبہ پنہل میں ہے جو ملک دکن میں حیدر آباد کی
طرف ہے) من کرم علی شاہؒ پنہلی (کہ رجن کی قبر بھی پنہل میں ہے) من حضرت شیخ نظام الدینؒ
اورنگ آبادیؒ اور اس سے آگے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ہمارا سلسلہ چشتیہ شیخ حسن محمدؒ
تک۔ پھر آگے شیخ حسن محمدؒ من شیخ احمد میاں جیو من نصیر الدین ثانیؒ من شیخ محمد الدینؒ
من شیخ نراج الدینؒ من شیخ کمال الدین علامہؒ اور اس سے آگے حسب مذکور)

جن شاہؒ مذکور اکثر ذکرِ پنجتن کی ضرب اس ترتیب سے لگاتا تھا : یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)
دائیں طرف۔ یا علیؑ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بائیں طرف یا فاطمہؑ سامنے، یا حسنؑ پیچھے کی طرف۔ اور
یا حسینؑ دکھانے کی طرف۔ اور یہ ذکر حضرت اورنگ آبادیؒ کی کتاب نظامِ القلوب میں درج ہے۔

نیز حضرت اورنگ آبادیؒ کے خلفاء میں سے ایک امام الدینؒ نام کے تھے۔ جیسا کہ رقت علیؒ میں ہے۔ آپ کے خلفاء میں سے ایک شیخ محمود حافظ مودودؒ تھے۔ ان کے خلیفہ کریم شاہؒ تھے۔ اور ان کے خلیفہ محمد بنیہؒ تھے کہ پاک پٹن کے قریب قصبہ کنہیر میں ان کا روضہ ہے۔ سائب الخروف کہتے ہیں کہ اس سال ایک شخص محمد اکرم کلال جو بلدہ قاسم (جو بہار شریف کے قریب ہے) کا رہنے والا تھا۔ اور قوم کلال سے تھا، اس فقیر سے اسی قصبہ کی مسجد میں ملا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اپنا سلسلہ پڑھ۔ جب اس نے پڑھا تو اس کا سلسلہ حضرت اورنگ آبادیؒ تک پہنچا۔ ترتیب یہ تھی: محمد اکرمؒ من محمد بنیہؒ لوہار من کریم شاہؒ من حافظ مودودؒ من شاہ محمودؒ من حضرت شیخ نظام الدینؒ اورنگ آبادیؒ (اور لگے آخر تک جیسا کہ ہمارا سلسلہ چشتیہ) ان کے علاوہ آپ کے اور بھی بہت سے خلفاء ہیں۔ مگر جیسا آپ کا سلسلہ حضرت مولانا فخر الدینؒ سے جاری ہوا اور کسی خلیفہ سے نہیں ہوا۔

ذکر حضرت مولانا فخر الدین محب البقی رضی اللہ عنہ

آپ اپنے والد حضرت شیخ نظام الدینؒ اورنگ آبادیؒ کے بیٹے، مرید، خلیفہ و قائم مقام ہیں۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے۔ آپ کی جائے ولادت اورنگ آباد ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ محمد گیسو دراز کی اولاد سے تھیں آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ جب آپ کی ولادت کی خبر حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ تک پہنچی تو اپنا لباس حضرت مولانا صاحبؒ کے لئے بھیجا اور اورنگ آبادیؒ کو لکھا کہ ان کا نام مولانا فخر الدینؒ رکھا جائے۔ یہ میرا بیٹا ہے جو شاہ جہان پور کو اپنے نور ہدایت سے منور کرے گا۔ اس سبب سے آپ کا لقب مولانا پڑا (جیسا کہ مرات ضیائیؒ میں ہے) آپ کا دوسرا لقب محب البقی ہے۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ میں دو باتیں لکھی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ خلاصۃ الفوائد میں لکھلے کہ حضرت خواجہ نور محمد ہمدانیؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے محب البقی کے لقب اور لفظ مبارک سے کوئی واقف نہ تھا۔ ایک

روز حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم ایک دن مخدوم حضرت چراغ دہلیؒ کے عرس کے موقعہ پر ان کے مزار پر گئے۔ دیکھا کہ رات کے وقت مخدوم صاحبؒ عرس کے تبرک کے طور پر اپنے لشکر سے کچھ تبرک اپنے ہاتھ میں لئے ہیں اور مجھے دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ”تم محب الہی ہو“ جب یہ لقب اُن کی زبان مبارک سے سُنا تو مجھے بہت مرغوب پُسنہ آیا۔ دوسری یہ کہ مرآتِ حنیائی میں مرقوم ہے کہ جب مولانا صاحبؒ اور رنگ آباد سے دہلی کی طرف تشریف لائے تھے تو راستہ میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ بزرگؒ کے عرس میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص مدّتوں سے اس بارگاہ میں جس پر آسمان کی بلندیوں کا گمان گزرتا تھا، اپنی حاجت برآری کے لئے پڑا تھا۔ اُسے ایک رات خواب میں خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ اُس شخص کو دیکھ لے ہو صبح ان کی خدمت میں جاؤ اور اپنی حاجت طلب کرو۔ اور حضرت مولانا صاحبؒ کو اسے دکھا دیا۔ اور فرمایا کہ اس کا نام محب الہی ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص آستانہ شریف میں تجسس کی خاطر آیا۔ اور آپ کو مسجد میں دیکھ کر شناخت کر لیا کہ یہی وہ صاحبؒ ہیں جنہیں حضرت خواجہ بزرگؒ نے کل اشارہ فرمایا تھا۔ ان کے بارہ میں پوچھنے لگا۔ حضرت مولانا صاحبؒ کے ہمراہ دو آدمی تھے۔ ان کو کہا ہوا تھا کہ جو کوئی میرے بارہ میں پوچھے کہہ دیں کہ سوداگر ہے۔ تجارت کے لئے جا رہا ہے۔ القصد وہ شخص مولانا صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور اپنا رات کا احوال ظاہر کیا۔ مولانا صاحبؒ ایک طرف ہو گئے اور فرمایا کہ اسے عزیز میں مسافر ہوں اور روزگار کے سلسلہ میں پھر رہا ہوں۔ اس واقعہ سے میری کوئی نسبت نہیں ہے۔ اُس نے کہا مجھے خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ہے اور آپ کی صورت خواب میں دکھائی ہے۔ آپ بالکل وہی ہیں صرف نام میں فرق ہے۔ مولانا صاحبؒ نے پوچھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے کیا نام فرمایا تھا۔ کہنے لگا کہ محب الہی۔ مولانا صاحبؒ نے جان لیا کہ شخص سچا ہے کیونکہ مولانا صاحبؒ پر غلبہٴ فنا فی الرسول بہت زیادہ تھا۔ آپ نے اس کی حاجت پوری کی اور فرمایا کہ اس راز کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ اس خطاب کو پسند فرمایا اور اس دن سے اس القاب کو اپنے سلسلہٴ شجرہ میں داخل کر لیا۔ آپ ناز کیا کرتے تھے کہ

یہ لقب مجھے حضرت خواجہ بزرگ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ عجیب نہیں ہے کہ دونوں بزرگ یعنی خواجہ بزرگ اور محمد فیض الدینؒ سے یہ لقب مذکور عنایت ہوا ہو۔

آپ مادر زاد ولی تھے۔ سات سال کے تھے کہ ایک دن اپنے والد صاحب کو مٹھی چابی کر رہے تھے۔ اس وقت ان کو غنودگی آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بن کے پانچ دنے بہشت سے لاکر آپ کو دئے۔ کھانے کا ارادہ کیا کہ اتنے میں آپ کے والد گرامی نے فرمایا اے بیٹے اکیلے اکیلے نہ کھاؤ۔ ہمارا حصہ بھی دو۔ پس آپ نے چند دنے اپنے والد کو دے دیئے۔ جب آپ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو آپ نے تمام علوم حاصل کر لئے۔ اپنے والد صاحب سے مرعوم کی چند کتابیں پڑھیں۔ علم حدیث میں مشارق، ایک رسالہ تیر اندازی ایک رسالہ طب، ایک کتاب فقہ شرح وقایہ، ایک کتاب سلوک نفحات الانس۔ اور باقی علوم دوسری جگہ سے حاصل کیئے۔ آپ سولہ سال کے تھے کہ آپ کے والد گرامی وفات پا گئے۔ اور اپنی نعمت باطنی اور خرقہ خلافت آپ کو عطا کر گئے۔ بعد ازاں آپ نے دن رات کی محنت سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اور پھر مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور رتبہ کمالیت تک پہنچے۔ تکمیل تعلیم کے بعد اپنے حال کو چھپانے کی خاطر جوانوں کی روش کے مطابق تین سال نوکری کی تاکہ ظاہر میں آپ کے بارہ میں بدن ہو کر زبان شکایت دراز کریں۔ آخر ایک دن کامگار خان نے جو آپ کے ہم خرقہ اور پیر بھائی تھے، بطور نصیحت کہا کہ اے صاحبزادے یہ روش آپ کے لئے درست نہیں ہے اپنے والد کا طریقہ اختیار کرو، خلق بہت شکوہ کوئی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے لئے دعا کر دیں کہ حق تعالیٰ مجھے ہدایت دیں، انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ آپ نے بھی اٹھائے آپ نے اسی وقت کامگار خانؒ کی تمام نعمت سلب کر لی۔ انہوں نے قدموں میں گور کر عرض کیا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ نے اپنے کام کی تکمیل کر کے شیوہ زندان اختیار کیا ہوا ہے۔ فرمایا۔ خیر اللہ کی مرضی یہی تھی کہ میں اپنے آپ کو ظاہر کر دوں حالانکہ میں چاہتا تھا کہ میرے احوال سے کسی کو خبر نہ ہو۔ پس اُس دن سے اپنے والد گرامیؒ کی خانقاہ میں سجادہ مشیخت پر بیٹھ گئے اور خلق خدا کو طریقت و شریعت کے راستہ کی تلقین کرنے لگے۔

منقول ہے کہ ایک دن عین محویت کے عالم میں آپ کے کانوں میں غیب سے یہ مصرع آیا :

ع۔ بند بگسل باش آزاد لے پسر

اور جناب خواجہ بزرگ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ دہلی میں آجائیں۔ آپ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میرے والد صاحب نے بھی مجھے شاہجہان آباد کے بلے میں فرمایا تھا۔ البتہ اپنے والد صاحب کی خانقاہ کو کیسے پھوڑوں۔ ایک دن روضہ شریف سے یہ شعر آپ

کو سنائی دیا :-

شرقیہ قلم بخود ی تخت روان من

بچوں فرما دزدوم نہ چون مجھوں میں دام

دیں سلطنت فقر کا بادشاہ ہوں اور بے خودی میرا تخت روان ہے میں نہ تو فرما د

کی طرح مزدور ہوں اور نہ مجھوں کی طرح زمین کا مالک ہوں

مولانا صاحب نے اس شعر سے جانا کہ دہلی جانے کے لئے شیخ نے اجازت دے دی ہے

۱۱۶۲ھ میں دہلی تشریف لے آئے۔ خلاصۃ القوائد میں بھی یوں ہی لکھا ہوا ہے کہ آپ اپنے شیخ سے مذکورہ بالا شعر سننے کے بعد ۱۱۵۵ھ میں دہلی تشریف لے آئے۔ نواب غازی الدین خان

نے آپ کے ورود دہلی کے سال کو اپنی مشنری میں یوں بیان کیا ہے :-

شصت و پنج و ہزار صد افرون

بود سالے کہ فرخ و میمون

دہلی کہنہ را نوا بخمشید

فرز دین با قدم سعد و سعید

گشت دہلی چو چشم مار و شن

کو د آں مرد یک در و چو وطن

چھ ماہ کے بعد اسی سال مذکور میں آپ پاک پتن تشریف لے گئے۔

آپ کا وصال ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو ہوا۔ ہفتہ کی رات نماز عشاء کے بعد

میں ایک ہزار چار گھڑی رات گزری تھی آپ کی روح قفسِ عنبری سے پرواز کر گئی۔

آپ کی تاریخ وصال یہ ہے :

”محبت البقی ہادی محمد فخر الدین“

آپ کی ایک اور تاریخ وصال سنگ مرمر کی تختی چو جو آپ کے مزار مبارک کے سر پہ

۱۱۶۲ھ میں لکھی ہوئی ہے :
۱۱۶۵ھ میں لکھی ہوئی ہے :
۱۱۶۵ھ میں لکھی ہوئی ہے :
۱۱۶۵ھ میں لکھی ہوئی ہے :

بگذاشت فخر دین چو مہاں سرگفانی در آستانہ جاداد آں قطب جادو دانی
 سہل وصال آں مراد غیب چون بستم آواز داد ہاقت خورشید دو جہانی
 لفظ خورشید دو جہانی میں تاریخ وصال ہے۔ آپ کامزار مبارک پرانی دہلی میں
 حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکل کی خانقاہ میں مسجد کے بالکل قریب ہے۔

آپ کے ایک ہی فرزند تھے، جن کا نام مولانا قطب الدین تھا۔ اور ان کے لگے
 ایک ہی بیٹا تھا، غلام فیض الدین نام عرف کاکلے میاں صاحب اور ان کے گنگے پانچ بیٹے
 تھے۔ سب سے بڑے غلام نظام الدین صاحب جو اس وقت حضرت مولانا صاحب کے
 صاحب سجادہ ہیں۔ دوسرے غلام معین الدین یہ دونوں ایک والدہ سے ہیں۔ جو
 سید زادی تھیں۔ تیسرے وجیہ الدین۔ چوتھے امین الدین۔ پانچویں کمال الدین۔
 امین الدین بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ اور یہ تینوں بھائی سلاطین تیموریہ کی اولادیں
 سے ایک شہزادی کے بطن سے تھے۔ آپ کی تین بیٹیاں تھیں۔ دو سید زادی سے جن
 کی فتح پور یکری میں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ کے فواسل سے شادی ہوئی تھی۔ اور ایک
 بیٹی شہزادی سے تھی۔

آپ کی تصانیف بہت سی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب فخر الحسن ہے۔ اس کتاب
 میں مولوی (شاہ) ولی اللہ دہلوی کے موقف کی تردید ہے۔ دوسری کتاب عقائد نظامیہ
 علم عقائد میں ہے۔ متفرق رقعات بھی ملے ہیں چنانچہ ان رقعات میں سے ایک
 ذیل میں تبرکاً درج کیا جاتا ہے:

حضرت مولانا صاحب کا مکتوب گرامی

جو آپ نے ایک عزیز کو تحریر فرمایا تھا،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب حمد و تائش اُس ذات اقدس کے لئے ہے، جو اول بھی ہے اور آخر بھی
 اور جو ظالم بھی ہے اور باطن بھی۔ صلوٰۃ و سلام ہوں اللہ تعالیٰ کے سچے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۳۰
 پر جنہوں نے فرمایا ہے کہ میں میم کے بغیر احمد ہوں اور جس نے مجھے دیکھا اس نے
 گویا ذاتِ برحق کا دیدار کر لیا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل چند اہم کلمات جو میں نے ایک
 بزرگ کی زبان سے سنے تھے آپ جان عزیز کے گرامی نامہ کے جواب میں تحریر کر رہا ہوں۔
 آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا وجود واجب اور لابدی ہے
 اس طرح اس کی پرستش اور عبادت بھی واجب اور لابدی ہے نیز جس طرح رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کا وجود مجسم خیر و صلاح ہے بعینہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکامات کا اتباع بھی
 موجب حکمت و فلاح ہے لیکن جو اشخاص اس کو کافی خیال کرتے ہیں اور اس کو ہی مرتبہ
 کمال جانتے ہیں وہ بوجہ حقیقت نہیں پاتے بلکہ وہ چوپائے ہیں۔

انسانی صلاحیتوں کا یہ تقاضا ہے کہ انسان ہر چیز کی حقیقت اور اس کی اصل
 ہستی پر غور و فکر کرے۔ انسان سوچتا ہے کہ یہ تمام موجودات کہاں سے آئیں اور
 ان کی حقیقت کیا ہے لیکن واقع یہ ہے کہ مردانِ خدا نے برسوں ریاضتیں کیں۔ ان کا
 روحانی سفر زمین سے شروع ہو کر عرش الہی تک جا کر ختم ہوا لیکن بایں ہمدہ آخر کار
 مجبور ہو کر پکار اٹھے "لا موجود الا اللہ" یعنی اللہ کے سوا کسی چیز کا وجود ہی نہیں
 ہے۔ یہ نظریہ ان کی ذاتی رائے نہیں ہوتا بلکہ وہ اسے قرآن و حدیث سے بھی ثابت
 کرتے ہیں:

نیست دقت آشنا طبعی کہ ہمچوں مردمک

خط کشد بر جہد دقت را بامد نقطہء

واقعی حقیقت کی دنیا میں پورے علم کی حیثیت ایک نقطہ سے زیادہ نہیں ہے۔
 موجودہ دور کے چند مقلد لوگ جنہوں نے بظاہر محقق کا لبادہ اور بھیس پہن رکھا
 ہے اور اپنے آپ کو دنیا کا پیر و مرشد سمجھے بیٹھے ہیں، وہ اپنے باطل نظریات سے لوگوں
 کو خراب اور گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ خدا کی شان! یہ لوگ شریعت کے میدان میں اپنے
 آپ کو بایزید و جنید کا ہم پلہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ مگر جب ان کا کھوج لگایا جاتا ہے

تو پتہ چلتا ہے کہ ان بے چاروں کو تو توحید کی بھی خبر نہیں۔ نہ یہ صاحبِ وحدت ہی اور نہ ہی نظریہ وحدت کی انہیں سمجھوتہ ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص نظریہ وحدت الوجود کا قائل نہیں، اسے نہ تو فقیر کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی وہ پیروں کے زمرہ میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ایسے آدمی کو تو فقرائے گردہ سے نکال کر باہر پھینک دینا چاہیے۔ کیونکہ فقرائے اصل ملک یہ ہے کہ اس ذات کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ پس جو شخص بھی نظریہ وحدت الوجود کا قائل نہیں اور اس نظریہ کی لذت سے بہرہ ور نہیں تو ایسا شخص بلاشبہ ایک اندھا دھند مقلد ہے۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایسے کم عقل افراد جو نشہ توحید سے سرشار نہیں، وہ جادہ شریعت سے ہٹے ہوئے ہیں۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ وہ درجہ کمال سے دُور ہیں۔

بلاشبہ راہِ حقیقت کے مسافر کو ہر قدم پر لغزش کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ کبھی تو لوگ اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اور کبھی اسے دہریہ کہا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا رسی کا کمال اسی میں ہے کہ انسان خواہ کتنی ہی حدِ ود طے کر لے اور اس کی پرواز کتنی بھی بلندی پر ہو، اُسے راہِ شریعت سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالنا چاہیے۔

سے ہزار بار تو اں کرد با خدا شوخی !
و لیک دم نتواں زد بمصطفیٰ اک شاخ

یعنی "با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار"

الغرض حقیقت میں فقیر کہلوانے کا حقدار وہ شخص ہے جو توحید پرست ہو بلکہ اس سے بڑھ کر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ آدمی ہی انسان کہلوانے کا مستحق ہے جو "وحدت الوجود" کا قائل ہو۔ میرے بہت سے احباب یہ سمجھتے ہیں کہ توحید کا تعلق فقط "حال" سے ہے۔ مجھے ان کے اس نظریہ پر دکھ اور افسوس ہوتا ہے۔ توحید تو یہ ہے کہ انسان کے "حال و قال" دونوں وحدت کے عکاس ہوں۔ اور وحدت ذات میں الآن کا کان، کا منظر ہوں۔ ہم لوگ جو عرفانِ نفس سے ناواقف ہیں، ہم پر جو مصیبتیں آپڑی ہیں، وہ دراصل ہمارا اپنا کیا دھرا ہے۔ مصرعہ :

آنکہ من گزشتہ داریم منعم

دانشوروں نے پختہ دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ تینوں طرح کی مخلوقات کی پیدائش چاروں عناصر کے باہم ملنے سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ یہ عناصر دراصل آپس میں ایک دوسرے ہیں۔ یہ عناصر فلکِ اول سے پیدا ہوئے اور فلکِ اول فلکِ دوم سے پیدا ہوا۔ اسی طرح تمام فلک ترتیب وار جسمِ کل سے پیدا ہوئے اور جسمِ کل عقلِ کل کے ذریعہ پیدا ہوا۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ واجب الوجود یعنی اللہ تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے۔

چنانچہ جو چیز بھی وجود میں آئی اور جس شے نے بھی ممکن یعنی فضا اور مجاز کا لباس پہن رکھا ہے اس کی حیثیت اللہ تعالیٰ سے الگ اور علیحدہ نہیں ہے۔ اس طرح "لاوجود الا اللہ" کا نظریہ واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک دن حضرت قبلہ حاجی محمد قاسم ہر روزی قدس اللہ سرہ العزیز کی مجلس منعقد تھی کہ دورانِ گفتگو ایک دوست نے کہا کہ "نہم از دست" یعنی سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہوا اور ہو رہا ہے۔ دوسرا دوست کہنے لگا کہ "نہم از دست" یعنی سب کچھ وہی اللہ کی ذات ہی تو ہے۔ حضرت دالانے منا تو فرمایا کہ دراصل سب کچھ اللہ ہی تو ہے اول و آخر یا ظاہر و باطن سب کچھ فی الحقیقت اللہ کی ذاتِ بابرکات ہے۔

پرس فاش سراغ کسے زمن دیگر

بگوش بوش تو گویم کہ نیست غیر تو کس

اس نظریہ سے ایک قدم بھی ادھر ادھر ہونا انسان کو منزل سے سینکڑوں سال کی مسافت پر دوڑ کر دیتا ہے۔

آنکہ ما گزشتہ رویم در دل بودہ است

دورئی ما غافلان از قرب منزل بودہ است

جو لوگ عارف باللہ ہیں وہ اس موقف سے ایک قدم بھی باہر نکلنا اپنی ہلاکت خیال کرتے ہیں۔

برخوردار! جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو غور سے مطالعہ کرنا اور جو کچھ میرے دل

میں ہے اور جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، اسے کھلم کھلا نہیں لکھ سکتا کیونکہ دور دور تک بے عقل لوگوں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آ رہا کہتے ہیں کہ شیعہ مسلک میں تقیہ کرنے کا اجازت ہے مگر اس طرح کے مسائل میں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے تقیہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اللہ صل علی محمد و علی آل محمد وسلم =
من بارغ جہاں رائے دیدم و بس اللہ و بس باقی ہو بس فقط

خلفاء: حضرت مولانا صاحب کے خلفاء بے شمار ہیں۔ (۱) ان میں سے سب سے بزرگ اور آپ کے قائم مقام حضرت خواجہ نور محمد صاحب ہمارے ہی ہیں جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ (۲) مولانا ضیاء الدین بے پوری (۳) مولانا جمال الدین رامپوری (۴) سید احمد (۵) مولوی غلام فرید چشتی (۶) میر سید الدین (۷) صوفی یار محمد (۸) میر فتح عظیم بن عبدالرحمن (ان کو سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت تھی) (۹) مولانا ظہور اللہ (۱۰) محمد امان اللہ (۱۱) مولوی روشن علی (۱۲) میاں عصمت اللہ (۱۳) مولانا شمس الدین (۱۴) حاجی لال صاحب (یاد رہے کہ حاجی لال صاحب مولانا شمس الدین کے مرید تھے مگر خلافت اویسی حضرت مولانا صاحب سے بھی لکھتے تھے (۱۵) مولوی عبداللہ (۱۶) مولوی خدا بخش (۱۷) شاہ فتح اللہ (۱۸) مولوی قطب الدین (۱۹) نواب غازی الدین خاں ملقب بہ نظام الملک (۲۰) مولوی محمد غوث (۲۱) حاجی احمد (۲۲) حاجی خدا بخش (۲۳) شاہ قمر الدین (۲۴) شاہ روح اللہ (۲۵) شاہ شہید شریف (۲۶) مولوی عبداللہ ثانی (۲۷) مولانا حسن علی صاحب (۲۸) محمد واصل (۲۹) میر محمد (۳۰) حافظ سعد اللہ (۳۱) مولوی محمد گل (۳۲) میرزا محمدی بیدار۔ خلفائے یہ نام مرآت حنیائی اور مشنوی نواب غازی الدین خاں میں موجود ہیں۔ نیز مشنوی مذکور میں نواب صاحب فرماتے ہیں :

من قسبہ ضنا و بعض لم تنقص

ربنا زد فزد ولا تنقص

یہ مشنوی رحمہ اللہ میں تصنیف ہوئی تھی جس کے درج ذیل آخری شعر سے سائل

بکمال نظام ادلے کلام سال نظم کتاب گفت نظام

میں کہتا ہوں کہ بعض سے لم تنقص ممکن ہے جیسا کہ یہ مثال ہے کہ مولوی اشاف
نیاز احمد صاحب بریلوی قدس سرہ اپنے والد گرامی شمس الدین کے مرید تھے مگر ان کو
خلافت اور فیض حضرت مولانا صاحب (مولانا فخر الدین دہلوی) سے تھا اور ان کے
سلسلے کے مریدین اب تک ہمارا شجرہ چشتیہ پڑھتے ہیں اور ان کے خلفاء اس سلسلہ فخریہ
پر ناز کرتے ہیں لیکن ان کے خاندان کے بعض مریدوں کی اسنادیں لکھتے ہیں کہ وہ حضرت
مولانا صاحب سے خلافت کے حصول کے بعد جناب شاہ عبداللہ بغدادی رامپوری
کے مرید ہو گئے۔ اس امر میں بعض کو اعتراض ہے کہ حضرت مولانا صاحب کے خلیفہ کو
کسی اور جگہ سے تکمیل کی حاجت نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ اعتراض قوی نہیں ہے جیسا کہ اس
مثال سے واضح ہو گا کہ حضرت خواجہ مودود چشتی خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت
خواجہ احمد جام سے مستفیض ہوئے۔ نیز لم تنقص کی یہ مثال بھی ہے کہ مولوی سراج الدین
صاحب امروسی جو دھپوری حضرت مولانا صاحب کے یارانِ کاملین میں سے تھے۔ اور
لوگوں کو مرید کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ البتہ قاضی علی حیدر صاحب
سکندرادی جو اس جگہ موجود ہیں کے ہندی اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے
خلفاء سے تھے۔ واللہ اعلم۔

ان کے علاوہ بھی حضرت مولانا صاحب کے اور خلفاء ہوں گے مگر حقیقت یہ ہے
کہ حضرت مولانا صاحب کا سلسلہ جتنا حضرت خواجہ نور محمد صاحب ہاروی سے جاری ہوا
اتحاد و سروں سے کم ہوا۔ آئندہ صفحات میں آپ کا ذکر فرمایا جائے گا۔

حصہ سوم

قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد ہارویؒ

- حضرت مولانا خواجہ الدین صاحب دیوبند کے جانشینان
- حضرت خواجہ محمد قطب الدین صاحب فوسی ۱۲۳۸ھ تا فزکیات صوفیہ
- حضرت خواجہ محمد نعیم الدین صاحب عرفہ بیابانہ ۱۲۶۸ھ تا فزکیات صوفیہ چوک
- حضرت خواجہ غلام نعیم الدین صاحب فوسی ۱۲۹۶ھ
- حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ الدین صاحب فوسی ۱۳۰۵ھ
- حضرت خواجہ کمال الدین صاحب فوسی ۱۳۲۰ھ
- حضرت خواجہ سیف الدین صاحب
- حضرت خواجہ اعلیٰ الدین صاحب
- حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ الدین صاحب عرفہ بیابانہ ۱۳۸۵ھ
- حضرت خواجہ غلام نعیم الدین صاحب بن حضرت خواجہ غلام نعیم زمر الدین صاحب
- حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ
- حضرت خواجہ غلام نعیم الدین صاحب مدغونہ چشتیہ شریف
- حضرت خواجہ غلام نعیم زمری صاحب فوسی بن حضرت خواجہ غلام نعیم زمری صاحب مدغونہ چشتیہ شریف
- آپ کے شاگرد صاحب فوسی
- نوشہ اودنگہ آباد میں حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ الدین صاحب
- عرفہ بیابانہ صاحب فوسی بن حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ الدین صاحب مدغونہ چشتیہ شریف
- حضرت خواجہ غلام مصطفیٰ الدین صاحب پوری شریف مدغونہ چشتیہ شریف

آفتابِ فلکِ ولایت، نورِ شیدِ برجِ ہدایت، وارثِ ملکِ نبوت،
شاہِ شاہِ قلمِ غوثیت، قطبِ مدارِ عالم، سندِ الواصلین، فخرِ العارفین
منبعِ انوارِ الصمد، مظہرِ اسرارِ احد

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

خانہ دان :- آپ کا اسم مبارک پہل تھا اور لقب نور محمد۔ یہ لقب آپ کو آپ کے مرشد
حضرت مولانا فخر الدین دہلوی نے عطا فرمایا تھا۔ آپ کھل تھے جو پنوار قوم کی ایک
شاخ ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام عاقل بی بی تھا۔ جن سے والد کمال صاحب قوم
چٹھاسے تھے اور قصبہ پھولہ میں رہتے تھے۔ پھولہ مہار شریف سے جنوب کی طرف ^{چھوٹے}
تقریباً ۳۵ یا ۴۰ کوس کے فاصلہ پر ہے۔

آپ کے والد صاحب کا نام ہندال تھا۔ حضرت خواجہ نور محمد کا سلسلہ نسب یوں
ہے: خواجہ نور محمد بن ہندال بن تہار بن فتح محمد بن محو بن مرہ بن عزیز بن داتا بن
دینا بن کوہا بن چاہڑ بن سالار شنبہ بن اوڑھ بن کول رائے بن بگسی بن بگسی بن سرگ
بن پتی بن دیورائے بن گڈن شہید بن موا بن بدہ بن بھیل بن بادہ بن کھل بن کہینوا
بن لانا بن سٹھڑا بن دریا بن جمیل بن حجا بن ابراہن بھٹا بن رائے دیون بن چانگ
بن سلگسی بن کیدرو بن راجہ کرن بن سورج بن بٹن بن مول چند بن راجہ جگڑی بن راجہ
اودھ دیپ بن پنوار یعنی پنوار کی اولاد میں چوالیسویں پشت میں ہے۔ میں نے شہر فیصد کے

ماہرین سے یونہی سنا ہے۔ البتہ صحیح صحیح حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۷۱ھ میں ۱۴ رمضان المبارک کی رات ہوئی۔

آپ کی جائے ولادت قصبہ چوٹا ہے۔ چوٹا مہار شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر مشرق کی طرف ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد اسی بستی میں رہتے تھے۔ بعد ازاں آپ کے والد ماجد اس قصبہ سے نقل مکانی کر کے مہار شریف میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ چار بھائی تھے۔ سب سے بڑے ملک سلطان تھے۔ دوسرے ملک آبرام۔ تیسرے خواجہ نور محمد اور چوتھے ملک عبدال آپ کی ایک بہن محبتیں جن کا نام بی بی قائم خاؤن تھا۔ ان کے خاوند کا نام اسلام خاں بن ساہو کا تھا۔

واقعہ: حضرت صاحبزادہ نور بخشؒ بن حضرت خواجہ محمودؒ بن حضرت خواجہ نور احمدؒ بن حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ رات سے قوت

۱۱۱ کلشن ابرار: یہ کتاب خواجہ امام بخش مہارویؒ کی تالیف ہے۔ خواجہ امام بخش مہارویؒ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے صاحبزادہ و سجادہ نشین حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ کے پوتے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ حلیقۃ الاختیار کے نام سے ۱۳۷۲ھ میں صالح محمد صاحب ادیب تونسوی نے مکمل کیا۔ اس کتاب سے ابتدائی چوتھے حصہ کا ترجمہ چشتیاں شریف کے سجادہ نشین مخدومی جناب میاں نور جہانیاں صاحب مہاروی دامت برکاتہ نے کیا تھا۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۱ پر حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کا سلسلہ نسب یوں درج ہے: خواجہ نور محمد بن ہندال بن طاطار بن فتح بن محمود بن امروہ بن عزیز بن ڈان بن دینا بن کوکبہ بن چتر بن سالار بن اوس بن واسو بن کوکرا بن جگ سین بن کچ سین بن سرکین بن اچت بن دیورائے بن گٹن شہید بن موآ بن بدھ بن بولہ بن بابہ بن کھل بن کھیدہ بن رافو بن دھوہڑ بن جبل بن جھج بن آہرا بن ہوٹا بن رائے دیون بن چالک بن سلنگھی بن راجہ کرن بن سورج بن قشب بن قاسم بن مولراج بن راجہ جگ دے بن اودھے دیپ بن پنوار بن ہنیر بن قیصر بن ہرمز بن نوشیر وال عادل۔ (مرتب)

مہار شریف سے پاکپتن شریف کے لئے روانہ ہوئے تاکہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے عرس مبارک میں شرکت کریں۔ جب اپنے آبائی گاؤں پوٹاہ میں پہنچے تو آپ نے اپنے خادم احمد کو ہمراہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اور وقتِ کلام آپ اُسی کو عام طور پر مخاطب کیا کرتے تھے، کہ مٹیاں احمد ہم نے بچپن میں دوسرے بچوں کے ساتھ اس جگہ حال لگا یا اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس جگہ - قدرت کا تماشا یہ ہوا کہ میرے دوسرے ساتھیوں کے جال میں تیر پھنستے تھے مگر میرے جال میں کوئی تیر نہیں پھنستا تھا۔ احمد مذکور نے عرض کیا کہ قبلہ آپ کا جال باطنی شہبازوں اور بہاؤں کے لئے تھے۔ مذکور تیزوں کے لئے، ان کی کیا مجال تھی کہ وہ آپ کے جال میں پھنستے اور شہبازوں اور بہاؤں کی جگہ لیتے۔

مادر زاد ولی: قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ مادر زاد ولی تھے۔ منقول ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ ابھی نابالغ تھیں اور ابھی شادی نہیں ہوئی تھی اور اپنے والد کے گھر قصبہ پھولرہ میں رہتی تھیں کہ ایک بزرگ فتح دریا نیکوکارؒ اس قصبہ میں آئے۔ صاحب موصوف اپنے دور کے کاملوں میں سے تھے۔ صاحب نسبت و کشف و کرامت تھے اور حضرت شیخ عبداللہ جہانیاؒ کے خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔ نیکوکارہ دراصل حضرت شیخ عبداللہ جہانیاؒ کا لقب تھا۔ ان کی اولاد اور ان کے خلفاء بھی اسی نسبت سے نیکوکارہ کہلاتے تھے۔

حضرت شیخ عبداللہ جہانیا نیکوکارہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ کے خلفاء سے تھے۔ ان کا وطن موضع داہن تھا جو کوٹھاکاٹم کے نواح میں ہے۔ اور بہاول پور کے ریاستی عملہ کی رہائش گاہ ہے۔ موضع شیخ داہن نکلا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ شریف بھی ہے۔

فتح دریا نیکوکارہ کے قصبہ پھولرہ اور اس کے نواح میں بہت مرید تھے۔ لہذا وہ ہر سال اپنے مریدوں کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ بزرگ اسی قصبہ پھولرہ میں اپنے مریدوں کے پاس آئے ہوئے تھے۔ پھولرہ کی چھ قوم

مرد و زن اُن کے مرید تھے۔ سب ان کی زیارت کے لئے گئے۔ حضرت خواجہ نور محمد ہارونی کی والدہ محترمہ ابھی دوشیزہ تھیں۔ وہ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ اُن کی زیارت کے لئے گئیں۔ حضرت نیکوکارہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ بلکہ بار بار تیز تیز نظروں سے عاقل بی بی صاحبہ کے چہرہ کی طرف دیکھتے تھے۔ ظاہر میں مردوں نے اس بزرگ پر بدگمانی کی اور ایک دن کہا کہ حضرت آپ پہلے سپرد مرشد ہیں اور ہم تمام آپ کے غلام ہیں اس لئے آپ کے لئے لازم ہے کہ آپ ہماری بیٹیوں کو اس نظر سے نہ دیکھیں۔ حضرت نیکوکارہ نے کہا کہ میں ظاہر میں تو تمہاری بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں۔ میں غیر نظر سے اس لڑکی کی طرف نہیں دیکھتا۔ میرے بار بار اور تیز تیز نظر سے اس کے چہرہ کی طرف دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے بطن میں ایک قطب کو دیکھتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس عاقل بی بی کے شکم سے ایسا عوثِ زمانہ پیدا ہوگا۔ جس کے فضان سے تمام جہان سیراب ہوگا۔

منقول ہے کہ جب عاقل بی بی صاحبہ کی شادی میاں ہندال سے ہو گئی اور وہ اپنے گھر چٹالہ میں لے گئے تو وہاں ایک بزرگ شیخ دودئی والا تشریف لائے وہ پہلے بھی وہاں آبا کرتے تھے۔ یہ بزرگ سلسلہ قادریہ کے ایک شیخ حضرت سلطان محمود لنگاہ کے مرید تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی خانقاہ قصبہ دودہ میں موجود ہے۔ قصبہ دودہ دریائے لاوی کے کنارے کوٹ کمالیہ کے قریب ہے۔ البتہ حضرت دودئی والا اُس وقت قصبہ حسن میں رہتے تھے، جو مہار شریف کے قریب ہے۔ وہ اکثر چٹالہ اور اُس کے نواح میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ وہ اس علاقہ میں کافی شہرت رکھتے تھے اور سادے چہرے والا کے لقب سے مشہور تھے۔ یعنی سبز دستار والا جب بھی وہ چٹالہ میں آتے تو حافظ محمد مسعود مہار کی مسجد میں ڈیو کرتے اور تمام مرید وہیں آ کر اُن کی زیارت کرتے، ہندو نیا زلاتے اور اپنی اپنی مراد پاتے۔ جس وقت بھی عاقل بی بی صاحبہ ان کی زیارت کے لئے جاتیں تو وہ سرودھ کھڑے ہو جاتے۔ ایک دن عاقل بی بی صاحبہ نے عرض کیا کہ یا حضرت میری تعظیم کا باعث کیلے؟ فرمایا میں تمہاری تعظیم

نہیں کرتا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تمہاری پیشانی میں حضرت غوثِ زمان کا نور غورخید کی طرح چمکتا ہے۔ میں اس کی تعظیم کرتا ہوں۔

جس دن خواجہ نور محمد پیدا ہوئے، آپ کی دادی صاحبہ نے خواب دیکھا کہ گویا ایک ایسا چراغ ان کے گھر میں روشن ہو گیا ہے، جس کی روشنی آسمان سے زمین تک ہر جگہ جلوہ مگن ہے۔ اور تمام روئے زمین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ تمام گھر میں خوشبو پھیل گئی ہے۔ جب بیدار ہوئیں تو ان کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہوا کہ شاید جنات کا اثر ہے۔ ان ہی دنوں شیخ احمد مذکور کاؤں میں تشریف لائے۔ آپ کی دادی صاحبہ ان کے پاس گئیں اور اپنا خواب سنایا۔ حضرت دودی دالانے قسلی دی اور فرمایا کہ بالکل خوف نہ کریں۔ آپ کے گھر میں ایک ایسا چراغ روشن ہو گا۔ جس کے نور سے تمام عالم متور ہو جائے گا۔

فقیر نجم الدین نے پیر و مرشد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت شیخ احمد مذکور کا گور ایک کنوئیں پر ہوا۔ اس کنوئیں پر کاؤں کی عورتیں پانی بھرنے آیا کرتی تھیں۔ اس دن عاقلہ بانی صاحبہ بھی دودیا عورتوں کے ہمراہ پانی بھرنے آئی ہوئی تھیں۔ جب شیخ احمد کی نظر خواجہ نور محمد کی والدہ صاحبہ پر پڑی تو تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے اور ساتھ ساتھ کہتے تھے، بہل، بہل، بہل، بہل، عورتوں نے پوچھا کہ اسے فقیرہ کیا؟ "بہل، بہل" کہتا ہے اور کیوں اس عورت کی طرف ایسی تیز تیز نظروں سے دیکھتا ہے۔ فرمانے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ غوثِ زمان کس جاٹ کے گھر پیدا ہو گا۔

صاحبزادہ میاں عبداللہ بن حضرت نور حسین بن حضرت نور العمد شہید بن حضرت خواجہ نور محمد سے منقول ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ انہوں نے اپنی دادی صاحبہ یعنی حضرت شہید کی زوجہ محترمہ سے سنا تھا۔ وہ فرماتی تھیں کہ انہوں نے اپنی ساس عاقلہ بی بی صاحبہ سے سنا تھا۔ وہ فرماتی تھیں کہ "میں ایک دن بچپن میں موضع پھولہ میں اپنی ہم عمر سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ سادے چہرے والے درویش

یعنی شیخ احمد مذکور تشریف لائے اور ہماری طرف دیکھنے لگے جب میں کھڑی ہو جاتی تو وہ بھی کھڑے ہو جاتے اور جب میں بیٹھ جاتی تو وہ بھی بیٹھ جاتے۔ انہوں نے اسی طرح چند بار کیا۔ میری سہیلیوں نے اُن سے پوچھا کہ اے درویش یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا اس لڑکی کا ادب کر رہا ہوں اور عاقل بی بی صاحبہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس لڑکی کے شکم میں ایک لعل ہے میں اس لعل کی تعلیم کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔ اور مراد اس لعل سے حضرت قبلہ عالم تھے۔ چونکہ لڑکیوں نے اس درویش سے یہ بات سن رکھی تھی اس لئے حضرت قبلہ عالمؒ کی والدہ کو خوش طبعی سے کہا کرتی تھیں کہ اے بی بی تمہارے شکم میں لعل ہے اُسے توڑیں اور باہر نکالیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت خواجہ نور محمدؒ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ کی رات پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد آپ تعلیم رمضان المبارک کی وجہ سے دن کے وقت دودھ نہیں پیا کرتے تھے صرف رات کے وقت پیتے تھے۔ جب کبھی دن کے وقت آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو دودھ پلانا چاہتیں تو گریہ و زاری کرتے۔ آپ کی والدہ اور دادی نے خیال کیا کہ کسی بیماری یا دوسرے عارضہ کی وجہ سے دودھ نہیں پیتے لہذا انہیں تشویش ہوئی۔ اتفاقاً ایک دن شیخ احمد مذکور پھر موضع چوٹالہ سے گزرے۔ آپ کی دادی آپ کو اس بزرگ کی خدمت میں لے گئیں اور اپنی تشویش کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بالکل غم نہ کرو۔ آپ کا یہ بچہ غوثِ زمان ہے۔ رمضان المبارک کی تعلیم کی وجہ سے دن کے اوقات میں دودھ نہیں پیتا اور روزہ رکھتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے بعد دن کے وقت بھی دودھ پیا کرے گا۔ شیخ احمد مذکور آپ کی تعلیم کے لئے کھڑے ہوئے اور قبلہ عالم کی زیارت سے بہت مسرور ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس خاندان کی قسمت و سعادت کا کیا کہنا جہاں ایسا قطبِ زمانہ پیدا ہو کہ ایک دن تمام جہاں اس سے خفیض یا ب ہوگا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ان کی ذات سے تازگی حاصل ہوگی۔ پھر فرمایا اس بچے کا ادب کیا کریں۔ آپ کی دادی صاحبہ یہ

نوسخہ بی سن کر بہت خوش ہوئیں۔ ۴

تا باں چو گشت مہر ز نور محمدی ہر نور شد سپہر ز نور محمدی
ہر فرج گشت مادر گیتی ز مقدس روشن نمود چہر ز نور محمدی

صاحبزادہ غلام فرید بن خواجہ ذرا احمد بن خواجہ نور محمد سے منقول ہے کہ ان کے والد

گرامی فرماتے تھے کہ جب حضرت قبلہ عالم کی عمر پانچ چھ سال کی ہوئی تو آپ کے والدین
آپ کو حافظ محمد مسعود مہار کے پاس لے گئے۔ حافظ محمد مسعود مہار اس زمانہ میں ایک
مبالغہ اور متقی بزرگ تھے جو بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے حافظ صاحب

مذکور سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور جلد تمام قرآن پاک پڑھ لیا۔ اور ساتھ ساتھ حفظ

بھی کر لیا۔ اس کے بعد مہار شریف سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر موضع بہاول میں تعلیم لے کر

حاصل کی۔ پھر پاکپتن شریف کے نواح میں موضع بیلانہ میں جا کر شیخ احمد کھوکھر سے

چند کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں لاہور تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل

کی۔ اور بالآخر مزید تعلیم کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں حضرت مولانا فخر الدین

سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے اور نعمت و خلافت پائی۔ عرضیکہ پندرہ برس وطن

سے باہر کریمہ واپس مہار شریف لوٹے اور خلق خدا کی تربیت فرمانے لگے۔

منقول ہے کہ جب حضرت قید عالم مہار شریف سے لاہور اور دہلی کی سمت تشریف

لے گئے اور ایک مدت تک آپ کے والدین کو آپ کے احوال کی کوئی خبر نہ ملی تو وہ آپ

کی جلائی سے بہت مغموم ہوئے۔ ایک دن شیخ احمد دودی والا مہار شریف میں حسب

معمول آئے۔ آپ کی والدہ صاحبہ ان کی خدمت میں نذر دینا لے کر گئیں اور اپنے

بیٹے کی واپسی کے لئے دعا کرائی۔ انہوں نے دعا کی اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو۔ آپ کا

بیٹا جلد واپس آئے گا اور بڑے اعلیٰ اور بلند مراتب کے ساتھ آئے گا۔

منقول ہے کہ جن دنوں حضرت قبلہ عالم حافظ محمد مسعود سے مہار شریف میں قرآن

پاک پڑھتے تھے تو شیخ احمد دودی والا کا بھی اتفاقاً مہار شریف سے گزر ہوا اور اتفاق

سے ڈیرہ بھی حافظ محمد مسعود مہار کی مسجد میں کیا۔ وہاں جب ان کی نظر حضرت

خواجہ نور محمد کے چہرہ مبارک پر ہڑی تو فرمایا۔ سبحان اللہ اس بچے پر ایک زمانہ آئے گا کہ شاہانِ وقت اس کے دیرِ اقدس پر سجا کر دیں گے اور تمام خانوادوں کے لوگ آپ سے توسل حاصل کریں گے۔ آپ کے استاد محمد مسعود مہار نے جب یہ سنا تو مسکرائے اور کہنے لگے سبحان اللہ اس زمانہ میں ایسے اولیاء اللہ رہ گئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہندال کا بیٹا جو اپنے سر پر گنج رکھتا ہے، ایسا بن جائے گا کہ بادشاہ اس کے دروازہ پر سجدہ کریں گے۔ اسے خبر نہیں کہ تقیم ایام سے اس بچے سے آباؤ اجداد جاہل ہیں اور سہواری پیشہ ہیں۔ شیخ احمد مذکور نے کہا۔ اسے محمد مسعود تو اس بات سے بے خبر ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ میرے خاندان کو بھی اس کے طفیل عزت ملے گی۔ اور میری اولاد اس کے مبارک سایہ میں پروان چڑھے گی۔ آخر وہی ہوا۔ شیخ احمد مذکور کا بیٹا شیخ غلام محی الدین حضرت قبلہ عالم کامرید بنا۔ اور غلام محی الدین کا بیٹا امام الدین حضرت قبلہ عالم سے خلیفہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان کامرید ہوا۔ امراد و وزیر ایہاں تک نواب بہاول خاں والئی بہاول پور نے بھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اس در کی غلامی کو اپنے لئے باعث شرف سمجھا۔

حضرت قبلہ عالم حافظ محمد مسعود مہار سے قرآن پاک اور چند کتابیں پڑھ کر جب سن تیز کو پہنچے تو آپ کے والد صاحب اور آپ کے بھائیوں نے چاہا کہ آپ کو کاروبارِ دنیا میں مشغول کریں اور مزید تحصیلِ علم سے باز رکھیں۔ مگر حضرت قبلہ عالم نے اپنے وطن سے ہجرت کی۔ کچھ عرصہ موضعِ بدستری میں تعلیم حاصل کی۔ پھر ڈیرہ غازی خاں کی طرف چلے گئے اور وہاں شرحِ ملائکہ پڑھا۔ اس کے بعد مزید علم حاصل کرنے کے لئے حضرت محکم دین سیالوی کی رفاقت میں لاہور چلے گئے۔ حضرت محکم دین سیالوی اپنے وقت کے اولیاء میں سے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالم جب لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو گدائی کر کے پیٹ پالتے تھے۔ ایک رات جبکہ تاریک رات تھی اور بادل و طوفان تھا۔ آپ گدائی کے لئے گئے ہوئے تھے کہ آپ کا پاؤں پھسل گیا۔ آپ زمین پر گر

پڑے۔ اور آپ کے پڑے گدے اور ناپاک ہو گئے آپ نے اُس حالت میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں مناجات کی کہ خداوند! اب مجھے اس گدائی سے رہائی دلا دیجئے۔ اُس دن سے حق تعالیٰ آپ کو غیب سے روزی پہنچاتے تھے اور اس طرح آپ کو گدائی سے نجات مل گئی اور پھر انکھنے کی حاجت نہ رہی۔

حضرت قبلہ عالم لاہور سے پاکستان آئے اور وہاں سے اپنے وطن آئے جیسا کہ خلافتہ الفوائد میں لکھا ہوا ہے، آپ چند دن وطن میں رہے۔ وہاں سے دہلی چلے گئے اور نواب غازی الدین خان کے مدرسہ میں حافظ برخوردار سے لکچر کا سبق شروع کر دیا۔ اُن ہی ایام میں حضرت مولانا صاحب اور بنگ آباد سے دہلی تشریف لے آئے چنانچہ حصول علم کے لئے اُن کے پاس رہنے لگے اور اُن سے قطبی کا درس لیا۔ بعد میں جب حضرت مولانا صاحب کی کرامت و بزرگی کا پتہ چلا تو اُن سے بیعت کی۔ پھر اس کے چند ماہ بعد حضرت مولانا صاحب کے ہمراہ پاکستان آئے۔ (جس کا ذکر آگے خلافتہ الفوائد سے درج کیا جا رہا ہے۔)

صاحبزادہ میاں غلام فرید مہاروی سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ نور محمد چندرہ سال کے بعد مہار شریف واپس تشریف لائے تو دراصل ان کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پردادا حضرت مولانا فخر الدین دہلوی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے ایام عرس سے چند روز قبل پاکستان تشریف لائے۔ خواجہ نور محمد صاحب اپنے مرشد کے ہمراہ تھے بلکہ لنگر اور ڈیرے کا تمام انتظام آپ کے سپرد تھا۔ پاکستان پہنچ کر حضرت مولانا صاحب نے فرمایا مائیں نور محمد عرس میں ابھی دیر ہے تمہیں آٹھ دن کی رخصت ہے۔ تم مہار شریف چلے جاؤ۔ وہاں چند دن قیام کر کے اپنی والدہ صاحبہ سے ملاقات کر کے واپس آ جاؤ، اپنے مرشد کے حکم کے مطابق قبلہ عالم مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مہار شریف پہنچے تو ندی اگئی۔ اس ندی میں بارش کے دنوں میں پانی آ جا پکرتا تھا۔ اور باقی دنوں میں خشک رہتی تھی۔ اب بھی اس ندی کا نشان باقی ہے، اُن دنوں اس میں پانی تھا۔ جب قبلہ عالم کمر میں سلوار

بدن پر کرتا، سر پر کلاہ چار ترکی اور کاناٹے پر مٹی کا ٹوٹا رکھے ایک ہندوستانی کے
 روپ میں اُس ندی سے گذر رہے تھے۔ تو اس وقت مہار شریف کی چند عورتیں
 ندی میں کپڑے دھو رہی تھیں۔ ان میں سے ایک آپ کی چچی یا خالہ تھیں۔ جب
 اُس نے حضرت قبلہؑ کو ہندوستانیوں کے روپ میں دیکھا تو پوچھا۔ اسے
 درویش تو ہندوستان سے آ رہا ہے۔ ہمارا بھی ایک بیٹا بابل نام اس شکل و صورت
 کا اس طرف گیا تھا کیا اس کی کچھ خبر ہے۔ حضرت نے فرمایا میں وہی ہوں۔ جب آپ
 کی چچی نے یہ خبر سنی تو بھاگ کر آپ کی والدہ صاحبہ کو خبر دی اور مبارک دی۔
 حضرت قبلہؑ عالم پہلے اپنے استاد محمد مسعود مہار کی مسجد میں گئے اور اُن سے ملاقات
 کی۔ یہ مسجد آج کل مسجد نواب غازی الدین خان کے نام سے مشہور ہے۔ اس لئے کہ
 پہلی مسجد کے گرجانے کے بعد نواب مذکور نے اسی جگہ پر حجرہ قبلہؑ عالم کے قریب از
 سر نو بہت اعلیٰ مسجد تعمیر کی تھی۔ (کاتب الحروف نجم الدین کہتے ہیں کہ پہلی مسجد ابھی
 موجود ہے۔ البتہ اس کی چھت گر چکی ہے اور اب بغیر چھت کے کھڑی ہے)۔ اتنے میں
 آپ کی والدہ محترمہ وہیں مسجد میں تشریف لے آئیں۔ اور اپنے بیٹے سے ملاقات کی۔
 پہلے تو آپ کو نہ پہچانا مگر پھر ناک کی نشان سے قبلہؑ عالم کو پہچانا۔ آپ کی ناک پر تل
 تھا۔ اُس سے پہچانا۔ بعض کہتے ہیں کہ واقعہ یوں ہے کہ جب قبلہؑ عالم نے مسجد میں
 جا کر اپنے استاد محمد مسعود صاحب سے ملاقات کی تو انہوں نے کسی آدمی کو آپ کی والدہ
 صاحبہ کے پاس بھیجا کہ ایک شخص دہلی سے آیا ہے۔ آپ آئیں اور اپنے بیٹے کی خبر پوچھ
 لیں اور حضرت کا احوال ظاہر نہ کیا۔ آپ کا والدہ صاحبہ چہرہ پر نقاب ڈالے مسجد میں
 پہنچیں اور محمد مسعود کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئیں۔ پھر انہوں نے قبلہؑ عالم سے
 اپنے بیٹے کا حال پوچھا۔ محمد مسعود کو ہنسی آگئی۔ قاتل بی بی صاحبہ نے خیال کیا کہ ان کا
 ہنسنا خالی از حکمت نہیں۔ جب نقاب ہٹایا تو اپنے بیٹے کو پہچان لیا۔ حضرت قبلہؑ عالم
 فوراً اپنی والدہ صاحبہ کے قدم بوس ہوئے اور ان کے ہمراہ گھر چلے گئے۔

مغمم آن لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد۔ آرزو مند لنگائے بہ لنگائے برسد

خواجہ غلام فرید جہار دہی اپنی والدہ صاحبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت قبلہ عالم
مہار شریف میں تشریف فرما ہوئے۔ تو آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ نماز فجر سے زوال
تک محمد مسعود صاحب کی مسجد میں مراقبہ میں مشغول رہتے اور اُس وقت کسی کی طرف
متوجہ نہ ہوتے۔ پھر گھر جا کر کھانا کھاتے۔ کھانے کے بعد پھر مسجد میں جا کر مشغول
ہوجاتے۔ ایک دن حافظ محمد مسعود کے قریبی عزیز نے حافظ شرف الدین مہار نے
حضرت قبلہ عالم سے پوچھا کہ اے میاں بابل آپ ہندوستان میں اتنا عرصہ رہے وہاں کچھ
تعلیم بھی حاصل کی یا نہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ البتہ ایک ہندوستانی پیر زادہ
دکن سے آیا تھا۔ میں دہلی میں ان کی خدمت میں رہا ہوں۔ اور ان کے دیگھے و برتن منہ
کرتا رہا ہوں۔ حافظ شرف الدین نے کہا تو نے کیوں اتنی مدت تک اپنی عمر برباد و ضائع
کی۔ حالانکہ یہاں سے مولوی احمد یار، مولوی محمد صالح اور مولوی اسد اللہ و دیگر
لوگ بھی دہلی گئے مگر وہاں سے علم حاصل کر کے واپس لوٹے اور آپ دیگھے صاف کرنے
یا چلٹنے میں مصروف رہے۔ یہ سن کر آپ خاموش رہے۔

حضرت قبلہ عالم نے آٹھ دن کے بعد اپنی والدہ صاحبہ سے اجازت طلب کی۔ والدہ
صاحبہ نے کہا کہ اے بیٹے پندرہ سال کے بعد آیا ہے اور اب اتنی جلدی رخصت مانگت
ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے اماں اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں پھر جلدی واپس آؤں تو
اس وقت اجازت دے دیجئے۔ آخر والدہ صاحبہ نے آپ کو رخصت دے دی۔ اور
آپ پاکستان میں حضرت مولانا صاحب کے کی خدمت میں پہنچ گئے۔

منقول ہے کہ جب حضرت قبلہ عالم مہار شریف سے پاکستان شریف کے لئے روانہ ہوئے
تو مہار شریف سے حافظ شرف الدین مذکور اور دیگر بہت سے افراد حضرت بابا فرید الدین
کنج شکر کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے حافظ شرف الدین
اپنے گھوڑے پر سوار ساتھ ساتھ تھا۔ جب پاکستان شریف پہنچے تو ہر شخص نے چاہ حضرت
علاؤ الدین موجد ریہ پر دستوں کے لئے قیام کیا۔ حضرت قبلہ عالم نے بھی وضو کیا۔ حضرت
مولانا فخر الدین دہلوی کے رفقاء نے جب حضرت قبلہ عالم کو دیکھا تو بھاگ بھاگ

کر آپ کے خادم ہونے لگے۔ اور خوشی سے کہنے لگے میاں صاحب آگئے، میاں صاحب آگئے۔ حافظ شرف الدین نے جب یہ دیکھا تو تعجب کیا اور دل میں کہا کہ ہندال کے بیٹے بابل کا ہندوستان کے آدمی اتنا ادب کرتے ہیں۔ ان میں کون سی بزرگی ہے جو یوں میاں صاحب میاں صاحب پکار رہے ہیں۔

حضرت قبلہ عالمؒ پہلے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے روضہ مبارک میں حاضر ہو کر حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں جا کر قدم بوسی کی۔ حضرت مولانا صاحبؒ قبلہ عالمؒ کی تعلیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ کی والدہ صاحبہ اور دیگر گھروالوں کا حال پوچھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا۔ میاں صاحب اب آپ کی پہلی خدمت معاف کی جاتی ہے۔ البتہ ایک دوسری خدمت پر آپ کو مامور کیا جاتا ہے۔ آپ برنج نظامی میں قیام کریں۔ اور وہیں مشغول ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے برنج نظامی میں قیام کیا۔ اس دن کے بعد جو کوئی بھی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے یا اپنی کسی دینی یا دنیاوی حاجت براری کے لئے آتا آپ اسے قبلہ عالمؒ کی خدمت میں بھیج دیتے اور فرماتے کہ میاں نور محمدؒ سے اپنی حاجت کہو اور انہیں کے مرید ہو جاؤ۔ چنانچہ پاکستان شریف میں اس سال بہت سے لوگ حضرت قبلہ عالمؒ سے مرید ہوئے۔

حافظ شرف الدین مذکور نے حضرت مولانا صاحبؒ کی عظمت و کرامت دیکھی تو ان سے اعتقاد ہو گیا۔ ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ سے آکر کہنے لگے کہ مجھے بھی اپنے پیرومرشد کامرید کرادیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ حافظ مذکور کو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں لے گئے اور بیعت کے لئے درخواست کی۔ ایک اور روایت ہے کہ آپ نے غلام مرتضیٰ بیڑسکنہ مہار کو کہا کہ وہ حافظ شرف الدین کو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں لے جائیں۔ غلام مرتضیٰ مذکور عالم دین تھے اور حضرت مولانا صاحبؒ کے مرید تھے۔ بہر حال جب مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں بھیج دیا اور فرمایا اسے شرف الدین میاں صاحب سے بیعت ہو جاؤ کہ ان کی بیعت میری بیعت ہے۔ تمہارا

پیر دہی ہے۔ حافظ شرف الدین نے حضرت مولانا صاحب کے ارشاد کے مطابق حضرت قبلہ عالم سے بیعت کی۔

جب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا عرس مبارک اختتام پذیر ہوا۔ اور سات محرم کو مخلوق خدا پاکستن سے ہر طرف روانہ ہونے لگی تو حضرت مولانا صاحب نے قبلہ عالم کو فرمایا اسے فوراً محمدیم یہاں پاکستن میں دو ماہ قیام کریں گے۔ آپ کو اجازت دیا جاتی ہے کہ آپ مہار شریف جائیں اور اپنی والدہ صاحبہ سے ابھی طرح ملاقات کریں۔ اور دو ماہ کے بعد ہمارے پاس واپس آجائیں قبلہ عالم اجازت کے بعد مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ اس دفعہ حافظ شرف الدین نے قبلہ عالم کو اپنے گھوڑے پر سوار کرایا اور خود پیادہ آگے آگے چلے حضرت قبلہ عالم نے مہار شریف میں دو ماہ قیام کیا۔ اس دوران دن رات یاد حق میں مشغول رہے اور ساتھ ساتھ مہار کے رہنے والوں کو راہ ہدایت کی تلقین کرتے رہے۔

دو ماہ قیام کرنے کے بعد اپنی والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر پاکستن شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ اس دفعہ اپنے بھائیوں ملک سلطان اور ملک برہان کو، اپنے چچا لکھنوی کو اور اپنے استاد محمد مسعود کو اپنے ہمراہ لے گئے تاکہ حضرت مولانا صاحب سے بیعت کرائیں۔ جب پاکستن شریف حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں پہنچے تو مولانا صاحب آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، آپ کے تمام ہمراہیوں کی خیریت و دعاؤں کی دریافت کی اور ہر ایک کا نام و نشان پوچھا۔ قبلہ عالم نے عرض کیا کہ حضرت یہ میرے بھائی، چچا اور استاد بیعت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا صاحب نے اٹھ کر ہر ایک سے معاف کیا اور سب کو بیعت سے مشرف فرمایا نیز سعید احمد کو، جو حضرت مولانا صاحب کے خلفا اور غلام سے تھے۔ فرمایا کہ میاں صاحب کے ان تمام صاحبان کی خوب خدمت کریں اور جو حاجت ہو پوری کریں۔ اس واقعہ کے تین چار روز بعد حضرت مولانا صاحب دہلی کی طرف روانہ ہو گئے اور قبلہ عالم بھی ان کے ہمراہ چلے گئے۔ البتہ قبلہ عالم کے برادران چچا اور استاد مہار شریف واپس آ گئے۔

حضرت قبلہ عالم کا معمول تھا کہ آپ چھ ماہ دہلی میں اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہتے تھے اور چھ ماہ مبار شریف میں قیام کرتے تھے۔ جب حضرت مولانا صاحب نے حکم دیا تو پھر آپ نے شادی کی۔ شادی کے بعد فرمایا کہ اے نور محمد اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹے عطا کرے گا۔ ان میں سے پہلا بیٹا ہمارا ہے۔ چنانچہ سب سے بڑے فرزند خواجہ نور احمد شہید کو قبلہ عالم دہلی لے گئے اور حضرت مولانا صاحب سے بیعت کرایا۔ حضرت قبلہ عالم کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے خواجہ نور احمد شہید مذکور جو حضرت مولانا صاحب کے مرید تھے۔ دوسرے خواجہ نور احمد صاحب جو اپنے والد محترم کے مرید تھے اور تیسرے خواجہ نور الحسن جو قاضی محمد عاتق صاحب کے مرید تھے۔ حاجی نجم الدین لکھتے ہیں کہ انہیں حضرت قبلہ عالم کے ان دو بیٹوں کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ ان تینوں بیٹوں کی کافی اولاد ہے جو قصبہ مبار شریف اور سنگھیراں شریف میں آباد ہے۔

حضرت قبلہ عالم کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی زینب بی بی صاحبہ جن کی شادی غلام محمد صاحب سکھ لالی کا سے ہوئی تھی۔ چھوٹی صاحب بی بی صاحبہ جن کا نکاح سید شیر شاہ سے ہوا تھا۔ (۱۱)

منقول ہے کہ پاکستان شریف کے قیام کے دوران (جس قیام کا ذکر ہو چکا ہے) حضرت مولانا صاحب کے لنگر کا تمام انتظام حضرت قبلہ عالم کے سپرد تھا۔ ہوا یہ کہ خرچ کی رقم ختم ہو گئی۔ قبلہ عالم نے حضرت مولانا صاحب سے عرض کیا کہ حضرت خرچ کی رقم ختم ہو گئی ہے۔ حضرت مولانا صاحب نے پوچھا کہ کوئی چیز موجود ہے کہ اسے فروخت کر کے لنگر جاری رکھا جائے۔ عرض کیا کہ آپ کی تلوار کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ فرمایا کہ کل میری یہ تلوار فروخت کر دی جائے اور اس رقم سے لنگر کا کام جاری رکھا جائے۔ اور درویشوں کو کھانا کھلایا جائے اتفاقاً اسی رات چور آئے اور حضرت مولانا صاحب کی وہی تلوار چوری کر کے لے گئے۔ صبح ہوئی تو تلوار نہ ملی۔ قبلہ عالم نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی تلوار چوری ہو گئی۔ فرمایا الحمد للہ کہ ہمارے تو کل کو تلوار

کے فروخت سے نقصان پہنچنے کا خدشہ تھا۔ اچھا ہوا کہ چوری ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ چوروں نے وہ تلوار قصبہ ملتان کے نواب ہاشم خاں ہانس کے پاس فروخت کر دی جس دن ہاشم خاں نے تلوار خریدی وہ اُسی دن سے بیمار رہنے لگا۔ ایک دن نواب مذکور کا ایک دوست مزاج پرسی کے لئے آیا نواب نے تلوار کے خریدنے اور اُسی دن سے بیمار ہو جانے کا واقعہ بیان کیا۔ چونکہ حضرت مولانا صاحب کی تلوار چوری ہونے کا واقعہ مشہور ہو چکا تھا لہذا اس شخص کو بھی پتہ تھا۔ اُس نے نواب مذکور سے کہا کہ یہ تلوار ہندوستان کے ایک کامل بزرگ کی ہے۔ وہ آج کل پاکستان شریف آئے ہوئے ہیں۔ وہیں سے ان کی تلوار چوری ہوئی ہے اور یہ وہی تلوار ہے ہاشم خاں نے اپنے دوست سے کہا کہ یہ تلوار لے جاؤ کو واپس کر دے اور میرے لئے دعائے صحت کرا۔ اُس شخص نے کہا کہ تلوار واپس نہ کرو۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں یہ تلوار ان کی طرف سے تمہیں بخشش کرا دوں گا۔ اور صحت کی دعا کراؤں گا۔ وہ شخص حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں آیا اور ہاشم خاں کے تلوار خریدنے اور اُس دن سے بیمار رہنے کا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ فی الحال آپ وہ تلوار اُسے بخش دیں حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ اُس کے حق میں بہتر نہیں ہے کہ وہ تلوار اپنے پاس رکھے۔ اُسے کہو کہ اگر وہ اپنی بہتری چاہتا ہے تو مذکورہ تلوار حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں بھیج دے اُس شخص نے حضرت مولانا صاحب کا حکم ہاشم خاں کو پہنچا دیا۔ ہاشم خاں نے وہ تلوار حضرت سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں پیش کر دی۔ اُسی دن سے اس کی بیماری جاتی رہی۔ صاحبزادہ غلام فرید مہارویؒ فرماتے تھے کہ وہ تلوار اب بھی دیوان صاحب پاکستان شریف کے ہاں موجود ہے۔

صاحبزادہ خواجہ محمودؒ بن حضرت خواجہ نور احمدؒ بن خواجہ نور محمدؒ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں سنگھ شریف میں چاشت کے وقت غوث زمان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی خدمت میں عین مشغولی کی حالت میں ان کے محراب میں حاضر ہوا۔

آپ مراقبہ میں مشغول بیٹھے تھے۔ البتہ آپ کے چہرہ مبارک پر بشاشت و خوشی نمایاں تھی۔
 میں نے عرض کیا کہ یا حضرت آج آپ کے چہرہ مبارک پر مسرت پاتا ہوں۔ فرمایا ہاں صاحبزادہ
 صاحب۔ بات یہ ہے کہ آج میں نے اپنے دادا پیر حضرت مولانا فخر الدین صاحب کو دو
 دفعہ عالم امتثال میں دیکھا ہے۔ حضرت مولانا صاحب نے مجھے فرمایا کہ اے محمد سیماں وہ
 فولادی قلم جو انتقال کے وقت میں نے تمہیں دیا تھا اور جو بعد میں گڑھی اختیار خاں
 میں پوری ہو گیا تھا۔ اُس قلم نے ان لوگوں کی برٹیں اکھڑ دی ہیں جنہوں نے اسے
 پوری کیا تھا۔ اور وہ شخص جس نے پاکستان میں میری تلوار چرائی تھی۔ اس کی نسل میں ہر
 سال ایک دو آدمی قتل ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس کی نسل میں تلوار چلتی رہے گی۔
 میاں غلام فرید مہاروی سے منقول ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ جس وقت قبلہ عالم حضرت
 خواجہ نور محمد مہاروی نے مہار شریف میں مستقل قیام اختیار کر لیا تو آپ نے یہ معمول
 بنالیا کہ آپ ہر جمعہ کو مہار شریف سے پاکستان جاتے حضرت بابا صاحب کے مزار مبارک
 کا طواف کرتے اور جمعہ پڑھتے۔ پندرہ سال یہی معمول رہا۔ ایک جمعہ قنسانہ ہوا۔ مہار شریف
 سے پاکستان شریف پالپس کو س کے ناصدہ پر ہے۔ جب پندرہ سال گزر گئے تو حضرت بابا صاحب
 کا حکم ہوا کہ اب آپ تکلیف نہ کیا کریں۔ یہاں آنے کی بجائے ہر جمعہ کو میرے پوتے تاج سرور
 کی زیارت کر لیا کریں۔ اس حکم کے بعد آپ نے یہ معمول بنالیا کہ ہر جمعہ کے دن مہار شریف سے
 بستی چشتیاں شریف جاتے اور حضرت تاج الدین سرور کی زیارت کرتے۔ بستی چشتیاں شریف
 مہار شریف سے تین کوس جنوب کی طرف ہے اور اب حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ بھی
 وہیں موجود ہے۔ جب حاضر ہوتے تو کچھ فاصلہ سے ننگے پاؤں ہو جاتے۔ فرماتے تھے کہ اس
 بستی میں بہت سے سکھ سوریہ ہیں۔

حضرت شیخ تاج الدین سرور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے بیٹے حضرت دیوان بد الدین
 سیماں کے فرزند ہیں۔ جس قصبہ میں آپ رہائش پذیر تھے۔ حضرت تاج سرور کی نسبت
 نے اسے بستی تاج سرور بھی کہتے ہیں اور اس جگہ کو بستی چشتیاں بھی کہتے ہیں۔ اس لئے
 کہ حضرت تاج الدین سرور چشتیؒ کی اولاد کثیر تعداد میں یہاں رہتی تھی۔ یہ بستی بیکانیر سے

پاکتین شریف کو جلتے ہوئے شمال کی طرف ۸۰ کوس کے فاصلہ پر ہے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالم فرمایا کرتے تھے کہ شیخ تاج الدین سرور کامل و کامل ہیں / مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں، حضرت شیخ تاج الدین سرور کے ہمیرگان میں ایک صاحب میاں محمد بخش چشتی نام تھے۔ جو حضرت قبلہ عالم کے مریدانِ مجاز میں سے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم شیخ تاج الدین سرور کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اور وہاں اہل قبور پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ میں بھی وہیں کھڑا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ قبرستان اہل قبور سے بھر گیا ہے اور حضرت قبلہ عالم کے والد اور دادا ہندال اور محمود کے مزارات بھی یہیں ہیں۔ اب یہاں آپ کی قبر کے لئے کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ جب حضرت قبلہ عالم کا دصال ہو گا تو آپ کی قبر کہاں ہوگی۔ میرے دل میں یہ خطرہ آیا ہی تھا کہ حضرت قبلہ عالم نے میری طرف چہرہ مبارک کیا اور فرمایا، میاں محمد بخش انشاء اللہ تعالیٰ میری قبر جنت البقیع میں ہوگی۔ حاجی نجم الدین تحریر کرتے ہیں کہ ”میں نے خواجہ غلام فرید بنیرہ حضرت خواجہ نور محمد سے بھی یہ واقعہ اسی طرح سنا ہے۔“

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم حضرت گنج شکر کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے پاکستان جا رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ سوار اور پیادہ بھی بے شمار تھے۔ رات کو ایک گاؤں میں قیام فرمایا جو مہار اور پاکستان کے درمیان تھا۔ اگلی صبح وہاں سے روانہ ہو گئے۔ دوسرے دن میاں محکم دین سیلائی جو اپنے وقت کے ابدالوں میں سے تھے اسی گاؤں کی مسجد میں اترے۔ وہ تنہا تھے اور اپنے ہمراہ کوئی رفیق نہیں رکھتے تھے اور اکثر اکیلے ہی پیادہ پاسفر کرتے تھے۔ صاحب موصوف بھی قوم کھل سے تھے اور ان کا سلسلہ اویسیہ تھا۔ ان کے اور حضرت قبلہ عالم کے درمیان کمال محبت تھی۔ وہ بھی پاکستان جا رہے تھے۔ گاؤں کا ایک شخص ان کے لئے روٹی لایا کہتے ہیں کہ وہ شخص ان کا مرید تھا۔ ان سے بہت محبت رکھتا تھا۔ اس شخص نے حضرت سیلائی کے نزدیک بیٹھ کر گفتگو شروع کی۔ باتوں باتوں میں کہنے لگا کہ سبحان اللہ

درویش تو یہ حضرت ہیں۔ یعنی میاں محکم دین سیلائی، کہ کسی سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور ان کے آنے سے کسی کو تنگی اور سردردی نہیں ہوتی۔ کل حافظ بابل پاکستان گئے۔ رات یہاں تھے ان کے ساتھ پیادہ اور سوار بہت تھے۔ ان کے آنے سے یہاں لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی یہ کیا درویشی ہے۔ یہ تو دنیا داری ہے۔ حضرت محکم دین سیلائی نے جب یہ بات سنی تو روٹی رکھ دی اور اٹھ کر چل دیئے۔ اور فرمایا ”لا حول ولا قوۃ“ جس جگہ کسی ولی کا شکوہ ہو رہا ہو۔ اس جگہ کو آگ لگ جانی چاہیئے اور اسے تباہ و برباد ہو جانا چاہیئے۔ بس جو نبی انہوں نے یہ کہا اسی وقت اس گاؤں کو آگ لگ گئی۔ (حاجی نجم الدینؒ لکھتے ہیں کہ) ”میں نے خواجہ نور بخشؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ سے ایسے ہی سنا ہے۔ البتہ میاں غلام رسول چنٹر سکند بہاول پور کہتے تھے کہ یہ واقعہ بہاول پور کے قریب ایک قصبہ میں ہوا تھا۔ اور وہ قصبہ اب بھی دیران ہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ جب اُپج اور کوٹ مٹھن کی طرف جاتے تھے۔ تو اس قصبہ سے ہو کر جاتے تھے۔ بہر حال اصل واقعہ کہاں ہوا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے سجادہ نشین میاں نور بخشؒ فرماتے تھے کہ انہوں نے مولوی خلد بخشؒ بن قاضی احمد علیؒ بن قاضی محمد عاقلؒ سکند کوٹ مٹھن، خلیفہ اعظم حضرت خواجہ نور محمد بہار دہیؒ سے سنا ہے کہ ایک قاضی صاحب تھے جو کوٹ مٹھن کے قریب قصبہ واجل میں رہتے تھے۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے۔ ایک دفع جب حضرت قبلہ عالمؒ اس قصبہ میں تشریف لے گئے تو قاضی صاحبؒ مذکور نے عرض کیا کہ حضرت آپ سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں اگر آپ قبول فرمائیں۔ فرمایا قبول ہے۔ کہو۔ قاضی صاحب نے کہا کہ جس وقت میں فوت ہو جاؤں تو آپ میرا جنازہ پڑھائیں۔ فرمایا وعدہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں ہی تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا۔ ہوا یہ کہ حضرت قبلہ عالمؒ قاضی صاحبؒ مذکور سے پہلے وصال کر گئے۔ قاضی صاحبؒ نے جب یہ خبر سنی تو گریہ و زاری کرنے لگے اور کہنے لگے کہ افسوس صد افسوس حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارا جنازہ میں پڑھاؤں گا۔ مگر وہ مجھ سے پہلے فوت ہو گئے ہیں۔ اگرچہ حق تعالیٰ نے انہیں حیاتِ جاودانی دی ہے اور وہ قابر ت رکھتے ہیں کہ ان کی روح پاک میرے جنازہ پر موجود ہو کر میری نماز جنازہ پڑھے

مگر آپ نے تو فرمایا تھا کہ بیش امام میں ہوں گا۔ اب یہ کیسے ممکن ہو گا۔ اور وہ کس طرح سمجھیں گے کہ حضرتؑ نے میری نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ الغرض ایک مدت کے بعد قاضی صاحب مذکور فوت ہو گئے۔ اُن کا جنازہ تیار کر کے صحران کی طرف لے گئے۔ جب جنازہ کی تیاری ہو گئی تو کی دیکھتے ہیں کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے اور چار پانچ آدمی پیادہ اُس کے ساتھ دوڑتے آ رہے ہیں۔ جب قریب آئے تو حاضرین میں سے سب نے پہچانا کہ حضرت قبلہ عالمؑ ہیں۔ چونکہ سب حضرت قبلہ عالمؑ کے مرید تھے۔ اس لئے سب نے قدم بوسی کی۔ اُس وقت سب کے دل سے یہ بات عموماً تھی کہ حضرت قبلہ عالمؑ کا وصال ہو چکا ہے۔ سب یہی جان رہے تھے کہ زندہ ہیں اور قاضی صاحب کا جنازہ پڑھنے آئے ہیں۔ جو نبی آپ نے قاضی صاحب کی نماز جنازہ پڑھی، لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اُس وقت سب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ عالمؑ تو وصال پا چکے ہیں۔ البتہ یہاں اُس ایقانے عہد کے لئے تشریف لائے ہیں، جو قاضی صاحب مذکور سے کیا تھا۔ قاضی خلا بخش صاحبؑ فرماتے تھے کہ انہوں نے یہ بات اُس شخص سے سنی تھی۔ جو قاضی صاحب مذکور کے جنازہ میں موجود تھا۔ اور اس نے اپنی آنکھوں سے اُس جنازہ میں حضرت قبلہ عالمؑ کو دیکھا تھا۔ یہ شخص حضرت قبلہ عالمؑ کا مرید بھی تھا۔

میاں نور بخش صاحبؑ فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت قبلہ عالمؑ آج اور کوٹہ سٹن کی طرف جاتے تھے۔ تو اکثر آپ قصبہ گہلوآں میں ایک دورات قیام کیا کرتے تھے۔ مولوی محمد صاحبؑ بھی اسی قصبہ میں رہتے تھے۔ وہ حضرت مولانا نور محمد نارو دالہ سے مرید تھے اور انہوں نے خیرالادکار کے نام سے حضرت قبلہ عالمؑ کے ملفوظات بھی مرتب کئے تھے۔ وہ اکثر حضرت قبلہ عالمؑ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ اور حضرت کو پناہ ساجلا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حسب معمول حضرت قبلہ عالمؑ قصبہ گہلوآں میں قیام پذیر تھے۔ مولوی محمد صاحبؑ اُن دنوں ایک خوب صورت عورت پر عاشق تھے جس کو دیکھے بغیر انہیں ایک لحظہ قرار نہیں آتا تھا۔ اس وجہ سے انہیں حضرت قبلہ عالمؑ کی خدمت میں حاضر ہونے میں دیر ہو گئی۔ حضرت قبلہ عالمؑ نے انہیں یاد کیا۔ جب وہ آئے تو فرمایا کہ میرے پاس آئے ہیں

اس قدر دیر کی کیا وجہ ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے مگر اُن کی زبان سے بات نکلتی تھی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنے نورِ باطن سے معلوم کیا کہ اصل ماجرا کیا ہے۔ فرمایا۔ میاں محمد پانی کالوٹا بھر کر لاؤ تاکہ صحرا میں چلیں۔ انہوں نے آفتاب بھرا اور اپنے ہاتھ میں لیا حضرت قبلہ عالمؒ نے اُن کے سوا کسی اور کو ساتھ نہ آنے دیا۔ جب صحرا میں گئے اور قضاے حاجت سے فارغ ہوئے۔ فرمایا۔ میاں مولوی محمد تہا ہے اس قصبہ میں کوئی خوب صورت عورت ہے۔ ہمیں شوق پیدا ہوا ہے کہ کسی جمیل چہرے کو دیکھیں۔ کیونکہ وہ خود اسی آفت میں مبتلا تھے۔ اپنے مقصود کے مطابق سمجھا اور حضرت قبلہ عالمؒ کو اپنی محبوبہ کے گھر لے گئے۔ اور اُسے کہنے لگے کہ آؤ تمہارے لئے عورتِ زمانہ کو تمہارے گھر میں لایا ہوں۔ زیارت کرو اور دعا چاہو۔ انہوں نے اپنی سعادت مندی سمجھ کر حضرت قبلہ عالمؒ کے لئے اپنے گھر میں فرش بچھایا۔ یہاں تک کہ قبلہ عالمؒ اُن کے گھر بیٹھ گئے۔ اُن کی محبوبہ حاضر نہ تھی۔ اُسے بھی طلب کیا اور حضرت کی خدمت میں لے آئے تاکہ قدم بوسی حاصل کرے۔ آخر قبلہ عالمؒ نے سب کو فرمایا کہ باہر چلے جائیں۔ اور وہ جمیل حضرت کے پاس تنہا رہ گئی۔ حضرت اُس کے ساتھ دیر تک کلمہ و کلام میں مشغول رہے۔ اس کے بعد اپنے ڈیرہ میں آئے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کلام کیا اور کیا نگاہ اُس کے چہرہ پر ڈالی کہ مولوی محمد کہتے ہیں کہ اُس جمیل کا حال دگرگوں ہو گیا۔ بہت مدت کے بعد میں جب سفر سے واپس آکر اُس کے سامنے گیا تو اس طرح کی معرفت کی باتیں اور حقائق اُس کی زبان سے سُننے کہ میری عقل حیران رہ گئی کہ یہ کیسے کامل سخن زبان سے بیان کرتی ہے۔

اَلْاَمَّا ذَاكَ رَا بِنظَرٍ كَيْمِيَا كُنْد

سَگ رَا دِلِي كُنْتِ بَغْس رَا بَا كُنْد

البتہ صاحبزادہ نصیر بخش بن حضرت نور حسن بن حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ میں نے یہ قصہ مولوی نور محمد بڈرہ سے خود سنا ہے اور وہ حضرت ناردوالہ صاحب کے مریدانِ مجاز میں سے تھے۔ اور اکثر حضرت قبلہ عالمؒ کی صحبت میں رہتے تھے۔ وہ کہتے

ہیں کہ میں اپنے گاؤں سے جس کا نام محمد پور ہے اور وہ مہار شریف کی طرف ہے، اکثر حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں آتا جاتا رہتا تھا، دریائے سندھ کے کنارے پر ایک گاؤں تھا وہاں ایک حسین عورت تھی جس کا حسن و جمال بہت زیادہ تھا۔ ایسا کہ اگر وہ تاریکی میں بیٹھتی تو اُس کی پیشانی کے نور کی شادوں سے عین تاریکی میں بھی اُس کے رخ و حال معلوم ہو جاتے تھے۔ اُس کے دیکھنے کا عشق ہو گیا اور میں اُس کے لئے مبتلا ہو گیا اس حد تک کہ مہار شریف آتے جاتے وہاں ایک رات ضرور گزارتا اور اُس عورت کے ساتھ کلمہ کلام اور محبت امیر مغلگو کر کے اپنے دل کو تسکین دیتا۔ اور پھر آگے چلا جاتا۔ ایک دفعہ اُس عورت نے کہا کہ مجھے بھی اپنے بڑے پیر حضرت قبلہ عالم کی زیارت کسی طریقہ سے کرادو۔ میں نے کہا کہ حق تعالیٰ کوئی سبب پیدا کریں گے کہ تمہیں بھی اُس محبوب حق تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔ آخر کار ہوا یہ کہ حضرت قبلہ عالم کو کوٹ مٹھن جانے کا اتفاق ہوا۔ اتفاقاً اُس گاؤں میں قیام کرنا پڑا۔ اور مجھے فرمایا کہ نور محمد لوٹا پانی کا بھر دتا کہ فضلے حاجت سے لئے جائیں۔ میں نے لوٹا بھرا اور قبلہ عالم کے ہمراہ گیا۔ راستہ میں فرمایا کہ مولوی صاحب اس قصبہ میں کوئی ایسا صاحب حسن و جمال ہے تو مجھے دکھاؤ جس کے دیکھنے سے میرے دل کو اور میری رُوح کو فرست حاصل ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں حضرت ایک عورت بہت ہی حسین اور خوب رو ہے۔ اُسے دیکھ لیں۔ میں اس عورت کے گھر جا کر خبر کرتا ہوں۔ جب میں اُس کے گھر گیا اور خبر کی کہ حضرت قبلہ عالم تمہارے گھر کو ازراہ نوازش رشکِ علان بنائیں گے۔ تو اُس نے اپنی خوش بختی و عزت افزائی سمجھتے ہوئے فرش بچھایا یہاں تک کہ قبلہ عالم نے اُس گھر میں جا کر جلوس کیا۔ البتہ وہ عورت اُس وقت گھر میں موجود نہ تھی حضرت قبلہ عالم نے آنکھ کے اشارہ سے مجھ سے پوچھا کہ وہ عورت کہاں ہے، میں نے اُس عورت کی ساس سے کہا کہ تمہاری بہو کہاں ہے کہ اُسے ہمیشہ حضرت قبلہ عالم کی زیارت کا شوق تھا۔ انہوں نے کسی کو اُس کے پاس بھیجا وہ آئی اور حضرت قبلہ عالم کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئی۔ جب دیر کے بعد ہوش میں آئی عرض کیا کہ قبلہ مجھے بیعت کر لیں۔ فرمایا کہ الگ حجرہ میں چلو وہاں فرش بچھایا گیا اور آپ نے خلوت میں اسے بیعت اور وظائف و اشغال

عطا فرمائے۔ اور تادیر اُس حجرہ میں اُس سے پاس تنہا قیام فرمایا۔ واللہ اعلم کیا نظرِ کیمیا
 اترتی جو اُس پر ڈالی کہ اُس کا کام تمام ہو گیا۔ مولوی صاحب فور محمد پڑھ فرماتے تھے نہو
 کہ بیعت کے وقت اُس عورت نے چالیس روپیہ نقد اور کپڑے کے چند تھان حضرت قبلہ عالم کی
 نذر رکھے۔ اُن حضرت نے خوش طبعی سے فرمایا کہ یہ مولوی صاحب کا حق ہے اُن کو دے دے۔ میں نے
 وہ تمام نقد و جنس اٹھالیا۔ جب قبلہ عالم وہاں سے اُٹھ کر باہر آئے۔ روانگی کے وقت اُسے
 فرمایا کہ اگر تمہیں پھر کبھی کوئی کسی قسم کی حاجت پیش آئے تو مولوی صاحب سے تحقیق کر لینا۔ اُس
 کے بعد قبلہ عالم مہار شریف آگئے اور دو تین سال سے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ مولوی صاحب مذکورہ
 کہتے تھے کہ انہیں پانچ چھ سال بعد دوبارہ اُن کاؤں سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس میں وہ
 حبیلہ عورت رہتی تھی۔ میں اُس سے گھر گیا۔ دیکھا ایک عورت کسی اور ہیئت میں اُس گھر میں بیٹھی
 ہے۔ اُسے پوچھا کہ فلاں عورت کہاں ہے۔ اُس نے کہا میں وہی ہوں۔ میں حیرت زدہ ہو گیا کہ اس عورت
 کا وہ حسن و جمال اور وہ طامت و خوب صورتی کہاں گئی۔ جب اس کے ساتھ کلمہ کلام میں مشغول ہوا
 ایسا ایسا کلام عرفان و توحید میرے سامنے بیان کیا کہ میں حیران رہ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اس
 عورت میں جو اسرار و معارف ہیں، میرے اندر اس کا ایک حصہ بھی نہیں مگر میں ظاہر اُس کی ہر بات
 پر ہاں ہاں کرتا رہا اور دل میں کہتا تھا سبحان اللہ حضرت قبلہ عالم کی اصل صحبت اور نگاہ توجہ خاص
 اگرچہ اس عورت پر عورتی سی تھی مگر اس عورت پر اُس کا کتنا اثر ہوا ہے۔ اور ہم نے اگرچہ قبلہ عالم
 کی ظاہری صحبت بہت زیادہ کی ہے۔ ہمارے اندر بہ معنی موجود نہیں۔ اُس عورت کا ایک عقدہ رہتا
 تھا۔ اُس نے میرے سامنے بیان کیا۔ اور اُس کا حل طلب کیا۔ میرے اندر اس کے حل کی طاقت
 نہ تھی۔ میں نے کہا میرے ساتھ حضرت قاضی صاحب تہذیب عاقل محمد صوفی کی خدمت میں
 چلو۔ وہ تمہارا یہ عقدہ حل کریں گے۔ وہ عورت میرے ساتھ کوٹ مٹھن میں قاضی صاحب
 کی خدمت میں آئی، جس وقت ہم وہاں پہنچے۔ قاضی صاحب اپنے مکان سے اُٹھ کر اپنے
 گھر قشرف لے گئے تھے۔ میں نے قدام بوسی کی اور عرض کیا کہ یہ عورت آپ کی پیر ہیں ہے۔ اس
 کا ایک عقدہ رہ گیا ہے اس کے حل کے لئے آپ کی خدمت میں آئی ہے اُسے گھر کے اندر لے
 گئے اور راستہ میں کھڑے ہو کر اُس سے اُس کا مقصود پوچھا۔ اور اس کا عقدہ حل کر دیا۔ بعد ازاں

جب گھر سے باہر تشریف لائے۔ تو روکتے ہوئے سامنے آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ عالم کی ذات باریکات کو کتنا فیاض اور کامل و مکمل کیا تھا کہ اپنے ہر ایک غلام کو چاہے مرد یا عورت، عام یا خاص، دوسرے کا محتاج نہیں رہنے دیا۔ یہ عورت کم علمی کی وجہ سے اس عقدہ کو حل نہ کر سکتی تھی۔ البتہ بات وہی تھی جو اُس کے فہم میں پہلے سے موجود تھی۔

صاحبزادہ نور بخش بن خواجہ نور حسن صاحب بن حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ مولوی ضیاء الدین صاحب سکسہ مہار شریف حضرت قبلہ عالم کے بڑے بیٹے حضرت نورالصارف شہید کے استاد تھے۔ اور حضرت مولانا صاحب دہلوی کے مرید تھے۔ انہیں حضرت قبلہ عالم کی ولایت پر زیادہ اعتقاد تھا۔ فقط آپ کو اپنے پیر بھائیوں کا درجہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ ان کا حج ارادہ ہوا۔ حضرت قبلہ عالم نے ان کو فرمایا کہ مولوی صاحب تنہا یہاں رہنا بہتر ہے۔ کہ چند اور لوگ آپ سے علم حاصل کریں گے۔ انہوں نے حضرت کے حکم پر عمل نہ کیا اور رخصت نہ کر رہا ہو گئے۔ روانگی کے وقت حضرت قبلہ عالم نے انہیں فرمایا کہ غیر مولوی صاحب آپ حج پر جائیں البتہ اگر کسی جگہ آپ کو مشکل پڑے تو اس فقیر کو یاد کریں۔ انشاء اللہ بندہ کو حاضر پائیں گے۔ مولوی صاحب جہاز پر سوار ہوئے اور جب سمندر کی گہرائیوں میں پہنچے تو جہاز عرق ہونے لگا۔ جہاز کی تمام مخلوق نالہ و فغاں کرنے لگی۔ مولوی صاحب نے حضرت قبلہ عالم کے وہ الفاظ یاد کئے اور مدد چاہی کہ یا حضرت خواجہ نور محمد وقت مدد ہے۔ اسی وقت مولوی صاحب مذکور کو غنودگی آگئی۔ سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ قبلہ عالم اُسی جہاز میں سوار ہیں اور فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب غم نہ کرو اس تمام مخلوق کو تمہارے طفیل عرق ہونے سے امان ہے اور میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو تمام جہاز میں سوار لوگوں سے کہا کہ دوستو غم نہ کرو خیر ہے۔ انشاء اللہ ہم عرق نہیں ہوں گے۔ ہر شخص نے ان کی طرف رجوع کیا اور جب واقعہ سنا تو یہ خیال کیا کہ اس مصیبت کے وقت کہ ہر شخص عرق جہاز کے خوف سے گریہ و نالہ میں تھا۔ اس خواب کا انا حکمت سے خالی نہیں تمام معتقد ہو گئے اور نذر و نیاز آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے جہاز کو خیر و عافیت سے دوسرے کنارے پر لگا دیا۔

اور سب صحیح و سلامت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ جب حج کے لئے میدانِ عرفات میں گئے اور امام خطبہ پڑھ رہا تھا۔ تو مولوی صاحب مذکور صفحہ میں کھڑے کیا دیکھتے ہیں کہ تین آدمی چھوڑ کر حضرت قبلہ عالم بھی وہیں موجود ہیں اور اسی صفحہ میں کھڑے ہیں۔ کیونکہ خطبہ کا وقت تھا۔ مولوی صاحب نے دل میں سوچا کہ حضرت قبلہ عالم بھی برائے حج تشریف لے آئے ہوں گے۔ انشاء اللہ خطبہ سے فارغ ہو کر آپ کی قدم بوسی کروں گا۔ جب خطبہ ختم ہو گیا۔ تو حضرت قبلہ عالم غائب ہو گئے۔ مولوی صاحب نے ان لوگوں سے جو حضرت کے برابر صفحہ میں کھڑے تھے پوچھنے پر کہتے گئے اللہ ہی بہتر جانتا ہے یہ آدمی پنجابی ہے اور ہم اسے ہمیشہ خانہ کعبہ میں دیکھتے ہیں۔ کہ یکا یک ظاہر ہو جاتے ہیں اور یکا یک غائب۔ اور اسی طرح ہر سال موسم حج میں اس جبلِ عرفات پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ سن کر مولوی صاحب کو حضرت کی قدم بوسی کا بہت شوق ہو گیا۔ حرمین الشریفین کی زیارت کے بعد جب مہار شریف کی سمت روانہ ہوئے۔ اور قریب پہنچے تو قبلہ عالم آپ کے استقبال کے لئے ہنر یاری تک جو مہار شریف کے قریب ہے پہنچے جب آپ کو مولوی صاحب نے دیکھا۔ دوڑ کر قدموں پر گرے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب آپ کا یہ سر حرمین الشریفین میں پہنچا ہوا ہے۔ میرے پاؤں میں نہ رکھیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت میں دونوں جگہوں کو آپ کی قدم بوسی کی خاطر چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ پس حضرت قبلہ عالم نے اُن کی راہ خدا میں ترہمت کی اور تکمیل و خلافت کے درجہ تک پہنچا دیا۔ یہاں غلام فرید صاحب فرماتے تھے کہ وہ بھی حضرت قبلہ عالم کے خلفاء سے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالم کا دستور تھا کہ جب ملک نماں کا سفر کرتے جس سے مراد بہاول پور، احمد پور، اُچ اور کوٹ مٹھن کا علاقہ ہے تو پہلے اُچ تشریف لے سیکھو جاتے پھر سید پور میں پھر نارودالہ میں اور پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ جب اس ملک کی طرف گئے اور بلو سید پور پہنچے تو قاضی عاقل محمد کی علالت کی خبر سنی۔ یہ سن کر نارودالہ نہ گئے بلکہ سیدھے کوٹ مٹھن کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت نارودالہ صاحب سید پور آپ کے استقبال کے لئے نارودالہ سے سید پور پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت

آپ کو دستور یہ ہے کہ سید پور سے اس فقیر کے غریب خانہ پر تشریف لے جاتے ہیں اور اس کے بعد کوٹ مٹھن جاتے ہیں۔ اس دفعہ غلام کی دعوت تناول فرما کر پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جائیں۔ آپ نے بلا تکلف خوش طبعی سے فرمایا کہ دعوت میں قسم کی ہوتی ہے۔ ازل عام دوم پچھتہ سوم تقدیر میں سے جو بھی میسر ہے اسی جگہ دے دو ہمارا اسی وقت کوٹ مٹھن جانا ضروری ہے۔ الغرض وہاں سے کوٹ مٹھن گئے۔ قاضی صاحب نے خبر سنیتے ہی دو آدمیوں کے کندھوں پر بٹا ہوا رکھ کر آپ کی تادم بڑی استقبال کے لئے آگئے۔ نارووال صاحب نے پوچھا کہ قاضی صاحب اب آپ کے مزاج کیسے ہیں۔ انہوں نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا: لقا الخلیل شفا العلیل یعنی دوست کی ملاقات بیمار کی شفا یابی ہے۔ قاضی صاحب پر اس کلام کے سننے سے وجد طاری ہو گیا۔ اور اس حالت میں آپ کی بیماری بھی جاتی رہی۔ حاجی نجم الدین لکھتے ہیں کہ انہوں نے صاحبزادہ نصیر بخش سے ایسا ہی سنا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مولانا صاحب دہلوی سے سوال کیا کہ با حضرت کہتے ہیں کہ سید حسن رسول نما ہر شخص سے پانچ سو روپہ نذر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیتے تھے۔ یہ درست ہے یا نہیں۔ فسرمایا درست ہے مگر حق تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا مرید دیا ہے کہ وہ خدا نا ہے اور مفت بغیر نذر لے کر خدا کو دکھا دیتا ہے۔ اور اس مرید سے مراد حضرت قبلہ عالم تھے۔ مولوی دیدار بخش صاحب پاکپٹی اس فقیر (حاجی نجم الدین) کے سامنے فرماتے تھے کہ میں تمہیں صاحب بخش صاحب جو خاندان چشتیہ صابریہ کے مشائخ میں سے تھے۔ کی زبان سے سنا ہے وہ فرماتے تھے جب حضرت کے وصال کے دن قریب آئے۔ میں اور دیگر مشائخ دہلی جمع ہو کر حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اس ارادہ سے کہ پوچھیں کہ آپ کے بعد کس خلیفہ کو آپ کی مسند خریف پر بٹھائیں گے۔ پس میں اور میرے چچا خواجہ بخش صاحب نے پوچھا کہ با حضرت آپ کے انتقال کے بعد آپ کے خلفاء میں سے کس خلیفہ کو آپ کے سجادہ ارشاد پر بٹھا باجلئے فرمایا جس

کو میں نے اپنی جگہ خلیفہ وقائم مقام بنانا تھا۔ پہلے ہی بنادیا ہوا ہے اور اس کام سے فارغ ہو گیا ہوں اور وہ میاں صاحب نور محمد مہاروی ہیں۔ اب ظاہری رسم کے مطابق حسن کو چاہو میرے بعد یہاں بٹھا دینا۔ تمہارا اختیار ہے۔ حاجی نجم الدینؒ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کے بعد سید احمد عارضی فوراً پرستار شاد پر بیٹھے مگر جلد ہی صاحبزادہ مولانا قطب الدین نے اپنے والد حضرت مولانا صاحبؒ کی جگہ لی جن کے بعد ان کے بیٹے میاں غلام نعیر الدین صاحبؒ عرف میاں کالے صاحب گدڑی نشین ہوئے۔

ان کے بڑے بیٹے میاں غلام نظام الدینؒ سجادہ نشین ہوئے اور اب تک کہ مسئلہ ہے۔ وہ موجود ہیں حتیٰ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور حضرت مولانا صاحبؒ کے فیض سے مشرف فرمائے۔ البتہ حضرت مولانا صاحبؒ سے برس میں آپ کے خلفاء میں سے سید احمد صاحبؒ کے بعد غلام فرید چشتی صاحبؒ اور ان کے بعد حاجی لعل صاحبؒ کہ یہ دونوں بھی حضرت مولانا صاحبؒ کے خلفاء ہیں سے تھے خلیفہ خدا کو فیض پہنچاتے رہے اور لال قلعہ میں میر محمدی صاحبؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ کے فیض کو جاری رکھا۔

منقول ہے کہ جس وقت مولانا قطب الدین صاحب اورنگ آباد دہلی میں تشریف لائے تو خلافت کے طریق پر وراشتا حضرت مولانا صاحبؒ کے سجادہ پر بیٹھ گئے اور طالبانِ خدا سے بیعت لے کر فیض جاری کیا۔ بعد ازاں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف تشریف لائے۔ کچھ مدت رہے اور حضرت قبلہ عالمؒ کی حریت کے مطابق بہت ریاضت و مجاہد کیا، مقصود اصل حاصل کیا اور خلافت و نعمت لے کر پھر دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت اکبر شاہ دہلی کا بادشاہ تھا۔ بادشاہ اور دہلی کی بہت سی مخلوق آپ کی مرید ہو گئی۔ اور آپ کا شہرہ دور دور پہنچا۔ کہتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے آپ کی طرف بہت توجہ فرمائی۔

۱ : سید احمد حضرت مولانا صاحبؒ کے شاگرد اور خلیفہ تھے ان کے بیٹے نہیں تھے۔ پروفیسر ظہیر احمد نظامی تاریخ مشائخ چشت (ص ۵۲۰) میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ فخر صاحبؒ کے بعد مولانا سید احمد صاحبؒ مستدار شاد پر بیٹھے۔ اس دوران میں حضرت شاہ فخر صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا قطب الدین صاحبؒ اورنگ آباد سے تشریف لے آئے اور اپنے والد کے سجادہ شریف پر جلوہ فرما ہو گئے۔

تقلید نورانی الدینی

ایمده حضرت مولانا صاحب تهریت حضرت قبله عالم سیدار یافته بود و خلافت هم قبله عالم ابو خشیه بود و
دیکه شوی تصنیف کرده در آن ذکر فضایل حضرت قبله عالم نوشته است متنوس

درگاه نور محمد آن حمزه	گر دو نیم جهان شود در شور	حق کاین عالمست آیتش	آمد اطلاق نور بر داشتش
هست نور محمدی زبان نور	زبان بل آن خوش نمود طهور	بیکر او تمام بیکر جهان	هست معشیت و گوهر جهان
شده زانیکو جانش اگه چال	طائر شوق دل کشاوشن مال	گشت پروانه سوی شمع روان	وجو عانتش کنان بافتنشان
سوی بحر جویق بست سپند	بهر در راه وصل رانده مند	بجنگ دوزخه دل مشتاق	وقت مهجود کرد قطع فراق
پرست نسبت عیان کشیده را	بند بل سوی جان کشیده را	آمد او اندازد ویرانست	گر رسیده است بادیه سرست
ایمانک ندانده دلش بیکبار	گر برون آید آمدت دلدار	ملک آورد در کعبه ملک	حق محمد ادر علی ذک
یافت از بقیش بجهل نوره	سر مکنون گرفت ز غلظت نوره	سلسله بود بسته فضیلتان	چشم بر راه سلسله کتب
شمع کاین بزم سوزنی آید	شعله ز آتش نفس میخیزد	دشت کشتی که روشن امید	یکشاره در برق میغلبید
دل ز دست کسی میجست	ختم او وصل آتش میجست	نور برادر کان استعداد	جوهرش از جهان استر شاد
خواجده را مورد عنایت شد	مصرف لطف بی نهایت شد	از روشن در فیض گاه پرن	دوبل اندر ای او در کون
آن مغرب بهای موج سداد	شده غرق قاسم مغربش میا	آن منش از زمین روشن دگر	همه جا آینه آشکارا زن
آن دل او بر بند فخر جهان	از ازل در کند خف جھان	لب لبم الهی جرات دل	دل تنه جویش سبیل
نوا جده را شدم مرید باغ گلش	مور و اتفاقات خالص	گشت از خواجده کایابی او	دلی آمد بھر کای او
سالمه ماند در حرم حضور	گشت مانند اسم خود هم نور	اولیای او در زمان کمال	صفت اسم خویش ظاهر حال
پیش از فرودین گر آید شد	دارت نسبت نطالع شد	کرد حاصل جود تبارشاد	شد مخلص از بخت سواد
شیخ در حق او چنین میگوید	کین بی باهر جود بوده است	نیز ارشاد زانچه درین است	کین زبان قطب وقت خود است
هم محبت کزین جهان آرا	شده سبب منفرت ما	هم ز پیغمبر بزرگ جناب	حکامش او یافت در جناب
اکیات بود پاک پرن	وان مع فلک در ره بطور	شده در آنجا کمال او شایع	گشت خورشید فضل او شایع
یکجهان یافت فیض میت او	عالمی زد و دارا و استاد	همی وز او در جھان	مرجع ناطق عالم شجران
بندگان درش خوارانند	بر کاشش ناز برانند	میشود بعد یک دو سال عالم	فایض با نگاه ذوالاکرام
بدر لعل شیخ و قیام	خلد اندک آید	مترقی بود غرور کمال	پایه بند از صدر مبارک

۱۷۰
تھا کہ آپ کے پیر کو ملیں۔ اب جبکہ آپ جو مولانا صاحب کے مرید ہیں اس قدر کامل ہیں تو آپ کے پیر کو بہت ہی کامل ہوں گے۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ خیر آئندہ اس خانقاہ میں ایسی حرکت ذکر نہ۔ ورنہ تمہیں سزائے دی جائے گی۔ اور میں نے بھی اس خانقاہ شریف کا لحاظ کیا ہے ورنہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کرتا کہ دنیا کی کبھی جب قبلہ عالم دہلی میں حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ تو مولانا صاحب نے مسئلہ اکر فرمایا کہ میاں صاحب وہ ہندو جو ہماری زیارت

(۱) منقول ہے کہ میاں نصیر بخش صاحب بن حضرت نور حسن صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ”میں نے اجیر شریف میں معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم اپنے وطن سے براستہ اجیر شریف دہلی شریف روانہ ہوئے۔ جب اجیر شریف پہنچے تو خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نوحا جگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیرمی کے عرس کے دن تھے۔ اجیر شریف میں ایک ہندو تھا کہ اپنے فن میں کامل وقت تھا۔ اور صاحب مجاہد ریاضت تھا۔ اور اُس سے ۳۱۴ مرید تھے کہ ہندی میں انہیں چیلے کہا جاتا ہے۔ جب قبلہ عالم اجیر شریف پہنچے تو وہ ہندو حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور چالیس روپے نقد اور کپڑے کے چندہ تھا کہ نذر کرنے اور کہا کہ میں بھی دہلی میں آپ کے مرشد کو دیکھنے کے لئے جاؤں گا، جب رات ہوئی تو پہلی رات مجلس سماع مسمیٰ وہ ہندو بھی مجلس میں آیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور ایسا تصرف کیا کہ تمام قوالوں کی زبان بند ہو گئی اور مزامیر کی آواز بھی بند ہو گئی۔ حاضرین مجلس تمام حیران ہو گئے۔ اس مجلس میں بہت سے مشائخ اور صوفیا حاضر تھے۔ مگر کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ قوالوں اور سازوں کی آواز کھوے۔ پس اجیر شریف کے سجادہ نشین یعنی جاب دیوان صاحب نے ایک آدمی کو حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں بھیجا۔ اور آپ اُس وقت اوراد و وظائف میں مشغول تھے۔ وہ شخص حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں پہنچا اور محفل کا سارا حال بیان کیا۔ آپ اٹھ کر مجلس میں آئے اور اُس ہندو کے مقابل بیٹھ گئے اور قوالوں کو فرمایا کہ وہ شروع کریں۔ انہوں نے بدستور سابق قوالی شروع کی۔ یہاں تک کہ مجلس میں خوب ذوق شوق پیدا ہوا۔ دوسرے دن وہ ہندو آیا اور قبلہ عالم کے قلم بوس ہوا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خوب کامل کیا ہے۔ ہمارا ارادہ

کو آ رہا تھا آپ نے اُسے کیوں آنے نہیں دیا۔ پھر فرمایا کہ وہ بند اپنے فن میں کامل تھا۔
 مگر اس نے ادبی کی وجہ سے اس کا حال سلب ہو گیا ہے۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) کہتا
 ہے کہ ہم نے یہاں امام بخش صاحب بن حضرت غلام فرید بنیر قبیلہ عالم سے یہ حکایت
 سنی ہے اور اکثر دوسرے آدمیوں سے بھی اس واقعہ کو اسی طرح سنا ہے۔ کہ جب قبیلہ عالم
 دہلی سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف آ رہے تھے تو مولانا صاحب نے فرمایا تھا کہ خواجہ بزرگ
 کا عرس قریب ہے۔ اجمیر کے راستے جانا چاہیے۔ پس آپ عرس مبارک کے دنوں میں
 اجمیر خریف پہنچے۔ اور جب اُس ہندو نے محفل میں اپنا تصرف کیا تو قبیلہ عالم بھی محفل میں
 آکر بیٹھ گئے مزا میر پور کھ دیئے گئے تھے، اُن سے خود بخود آواز آنے لگی۔ اور محفل میں بہت
 ذوق و حال پیدا ہوا۔ وہ ہندو یہ دیکھ کر قدموں میں گر گیا۔ اور اپنے تین سو چیلوں کے
 ہمراہ مسلمان ہو گیا۔ مگر اس کے بقیہ ۳۰ اچھے کافر رہے۔

جناب نادر شاہ صاحب نے رسالہ "اسرار الکمال" میں لکھا ہے کہ میرے پیر و مرشد حافظ
 صاحب جمال الدین لٹانی فرماتے تھے کہ جب حضرت قبیلہ عالم دہلی میں اپنے پیر و مرشد حضرت
 مولانا صاحب کی زیارت کے لئے قشرف لے گئے تو دیکھا کہ خانقاہ کے تمام فقرا کا وظیفہ اور
 خوراک محض تھی۔ ایک چھٹانک سے لے کر نصف پاؤنک آٹھ پہروں میں ایک وقت ہر ایک
 کو مذکورہ وزن کے مطابق روٹی دی جاتی تھی۔ جب قبیلہ عالم وہاں پہنچے تو حضرت مولانا صاحب
 نے بادری کو کہا کہ میاں نور محمد صاحب سے باران کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا کہ آٹھ پہر میں
 ایک وقت نصف سیر دیں۔ قبیلہ عالم کے ہمراہی بہت زیادہ کھانے والے تھے۔ میر نہ ہوتے تھے
 مگر صرف حیاف کے وقت جبکہ قبیلہ عالم کے پیر بھائیوں سے کوئی حیاف نہ کرتا تو سب ہر کو کھاتے
 اس سلسلہ میں ایک اور حکایت کہ قبیلہ عالم کا ایک اور پیر بھائی سید مجدد تھا۔ ایک دن مولانا
 صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ میں میاں نور محمد صاحب کی دعوت کرنا چاہتا ہوں درحقیقت
 وہ مخلص آدمی تھا۔ اور خود حضرت مولانا صاحب کے لنگر سے کھانا کھاتا تھا۔ حضرت
 مولانا صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ حیاف کا سامان کہاں سے لئے گا کہنے لگا آپ دیں
 گے۔ فرمایا بہت خوب چنانچہ لانگری کو فرمایا کہ شاہ صاحب جس طرح کی میاں صاحب

کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ اس حساب سے گوشت و دیگر سامان طعام تیار کریں۔ لاٹگری نے فرمان کے مطابق تیار کیا اور یاران نے کھایا۔

منقول ہے کہ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ جب مولانا صاحب قضاے حاجت کے لئے شہر کے باہر گئے ہوئے تھے۔ قبلہ عالم کو ذرا بھر کر آپ کے پیچھے روانہ ہوئے چلتے چلتے دور جنگل میں چلے گئے۔ حضرت مولانا صاحب قضاے حاجت اور استنجا سے فارغ ہوئے اور وضو کرنے میں مشغول ہو گئے تو چار اشخاص چار جانب سے اگر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ مولانا صاحب نے فرمایا میاں نور محمد انہیں پہچانتے ہو۔ کہا نہیں۔ فرمایا کہ یہ چاروں جنات کے بادشاہ ہیں۔ اگر کوئی حاجت ہو تو یہ حاضر ہیں۔ قبلہ عالم نے کہا کہ اس فقیر کو صرف آپ کی مبارک ذات کی طلب ہے اور تمام حاجات آپ ہی کو تفویض ہیں۔ مجھے آپ کو چھوڑ کر ان جنات سے کیا کام۔ مولانا صاحب نے فرمایا اسے جنات چلے جاؤ کہ میاں صاحب تمہیں قبول نہیں کرتے۔ وہ اسی وقت غائب ہو گئے۔

حافظ صاحب سے منقول ہے کہ جب قبلہ عالم دہلی تشریف لے گئے تو میاں شمس الدین نے جو قبلہ عالم کے اچھے پیر بھائیوں سے تھا۔ آپ کی بہت عمدہ ضیافت کی اور وہ اس قدر صاحب تعلیم تھے کہ ایک دن نئے بونے خرید کر پاؤں میں ڈال کر مولانا صاحب کی خدمت میں آئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ جوئے کس قیمت میں خریدے ہیں۔ عرض کیا ایک روپیہ میں مولانا صاحب نے فرمایا کہ اس سے بہتر پہننے چاہئیں۔ اپنے پیر کے فرمان کے مطابق پانچ روپیہ کے دوسرے بھونے خریدے اور پہن کر آئے۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ اچھے ہیں۔

حافظ صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ جب قبلہ عالم حضرت مولانا صاحب سے رخصت ہوئے تو حضرت شمس الدین صاحب آپ کو الوداع کہنے اور رخصت کرنے کیلئے امیر شریف تک پیادہ یا آپ کے ساتھ آئے اگرچہ قبلہ عالم کے فقر کی سواری کے لئے بہت سی بہلیاں اور گھوڑے اور راستہ میں پانی پلانے کے لئے ماشینی کرایہ پر ہمراہ لئے مگر خود پیدل چلتے تھے۔ قبلہ عالم ہر چند انہیں سواری کے لئے کہتے تھے مگر وہ سواری نہ ہوئے اور پیادہ پا کر باندھ کر قبلہ عالم

کے گھوڑے کے آگے آگے چلتے تھے اور جب امیر شریف پہنچے تو تقریباً پانچ سو روپیہ نقد اور حضرت قبلہ عالم کے پارچات، اسباب، جو ان کی تحویل میں تھے تمام حضرت خواجہ بزرگ کے خدام اور خلفاء میں تقسیم کر دیئے اور کہا "الحمد للہ کہ حفاظت کی قید سے آزاد ہو گیا۔" جب امیر شریف سے روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ بزرگ کے تمام خدام و خلفاء جو قبلہ عالم کے مرید تھے کچھ مسافت تک شہر کے باہر رخصت کرنے کے لئے آئے اور حضرت کے سامنے نذر دنیا پریش کی۔ چنانچہ پہلے سے زیادہ نقد و جنس جمع ہو گیا۔ "یہیں پھر ان کی حفاظت میں مشغول ہو گیا" اسرار الکتاب میں لکھا ہے، کہ حافظ محمد جمال ملتانی فرماتے تھے کہ ایک پنجابی محمد نام حضرت مولانا صاحب کے مریدوں میں سے تھا۔ پنجاب سے دہلی کی طرف حضرت مولانا صاحب کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ جب بیکانیر کے شہر میں پہنچا تو وہاں ایک زند فقیر تکیہ نشین تھا۔ اُس نے اُن سے پوچھا کہ میاں کہاں جا رہے ہو۔ کہا اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا صاحب کی زیارت کے لئے دہلی جا رہا ہوں۔ اُس نے کہا کہ اگر اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہو جائے تو پھر دہلی جانے کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ اس نادان نے یہ بات قبول کر لی۔ پس اُس فقیر نے اُسے دڑھی منڈوانے کا حکم دیا۔ اُس نے قبول کیا اور اپنی دڑھی منڈوا دی مگر اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل نہ ہوئی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اُن جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے۔ اور دڑھی منڈوانا غیر شرع فعل ہے۔ اس کے بعد میاں محمد مذکور دہلی پہنچے حضرت مولانا صاحب چونکہ کشف باطن سے اُس کے احوال سے واقف ہو چکے تھے۔ اُس کی طرف انتہات نہ کیا۔ اتفاقاً ان دنوں حضرت قبلہ عالم بھی حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت قبلہ عالم کو اپنا وسیلہ بنا کر اس کی معافی تقصیر کے لئے عرض کیا۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ اسے کہو کہ چند دن حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کی تربت پر بیٹھے۔ اس کی تقصیر وہاں سے معاف ہوگی اُس نے ایسا ہی کیا۔ ایک رات اُس خواب آیا۔ دیکھا کہ ایک بہت بڑا باغ ہے۔ جب وہ اُس باغ میں گیا تو باغ کے درمیان میں دیکھا کہ تین شخص بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ اُس نے جواب میں کہا کہ ایک تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دوسرے شیخ

کَلیم اللہ جہان آبادی ہیں۔ اور تیسرے حضرت مولانا فخر الدین ہیں اُس نے دلوں جا کر عرض حال کیا حضرت شیخ کَلیم اللہ جہان آبادی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی تقصیر کی معافی کے لئے عرض کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولانا صاحب کو کہو کہ اس کی تقصیر معاف کر دیں۔ کہ اس نے اُن کی تقصیر کی ہے ہماری نہیں کی۔ شیخ کَلیم اللہ جہان آبادی نے حضرت مولانا صاحب کو کہا کہ اس کی تقصیر معاف کر دیں۔ پس مولانا صاحب نے اس کی تقصیر معاف کی۔ جب بیدار ہوا تو حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں اگر قدم بوس ہوا۔ اسے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اے محمد تیرا مقصود حاصل ہو گیا۔ اُس نے کہا ہاں جناب آپ کی امداد سے حاصل ہو گیا۔

منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالم کے مربیوں میں سے ایک صاحب سید عارف شاہ تھے جو اپنے مرشد کامل کے عاشق صادق تھے۔ ایک دفعہ اپنے مرشد سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ ان کا گھر جبار شریف اور پاکٹن شریف کے درمیان تھا۔ اور قبلہ عالم بھی حضرت گنج شکر کے عرس پر جانے کے لئے تیار تھے۔ دوسرے دن جب عارف شاہ روانہ ہوئے۔ ایک عورت انہیں راہ میں ملی۔ پوچھا کہاں سے آرہی ہو۔ اُس عورت نے کہا۔ مہار شریف سے آرہی ہوں۔ کیوں کہ سید مذکور کو مہار شریف سے روانہ ہوئے اور اپنے پیر سے جدا ہوئے ایک دن ہو چکا تھا۔ غلبہ عشق و ہوش میں آگیا۔ اُس عورت کے سر پر جو چیز تھا اُسے اُس سے لیا اور اپنے سر پر رکھ لیا اور پوچھا اے عورت تو نے مہار شریف ہیں حضرت قبلہ عالم کو دیکھا ہے۔ اُس نے کہا ہاں۔ دیکھا ہے۔ کہا اُن کی صورت کیسی ہے۔ اور اُن کی آنکھیں کس طرح صیادِ خلق ہیں۔ اُس عورت نے بھی تعریف شروع کی۔ سید مذکور کو وجد ہو گیا۔ چرخہ زمین پر پھینک دیا۔ اور رقص کرنے لگے۔ پھر ہوش ہوا تو چیز سر پر رکھ لیا اور چلنے لگے اور اپنے مرشد کا حال دہلیہ پوچھنے لگے۔ پھر وہی حالت ہو گئی۔ چند بار راستہ میں ایسی ہی حالت ہو گئی۔ بار بار اپنے مرشد کا علیہ و حال پوچھتے۔ اتنے میں حضرت قبلہ عالم کی سواری آگئی اور وہ ابھی اُس عورت سے اپنے مرشد کا علیہ پوچھ رہے تھے۔ جب منہ موڑا دیکھا کہ قبلہ عالم پہنچ گئے ہیں۔ قبلہ عالم نے مسکرا کر اُس عورت سے کہا کہ اے عورت

عجب نادان ہے کہ عارفوں اور عاشقوں کے سروں پر اپنا چرخہ رکھتی ہے۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) کہتا ہے کہ حضرت قبلہ عالمؑ کے خلفائے مجاز سے علاوہ دیگر بہت سے صاحبِ نسبت اور کامل مرید تھے کہ جن کی کرامت و بزرگی خلق میں مشہور ہے اور یہ سید عارف شاہ بھی کاملوں میں سے تھے۔ مگر ان کی خلافت تحقیق سے ثابت نہیں ہو سکی۔ البتہ ان کی ایک اور کرامت کا ذکر حضرت غلام فرید صاحبؒ اور ان کے بیٹوں سے سنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس وقت سید مذکور فوت ہوئے ان کی لڑکی رونے لگی اور لوگوں کو جمع کر کے تجہیز و تکفین کے لئے اپنے گھر طلب کیا جب لوگ آگئے دیکھا کہ فوت ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بھی تجہیز و تکفین کا ارادہ کیا کہ اتنے میں سید مذکور اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ ابھی نہیں مرنا پھر دیکھا جلنے کا۔ حاضرین حیران ہو گئے اور اپنے گھر چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اسی طرح فوت ہو گئے اور ان کی لڑکیاں رونے لگیں۔ خیر سے لوگ جمع ہو گئے مگر پھر زندہ ہو گئے۔ بیٹھ گئے اور کہنے لگے پھر میں گئے ابھی نہیں جب چند بار اسی طرح کیا تو لڑکیاں کہنے لگیں آپ تو مسخری کرتے ہیں فوت نہیں ہوتے۔ کہا مسخری نہیں کرتا مگر میرے مرشد نے مجھے مرنا اور پھر زندہ ہونا سکھا دیا ہے۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) کہتا ہے کہ یہ مرنا حضرت جامیؒ کے مرنے کی مثل تھا کہ وہ فرماتے ہیں سے

یک بار میرد ہر کسے بیچارہ جامیؒ بار بار

میاں غلام فخر الدین صاحب بن حضرت خواجہ محمود بن حضرت نور احمد صاحب بن حضرت قبلہ عالمؑ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ سا تو نام ایک جٹی تھی کہ حضرتؒ کی بھینسوں کو چراتی تھی۔ ایک دن قبلہ عالمؑ کی خدمت میں عرض کرنے لگی کہ مجھے حضورؐ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیں۔ فرمایا وقت پر موقوف ہے ذرہ مبر کہ چند روز کے بعد میرے عرض کرنے لگی۔ پھر وہی جواب ملا۔ اسی طرح چند بار سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ آخر بد اعتقاد ہو کر مہار شریف سے روانہ ہو گئی۔ اور شہرِ قریہ کا راستہ لیا۔ راستہ میں ایک شخص میاں محمد اعظم تھا جو حضرت قبلہ عالمؑ کا با اعتقاد مرید تھا اور وہ قوم چٹال سے تھا۔ اُس سے راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ پوچھنے لگے کہ سا تو کہاں

جاری ہو۔ کہا کہ میاں اللہ یار جو ٹٹو ٹٹو کی خدمت میں جاری ہوں جو شہر فرید میں رہتا ہے۔ اس کے پاس ایک حاجت لے جاری ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں بڑی مدت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں رہتی تھی اور ان کی بھینسیں چراتی تھی اور دیگر تمام خدایات سرانجام دیتی تھی اس امید پر کہ مجھے وہ زیارت کرا دیں گے مگر میری حاجت اُن سے پوری نہیں ہوئی۔ اب اُن کی اجازت کے بغیر روانہ ہو گئی ہوں۔ تاکہ اپنی حاجت اللہ یار کی خدمت سے سنبھال سکوں اور اب وہیں رہوں گی۔ میاں محمد اعظم نے کہا اسے بے وقوف اتنے بڑے دروازہ کو چھوڑ کر اُس کے پاس جاری ہے اور حالت یہ ہے کہ قبلہ عالم کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ دیا ہے کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کریں۔ اور تیرے مقصود کو پہنچائیں۔ اللہ یار کے پاس نہ جا۔ کل میرے پاس میرے کنوئیں پر ہنا کر مقصود حاصل ہو جائے۔ وہ عورت دوسرے دن اُن کے پاس کنوئیں پر گئی اور اپنا مدعا بیان کیا۔ محمد اعظم نے کہا کہ آ۔ اس لکڑی پر بیٹھ جا جہاں میں بیٹھ کر بیلوں کو اور رہٹ کو چلاتا ہوں۔ اور میرے بیلوں کو ہانک اور اپنے چہرہ پر چادر ڈال لے۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور ہوا یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں داخل ہو گئی۔ اور اُسے سعادت دارین حاصل ہو گئی۔ صاحبزادہ مذکور فرماتے تھے کہ یہ محمد اعظم پٹال حضرت قبلہ عالم کا مرید تھا اور اُس نے ساجو کو ایک لحظہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیا۔ یہ شخص قوم جٹ سے تھا اور صرف ایک سال حضرت قبلہ عالم کو وضو کرانے اور لوٹا بھرنے کی خدمت کی تھی۔ بعد ازاں حضرت قبلہ عالم کی اجازت سے ایک کنوئیں پر رہتا تھا۔ کبیتی باڑی کرتا تھا۔ حق تعالیٰ نے حضرت قبلہ عالم کی ایک سال کی خدمت سے بدلہ میں اُسے اس رتبہ پر پہنچا دیا کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کرتا تھا۔ اُس بزرگ کا کیا حال و مقام ہو گا کہ جو ساہا سال حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں رہا۔ ریاضت و محابہ کیا اور حضرت کی صحبت میں رہ کر مرتبہ خلافت پر پہنچا۔

منقول ہے کہ جب حضرت مولانا فخر الدین کی توجہ اور محبت حضرت قبلہ عالم کے ساتھ زیادہ ہو گئی تو شہر دہلی میں مشہور ہو گیا کہ مولانا صاحب کو مولوی نور محمد صاحب سے بہت زیادہ

محبت و عشق ہو گیا ہے۔ مولانا صاحبؒ کے مربیوں میں سے ایک عورت بڑے اعلیٰ خاندان سے تھی۔ اسے شوق ہوا کہ میں بھی قبلہ عالمؒ کی زیارت کروں۔ یہاں تک کہ ایک دن مولانا صاحبؒ کے تمام دوستوں کی دعوت کی۔ دعوت میں قبلہ عالمؒ بھی بیٹھے تھے۔ جب کھانا سامنے لایا گیا اور ہر شخص کھانے میں مصروف ہو گیا تو وہ عورت اندرون خانہ سے کھڑکی کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔ جب اُس کی نظر خواجہ نور محمد صاحبؒ پر پڑی تو دیکھا سیاہ جام ہیں اور حسن ظاہری نہیں رکھتے دل میں کہنے لگی کہ حضرت مولانا صاحبؒ اس صورت پر عاشق ہو گئے ہیں۔ میں سمجھی تھی کہ کوئی حسین و جمیل صورت ہوگی۔ اس خطرہ کا آنا تھا کہ حق تعالیٰ نے قبلہ عالمؒ کو کشف سے معلوم کر دیا۔ فرمانے لگے مائی صاحبہ جس صورت پر حضرت مولانا صاحبؒ عاشق ہیں وہ میری دوسری صورت ہے۔ میری اس ظاہری صورت پر عاشق نہیں ہیں۔ وہ عورت خرمندہ ہوئی اور آپ کے کشفِ قلوب سے حیران رہ گئی۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ نقل بارہا معتبر پیر بیانوں سے سنی ہے۔ اس سال کہ ۱۳۸۵ھ ہے حضرت صاحبزادہ جناب غلام نظام الدین صاحب بن حضرت میاں کالے صاحب بن حضرت مولوی قطب الدین صاحب بن حضرت مولانا صاحبؒ جب سنگھڑ شریف میں حضرت غوث زمانؒ کے عرس پر تشریف لائے۔ تو فقیر نجم الدین بھی حاضر تھا۔ جب انہوں نے یہ واقعہ اس کتاب میں دیکھا تو فرماتے لگے۔ کہ میں نے اپنے والد سے اس طرح سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مرزا اکا محمدی بیگ نام سکندہ دہلی حضرت مولانا صاحبؒ کے مربیوں سے تھا۔ جب وہ مرید ہوا اور دوسرے اس کے اہل خانہ مرید ہوئے تو وہ اپنی بیٹی جمیلہ خانم کو جو ابھی بچی تھی، مولانا صاحبؒ کے قریب لایا اور کہنے لگا کہ حضور اسے بھی مرید کر لیں۔ مولانا صاحبؒ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا اور فرمایا یہ بھی میرے مربیوں میں سے ہے۔ پس ہاتھ رکھنے کی برکت سے اتنی نیک بخت ہو گئی کہ بیان میں نہیں آتا نیز اسے حضرت مولانا صاحبؒ سے اس قدر محبت ہو گئی کہ جب اس کے سامنے حضرت مولانا صاحبؒ کا نام لیا جاتا تھا یا وہ خود حضرت مولانا صاحبؒ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ کرتی تھی تو اُس کی آنکھوں سے ہنر کی طرح پانی جاری ہو جاتا تھا۔ اُس نے شادی بھی نہیں کی تھی۔ تمام عمر مجرد رہی اور یادِ خدا میں اور محنت و مجاہد میں گزار دی۔ صاحبزادہ صاحبؒ مدوح

فرماتے تھے کہ میں نے بھی اُسے دیکھا ہے۔ الغرض وہ کہتی ہے کہ مولانا صاحب کی عادت تھی کہ جب ان کے خلیفہ خاص خواجہ نور محمد صاحب مبارکی کو وطن جانے کی اجازت دیتے تو اس سے قبل چند روز اپنے دہلی کے مریدوں اور امیروں کو کہتے کہ میاں صاحب اب وطن جانے والے ہیں۔ پس ہر شخص مولانا صاحب کی دعوت کرتا۔ اور نذر و نیاز دیتا تھا۔ چنانچہ کئی سو روپے فتوح و نذر کے آپ کے پاس آجاتے تھے۔ جیلہ یکم کہتی ہیں جب آپ کی دعوت کی باری ہمارے گھر آئی اور قبلہ عالم ہمارے گھر تشریف لائے تو میں چلین کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔ جب قبلہ عالم کی صورت دیکھی کہ سیاہ فام ہیں دل میں کہا کہ مولانا صاحب اس سیاہ فام پر کیا عاشق ہو گئے ہیں۔ اور ان پر اتنی توجہ فرمائی ہے کہ تمام نعمت بخش دی ہے۔ اس خطرہ کا دل میں آتا تھا کہ قبلہ عالم نے فرمایا کہ مولانا صاحب کا کرم اور ان کی محبت میری اس ظاہری صورت پر نہیں ہے۔ وہ صورت دوسری ہے کہ جس پر مولانا صاحب عاشق ہوئے ہیں۔ کیا دیکھتی ہوں کہ یہ ایک حضرت قبلہ عالم کی صورت بدل گئی کہ ان کے چہرہ مبارک کے نورانی شادوں نے ہمارے گھر کو روشن کر دیا چہرہ ایسا حسین و زیبا دکھائی دیا۔ کہ ان کے چہرہ مبارک کو دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ میں نے اس خطرہ سے توبہ کی۔

منقول ہے کہ حضرت مولانا صاحب کے مرید اور خلفائے شمار تھے مگر جو توجہ خاص صرف حضرت قبلہ عالم پر تھی وہ دوسروں پر نہ تھی جیسے روز کہ آپ کو نعمت و خلافت بخشی پھر اس روز کے بعد جو کوئی بھی حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں طلبِ خدا کے لئے آتا اُسے قبلہ عالم کی خدمت میں بھیجتے اور یہ دہرہ ہندی اکثر پڑھتے تھے۔

۴۔ تن مٹکے من جہیر ناسرت بلوؤں ہار : مکھن پنجابی لیگیا چھاچھ پٹو سنار
چنانچہ اس دہرہ کے مطابق نواب غازی خانؒ نے اپنی مثنوی میں قبلہ عالمؒ کا ذکر لکھا ہے۔

شیخ درستی او چنیں فرمود کیں ز ما ہرچہ بودہ است بلود

نیز ارشاد زان شہ دین است کایں زماں قطبِ وقت خود بود است

ہم بگفتا کنیں جہاں آرا شدہ امیدِ مغفرت مارا

اور نواب مذکور کی کتاب اسماء الابرار میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت مولانا صاحب کے خلیفہ جناب

ضیاء الدین صاحب جے پوری فرمایا کرتے تھے کہ ہم حضرت مولانا صاحب کے مریدوں نے محنت و مجاہد سے نعمت حاصل کی مگر حضرت مولانا صاحب نے اپنی نعمت خاص خواجہ نور محمد ہارونی کو از خود عطا کی اور وہی حضرت مولانا صاحب کے قائم مقام ہیں۔

منقول ہے کہ نواب نظام الملک غازی الدین خاں بادشاہِ دہلی کے وزیر تھے اور جید عالم تھے۔ جب علی گڑھ بادشاہ سے بے ادبی کی تو بادشاہ اُن سے سخت ناراض ہو گیا۔ نواب مذکور دہلی سے ملک بدر ہو کر جگہ جگہ سرگرداں تھے۔ تو کسی جگہ انہیں قرار نہ ملا تھا۔ اور کوئی انہیں اپنے پاس رہنے نہیں دیتا تھا۔ یعنی اپنی جان کے خوف سے، نواب مذکور چھپتے پھرتے تھے۔ حتیٰ کہ مکہ معظمہ پہنچے اور زیارتِ مدینہ منورہ کی مگر وہاں بھی نہ ٹھہر سکے۔ اور نواب مذکور حضرت مولانا صاحب کے مرید تھے۔ اور اُن کے صاحبِ مجاز بھی تھے اور لقب نظام الملک تھا۔ انہوں نے اپنے اشعار میں بھی اپنا تخلص نظام کیا ہے چنانچہ یہ اُن کا دوسرا شعر ہے :

سہ مکہ مدینہ جائیکر کیا طواف نظام سیس نوا یا فخر کو لے اوسکانام

سکلی سسٹ بن کرت ہیں بسم اللہ کرام ہم کو بسم اللہ ہیو فخر تمہارو نام

جب دیکھا کہ حرم شریف میں بھی قیام ممکن نظر نہیں آتا اور لوگ تلاش میں ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تقصیر معاف نہیں ہوتی تو آخر کار ہمارے شریف بن حضرت قبلہ عالم جوان کے پیر بھائی تھے کی خدمت میں آکر قیام کیا۔ حضرت نے اُن کی پوری تسکینی کی اور پوری توجہ فرمائی۔ اپنی صحبت میں رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کی صحبت کی برکت سے آپ کی توجہ سے واصلانِ حق میں سے ہو گئے۔ لیکن وہ مرید کرنے لگے۔ حضرت قبلہ عالم سے بھی خلافت پائی۔ اور ان کے حرم راز بن گئے۔ ان کی بیشمار تصانیف ہیں۔ مثل رسالہ اسماء الامرار، مثنوی دہرہ، غزلیات و رباعیات کا بھی ایک دیوان ہے کہ جس میں بہت لطیف اور باذوق غزلیں ہیں۔ اس فیضِ رحمانی (حاجی نجم الدین) نے وہ دیوان دیکھا ہے۔ ایک غزل یہ ہے۔

نہایت غزل مرید جلوہ بیابا بکرم دل ہر جا تو بہ کہ گنج این دل ششنا بمیان خانہ سوا
 تو بہ گل کشنے مرادوشی بکرم برزودہ دہشتی + تو عزیز جان دل منی دل جان دل بقدای تو + ہر
 ہمہ چو زردہ فتادہ ام ہر تو دیدہ کشادہ ام + زلف ستیزہ دادہ ام ہوس جہان پہلو تو + دلی کلان
 درآمدی از درم ششہ تو بردم + زو خیال تو ازہم باین کہی تو + تو نظام شاہ شہان
 شدی چو از ان سر جہان شدی + چو غلام خوش گمان شدی گنجیں بہت بہای تو غزل
 بندہ جا عارت آگاہ ہواست + درویش ہواست شہنشاہ ہواست + باشعشعہ انوار جمالی جلا
 خورشید ہواست ہم ماہ ہواست + چون جلا خدا گشت تو ہم بیچ نمازی + خواہی تو اناستد بگو خواہی
 استغابی رو بروی عشق نظام + العشق ہواست ہواست ہواست

منقول ہے کہ جب حضرت قبلہ عالم کو حضرت مولانا صاحب نے بیعت سے مشرف
 فرمایا اور روز بروز آپ کا کام ترقی پانے لگا۔ اور مولانا صاحب سے آپ کا قریب ظاہری و
 باطنی دن بدن بڑھنے لگا اور حضرت کی صحبت بابرکت سے آپ کا مبارک وجود زہر
 خالص بن گیا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ رباعی -

آہن کہ بیمار رس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد
 خورشید نظر چو کرد بر سنگ آن سنگ لعل بے بہا شد

تو حضرت مولانا صاحب سے سابقہ غلام قبلہ عالم پر رشک کرنے لگے اور آپ سے ساتھ کیمنہ
 رکھنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ پنجابی شخص جو
 آپ کی خدمت میں آیا ہے اس کی قوم کھل ہے۔ اس سے قبل مرزا نام ایک شخص ہوا ہے۔
 وہ اسی کے آباء اجداد سے تھا یا نہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس کا ہم قوم ضرور تھا۔ وہ ایک
 صاحب جمال عورت جس کا نام صاحبان تھا جو قوم سیال سے تھی۔ اور جھنگ سیالان کے ایک
 زمیندار کی لڑکی تھی (وہ جھنگ جہاں پر رانجھا بھی ہوئے ہیں) اسے اپنے ساتھ ورغلا کر لے گیا
 تھا۔ سیالوں کی فوج نے بیچا کیا۔ اور ساندل کے جنگل میں اسے قتل کر دیا یہ نور محمد اسی

قوم سے ہیں۔ ان کا آپ کی خدمتِ عالی میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ حضرت مولانا صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ مرزا کھلنے تو صرف ایک عورت یعنی صاحبیاں کو پلنے عشق میں مبتلا کیا تھا اور اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا یہ پنجابی بے شمار لوگوں کو اپنے عشق میں مبتلا کرے گا۔ اور اپنے ساتھ لے جائے گا۔ خادموں نے جب یہ شفقت آمیز گفتگو سنی تو شرمندگی سے سرگرمیاں میں ڈالے۔ آخر وہی ہوا کہ حق تعالیٰ نے قبلہ عالم کو ایسے مقام پر پہنچایا۔ کہ آپ نہ صرف وارثِ نعمت ہوئے بلکہ حضرت مولانا صاحب کے عین وجود کے بھی وارث ہوئے۔ اور پنجاب و ہندوستان کی ہزاروں مخلوق کو اپنے عشق میں مبتلا کیا۔ نیز مولانا صاحب نے آپ کے حق میں فرمایا تھا: ”کہ اگر یہ پنجابی میرے پاس نہ آتا تو میں اس دنیا سے اپنے ارمان اپنے دل میں ہی سے کر چلا جاتا۔“

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم نے حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا، اُس ذلیقہ درود کے لئے کہ جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل ہو جائیں۔

منقول ہے کہ ایک مکتوب حضرت قبلہ عالم نے اپنی والدہ محترمہ کے کہنے پر حضرت مولانا صاحب کی خدمت عالیہ میں لکھا تھا کہ والدہ صاحبہ کی دلی آرزو ہے کہ آپ ایک ایسا درود شریف عطا فرمائیں جس سے وہ مجلسِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو جائیں۔ حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدین دہلویؒ نے اس عریضہ کے جواب میں یہ نامہ مبارک آپ کی طرف ارسال کیا،

حضرت مولانا صاحب کا مکتوب گرامی

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“۔ اپنے تمام دوستوں اور محبتیں خاص اور ان کے سلوک کے بارے تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ کہ صحبت کا افرامی پر بڑا گہرا ہوتا ہے۔ لہذا تنگ نظر لوگوں کی صحبت سے پرہیز کی جائے۔ بلکہ ہونا یہ

چلیئے کہ آپ کی صحبت کا افران پر رونا ہوا اور انہیں ہلاکت کے گڑھے سے باہر نکال لائیں۔ آپ سے اگر کوئی ایک شخص بھی خلا کا نام سیکھ جائے تو آپ کا یہ عمل لازمی عبادات سے بھی افضل ہے۔

بے چارہ محمد اکبر بڑی تکلیف اٹھا کر یہاں آیا ہے اور دوبار آپ کے مکتوب گرامی مجھ تک پہنچائے ہیں۔ دعوئے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مشقت کی جزائے خیر عطا فرمائے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں کہ کیا آپ نے ”سماح“ سنا قطعی طور پر ختم کر دیا ہے یا کبھی کبھار سازوں کے بغیر سن لیا کرتے ہیں؟

مریدوں پر توجہ کے عمل کو سرگرمی سے جاری رکھیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ احباب کے ہمراہ مراقبہ ضرور کیا کریں اور اس میں آپ کی نیت یہ ہونی چاہیئے کہ آپ کی روحانی حرارت کا افران تک جا پہنچے۔ واضح رہے کہ جس قدر تابعداری ایک مرید کر سکتا ہے ایسی تابعداری ایک شاگرد نہیں کر سکتا۔ یہ قانون قدرت ازل سے چلا آ رہا ہے اور اس قانون کو اسی طرح آگے چلتے رہنا چاہیئے۔

میں اپنے متعلق بھلا کیا کہوں۔ میرے تو قال میں بھی ضعف ہے۔ میں ”حال“ کے بارے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ البتہ کسی صاحبِ حال کی دُعا سے درگاہِ ایزوی سے امیدوار ہوں۔ بولئے وصل تو دارم مگر خدا برساند

رتوجہ :- محبوب! میں تیرے وصل کی آرزو رکھتا ہوں ممکن ہے خدا مجھے تم تک پہنچا دے حضور رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کئے لئے وہ درود شریف جو اکسیر ہے لکھا جاتا ہے۔

پڑھنے کا طریقہ :- فجر کی نماز اول وقت یعنی ابھی اٹھیرا ہو پڑھ لی جائے۔ نماز فجر کے فوراً بعد مندرجہ ذیل درود شریف ایک ہی جلسہ میں وقتِ اشراق تک بغیر کسی مقررہ تعداد کے پڑھا جائے۔ اس طرح کی نشست ایک دن کی جائے اگر مقصد پورا نہ ہو تو دوسرے دن اور ضرورت پڑے تو تیسرے دن بھی ایسی نشست کی جائے۔ اور

یہ طریقہ اپنی والدہ محترمہ کو بھی ضرور بتلادینا۔

درود شریف :- اس نشست میں جو درود شریف پڑھنا ہے اس کے الفاظ یوں ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاَمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاهْلِ بَيْتِهِ وَاصْحَابِهِ كُلِّهِمْ بَارِکَ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ۔

یہ خیال رہے کہ ”بارک و سلم“ سے پہلے واؤ نہیں پڑھنی۔ یعنی ”و بَارِک و سلم“ نہیں پڑھنا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ و تبارک اپنے رسول برحق کے طفیل آپ کے ایام زندگی اس طرح عمدہ گزارے کہ آپ اس اللہ کی ذات کا شکر اور تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ خدا آپ جیسے محسب صادق کو اپنے فیوضات سے نوازے اور آپ کو جلوت و خلوت میں حقیقتِ خداوندی اور حقیقتِ نبوی کی تابعداری کی توفیق عطا فرماتے ہوئے آپ کو درجہ کمال پر سرفراز فرمائے۔

آپ نے اپنے مکتوب میں عالم برزخ میں ترقی کے متعلق بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ حسبِ الحکم میں وہ بھی لکھ رہا ہوں اگرچہ میں نے اس موضوع پر پہلے کبھی بھی قلم اٹھانے کی جرأت نہیں کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، سالک کو چاہیے کہ اولاد وہ مدینہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہو کر مودب بیٹھ جائے۔ اپنے شعور کی تمام تر توجہات کو فقط اسی مرکز پر مرکوز کر دے۔ پھر مدینہ منورہ سے اپنی توجہ کو دیواروں اور چھت پر مشتمل اس عمارت پر مرکوز نہ کرے جہاں حضور اقدس کا جسم اطہر آرام فرما ہے۔ پھر روضہ پاک سے خواب گاہ و آرام گاہ و مرقد مبارکہ کی جانب توجہ مرکوز کرے اس کے بعد آرام گاہ سے جسدِ اطہر و اقدس کی جانب ہمہ تن متوجہ اور مشغول ہو جائے اور پھر یہ درود شریف پڑھے۔ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاَمِّیِّ وَ اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَاهْلِ بَيْتِهِ وَبَارِکَ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ وَعَلٰی سَلَمِهِ“

پہلے سانس اپنے اندر روک لے اور اس دوران اکیس بار یہ درود شریف پڑھے
 پھر دوسری بار روکے حتیٰ کہ اس طرح نو بار سانس روکنے کا یہ عمل کرے۔ یہ تو پڑھنے کا
 ایک طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قبل رو ہو کر بیٹھ جائے اور اپنے جسم کے نور کو جلا
 کر کے اپنے شیخ کے جسم کے نور میں فنا کر دینے کا تصور باندھے اور اس دوران ایک
 لاکھ بار مندرجہ بالا درود پڑھے۔

اسی سلسلہ میں ایک مبارک عمل یہ بھی ہے کہ کیا احمد کہہ کر اپنے بائیں پہلو
 ضرب لگائے اور یا محمد کہہ کر دائیں پہلو ضرب لگائے۔ اور دل میں ”یا رسول اللہ“
 کی ضرب لگائے اور ایک ضرب اسم ذات یعنی ”یا اللہ“ کی بھی لگائے۔ والسلام
 والا کلام۔ یہ میاں محمد اکبر اگرچہ غریب آدمی ہے لیکن ایک سچا محب ہے۔ اس نے
 آپ کی بھی بے پناہ خدمت کی ہوگی۔ آپ اسے اپنی خدمت سے زیادہ سے زیادہ
 مستفیض کیا کریں۔ کیونکہ یہ آپ کے ساتھ بے حد خلوص اور عقیدت رکھتا ہے
 آپ اگر مندرجہ بالا دونوں عمل یعنی دلیفہ کسی شخص کو بتلانا چاہیں تو میری طرف سے
 بالکل اجازت ہے۔ فقط

کاتب الحروف حاجی نجم الدین کہتا ہے کہ وہ خط جو حضرت مولانا صاحب
 نے اپنے خلفاء مولانا ضیاء الدین صاحب جے پوری اور شیخ نجیب الدین کو لکھا
 تھا تبرکاً یاں درج کیا جاتا ہے اور وہ ذکر یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولانا
 صاحب نے اپنے دونوں دوستوں مولانا ضیاء الدین جے پوری اور نجیب الدین
 کو حکم دیا کہ تم حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مزار پر فتح پور سیکری میں چند روز مشغول ہو۔ ایک
 دن دونوں بزرگ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مزار مبارک پر مشغول بیٹھ گئے کہ حضرت
 شیخ سلیم چشتیؒ اپنے مرتد سے باہر آئے اور ان سے پوچھا کہ تم کون سے مشغل
 میں مشغول ہو عرض کیا کہ اسم الّاھ کو پاس انفاس میں ذکر کر رہے ہیں فرمایا
 کہ اس ذکر میں الّاھ کی جگہ اللہ ہو کر ذکر کرو انہوں نے یہ واقعہ حضرت
 مولانا صاحب کو لکھا۔ حضرت مولانا صاحب نے اس کے جواب میں خط لکھ کر

جیسا جس کی عبارت یہ ہے :

مکتوب گرامی حضرت مولانا صاحب | اے برادر سلسلہ چشتیہ
بہشتیہ نظامیہ میں خود کو خود

پکڑ کر بیٹھنا اور اپنے آپ سے لذت حاصل کرنا ہے۔ قطرہ قطرہ ہے اور دریا دریا
بندہ بندہ ہے جب تک کہ اپنے آپ کو خلا نہیں سمجھتا۔ آجاؤ کہ تمہارا کام ہو گیا
ہے۔ الحمد للہ علیٰ خالقہ۔

خلافتہ الغواہد میں مولوی محمد عمر صید پوریؒ کی جو حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ
کے خلیفہ مولوی نور محمد صاحبؒ نارودار سے یاروں ہی سے تھے۔ لکھتے ہیں کہ ایک رات
حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ نے فرمایا کہ میں جب دہلی گیا تو مدرسہ سے حوض کے کنارہ پر
رات کو سو رہا تھا۔ حافظ مہاں محمد اصلح نام (محمد صالح) ساکن بھیہ خوشاب نے بھی
اپنی چار پائی مدرسہ سے حوض کے کنارہ پر میرے قریب ڈالی ہوئی تھی۔ اور کبھی کبھی اپنی
خوردہ روٹی کا کوئی ٹکڑہ مجھے دے دیتا تھا میری طبیعت ان دنوں پریشان و متفکر
تھی کبھی خیال کرتا تھا کہ دکن کی طرف چلا جاؤں اور کبھی مدینہ منورہ کا عزم کرتا تھا کہ
حاجیوں کے ساتھ چلا جاؤں ایک رات حافظ مذکور نے مجھ سے پوچھا کہ اے فلاں
کیوں اتنے غمگین رہتے ہو۔ میں نے کہا کہ میرے شفیق و رفیق استاد واپس وطن
چلے گئے ہیں۔ اپنی تعلیم کے لئے فکر مند ہوں۔ حافظ موصوف نے کہا کہ چند دن ہیوے کہ
بہت اچھے بزرگ عالم اور پیر زادہ دکن سے آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی
طالب علم پڑھنا چاہے تو میں پڑھاؤں گا۔ پس میں نے ان کی یہ بات دل میں رکھی۔
قلندر بخش نام ایک شخص ہمیشہ میرے پاس آیا کرتا تھا اور کافہ (علم نحو کی کتاب)
کی دہرائی کرتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے گزارہ کرتے ہو۔ اس نے کہا
ایک فاضل پیر زادہ دکن سے آیا ہے جو مثل آفتاب کے ہے وہی مجھے کھانے پینے
کے لئے پیسے دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ خاص رقم مقرر نہیں مگر ہمیشہ پیتے جاؤ۔
میں نے کہا کہ کل ہم اکٹھے ان کی مبارک خدمت میں چلیں گے۔ خیر اگلے دن صبح

ہم دونوں اُن کی خدمت میں گئے۔ جب سوہیلی کے نزدیک پہنچے تو خوشحال نام ایک خادم سوہیلی کے دروازہ پر بیٹھا تھا کہنے لگا کہ خود آں جناب تو خاتم بازار گئے ہیں۔ ہم دونوں واپس آگئے۔ دوسرے دن کہ میں راہ سے واقف تھا۔ ظہر کے وقت تنہا اُن کی خدمت میں گیا۔ جب سوہیلی کے دروازہ پر پہنچا ایک دربان بیٹھا تھا۔ میرے دل میں آیکہ نامحرم ہوں کیسے جاؤں لیکن لوگ آ جا رہے تھے ہم بھی آگے گئے۔ سوہیلی کے اندر دروازہ اور دروازہ کے مقابل ایک دالان تھا کہ اس دالان میں خود بدولت حضرت مولانا فخر الدینؒ تخت پوش پر اک سفید چاندنی اس پر بھی تھی بڑا گاڈکیہ رکھے تشریف فرما تھے اور میرا تمام انگرکھا گندہ تھا اور ایک چادر تھی اور میرے سر کے بال بھی بٹے تھے۔ میں نے اپنا حال دیکھا اور متفکر ہوا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ خدا کرے اس بزرگ پیر زادہ کے پاس میرے پڑھنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ چوں کہ بندہ دروازہ کے مقابل کھڑا تھا حضرت مولانا صاحب کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ بندہ کو آگے طلب کیا جب نزدیک گیا۔ خود اُٹھے اور تخت پوش سے اتر کر بڑی تعظیم کے ساتھ فقیر سے معافہ کیا کہ گو یا ہم یارانِ قدیم ہیں۔ اور مدت سے جدا تھے کہ اب ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے ہیں۔ پھر فقیر کا ہاتھ پکڑا تخت پر اپنے پاس بٹھا لیا اور میرا حال پوچھا کہ کون سا وطن ہے۔ میں نے کہا کہ پاکستان کے قریب فرمایا بابا صاحب کی اولاد سے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ لیکن صرف پاکستان کا نام سن کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا اس جگہ کیسے آئے ہو عرض کیا کہ میں نے سنا ہے حضور تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ لہذا میں بھی امیدوار آیا ہوں پوچھا پہلے کہاں پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا میاں بن خور دار جیو کے پاس۔ فرمایا ہمارا بڑھان مدت سے موقوف ہے اس لئے بہتر ہے کہ ابھی تم انہیں سے اسباق پڑھو۔ اور پھر یہاں آ کر تکرار کر لیا کرد۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اور اُن کے مکان کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ آمد و رفت میں بہت وقت ضائع ہو گا مسکرا کر یہ شعر پڑھا۔

ما برائے وصل کردن آدمیم نہ برائے فصل کردن آدمیم

فرمایا پھر میرے پاس ہی پڑھو۔ اور بڑی نوازش فرما کر مجھے پڑھانا شروع کیا سبحان اللہ

علم کا سمندر تھے۔ چند دنوں کے بعد فرمایا کہ ہم حضرت خواجہ صاحب د حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ چار پانچ دن اب تم آنے کی تکلیف نہ کرنا وہیں سبق پڑھتے رہنا۔ بندہ نے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت فرمادی قلندر بخش نے بھی مجھے کہا کہ میں کافیہ کا سبق آپ سے لوں گا۔ لہذا ساتھ جاؤں گا۔

الفقہ حضرت خواجہ صاحب کے مزار شریف سے مشرف ہوئے اور حضرت مولانا صاحب دہلی کی طرف واپس لوٹنے لگے تو میں نے عرض کی کہ میں چند دن یہاں مزار شریف کی زیارت کے لئے رہوں گا۔ اور اس سے پہلے بھی جب کبھی حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے گیا۔ دل چاہتا رہا کہ یہیں رہنا چاہیئے۔ اور ان دنوں بھی میری طبیعت میں کچھ دیوانگی سی تھی۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ پھر تمہارے یارانِ درس مجھ سے تمہارے ہاٹے میں پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس لئے فی الحال میرے ہمراہ آجاؤ البتہ پھر کسی وقت دوستوں سے اجازت لے کر چند روز یہاں رہنا۔ بندہ نے پھر رخصت طلب کی کہ صرف چند دن رہوں گا۔ آپ نے مہربانی فرمائی اور اجازت دے دی خرچہ کے لئے بھی کچھ عنایت فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب کے داروغہ لنگر میاں نور اللہ تھے۔ اور ان دنوں حضرت خواجہ صاحب کے لنگر میں کچھڑی پکیتی تھی۔ داروغہ مذکور کو آپ نے فرمایا کہ ہمارا یہ درویش چند دن یہاں رہے گا۔ اس کے حقہ کی لنگر کی کچھڑی اس کے مکان پر پہنچا دیا کریں۔ پھر حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور باہر آئے۔ چاروں یاروں کی قبر کے نزدیک بندہ نے عرض کیا کہ کوئی وظیفہ عطا فرمائیں کہ یہاں پڑھوں۔ فرمایا ہم ملنا ہیں تم ہماری بزرگی سے کہاں سے واقف ہو۔ بہر حال رات کے وقت ایک کلام بندہ کو عنایت فرمایا اور اپنے مکان کی طرف چل دیئے۔ بعد میں وہ دوست جو پڑھنے کی غرض سے میرے ہمراہ تھے، وہاں سے روانگی کے وقت میرے نزدیک آئے اور بہت بحث کرنے لگے کہ تو چلے دار ہو گیا ہے اور ہم تیرے منتظر ہیں اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت و موانست رکھتے ہیں اس لئے ضرور ہمارے ساتھ آؤ کہ ہم تیرے بغیر اداس ہیں بہر حال ان کی خواہش کے مطابق لاچار دوستوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب حضرت

مولانا صاحب کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے اپنے مبارک کندھوں سے سفید دوپٹہ اتارا اور مجھے عطا کیا اور فرمایا کہ دیکھ لو تہلکے دوستوں نے تمہیں وہاں ٹھہرنے نہیں دیا۔ اور یہ بات ہم نے پہلے کہہ دی تھی۔

ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ آپ دہلی میں حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں کب تک مشرف رہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب اڈل اڈل جب دہلی میں تشریف لائے۔ اور ابھی آپ کی تشریف آوری کو چھ ماہ کے قریب ہوئے تھے کہ رمضان شریف سے دو ماہ قبل حضرت سلطان المشلیح نظام الدین اولیاءؒ کے عرس کے روز بندہ نے آپ کی خدمت عالیہ میں بیعت حاصل کی۔ اس سے بعد حضرت مولانا صاحب ۱۲ تاریخ ماہ ذیقعدہ کو اپنے والد مصوری و معنوی حضرت شیخ نظام الدین اور نگ آبادی کا عرس مبارک کر کے ۱۷ ذیقعدہ کو پاکستان خریف سے لے روانہ ہوئے۔

پانی پت میں چار رات رہے۔ وہاں سے لاہور تشریف لائے۔ آنحضرت لاہور میں قیام کیا۔ اس سے بعد پاکستان کی طرف روانہ ہوئے۔ منزل بمنزل بلا وقفہ روانہ رہے یہاں تک کہ تمام ماہ ذوالحجہ راستہ میں گزر گیا۔ اور جب موضع ملکہ میں ورود کیا تو وہی رات ماہ محرم کی پہلی رات تھی۔ حضرت مولانا صاحب صبح کے وقت پابہرہ پاکستان جاکر محفل سماع میں شامل ہو گئے۔ ہم جو پیچھے رہ گئے تھے آپ کی تلاش میں اچھی رفتار سے چلے مگر حضرت مولانا صاحب تک نہ پہنچ سکے۔ پس حضرت کو ماہ گیارہ دن پاکستان شریف میں مقیم رہے۔ اور دہلی طرف واپس لوٹے۔ بندہ بھی نو ماہ آنحضرت دہلی جاکر آپ کی خدمت سے مشرف ہوا۔ اور چند ماہ اپنے وطن آکر سیر جاکر رہا۔ اس طرح بہت سی مدت حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں گزاری۔ اور حضرت کے دہلی میں ورود کے وقت سب سے پہلے بندہ ہی حضرت مولانا صاحب کی خدمت سے متوسل ہوا۔ یعنی اول اول جس نے حضرت مولانا صاحب سے دہلی میں بیعت کی۔ میں تھا۔ حافظ جمال الدین ملتانیؒ نے جو کہ حضرت قبلہ عالم کے خلفائے تھے، جناب عالی میں عرض کی کہ حضرت مولانا صاحب سے بیعت کئے کتنا عرصہ گزر گیا ہے۔ فرمایا

۲۴ برس اور یہ بات آپ نے ۱۹۹۱ء میں فرمائی تھی۔ اور حضرت قبلہ عالم کا وصال
۳ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ کو ہوا تھا۔

منقول ہے کہ حضرت مولانا صاحب کے والد اور سپر و مرشد حضرت اورنگ آبادی
کا وصال ۱۲ ذیقعد ۱۲۲۲ھ کو ہوا۔ نواب غازی الدین خاں نے حضرت اورنگ آبادی
کی تاریخ وصال کو اپنی مثنوی میں ان اشعار میں لکھا ہے۔

شدر ذیقعد تا دوازدهم آں قمر شد مودع از انجم
سال ہجرت زمان رحلت او یک ہزار است و یک صد و چل دو

حضرت مولانا صاحب نے اپنے احوال کو چھپانے کے لئے کچھ عرصہ سپاہگرمی کا پیشہ اختیار
کیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد اپنے والد کے خلیفہ اعظم خواجہ کامگار خاں کی نصیحت پر سپاہگرمی
کا پیشہ ترک کر کے خانقاہ میں اپنے والد کے سجادہ مشیخت پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد اشارہ
نبی ملا کہ دہلی چلے جا میں مگر اپنے والد کے حکم کے منتظر تھے کہ ان کے والد حضرت شیخ
نظام الدین کے روضہ مبارک سے اس شعر سے اشارہ ہوا۔

سہ شد اعلیم فقرم بجنودی تحت روان من نہ چوں فرما دزدوم نہ چوں مجنوں زیندارم
پس اس اشارہ کو حکم سمجھا اور ۱۲۵ھ میں دہلی پہنچ گئے چنانچہ نواب غازی الدین
خاں نے دہلی میں آپ کی آمد کا سن کر اپنی مثنوی میں لکھا ہے۔ اشعار:-

سہ بود سالے کہ فرخ و میوں شخصت و پنج و سہزار صد افروں
فخر دین با قدم سعد و سعید دہلی کہنہ را نوا بخشد
کرد آمد دمک درو چو وطن گشت دہلی چو چشم ماروشن

پس چھ ماہ کے بعد اسی سن مذکور میں ۱۴ ذیقعد کو پاکستان روانہ ہوئے اور
قبلہ عالم آپ کے ہمراہ تھے اور یہی سن قبلہ عالم کی بیعت کا ہے یعنی سن ۱۲۵ھ میں
آپ حضرت مولانا صاحب کے مرید ہوئے۔ یعنی مولانا صاحب کی دہلی میں تشریف آوری
کے بعد پاکستان روانہ ہونے سے قبل اور ماہ رمضان شریف کے دو ماہ قبل حضرت سلطان
التارکین سلطان المشائخ کے عرس کے دن قبلہ عالم مرید ہوئے۔

اسی سلسلہ میں ایک دن قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ جب بندہ بیعت کے لئے حضرت مولانا صاحبؒ کے عرض کی تو فرمایا پہلے استخارہ کرو۔ اس کے بعد اشارہ کے مطابق جیسا کہ تجھے معلوم ہو گا عمل کروں گا کہ یہی دستور ہے۔ جب ہم کے مطابق رات کے وقت درپردہ کر سوا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے پکے ہوئے کھانے کا طبق میرے ہاتھ میں دیا اور حضرت مولانا صاحبؒ کے جہ میری گردن میں ڈال دیا اور خود حضرت مولانا صاحبؒ آگے آگے جا رہے ہیں اور بندہ حضرت مولانا صاحبؒ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ جب صبح ہوئی تو مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گیا۔ فرمایا رات کے استخارہ کی حقیقت بیان کرو۔ جو معلوم ہوا تھا عرض کر دیا۔ پس فرمایا کہ چند دن کلمہ استغفار پڑھو۔ میں نے اسے بھی چند دن پڑھا۔ اس سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ خواجہ قطب الدینؒ کے مزار کے قریب ایک قبر کے سر پرانے بیٹھ کر مجھے بیعت فرمایا اور میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ چنانچہ بندہ جب دوسری مرتبہ دہلی گیا تو ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ حضرت خواجہ صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے بندہ بھی ہمراہ تھا۔ فرمایا کہ یہ جگہ یاد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور یاد ہے۔ یعنی جس جگہ مجھے بیعت کیا تھا۔ اس جگہ کی نشاندہی فرمائی ہے تھے۔

منقول ہے کہ ایک رات حضرت قبلہ عالمؒ حضرت مولانا صاحبؒ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کر رہے تھے آپ کے خلیفہ اعظم مولوی نور محمد صاحبؒ مارودالہ نے عرض کیا کہ یا حضرت کہ جب ہم آپ کی معیت میں حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت سے مشرف ہوئے تھے تو مولانا صاحبؒ نے آپ کے تمام دوستوں کی دلکاری کے لئے جو آپ کے ہمراہ گئے تھے ایک ایک دفعہ تنہا خلوت خاص میں سب کو سرفراز کیا تھا اور کتاب سے ایک لفظ سمجھاتے ہوئے فرمایا تھا کہ یاد رکھیں کہ کسی دوسرے وقت اس کی معنی بتائے جائیں گے۔ پس بندہ رات کے وقت چراغ کی روشنی میں مطالعہ کر رہا تھا کہ حضرت مولانا صاحبؒ بندہ کے نزدیک تشریف لائے اور اسی لفظ کو یاد فرمایا اور بیٹھ گئے میاں محمد اکرم صاحبؒ کو طلب کیا۔ پھر لفظ مذکور سمجھایا۔ عجب خلق عظیم

تھا کہ ہماری عرض کو کہتے تھے کہ کیا ارشاد ہے اور اپنے ارشاد کو کہتے تھے کہ عرض یہ ہے۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ میرا تعلق مولانا صاحب قبلہؒ سے تقریباً ۲۵ سال رہا لیکن ابتدائے زمانہ سے لے کر اب تک جو کچھ بھی بندہ کو ارشاد فرماتے ہیں یا جو بھی احوال گزریں سب سرگزشت حضرت مولانا صاحب کو یاد تھی۔ چنانچہ ابتدائے حال میں حضرت مولانا صاحبؒ نے بندہ کو ایک عمل پڑھنے کا حکم دیا تھا کہ ایک پہر یا نصف پہر اس پر صرف ہوتا تھا۔ اور میں نے بھی اس کا پڑھنا سالہا سال تک جاری رکھا اور سفر و حضر میں کبھی ناغہ نہ کیا۔ مگر کوئی آخر ظاہر نہ ہوتا تھا۔ مدت کے بعد ایک دفعہ مولانا صاحبؒ نے پوچھا کہ فلاں در در پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں پڑھتا ہوں۔ فرمایا کہ کیا اس سے کوئی آثار و فوائد ظہور میں آئے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ اب اسے کم پڑھا کر دو۔ میں نے کہا کہ بہت خوب۔ اس دن سے میں نے اسے کم پڑھنا شروع کر دیا۔ چند روز بعد پھر پوچھا کہ اب کوئی اثر معلوم ہوتا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ اب آئندہ اس ورد کا پڑنا موقوف کر دو۔ میں نے موقوف کر دیا۔ پس اسے ترک کرنے سے اس ورد کے آثار ظاہر ہونے لگے بلکہ اب تک ظاہر ہو رہے ہیں۔ میں اب اسے پڑھنا چاہتا ہوں مگر میسر نہیں آتا۔ اس ضمن میں مولوی نور محمد صاحب ناروڑ والا نے عرض کیا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے منع کرنے کی وجہ سے حضورِ عالیؐ اسے نہیں پڑھ سکتے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ میں پہلے پہل مہار شریف سے میاں محمد قاسم کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوا اور میں ایک بزرگ ساکن دہلی مولوی برخوردار جی صاحب سے اسی مدرسہ میں کہ اب مولانا صاحب قبلہؒ بھی اسی مدرسہ میں استقامت رکھتے ہیں۔ قبلی پڑھا کرتا تھا اور میاں برخوردار جی خوب انسان تھے اور صاحبِ نسبت تھے۔

چنانچہ پانچ روپیہ یومیرا انہیں غیب سے ملتے تھے سلسلہ چشتیہ میں داخل تھے اور دن میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے۔ یعنی آٹھ پہر کے بعد سو پاؤ چاول اور ایک پاؤ گوشت اور ایک پاؤ آٹا اور اگر چاول نہ ملتے تو پیرسیر آٹا گندم کا پکاتے۔ میں بھی آپ سے پاس

ہی کھاتا تھا۔ مجھے روٹی دیتے تھے اور اگر روٹی ختم دکھاتے تو چاول مجھے دے دیتے اور اپنے ہاتھ سے پکاتے۔ مگر ان دنوں میں پکاتا تھا۔ نیز وہاں ایک بزرگ تھے میاں فتح محمد نام۔ میں ہر روز ان کی خدمت میں جاتا تھا۔ وہ میرے ساتھ بہت التفات کرتے تھے۔ اور پہلی مرتبہ ہی مجھے بہت دعا دی۔ اور ان کا دستور تھا کہ ہر جمعہ کی رات ختم پڑھتے تھے۔ اور بزرگوں کی ناحتھ پڑھتے وقت یہ بھی فرماتے تھے کہ اس حافظ کے حق میں بھی ناختھ پڑھیں اور مجھے حافظ کے نام سے پکارتے تھے۔ پھر مولانا صاحب دکن دہلی تشریف لے آئے۔ پس میں نے مولانا صاحب سے دہلی قطبی پڑھنی شروع کی۔ بعد میں وہ بھی رگئی۔ مولانا صاحب لے فرمایا کہ اپنا وقت علم ظاہری میں ضائع نہ کرو۔ ضرورت کے مطابق اتنا علم ہی کافی ہے۔ تم جس علم کے لائق ہو اب اُس میں مشغول ہو جاؤ۔ پس میں نے تعمیل ارشاد کی۔

حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ ایک دن میاں فتح محمد جیو نے مجھ سے کہا کہ مولانا صاحب جو دکن سے آئے ہیں اُن کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دو اور کہو کہ آپ کی زیارت کا اشتیاق ہے مگر میں ضعیف ہوں آہنیں سکتا۔ اور وہ جوان ہیں۔ جب میں نے یہ پیغام حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں پہنچا یا۔ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی خدمت میں جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ میں حضرت کے ہمراہ گیا۔ بازار میں اگر کوئی بیٹھی چیز ایک برتن میں نذر کے لئے خریدی اور تمام راستہ خود اٹھاتے رہے۔ جب نزدیک آئے وہ برتن میں نے اٹھالیا۔ جب اُس جگہ پہنچے۔ میاں فتح محمد جیو وضو کر رہے تھے چنانچہ دو ہوجیاں پڑی تھیں ایک پر خود بیٹھے تھے اور دوسرے پر آفتاب رکھا تھا۔ اور وضو میں مشغول تھے۔ جب مولانا صاحب پہنچے۔ میاں فتح محمد صاحب اسی طرح بیٹھے رہے یہاں تک کہ وضو پورا کیا۔ اور وضو کے دوران بالکل کھڑے نہ ہوئے اور مولانا صاحب بھی اُن کے برابر کھڑے رہے۔ جب میاں صاحب مذکور وضو سے کلی طور پر فارغ ہو گئے اور ہاتھ و منہ صاف کر لیا۔ کوچکی سے نیچے اترے جوتے پہنے اور اُٹھے۔ اُس وقت مولانا صاحب ادب کے ساتھ طاقی ہوئے۔ میاں فتح محمد صاحب نے کہا کہ ہمارے ساتھ بغل گیری کر کے

ملاقات کریں۔ پس بغل گیر ہوئے اسی وقت میاں فتح محمد جیو نے حضرت مولانا صاحب کو فرمایا کہ آپ شہبازِ عشق ہیں اور مجھے آپ سے عشق کی خوشبو آتی ہے۔ پھر بیٹھ گئے اور میاں فتح محمد جیو نے کھانا حاضر کیا۔ ہر دو صاحبان نے اکٹھے کھایا اور مجھے بھی اپنے ساتھ کھلایا۔ جب مولانا صاحب اپنے مکان کی طرف چلے تو میاں فتح محمد جیو نے مجھے ایک لاکھ پچیس مرتبہ درود شریف پڑھنے کا حکم دیا کہ جب اتنا پڑھ لو۔ پھر مجھے خبر دو۔ جب میں نے اتنی تعداد میں درود شریف پڑھ لیا تو ان دونوں حضرت مولانا صاحب دہلی تشریف لائے اور میاں فتح محمد اُس وقت خیال دار ہو گئے اور بادشاہ کے منصب دار بن گئے۔

حضرت مولوی محمد عمر صاحب، صاحب ملفوظات علیہ القوائد کا ہنرمیں کا ایک دن ہندو نے اپنے پیر مولانا نور محمد ناروالت سے پوچھا کہ حضرت قبلہ عالم ہمدردی ہر شخص سے جو انما صرف گفتگو ہو جاتے ہیں اور انحراف نہیں کرتے اور عوام کی عرض معروض معقول یا غیر معقول سے ملکر نہیں ہوتے۔ قبلہ کونین حضرت خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ اس طرح تو محض ہم عام آدمیوں کی رعایت اور فائدے سے لگے ہے اور اگر قبلہ عالم مشیت الہی سے اپنی ذات مبارک کو اس طرف مائل نہ کریں تو واللہ علم ہمارا کیا حال ہو۔ اور ہم حضرت کو کہاں پائیں۔

حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ میاں حکم دین جیو خوب صاحب شوق اور بہت بزرگ انسان تھے مگر اُن کے مزاج میں برداشت اور تحمل کم تھا کیوں کہ فخر دتھے۔ پھر فرمایا کہ پہلے پہل میں اور میاں حکم دین جیو شہر لاہور میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ اور لاہور کے کوچوں میں اکٹھے گدائی کرتے تھے میاں حکم دین عمر میں مجھ سے بڑے تھے کچھ عرصہ بعد میں پاکستان کی طرف آیا اور میاں حکم دین بھی کسی طرف چلے گئے۔ سات آٹھ سال بعد واپس آئے۔ ایک گاؤں جو شہر فرید کے قریب ہے۔ وہاں آئے اور فارسی میں کلام کرتے تھے چنانچہ دور نزدیکی مشہور ہو گیا کہ ایک بزرگ غیر ملک سے آیا ہے اور درویش ہے۔ ہم بھی اس آرزو سے کہ ایک غیر ملکی درویش کی زیارت کریں

گئے۔ دیکھا کہ میاں محکم دین ہیں۔ لیکن انہوں نے بندہ کو نہ پہچانا۔ اور نہ مجھ سے التفات سے ملاقات کی۔ ہم بھی واپس آگئے اس کے بعد بھی ایک مرتبہ کہ ہم دہلی شریف گئے اور چند بزرگ ایک جامع مسجد دہلی میں آثارِ مبارک پر مولود پڑھ رہے تھے اور میں بھی کھڑا تھا۔ اتنے میں میاں محکم دین جو اسی جگہ آگئے۔ ہم نے پہچانا۔ اور چاہا کہ ان کے حال کو پہچانیں میاں محکم دین کا ہاتھ پکڑ کر ملاقات کی کہنے لگے تم کون ہو۔ میں نے کہا۔ آپ کون ہیں کہنے لگے فلاں ہوں۔ میں نے بھی کہا کہ میں فلاں ہوں۔ بہت خوش ہوئے بغل گیری کی اور کہا کہ ہم نے پہچانا نہیں تھا۔ میں نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ کہنے لگے پورب سے آیا ہوں پس تین چار روز فقر سے پاس رہ کر پھر کہیں چلے گئے حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ محکم دین جو خوب آدمی تھے۔ ان کی تمام زندگی ذوق میں گزری۔ مگر ان کے بعد دوستوں میں سے کوئی ان جیسا صاحبِ رشتہ نہ رہا۔

اسی سلسلہ میں ایک دن فرمایا کہ ہم پاکپتن سے کافی سواروں کے ساتھ اپنے مکان کی طرف آرہے تھے راستہ میں میاں محکم دین کو دیکھا کہ پایادہ تنہا جا رہے تھے گرمی کا موسم تھا۔ اور بڑا گرم وقت تھا۔ ہم نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم فلاں سے آہستہ آؤ۔ میں تنہا گھوڑا دوڑا کر ان کے نزدیک گیا اور گھوڑے سے اتر کر میں نے کہا کہ بڑا گرم وقت ہے اس گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ کہنے لگے کہ تم پھر کس گھوڑے پر سوار ہو گے۔ میں نے کہا میرے ساتھ بہت سے گھوڑے ہیں۔ کسی ایک گھوڑے پر سوار ہو جاؤں گا۔ پس گھوڑے پر سوار ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم شہرِ فرید کے قریب جا رہے ہیں۔ گھوڑا واپس کیسے پہنچائیں گے۔ میں نے کہا کہ آپ اطمینان سے جائیں۔ میں اپنا آدمی بھیج کر دیاں سے منگوا لوں گا۔ پس روانہ ہو گئے۔ ہم دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر آ گئے۔ مولوی محمد عمر صاحبِ خلافتِ انوارؒ میں کھستے ہیں کہ بندہ نے بہت سے معتبر افراد سے سُنلے کہ میاں محکم دین جو کہتے تھے کہ جس دن سے میاں صاحب یعنی حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے گھوڑے پر سوار کر لیا تھا۔ اُس دن سے آج تک میرے پاس ہر وقت سواری کے لئے گھوڑا موجود رہتا ہے۔

حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ وضو کرتے وقت بہت خوش تھے۔ بندہ سے پوچھا کہ تمہارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ زراعت کرتے تھے، مویشی چراتے تھے اور مویشی جانوروں کا دودھ دسہتے تھے۔ نیز لوگوں کے جانوروں کے پیچھے ادھر ادھر جھانکتے پھرتے تھے۔ اُنکو جو بھی آپ حکم فرمائیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے قلم سے سکوت فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں تجھے اپنا کب سکھاؤں گا۔

ایک روز حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں مہار سے حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے تمام دوستوں کے احوال جو اُن کی مرضی کے خلاف ہوتے تھے اُن کی مکمل سرگزشت بندہ کے سامنے بیان فرمائی۔ میں نے جانا کہ یہ میرے لئے بطور تلقین و نصیحت فرما رہے ہیں۔ تاکہ جو کچھ آپ کی مرضی کے خلاف ہو اُس سے بچ جاؤں۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے بعض دوست مثلاً میاں غلام حسین سکھ اکبر آباد کو کوئی چیز وارہ احوال ہوئی۔ صاحب موصوف نے جس طرح کتب میں پڑھا تھا اس واردات کو ہزرگوں کے حالات پر منطبق کیا اور مولانا صاحبؒ کی خدمت میں وہ واردات پیش کی۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے ابھی تک اس مقام کی یو بھی نہیں آئی تم مجھ سے پہلے وہاں کیسے پہنچ گئے۔

ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اجیر شریف کے راستے سے دہلی کی طرف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گیا جس دن میں دہلی میں داخل ہوا اُس دن حضرت مولانا صاحبؒ اپنے مکان پر چاندنی کی چھت کے نیچے دیر تک یعنی اپنے مقررہ وقت سے زیادہ تشریف فرما رہے۔ یعنی بندہ کے انتظار میں تا دیر تشریف فرما رہے۔ جب میں نے قدم بوسی حاصل کی تو شربت کلاب خوب ٹھنڈا کر کے میرے رفقائے بندہ کے دوستوں کو عنایت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے ایک اچھا عمل نکال کر رکھا ہوا ہے۔ میں نے تسلیمات بجالا کر عرض کیا کہ بہت خوب۔ میرے پہنچنے سے پہلے بھی اُن جناب اپنے دوستوں سے فرما رہے تھے کہ ہم نے ایک اچھا عمل تلاش کر کے رکھا ہوا

ہے۔ لیکن فلاں کو بتائیں گے۔ پس چند دنوں کے بعد حضرت مولانا صاحب الگ جگہ پر خوش بخوش تشریف فرما تھے بندہ کو یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا فرمایا اس جگہ اور کوئی تو نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی نہیں ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ دیکھو کوئی چھپا نہ بیٹھا ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی نظر نہیں آتا مگر ایک دو آدمی دور بیٹھے ہیں۔ فرمایا خیر انہیں کوئی ان باتوں کی سمجھ نہیں ہے۔ وہ بیٹھے ہیں تو کوئی بات نہیں اس کے بعد ازراہ کرم اس عمل کو جس کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔ مجھے تلقین کیا اور فرمایا کہ اگر کسی کو اس کام کے لائق سمجھو اور اتنا اہل جانو تو پھر اسے بتانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس وقت ہماری طبیعت خوش نہ ہو تم میرے سامنے نہ بیٹھا کرو۔ اور ہمارے تمام عملوں کو حفاظت تمام سے رکھنا کہ کوئی تجھ سے دغا بازی سے لے جاتے اور بے محل صرف کرے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص بھی حضرت کی ناخوشی سے وقت رو برد بیٹھ جاتا جڑ سے اکھڑ جاتا۔

قبلہ عالم فرماتے تھے کہ مولانا صاحب کی ذات مبارک خوش طبع تھی۔ مگر جس وقت بندہ حاضر ہوتا تھا خوش طبعی نہیں فرماتے تھے اور میں بھی جب دیکھتا تھا کہ اب خوش طبعی کرنے والے احباب آگئے ہیں تو میں اٹھ کر چلا جاتا۔ آپ ہر انسان کی تربیت و نگہداشت اُس کے مزاج کی مناسبت سے کرتے تھے۔ یعنی جس طرح کی کسی کی طبیعت ہوتی، اُس کے مطابق گفتگو فرماتے اور یہی تلقین کا ہی ایک طریق تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب کے دلائل کے نزدیک تمام دوست سوتے تھے مگر مجھے وہاں بگڑ میسٹر نہ تھی۔ خود حضرت مولانا صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ تو علیحدہ مکان میں رہا کر۔ کتاب کا سبق بھی بندہ کو خلوت میں دیتے تھے۔ جب کہ اور کوئی موجود نہ ہوتا تھا۔ بعد میں پھر دیگر مولوی صاحبان آتے تھے اور پڑھتے تھے۔

ایک دن حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ بندہ خدا کے درمیان پردہ و حجاب صرف یہی دوئی ہے۔ اور ہم نے ساری زندگی میں صرف ایک شخص کو دوئی سے پاک دیکھا ہے یعنی حضرت مولانا صاحب کی ذات پاک کو۔ بعد میں فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ حضرت مولانا صاحب دہلی تشریف لائے تو خدمت میں ایک آدمی اور ایک غلام تھا اور بندہ نے بھی حضرت کی

تشریف آوری کے تقریباً تین ماہ بعد غلامی حاصل کی تھی۔ مگر پھر بعد میں بادشاہ، امراء اور وزراء اکثر آپ کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے مگر پہلے دن سے لیکر اب تک کہ تقریباً ۳۵ برس ہو گئے ہیں۔ آپ کے مزاج میں ذرہ فرق نہیں پایا۔ صرف اس کے لئے کہ دونی بالکل نہیں تھی۔ اور جب فاقہ میں تھے تو بھی یہی حال تھا۔ اور جب تین تین ہزار چار چار ہزار روپیہ آنے لگا تو پھر بھی وہی حال تھا۔ لہذا تھے کہ فاقہ ہمارا انسانوں کی شامت کے سبب سے آتا ہے۔ اس لئے کہ دھرتی روٹی کے لئے ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں۔ پس جب کبھی تنگی آتی تو تمام دوست اُسی طرح سو جاتے۔ کبھی اگر آدمی رات کو چند روٹیاں آجاتا تو اُسی وقت میاں احمد جو تقسیم پر مامور ہو جاتے۔ ایک ایک ٹکڑا روٹی کا مدرسہ میں تمام چھوٹوں بڑوں کو دے دیتے۔ اور کبھی اسی طرح صبح تک فاقہ رہتا اور خود حضرت بھی دوستوں کے ساتھ فاقہ میں رہتے نہ آنے کا پتہ چلتا اور نہ نہ آنے کا۔ فرمایا کہ اس دفعہ جب حضرت مولانا صاحب کی خدمت سے مشرف ہوا۔ تو حضرت کا یہ حال تھا کہ کسی سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے اور بالکل بے گانگی نظر آتی تھی۔ چلنے پھرنے بھی اور کلام کے وقت بھی عدم اُنس ظاہر ہوتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر میرے دل پر ہیبت طاری ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں اکثر سامنے حاضر نہ ہوتا۔ اور سامنے والے دالان میں پڑا رہتا تھا اور آپ سے سامنے بیٹھنا ناممکن ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت مولانا صاحب نے سید احمد کو فرمایا کہ آج کل نکلاں (اور اشارہ میری طرف تھا) ہمارے پاس زیادہ نہیں بیٹھا۔ سید احمد نے مجھے کہا کہ مولانا صاحب نے ایسے فرمایا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے ہیبت آتی ہے۔ سید مذکور نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ ایسا کہتا ہے حضرت مولانا صاحب مجھے بلوایا اور فرمایا کہ تم ایسے کہتے ہو کہ مجھے ہیبت آتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ مجھے ہیبت آتی ہے کہ آپ کے مزاج شریف میں کوئی رابطہ نہیں دیکھتا۔ آؤ راہِ کرم مسکرائے اور فرمایا کہ تیرے ساتھ یہ روش نہیں ہے۔ بعد ازاں جب بھی بندہ زیارت کے لئے جاتا تو اُس بات کو یاد رکھتے ہوئے ہمیشہ مسکراتے۔ یہاں تک کہ ایک دن جب اکیلے تھے تو حضرت نے بطریقِ خوش طبعی فرمایا کہ اے نور محمد

ہیں اُسی طرح ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ خیر بہت مسکرائے،

ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب کا ایک خاص بیاض تھا کہ بہت سے عجیب و غریب اعمال اور فوائد اس میں درج تھے لیکن بیاض کسی کے کام نہیں آ سکتا تھا۔ اس لئے کہ جلد اعمال و اشتغال یا شائے اور رموز میں درج کئے گئے تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتے تھے۔ بیاض مذکور چند دیگر اور ادکی اجازت کے ساتھ حضرت مولانا صاحبؒ نے بندہ کو عنایت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ اس بیاض شریف کی جلد و شکل اور طرح نظر آ رہی ہے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ بیاض بعینہ وہی ہے۔ قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ اس بیاض میں عجائبات کبیر اور اشتغال کثیر درج تھے۔ نیز وہ احوال اور واردات جو حضرت کو اورنگ آباد سے دہلی کی طرف سفر کرنے کے دوران پیش آئے یا وہ احوال و واردات جو حمیر شریف کے سفر میں وقوع پذیر ہوئیں۔ اس بیاض میں مفصل درج ہیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ اس بیاض کو سب سے چھپا کر رکھتے تھے۔ اور کسی کو نہیں دکھاتے تھے۔ البتہ بندہ نے اس بیاض کو اچھی طرح دیکھا ہوا ہے کہ خود بدولت نے ازراہ کرم بندہ کو خود مطالعہ کے لئے دیا تھا۔ حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ اے نور محمد سبحان اللہ کہاں دکن اور کہاں پاکستان پروردگار کی قدرت دیکھو کہ مجھے دکن سے لائے اور تمہیں پاکستان سے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

س حسن زبصرہ، بلال از حبش، مہیب از روم

ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی است،

مولوی محمد عمر لکھتے ہیں کہ جس دن مبارک شریف میں قبلہ عالمؒ کو حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کی خبر ملی تو اس واقعہ سے حاضرین مجلس پر گزری جو گزری حضرت قبلہ عالمؒ نے بنفس نفیس حضرت مولانا صاحبؒ کے اوصاف بے نہایت کے سلسلہ میں بہت سی حکایات بیان کیں۔ ایک دن میرے پیر و مرشد حضرت مولانا نور محمد صاحبؒ نارووالہ

صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ جب حضرت قبلہؒ عالمؒ کا فراغت کا وقت ہو تو مجھے خبر کرنا۔ تاکہ کوئی بات عرض کروں۔ چنانچہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد فراغت کا وقت دیکھ کر میں نے اپنے مرشدؒ کی خدمت میں عرض کر دیا چنانچہ میرے مرشد اور میں حضرت قبلہؒ عالمؒ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت مرشدؒ نے عرض کیا کہ چونکہ آپ کو حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کا بہت غم و اندوہ ہے۔ ہم آپ کو کس طرح تسکین کے لئے عرض کریں کہ تمام قسم کی تلقین تو ہم جناب سے پاتے ہیں۔ لہذا اگر کسی طرح آپ کو تسکین خاطر حاصل ہو تو بہتر ہے۔ فرما لے لگے کہ ایسے حضرات پر موت کا لفظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ مفارقت کہا جاسکتا ہے۔ ممات نہیں۔ اور ایک طرح کی مفارقت تو پہلے بھی تھی۔ حق تعالیٰ اُن کے فیض کو بند نہیں کرتا اور یہ الفاظ مکرر فرمائے کہ حق تعالیٰ اولیاء اللہ کے فیض کو بند نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ اس غم کا علاج تم لوگوں کی ملاقات ہے۔ اور الحمد للہ تم بھی اتفاقاً پہلے ہی آئے ہوئے تھے۔ اور خود حضرت مولانا صاحبؒ نے بھی مجھے دیکھا و دانستہ مفارقت میں رکھا ہوا تھا۔ اور یہ بلا حکمت نہیں تھا۔ اور بندہ کے تمام امور شادی کرنا اور اس جگہ قیام کرنا حضرت کے ارشاد کے مطابق تھا۔ ورنہ بندہ کو از خود ان امور کی طرف التفات نہ تھا۔ یہ بھی فرمایا کہ تسکین بھی مشیت کے مطابق ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف اس قدر آفتابِ ہدایت تھی کہ حق تعالیٰ اس طرح کی ذات عالی کو قیامت تک عالم ظاہر میں قائم و دائم رکھتے تاکہ ہر شخص فیض یاب زیارت ہوتا۔ اور ہدایت پانا مگر چونکہ تقدیر الہی ہی تھی اس لئے وصال فرما گئے۔ اس واقع کے ظہور پذیر ہونے سے اس میں چاشنی دیکھی جنہوں نے دیکھی۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مایہ منورہ میں داخل نہ ہوئے۔ جب صحابہ کرام کا یہ حال ہو تو ان کے برابر تو کوئی بھی نہیں ہے وہ اس قدر کمالات رکھنے کے باوجود اس قدر بے اختیار ہو گئے تھے تو ہم کیا ہیں۔ بعض صحابہؓ مقام تسکین پر تھے۔ جس طرح اس کو مشیت چاہتی ہے ظہور پذیر ہوتی ہے۔

گرمایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تاقیامت روشن ثباتی رہے گا عوام کہتے ہیں کہ دین کم ہو گیا ہے۔ جب کوئی ایسا کہتا ہے تو مجھے تعجب آتا ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ اگرچہ بعض پیغمبروں کا دین اُن کے وصال کے بعد کچھ مدت تک رہا۔ مگر اللہ اللہ کہ یہ دین شریف ایسا ہے کہ قیامت تک رہے گا۔ دوسری رات فرمایا کہ آج کل اس قدر غمگین ہوں اور میرے دل میں ایسا اندوہ ہے کہ چاہتا ہوں کہ سب سے چھپ کر کسی جنگل میں چلا جاؤں اور وہاں بیٹھ جاؤں نہ کوئی میرے نزدیک آئے اور نہ میں کسی کو دیکھوں اور ایک دن حضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کی ذاتِ شریف کیا کمال کی تھی۔ جس طرح کہ دہلی میں آئے تھے اُسی طرح پاک صاف دنیا سے رخصت ہو گئے۔ نہ کسی سے لینا نہ کسی کو دینا۔ اپنے بعد کوئی نزاع نہیں چھوڑا۔ چنانچہ آپ کی علالت طبع کے دوران دو ہزار روپیہ دکن سے آپ کی خدمت میں آیا۔ اُس وقت اُس میں سے ۱۲۰۰ روپیہ قرض خواہوں کو دے دیا، جہاں سے لے کر لنگر میں فقراء پر خرچ ہوا تھا۔ اور ۸۰۰ روپیہ مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ اس کے سوا کتاب میں اور کچھ نہ تھا۔ ایک دن مولانا نور محمد ناردوارہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ ایک شخص نے مولانا صاحبؒ کی تاریخِ وصال محبتِ الہی ہادی فخر الدین کے الفاظ سے نکالی ہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ اس لفظ محبتِ الہی سے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کا لقب تھا کوئی واقف نہ تھا۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا نصیر الدین چراغ دہلی کے عرس کچھ دن حضرت چراغ دہلیؒ نے اپنے لنگر کا ترک میرے ہاتھ میں دیا، اور فرمایا کہ تم محبتِ الہی ہو چنانچہ یہ القاب حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی زبان سے صادر ہوا تھا۔ مجھے بہت مرغوب ہے۔ اور پسند ہے۔

وصال حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحبؒ مہاروی کا وصال ۳ ذی الحجہ ۱۲۵۷ھ کو ہوا۔ آپ کی تاریخِ وصال "حیف و وا" دہلی جہاں بے نور گشت سے نکلتی ہے۔

عمر ۸۳ برس کی تھی۔ قبر مبارک: آپ کا مزار پر انوار تاج سرور میں ہے جو مہار شریف سے ۳ کوس جنوب کی طرف ہے اور آپ یہ مصرع اکثر پڑھا کرتے تھے۔ ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نما اندام را

ارشاداتِ قدسیہ حضرت قبلہ عالمؒ ۱۔ حضرت قبلہ عالمؒ اکثر بندہ کا یہ دو بڑے بہت پڑھا کرتے تھے۔

بہلی ہوئی ہر میسے سر سے ٹلی بلٹے
جیسی تھی ویسے بھی اب کچھ کہا نہ جائے

اور یہ بہت بھی پڑھا کرتے تھے۔

مگو کہ پیر شری ذوقِ شقیّت نمائند
شرابِ گہنہ مستی دگر دارد

اور یہ بہت بھی پڑھا کرتے تھے۔

تامت نگردی نکشی بارِ غمِ عشق
آیسے شترِ مست کشد بارِ گراں را

۲۔ فرمایا کہ انسانِ کامل جانِ عالم ہے اور اس کا فوت ہونا تمام جہان کا فوت ہونا ہے۔

۳۔ اور فرمایا کہ جملہ موحدانِ جنت میں داخل ہوں گے۔

۴۔ فرمایا کہ معصیت و حدت کے منافی نہیں ہے۔ جس کسی کو اقرار وحدت زبان سے حاصل ہے۔ اور اس کی تصدیق دل میں ہے کوئی اور اس کی وحدت کے بغیر زوال کا باعث نہیں بن سکتا۔

۵۔ فرمایا کہ تحفہ خانی کتاب کے مطابق اب شاید کوئی بھی مسلمان رہے ہو۔ اس کتاب میں تو سب کو کافر لکھا گیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے علماء محض تنبیہ کی خاطر اور ڈرانے کی خاطر یہ مبالغہ کرتے ہیں اور درست ہی کہتے ہیں تاکہ لوگ ناشائستہ کاموں سے رُک جائیں۔

۶۔ ایک دن ایک شخص نے حضرتؒ کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

نقابِ وپردہ نلاردنگارِ دلکش ہا !
تو خود حجابِ خودی حافظِ از میاں برخیز

فرمایا اگر پردہ محسوس ہو تو پردہ اٹھا دینا چاہیے اور جب بھی پردہ اٹھائے گا تو معلوم ہو گا کہ اس ہستی مومن کے سوا اور کوئی پردہ نہیں تھا۔

۷۔ فرمایا ہر شخص کا دل اس کے محبوب کی طرف رُوح کرتا ہے۔ یعنی تیرا محبوب وہ ہے جو تیرے دل میں ہے۔ ”ہم پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہمارے دل میں اللہ کے سوا کسی اور کی محبت ہو“ اور فرمایا کہ تمام موجودات حق کے جمال کا پر تو ہیں۔ بعد ازاں یہ بیت پڑھا :

آں لحظہ کہ بر آئینہ تابد خورشید
آئینہ گمان برد کہ من خورشیدم

۸۔ فرمایا۔ کام کا دار و مدار ایمان پر ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی استقامتِ ایمان کے بعد ہی ہے۔ خواہ کوئی جمعہ کی رات مرے یا رمضان میں۔

۹۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اولیاء کا احوال قبر میں کیسا ہوتا ہے۔ فرمایا اولیاء کا جسدِ روح کا حکم رکھتا ہے۔ جہاں اُن کی روح ہوگی ان کا جسم روح کے ہمراہ ہوگا۔ چنانچہ ابلیس کا عالم یہی ہے کہ جب ان کی روح پرواز کرتی ہے تو جسم بھی ساتھ پرواز کرتا ہے۔ کہ روحانیت ان کے جسم پر غالب ہے۔ فرمایا کہ اہل حیات کے احوال یہی ہیں! اسی لئے اولیاء کے لئے مات کا لفظ کہنا جائز نہیں لہذا حق تعالیٰ کی مشیت سے جہاں اولیاء کی ارواح ہوتی ہیں ان کا جسم بھی بمنزلہ سایہ ہمراہ ہوتا ہے اور اُن کی روح کا تعلق اپنی قبر سے بقدرِ موانست ہوتا ہے۔

۱۰۔ فرمایا کہ شیخ اس شخص کو اپنے آپ سے دور کر دیتا ہے جو دوسروں کے لئے موجبِ تعلقین اور لائقِ تکمیل ہو جائے اور اُس سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ اور جو ابھی پرورش کے لائق ہوں ان کو تکمیل و تربیت کی خاطر اپنے پاس سے دور اور جدا نہیں کرتا۔

۱۱۔ فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا صاحب نے مجھے فرمایا کہ نور محمد جس وقت ہم قرآن پڑھنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو جو آیت بھی پڑھتے ہیں وہی ہمارا شغل اور وظیفہ

ہے۔ نیز فرمایا کہ میں اپنے آپ کو لوگوں کے ضروری امور میں مصروف رکھتا ہوں اور ہر شخص کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں اور توجہ کرتا ہوں مگر خداوند تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ ہمارا حال کیا ہوگا۔ البتہ میری یہ کوشش ہے کہ مخلوق خدا کو فیضِ رسانی کا کام جو اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ رُک نہ جائے۔ مولوی محمد عمر سید پوری صاحب خلاصۃ الفوائد میں اس ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے بے پروا و مرشد حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحب سے پوچھا کہ حضرت قبلہ عالم اکثر اوقات ہر آنے والے شخص سے گفتگو میں متوجہ ہو جاتے تھے اور کسی سے انحراف نہیں کرتے تھے۔ اور عوام کی معقول و نامعقول عرض معروض سے مکتدہ نہیں ہوتے تھے۔ اُس کی کیا وجہ تھی۔ فرمایا کہ یہ طریقہ صرف ہماریے ساتھ رعایت کی خاطر اور ہم لوگوں کی خوش بخشی کی خاطر تھا۔ اگر اس طرف مائل نہ ہوتے تو خدا نہ کرے پتہ نہیں ہمارا کیا حال ہوتا۔ اور ہم لوگ حضرت کو کہاں پا سکتے۔

۱۲۔ فرمایا کہ اہل شہود وجود وجود کے منکر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خالی ہیں۔ اگر اُن کو فی الواقع شہود ہوتا تو وجود کے کیسے منکر ہوتے۔ یہ سن کر اُن کے خلیفہ اعظم مولانا نور محمد صاحب نارووالہ صاحب نے عرض کیا کہ اس طرح بھی ہے کہ بعض اہل شہود جن کا درجہ شہود سلب ہو جاتا ہے تو اُس وقت وہ وجود کے منکر ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس طرح کی بھی تحقیق ہے۔ ہمیں بھی یاد ہے لیکن اگر اُن میں سے کسی کو مشاہدہ ہو تو وہ مشاہدہ بھی اُن کا فطری ہوگا کہ اُسے مشاہدہ خیال کرے۔ حالانکہ اگر مشاہدہ حقیقی ہوتا تو منکر نہ ہوتے۔ چنانچہ اگر کسی نے لمان و لاہور دیکھا ہو تو کیسے منکر ہو سکتا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا فرمایا کہ اگر کوئی شخص مخلوق کو خوشحال کرے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے مجھے خوشحال کیا۔ اور یہ بات سب جانتے ہیں اور اس کے قائل ہیں۔

۱۳۔ فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ اپنے سفر میں ایک ہندو کو دیکھا کہ ضرورت کی ہر چیز اس سے پاس موجود رہتی تھی۔ اور

جتنی چاہتا تھا اس میں سے خرچ کرتا تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ عمل بڑی سعی و مشقت سے حاصل کیا ہے۔ اگر کرم فرما کر میرے گھر تشریف لائیں تو اس عمل کے مولوں کو آپ سے آشنا کرادوں گا۔ میں نے کہا کہ جلد اور قدر آں شریف میں موجود ہیں مجھے مولوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

۱۴۔ فرمایا کہ ایک بزرگ تھے کہ رات سے وقت ہمیشہ ایک دو جن اُن سے پاس پڑھنے آتے تھے۔ اُس بزرگ نے چاہا کہ اُس شخص کو جو جنات کا منکر ہے جنات دکھا دوں پس اُس شخص کو کہا کہ آج رات میرے کمرے رہنا۔ وہ اس رات وہیں رہا مگر جنات سبق کے لئے رات نہ آئے۔ اُس بزرگ نے سمجھا کہ شاید آج رات انہیں کوئی کام ہوگا۔ دوسری رات بھی اُس منکر کو طلب کیا۔ اُس رات بھی جنات نہ آئے۔ پھر اگلی رات بھی اُسے کہا کہ آج رات بھی یہاں رہنا۔ وہ رہا۔ اس رات بھی جنات نہ آئے۔ غرض اسی طرح چند بار ہوا۔ کہ جس رات بھی وہ استاد اس شخص منکر کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ جنات نہ آتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات جنات آئے۔ اُس نے پوچھا کہ اس رات جب وہ شخص میرے آگیا تھا تمہارے نہ آنے کا سبب کیا تھا۔ کہنے لگے کہ میں حق تعالیٰ کا ایسا ہی حکم تھا۔ کہ آج رات نہ جانا۔ ہم لاچار وہیں رہے۔ وہ بزرگ حیران ہوئے اور جناب باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور جنات سے نہ بھیجے کہ سبب پوچھا۔ الہام ہوا۔ تو یہ چاہتا ہے کہ الزام دینے کی وجہ سے جماعے فرقوں میں سے ایک فرقہ کو کم اور ضائع کر دے۔

۱۵۔ ایک دن ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ کیا مرض نفسانیت کا بھی کوئی دوا ہے؟ فرمایا کہ دوا بہت ہے اگر کوئی کرے لیکن تمام زبان سے تو اپنے آپ کو مریض کہتے ہیں۔ مگر میں کوئی نظر نہیں آتا۔ کہ جو علاج کا طالب بھی ہو۔ طبیب تو بہت ہیں۔ اس شخص نے پھر عرض کیا کہ یا حضرت میں اپنے آپ کو مریض جانتا ہوں۔ لیکن علاج نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ اپنے آپ کو مریض خیال کرنا بھی غنیمت ہے کہ کبھی تو علاج میسر آ ہی جائے گا۔ مگر وہ جو اپنے آپ کو مریض ہی نہیں جانتا

اس کا علاج مشکل ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

عاشق کہ شد کہ یار بجالش نظر نکرد

اے خواجہ درد نیست و گریز طبیب هست

اُس کے توتش نہ آب او بود روبرو شستن براز پہلو بود
سید محمد علی چچر آپ نے حکیم مولوی محمد عمر سید پوری کی طرف درخ مبارک کیا اور فرمایا

کہ حکیم صاحب آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر مرض پرانا ہو تو دیر تک علاج کرتے رہنا ضروری ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ قبضہ عالم آپ نے بجا فرمایا ہے۔ پرانا مریض ایک آدھ دن میں تو ٹھیک نہیں ہو سکتا۔

حضرت قبضہ عالم مسکرائے۔ فرمایا کہ پیٹ بھر کر اس قدر کھانا کہ مذموم نہ ہو اور پھر اسے ریاضت، عبادت، تلاوت، درود پڑھنے اور بیماری

میں ہضم کیا جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ سیر ہو کر نہ کھائیں۔ بھوکے سو جائیں اور غفلت سے گزرائیں اور جب سیر خوری کر کے عبادت میں وقت گزارا جائے

تو تمام خوراک نور ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ غالب کو شریعت سے موافق کرنا اور اس کے مطابق قلب کا انضمام کرنا اتباع شریعت ہے۔ اور عوام کو اسی کی پرستش ہوگی۔ اور فناء عام عبارت ہے نفی خواہر سے۔ فرمایا کہ ہم اُن پڑھیں مگر یہ

علماء بزرگ کہ ہم اسے پاس آتے ہیں بہت غیبت ہے کہ ان کی صحبت سے ہم بھی بہت سے مسائل حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت سید میرن شاہ نے عرض

کیا کہ حضور عجیب ناخواندہ ہیں کہ اس ملک کے تمام پڑھے لکھے اور علماء وقت تعلیم کے لئے آپ کی خدمت میں آتے ہیں اور اپنے عقیدے حل کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بھی ہمارا ایک مکر ہے۔ سید موصوف نے عرض کیا کہ یہ فن فکر کسی اور کو بھی عطا فرمائیں۔ فرمایا کہ اس مکر کا طالب کوئی نہیں ہے کہ لے اور یہ بات بار بار فرمائی کہ کہاں ہے کہ ہم سے لے۔

۱۶۔ اور فرمایا کہ ایک بزرگ پر اللہ تعالیٰ کی عنایت وارد ہونے لگی تو اُس بزرگ

نے چاہا کہ خلوت میں چلا جائے تاکہ اس نعمت میں ترقی ہو۔ صرف اس جگہ کے ترک کرنے سے اسی کی واردات منقطع ہو گئیں۔ اس وقت کسی شخص نے قبلہ عالم سے پوچھا کہ واردات و نعمت کے فقدان کا باعث کیا ہوا، فرمایا کہ نزولِ نعمتِ عظمیٰ محض عنایتِ ازیلی سے تھا۔ اور صرف فضلِ لم یزل تھا اور اس بزرگ نے خلوت میں جانے کو باعثِ ترقی خیال کیا۔ اور اپنی تدبیر کو داخل کیا لہذا اس مقام سے محروم ہو گیا۔

۱۷۔ فرمایا کہ یہ مکان بہارِ شریف دارالشفائے ہے کہ حکیم بھی موجود ہے۔ مولوی حکیم محمد عمر نے عرض کیا کہ امراضِ ظاہری و باطنی کے شفا بخش تو آپ ہیں کہ ہر آنے والے کو آپ کی زیارت سے ظاہری و باطنی شفاء حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اس شفا کا طالب کہاں ہے کوئی ہے تو آئے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

عاشق کہ شکرِ یار بجائش نظر نکر د

اے خواجہ درویش و گریزِ طبیب ہست

۱۸۔ فرمایا کہ شیخ و مرشد طالب کو ذکر و فکر اور اشتغال و اوراد و یقین کرنا ہے جب وہ اس کو قضا کرتا ہے اور نہیں پڑھتا تو شیخ بھی اس کو نہیں پہچانتا چاہے مدت تک ان کے پاس بیٹھا ہو۔

۱۹۔ فرمایا حضرت مولانا خواجہ فخر الدین صاحب کی والدہ صاحبہ سیدہ محمد گیسو دراز صاحبہ کی اولاد سے تھیں۔ اور قدرتِ الہی سے دستور تھا کہ سید محمد گیسو دراز صاحبہ اور ان کے تمام خاندان کو جذبِ کافر ہو جاتا تھا۔ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی نے حضرت مولانا صاحب کا نام مولانا فخر الدین رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور جب ان کے والد حضرت شیخ نظام الدین اور نگ آبادی کا وصال ہوا تو ان کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے شرح و قایم و منشا رقی الانوار و نفحات الانس، ایک کتابِ طب اور ایک رسالہ تیر اندازی پڑھا تھا اور فرماتے تھے کہ ولی کو ماضی و مستقبل

کا حال بشرطِ توجہ معلوم ہو جاتا ہے۔

۱۹۔ فرمایا کہ اس زمانہ میں ایسے اشخاص موجود ہیں جنہیں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انہیں بیداری میں حاصل ہے۔ لیکن خلقت وقوعِ حوادث کے سبب ان کی منکر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حادثِ حوادثِ آدم علیہ السلام کی فطرت سے چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ آدم کے ساتھ کیا نہیں ہوا۔ جو دوسروں کے ساتھ نہیں ہوا۔ بیشک سے نکالا اپنے آپ سے جدا کر دیا اور کھڑا بھی پاس نہ تھا۔ فرمایا مختصراً یہ سب آدم تھا اور جو کچھ اس عالم پر گزرتا ہے وہ اُس کی تفصیل ہے اور آدم کو جامع الیہ کہتے ہیں۔

۲۰۔ فرمایا کہ ہر شخص پیدائش کے دن سے جانے کی تیاری میں ہے۔ اگر کسی کے زندہ گی کے ایام ماشاء اللہ چھ سات ہزار بھی ہو جائیں۔ تب بھی زندگی کا وقت مقرر ہے۔ ہر روز بتنا بڑا ہوتا ہے۔ اتنے ہی عمر کے دن کم ہو جاتے ہیں اور آخر لاچار یہاں سے جاتا ہے اور اپنی منزل پوری کرتا ہے۔

۲۱۔ فرمایا کہ سخاوت وہ قابلِ قدر ہے جو تنگدستی میں کی جائے اور معافی وہ قابلِ قدر ہے جو قدرت رکھنے کے باوجود کی جائے۔ یہ دونوں باتیں بہت خوب ہیں۔

۲۲۔ فرمایا کہ شغلِ پاسِ انفاس کو اس ترتیب سے کرنا چاہیے کہ ”اللہ“ کے لفظِ آخر میں جو ”ہا“ ہے اس کے پیش کو لبا کر کے پڑھا جائے کہ اس میں واؤ کی آواز نکلے اور اللہ کے لفظ میں ل حرف کو لبا کر کے دل میں پڑھے۔ سانس کو نیچے لاتے وقت ”ہو“ کہے اور اس کے برعکس اس طرح ذکر سے کہ سانس نیچے لاتے وقت اللہ کہے اور جب سانس اوپر جا رہا ہو تو ”ہو“ کہا جائے۔ کیونکہ یہ صحیح طریقہ نہیں ہوگا۔ اگر پاسِ انفاس سے اس عمل میں زبان کو تالو سے چپاں رکھا جائے تو توجہ میں مدد ہوتا ہے اور فرمایا کہ میرا بھی یہی شغل ہے۔

۲۳۔ فرمایا کہ آزارِ نفس یعنی پاؤں کے بوڑوں کا درد اور گھٹنے کا درد ہمارے پیروں کا موردِ مریض ہے۔ یعنی مولانا صاحب اُن کے والد صاحب شیخ کلیم اللہ صاحب

اوریخ بھی مدنی صاحب ان تمام بزرگوں کو یہ مرض لاحق رہا ہے مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ قبلہ عالم کو بھی یہ درد تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا علاج کرائیں۔ فرمایا یہ مرض علاج سے رفع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ ہمارے پیران عظام کا موروثی مرض ہے۔ کاتب المعروف حاجی نجم الدین کہتا ہے کہ یہی مرض میرے پیر و مرشد غوثِ زماں حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب کو بھی تھا کہ آخر عمر تک رہا۔ اور اسی مرض میں وصال ہوا یمن تعویذ لکھتے ہوئے فرمایا کہ حضرت گنج شکرؒ نے اپنے پیر صاحب کو لکھا کہ اکثر پنجاب سے آدمی تعویذ سے لٹے آتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ کام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خلا کا اکم لکھ کر دے دیا کرو۔ اس کے بعد قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ ایک نامزدہ تو نقد ہے کہ سائل کا دل خوش ہو جاتا ہے

قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ حضرت اورنگ آبادی صاحبؒ نے اپنے بیٹوں میں سے مولانا صاحبؒ کو خود بیعت کیا۔ بڑے لڑکے کو اپنے کامل و اکمل خلیفہ خواجہ کامگار غلام صاحبؒ سے بیعت کرایا۔ اور دیگر بیٹوں کو حضرت مولانا صاحبؒ سے بیعت کرایا۔

۲۵۔ فرمایا کہ اگر کلام و طعام کو کسی خاص شخص کی روح کو ایصالِ ثواب کی نیت سے بخشا جائے تو درست ہے اور دوسروں کی ارواح کو بھی ساتھ ہی بخش دیا جائے تو بھی روا ہے۔ مگر حضرت مولانا صاحبؒ اگر کسی معین شخص کی نیت سے پڑھتے تھے تو پھر خاص طور پر اس شخص کی ارواح کو بخشتے تھے۔

۲۶۔ فرمایا کہ درود اگر چہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے کہ مجرد پڑھنے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک براہِ راست پہنچ جاتا ہے مگر حضرت مولانا صاحبؒ فرماتے تھے کہ غلام کی طرف سے یہ کسی واسطہ کے ساتھ پیش ہونا چاہیئے۔ ۲۷۔ فرمایا کہ فقرہ اکام ہم کسی کو نیک بات کہنا اور دُعا دینا ہے۔ آگے جو کسی کے ساتھ ہوتا ہے ہو جائے گا۔ اللہ کے کام میں کسی نبی یا ولی کو دخل نہیں ہے۔ وہ خداوند

ہے اپنا کام جمال سے بھی کرتے ہیں اور حلال سے بھی۔

۲۸۔ منقول ہے کہ ایک روز محمد اصفیٰ نے عرض کی کہ قبلہ سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تصوف بھی ایک قسم کا شرک ہے کیونکہ تصوف کی غرض یہ ہوا کرتی ہے کہ انسان کا نفس غیر اللہ کے تصور سے محفوظ رہے۔ حالانکہ حقیقت واقع یہ ہے کہ لا موجود الا اللہ کے نظریہ کے مطابق غیر کا تو سرے سے اس دنیا میں وجود ہی نہیں۔ اس شبہ کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ غیر اللہ سے تحفظ بھی اس شخص کے لئے غیبت ہے جو شرک جیسی باتوں سے بے خبر ہو۔ البتہ شرک تو تب ہوگا جب اسے ان باتوں کی خبر ہو۔

۲۹۔ آپ نے فرمایا کہ بوعلی قلندر شیخ شہاب الدین کے مرید اور بچے عاشق تھے۔ اور وہ آگے خواجہ قطب الدین کے مرید تھے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں قلندر اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ان نے بال بڑھا رکھے تھے ورنہ ویسے تو آپ بے حرمتی پر ہیزار اور خسرعت کے صحیح معنوں میں متبع تھے۔ اور یہ زلفیں آپ نے اس وقت بڑھائی تھیں جب آپ واصل حقیقت ہو گئے اور آپ پر سر کی کیفیت غالب آگئی۔ ظاہر ہے کہ آدمی جب صاحب سر ہو جاتا ہے تو پھر وہ بے اختیار اور معذور ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مردوں کی روحیں خواہ نیک ہوں یا بد اپنے گھر ضرور آتی ہیں۔ واقعی مردوں کی ارواح سے کلام کرنا ایک اچھی بات ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں کچھ شرچہ وغیرہ بھی کرنا پڑتا ہے اور روٹی بھی پکائی پڑتی ہے۔ کیوں کہ روٹی پکانے پر وہ ذرا جلدی آتی ہیں اور اچھی طرح گھل مل جاتی ہیں۔ پھر آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ جاہل اور نادانقت اسلام کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اور جو علماء ہیں اور جن میں یہ اہلیت ہے وہ روٹی وغیرہ نہیں پکاتے چنانچہ وہ ارواح واپس لوٹ جاتی ہیں۔

حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارنگی نے فرمایا پہلی قوموں پر جو عذاب آئے تھے وہ وحدت الہی کے اظہار کے طور پر آئے تھے۔ کیوں کہ

مرتے وقت تو ہر شخص فرعون کی طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہو ہی جاتا ہے۔ عین اُس وقت محمد اصلح نے عرض کیا کہ یہ تو جبراً اقرار وحدت کروانا ہوا۔ فرمایا کہ جبراً اقرار کروانا کیا؟ بلکہ اُس وقت تو عز اللہ کا تصور ختم ہو کر صرف وحدت کا تصور رہ جاتا ہے۔

۳۱۔ فرمایا کہ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی نے اپنے تمام بیٹوں کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ سلسلہ حنیفہ پر مشقت اور زہرِ ریاضت ہے اور حضرت عوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامنِ فراخ ہے اور سب کی پوشیدگی کی اُس میں گنجائش ہے۔

۳۲۔ فرمایا کہ عالمِ حلال کھانے کے لئے بہت غور کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ بھینس کا دودھ پینا بھی ایک وجہ سے حلال ہے اور دودھ دو کٹوے سیر ہو کر پیتے ہیں۔ حالانکہ جو عقاصہ یعنی آدم کا ٹورہ پینا چاہیے، اس طرف خیال نہیں کرتے کہ شریعت کا باطن بھی شریعت کے ظاہر پر منحصر ہے۔ اور دراصل اہم ترین کام کم کھانا۔ کم سونا، کم یونا اور لوگوں سے کم میل جول رکھنا ہے۔ مگر اس طرف رجوع نہیں کرتے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب پرہیز ظاہری زیادہ نہ کرتے تھے۔ مگر آپ کی کم خوری بدرجہ کمال کو تھی اور پانی بھی بہت کم پیتے تھے۔ بارہا آپ کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کو ہر بار بھی دیکھا کہ ادھر ادھر ہر طرف ہاتھ ڈالتے تھے۔ کہ حاضرین یہ سمجھیں کہ گو یہ ہر طرف سے اور ہر چیز سے کھا رہے ہیں مگر آپ ہر بار ہاتھ ایک جگہ ہی رکھتے اور یہ بھی فرمایا کہ اتنا کم کھانے والا شخص کم ہی ہولے۔

۳۳۔ فرمایا کہ مومن کا جو ٹھکانا شفا ہے۔ یہاں مراد مومنِ کامل نہیں ہے بلکہ ہر خاص و عام مومن کے حق میں ہے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ ہر کسی کے یہ اندازہ ملازج ایمان شفا ہے۔ مگر ایمان سے کوئی خالی نہیں ہے جتنا ایمان ہے اتنی اتنی اس سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ زیادہ قدمِ مریض کو زیادہ دن دوا کھانی پڑتی ہے اس طرح مومن کے جو غلطے میں بھی مداومت سے شفا مطلق حاصل ہو سکتی ہے۔

۳۳۔ فرمایا کہ اگر سالک پہنچے اپنے پروردگار کی خدمت میں اپنے آپ کو نو مار درجیاں کرے اور ہر دن کو پہلا دن تصور کرے تو وہ اپنے مقدر کو جلد پہنچ جائے گا اور اگر دوسرے دن کو دوسرا دن سمجھا تو تباہی میں پڑ جائے گا۔

۳۵۔ ایک دن نفی دہود کے سلسلہ میں ذکر چلا ایک شخص کتاب کو ارج پڑھتا تھا۔ فرمایا کہ سلطان باہو ابتدائے حال میں ایک زمیندار کے بیٹے پر عاشق ہو گئے اور اپنے محبوب کے گھر کے سامنے سرکٹے کی جھونپڑی بنا کر اس میں رہنے لگے۔ ایک رات آدھی رات کے وقت اپنے محبوب کی زیارت کا شوق ہوا وہ گھر میں سو رہا تھا اور محبوب کے گھر کا دروازہ بند تھا آخر مجبور ہو کر اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو اپنے گھر کو آگ لگا دی۔ آگ دیکھ سب اپنے گھروں سے باہر نکلے وحشیں بھی اپنے گھر سے باہر آیا تو آپ نے اچھی طرح سے جی بھر کر اپنے محبوب کو دیکھ لیا اور اُس کے دیدار سے فیض یاب ہو گئے۔ چنانچہ شاہ حسنؒ کی کافی میں ہے۔

ہندی ۵ جھگا ساڑ تماشہ دیکھے

۳۶۔ منقول ہے کہ ایک دن اس مصرع کے بیان میں کہ

۵ گر گل است اندیشہ تو گلشنے

فرمایا کہ صرف اس میں اندیشہ کرنے اور جان لینے سے کام نہیں بنتا جب تک کہ کسب میں مصروف ہو کر اپنے آپ کو محو نہ کرے۔ چنانچہ ایک شخص حج کا ارادہ کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مکہ اس طرف ہے مگر جب تک کہ ہاتھ کر چل نہیں پڑتا اور سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کرتا اور منزلیں طے نہیں کرتا، اس خیال کی تکمیل نہیں کر سکتا اور اس کا طریقہ مجاہد ہے۔ یعنی کم کھانا۔ کم سونا۔ کم بولنا۔ کم ملنا (لوگوں سے) اس سلسلہ میں بہت لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ دنیاوی وسوسے اور خیالات ہمارے دل کی دنیا کی رکاوٹ بنتے ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ دل کو خود ہی کلی طور پر دنیاوی کاموں میں عورتوں

اور بچوں اور کھیتی باڑی کے تعلق میں لگا رکھا ہے۔ چنانچہ اس طرح کے خیالات
”حال“ کے لئے رکاوٹ بن جاتے ہیں چاہیے کہ دل کو ان خیالات سے پاک کریں۔

۳۵ مافقراں راتماٹائے چین درکار نیست

داغ مانے سید ماکتراز گلزار نیست

پھر فرمایا کہ جب رات کو کنوئیں چلانے کی آواز سنا ہوں کہ تمام رات کنوئیں
چلاتے ہیں اور بے قرار رہتے ہیں تو میرے لئے بڑے تعجب کا سبب بنتے
کہ یہ شب بیداری اور اتنی خد بد محنت صرف چند دانوں کے لئے قبول کرتے
ہیں اور وہ بھی اگر آفات سادی سے بچ رہے تو کوئی چیز حاصل ہوتی ہے اور
کبھی نہیں ہوتی۔ مگر خدا کی بندگی کی خاطر کوئی شخص تمام رات نہیں جاگتا ورنہ
محنت نہیں کرتا۔ البتہ جو لوگ اس طرح شب بیدار رہ کر براہ سلوک پر چلتے
ہیں۔ وہ سچی تعلے کی عنایت سے مفکر کو پہنچتے ہیں اور خالی نہیں اٹھتے۔

۳۶ منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت قبلہ عالم سے پوچھا کہ علماء کفار کی تعظیم نہیں کرتے مگر
اہل اللہ ہر مومن یا کافر کی تعظیم کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت و شریعت میں نفی
نہیں ہے۔ یکس طرف ہے۔ فرمایا شریعت و حقیقت میں مخالفت ہرگز نہیں
ہے۔ فرق صرف سمجھنے میں ہے اور یہ دونوں گروہ اپنے حسب حال درست
کرتے ہیں جو تعظیم نہیں کرتے کہ یہ کھروائے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ علماء کی نظر
اُن کے ظاہر پر ہو اور اہل اللہ ان کی حقیقت کی تعظیم کرتے ہیں کہ ان کی
نظر میں اُن کی حقیقت ملحوظ ہوتی ہے یعنی علماء ظاہر کی نظر اُن کے فعل پر ہوتی ہے
اور اہل اللہ کی ان کی مظہریت پر۔ پھر فرمایا کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ
نے مجھے فرمایا کہ یہ کتاب فقرات تیرے بہت کام آئے گی۔ اگر اس کتاب کو دیکھا کرو
کہ یہ کتاب جذبہ پیدا کرنے والی ہے۔

۳۷ منقول ہے کہ حضرت ناردوالہ صاحبؒ کے دوستوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا
کہ میرے پیروں و رخسے مزار پر چراغ روشن کرنے کو اُس جگہ کے علماء جائز نہیں سمجھتے

نیز یہ عالم اُن گانے والوں کو جو میاں صاحب کی خانقاہ پر آکر سرود کرتے ہیں منع کرتے ہیں اور اُنے نہیں دیتے آئندہ جس طرح آپ حکم فرمائیں اُسی طرح عمل ہوگا۔ فرمایا میاں صاحب جس جگہ کے تھے وہیں پہنچ گئے۔ تم کسی کو بھی خانقاہ پر اُنے سے منع نہ کرو۔ اس لئے کہ رسم قدیم ہے کہ تمام قسم کے لوگ تمام بزرگوں کی خانقاہوں پر آتے ہیں۔ اور سرود کرتے ہیں۔ اور چراغاں بھی ہوتا ہے چنانچہ ہمارے پیران و خواجگانِ عظام کے مزارات پر ہمیشہ چراغ روشن رہتے ہیں۔

۳۸۔ فرمایا کہ مولانا صاحب کا ایک بیاض خاص تھا کہ جس میں بہت سے اعمالِ طریبہ و قوافل عجیب و رزق تھے۔ لیکن وہ بیاض کسی کے کام کا نہیں تھا کہ تمام اعمال و اشتغال اشاروں اور کنیوں میں درج تھے۔ کسی شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔ پھر فرمایا کہ آج میں نے حضرت مولانا صاحب کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وہ بیاض عنایت فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس بیاض شریف کے خیرازہ کی بندش اور طرح کی معلوم ہوتی ہے مولانا صاحب نے فرمایا کہ بیاض بعد وہی ہے نیز فرمایا کہ میں نے اُس بیاض کو اچھی طرح دیکھا ہے کہ حضرت مولانا صاحب نے مجھے مطالعہ کرایا تھا مگر دوسروں سے غمی رکھتے تھے (یہ سب خلافتِ انصاری میں مذکور ہے) لیکن خیرالذکار میں مولوی محمد گعلوی لکھتے ہیں کہ میں نے عبداللہ خاں چانڈا اسکند ڈیرہ غازی خاں خلیفہ حاجی پڑ والہ صاحب سے یوں سنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں اپنے پیر کے وصال کے بعد مبارک شریف میں حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں گیا تھا، ایک دن اُن قبلہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہ فرمایا میری نوبت میاں صاحب ناروالہ صاحب سے اسی ہے جیسی حضرت سلطان المشاخ کی خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی سے۔ میں نے عرض کیا کہ سلطان المشاخ کی نسبت چراغ دہلی تھے کیسی تھی۔ فرمایا کہ خواجہ عثمان بارونی کو الہام غیبی سے معلوم ہوا تھا کہ سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے درمیان تمہارے یاروں میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا وجود مبارک اس سلسلہ میں شامل ہونے والے اولین و آخرین کے لئے نجات کا موجب ہوگا۔ اور اس شخص کی علامات کی نشان دہی کر دی کہ ایک وقت اس پر

ایک خاص قسم کی استغراقی حالت طاری ہوگی۔ چنانچہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مدت تک اس صورت کی تلاش میں رہے مگر ان کے مریدوں اور دوستوں میں وہ صورت نظر نہ آئی۔ انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو وصیت فرمائی کہ اگر ان کے مریدوں اور دوستوں میں کوئی ایسی صورت و علامت نظر آئے تو ان سے تمام اہل سلسلہ کے حسن خاتمہ کے لئے دعائے پیر کرائیں۔ حضرت خواجہ بزرگؒ نے بھی اپنی زندگی میں وہ صورت نہ دیکھی تو انہوں نے حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کو وصیت فرمائی۔ یہاں تک کہ یہ وصیت سینہ بہ سینہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، محبوب الہیؒ تک پہنچی۔ وہ بھی اس انتظار میں رہتے تھے کہ وہ صورت و علامت نظر آئے۔ ایک دن انہوں نے اپنے خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو حوض کے کنارے بیٹھے دیکھا۔ اُن کے دونوں پاؤں پانی میں تھے۔ استغراق کا عالم تھا اور وہی علامت اُن پر وارد تھیں، جن کی نشان دہی کی گئی تھی۔ حضرت سلطان المشائخؒ نے جونہی وہ علامات دیکھیں چراغ دہلیؒ کی طرف اتنی جلدی بھاگے کہ دوسرے کنارے سے کپڑوں سے حوض میں داخل ہو گئے اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے پاؤں پکڑ لئے۔ جب وہ قدرے ہوش میں آئے اور اپنے شیخ کو اپنے پاؤں پکڑے دیکھا تو اپنے پاؤں کھینچ لئے۔ اور اس بات سے غلگس ہوئے کہ ”میرے شیخ نے میرے پاؤں پکڑے ہیں“ حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ کام از خود نہیں کیا۔ بلکہ ہمیں حضرات خواجگان چشت سے یہ وصیت پہنچی ہے۔ میں نہیں چھڑوں گا جب تک آپ سلسلہ چشتیہ میں دورِ اول سے لے کر قیامت تک داخل ہونے والوں کے لئے حسن خاتمہ، نجاتِ آخری اور رشتائے خلاوندی کے حصول کی دعا نہ کریں۔ پس انہوں نے دعا کی اور اس طرح سلسلہ چشتیہ کی نسبت رکھنے والوں کو بشارت حاصل ہوئی اور اُن کا معاملہ آسان ہو گیا۔ اس نسبت مذکور کا اسی طرح بیان آیا ہے صاحب رسالہ خیر الافکار لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس حکایت کو عام آدمیوں سے

بھی سنا تھا مگر مکمل تصدیق خان صاحب عبداللہ خان کی زبان سے ہوئی۔

کاتب اطروف (حاجی نجم الدین) اپنی طرف سے اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "اس فیروز نے ایک رسالہ میں اس فقرہ کو اس طرح دیکھا ہے کہ جب یہ وصیت حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ تک پہنچی تو آپ نے رب العزت کی جناب میں عرض کیا کہ یا الہی یہ وصیت ہمارے ہیروں سے چلی آرہی ہے آپ پر آسان ہے۔ آپ کیوں نہیں بتا دیتے کہ فلاں شخص ہے اور فلاں کے مریدوں میں ہے۔ چنانچہ حکم ہوا کہ تمہارے مریدوں میں سے ایک نظام الدین باغی نام ہیں جن کے مریدوں میں سے وہ شخص ہوگا۔ پس جب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے حضرت نظام الدین اولیاء کو خلافت دے کر دہلی کی طرف رخصت کیا تو یہی وصیت فرمائی کہ تمہارے مریدوں میں سے وہ خاص شخص پیدا ہوگا۔ اُس سے سلسلہ چشتیہ کے لئے دعائے بخشش کرائیں۔ چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت محبوب الہی خلوت میں بیٹھے تھے کہ حضرت چراغ دہلیؒ پر وہ خاص حالت وارد ہوئی۔ آنکھ بند کئے حالت مستی میں بیٹھے تھے حضرت محبوب الہیؒ کو کشف سے معلوم ہوا پس آکر پاؤں پکڑ لئے حضرت چراغ دہلیؒ نے پوچھا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا نظام کہتے گئے کہ نظام کا اس وقت کیا کام۔ فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ کو بخش دیجو کہا کہ بخش دیا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

خیرالذکار میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا۔ ملا عبدالغفور حاشیہ نغرات الانس میں لکھتے ہیں کہ نقب خواجہ قدوة الدین بن فرس نافہ جو ہے۔ یہ لفظ فرس نافہ اولیٰ کی زبر، رائی کی زبر، سین مہلہ ساکن نوب ایسا دہ یعنی کھڑا اور آخر میں ف کے ساتھ تحقیق مشاہد ہے۔ مجھے مولانا صاحبؒ سے ف کی زبر، رائی مہلہ کی زبر، سین مہلہ ساکن، اوپر نقطوں والی تا مثنات اور آخر میں ف کے ساتھ سند کے ساتھ پہنچا ہے۔ اور بعض اس ضبط تحریر کے آخر میں ق کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں۔ اور میں وہی مرغوب و مختار ہے جو ہم نے اپنے قبلہ عالمؒ سے سنا ہے۔

اور فرمایا لفظ دینوری جو خواجہ مشاہد کا لقب ہے، بھی دال مہلہ کی زبر اور

نوں کی زبر سے ساتھ ہے۔ نہ کہ دال کی زبر اور نون کی پیش کے ساتھ ہے۔

اور فرمایا لفظ ہارونی یا ویر کی زبر سے ساتھ ہے۔ ہارون دو زبروں کے ساتھ
خواجہ عثمان کے مولد کا نام ہے، جو ولایت عراق میں نیشاپور کے نواح میں واقع ہے۔
اور ریر کی پیش اور وائر ساکن کے ساتھ غلط العوام ہے۔

اور فرمایا کہ منتخب اللغات میں اس طرح آیلے، سبخر ایک شہر کا نام ہے جو موصل
سے تین دن کا راہ ہے اور سلطان سبخر کا مولد ہے۔ اور ملفوظات مشائخ میں اس طرح
وارد ہے۔ سبخر عراق کے ایک قصبہ کا نام ہے جو بغداد سے سات دن کا راستہ ہے۔ اور
سبخری اُس سے منسوب ہے کہ خواجہ معین الدین کے والد بزرگوار حضرت سید حسن کا وطن ہے
اور فرمایا اُدھی ہمزہ (الف) کی پیش کے ساتھ شہر اوش سے نسبت ہے جو ماوراء النہر

کے علاقہ میں خواجہ قطب الدین اوشی کا مسکن تھا۔ اور کا کی اس لئے کہتے ہیں کہ
خواجہ قطب الدین کی اہلیہ آپ کے حسب ارشاد افراد خانہ اور مہمانان کے
کھانے کے وقت مقررہ ہوگئے سے گرم روٹیاں لے آتی تھیں اور کھلا دیا کرتی تھیں۔
اور فرمایا لفظ بختیار اُنخواجہ کا اسم اصلی و لقب مدح ہے۔ اور فرمایا پاکپٹن

کا اصل نام اودھن ہے بعد میں اس سبب سے کہ دہاں حضرت فرید گنج شکر کا
مزار ہے۔ اور اہل اللہ و پاک لوگوں کے ورود کی جگہ بن گئی ہے۔ پاکپٹن کے نام
سے مشہور ہوگا۔ حضرت بابا صاحب کے القاب ”شکر بار“ و ”گنج شکر“ کی وجہ تسمیہ میں

بہت اختلاف ہے جیسا کہ آپ کے ملفوظات میں مذکور ہے۔ مولانا عبد الغفور خواجہ زانا
مولانا جامی لکھتے ہیں کہ سات دن گزر گئے تھے اور بابا صاحب شیخ فرید نے افطار
نہیں کیا تھا اسی طرح کمال فاقہ اور بھوک کی حالت میں خواجہ قطب الدین کی خدمت
میں روانہ ہو گئے۔ بغلین ہو ہیں آپ کے پاؤں میں تھی۔ اتفاقاً آپ کا پلوں پھسلا اور
زمین پر گر پڑا۔ کلمہ اللہ اللہ اللہ آپ کی زبان پر جاری تھا۔ اور کچھ ٹٹی آپ کے منہ
میں چلی گئی۔ وہ تمام کی تمام شکر بن گئی۔ جب وہاں سے اٹھے کہ آپ اپنے بیر و مرشد
کی خدمت میں پہنچے خواجہ قطب الدین نے فرمایا: اے فرید الدین مسعود یہ قدر سے

مٹی جو آپ کے منہ میں چلی گئی وہ تمام کی تمام شکر بن گئی عجیب نہیں ہے کہ حق تعالیٰ آپ کے دود کو گنج شکر کر دے اور وہ ہمیشہ شیریں رہے گا۔ اس روز کے بعد جو کوئی آپ کو دیکھتا گنج شکر کہتا تھا۔

اور فرمایا اودھ ہمزہ (الف) اور واؤ کی زبر کے ساتھ ایک شہر کا نام ہے جو دہلی کے قریب واقع ہے۔

اور فرمایا ہواؤن باء موحده کی زبر اور واؤ کی پیش کے ساتھ ہندوستان میں واقع ایک شہر کا نام ہے۔

اور فرمایا چراغ دہلی کی وجہ تسمیہ میں بھی اختلاف وجوہ ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کا خادم تیل کی کمی کی وجہ سے ایک چراغ لے جا رہا تھا۔ حضرت چراغ دہلیؒ نے خادم سے فرمایا کہ تیل کی بجائے اُس میں پانی ڈال دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ پس وہ چراغ اُس پانی سے بھی تیل کی طرح روشن ہو گیا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ بھی مذکور ہے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخؒ نے آپ کو چراغ کہہ کر بلایا تھا۔ ان معنی میں کہ چراغ کی پشت نہیں ہوتی بلکہ سامنے کا سارا رو بہ اور سامنے ہوتا ہے۔ واہ، حق تعالیٰ نے حضرت چراغ دہلیؒ کو اسی طرح کا رتبہ و درجہ دیا تھا۔

کاتب اطروف کہتا ہے تیسری وجہ یہ کہ ایک دن حضرت شیخ عبداللہ فیاضیؒ مکہ معظمہ میں اپنی مجلس میں بیٹھے فرما رہے تھے، حضرت سلطان المشائخؒ دہلی میں فوت ہو گئے ہیں اب اُن کے جانشین چراغ دہلیؒ حضرت شیخ نصیر الدینؒ ہیں۔

اور خواجہ قطب الدین (بختیار لاکھی) نے فرمایا خواجہ قطب الدین مودودؒ فرزند خواجہ ابو یوسف چشتیؒ ہیں اور وہ خواہر زادہ خواجہ ابو محمد چشتیؒ اور وہ فرزند خواجہ ابو احمد چشتیؒ ہیں۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا خواجہ ابو اسحاق شامیؒ کو چشتی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سیرت سلسلہ چشتیہ میں۔ لیکن اُن کا وطن ملک شام ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ چشت میں تشریف لائے تھے اور خواجہ ابو احمد چشتیؒ کو وہاں بیعت کیا۔ خلافت عطا کی اور کچھ مدت رہ کر پھر شام کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ اور شہر عکہ میں جو ملک شام کے اندر ہے۔ فوت ہوئے ہیں اور اُن کا مزار وہیں ہے۔

اور فرمایا شیخ یحییٰ مدنی ابن الابن شیخ محمد بن شیخ حسن محمدؒ ہیں کہ شیخ محمدؒ کے پنے بیٹے کو یہ نعمت نہ ملی اور پوتے کے نصیب ہو گئی۔ شیخ محمدؒ فرزند شیخ حسن محمدؒ ہیں۔ علاوہ برائے شیخ حسن محمدؒ شیخ جمال الدینؒ شیخ محمدؒ ایک دوسرے کے قرا بندگان ہیں۔

اور فرمایا سلطان المشائخؒ سے لے کر یحییٰ مدنی تک سب مشائخ سید حسینی بختیاری ہیں۔ اور شیخ کلیم اللہؒ شیخ نظام الدینؒ اور نگ آبادیؒ ہر دو قریشی ہاشمی نسل سے ہیں کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہاں راوی کو غلطی لگی ہے اور اس سے سننے میں سہو و اشتباہ ہوئی ہے ورنہ حضرت قبلہؒ عالمؒ اس طرح کے غلط الفاظ نہ فرماتے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے حضرت قبلہؒ عالمؒ کو ظاہری و باطنی علم عطا کیا تھا۔ اور اگر یہ مقولہ حضرت قبلہؒ عالمؒ سے منسوب و سرزد ہے تو پس گمان غالب ہے اور محمول کیا جاتا ہے اس کو حضرتؒ کے استغفری بر اور حالات انساب سے عدم و قوف پر ایسی حالت میں جو اہل اللہ پر وارد ہوتی ہے۔

ابیات :

گئی بر طارم اعلیٰ نشینم گئی بر پشت پای خود نہ بینم
اگر درویش بریک حال ماندی سر دست از دو عالم بردشاندی

مشائخ عظام مذکور و خواجگان کرام موصوف کے حسب کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ معین الدینؒ و حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار و حضرت خواجہ نظام الدینؒ محبوب الہی سب سادات حسینی میں سے تھے۔ لیکن حضرت فرید الدین گنج شکرؒ و حضرت شیخ نصیر الدینؒ اور حضرت شیخ کمال الدینؒ علامہ سے حضرت یحییٰ مدنیؒ تک سب شیوخ فاروقی الاصل تھے۔ اور حضرت شیخ کلیم اللہؒ جہاں آبادیؒ شیخ نظام الدینؒ اور نگ آبادیؒ دونوں حضرات صدیق اکبرؒ کی اولاد سے ہیں جیسا کہ ان کی کتب ملفوظات میں ان کا نسب نامہ تحریر ہے اور فیر کو بھی یاد ہے۔ لیکن کتاب کی طوالت کے خوف سے میں نے یہاں نہیں لکھا۔ اور حضرت قبلہؒ عالمؒ نے فرمایا کہ خواجہ سراجؒ اور ان سے لے کر شیخ محمدؒ تک سب پیران عظام کی قبریں گجرات جنوبی میں واقع ہیں۔

ایک دفعہ مسجد سے کسی چیز کی چوری کا ذکر ہوا۔ ایک عالم نے کہا کہ مسجد حرز و محافظت

کی جگہ نہیں ہے۔ لہذا مسجد سے چوری کرنے والے کے ہاتھ شرعاً کاٹنے نہیں چاہئیں حضرت
نارودالہ صاحب نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ اس کے بعد قبلہ عالم نے فرمایا کہ بجا ہے۔ مگر ہم
دوسری طرف لے جاتے ہیں کہ مسجد خانہ خدا ہے اور خزانہ نبیاء ہے۔ ایک شخص نے
عرض کیا کہ قبلہ میں نے اپنے خواب میں ایک صورت حال دیکھی ہے آپ براہ کرم واحسان
اُس کی تعبیر فرمادیں۔ قبلہ عالم نے اس کے جواب میں یہ بیت پڑھی۔

نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گوئم جو غلام آفتابم ہم از آفتاب گوئم
وہ سائل خاموش ہو گیا اور دوستوں کو ذوق و غشوق ہوا۔

حضرت قبلہ عالمؒ تانہما قاضی محمد کے بیٹے احمد علی کی شادی پر کوٹ سٹن میں تشریف
فرما تھے۔ مولوی احمد داغظ کہ عالم بے مثل تھا۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی مجلس میں حاضر تھا۔ اُس
نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کتاب غیبتہ الطالبین
میں لکھا ہے کہ ”طعام المرید حرام علی الشیخ“ (مرید کا طعام شیخ حرام ہے) پس آپ یادگیر حضرت
کس وجہ سے مریدوں کی دعوت قبول کرتے ہیں؟ فرمایا کہ دنیا کے تمام مریدوں میں سے اصحاب
کرام سے زیادہ مقام کس کا ہو گا۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مشائخ کائنات کے
سردار ہیں کہ کوئی ولی اللہ آپ کی خاک پا کر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ خود حضور رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کی دعوت قبول فرماتے تھے اور اُن کا کھانا کھاتے تھے۔
ہمارے لئے یہی دلیل کافی ہے۔ پس مولوی احمد اس جواب سے لاجواب ہو کر اس
طرح چپ سا دھ کر بیٹھا کہ یاروں نے دم نہ مارنے دیا۔ جب اس شادی کے بعد حضرت
قبلہ عالمؒ دریا کے راستے گڑھی اختیار خاں کی طرف روانہ ہوئے تو عین سواری میں
اپنا ہونو مبلک نارودالہ صاحب کی طرف کر کے فرمایا کہ میاں صاحب مولوی احمد کو
اُس جواب سے مطمئن تو کر دیا۔ مگر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کلام کی تاویل کرنی
چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی معافی بھی ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ بہت سے علماء و کباب
عالی میں جا رہے ہیں۔ میں اس کی تحقیق کرتا ہوں۔ آخر بہت مکالمہ اور مناظرہ کے
بعد جناب نارودالہ صاحب کی مرضی کے مطابق یہ طے پایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

کے کلام سے معنی یہ ہیں کہ مرید کے تناولِ طعام میں البتہ خواہشِ نفسانی عارض ہو سکتی ہے اور شیخ درجہ نہایت کمپہچے ہوئے ہیں۔ اور اُن کا تمام کام رضائے حق کے لئے ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے لئے فاعل تو اللہ کی ذات ہے اور بندہ بمنزلہ آلہ ہے پس شیخ کو مرید کا کھانا نفس کی خواہش سے کھانا حرام ہے اُس کا کھانا محض اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: ”کھاؤ اور پیو۔ پس مرید کے طعام کا کھانا اگر خواہشِ نفسانی سے ہوگا۔ تو واقعی شیخ کے لئے اپنے مقام سے تنزل و درجات کا باعث ہوگا اور سالک کا منصب ترقی ہے نہ تنزلی۔ یہ تمام باتیں مشہور ہیں اور ہر ایک کو معلوم ہیں اور میں نے یہ باتیں اپنے بہت سے بزرگوں سے سنی ہیں اس بات میں خدا کا شکر گزار ہوں۔ یہ سب کچھ خیر الافکار میں بھی درج ہے۔



ذکر اولاد حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ حضرت خواجہ نور محمد صاحب

کی ایک بیوی تھیں۔ مسماہ عظمت بی بی اُن کے بطن سے حضرت کے تین بیٹے تھے سب سے بڑے حضرت خواجہ نور احمدؒ کہ شہید ہو گئے۔ اُن کی بیعت حضرت مولانا فخر الدینؒ سے تھی۔ اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد چند ماہ ان کے ستاد ارشاد پر بیٹھے۔ اس کے بعد قوم مہاروں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ آپ کی قبر مبارک حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ کے اندر ہے۔ دوسرے حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ اُن کی بیعت اپنے والد حضرت قبلہ عالمؒ سے تھی اور اپنے بڑے بھائی کی شہادت کے بعد سند ارشاد پر بیٹھے۔ ان کی قبر مبارک بھی روضہ قبلہ عالمؒ میں ہے۔ تیسرے حضرت خواجہ نور الحسن صاحبؒ اُن کی بیعت حضرت قاضی عاقل محمد صاحبؒ سے تھی۔ ان کی قبر مبارک بھی روضہ شریف میں ہے۔ ان تینوں مرحوم بھائیوں کی کثیر اولاد ہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ بڑی زینت بی بی جو جمال محمد بن غلام محمد سکنہ موضع اودھ پیرا کے نکاح میں تھیں۔ ان کی اولاد نہ تھی۔ لا ولد فوت ہوئیں اور یہ مذکورہ غلام محمد حضرت قبلہ عالمؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ دوسری بیٹی صاحب بی بی تھی جو سید شیر شاہ سکنہ شہر منور کے نکاح میں تھیں۔ ان سے بھی اولاد موجود نہیں ہے۔ حضرت نور احمد شہید صاحبؒ کے تین بیٹے تھے۔ بڑے میاں نور حسین صاحبؒ۔ دوسرے میاں غلام نبی صاحبؒ اور تیسرے میاں غلام مصطفیٰ صاحبؒ۔ میاں نور حسین صاحبؒ کے اگے تین بیٹے تھے۔ بڑے غلام محی الدین صاحبؒ دوسرے میاں عبداللہ صاحبؒ تیسرے اللہ بخش صاحبؒ میاں غلام نبی صاحبؒ کے بھی تین بیٹے تھے۔ بڑے میاں عبدالغفور صاحبؒ دوسرے میاں عبدالکلام صاحبؒ تیسرے میاں عمرو صاحبؒ۔ میاں غلام مصطفیٰ صاحبؒ سے دو بیٹے تھے۔ بڑے میاں عبدالرحمن صاحبؒ کہ بغیر شادی کے فوت ہو گئے۔ دوسرے میاں عبدالرحیم صاحبؒ جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔

حضرت قبلہ عالمؒ کے دوسرے بیٹے خواجہ نور احمد صاحبؒ کے چھ بیٹے تھے، ۱۔ بڑے

حضرت خواجہ محمود صاحبؒ کہ اپنے باپ کے بعد مستر ارشاد پر بیٹھے۔ ان کے آگے
 تین بیٹے تھے۔ بڑے میاں نور بخش صاحبؒ کہ اپنے باپ کے وصال کے بعد مستر
 ارشاد پر بیٹھے اور اب تک زینت سجادۂ آباؤ اجداد خود ہیں۔ ان کا ایک
 بیٹا ہے جن کا نام میاں نور جہانیاں صاحبؒ ہے۔ حق تعالیٰ ان کی عمر میں برکت
 کرے۔ دوسرے میاں غلام قطب الدین صاحبؒ کہ لا ولد فوت ہوئے تیسرے
 میاں غلام فخر الدین صاحبؒ کہ ان کا اب تک ایک بیٹا ہے۔ حضرت خواجہ نور احمد
 صاحبؒ کے دوسرے بیٹے (۲) میاں غلام فرید صاحبؒ ہیں۔ ان کے آگے پانچ بیٹے ہیں
 اول میاں امام بخش صاحبؒ دوسرے غلام دستگیر صاحبؒ تیسرے غلام رسول صاحبؒ
 چوتھے غلام صدیق صاحبؒ پانچویں کمال الدین صاحبؒ حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ کے
 تیسرے بیٹے (۳) میاں نبی بخش صاحبؒ ہیں کہ ان کے بھی فرزند موجود ہیں۔ خواجہ نور احمد
 صاحبؒ کے چوتھے بیٹے غلام بخش صاحبؒ ہیں ان کا ایک بیٹا ہے۔ خواجہ نور احمد صاحبؒ
 کے پانچویں بیٹے میاں تاد بخش صاحبؒ ہیں ان کا ایک بیٹا ہے۔ خواجہ نور احمد صاحبؒ
 کے چھٹے بیٹے میاں گنج بخش صاحبؒ ہیں ان کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔ حضرت قبلہ عالمؒ
 کے تیسرے بیٹے خواجہ نور حسن صاحبؒ کے پانچ بیٹے ہیں۔ بڑے میاں نظام بخش صاحبؒ
 کہ وصال پا چکے ہیں اور ان کا ایک بیٹا ہے دوسرے میاں نصیر بخش صاحبؒ تیسرے
 میاں سلطان محمود صاحبؒ (چوتھے اور پانچویں فرزند کے نام حاجی غلام الدین نے نہیں لکھے)
 خواجہ نور حسن صاحبؒ کی اولاد موضع منگیراں میں رہتی ہے اور حضرت شہید صاحبؒ و
 خواجہ نور احمد صاحبؒ کی اولاد مہار شریف میں رہتی ہے۔ خدا تعالیٰ حضرت قبلہ عالمؒ کی اولاد
 میں رسول پاک کے طفیل برکت دے اور انہیں اپنے آباؤ اجداد کی متابعت نصیب کرے،

سہ۔ بلاشبہ ابراہیم مؤلفہ خواجہ امام بخش مہاروی کے اردو ترجمہ حقیقۃ الاخبار کے صفحہ ۱۲۸ پر لکھا ہے کہ
 حضرت خواجہ نور حسنؒ کے چھ بیٹے تھے۔ بڑے میاں نظام بخشؒ۔ دوسرے میاں نصیر بخشؒ تیسرے میاں
 تاج محمودؒ چوتھے میاں غلام تاد بخشؒ پانچویں میاں عمر بخشؒ اور چھٹے میاں غلام علیؒ (مرتب)

ذکر خلفاء حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ حضرت قبلہ عالم کی

سے بیعت سے قبل اور آپ کی دہلی شریف سے غلعت خلافت کے ساتھ شریف اور کسے قبل ملک سندھ، مہار شریف، ضلع بہاول پور، ملتان اور اس کے فوارح میں اکثر سلسلہ قادریہ و سہروردیہ کا زور تھا اور سلسلہ چشتیہ کا زور حضرت گنج شکرؒ اُن کی اولاد اور اُن کے خلفاء کے بعد کم ہو گیا تھا۔ بلکہ اکثر علماء اس خاندانِ عالی شان کے منکر تھے اور سماع، سرود، وجد اور رقص کا بے حد انکار کرتے تھے۔ اور نعمتِ ذوق و شوق سے محروم تھے پس پہلی شخصیت جس نے حضرت گنج شکرؒ اور اُن کی اولاد، احفاد اور خلفاء کے بعد اس ملک پر اپنا تسک جہا یا حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ تھے۔ ملک پنجاب و سندھ وغیرہ میں آپ کا فیض اس قدر جاری ہوا کہ ہر فریب و شہر و گاؤں میں آپ کے غلام اور درویش اور آپ کے غلاموں کے غلام صاحبِ ذوق و وجد و سماع و صاحبِ خانقاہ پھیل گئے اور بے شمار علماء جو حق و جوق آکر آں جناب کی غلامی و اطاعت کا پٹہ تمام اعتبار کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال کر سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں داخل ہو گئے اور درجہ خلافت و رتبہ تکمیل کو پہنچے اور اور پھر خود اللہ کی غلو کو فیض پہنچانے لگے۔ اُس آفتاب جہاں تاب کے فیض سے ہزاروں ذرے آفتاب کی مانند نمایاں ہوئے اور کسی کو سماع و وجد کا انکار نہ رہا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء سے ایسا فیض جاری ہوا کہ کسی دلی سے کم جاری ہوا ہو گا۔ چنانچہ ہر شہر و قصبہ میں آپ کے درویش اور غلام آپ کے غلاموں کے غلام موجود ہیں جو ذوق سماع رکھتے ہیں اور خانقاہوں کے مالک ہیں۔ مہار شریف سے لے کر کوٹ مٹھن، ملتان، سنگھڑ، حاجی پور، کلاچی، خرماسان، لکھنؤ تک عرضیکہ چاروں طرف آپ کے غلام اور خلفاء پھیل گئے اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے سامنے دیگر سلاسل کی رونق ایسی کم ہو گئی جیسے آفتاب کے سامنے ستاروں اور چاندیوں کی روشنی مانند بڑھاتی ہے۔

حضرت قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے بے شمار مرید تھے جن میں خواجہ

بھی تھے اور عوام بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے :
 « أَصْحَابِي كَأَنْفُسِي بَأَيِّهُمْ أَقْتُلُ يَتِمُّ اهْتِدَائِي »

ترجمہ: میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی بھی کرو
 گے۔ ہدایت پا جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ عالم کو جو مصاحب دیئے تھے۔ وہ بھی ستاروں کی مانند تھے۔

جن میں سے ہر ایک دوسروں کے لئے راہ نما تھا۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے اور بہت
 سے مربیانِ مجاز بھی تھے جن میں سے مشہور ترین خلفاء، درج ذیل ہیں ان مشہور ترین
 خلفاء میں سے پہلے چار اصحاب باقی تمام خلفاء میں - سے اُسی طرح ارفع و
 اعلیٰ تھے جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں یار یا خلفائے راشدین
 باقیوں سے ارفع و اعلیٰ تھے۔ اور دس خلفاء عشرہ مبشرہ کی طرح خلفائے خاص بلکہ
 خاص الخاص تھے۔

(۱) خواجہ نور محمد نارودالہ صاحب (۲) قاضی
خلفاء کے اسمائے گرامی: محمد عاقل صاحب کوٹ مٹھن (۳) حافظ

محمد جمال صاحب ملتان (۴) خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی (۵) یہ چار خلفائے عظم
 تھے اور بارہ خاص تھے۔ ان چاروں خلفائے خاص الخاص کے علاوہ اور بھی

خلفائے خاص تھے (۶) قاری عزیز اللہ صاحب اور ان کے بھائی (۷) قاضی صبیحہ اللہ

صاحب (۸) میاں محمد فاضل نیکوکار سکند شہارم (۹) میاں غلام حسن بیٹی صاحب (۱۰)

غلام کریم لویا (۱۱) حافظ مراد الدین (۱۲) یہ دس خلفاء مثل عشرہ مبشرہ تھے ان کے علاوہ

اور خلفاء بھی تھے۔ (۱۳) مولوی محمد سید سکند جہان کی جن کو سلسلہ سہروردیہ میں خلافت تھی

(۱۴) حبشی نولاطی سکند شہر فرید (۱۵) غلام محمد سکند او میرالایہ کان کے بیٹے سے بی بی زینت دختر

قبلہ عالم کا نکاح ہوا (۱۶) حافظ الیاس قوم سیال (۱۷) محمد غوث مجیدانہ (۱۸) حافظ پھل جویا۔

(۱۹) محمد بخش حبشی سکند تاج سرور (۲۰) اسالت خان (۲۱) نواب غازی الدین خان (۲۲) لطف اللہ

سکند نواحی خیر پور (۲۳) مولوی نور محمد پھل سکند نواحی بہاول پور (۲۴) مولوی محمد حسین قوم

چنڑ سکند نواحی بہاول پور (۱۳) میاں اکبر لکھی سکند قصبہ رانیا (۱۴) حافظ غلام نبی (۱۵) مولوی محمد اکرم سکند ڈیرہ غازی خان (۱۶) مولوی محمد عجیب سکند گڑھی اختیار خاں (۱۷) مخدوم شیخ محمود سکند سید پور (جو حضرت مخدوم جہانیاں کی اولاد سے تھے) مخدوم نو بہار سکند اوچ سجادہ نشین سید جلال بخاری (۱۸) مخدوم عبدالوہاب سکند اوچ (۲۰) مخدوم عبدالکریم سکند اوچ، اولاد سید جلال بخاری (۲۱) مخدوم محب جہانیاں اولاد سید جلال بخاری (۲۲) مولوی سلطان محمد گوریجہ برادر قاضی عاقل محمد (۲۳) میاں محمد سکند صورت بندر جو مخدوب تھے (۲۴) مولوی تاج محمد سکند گڑھی اختیار خاں (۲۵) شیخ جمال چشتی سکند فیروز پور وہ عاشق بے مثال تھے۔ قصبہ فیروز پور بہار شریف کے قریب ہے اور وہیں ان کا مزار ہے (۲۶) حافظ عظمت سکند طغیان (۲۷) صاحبزادہ نور احمد (۲۸) میرن شاہ سید صالح محمد شاہ (۲۹) دین محمد شاہ۔ یہ دونوں قصبہ ٹھیکھی کے رہنے والے تھے جو ملتان کے قریب ہے (۳۰) میاں احمد گوندل جنہیں سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت تھی (۳۱) شیخ نظام بخش جو حضرت قطب جمال ہانسوی کی اولاد سے تھے۔ (۳۲) شاہ عبدالعزیز ہندوستانی (۳۳) مولوی ضیا الدین بہاوی (۳۴) خلیفہ عبداللہ (۳۵) مولوی عبدالرحمن سندھی جن کو سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت تھی۔ (۳۶) قاضی احمد علی بن قاضی عاقل محمد صاحب ان کے سوا اچکے شمار خلفاء تھے جو زمین کے اطراف و اکناف میں تھے جن میں سے ہر ایک صاحب کرامت و خوارق عادت تھا۔ طوالت کے خوف سے ان کے اسماء نہیں دیئے گئے ان کے علاوہ اور بھی بے شمار صاحب کرامت بزرگ تھے جو حضرت قبلہ عالم کے یاروں میں سے تھے اگرچہ خلافت سے مشرف نہ تھے۔ اور ایسے بزرگ جو حضرت قبلہ عالم کے یاروں میں سے تھے مگر خلافت سے مشرف نہ ہوئے تھے اگر ان کی کرامات کا بیان کیا جائے تو سامعین کی عقل حیرت میں آ جائے جیسے عارف شاہ سید اور محمد اعظم چٹڈل جن کا حقوڑا سا ذکر پہلے لکھا جا چکا ہے۔ الغرض حضرت قبلہ عالم کے جملہ خلفاء و احباب صاحب کرامت و بزرگ تھے۔ البتہ آپ کے چاروں خلفائے عظام اولیائے سلف کی مثل تھے کہ جن سے ایک عالم کو

فیض پہنچا۔ یہ ایسا فیض تھا جیسا کہ لوگ پہلے زمانہ کے ادیبائے کرام سے پایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں فقیر رحمانی نجم الدینؒ نے ایسا نہ سنا نہ پایا۔ لہذا ان چاروں خلفاء عظام کی کرامات اور مناقبات کا ذکر اختصار سے کیا جاتا ہے۔

جانشینانِ حوت سے قبل عالم خواجہ نور محمد صاحب میراوی
 حوت خواجہ نور محمد صاحب متوفی یکم ربیع الاول ۱۲۵۶ھ
 حوت خواجہ نور محمد صاحب متوفی ۱۸ رمضان ۱۲۵۵ھ
 حوت خواجہ نور محمد صاحب متوفی ۱۰ رمضان ۱۲۶۶ھ
 حوت خواجہ نور محمد صاحب متوفی ۵ شعبان ۱۲۸۰ھ

حوت خواجہ میان نور محمد صاحب متوفی ۲۹ شوال ۱۳۰۰ھ
 حوت خواجہ میان نور محمد صاحب متوفی ۲ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ
 حوت خواجہ نور محمد صاحب متوفی ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ
 حوت خواجہ میان نور محمد صاحب متوفی ۵ ذوالحجہ ۱۳۱۲ھ

حوت خواجہ میان محمد معین الدین صاحب ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ میں قتل ہوئے۔ حوت خواجہ
 محمد صاحب کو کوسا کے قتل سے ہیں اپنے ماعوں حوت خواجہ محمد زکریا الدین صاحب کو کوسا
 سے رشتہ بیعت ہیں اور آپ کو قتل سے اپنے دادا حوت خواجہ میان محمد صاحب
 میراوی سے رشتہ ہے۔
 داتم المعروف محمد رمضان معینا کو کوسا

شہباز میدانِ لاہوت، پاک آمدہ از عالم جبروت محبوب بارگاہِ احد، منظرِ انوار الصمد مولانا نور محمد ثانی عرف حضرت نار و والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا نور محمد صاحب نار و والد قبلہ عالم حضرت نور محمد مہاروی کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ سب سے پہلے جو خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے آپ تھے۔ آپ عالمِ علوم ظاہری و باطنی صاحبِ وجد و سماع اور محرمِ راز قبلہ عالم تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام صالح محمد تھا۔ آپ کی قوم بدیار تھی۔ آپ حاجی پور علاقہ سندھ کے رہنے والے تھے۔ مگر بعد ازاں چاہہ نار و والد پر آباد ہوئے۔ مولوی محمد گہلوی نے خیرالادکار میں حضرت قبلہ عالم سے آپ کی بیعت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ جب حافظ محمد سلطان پوری حضرت مولانا فخر الدین دہلوی سے بیعت ہوئے اور اپنے ملک واپس آئے تو واپس آ کر حضرت مولانا نور محمد نار و والد صاحب کی خدمت میں علوم ظاہری کی تحصیل کرنے لگے۔ اکثر اوقات حضرت مولانا صاحب کی توجہ سے حافظ صاحب مذکور پر حالتِ مستی و ذوقِ الہی وارد ہوتی۔ چنانچہ مرغِ نیم بسمل کی طرح جگہ جگہ ٹپتے۔ بلکہ بعض دفعہ ایک غیر آباد کنویں میں محض شک ویران تھا گر پڑتے تھے اور آدمی انہیں دیاں سے نکالتے تھے۔ مولانا نور محمد نار و والد صاحب ابھی تک حضرت قبلہ عالم سے بیعت نہیں ہوئے تھے۔ نہایت عابد و زاہد امام و متقی اور علوم ظاہری کے عالمِ اہل تھے۔ جب انہوں نے حافظ صاحب کی حالتِ ذوق اور درِ عشقِ الہی دیکھی تو ان کے دل میں بھی اہل اللہ کی بیعت کا شوق ہوا۔ چنانچہ محبتِ الہی حضرت مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں عرض لکھا اور اسی حافظ محمد صاحب سلطان پوری کے ہاتھ ارسال کی۔ حضرت مولانا صاحب نے جواب میں لکھا کہ مثنوی معنوی مولانا رام کا مطالعہ کریں اور کچھ اشغال اور اوراد بھی عطا فرمائے۔ اور یہ ارشاد بھی لکھا کہ اگر بیعت کی

خواہش ہو تو میاں نور محمد مہاروٹی سے بیعت کریں کہ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ جب حضرت مولانا صاحب کا گرامی نامہ آپ کے نزدیک پہنچا۔ چند روز حسب الاشارة وظائف و اشغال اور مطالعہ مفتوی شریف میں مصروف رہے۔ آخر عشق کی بے قراری اور غلبہ شوق سے بیعت کے ارادہ سے مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قصبہ خیر پور ٹانوی والہ میں پہنچے تو کسی نے خبر دی کہ حضرت قبلہ عالم چند دنوں سے دہلی شریف کی طرف حضرت مولانا صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر آپ کچھ غاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مہار شریف جائیں اور حضرت قبلہ عالم کی آستانہ بوسی کریں۔ خواہ حضرت وہاں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ جب مہار شریف میں پہنچے تو بحکم الہی حضرت قبلہ عالم ایک رات قبل مہار شریف پہنچ گئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم کی قدم بوسی سے انہیں خط کمال پہنچا۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ بطویل سفر بے کار نہ گیا۔ رات کے وقت حضرت قبلہ عالم خود پیر تکلف کھانا اور گائے کا دودھ آپ کے لئے لائے اور ان کے تقوے کے پیش نظر فرمایا کہ میاں صاحب یہ کھانا اور دودھ تناول فرمائیں کہ رزق حلال ہے اور دل میں خیال نہ لائیں اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارا وظیفہ یہ تھا کہ جب ہم دہلی میں حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں جاتے تھے تو دو تین ماہ وہاں گزارتے تھے۔ مگر اس دفعہ چند دن نہ لڑے تھے کہ خود بدولت حضرت مولانا صاحب نے مجھے فرمایا کہ یہاں سے وطن کے لئے جلدی روانہ ہو جاؤ کہ ایک مردِ خدا مغرب کے دور دراز علاقہ سے بیعت کے ارادہ سے آپ کے گھر آ رہا ہے۔ لہذا جلدی تمام دہلی سے مہارہی خاطر آیا ہوں پس دوسرے دن مولانا نور محمد صاحب حضرت قبلہ عالم سے بیعت ہوئے۔ اور کچھ مدت وہاں رہ کر واپس نارووالہ آ گئے۔

خیرالادکار میں لکھا ہے کہ نارووالہ صاحب کے بیعت کرنے اور وطن واپس جانے کے چند ماہ بعد حضرت قبلہ عالم ان کی ملاقات کے لئے نارووالہ تشریف لے گئے اور چند روز وہاں مقیم رہے۔ اتفاقاً ایک دن حضرت قبلہ عالم وہاں تفضلے حاجت انسانی

کھلے باہر گئے ہوئے تھے۔ چونکہ آپ کے ہائے مبارک کے نشان زمین پر موجود تھے۔ ایک ہندو عورت کے قدم آپ کے قدموں کے نشانات پر پڑ گئے۔ جو ہنی اس کے پاؤں نے اس نشان کو چھوا وہ عورت بے ہوش ہو گئی اور زمین پر گر پڑی۔ یہ خبر پھیل گئی اور ہر کسی نے جانا کہ اس عورت کا یہ حشر اس لئے ہوا کہ اُس نے حضرت قبلہ عالمؑ کے قدم مبارک کے نشانات پر اپنے پاؤں رکھے۔ اس دن سے حضرت قبلہ عالمؑ کے لئے گاؤں میں ہی ایک بیت الخلاء تعمیر کروایا گیا۔ جب حضرت قبلہ عالمؑ کا قصبہ نارووالہ میں تشریف آوری اور آپ کے کمالات و ولایت کی شہرت دور و نزدیک پہنچی تو ہر روز چاروں طرف سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئے لگے اور بیعت سے مشرف ہونے لگے۔ ان ہی ایام میں قاضی نور محمد صاحب گوریجہ کوٹ مٹھن سے آکر حضرت قبلہ عالمؑ سے بیعت ہوئے اور حضرت قبلہ عالمؑ کی اپنے قصبہ یارنوالی میں اپنی جاگیر میں دعوت کی اور ایک قاصد جلدی سے کوٹ مٹھن دوڑایا اور اپنے برادر بزرگوار قاضی عاقل محمد صاحب کو حضرت قبلہ عالمؑ کی تشریف آوری کی خبر بھیجی۔ انہیں جب خبر ملی تو بہت جلد حاضر ہوئے اور خدمتِ والا میں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ الغرض یہ کہ حضرت قبلہ عالمؑ نے بیعت سے شرف میں نارووالہ صاحب سب سے مقدم تھے۔ حضرت قبلہ عالمؑ کی اس ملک میں تشریف آوری اولاً محض نارووالہ سے ملاقات کرنے اور انماضرہ مرکات کے لئے تھی۔ حافظ محمد سلطان پوریؒ کی کہ حضرت مولانا صاحب کے خلفاء میں سے تھے فرماتے تھے کہ میرے حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں مشرف ہونے سے قبل ہی حضرت خواجہ نور محمد مہاروٹی ملک سے اس شخص میں جس سے مراد ملک مہار شریف اور اس کے نواح سے تھی۔ قطب یگانہ تھے اور ایک عالم اُن سے فیض یاب تھا۔ ایک دفعہ مہار شریف میں نارووالہ صاحب حضرت قبلہ عالمؑ کی خدمت میں موجود تھے۔ ایک مرید نے عرض کی ثواب غازی الدین خاں کے باغ میں رنگارنگ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اس کو دیکھنا چاہئے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

ما اسیراں را تماشا ہے چمن در کار نیست داغہائے سینہ ما کتراز گلزار نیست

منقول ہے کہ میاں غلام فخر الدین صاحب ابن حضرت خواجہ محمود صاحب بن خواجہ نور احمد صاحب بن حضرت خواجہ نور محمد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ جس وقت مولوی نور محمد مدظلہ کے قاضی عاقل محمد صاحب سے پوچھا کہ اے میرے شیخ کوئی چیز میرے پیر مولانا اردوالہ صاحب کے فضائل و کمالات سے فرمائیں تو انہوں نے فرمایا کہ میری کیا طاقت ہے کہ اُس زبدۃ الواصلین کے فضائل بیان کروں۔ البتہ میں اُن کے فضائل سے جو بہت تھوڑا سا معلوم ہے اس میں سے ایک بات یہ ہے کہ جن ایام میں میں اپنے پیر و مرشد قبلہ عالم کی خدمت میں مہار شریف میں حاضر تھا۔ ایک دن حضرت قبلہ عالم میرے ڈیرہ میں تشریف لائے اور جس حجرہ میں میں بیٹھا تھا وہاں آکر بیٹھ گئے اور مجھے فرمایا کہ میاں صاحب جس حالت کی خاطر آپ میرے پاس اتنی دور کا سفر کر کے آئے ہیں بیان کریں کہ کیا حاجت ہے تاکہ پوری کی جاسکے میں نے اپنے مقصود کا ذکر کیا۔ فرمایا حجرہ کے دروازہ کو بند کر دو۔ میں نے بند کر دیا۔ فرمایا مراقبہ کرو۔ میں نے مراقبہ کیا اور آں جناب نے بھی سر جھکا کر مراقبہ کیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے انوار کے طبق نازل ہو رہے ہیں اور ہماری طرف آکر نارودالہ صاحب کے سر کی طرف جلتے ہیں اور اُن کے وجود مبارک پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ جب میں نے مراقبہ سے سرائٹھایا تو حضرت قبلہ عالم نے بھی سرائٹھایا۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اب پھر مراقبہ کرو۔ میں نے کیا۔ خود آپ نے بھی مراقبہ کیا۔ پھر اُسی طرح میں نے انوار دیکھے کہ آسمان سے نیچے اترتے ہیں اور ہمارے سروں پر سے ہو کر نارودالہ صاحب کے سر پر جاتے ہیں۔ پھر سرائٹھایا اور قبلہ عالم نے مسکرا کر فرمایا پھر مراقبہ کرو۔ اس طرح تین بار مراقبہ کیا۔ اور دیکھا کہ انوار نارودالہ صاحب کے سر پر جاتے ہیں اور پھر چلے سر پر نہیں آتے۔ چوتھی مرتبہ جب میں نے حضرت قبلہ عالم کے حکم سے مراقبہ کیا تو جو کچھ میرے نصیب میں تھا میرے سر پر بھی انوار نازل ہوئے۔ اس سے نارودالہ صاحب کی کمالات کا اندازہ لگانا چاہیئے۔

خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب نارودالہ صاحب کشتی میں سوار

نھے اور بہت سی اور بھی مخلوق کشتی میں سوار تھی جو آپ کے مرید تھے کہ دیکھ ایک کشتی کا ایک تختہ چوبی الگ ہو گیا اور کشتی پانی سے بھر گئی اور غرق ہونے لگی۔ خلق نے داد دلا لیا۔ آخر آپ کی برکت سے کشتی کو قرار آ گیا اور غرق کے خوف سے بجات ملی۔ اور تختہ جو الگ ہوا پھر درست ہو گیا۔ اس اثنا میں محمد موسیٰ والا نے جو آپ کا مرید تھا کہا کہ یہ کشتی کس طرح غرق ہوتی کہ اولیاء اللہ کی کوئی کشتی آج تک غرق نہیں ہوئی۔ آپ کو غصہ آ گیا۔ فرمایا۔ اس کشتی میں کون سا دلی تھا۔ ہو سکتا ہے تم دلی ہو تمام ہدیت سے خاموش ہو گئے عرض کہ باوجود اس کمالیت کے کہ کسی کافر و مومن کو حضرت سے انکار نہ تھا۔ اپنے آپ کو اتنا کم تر جاننے تھے کہ گویا مبتدی ہیں۔ اللہ کا خوف ہر وقت آپ پر اتنا رہتا تھا اور یہ کمال عبودیت کی نشانی ہے۔ اس قدر خوف آپ کے دل پر غالب تھا کہ مرض وصال میں آپ بیت پور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور ارادہ یہ رکھتے تھے کہ اپنے آپ کو مہار شریف میں حضرت قبلہ عالم کے حضور پہنچا دیں تاکہ اپنے پیر کے رو برو فوت ہوں۔ مگر یہاں چند روز سیدت پور میں قیام کر کے حکیم قاضی محمد عمر کا علاج کرا با۔ اسی قیام کے دوران ایک دن قاضی نے جب حضرت کے جسم میں ضعف تمام دیکھا تو چشم پُر خم سے کہا کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات مبارک کو شفا کے کل عطا فرمائے کہ حضرت قبلہ عالم کے بعد روئے زمین پر خلیفہ میرحق آپ کی ذات مبارک ہے۔ حضرت جوش میں آ گئے اور فرمایا کہ اے قاضی کیا کہتا ہے۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو اپنے سرمایہ ایمان کو سلامت لے جائے۔ یہ سن کر قاضی صاحب پر گہرہ طاری ہو گیا۔

ایک دن حضرت مسجد چاندنی جو ہیں کے باہر قیلولہ فرما رہے تھے۔ میاں محمد جوئے جو حضرت کے مرید تھے کہتے ہیں کہ ہم بھی وہیں حضرت کے نزدیک سو گئے۔ نماز ظہر کے وقت خدمت عالی کے سامنے بیدار ہو کر بیٹھا تھا کہ میرے دل میں اچانک یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ آج تو ہم تمام غلام حضرت نارودالہ صاحب کے فیض سے ہر طرح سے مستفیض ہیں۔ کل حضرت کے وصال کے بعد اگر ہم غلام زندہ رہے تو ہمارا

کیا حال ہوگا۔ اور ہم پر یہ کرم اور توجہ کس صورت میں ہوگی۔ حضرتؑ نے اپنا چہرہ مبارک میری طرف کیا اور فرمایا کہ اسے فلاں یہ اندیشہ نہ کر۔ اہل اللہ اپنی زندگی میں ایک حق تعالیٰ کے ساتھ مشاغل و متوجہ ہوتے ہیں اور ایک حصہ اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور وصال کے بعد دوسرے دوستوں کی طرف اور ایک حصہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وقت ضرورت وہ ایک حصہ بھی (یعنی کئی طور پر) دوستوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس میں نے اس اشارہ سے پایا کہ حضرتؑ کا وصال میری موت سے پہلے ہوگا۔ البتہ مجھے تسلی ہو گئی کہ حضرتؑ عالیٰ کی توجہ ہم غلاموں کی طرف پہلے سے زیادہ ہوگی۔

اس کے مناسب ایک اور حکایت ہے کہ جس وقت حضرتؑ نارودالہ صاحب ہمار شریف میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور اپنے مجرہ خاص میں بیٹھے تھے۔ اور حضرتؑ صاحب خواجہ نورالعابدین جو شہیدؒ بن حضرتؑ خواجہ نور محمد صاحبؒ بھی اسی مجلس میں تھے۔ حضرتؑ نے اُس جگہ سے حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت شہید صاحبؒ نے دوڑ کر اُن کے جوتے اپنے ہاتھ سے سیدھے کر دیئے۔ یہ حرکت دیکھ کر نارودالہ صاحبؒ بہت غمگین ہوئے۔ شہید صاحبؒ نے معذرت کی کہ میاں صاحبؒ آپ اس قدر نیاز رکھتے ہوئے تنگ دل نہ ہوں۔ حالانکہ ہم قبلہ عالمؒ کے تمام صاحبزادگان اور دوسرے احباب حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد گھوڑوں پر زین ڈالے بغیر آپ کے دروازہ پر حاضر ہوں گے۔ چوں کہ نارودالہ صاحب حضرت شہید صاحبؒ کے جوتے اٹھانے کی وجہ سے بہت غمگین تھے بوش میں آگئے۔ اور فرمایا کہ حق تعالیٰ مجھے حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے دن تک زندہ نہ رکھے گا۔ اس سخت لفظ سے حاضرین پر دہشت طاری ہو گئی کہ یہ لفظ اثر سے خالی نہ ہوگا۔ آخر اسی طرح ہوا جیسا کہ فرمایا تھا کہ ان کا وصال حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال سے پہلے ہوا۔

میاں محمد جو یہ سے منقول ہے کہ نارودالہ صاحب کے اہل پردہ اکثر اوقات ایک مرض میں گرفتار رہتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں شدید بیماری ہو گئی کہ زندگی کی

امید نہ رہی۔ اور ناز والدہ صاحبہا ہمار شریف میں آمد و رفت میں اور حضرت قبلہ عالم کی مصاحبت و زیارت میں اپنی مقدرہ عادت کے مطابق عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مائی صاحبہ کی بیماری کی حالت یہ ہوئی کہ کفن کی تیاری کا ارادہ کرنے لگے۔ مگر حضرت ناز والدہ صاحبہ اُس وقت بھی شدت مرض کے باوجود ہمار شریف کی طرف روانہ ہو گئے اور لوگ حیران تھے کہ اپنے مریض کو چھوڑ کر کیسے سفر پر جائیں گے۔ حضرت حاجی پور سے باہر آئے اور بہت لوگ آپ کو رخصت کرنے کے لئے آپ کے ساتھ تھے۔ اور آپ ہر کسی کو رخصت فرما رہے تھے، میاں محمد موٹے والا قبلہ عالم کے غلاموں میں سے تھے اور آپ کے خادموں میں تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں بے تکلفی سے گفتگو کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت کے نزدیک جا کر عرض کیا کہ آپ کو کوئی آدمی سیدھی اور سچی بات نہیں کہتا آپ اپنے مریض کو چھوڑ کر اپنے پیرومرشد کی خدمت میں جا رہے ہیں اور یہ کام جو آپ کر رہے ہیں کوئی نہیں کرتا۔ آپ میاں محمد کے قریب ہوئے اور اُس کے کان میں کہا کہ مریض ابھی تڑپتا۔ پس میاں محمد دہشت زدہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور دم ماننے کی تاب نہ رہی۔ آخر وہی ہوا کہ مائی صاحبہ کو اس مرض سے شفا ہو گئی۔ بلکہ وہ حضرت کے وصال کے بعد تیس سال تک زندہ رہیں۔

حضرت ناز والدہ صاحبہ کے دوستوں میں سے ایک صاحب یار محمد صاحب تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حاجی پور میں اپنی خاص حویلی میں کنویں کی مرمت میں مصروف تھے اور خرچ بہت ہو رہا تھا تو بندہ اپنے گھر گیا اور ایک چاندی کا کنگن لایا۔ اور آپ کی نذر کیا اور عرض کیا کہ حضور ایک دو دن کی مزدوری کا سامان اس میں سے ہو جائے گا۔ قبول فرمائیں۔ فرمایا کہ اسے بار محمد ہم فقیروں کے کام الٰہ تعالیٰ اپنے کرم سے خود کرتے ہیں۔ تو مرد مسکین ہے تمہارے کنگن نہیں لوں گا۔ میں نے ایک دو بار عجزاً سے عرض کیا مگر قبول نہ کیا۔ آخر ایک دن جب اپنے حجرہ میں قیلولہ فرما رہے تھے میں محض پہانہ سے آپ کی مانش کے لئے اندر گیا۔ اور پھر عرض کیا کہ میری نذر قبول فرمائیں۔ پھر وہی جواب دیا۔ جب میں نے بہت التجا کی تو قضائے الٰہی سے بغیر ہوا یا جھوٹے سے

آپ کے فرشتے کا بوریا ہوا اس حجرہ میں تھا خود ایک کونہ سے اوپر اٹھ گیا میں نے دیکھا کہ بوریا کے نیچے تمام زمین سونے کی ہو گئی اور حجرہ بوریا کا کونہ خود بخود درست ہو گیا۔ یہ عجیب و غریب بات دیکھ کر مجھ پر دہشت طاری ہو گئی۔ اور میں باہر چلا گیا۔ میرے دل میں آیا کہ یہ صورت حضرتؑ کے غصہ و خشم سے ہوئی ہے۔ آخر حجرہ کے دروازہ پر بیٹھ گیا اور دل میں یہ خیال کیا کہ جب حضرتؑ قیلو سے بیدار ہوں گے اور میرا نام لے کر مجھے لوٹا بھرنے کا حکم دیں گے۔ تب میری تسلی ہوگی۔ ایسا ہی ہوا اور مجھے اس روتے سے یقین ہو گیا کہ قرض اٹھانا تو حضرتؑ کا محض بہانہ و مراعات ظاہر ہے۔

آنحضرتؑ کے مریدوں میں سے ایک مرید نے کسی بچہ کا نہ عورت کی طرف نظر شہوت سے دیکھا۔ جب رات ہوئی خواب میں دیکھا کہ عذاب کے فرشتے اس قسم کی بُری نظر رکھنے والوں کو تائب کی دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیتے ہیں۔ جب بیدار ہوا تو حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلہ نبیؐ کا کوئی نظر بد سے دیکھنے کا سخت عذاب ہوگا۔ فرمایا کہ جو چیز مشاہدہ میں آگئی ہو اس کے بارہ میں سوال کرنے کے کیا معنی ہیں اور جس کام کی مزا خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے ہم سے کیا پوچھ رہے ہو۔

جب حضرتؑ کا وصال ہو گیا تو ان کے وصال کے بعد بہت سے دوست اور مہاں محمد بری ہوا اس قعہ کا راوی ہے، قبلہ عالم کی خدمت میں مہار شریف گئے۔ ان میں سے ایک نے قبلہ عالم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ہمارے شیخ فرماتے تھے کہ ہماری قبر پر کوئی عمارت یا چھت نہ ڈالیں اور نہ کسی اور قسم کا ساہ کریں۔ تاکہ آسمانی نور کے راستہ میں رکاوٹ نہ ہو۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ تم میاں صاحب کی قدر نہیں جانتے کہ وہ گھوڑے کی باگ پکڑ کر جلدھر جاہیں گھوڑا لے جاسکتے تھے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ میاں صاحب کی قدر و منزلت حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی قدر و منزلت سے کہیں کم تر ہے۔ اور ان کی قبر مبارک پر روضہ مبارک ہے۔ جادو اور جلدی روضہ کی بنیاد رکھو۔ ان کے دل کا نور ہی کافی ہے آسمانی نور کی ضرورت نہیں۔ پھر حضور عالی

میں عرض کیا کہ روضہ سمے لئے جگہ تنگ ہے کہ ان کے مزار اور ان کے والد میاں صالح محمد صاحب کے مزار میں بہت تنگ و افراق ہے۔ فرمایا کوئی بات نہیں۔ خود بخود روضہ کی جگہ بناتے وقت فراخ ہو جائے گی۔ آخر ایسا ہی ہوا۔

حضرت ناردوالہ صاحب جامع شریعت و طریقت تھے اور شریعت ظاہر کی مرآت کا پاس درجہ اتم پر تھا۔ کہ کوئی مستحب فوت نہ ہوتا تھا۔

اور ہر وقت با وضو رہتے تھے۔ طریقت کے مراتب کی تقدیم اور آداب و مجاہدہ و ریاضت میں اس طرح مصروف تھے کہ ان کی محفل میں کسی کی جرات نہ تھی کہ دینی امور کا ذکر کرے بلکہ ان کے حضور میں اگر ہزاروں خاص و عام حاضر ہوتے تو حضرت ہیبت کی وجہ سے آپ کی مرضی مبارک سے بغیر کوئی سانس نہ لیتا تھا۔ اور ہر شخص سر جھکائے خاموش بیٹھا رہتا تھا۔ آپ کم کھاتے۔ کم بولتے۔ کم سوتے اور لوگوں سے کم ملنے میں بہت زیادہ احتیاط کام لیتے تھے۔ کھانا صرف دو تین نقصے زیادہ نہ کھاتے تھے۔ پانی بھی کم پیتے تھے۔ اور خاموشی و کم خوابی بھی بہت زیادہ تھی۔

اسرار الکمالیہ میں لکھا ہے کہ حضرت حافظ صاحب جمال الدینؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپ کے پاس نذر و نیاز کے بہت سے پیسے جمع ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرضی کہی کہ ان روپیوں کے جمع ہونے سے فقیر پرچ فرض ہو گیا ہے اگر اجازت ہو تو حج ادا کروں۔ آپؒ نے جواب میں لکھا کہ جتنے روپے آپ کی ملکیت سے زیادہ ہیں ہمارے پاس بھیج دو تاکہ آپ پر حج فرض نہ رہے خلیفہ صاحب نے ایسا ہی کیا۔

حافظ صاحب جمال الدینؒ ملتان کے ملفوظات اسرار الکمالیہ میں زائد شاہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ناردوالہ صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں آئے کسی نے بوجھا کر سوار آئے یا پیادہ۔ فرمایا پیادہ آیا ہوں۔ حاضرین نے کہا کہ سواری کا انتظام کیوں نہ کیا۔ اس وقت حضرت قبلہ عالمؒ احمد جام کا بہ شعر پڑھا۔

شوق طواف کعبہ اگر دامت گرفت اسباب نراد و رحلہ شد خد نشد نشد

حافظ جمال الدین ملتان فرماتے تھے کہ ہم تینوں دوست یعنی ناردوالہ صاحب، قاضی

قاتل محمدؐ صاحبِ اُدر میں مہار شریف میں قبلہ عالمؒ کے سامنے کتبِ حقائق
مخلِ لَوَاحِج، سوا سبیل، تسنیم اور بہت سے رسائل کا سبق لے کر اپنی جگہ پر
لوٹ آتے تھے اور ان اسباق کی تحقیق میاں صاحب سے کیا کرتے تھے۔ اگرچہ
ظاہر میں یہ فیض قبلہ عالمؒ سے تھا۔ لیکن درحقیقت ادراکِ مسائل اور ان کی فہم
کا فیض میاں صاحب ناروالہ صاحب سے تھا کہ جو اپنے بیان سے تمام مسائل
واضح طور پر سمجھا دیتے تھے۔

شاہ احمد یار جو قبلہ عالمؒ کے مرید تھے کہتے تھے کہ حضرت مولانا صاحب
خواجہ غفر الدین صاحب کے عرس مبارک کے دنوں میں مہار شریف میں بھی
اس عرس میں شریک تھا۔ کہ خواجہ نور محمد ناروالہ صاحب کو کیف آگیا۔ اور
ہندۂ شوق ایسا ہوا کہ پہلے تو اپنی جگہ سے اٹھے اور ان سے پاؤں میرے گھٹنوں
پر آگرے۔ پھر زمین سے اوپر اٹھے۔ تو ان کے قدم میرے سینہ پر آپ آگرے
اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ تیزی دفعہ اس سے بھی آگے پہنچے۔ حافظ جمال الدین
ملتانؒ نے ان کے قدم مبارک پکڑے اور کہا شریعت کا پاس کیجئے۔ یہ کہنا تھا کہ آپ
کے جذبہ کی کیفیت جاتی رہی جب اس وجہ و حال اور حافظ صاحب کے منع کا
تمام واقعہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں بیان کیا گیا تو قبلہ عالمؒ نے حافظ صاحبؒ
کو فرمایا کہ اے حافظ صاحب جیو آپ کو امر معروف و نہی کرنا چاہیئے تھا جو حافظ
صاحبؒ پر دہشت طاری ہوئی اور دست بستہ ادب کے ساتھ نادم ہوئے۔
مولوی محمد گہلوی مستفید خیر الاذکار رسالہ مذکور میں لکھتے ہیں کہ شاہ احمد یار نے
یہ قصہ مجھے بیان کیا، مجھے زیادہ اعتبار نہ آیا۔ یہاں تک کہ مدت مدید کے بعد
مولوی عزیز اللہ بجنورؒ جو میرے ہم خرقہ تھے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی بیان کیا کہ میں
بھی اس مجلس میں حاضر تھا کہ حضرت ناروالہ صاحبؒ اس طرح عالم سلوک میں
بلند یوں تک جا پہنچے اور میں نے یہ اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ تب مجھے پوری تسلی
اور یقین تمام ہوا۔

مولوی عزیز اللہ مذکور فرماتے تھے کہ میں نے مخدوم حامد گنج بخش صاحب دستارِ اویچ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے مخدوم ناصر الدین کلاں سے جو حضرت قبلہ عالم کے مرید تھے۔ سنا ہے کہ ایک دفعہ نارودالہ صاحب مہار شریف کی طرف جا رہے تھے۔ جب اویچ میں پہنچے تو ایک رات یہاں سے پاس مہان ہے میں نے اُن کے لئے مجالسِ سماع کی۔ ان پر وجد ہو گیا کہ ایک ساعت زمین سے بالاتر۔ رقص کرتے تھے۔ اور زمین سے ایک گز اوپر معلق تھے۔

میاں غلام فتح الدین صاحب بن حضرت خواجہ محمود صاحب سے منقول ہے فرماتے تھے کہ حضرت نارودالہ صاحب اکثر سنگھ شریف کی طرف جاتے تھے کیوں کہ اس علاقہ میں آپ کے بہت مرید تھے ایک دفعہ حضرت تونسہ شریف میں تشریف لائے ہوئے تھے اور مسجدِ سفید میں جسے اُس ملک کی زبان میں بنگی مسمیت کہتے ہیں قیام پذیر تھے اور آپ کے ہمراہ چند علما اور خدام بھی تھے اتفاقاً علما کے گروہ میں معراج شریف کا ذکر چھڑ گیا۔ ہر ایک تعجب کرتا تھا کہ حالتِ بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے آسمان پر تشریف لے گئے۔ مولوی احمد صاحب تونسوی کے والد مولوی نور محمد حضرت کے مرید تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں معراج شریف کے بارہ میں علماء کے استعجاب کا ذکر کیا کہ یا حضرت علما کا گروہ حالتِ بیداری میں معراج کے واقعہ پر تعجب و حیران ہے۔ اس مسئلہ میں وہ آپس میں بحث و مناظرہ میں پڑ گئے ہیں۔ فرمایا تو کس طرف ہے۔ انہوں نے کہا کہ قبلہ ہر ایک ایک ہی طرف ہے اور قائلِ معراج بدنی ہے۔ صرف حیران ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس وجودِ ظاہری کے ساتھ حالتِ بیداری میں ایک لمحہ میں آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ غیر جب نمازِ عشا کا وقت آیا اور نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوئی۔ اور تکبیر تحریمہ کے بعد ہر ایک نے نیت باندھی تو یکایک حضرت نارودالہ صاحب نے توڑ دی اور صوفیہ کے باہر آئے۔ مولوی نور محمد کہتے تھے کہ میں نے سمجھا کہ حضرت کا وضو ٹوٹ گیا۔ وضو کے لئے مسجد کے باہر جا رہے ہیں۔ میں بھی نیت توڑ کر آپ کے

بیچے بیچے مسجد سے باہر اس نیت سے چلا کہ لوٹا پانی کا بھر کر دلوں کا تاکہ آپ وضو فرمائیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ چار پائی پر بیٹے ہیں اور یکایک آپ کی چار پائی آسمان کی جانب اڑنے لگی اور اتنی بلند چلی گئی کہ میری نظر سے غائب ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت اسی چار پائی پر زمین پر آ گئے۔ میں نے یقین کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمانوں پر اس جسم ظاہری کے ساتھ تشریف لے گئے تھے مسئلہ معراج کے بارے میں میری تفسیح کے لئے حضرت نے یہ کرامت دکھائی ہے۔

خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ جب نار و نالہ صاحب دہلی میں حضرت مولانا صاحب کی زیارت کے لئے قبلہ عالم کے ہمراہ گئے۔ تو حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہمیں ان کی آنکھوں سے عشق نظر آتا ہے۔ واقعی ٹھیک فرمایا تھا۔ کہ حضرت اگرچہ وحدت حقیقی میں مستغرق تھے مگر وصف و جذبہ عشق ان پر بہت غالب تھا۔ چنانچہ اکثر سماع میں ان پر وہاں عشقیہ ابیات سے ہوتا تھا۔ اور اکثر اذکار کو چراغ جلا کر عشق کے قصے سنتے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت مرض وصال کے وقت سبت پور میں تھے۔ آپ نے دوستوں کو وصیت کی کہ میرے وصال کے وقت تین کام ضرور کریں۔ پہلا یہ کہ قولوں کو حاضر کریں کہ وہ عشقیہ غزلیں گا میں دوسرے یہ کہ عین نزاع کے وقت ایک گوسفند ذبح کریں کہ موجب سہولت سکرات موت ہے۔ (اور صاحب خیر الاذکار لکھتے ہیں کہ یہ بندہ اپنے قاصر فہم کے مطابق یہ خیال کرتا ہے کہ حضرت کا مقصد مبارک اور اشارہ و رمزا اپنی جان قربان کرنے کی طرف تھا کہ گویا اللہ کی راہ میں ایک گوسفند قربان ہوگی) تیسرے یہ کہ دو تین آدمی اقرار کریں کہ اُس وقت حلف کریں اور اللہ اللہ کا ذکر کریں کہ خود آپ اُس وقت اپنی زبان سے ذکر کی طاقت نہ رکھتے تھے کیوں کہ ضعف بدن کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ مگر چونکہ حضرت کا وصال اتفاق سے راستہ ہی میں وقوع پذیر ہو گیا۔ دوستوں نے ذکر جہر شروع کر دیا اور دوسرے دو امر میسر نہ آئے۔ نواب غازی الدین خاں سے سنا ہے کہ وہ محمد بخش برادر خود

میاں محمد جویریہ کی زبان سے نقل کرتے ہیں کہ نارودوالہ صاحبؒ کے قلب پاک سے وصال کے بعد سے لے کر دفن تک ذکر ہو رہا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نزدیک ہو کر سنا تھا اور دوسروں کو خبر نہ تھی۔ کیوں کہ سب اُس وقت حضرت کے ولولہ فراق میں رونے دھونے اور غم ماندہ میں تھے جب شاہ پور سے نزدیک قطبہ کے کنارہ پر غسل دیا تو ذکر قلبی ختم ہو گیا اور یہ اس لئے کہ مراعات امر و نہی کے مطابق چونکہ آدمی کا بدن مرنے کے بعد حکم ناپاکی میں آتا ہے۔ اس لئے حضرت صرف راستہ میں دل ذکر سے تھے۔

آپ کا وصال ششم جمادی الاول ۱۰۷۷ھ کو ہوا۔ آپ کی تاریخ وصال لفظ ”جبرائیلؑ“ نکلتی ہے آپ کا مزار مبارک حاجی پور میں ہے آپ کا ایک بیٹا حافظ محمد نام تھا جو آپ کے بعد مسند شیخیت پر بیٹھا۔ اور اُن سے آگے تین بیٹے تھے۔ عبدالرحمن، عبدالرحیم اور غلام رسول آج کل سجادگی پر غلام رسول صاحب ہیں۔ اور دونوں بڑے بھائی فوت ہو چکے ہیں البتہ نارودوالہ صاحبؒ کے خلفاء بے شمار تھے۔ چنانچہ عبداللہ خاں چانڈا ڈیرہ غازی خاں میں۔ مولوی محمد حسنؒ راجن پور میں، مولوی نور محمد ڈیرہ سکند محمد پورہ، مولوی ابوبکرؒ سکند حاجی پور اور رسالہ اسما والا بلر میں نواب غازی الدین خانؒ لکھتے ہیں کہ مولوی عبداللہ سکند ڈیرہ غازی خاں، جو نارودوالہ صاحبؒ کے خلفاء سے تھے۔ جب فوت ہوئے اور انہیں لکڑی کے تختے پر غسل سے لے کر لائے دیکھا کہ اُن کے قلب سے اکاھ کی آواز آرہی ہے۔ اور خلافت الفوائد میں مولوی محمد عمر حکیم خیرپوری لکھتے ہیں کہ نارودوالہ صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال سے دو سال قبل فوت ہوئے۔ آپ نے اپنے وصال سے ایک دن قبل مجھے وصیت کی تھی کہ میرا سلام قبلہ عالمؒ پہنچا دیں۔ پس میں آپ کے وصال سے بعد جب مہار شریف پہنچا تو اُن کا سلام حضرت قبلہ عالمؒ کی جناب میں پہنچایا۔ آپ ایک ساعت خاموش رہے پھر فرمایا ماشاء اللہ۔ نیز ایک دن قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ اگر میاں صاحبؒ یعنی نارودوالہ صاحبؒ چند دن اور زندگی پاتے تو ایک جہاں اُن سے روشنی ہو جاتا۔ اور ایک دن فرمایا کہ بے چارے میاں صاحبؒ نے کئی

مصیبتوں سے میری جان چھڑائی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب نارودوالہ صاحب کے دوستوں میں سے کوئی حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں آتا اس کے حال پر بڑی شفقت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ جو کچھ تمہیں مہاں صاحب نے کہا ہے اس پر پابندی کرو۔ اور اگر کوئی حاجت ہو تو بلا تکلف مجھ سے پوچھو۔

منقول ہے کہ نارودوالہ صاحب کے دوستوں میں سے ایک شخص نے حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اُس جگہ کے بعض علماء و بزرگان میاں صاحب کے مزار پر چراغ روشن کرنے کو جائز نہیں سمجھتے اور رقاصائیں وغیرہ میاں صاحب کی خانقاہ پر سرود کرتی ہیں انہیں منع کرتے ہیں اور آنے نہیں دیتے۔ آئیڈ اس بارہ میں جس طرح آپ ارشاد فرمائیں اسی طرح عمل ہوگا۔ فرمایا میاں صاحب جس جگہ کے تھے وہیں پہنچ گئے تم لوگ کسی کو اُن کی خانقاہ پر آنے سے منع نہ کرو کہ رسم قدیم ہے کہ ہر قسم سے لوگ خانقاہوں پر آتے ہیں سرود کرتے ہیں اور چراغاں بھی ہوتا ہے۔

آپ کے ارشادات گرامی | خیرالادکار میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت مولوی محمد گہلوی آپ کے مرید رسالہ نے فرمایا کہ رشتہات میں یہ مسئلہ ہے کہ محویت کی حالت میں صوفی کا نفس کلی اُس کے جزئی نفس پر غالب ہوتا ہے۔ خواہ بکثرت کس قدر بھی ہو مگر انہیں وضو کی تجدید ضروری نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ مسئلہ اگرچہ اسی طرح ہے لیکن ہمارے مشائخ کا معمول یہ ہے کہ اگر صوفی کو اس حال میں حرکات و سکنات و افعال و احوال کا شعور ہو اور وہ خود بھی جانے کہ وہ اُس وقت یہ حال رکھتا ہے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر غلبہ مستی میں اپنے احوال سے بے خبر ہو جائے تو وضو دوبارہ کرے کیونکہ جنون اور غشی وضو کو توڑ دیتے ہیں (۱) اور فرمایا کہ اولیاء اللہ کا مرنا اور جینا دوسروں سے جلا کا نہ ہے۔ بندہ مرنے کے بعد زمین میں ایک دھلے بیٹھا ہے پھر اس کی حرکات و سکنات جو جاتی ہیں۔ مگر اولیاء اللہ کو حیاتِ ابدی حاصل ہے (۲) اور فرمایا کہ انکلیاں کی انگلیاں چٹکانا انہیں کھینچنا مکروہ ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اسی طرح دوسرے شخص سے انگلیاں کھینچنا بھی مکروہ ہے۔ اور یہ فعل عام ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ عمل نماز

کے اندر اور باہر دونوں جگہ مکروہ ہے۔

۴۴) عا در فرمایا کہ بیعت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ شیخ زندہ ہو اور زندہ کو مکروہ سے مناسبت نہیں ہے۔ جو لوگ عالم ارواح میں چلے گئے ہیں انہیں زندوں سے بظاہر واسطہ نہیں رہتا۔ البتہ کسی زندہ شیخ کی اعانت سے یہ نسبت قائم ہو سکتی ہے۔

سجادہ نشینانِ حوتِ خواجہ خورشید نادر دہلوی صاحبِ کرامت

حوتِ خواجہ عارفِ موصوف متوفی ۱۲۶۱ھ
حوتِ خواجہ مسعودِ رحمانی متوفی ۲۸ شوال ۱۲۳۵ھ
حوتِ خواجہ خورشیدِ نادر متوفی ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ
حوتِ خواجہ عارفِ موصوف متوفی



Nafseel Islam

Spreading the message of Islam

قدوة الابرار توحید، اسوۂ اصحاب، تفریہ، زیۃ العارفين، بیصوبہ، لموحدین

منظر اسرار احمد حضرت قاضی عاقل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مورد انوار محمد

بن قاضی محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی محمد عاقل صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کے خلفائے عظام میں تھے اور اس بارگاہ کے مقبولوں میں سے تھے۔ اور آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ اور صاحب دہد و سماع۔ آپ کا وطن کوٹ مٹھن تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کے والد گرامی کا نام قاضی محمد شریف ہے۔ آپ کی قوم قریشی ہے مگر مشہور ہے کہ قوم گورجیہ تھی اور اس قوم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد علماء فضلہ اور صاحب کرامت تھے اور اکثر آپ کے اجداد صاحب خاندان تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ تھے کہ جب ایک دن مسجد میں نماز کے لئے آئے۔ پوچھا کہ کس نے اذان دی ہے یا نہیں۔ بتایا گیا کہ نہیں۔ آپ نے ایک مٹی سے لوٹے کو جو وہاں پڑا تھا کہا کہ اذان کہو۔ پس اس کو زہ نے اذان دینی شروع کی۔ اور کو زہ کو سندھی زبان میں گورا بفتح کاف و سکون داؤ کہتے ہیں اور اسی زبان میں گفتن کو جو (بفتح جیم و سکون واؤ) کہتے ہیں۔ پس ”گورا جو“ ہو گیا یعنی کو زہ بگو اذان بگو (یعنی اسے کو زہ سے بولو اور اذان کہو) اس بزرگ سے یہ کرامت ظاہر ہوئی تو وہ گورا جو کے نام سے مشہور ہوئے اور آپ نے والد قاضی محمد شریف صاحب عالم ہل صاحب کرامت تھے ان کے دو بیٹے تھے۔ بڑے قاضی عاقل محمد صاحب دوسرے نور محمد گورجیہ اور دونوں بھائی حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے۔ دونوں جید عالم تھے۔

منقول ہے کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ نار و طالع صاحب کو بیعت کرنے کے چند ماہ بعد حاجی پور کی طرف گئے تو مولوی نور محمد صاحب پہلے آئے اور حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت ہو گئے اور پھر انہوں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی اپنی جاگیر قصبہ یار الوالی میں دعوت کی اور اپنے بڑے بھائی قاضی عاقل محمد صاحب کو بھی وہاں بلا یا تو وہ بھی کوٹ مٹھن سے آئے اور

بیعت ہو گئے۔ خیرالذکار میں ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے ارشاد کے مطابق حضرت قاضی صاحبؒ نے مجاہدہ و ریاضت پر ایسی کمر باندھی کہ حقوٹے سے عرصہ میں تکمیل کے درجہ پر پہنچ گئے اور خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ نواب غازی الدین خاں صاحبؒ کی تصنیف اسلام الابرار میں لکھا ہے کہ قاضی عاقل محمد صاحبؒ جب ذکرِ جہر بلند آواز سے مہار شریف میں اپنی ماٹھی میں پیٹھ کر کرتے تھے تو آپ کی آواز شہر فریدی تک پتوین کو سن پرہے پہنچتی تھی۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ کوٹ مٹھن شریف لے گئے اور آپ کا ڈیرہ حجرہ مسجد میں تھا۔ آپ استنجا کے لئے باہر شریف لائے۔ قاضی محمد عاقل صاحبؒ کو راستہ سے گزرتے دیکھ تو قاضی عاقل محمد صاحبؒ کو فرمایا کہ اپنے والد صاحب کو میرے پاس لاؤ۔ قاضی صاحبؒ جلدی گئے اور اپنے والد کو اپنے ساتھ مسجد میں لے آئے۔ اس وقت قبلہ عالمؒ اپنے حجرہ میں کسی شخص کو بیعت کر رہے تھے۔ جب وہ شخص مرید ہو کر باہر نکلا اور قبلہ عالمؒ ابھی حجرہ میں تھے۔ تو قاضی صاحبؒ نے اپنے والد کو کہا کہ آپ بھی حجرہ میں قبلہ عالمؒ کے پاس جائیں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے تم چلو اور میرے آنے کی اجازت لے لو انہوں نے جا کر اجازت لی۔ قاضی محمد شریف صاحبؒ حجرہ کے اندر گئے اور دونوں کے علاوہ اس وقت حجرہ میں اور کوئی نہ تھا۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ نے قاضی صاحبؒ مذکور پر توجہ خاص فرمائی اور مقصود حقیقی تک پہنچا دیا۔ قاضی صاحبؒ حجرہ سے گریہ کرتے ہوئے اور بڑے ذوق سے غمخوار ہوئے۔ فرمایا کہ اسے عاقل محمد تجھے اللہ تعالیٰ نے نیک ساعت میں میرے گھر پیدا کیا تھا کہ تیرے طفیل میں بھی اس مرتبہ پر پہنچاؤرنہ یہ نعمت مجھے کہاں ملتی۔ صاحبزادہ نصیر بخش صاحبؒ بن حضرت نور حسن صاحبؒ بن حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے پیر مولانا قاضی خلد بخش صاحبؒ بن قاضی احمد علی بن حضرت قاضی عاقل محمد صاحبؒ سے سنا ہے کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ قاضی محمد شریفؒ کو نعمت عطا کر کے حجرہ سے باہر آئے تو قاضی صاحبؒ کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا

کہ اسے قاضی صاحب تہلے باپ سے ہمارا کوئی واسطہ نہ تھا۔ یعنی وہ قبلہ عالم سے بیعت نہ رکھتے تھے، مگر ہم نے انہیں دیکھا کہ ہمارے سامنے جلیے ہیں۔ افسوس آیا کہ بیٹا تو ایسے درجہ پر پہنچا ہو اور باپ اس درجہ سے محروم ہو۔ اس لئے تمہاری وجہ سے ان پر توجہ ہو گئی۔

منقول ہے کہ حضرت قاضی صاحب کو حالت وجد بہت ہوتی تھی اور آپ سماع میں رقص بہت کرتے تھے۔ اور اکثر انہیں اس غزل پر کیفیت ہوتی تھی۔

غزل

ساقیا جامے بدہ تا مست لای عقل شوم شاید از غم ہائے دوراں طغی غافل شوم
بسلم کردی و دارم شوقی شمشیرت ہنوز کاش گرم زہر و بار دگر بسمل شوم
میل ابرو تو دارم قبلہ من روئے تو کا فرم گر من بجراب دگر مائل شوم
ایکے گوئی ہلاکی بعد ازین بیدل شو دل چہ کار آید مرا بگذا رتا بیدل شوم
ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم سے عرس پر ان کی خانقا پر قاضی صاحب و حافظ محمد جمال
ملفانی صاحب اور قبلہ عالم کے دوسرے خلفاء حاضر تھے کہ قوالوں نے نواب غازی الدین خان
کی یہ غزل شروع کی۔

غزل

خوبی جلوہ دیدار تو سبحان اللہ لمعہ مطلع انوار تو سبحان اللہ
جاں بکف خیال خریدار ہر سو جمع اند یوسفار و فی بازار تو سبحان اللہ
صد دل مردہ شود زندہ بلطف سخت معجز لعل شکر بار تو سبحان اللہ
خالہ حسنت نمایاں ز خط شکینت آیت محمد رضا تو سبحان اللہ
گلشن حسن تو از فیض ازل شد سرسبز نو بہار گل گلزار تو سبحان اللہ
میزند برق تجلی ز لکا ہے بر دل جادوئے چشم سونکار تو سبحان اللہ

دل بر فتن نہد بہو رخی جنت زینجا راحت سایہ دیوار تو سبحان اللہ
 سنگ ماموم کند حرف لطیف بدے لذت نرمی گفت رہ تو سبحان اللہ
 گلبن حسنی دہر طرز تو گلے سے ریزد مرجا شکل تو اطوار تو سبحان اللہ
 میکنی غارت دل میشوی آنکہ منکر آفریں کار تو انکار تو سبحان اللہ
 غنچہ آساز تو دل تنگی عشاق نہ ہے ہچ گل خندہ بسیار تو سبحان اللہ
 کفر عشق تو نہ بسعہ ناظم ایمانست نظام گفت تسبیح بزار تو سبحان اللہ
 قاضی صاحب کو اس غزل سے پہلے شعر پر ہی کیفیت ہو گئی۔ اچھے اور بہت قص
 کیا۔ پھر جب بیٹھ گئے اور قوالوں نے جب دوسرا شعر شروع کیا۔

سہ جاں بخت خیل بہر سو جمعند یوسفار و نقی بازار تو سبحان اللہ
 تو اس شعر پر حافظ محمد جمال ملتانیؒ پر حالت طاری ہو گئی۔ بہت رقت ہوئی اور
 آپ نے بہت رقص کیا۔ چنانچہ حالت یہ ہوئی کہ قوال جب پہلا شعر پڑھتے تو قاضی
 صاحب کو وجد ہوتا اور جب دوسرا شعر پڑھتے تو حافظ صاحب کو رقص ہو جاتا
 اسی طرح ان دونوں مقبولان ہار گاہ ایزدی کے ذوق و شوق سے مجلس میں کافی
 دیر تک ہنگامہ گرم رہا۔ اور ان کی تاثیر سے تمام حاضرین مجلس کو ذوق و رقت
 پیدا ہوئی۔

منقول ہے کہ قاضی صاحبؒ حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے
 دہلی حضرت قبلہ عالمؒ کے ہمراہ دو مرتبہ گئے۔ بلکہ حضرت قبلہ عالمؒ کے تینوں نامدار
 خلفاء یعنی خواجہ نور محمد ثانیؒ، حافظ صاحب محمد جمال ملتانیؒ اور قاضی محمد عاقل صاحبؒ
 پیر و مرشد کے ہمراہ گئے اور حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے
 اور کتب حقائق اُن سے پڑھی ہیں۔ صاحبزادہ فیروز بخش صاحبؒ فرماتے تھے
 کہ قاضی عاقل محمد صاحبؒ نے تمام کتاب شرح عبدالحق و سواء البیل حضرت
 مولانا صاحبؒ سے پڑھی ہے۔ البتہ صاحبزادہ امام بخش صاحبؒ و غلام دستگیر
 صاحبؒ پسران جناب صاحبزادہ غلام فرید صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم نے تحقیق

سے سنا ہے کہ قینوں غلطی نے کتاب سوا السبیل کا سبق اکٹھے ہی حضرت مولانا صاحب سے لیا تھا۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ ساتھ تھے۔

منقول ہے کہ صاحبزادہ نصیر بخش صاحبؒ اس کتاب الحروف سے فرماتے تھے کہ دہلی سے رخصت ہوتے وقت حضرت مولانا صاحبؒ نے قاضی صاحبؒ کو چار کتابیں اپنے کتب خانہ سے عنایت کی تھیں۔ اول مکتوبات حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی حشتی انصاریؒ اور اس کتاب الحروف فقیر حاجی نجم الدینؒ نے بھی اُس کتاب کی زیارت موضع منگیمرال میں صاحبزادہ مذکور کے پاس کی ہے۔ بہت خوشخط لکھی ہوئی ہے اور حاشیہ پر حضرت مولانا صاحبؒ کے دستخط موجود ہیں دوسری کتاب مطول تیسری سوا السبیل۔ چوتھا ایک مجموعہ تھا جس میں سوانح جامیؒ اور اس کی شرح، قصیدہ حمزیہ اور شرح رباعیات مولانا جامیؒ و دوا مع وغیرہ تھیں۔ نیز رخصت کرتے وقت ان کو تاکید فرمائی کہ ذکر جہر کمبشت کریں۔ نیز ختم کبیر کی ترکیب اور اجازت بھی عطا فرمائی۔ چنانچہ اب تک اُن کے خانہ امان میں ذکر جہر کی کثرت ہے اور ختم مذکور کا بہت رواج ہے۔ اُن کے خلفا بھی یہی پڑھتے ہیں۔

ختم کبیر کی ترکیب یہ ہے۔ ستودھ درود شریف چار بار سورہ فاتحہ چار بار آیت الکرسی۔ امن الرسول بارہ دفعہ۔ آیت قطب ثم انزل علیکم سے صدورتاک ۱۲ بار۔ سورہ انفشاہ بار۔ سورہ یاسین تین بار۔ آیت محمد رسول اللہ سے علیہا تک ۱۲ بار۔ سورہ اخلاص ۱۰۰ بار۔ معوذتین ۳۳ بار۔ درود شریف ۱۰۰ بار یہ سب پڑھ کر حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدینؒ، خواجہ قطب الدینؒ، خواجہ فرید الدینؒ، خواجہ نظام الدینؒ، خواجہ نصیر الدینؒ اور مولانا فخر الدینؒ کی ارواح کو بخشنے اور اُن سے مدد چاہے۔ جس حاجت کے لئے پڑھے گا بر آئے گی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ پانچ آدمی یا سات آدمی با طہارت کاملہ ایک مکان میں بیٹھ کر پڑھیں۔ میاں نصیر بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ قاضی صاحبؒ حضرت

قبلہ عالم کی زیارت کے لئے کوٹ مٹھن سے مہار شریف کی طرف آرہے تھے جب خیر پور میں پہنچے تو سنا کہ حضرت قبلہ عالم دہلی کی طرف حضرت مولانا صاحب کی زیارت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے بھی دہلی کا ارادہ کر لیا۔ البتہ جتنی تندر و نیاز حضرت قبلہ عالم کے لئے اور صاحبزادگان مہاروی کے لئے لائے تھے۔ تمام مہار شریف میں بھیج دی اور خود خیر پور سے بیکانیر کے راستہ سے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب دہلی پہنچے تو ان کے پاس خرچ نہ تھا۔ پس اپنے پکے لٹے کو آٹھ آنے میں بیچ کر حضرت مولانا صاحب کی نذر کے لئے شیرینی خریدی۔ پہلے اپنے پیرومرشد حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں جا کر قدم بوسی کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کوئی چیز حضرت مولانا صاحب کی نذر کے لئے لائے ہو۔ عرض کیا کہ حضور میرے پاس صرف ٹوٹا رہ گیا تھا۔ اسے آٹھ آنے میں فروخت کر کے حضرت مولانا صاحب کے لئے شیرینی لایا ہوں۔ حضرت قبلہ عالم نے چار روپے اپنے پاس سے دیں کہ انہیں بھی حضرت مولانا صاحب کی نذر کریں۔ بعد ازاں حضرت قبلہ عالم قاضی صاحب کو ہمراہ لے کر حضرت مولانا صاحب کے حجرے کے دروازہ پر آئے۔ حجرے کا دروازہ بند تھا۔ اور حضرت مولانا صاحب مشغول تھے۔ قبلہ عالم نے دستک دی۔ فرمایا کون ہے۔ عرض کیا نور محمد مہاروی حاضر ہے۔ فرمایا کیوں آئیے؟ عرض کیا کہ قاضی عاقل محمد کوٹ مٹھن سے آئے ہیں اور آپ کی زیارت و قدم بوسی کے لئے کھڑے ہیں۔ فرمایا تم چلے جاؤ اور انہیں میرے پاس بھیج دو۔ پس حضرت قبلہ عالم واپس چلے گئے اور قاضی صاحب نے حجرے کے اندر جا کر قدم بوسی کی۔ کیوں کہ حضرت قبلہ عالم کو حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں گئے ہوئے چند ماہ ہو گئے تھے اور ان کی رخصت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے۔ اس لئے حضرت مولانا صاحب نے قاضی صاحب کو فرمایا کہ میاں صاحب نور محمد جی دو تین دن میں مہار شریف کی سمت تیار ہیں تم ابھی ابھی آئے ہو۔ انہیں جانے دیں۔ اور تم میرے پاس چند روز رہو۔

قاضی صاحب نے عرض کیا عزیز نواز اس غلام پر جو کرم و نوازش کرنی ہے میرے
پیر قبلہ عالم کے واسطے اور ذریعہ سے کریں اور مجھے اجازت دیں تاکہ اپنے
مرشد کی رکاب میں جاؤں۔ حضرت مولانا صاحب نے یہ بات سنی تو اُن کے اس
اعتقاد سے بہت خوش ہوئے اور اُن میں پیر پرستی کا ذوق دیکھ کر حضرت قبلہ عالم

کو رخصت کے وقت سفارش کی اور فرمایا میاں صاحب آپ قاضی صاحب پر
پہلے جو شفقت کرتے تھے اپنی جانب سے کرتے تھے اب ہماری جانب سے اور میری خاطر
ان پر کرم فرمائیں۔ حضرت قبلہ عالم نے قبول کیا۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا صاحب
اور حضرت قبلہ عالم کی نوازشات قاضی صاحب پر اس قدر ہوئیں کہ ہزار ہا مخلوق
آپ کے دروازہ سے فیض یاب ہوئی۔ اور آپ سے صد ہا صاحب خانقاہ پیدا ہوئے۔

منقول ہے کہ قاضی صاحب نے اپنے وصال سے چھ ماہ قبل حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اے
قاضی صاحب ہم تم سے بہت خوش ہیں۔ تو نے ہمیں بہت خوش کیا کہ ہماری تمام مُشتوں

کو زندہ کر دیا۔ اب میں تیرے سامنے موجود ہوں جو کہتا ہو کہو: "کاتب الحروف حاجی
نجم الدین کہتا ہے کہ صاحبزادہ نصیر بخش جی فرماتے تھے کہ میں نے کوٹ مٹھن کے اکثر
معتبر آدمیوں سے سنا ہے اور اپنی والدہ صاحبہ سے بھی سنا ہے نیز خواجہ محمود
صاحب بھی فرماتے تھے کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت قاضی صاحب

کا سایہ گم ہو گیا تھا کہ آپ کا سایہ وجود مبارک چاند یا سورج کی روشنی میں زمین
پر نہیں پڑتا تھا۔ پس اس حال کو چھاننے کے لئے چاند یا سورج کی روشنی میں باہر نہیں
جاتے تھے اور اپنے حجرہ سے مسجد تک چھپر ڈال دیا تھا اور اُس کے سایہ میں سے مسجد
میں جلتے تھے۔ تاکہ معلوم نہ ہو کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا۔ کاتب الحروف

کہتا ہے کہ عجب نہیں کہ یہ سایہ کا قصبہ صحیح ہو کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا معجزہ تھا کہ اُن کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اور اولیاء اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ملک نبوت کے وارث ہیں اس لئے کمالِ مطابعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

کے سبب کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ”فاتبعونی یحبکم اللہ“ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اگر یہ درجہ اولیاء اللہ کو حاصل ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ منکر کو اس میں کوئی حجت نہیں ہے۔

منقول ہے کہ قاضی صاحب کے وصال کے بعد چوٹیوں نے ان کے روضہ شریف میں سوراخ کھدائے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین بھی موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم اولیاء اللہ کے بھی لوگ منکر ہوئے ہیں۔ اس لئے بعض منکرین نے زبان طعن دراز کی اور کہتے لگے کہ دیکھو قاضی صاحب اپنے آپ کو دلی کہتے ہیں مگر ان کی قبر میں چوٹیوں نے سوراخ کر دیئے ہیں۔ حاسدوں کی یہ باتیں سن کر حضرت قاضی صاحب سے پوتے اور سجادہ نشین میاں خلد بخش صاحب نے ان کے صندوق کو چودہ سال کے بعد قبر سے باہر نکالا اور مشتاقین جمال بالکل حضرت قاضی صاحب کے چہرہ مبارک کی زبارت سے ایک بار پھر مشرف ہوئے۔ کہتے ہیں کہ چہرہ مبارک میں اور وجود مبارک میں کوئی فرق نہ تھا۔ چودہ سال گزر چکے تھے مگر غسل کے پانی کے قطرے ابھی تک آپ کے چہرہ مبارک پر اسی طرح موجود تھے۔ یہ حال دیکھ کر منکرین نے اپنے انکار سے توبہ کی۔ پس صندوق کو پھر قبر میں رکھ کر دفن کر دیا گیا اور اس پر مزار شریف بنایا گیا۔

آپ کی مناقبات بہت زیادہ ہیں مگر طوالت کے خوف سے تبرکاً اس قدر ہی لکھا گیا ہے۔ آپ کا وصال ۸ رجب ۱۰۷۹ھ کو ہوا۔ اس مصرع سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے۔ ۵۸ روز ہشتم بود از ماہ رجب۔ آپ کا مزار مبارک کوٹ مٹھن میں ہے۔ آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام قاضی احمد علی تھا۔ وہ اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور کچھ مدت بعد جب ان کا وصال ہو گیا تو ان کے بڑے بیٹے میاں خلد بخش صاحب مسند ارشاد پر بیٹھے۔ قاضی احمد علی صاحب کے دو بیٹے تھے۔ ایک میاں خلد بخش صاحب

اور دوسرے میاں تاج محمود صاحب دو دن اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے اور صاحب سلسلہ و ارشاد تھے، البتہ قاضی خدا بخش صاحب سجادہ تھے۔ اس کاتب الحروف نے ان کی زیارت کی ہے وہ حضرت قبلہ عالم کے عرس پر سستی تاج سرفرا میں آئے ہوئے تھے۔ بہت صاحب ذوق و شوق اور صاحب وجد و سماع تھے۔ چنانچہ ایک دن مجلس سماع میں حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ میں چاشت کے وقت جبکہ میرے پیرو مرشد حضرت محبوب ربانیؒ کو دیگر مشائخ اور یہ فقیر موجود تھے۔ ان کو اس غزل پر حالت وجد ہو گئی۔

غزل

نازیست ازاں جانب نانے کہ چہ گوئم قائم نیاز سے و نمانے کہ چہ گوئم
تا طاق دو ابروش مرا قبلہ نماند کر دیم نانے و نمانے کہ چہ گوئم
قص کے دو دنیا قوالوں کو مٹھی بھر بھر کر پیسے کپڑے اور جو بھی میسر آتا

عطا کر دیتے تھے اور حضرت محبوب ربانیؒ کہ جنہیں ہمیشہ ذوق ہوتا تھا اور قص کرتے تھے اُس وقت دست بستہ کھڑے رہے۔ میاں خدا بخش صاحب کا وصال ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۶۹ھ کو ہوا۔ ان کا مزار مبارک ان کے والد صاحب اور دادا مرحوم کے مزارات کے نزدیک ہے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے بڑے غلام فخر الدین صاحب دوسرے غلام فرید صاحب ان کے وصال کے بعد میاں غلام فخر الدین اپنے والد گرامی کے مسند نشین ہوئے۔

حضرت قاضی عاقل محمد صاحب کے خلفاء (۱) ان کے فرزند میاں احمد علی صاحب (۲) ان کے نبیرہ مولانا خدا بخش صاحب (۳) دوسرے نبیرہ میاں تاج محمود صاحب (۴) مولوی عبداللہ صاحب (۵) مولوی شرف الدین صاحب سکے قصبہ پیوہر (۶) مولوی سلطان محمود صاحب ان حضرات کے علاوہ اور خلفاء بھی تھے۔

عاشق لایزال، عارف باکمال، واصل صاحبِ حال

حضرت حافظ محمد جمال صاحبِ ملتانیؒ

بن محمد یوسف صاحب بن حافظ عبدالرشید ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد جمال صاحب حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ کے کامل ارسل اور اعظم خلفاء میں سے تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم، حافظ و عارف کامل اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔ آپ مدت تک اپنے پیرومرشد کی خدمت میں لوٹا اٹھنے اور وضو کرانے کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ سے ان کی بیعت کا حال حضرت غلام فرید صاحب بن حضرت خواجہ نور احمد بن حضرت قبلہ عالمؒ کی زبان گوہر فشاں سے سناتے کہ جب ان کے دل میں طلبِ غلا اور شوقِ لغا ذاتِ کبریا پیدا ہوا تو چند روز پیر کامل کی طلب میں حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین بن شیخ صدر الدین عارف بن حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکر یا ملتانیؒ کے روضہ شریف میں رہے۔ ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے اور ان کی ارواح کو بخشنے، اور اُسی جگہ سو جاتے اور حضرت سے پیر کامل سے لئے استدعا کرتے۔ یہاں تک کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ گویا شیخ رکن الدینؒ اور حضرت قبلہ عالمؒ ایک جگہ بیٹھے ہیں اور خود حافظ صاحب بھی موجود ہیں۔ حضرت رکن عالمؒ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قبلہ عالمؒ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب تمہارے پیر ہیں۔ ان کا نام نور محمد مہارویؒ ہے اور ان کا وطن قصبہ مہار میں ہے۔

حافظ صاحب جب بیدار ہوئے تو انہیں حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کا شوق ہوا۔ ملتان سے روانہ ہوئے اور مہار شریف میں آئے اور حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت ہوئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے بیعت کے وقت ان سے پوچھا کہ کیا علوم ظاہری سے کچھ حاصل کیا ہے۔ عرض کیا کہ ضروری مسائل نماز روزہ و قرآن شریف

پڑھے ہیں۔ زیادہ نہیں پڑھے ہیں۔ باوجود فاعلیت کے اپنے علم کو اپنے پیر سے چھپایا۔ حضرت قبلہ عالمؒ کا دستور تھا کہ جب کوئی عالم حضرتؒ کی خدمت میں آتا اسے اپنے ہمراہ دسترخوان پر کھانا کھلاتے اور اگر غیر عالم ہوتا تو غلام رسول لاٹری کو حکم دیتے کہ اسے دوسرے درویشوں کی مثل کھانا دے دے۔ جب کھانے کا وقت آیا تو تمام علماء کو اپنے پاس کھانا کھانے کے لئے بلایا۔ سب قبلہ عالمؒ کے دسترخوان پر حاضر ہوئے اور حافظ صاحبؒ کو بھی یاد کیا۔ وہ جب حاضر ہوئے تو مولوی محمد حسین صاحبؒ قوم چنڑ جو حضرت قبلہ عالمؒ کے یارانِ مجاز و محرمِ راز ہیں تھے۔ تعلیم کے لئے اُسے اور معانقہ و مسافحہ کیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے مولوی محمد حسین صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ انہیں پہلے سے جانتے ہیں۔ عرض کیا کہ قبلہ میں اُور یہ ایک استاد سے علم حاصل کرتے رہے ہیں۔ اُور یہ بہت جتید عالم ہیں اُور ہم طالب علم تعلیم کے زمانہ میں انہیں علامہِ زمان کہا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا، حافظ صاحب آپ نے اپنے علم کو ہم سے کیوں چھپایا تھا۔ عرض کیا کہ قبلہ میں نے سنا ہے کہ گروہ فقر و فرقا علماء سے نفرت رکھتے ہیں۔ لہذا اپنے علم کو حضور سے پنہاں رکھا۔ فرمایا حافظ صاحبؒ ہم تو علماء کے طالب ہیں۔ ہمیں تو علماء ہی پہچانتے ہیں۔ جاہل کیسے پہچانیں گے۔ ہم فرقا علماء سے بہت خوش ہیں۔ پس اُس دن سے حافظ صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں خادم کے عہدہ سے معترف ہوئے اُور پھر آپ کے وصال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ چنانچہ سفر و حضر میں حضرت قبلہ عالمؒ کے ہمراہ جاتے۔ درویشوں کو روٹی اور کپڑے تقسیم کرنے کا کام آپ کے ذمہ تھا۔ چنانچہ رسالہ اسرار الکمال میں سید زائد مٹھی والا نے جو حضرت حافظ صاحبؒ سے با اعتقاد مریدوں میں تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت حافظ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ دہلی گیا تھا۔ جب دہلی سے رخصت ہوئے تو میاں غمیس الدین صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کے پیر بھائی اجیر شریف تک حضرت قبلہ عالمؒ کو رخصت کرنے کے لئے پایادہ آئے حضرت قبلہ عالمؒ کے ہمراہ سواری کے لئے گھوڑے تھے ہر چند کہ

اُن کو سوار ہونے کے لئے فرماتے تھے۔ مگر وہ حضرت قبلہ عالم کے پاس ادب سے سوار نہ ہوتے تھے اور پاپادہ حضرت قبلہ عالم کے گھوڑے کے آگے آگے چلتے تھے۔ جب حضرت قبلہ عالم دہلی سے رخصت ہوئے تھے۔ تو پانچ سو روپیہ نقد و دیگر سب ادر کپڑے۔ حضرت قبلہ عالم کے پاس تھے۔ وہ آپ نے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین اجمیری کے خدام میں تقسیم کر دیئے۔ میں نے شکر کیا کہ ان کی حفاظت سے نجات پائی۔ مگر جب اجمیر شریف سے مہار شریف کے لئے روانہ ہوئے تو پھر پہلے سے زیادہ نقد و جنس بطور نذرانہ حضرت قبلہ عالم کے پاس اجمیر شریف میں جمع ہو گیا۔ وہ بھی میرے حوالہ کر دیا۔ اور میں نے اس کی حفاظت شروع کر دی۔ ان دنوں میرے جوتے بہت پرانے تھے۔ ایک شخص بہت عمدہ جوتے حضرت قبلہ عالم کے لئے لایا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ میرے جوتے پرانے ہیں۔ شاید قبلہ عالم اپنے پہلے جوتے مجھ کو عطا فرمادیں۔ جب سنئے جوتے پہنے تو اپنے پہلے جوتے وہیں کسی کو دے دیئے۔ فقیر نے جانا کہ اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی۔ جب مہار شریف میں پہنچے تو اس فقیر کو تمام نئے کپڑے عطا فرمائے اور ایک گھوڑی سواری کے لئے بھی دی مزید برآں دوسرے باطنی اکرام بھی بہت فرمائے۔ پس میں نے جانا کہ اس سفر کی سعادت میں عین حکمت پوشیدہ تھی پھر مجھے ملتان کی طرف روانہ فرما دیا۔

منقول ہے کہ میاں امام بخش بن حضرت غلام فرید صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا تھا کہ جب حضرت قبلہ عالم دہلی میں تھے۔ تو ایک دن حضرت مولانا صاحب کی مجلس میں حضرت قبلہ عالم بھی تشریف فرما تھے اور حافظ صاحب بھی اس مجلس میں یہ تذکرہ چلا کہ ملتان میں بہا الدین خاں ملتان کی عظمت کے سامنے کسی دلی کا تقرب نہیں چلا۔ اور کوئی شیخ اس جگہ کسی کو بیعت نہیں کرتا۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ میاں نور محمد اب تک ملتان کی ولایت حضرت بہاء الحق صاحب کے سپرد تھی لہذا کسی دلی کا تقرب

کارگر نہیں ہوتا تھا۔ مگر اب ملتان ہمارے حوالے کر دیا گیا ہے۔ لازم ہے کہ آپ اپنے مریدوں میں سے ایک مرید اس جگہ بھیجیں اور کہیں کہ عین خانقاہ ہا الدین دیکر ملتان میں بیٹھ کر خلق کو بیعت کریں اور اپنا تصرف کریں۔ جب حضرت قبلہ عالم دہلی شریف سے مہار شریف آئے تو حافظ صاحب جمال الدین کو رخصت کر کے ملتان کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے مولوی خدا بخش ملتان کو کہہ کر ان سے نامدار خلفائے سے تھے اور مقبولان بارگاہ پردرد گار میں سے تھے عین حضرت ہا الدین صاحب کی خانقاہ میں مرید کیا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ جب آپ حضرت قبلہ عالم سے ساتھ دہلی جاتے تھے تو حضرت قبلہ عالم حضرت مولانا صاحب سے کسی طرح ملاقات کرتے تھے بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ میں بھی شوق تھا کہ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات دیکھیں مگر چوں کہ میں حضرت قبلہ عالم کے گھوڑے کی حفاظت کرتا تھا۔ اور اس کی رسی اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ تو مجھے دیکھنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے چاہا کہ ان کی ملاقات دیکھوں۔ گھوڑے کو کسی چیز سے باندھا اور ایک کونہ میں کھڑے ہو کر دیکھا کہ قبلہ عالم حضرت مولانا صاحب سے ایسے ملاقات کر رہے تھے جیسے بندہ اپنے خدائے ملاقات کرتا ہے۔

حضرت حافظ صاحب کو اکثر عشقیہ غزلیات پر وجد اور ذوق و شوق کی کیفیت ہو جاتی تھی۔ اور رقص و وجد بہت کرتے تھے۔ آپ آواز بلند سے ذکر بھی کرتے تھے۔

منقول ہے کہ راجہ رنجیت سنگھ والئی لاہور چند بار قلعہ ملتان کی تسخیر کے ارادہ سے حملہ آور ہوا۔ چونکہ حضرت حافظ صاحب تروکان لے کر قلعہ میں موجود رہتے تھے۔ اس لئے سکھوں کے لشکر کو شکست ہو جاتی تھی اور ملتان سے بے مراد جاتے تھے۔ جب تک حافظ صاحب زندہ رہے ملتان پر سکھوں کا قبضہ نہ ہو سکا۔ آپ کے خادم خاص میاں صالح محمد نے اس فقیر کا اب الحروف

نجم الدین کو بتایا تھا کہ ایک دفعہ سکھ کثیر فوج کے ساتھ لاہور سے اس ارادہ سے روانہ ہوئے کہ ملتان کو تسخیر کریں۔ ابھی ملتان ایک دو منزل رہتا تھا حافظ صاحب تلامذت میں مشغول تھے کہ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت راجہ رنجیت سنگھ اس دفعہ بہت بڑی فوج کے ساتھ ملتان پر حملہ کے لئے آ رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ ملتان کو نہیں چھوڑے گا۔ یہ خبر سن کر حافظ صاحب جذبہ میں آ گئے اور فرمایا کہ کیا رنجیت ملتان کو ہمارے ہوتے ہوئے فتح کرے گا یعنی نہیں کر سکے گا۔ آخر کافی جنگ و جدال کے بعد سکھ مذکور بے مراد واپس چلے گئے اور قلعہ فتح نہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں حافظ صاحب قلعہ ملتان کے برج میں تھرو گمان ہاتھ میں لئے کافروں پر تیر چلاتے تھے اور جس برج میں بھی دیکھتے تھے حافظ صاحب موجود ہوتے تھے۔ میں نے ”عاجی نجم الدین“ اسی طرح میاں غلام دستگیر صاحب فیروہ حضرت قبلہ عالم سے سنبھلے اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ قاضی نور محمد گوریچہ برادر حقیقی حضرت والا قاضی عاقل محمد صاحب نے نواب جمی خاں خراسانی سے جو سلاطین خراسان کی جانب سے ڈیرہ غازی خاں کا صوبہ دار تھا چند دیہات اجارہ پر لئے اور حضرت قاضی صاحب اس کے ضامن تھے جب اس اجارہ میں نقصان ہوا اور رقم وصول نہ ہوئی تو اس شخص نے قاضی عاقل محمد صاحب اور ان کے بھائی صاحب کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ دونوں نے اپنے آپ کو رضا و تسلیم الہی پر چھوڑ دیا تھا۔ مگر جب چند دن گزر گئے اور حال تنگ ہوا تو آپ نے ایک خط اپنے پیر بھائی جناب حافظ محمد جمال ملتانی صاحب کو لکھا اور انہیں بلایا اور اس خط میں یہ شعر لکھا۔

سے بلہم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس از انکہ من مانم بچہ کار خواہی آمد اور یہ مصرع بھی لکھا:

ع۔ بختنا گزرنے آئی ہزار خواہی آمد

اس خط کے پڑھتے ہی حافظ صاحب بغیر جوتا پہنے پیادہ پا روانہ ہوئے۔

آپس کے خادم میاں صالح محمد نے میرے سامنے بیان کیا کہ جو تا اور گھوڑا حافظ صاحب کے پیچھے پہنچا یا گیا جب ڈیرہ غازی خاں پہنچے تو قاضی صاحب سے کہا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو نواب مذکور کو میرا تعویذ پلا دے۔ کہنے لگے کہ یہ مشکل ہے۔ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ تعویذ لکھا اور فرمایا کہ اسے اس کنوئیں میں ڈال دو جہاں سے وہ پانی پیتا ہے۔ اور قدرتِ حق کا معائنہ کرو۔ حافظ صاحب نے وہ تعویذ اس کنوئیں میں ڈلوادیا اور خود اجازت کی کہ بس اب مجھے اجازت ہے۔ روانہ ہو کر ملتان آئے۔ جب نواب مذکور نے اس کنوئیں کا پانی پیا تو اسی وقت اسے دردِ شکم پیدا ہوا۔ اور تڑپنا شروع کر دیا۔ بہت علاج کرتے تھے۔ مگر چونکہ یہ قہرِ خدا عزتِ اولیٰ سے تھا۔ لہذا ہر لحظہ درد بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب پہنچا۔ اُسے کہا گیا کہ جن بزرگوں کو تو نے قید کیا ہوا ہے یہ سب درد کی مصیبت اُن کی بے ادبی کی وجہ سے ہے۔ اُس مردود نے اُسی وقت انہیں خلاصی دے دی۔ یہاں تک کہ قاضی صاحب اپنے گھر آ گئے اور نواب اُسی درد سے فوت ہو گیا۔ صالح محمد کہتے تھے کہ قاضی صاحب اُس مردود کی قید میں چالیس روز رہے اور حافظ صاحب فرماتے تھے کہ آپ کی قید کی یہ وجہ تھی کہ آپ سے بعض مراتب اور غفلت ہو جاتی تھی اور اُن کا حصول تعلقی ظاہری کے سبب سے ممکن نہ تھا۔ جب قید میں تخلیہ تمام ملا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوئے تو وہ تمام عقدے حل ہو گئے۔

صاحبزادہ عبداللہ صاحب بن میاں نور حسین صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ جب حافظ صاحب دہلی میں حضرت قبلہ عالم سے ساتھ حضرت مولانا صاحب کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ تو مدرسہ میں ان کا ڈیرہ تھا اور اسی مدرسہ میں ایک بزرگ جو حضرت مولانا صاحب کے دوستوں میں سے تھے۔ اور بانیت آدمی تھے۔ رہتے تھے۔ قضاائے الہی سے وہ فوت ہو گئے اور حافظ صاحب نے اپنے ہاتھ سے ان کی تقییل تکفین اور تدفین کی۔ ایک دن حضرت مولانا صاحب نے حافظ صاحب

کو فرمایا کہ ملتان میں میلے اور ہجوم خلقی ہوتا ہو گا۔ عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا تم بھی کبھی کبھی میلے کا تماشا دیکھنے کے لئے جاتے ہو گے۔ حافظ صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے جانا کہ اس فرمانے میں حکمت ہو گی۔ پس جب ملتان میں آئے تو ایک دن ملتان میں ایک بزرگ کا میلہ تھا اور ہزار ہا خلق جمع تھی۔ حافظ صاحبؒ بھی حضرت مولانا صاحبؒ کے فرمان کے مطابق میلہ دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ درویش جو مدرسہ میں فوت ہو گیا تھا اور آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے دفن کیا تھا اس میلہ میں موجود تھا اور میلہ کا تماشا کر رہا تھا۔ آپ نے اسے پہچانا اور پوچھا کہ تم فلاں بزرگ ہو جو دہلی کے مدرسہ میں فوت ہو گئے تھے اور میں نے اپنے ہاتھ سے تنہا ہی تجھیز و تکفین کی اور تمہیں دفن کیا۔ کہا کہ ہاں۔ میں وہی ہوں۔ ہم فقیروں نہیں ہوتے۔ یہ صرف پردہ شریعت ہے کہ دنیا سے سفر کر کے چلے جاتے ہیں ورنہ فقیر تو زندہ رہتا ہے اور کبھی فوت نہیں ہوتا۔

سہ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ ثبت است بر جریۃ عالم دوام ما۔

حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے فرمانے میں اور میلہ میں جانے میں یہ حکمت تھی۔

رسالہ اسرار الکماہ میں زاہد شاہؒ عظیمی والا جو حافظ صاحبؒ کے با اعتماد مریدوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ ایک دن حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ پاکپٹن کی طرف روانہ تھا۔ اتفاقاً ایک منزل پر پڑاؤ کیا اور حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ پانچ سو درویش تھے اور ایک نیک بخت شخص جو خراسان کے مشائخ میں سے تھا۔ اُس کے ساتھ چالیس درویش تھے۔ اُس نے بھی اُسی قصبہ میں جہاں حضرت قبلہ عالمؒ نے قیام کیا تھا ڈیرہ کیا اور حضرت کا رفیق ہوا۔ وہ بھی پاکپٹن کی طرف جا رہا تھا۔ اُسی گاؤں کے رہنے والوں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی دعوت کی تھی۔ جب کھانا لائے تو حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنے لاٹگری کو کہا کہ پہلی نشست میں خراسانیوں کو کھانا کھلا دو۔ لاٹگری جب آن

کے سامنے کھانا لایا تو اُس بزرگ نے کہا کہ ہم اس ملک کے رہنے والوں کی دعوت قبول نہیں کرتے کیوں کہ یہاں کے لوگوں کا کھانا شرعی لحاظ سے مشکوک ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اکثر لوگ چوری کرتے ہیں۔ لہذا ہم اپنے پاس سے کھانا کھائیں گے۔ خادم نے حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس جا کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا بغیر وہ جانیں۔ جب دوسرے دن روانہ ہوئے تو خراسانی مشائخِ محترم کی رفاقت سے الگ ہو گئے۔ راستہ میں جا رہے تھے کہ ان پر چوروں نے حملہ کر دیا۔ اور ان کا تمام اسبابِ نقد و جنس لوٹ کر لے گئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کا قافلہ غیریت سے گزر گیا۔ اتفاقاً دوسری منزل میں بھی ایک جگہ پڑاؤ ہو گیا اور حضرت قبلہ عالمؒ کے ساتھ بھڑنا پڑا۔ آں جناب نے پھر لانگری کو کہا کہ پہلے خراسانیوں کو کھانا دے دو۔ اس کے بعد ہمارے درویشوں کو دو۔ جب اس رات لانگری اُن کے لئے کھانے کر گیا تو انہوں نے بڑی رغبت سے کھانے لیا اور کھایا جب حضرت قبلہ عالمؒ کو کھانا کھانے کی خبر ملی تو مسکرا کر فرمایا سبحان اللہ کل رات اس ملک کا کھانا حرام تھا۔ آج رات حلال ہے۔ پھر فرمایا کہ لانے والے سے کھانے کی چھان چھٹک کرنا کہ کھانا کہاں سے لانے ہو۔ کس طرح لانے ہو اور میزبان سے پوچھنا کہ یہ طعام حلال ہے یا حرام، منع ہے کہ واجب کا ترک ہے۔ کیوں کہ جب تک حرمت طعام کا ظاہر ہی ثبوت نہ ہو شریعت میں اُس کا کھانا جائز ہے البتہ حرمت کے علم کے بعد حرام ہے۔

زاد شاہ لکھتے ہیں کہ ایک دن یہ سے قبلہ حافظ محمد جمال صاحب نے مجھ سے یاد فرمایا کہ کچھ ضروری اور اہم باتیں تم سے کہنی ہیں جلدیہ پہنچ جاؤ۔ بندہ موقع ٹھٹھی سے روانہ ہو کہ مدت پہنچا تو مجھ سے پوچھا کہ تم نے کسی جگہ شادی کی ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرماتے لگے کیا کوئی جگہ پسند نہیں آئی۔ میں نے عرض کیا کہ ایک جگہ پسند آئی ہے لیکن دو مشکلات ہیں۔ ایک یہ کہ وہ سیدہ نہیں ہیں اور میرے سیدہ بھائی کہتے ہیں کہ سادات میں شادی کرو۔ دوسرے یہ کہ اس برادری میں

بہت سے بااثر لوگ میرے خلاف ہیں۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اس لئے کہ سادات کا نکاح بغیر سادات سے جائز ہے تو جاہلوں کی بات سنا کیوں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے حضور کا فرمان قبول ہے۔ مجھے جاہلوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ فرمایا آفرین صد آفرین۔ پھر فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو تیرا کام وہیں بن جائے گا۔ اور تیرے مخالفین خود ہی عرقِ ندامت میں عرق ہو جائیں گے۔ نیز اسی وقت فرمایا کہ مناسب سمجھو تو ابھی کچھ کے راستہ سے ڈیرہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ کہ بعض جگہ فاتحہ خوانی ادا ہو جائے۔ بندہ نے عرض کیا کہ بہت خوب۔ اسی دوران حضرت صاحبزادہ کے والد صاحبؒ کا قصد آیا کہ کہیں بہاول پور کی طرف آ رہا ہوں آپ (یعنی حافظ صاحبؒ) بھی بہاول پور میں ہم سے ملاقات کریں۔ بندہ یہ خبر سن کر ناامید و حیران ہو گیا۔ کیونکہ اس وقت تو مجھے اپنے کار خیر (یعنی رشادی) کی غرض درپیش تھی۔ میں نے سوچا کہ جب حضرت بہاول پور تشریف لے جائیں گے تو میرے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ حضرت حافظ صاحبؒ اپنی صفائی باطن کی وجہ سے میرے دلی خطرہ سے آگاہ ہو گئے۔ علیٰ التبعیج بندہ کو فرمایا کہ صاحبزادہ کی طرف اس مضمون کا نیاز نامہ لکھو کہ اس طرف گھر کے تمام آدمی مریض ہیں۔ میں بالکل مجبور ہوں حاضر نہیں ہو سکتا۔ میں نے یہی مضمون لکھ دیا۔ قاصد روانہ ہو گیا۔ قاصد کے جانے کے بعد فرمانے لگے کہ تیار کرو کہ تیرے ساتھ جا رہا ہوں میں نے خوش ہو کر تیاری کی یہاں تک کہ دائرہ میں پہنچے اور چند دن دائرہ میں رہ کر پھر اس غلام کے گاؤں میں تشریف لائے اور حضرت کی موجودگی میں میری شادی خانہ آبادی ہو گئی۔ بعد ازاں بارہویں ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ کی رات حضرت حافظ صاحبؒ وہاں سے ملتان شریف کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک منزل پر خبر ملی کہ راجہ رنجیت سنگھ نے ملتان پر پھر حملہ کیا ہے علی الصبح ۱۲ ویں ماہ مکہ کو روانہ نماز تہجد ادا کرنے کے بعد ملتان کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہم راہ میں تھے کہ اس شعر قصیدہ کے معنی حضرت

حافظ صاحب سے پوچھے گئے کہ یا حضرت جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے قصیدہ میں فرمایا ہے :

وَحَلَّ دَلِّي لَهُ قَدَمًا وَارْتَى عَلَى قَدَمِ الْبَنِيِّ بِدَرِ الْكَمَالِ

اس کا مفہوم کیا ہے فرمایا اس شعر کے معنی یہ ہیں کہ ہر ولی کو کسی نہ کسی نبی علیہ السلام کے قدموں کی پیروی حاصل ہے یعنی کسی کو حضرت میرے علیہ السلام کی پیروی صفتِ جلال کی صورت میں حاصل ہے اور کسی کو صبرِ ایوب صابر علیہ السلام نصیب ہے اور کسی کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی صفتِ جمال کی صورت میں نصیب ہے اور میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں۔

پس اسی روز دن کی ایک گھڑی گزری تھی کہ دریا سے چناب کے کنارہ پر پہنچے۔ دریا کے اُس طرف کشتی بندھی ہوئی تھی۔ جب حضرت نے ملاخوں کو دیکھا کہ اُس طرف کشتی لانے سے ڈرتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ ملاخوں کو میرا نام لو تاکہ کشتی لائیں۔ خادموں نے ملاخوں کو حضرت کی آمد کی خبر کی۔ افغان برخوردار خاں یا جو کوئی بھی حضرت کے آشناؤں میں سے کشتی میں موجود تھا۔ اُس نے جب حضرت کی آواز سنی تو کشتی لے آئے۔ اُسی وقت پار گزر گئے۔ دو کھڑیاں سعد اللہ خاں کے باغ میں گزاریں۔ غلام بھی ہمراہ تھا۔ اسی دن دوپہر کے وقت آپ کو گرمی کا بخار ہو گیا۔ وقت ظہر نماز پڑھ کر روانہ ہوئے اور گھر پہنچے۔ آٹھ دن مسجد میں جانا ناممکن ہو گیا۔ غلام (یعنی زاہد شاہ صاحب) کو فو مایا کہ میری جگہ نماز پڑھانے سے بڑے کسی اور کو امام کر دو۔ بندہ امامت کرتا تھا اور حضرت کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ ان دنوں حکیم صاحب منشی جان محمد نے اس خادم کو کہا کہ حضرت کو منع کریں کہ وہ کلاب اور ٹھنڈا پانی اپنے جسم مبارک پر نہ ڈالیں کہ تپش نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کیا تو فرمایا عجیب حکیم ہے کہ حق تعالیٰ کے فرمان کے خلاف کہتا ہے کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے کہ ہم نے پانی کو زندگی کا سرچشمہ بنایا ہے اس دن بندہ حضرت کے قریب بیٹھا تھا کہ مائی صاحب زوجہ حافظ صاحب تشریف لائیں اور رونے لگیں

کہ آپ دنیا سے سفر نہ کریں۔ یہیں کس کے سپرد کریں گے کہ میرا بیٹا کوئی نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا یہ ہے اور اس غلام کی طرف اشارہ کیا۔ اور بندہ کو فرمایا کہ تم خود بھی کہو کہ میں حاضر ہوں۔ مجھے اپنی فرزندگی میں قبول کریں۔ غلام نے کہا کہ میں حلقہ بگوش ہوں۔ فرزندگی کی قدر و منزلت نہیں جانتا۔ انہی دنوں ایک دن خادم کھانا پکا کر لایا۔ تناول فرمایا اور فرمایا کہ اس حدیث شریفہ ”مَنْ شَرِبَ شَرِبَ دَلِيلَ طَعَامِ اُسْتَاذِکَ“ کے معنی کیا ہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں۔ کہ کھانا کھاتے وقت عذرا کی نظر سے مکمل ستر کریں۔ فرمایا نہیں اس کے معنی اور ہیں۔ یہاں ستر سے مراد ستر عیوب طعام ہے یعنی طعام پر طعن سے بالکل منع کیا گیا ہے۔ (یعنی کھانے میں قطعاً عیب نہ نکالو) ہر ایک نے تسلیم کیا۔

الغرض ماہ جمادی الاول کے آغاز سے نماز بیٹھ کر پڑھنے لگے اور پھر اشاروں سے ادا کرنے لگے۔ یہاں تک کہ پنجم جمادی الاول کو نماز فجر اشاروں سے ادا کی۔ اس کے بعد استغراق ذکر قلبی میں چلے گئے۔ جب ایک لمحہ اس استغراق سے افاقہ میں آئے تو پھر اشاروں سے نماز پڑھنے لگے اور اسی طرح تین بار نماز فجر ادا کی۔ دو پہر ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے۔ کہ واصل بحق ہوئے۔ آپ کے وصال کا سننا تھا کہ مخلوق خدا میں شور مچا گیا۔ ہر شخص غم و اہم میں تھا۔ اور گریہ و زاری کر رہا تھا۔ آخر خواجہ خدابخش بھی ملتان میں جو سفر حج کے خلفائے کاملین میں سے تھے۔ بندہ سے فرمایا کہ تجھیز و تکفین کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اور قبر مبارک اور مقبرہ کی تعمیر انبیاء کے مسنون طریقہ پر ہونی چاہیے۔ اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں وصال فرمایا تھا اور اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا تھا۔ آخر بندہ نے بھی اُس جگہ جہاں کہ حضرت کا وصال ہوا تھا۔ قبر مبارک کے حوضی شروع کی۔ بعض قبر کے کام میں لگ گئے اور بعض غسل کے کام میں مشغول ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ غسل کے وقت اللہ اللہ کا ورد میت مبارک سے بہت سے لوگوں نے سنا۔ آخر جنازہ تیار کیا گیا اور رکھنے میدان میں لائے۔ اتنے لوگ جمع تھے کہ صفوں کی تعداد نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ناظم

مکان کو نمازِ جنازہ میں نماز کی جگہ نہ ملی۔ نواب مظفر خاں والی ملتان اپنے لڑکوں کے ساتھ آیا۔ جنازہ کو اٹھایا اور آگے رکھا اور خود اس جگہ کھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بھی حضرت کے جنازہ پر شریک تھے۔ جنازہ کی امامت خواجہ خلا بخش جی آپ کے خلیفہ نے کی۔ اس کے بعد وہاں سے جنازہ اٹھا کر مقررہ جگہ پر دفن کیا۔ وقت عشاء تہ فین ہوئی۔ تیسرے روز قلعہ خوانی ہوئی اور دستارِ خلافت خواجہ خلا بخش صاحب کو نواب صاحب مظفر خاں نے باندھی۔ نیز نواب صاحب اور دوسرے لوگوں نے ان کے سامنے رد پے نذر کئے۔ جب ہر کوئی رخصت ہو گیا تو خواجہ خلا بخش صاحب اس بگڑی اور دستار کو لے کر اور اس بندہ کو اور اپنے چھوٹے بھائی مولوی قادر بخش کو لے کر مائی صاحبہ زوجہ حافظ صاحب کی خدمت میں گئے اور یہ چیزیں آپ کی خدمت میں نذر کیں حضرت مائی صاحبہ نے حضرت کا کلاہ مبارک اور جبہ خواجہ خلا بخش صاحب خلیفہ کو عطا فرمایا۔ اور ایک ریشمی رو مال جو حضرت کے سر پہ سال کے وقت تھا۔ اس غلام کو انعام کے طور پر دیا۔ اور اپنے گھر سے ایک اور دستار مولوی قادر بخش صاحب کو عطا فرمائی۔ جب واپس آئے حضرت خلیفہ صاحب نے کرتا بھی اس بندہ کو عنایت فرمایا اور بعض باطنی الطاف^۲ مراحم سے بھی اس غلام کو سرفراز فرمایا۔ بندہ پہلے دن سے وصال کے وقت تک حضرت کی خدمت میں تھا۔ چون کہ بندہ کو اپنی نادانی اور کم علمی کی وجہ سے مسئلہ وحدت وجود کے بارہ میں اور ادائے درد و وظائف و شغل و اشغال کے بارہ میں زیادہ خبر نہ تھی اس نے حضرت کے وصال کے بعد خواجہ خلا بخش صاحب کو حضرت کے قائم مقام بلکہ خلیفہ حضرت تھے کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ اور بہت سے مراحم و الطاف حاصل کئے۔ اور یہ بیعت اس بیعت کی مثل تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ نیز فرائضِ جلالی میں ہے کہ جس کے شیخ کا وصال ہو گیا ہو اور اس سے کوئی معصیت ذلت اور نقصان واقع ہو گیا ہو۔ پس اس شخص کے لئے جائز ہے کہ بہر کے خلیفہ

کے ہاتھ پر تہذیب و بیعت کرے اور درود و وظائف اور شغل و اشغال پوچھے کہ مرشد
ہا غلیظ بھی بعینہ مرشد ہوتا ہے۔

جناب حافظ صاحب قبلہ کے ملفوظات بہت ہیں۔ جن میں آپ کے
مناقبات و نزج ہیں۔ چنانچہ رسالہ خصال رضیہ مولوی عبدالعزیز صاحب سکند
قصر مٹہاڑاں نے جو آپ کے باعتبار مریدوں میں سے تھے اور حید عالم تھے۔ تعینت
کیا ہے اور ایک رسالہ انوار جمالیہ منشی صاحب غلام حسن رشید ملتانی نے جمع کیا
تھا۔ نیز ایک رسالہ اسرار کمالیہ زاہد شاہ سکند بھٹٹی نے بھی لکھا تھا۔ جناب حافظ
صاحب کی دو شادیاں تھیں۔ مگر اولاد نہ تھی۔ ایک لڑکی ہوئی تھی کہ وہ بھی لا ولد
فوت ہو گئی تھیں۔ حافظ صاحب کی تاریخ وصال یہ ہے :

سہ ہجور رسید صاحب جمال صاحب حال خطاب شریفی کہ خوش تعال تعال
تمام شہر ہجراں رسید وقت وصال فرد گزار جہاں را کہ بہت خواب خیال
بہی ریشہ ز پنجم جہادی الاول وداع کرد بہر کس قبیل وقت زوال
خود رسال وصال چو بہت دہوئے کرد ندائے داد و شتم کہ یافت خوب وصال
لفظ یافت خوب وصال میں آپ کا سن وصال لکھا ہے کہ ۱۲۶۶ھ مطابق منشی غلام حسن
ملتانی نے بھی تاریخ وصال لکھی ہے

سہ وہ روضہ کہ بہت سبائش این طاق خمیدہ مقرر نس
رضوان چو بنائے فرخش دید گفت : روضہ مقدس
لفظ : روضہ مقدس میں تاریخ روضہ وصال حضرت نکلتی ہے۔ آپ ۴ مزار
مبارک ۰ - ۱۰ میں ہے۔

آپ کے خلفاء بے شمار تھے مگر ان میں سے مشہور ترین اور ارشد ترین خواجہ
خدا بخش صاحب ملتانی مخیر پوری ہیں کہ صد ہا انسانوں نے ان سے فہم پایا۔
آپ اولیائے کاملین میں سے تھے۔ اور صاحب کرامت و خوارق عادات تھے کہ اب
بھی ان کے آثار کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے حضرت حافظ صاحب کے

اکثر دستوں کی تربیت کی اور خلافت دی چنانچہ زائد شاہ صاحب، مولوی غلام حسن نشئی، قاضی عیسے صاحب خان پوری اور مولوی عبید اللہ صاحب ملتانوی وغیرہ خواجہ غلام بخش صاحب کا وصال ماہ صفر میں ۱۲۵۱ھ میں ہوا۔ آپ کی تاریخ وصال یہ ہے۔

ساخت چو آن شاہ بخت مکان۔ ”غرّہ“ ماہ آمدہ تاریخ آن
لفظ ”غرّہ“ ماہ میں سے تاریخ نکلتی ہے۔ ایضاً۔

غرّہ ماہ صفر گشت وصال آنجناب۔ ”غرّہ“ ماہ آمدہ سال وصال صاحب۔

مولوی حامد صاحب اور صاحبزادہ غلام فرید صاحب بھی حضرت حافظ محمد جمال صاحب کے خلفاء سے تھے۔ رسالہ اسرارِ جمالیہ میں مولوی عبدالعزیز بڑھیا ری نے جو حافظ صاحب کے مریدوں میں سے تھے، آپ کا حلیہ مبارک اور دیگر فوائد عجیبہ عربی عبارت میں نقل کئے ہیں اور مولوی محمد عمر سوکڑی ثم تونسوی نے، جو اس کتاب الحروف کے پیر بھائی ہیں، حسب درخواست صاحبزادہ صاحب غلام فرید صاحبؒ، اس عبارت کا فارسی ترجمہ کیا ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

حلیہ مبارک یعنی حضرت حافظ محمد جمال صاحب کا حلیہ مبارک یہ ہے۔ خوب روغن رنگ برابر قد۔ سبک گوشت۔ نازک اندام۔ رونے مبارک ذرا دراز۔ دندان مبارک گویا موتیوں کی لڑی۔ بلند بینی۔ ابرو کے بال حقوٹے، نازک لب و برابر دائرہ کے بال درمیان تھے نہ زیادہ نہ کم۔ آپ کچھ پیشانی اور ناک اثرِ سجود کی وجہ سے سخت تھیں۔ اور حضرت کے پشت پر بزرگ تر تھے برابری اور یکسانی ہیں۔ انکھیں بھی معتدل اور برابر تھیں۔ تمام صفات میں نیک چشمی۔ جب چلتے تھے تو نوجوان بھی اُن کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ اور اکثر چلتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے کر لیتے تھے پشت کے پیچھے یہ اُس وقت ہوتا تھا جب آپ کے ہاتھ میں عصا نہ ہوتا تھا۔ اور اکثر کہتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اکثر عصا آپ کے ہاتھ میں دیکھا ہے۔ اور یاد نہیں کہ کبھی چلتے وقت آپ نے ہاتھوں کو ہلایا ہو جیسا کہ عام آدمیوں کی عادت ہے۔ حسب

راستہ میں چلتے تھے تو اپنے سر کو جھکائے رکھتے تھے۔ دائیں یا بائیں جانب نہیں دیکھتے تھے۔ مگر ضرورت کے مطابق

۵۔ رسم سگانت بہر سونگاہ شیر سراگندہ خرامد ہماہ ۔

آپ کی چھڑی بانس کی لکڑی ہوتی تھی جس کو عربی میں رحمہ کہتے ہیں۔ یعنی نیزہ ایک دفعہ کسی شخص نے دوسری چھڑی ارسال کی واللہ علم اس کی لکڑی کس درخت کی تھی کہ کوئی شخص اس لکڑی کو نہ پہچان سکا۔ عموماً آپ النقیات کی شکل میں دو زانو بیٹھا کرتے تھے۔ اور کبھی چوکڑی مار کر بیٹھتے تھے اور آج عمر میں ضعف کے سبب تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔

آپ کے علم کا ذکر پیچیدہ اور دقیق مسائل میں آپ فکری لحاظ سے عمدہ ترین صلاحیت رکھتے تھے۔ اگر کسی علمی مسئلہ میں ہمیں وقت پڑتی تو ہم آپ سے پوچھتے پس آپ مسئلہ بیان فرماتے۔ ہر تقریر سے خوب تر تقریر میں مسئلہ بیان فرماتے۔ اور ذہانت و علمیت کے لحاظ سے آپ کا شمار ذہین ترین طلباء میں ہوتا اور طالب علمی کے زمانہ میں بھی علوم میں بہت زیادہ ملکہ ہونے کا وجود آپ کسی سے بحث نہ کرتے الا یہ کہ آپ کو مجبور کر دیا جاتا۔ آپ نے ظاہری علوم کتاب دائرۃ الاصول تک پڑھتے پھر آپ علم معرفت کے حصول میں لگ گئے۔ پس بقیہ علوم کا پڑھنا ترک کر دیا۔ اور راہ خدا میں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے اور اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب مبارک دلی کی صحبت اختیار کی۔ جن کا مزار مبارک تاج سرور میں ہے۔ آپ علم مسئلہ وحدت وجود میں بزرگ ترین عالم تھے۔ ابن عربیؒ کی اور مولانا جامیؒ کی کتابوں کو دوست رکھتے تھے۔ اور کتاب نغات الانس و متنوی شریف۔ لوائح اللہات خصوصاً الحکم کو پسند کرتے تھے، خاص طور پر فیض محمدیؒ کو کہ جب اسے یاد کرتے تھے تو اپنے سر مبارک کو ہلاتے رہتے تھے۔ اور اپنے دونوں لبوں کو لذت سے باہم ملا کر چٹنارے لیا کرتے تھے۔ اور جب مریبدوں میں سے کسی کو کتاب کا سبق دیتے اور مسئلہ وحدت الوجود پر بیان کرتے تو اس مسئلہ کو ایسا بیان

راتے کہ عقل و فکر حیران رہ جائے۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ علم کے دریائے موجزن تھے۔ آپ نے جو علم حاصل کر رکھا تھا۔ اس کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی تمام علوم و حافی پر بیماری تھا۔ آپ مسئلہ سمجھانے میں اتنی مثالیں دیا کرتے تھے کہ کند ذہن تک بھی اس مسئلہ کو اتنی خوبی سے سمجھ جاتے جیسے کہ ذہین لوگ سمجھ جاسکتے ہیں۔

شریب و طعام۔ آپ کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ ہتھنا کوئی درمیانہ درجہ کا آدمی کھانا کھاتا تھا۔ اس کا چوتھا حصہ کھاتے تھے اور ہمیں لگان ہوتا تھا کہ حضرتؐ نے بہت کھا لیا۔ اس لئے کہ آپ سب سے پہلے کھانا شروع کرتے تھے اور سب سے آخر میں دسترخوان سے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس وجہ سے کہ دوست بلا تکلف اور بے دریغ کھائیں۔ اور کوئی باوجود بھوک کے کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائے۔ اکثر اوقات تنہا کھانا کھاتے تھے اس خوف سے کہ کہیں دوستوں کے ساتھ زیادہ نہ کھا لیں کہ ان کی رعایت سے دسترخوان سے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ چھوٹا قلم اٹھاتے تھے اور دوسروں کو بہت کھلاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ بہتر یہ ہے کہ کھانا تنہا کھایا جائے۔ اس لئے کہ نفس چوسب اور لوگوں کے درمیان چوری کرتا ہے۔ کھانے سے وقت پسندیدہ قہقہے اور شعر شروع کر دیتے تھے اور نصیحت آمیز نکات بیان فرماتے تھے۔

ایک دن حضرتؐ کی دعوت تھی۔ اور ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ پس آپ نے کھانا خرچ کیا اور آپ روٹی کا قلم توڑتے اور اُسے سالن میں بھگوتے۔ ہم میں سے کوئی اُسے اٹھا لیتا اور کھا لیتا اور حضرتؐ دوسرا قلم توڑتے اور حرکتے اُسے کوئی دوسرا اٹھا لیتا اور پہلے کی طرح کھا لیتا۔ میزبان کو بھی پتہ نہ چلتا اور نہ دوسرے آدمیوں کو کہ حضرتؐ کھا سب میں یا نہیں۔ سوائے چند دوستوں کے اور اگر غنی اور فقیر آپ کی دعوت یکساں کر دیتے تو دونوں کو قبول کر لیتے۔ مگر فقیر کے گھر بڑی محبت اور خوشی سے جاتے تھے۔ سچ کہ اس خوشی کا پتہ چل جاتا تھا کیونکہ آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نظر آتے تھے۔

ابنہ امیروں کے گھروں میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جاتے تھے اور کھانے

میں کبھی عیب نہیں نکالتے تھے اور کھانے کے عیب نکالنے والوں کو ملامت کرتے تھے۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ کئی جگہوں سے دعوت آگئی۔ پس درویشوں کو دوسری جگہ بھیج دیا اور خود ایک فیرے گھر چلے گئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ہمارے سامنے کھانے کا گوشت لایا گیا اور وہ بھی اچھی طرح نہیں پکایا گیا تھا۔ میں اُسے مکرہ سمجھتا تھا۔ پس بونہی آپ نے میری پیشانی پر کراہت کا اثر دیکھا۔ اُس کھانے کی تعریف شروع کر دی اور بڑی خوشی سے کھانے لگے۔ پس میں نے بھی جبراً وہ کھانا کھایا۔ اور حضرت کی تقلید کی۔ جب کھانے سے نارغ ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے اور دُعا یا تو لیسے صاف کئے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا کی: اَللّٰهُمَّ اَنْضِرْ لِبَاحِبِ الطَّعَامِ وَلَا تَكِلْهُ وَلِيْنٌ سَعَىٰ ذِيْنًا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِىْ فُضْلِكَ وَكَوْمِلِكَ يَا اَكْرَمَ الْمَلٰٓئِكَةِ۔

ترجمہ: خدایا! کھانے کے مالک اور کھانا کھانے والے کو اور جس نے اس محنت سے پکایا ان کو بخش دے۔ پروردگار! اپنے فضل و کرم سے اس میں برکت عطا فرما۔ تو تمام کرم کرنے والوں سے زیادہ کرم کرنے والا ہے۔ اور آپ خود پہلے نہ کھاتے تھے بلکہ دوستوں میں پہلے تقسیم سے نارغ ہو جاتے تو پوچھتے کہ کوئی باقی تو نہیں گیا۔ کہ جسے کھانا نہ پہنچا ہو۔ جب سب دوستوں تک کھانا پہنچ جاتا تو پھر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے اور فرماتے شروع کرو۔ دعوتوں میں بعض اہل شرف کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھاتے اور کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھونے سے پہلے دوسروں کے ہاتھ دھونے کو ترجیح دیتے۔ اگر کوئی بچہ ساتھ ہوتا تو سب سے پہلے اُس کے ہاتھ دھلاتے۔ اگر گوشت کھاتے تو خلال کے لئے کوئی چیز ضرور طلب کرتے۔ کھانا کھانے سے بعد خلال کرتے۔ اکثر نیم کے درخت کی لکڑی سے خلال بناتے یا گٹے سے۔

آداب لباس: آپ اچھا اور عمدہ لباس پہنتے تھے۔ تہ بند کم پہنتے تھے۔ مگر سوتے وقت آپ اکثر شلوار پہنتے۔ آپ بالعموم بٹے کے کپڑے سے لباس جوایا کرتے اور

پر کلاہ قادری رکھتے تھے۔ کہ اسے چار ترکی بھی کہتے ہیں۔ کبھی روٹی دار اور کبھی بغیر روٹی دار دھری پہنتے تھے۔ اکثر اوقات کرتا پہنتے۔ مگر سینہ پر چاک گریباں ہوتا۔ اور کبھی قلندری پہنتے کہ انگرکھا کی ایک قسم بے کشادہ کمر پر سلوٹ سے بغیر سفید پگڑی بہت کم باندھتے تھے۔ بلکہ آپ عام طور پر لنگی یعنی پشاور کی پگڑی باندھتے۔ سفر میں مونہ یا جراب پہنتے تھے۔ اور فراخ جوتے پہننے پسند کرتے تھے۔ عام لوگوں کی طرح نرم و نازک اور تنگ جوتے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

وضو کرنے کا ذکر: آپ پوری کوشش کرتے تھے کہ وضو کے لئے پانی بھی

پاک ہو اور وضو کا ٹوٹا یا برتن بھی پاک ہو۔ آپ کے وضو کا ٹوٹا مخصوص تھا کہ اس سے دوسرے وضو نہ کرتے تھے فرماتے تھے کہ اگرچہ اس کا مخصوص کرنا اچھا نہیں۔ مگر لوگ پاک و پلید کا خیال نہیں رکھتے۔ لہذا میں نے مخصوص کیا ہوا ہے۔ وضو کے پانی میں نہ کمی کرتے نہ اسراف۔ بلکہ سنت کے مطابق استعمال کرتے اور تھوٹی سی چار پانی پر بیٹھ کر وضو کرتے۔ جسے ہندی میں پبرتھی کہتے ہیں۔ جو رسیوں سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ جب وضو کا ارادہ کرتے تو اپنے رومال کو طلب کرتے اور وہ رومال اکثر سفید ہوتا۔ اور دو طرف سے بندھا ہوتا جس میں مسواک اور کنگھی ہوتی تھی۔ اور کنگھی اور مسواک کا غلاف سرخ چٹڑے کا ہوتا تھا مگر الگ الگ۔ آپ ہر وضو کی ابتدا میں مسواک کرتے تھے اور آخر میں کنگھی کرتے تھے جب ظہر اور عشاء کے وضو سے فارغ ہو جاتے تو مسجد کی طرف آتے تھے اور ہم آپ کے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ پھر آپ جیسے چاہتے اُسے امام بناتے اور خود اقتدا کرتے اکثر حاضرین میں سے عالم ترین کو نماز کا امام بناتے جو شریعت کے مطابق زیادہ پرہیزگار ہوتا۔ اگر اُس صفت کا امام نہ ملتا تو خود امام ہو جاتے یہی وجہ تھی کہ صبح کے وقت عین نماز فجر میں اکثر خود امام ہو جاتے اور جب قرأت کرتے تو ترتیل سے کرتے یعنی جلا جلا حرف سنت کے مطابق ادا کرتے۔ آپ قرأت بلند آواز سے نہ کرتے جیسا کہ عام قاری یا امام کرتے ہیں۔ بلکہ قرأت میں درمیانہ

آواز نہ ملے۔ پس جب نماز سے فارغ ہوتے تو مختصر دعا مانگتے۔ جس میں
 دین و دنیا کی بھلائی طلب کرتے تھے۔ خود عصر کی نماز فرض کے بعد ورد
 پڑھتے اور آسمان کی طرف دم کرتے اور دعا کرتے نمازِ ظہر و عشاء میں
 پہلے دعا کرتے بعد میں وردِ مذکور پڑھ کر آسمان کی طرف پھونک مارتے
 اور اگر آپ مقتدی کے طور پر نماز پڑھ رہے ہوتے تو امام دعا کرنے میں ذرا
 توقف کر لیتا تاکہ آپ کا ورد نامکمل نہ رہ جائے۔ جب آپ آسمان کی طرف منہ
 کر کے پھونک مارتے تو پتہ چل جاتا کہ آپ کا ورد مکمل ہو گیا ہے تو امام اس وقت
 دعا کرتا۔ سلام پھرنے کے بعد آپ منہ پھر کر بیٹھ جاتے۔ لوگ جو صفوں میں
 بیٹھے ہوتے تھے وہ آپ سے مل کر آبیٹھتے لیکن آپ نے اس سے منع کر دیا کیونکہ
 مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔ آپ فرض نماز کو اول وقت پڑھنا پسند کرتے
 تھے۔ خاص طور پر نمازِ جمعہ کو۔ اور جمعہ کے دن مؤمن کو حکم دیتے کہ اول وقت
 اذان دے۔ جمعہ کو غسل کرتے اور لباسِ فاخر پہنتے۔ خوشبو لگاتے اور پھر مسجد
 میں آتے اور ہم آپ کے بعد با پیچھے آتے۔ اور جب آپ مسجد میں داخل ہوتے
 تو خادمِ خاص آپ کے جوتے اٹھا لیتا اور خادم بھی تھے جو جوتے اٹھانے میں جلدی کرتے تھے
 تاکہ یہ سعادت حاصل ہو۔ اور جوتے اٹھا کر مسجد میں رکھتا۔ اس حدیثِ نبوی
 کے مطابق تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَللّٰعَلَمِیْنَ حَتّٰی اَلْعِیْنِیْنَ" ترجمہ
 جوتے آنکھوں کے سامنے رہنے چاہئیں، خطبہ مختصر پڑھتے لیکن پڑھتے۔
ذکرِ شجاعت: حضرت شجاع ترین مردوں میں سے تھے۔ چنانچہ ایک رات کو کوڑی
 خطرہ رونما ہوا۔ پس قوم سے جوانوں میں سے آپ نے سبقت لی اس حال میں
 کہ آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور جب سکھوں نے ملتان کے قلعہ کا محاصرہ کیا
 تو محاصرہ سے قبل حضرت کو یہ بات پیش کی گئی کہ دوسرے شہر میں ہجرت کی
 جائے۔ فرمایا کہ کفار سے عام جنگ ہے اس لئے اب ان سے جنگ فرض عین
 ہے۔ پس فی الحال شہر سے باہر نہیں جائیں گے کہ ہمارے لئے دو ہی مقام ہیں۔

ایک غازی کا دوسرا شہادت کا۔ پس ایک رات کافروں نے ایک برج میں سوراخ کرنا شروع کیا اور پھر کافروں نے بُرج کے اس سوراخ کے راستے سے قلعہ میں داخل ہونا شروع کیا اور بہت سخت خوف پیدا ہو گیا اتنا کہ دلیر ترین آدمی بھی لرزنے لگے۔ پس جب حضرتؑ نے بُرج کے ٹوٹنے کا سنا اور یہ سنا کہ کفار اُس راستے سے قلعہ میں آگئے ہیں تو آپ دوسرے آدمیوں سے قبل جلد جلد اُس ٹوٹے ہوئے برج کے مقام پر پہنچے اور اُس جگہ کو دیکھا اس وقت آپ کے پاس کمان اور تلوار کے سوا کوئی تیسرا ہتھیار نہیں تھا۔ آپ تیرا نمازی میں بے مثال تھے۔ حتیٰ کہ آپ اس فن تیرا نمازی کی لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ آپ ہر ہتھیار کی کیفیت کو پہچانتے تھے۔ آپ ان دنوں شجاعت کے جذبہ میں سرشار تھے اور کسی جائے خوف و ہلاکت میں نہیں ڈرتے تھے۔ کیوں کہ آپ کا توکل اور اعتمادِ خدا نے کریم پر بہت تھا۔

ذکر خلقی : حسنِ خلق میں آپ نیک ترین انسان تھے۔ چھوٹوں پر سب سے زیادہ شفقت اور مہربانی کرنے والے تھے۔ جب آپ کے پاس کوئی بچہ آتا تو اسے کوئی چیز دیتے جس سے وہ خوش ہو جاتا۔ آپ اُس سے ایسا کلام کرتے کہ اُس کا دل خوش ہو جاتا۔ آپ اُس سے پیار کرتے اور اُسے کوئی میٹھی چیز دیتے اگر کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو اپنی زبانِ درافشاں سے تو کچھ نہ کہتے البتہ آپ کی پیشانی سے ناپسندیدگی کا اظہار ہو جاتا اور اگر اُس غلط بات کو منع کر لے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا تو پھر بھی کھلے الفاظ میں منع نہ کرتے بلکہ اشارے کنائے سے اس کا اظہار کرتے تاکہ متعلقہ آدمی کو پتہ چل جائے۔

ذکر خاتم : آپ کے پاس ایک چاندی کی انگوٹھی تھی جس میں آٹھ کونوں والا یعنی حقیق جڑ تھا اور اس پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ ”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ“ یہ انگوٹھی کسی معتقد نے آپ کی نذر کی تھی اور یہی صبحِ حضرت جمال الدین بانسوی کی انگوٹھی میں تھا۔ اور یہ حدیثِ مسلم اور ترمذی کی ہے۔ ”اِنَّ سُرْمُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ فَعَالَ رَجُلٌ یَا سُرْمُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یُّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنٌ وَفَعَلُہٗ“

حَسَنٌ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ وَصِيحْبُ الْجَمَالِ (متوجہ) ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی مذمت بیان فرمائی تو ایک شخص نے عرض کی کہ حضور! ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا لباس اور ہوتے حسین ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ خود بھی جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند بھی فرماتا ہے۔ اور مولوی عبدالعزیز پڑھیاری سے منقول ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضرت حافظ صاحب انگوٹھی کو اپنی انگلی میں پہنتے ہوں بلکہ وہ کپڑے میں بندھی ہوئی ان کے خادم کے پاس رہتی تھی اور اُس سے خطوں پر مہر لگاتے تھے۔ بعض کم فہم لوگ یہ گمان رکھتے تھے کہ آپ کا نام چونکہ ”جمال“ تھا اور اس حدیث میں آ ہے کہ ”اللہ جمال کو محبوب رکھتا ہے“ تو گویا آپ نے ایک طرح سے محبوبیتِ خداوند کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ یہ تو بطور ایک نیک فکون اور ایک دُعا کی حیثیت سے الفاظِ کندہ کر رکھے تھے یا اللہ کی نعمت کے بیان کے طور پر بتلانا مقصود تھا کہ انسان خدا کا دوست تب ہی بن سکتا ہے کہ وہ بدی کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرے۔

آپ کے بیعت کرنے کا ذکر: آپ جب کسی کو بیعت کرتے تھے تو پہلے خود وضو فرماتے اور اُسے بھی وضو کراتے پھر کونہ میں لے جا کر اسے بیعت کرتے تھے۔ اُسے اپنے سامنے بٹھاتے پہلے استغفار و تسبیح و تہلیل اور قرآن شریف سے ایک آیت حمد جیسے آیت نور وغیرہ پڑھتے تھے۔ پھر اُس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ کہو میں نے بیعت کر لی بن فلاں طریقہ میں اور میں نے عہدہ لیا ہے کہ اس کے خلاف نہ کروں گا۔ اُسے پہلے پوچھتے تھے کہ کس طریقہ میں محبتِ بیعت کرنا چاہتے ہو۔ پس جو وہ کہتا اس طریقہ و سلسلہ میں داخل فرماتے اور آپ کو چاروں سلاسل یعنی چشتیہ قادریہ نقشبندیہ و سہروردیہ میں جامعِ خدفت حاصل تھی۔ مگر آپ کا خاص سلسلہ چشتیہ تھا اور یہی آپ کو پسند تھا اور اگر کوئی اسی سلسلہ میں بیعت کرتے تھے۔

بیعت کرنے کے بعد اُسے اوراد وغیرہ جو وہ چاہتا عطا کرتے تھے اور وضو ٹھیک طرح کرنے اور مسواک، کنگھی کرنے سوتے وقت سر پر ڈالنے اور گناہ سے دور رہنے کے بارہ میں حکم فرماتے تھے۔ اور اس کے موافق حال آتے۔ اشغال عطا فرماتے تھے۔ آپ عام طور پر اپنے اوراد و وظائف کو درود شریف سے شروع کرتے یا بھروسہ اللہ سے آغاز کرتے۔ سوتے وقت آپ اللہ، اللہ کا ورد بکثرت کیا کرتے تھے۔

کاتب المحروف کہتا ہے کہ سلسلہ جمالیہ میں یعنی جناب حافظ محمد جمال ملتان صاحب کے مریدوں اور آپ کے خلفاء کے مریدوں میں ختم ستری بکثرت پڑھا جاتا ہے۔ جناب حافظ صاحب بھی یہ پڑھا کرتے تھے کہ انہیں جناب حضرت قبلہ عالم سے موصول ہوا تھا۔ اس کی ترکیب یہ ہے :

ترکیب ختم ستری

ختم ستری پڑھنے کا وقت زوال کے بعد سے آخر شب تک ہے۔ ضرورت و لا چاری کے وقت جب بھی ممکن ہو سکے پڑھ لے۔ طریقہ یہ ہے کہ جب پڑھنے کے لئے بیٹھے تو اپنے آپ کو اپنے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نام تصور کرے، یعنی یہ جانے کہ میرا نام محمد ہے۔ پھر ختم کو اس طرح شروع کرے کہ اول فاتحہ ایک بار اور اخلاص سات مرتبہ پڑھ کر ان کا ثواب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، محدثین ازہری، حافظ محمد اسعد، محبت النبی حضرت مولانا فخر الدین قبلہ عالم، خواجہ نور محمد اور حافظ جمال الدین ملتان کی ارواح کو بخشے۔ اس کے بعد یا باسط یا دود کے اسماء کا ۹۲ بار ورد کرے۔ اس کے بعد یہ دعا ۹۲ بار پڑھے یا مُمّی یا دُؤب یا دُؤی یا جُؤدُ اَلْفُحْمِ بِفُحْمَاتِ خَيْرِ سَائِغٍ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ پھر یہ دعا ۹۲ بار اور پھر یہ دود ۹۲ بار پڑھے اَللّٰهُمَّ مَبْلُغِ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّوْرَ الَّذِي السَّادَةِ سَمُوْنِيْ فِيْ جَمِيعِ الْاَسْمَاءِ وَالْصِّفَاتِ وَعَلٰی اِلٰهِهِ وَانصَابِهِ وَسَلِّمْ۔ بعد ازاں پھر ایک بار الحمد اور سات مرتبہ اخلاص پڑھ کر بزرگانِ مذکورہ کو نیاز و ثواب پہنچائے اور درگاہِ ایزدی میں دعا کرے۔

اور اپنی حاجت طلب کرے۔

جناب حافظ جمال معمولاً مختصر کلام میں گفتگو فرمایا کرتے تھے مگر ان کی گفتگو طالبان کے لئے نفع بخش اور حکمت و معرفت سے بھرپور ہوتی تھی۔ حافظ صاحب کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر شخص سے اُس کے مزاج کے مطابق گفتگو کرتے تھے اگر کوئی عالم ہوتا تو علمی مسائل کی گفتگو شروع فرماتے۔ اگر کوئی زراعت پیشہ ہوتا تو اس کے ساتھ اس کے تالیف قلب کے لئے اور اس کی خوش طبعی کے لئے دلچسپ حکایات بیان کرتے۔ کبھی کبھی آپ محض حاضرین مجالس کے دلوں کو راضی کرنے کے لئے کلام فرماتے تھے مگر اس میں صرف حق اور سچ کو ہی دخل ہوتا تھا۔

حافظ جمال صاحب کے کلماتِ قدسی و ارشادِ معنوی

① آپ نے فرمایا خوارقِ عادت و کرامت یہ ہے کہ سالک عاداتِ نفس میں سے اپنی کسی عادت کو توڑ دے اُس عادت کو کم کرے یا خاموشی سے یا ریاضات وغیرہ سے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ نے عاداتِ نفس میں سے تیری کسی عادت کو توڑ دیا تو اس کا ثمرہ دو طرح سے ہے۔ ایک یہ کہ اس عادت شکنی کے باعث تجھے کوئی بدلہ دے دیا جائے۔ لیکن یہ مناسب اور اچھی بات نہیں۔ بعض اہل تحقیق تو اس بدلہ پر ہی فریفتہ ہو کر اس گھڑی اس کو کرامت شمار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ کرامت تو ریاضت کرنے والے کفار کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس عادت شکنی کی پاداش میں حق تعالیٰ تیرے درجات میں بلندی عطا فرمادے اور تجھے معرفتِ ربانی اور فقر جیسی عظیم نعمتوں سے نواز دے۔ عادت شکنی کا طریقہ یہی حق اور سچ ہے اور سالک کی عظمت و شرافت و نیک نامی کا موجب ہے۔ اسی زمرہ میں اولیاء کی کرامتیں آ جاتی ہیں اور ان کا ظاہر جو نا بڑا اچھا ہے۔ بظاہر تو یہ اسی عادت شکنی کا بدلہ نظر آتا ہے لیکن حقیقت ایسا نہیں ہے۔ یہاں پر مصنف فرماتا ہے کہ یہ لفظ ریزہ بائے علوم میں سے ہے جسے صرف سیاہی چشم ہی سے لکھا جاتا ہے۔ اس لئے اس راز کو خوب ذہن نشین کر لیں۔

۴) فرمایا کہ تمام اشتغال میں سے نیک ترین و بہترین شغل شغلِ نماز و صلا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس وقت ”وجود از تو یا غیاز تو“ ظاہر ہو تو جان لے کہ درحقیقت یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا ہے۔ فاعل حقیقی وہی ہے۔ اُس کا ظہور اُس کے سوا نہیں ہو سکتا مگر بصورتِ امر باطل۔ پس خدا تعالیٰ کا کام نماز کی طرح ہے اور تبرا فعل صلا کی طرح۔ اور صلا خالی آواز کو کہتے ہیں جو کہ وہ دریا اور اس طرح کی دوسری جگہوں سے آتی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ بیت پڑھا۔

ہم عالمِ صلائے نعمہ اوست پاک شیدا یمنین صلائے دراں
 ۵) فرمایا ہر شخص اپنے آپ کو قیامت کے دن مختلف شکلوں میں سے ایک شکل میں دیکھے گا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اِنَّ اللہَ یَجْعَلُ لِّہِمَّا فِی صُوْرَۃٍ مِّنْکَۃٍ فِیَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اَنْ تَکُوْنَ رِبَّنَا فِجْعَلِ لِّہِمَّا فِی صُوْرَۃٍ حَسَنَۃٍ فِیَقُوْلُوْنَ اِنْتَ رِبَّنَا وَیَسْجُدُوْنَ لَہٗ بَعْدَ ذَٰلِکَ۔

واللہ تعالیٰ نے اپنا جلوہ جب ناموس شکل میں دکھایا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ خدا کی پناہ! کہ ہمارا رب اس شکل کا جو لیکن جو نبی اُس نے اپنا جلوہ حسین شکل میں دکھا تو سب اس کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے۔ اور فرمایا جب اس حدیث کو سلطان المشائخؒ نے سنا تو یوں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ علیٰ فی صوْرَۃٍ شیخی فرید الدین مسعود الاجود دھنی وان تم یجتلی علی فی صوْرَۃِہم فلا اراہ“

۶) فرمایا۔ درویشی کیا ہے؟ درویشی خاک چھانا اور اُبرو ڈالنا ہے۔ اور درویش وہ ہوتا ہے جس سے کسی شخص کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ پہنچے۔

۷) فرمایا! اکثر اہل بہشت دیوانے ہوں گے کہ یہ بات حدیث میں بھی مذکور ہے لیکن دیوانوں سے مراد جنوں نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ دیوانوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا سے غافل اور ماسوی اللہ سے جاہل ہیں یعنی غرور کو نہیں مانتے۔ فرمایا کہ یہ دعا اعضا کی مستحقِ در کر لے، اعضا کو قوت دینے اور کلفتِ زبان کو

ہٹانے کے لئے بہت مفید ہے۔ سو منہ کو آٹے میں بھون لو۔ پھر آگ سے اتار کر اُس

لے وزن کے برابر چینی ملاوا اور کھاؤ۔

۷۔ فرمایا میں نے سنا۔ ہ کہ جو سرمہ بلیک زرد کے پانی سے پسا جائے وہ آنکھوں سے پانی بہنے کو ناپزور دیتا ہے۔ اور حضرت حافظ جمال مصفراوی بخار کا علاج کردہ کے پانی سے کرتے تھے کہ عربی میں اسے ہندیا کہتے ہیں۔ اس میں ٹنک بھی ملا یا جائے تو بہتر ہو جاتا ہے۔ حافظ صاحب اپنا اور اپنے اکثر مریدوں کا اسی سے علاج کیا کرتے تھے مصنف کہتا ہے کہ میں ایک روز حافظ صاحب کے ساتھ کشتی میں سوار تھا ملح نے پانی کی گہرائی معلوم کرنے کے لئے ایک لمبی لکڑی دریا میں ڈالی سب پانی اس قدر گہرا دیکھا کہ اس کی انتہا معلوم نہ ہوئی تو کہا اللہ حافظ صاحب نے پانی کی گہرائی معلوم نہ ہونے کے بعد جب یہ لفظ سنا تو میری طرف اشارہ فرمایا اور کہا اے عبدالعزیز مجھ گئے اس رمز و بید کو۔ میں نے کہا جی ہاں حق تعالیٰ کی حقیقت بحر عمیق کی مانند ہے کہ اس کی گہرائی اور اس کی انتہا معلوم نہیں ہو سکتی۔ پس فرمایا۔ پس اس میں رہی رہے۔

۸۔ فرمایا اَلْاُنُوْیَ بَعْدَ اَلْاُنُوْیَ تِسْعَ سَالٍ کِی عمر کے بعد ٹھنڈا ہو جاتا ہے اس لئے کہ حق سبحانہ تک پہنچنا اور عرفان کے درجات کا بلند ہونا اس کے سوا نہیں ہے کہ نفس سرکش کی مخالفت کی جائے اور آرزوؤں کو قطع کر دیا جائے مہیہ و جبہ فرشتوں کو ترقی اور سر بلندی کے مواقع حاصل نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مقررہ مقام پر رکے رہتے ہیں۔ اس سے آگے ان کا گزر نہیں ہوتا۔ اسی سبب سے خاص انسان خاص فرشتوں پر شرف و بزرگی رکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ آغاز جوانی ہوتی ہے اور نفس امارہ کی خواہشات تیس سال کی عمر سے قبل بہت سخت تر ہوتی ہیں۔ پس مذکورہ عمر سے پیشہ نفس کی مخالفت حق تعالیٰ تک رسائی کے لئے بہت اثر رکھتی ہے۔

۹۔ فرمایا اَلْوُجُوْہُ کُلُّهَا خَیْرٌ یعنی تمام صورتیں درست ہیں۔ میں نے کہا اشتراقیوں کی حکمت کے مقامات میں سے یہ ایک عظیم الشان مقدمہ ہے اور صوفیا اس مقدمہ کو قبول کیا ہے۔ جب کافر و قاتل کی بعض نیکیوں کے باعث میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں دوسرے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کافر کا قاتل غازی ہے اور اس کا مقتول شہید ہے۔

۱۰۔ اور فرمایا: ”وصل الی التابا مغفرت الہی کا حسن طریق طریقہ مشائخ ہے جو اسنادِ صحیح کے ذریعہ سے حضرت رسول اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور وہ ظاہر شریعت کو آراستہ کرتا۔ اس پر استقامت رکھنا اور باطن کو اوصافِ ذمیرہ سے پاک رکھنا ہے۔

۱۱۔ اور فرمایا: حدیث ”الْمُؤْمِنُ مُرَاةُ الْمُؤْمِنِ“ یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ کی مانند ہے۔ کے معنی دو طرح کے ہیں۔ اول یہ کہ لفظ مومن سے مراد حق تعالیٰ ہے یعنی مومن حق تعالیٰ کا نام بھی ہے۔ اور لفظ مومن کے دوسرے معنی ہیں بندہ مومن۔ دوم یہ کہ جیسے فتوحات میں لکھا ہے کہ خلا تعالیٰ تمہاری ذات کو دکھانے والا آئینہ ہے، اور اس اللہ کے اسما و صفات کا آئینہ تم ہو۔

نقل ہے کہ ایک دن میں حضرت کے ہمراہ کشتی میں سوار تھا جب آپ نے دریا کی موجوں کو دیکھا تو فرمایا: ”سمناہ کی موجیں اس دنیا میں“ وجودِ مطلق کے ظہور کی بہترین مثال ہے۔ اکثر اوقات میں حضرت سے یہ بیعت سنا کرتا تھا۔

رباعی: البحر بحر علی ما کان فی قدم الخ

اور فرمایا: ”ان الحوادث امواج ذنہا لا تجتنبک الا شکال عن تشاکلہا“

۱۲۔ اور فرمایا: ہم قرآن کے قاری حضرات سے سنا کرتے تھے کہ وہ ”ایاں نعبدکے دو کلموں سے مابین فرق کیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح ”ایاک نستعین“ کے دو کلموں سے مابین بھی جدا کرتے تھے۔ پس ہم نے کتابِ مینۃ المصلیٰ کی شرح کبیری میں دیکھا، وہاں لکھا ہے کہ ان کو الگ الگ نہ کیا جائے۔ میں کہتا ہوں بہتر یہ ہے کہ میانہ روی اختیار کی جائے۔ مگر کچھ لوگ فاصلہ و فرق میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ قریب قریب دونوں کلمات ایک دوسرے سے مکمل طور پر جدا ہو جاتے ہیں۔ لہذا مینۃ المصلیٰ میں جو ممانعت کی فصل آئی ہے وہ قطعی طور پر مبالغہ کرنے والوں کے بارے میں ہے

۱۳۔ اور فرمایا: حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کی ہر آنے والے خاص دعاء

کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ جب آپ سے اس تعظیم کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے قیام کا یہ بیت جواب میں پیش کیا۔ شعر:

بأن النفس كالطفل ان تملأه يشب على حب الرضاع وان تظلم تنقسم

دوستی نفس کی مثال ایک شیر خوار بچے کی سی ہے کہ اس کو دودھ پونے کا سلسلہ

موقع ملتا رہے۔ تو وہ دودھ پونے کی بدولت جوان ہو جاتا ہے اور اگر اسے دودھ پونے سے روک دیا جائے تو وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ پس میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کی یہ عادت نہ بن جائے کہ وہ کسی کی قرار داتی تعظیم نہ کرے۔ چنانچہ فی نفسہ ذاتِ مولاؐ کے نزدیک ہر کسی کی تعظیم کا سبب یہ تھا کہ وہ ہر شخص میں ذاتِ حق کو ملاحظہ کرتے تھے۔ پس دراصل وہ ذاتِ حق کی تعظیم کرتے تھے۔

اور فرمایا حضرت شیخ سعدیؒ کے اس شعر:

سہ یا مکن با بیل بانان دوستی یا بنا کن خانہ را در خور و بیل

کے معنی یہ ہیں کہ قیل سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہے اور بیل باناں سے مراد اولیاء اللہ ہیں۔ یعنی مقصود یہ ہے کہ اگر اولیاء اللہ کے ساتھ دوستی طلبِ حق کے واسطے کر جائے تو اپنے خانہ دل کو دھو کہ، خربیب، بعض، کینہ اور حسدِ ماسوی اللہ سے پاک کر دیا جائے۔ تاکہ ولی کا فیض تم تک پہنچے جائے۔

مولوی عبدالعزیزؒ بھاری رسالہ مذکور میں لکھتے ہیں کہ چونکہ میں پیروِ مشائخ حضرت حافظ جمالؒ کی خدمت میں خطوط ارسال کیا کرتا تھا۔ اس لئے مجھے واضح خط لکھنے کا امر فرمایا تھا اور غوغلی کو ترک کرنے کا۔ ایسی خوش خطی جس میں پیچیدگی پائی جائے اور زبا کرستہ نہ لکھنے والے کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ پڑھنے والے کو اس کا خط پڑھنے کی تسکین نہ

ایدا پہنچے۔

فرمایا کہ ذاتِ خدا کی مابیت کو پانا ممکن نہیں ہے اور یہ اشارہ ہے اُس قولِ باری تعالیٰ کی طرف ”وَيَجِدُكُمْ إِذَا لَمْ تَدْعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ بِالْعِبَادَةِ“ یعنی خدا تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اور یہ جملہ تہذیب کے لئے بمنزلہ دلیل د

ثبوت ہے "اتما یحزر کم رائفہ" یعنی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اُن کو محض مہربانی کے طریقے سے ڈرائے گا تاکہ وہ اپنے اوقات کا نیا نہ کریں کسی ایسے میں جس کو وہ پانہیں سکتے۔

فرمایا جب حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج شریف پر تشریف لے گئے تو حق تعالیٰ نے آپ کو بہت سے علوم کی تعلیم دی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا۔ پس جب آپ معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ایک روز ایک دیوانے کو دیکھا کہ وہ اُن اسرار کو گلیوں اور بازاروں میں بیان کر رہا ہے۔ پس جب آپ نے رب تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے رب : یا مہربان کہ مجھے تو اس کے افشا سے منع کر دیا گیا ہے۔ مگر اُسے کہاں سے معلوم ہو گیا جو وہ ظاہر کرتا پھر تا ہے پس وحی آئی کہ یہ بھی ہماری رازوں میں سے ایک راز ہے تو اُس راز کے بارے میں مت پوچھو۔ اگر تو بھی وہ راز کہہ دے تو دنیا میں فتنہ کا خوف و اندیشہ ہے۔ لیکن مجنوں اور دیوانے کے کلام و گفتگو پر لوگ اعتبار نہیں کرتے۔

کاتب الحروف (مولانا نجم الدین سلیمانی) کہتا ہے کہ یہ سب کلمات قدسی وغیرہ جو جناب حافظ صاحب کے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو میں نے مولوی عبدالعزیز بٹھاری کے رسالہ سے نقل کیا ہے۔ البتہ زامد شاہ ٹھٹھی وال نے رسالہ اسرار الکما لید میں جناب حافظ صاحب کے جو الفاظ قدسی تحریر کئے ہیں، اُن میں سے چند یہ ہیں۔

فرمایا: جو لوگ وضو کے دوران بازو دھوتے وقت صرف کلائی سے لے کر کہنی تک دھوتے ہیں وہ تارک سنت ہیں۔ اس لئے کہ وہ پہلے ہاتھ دھو لینے کو بازو دھوتے کے حساب میں لے آتے ہیں۔ لہذا وہ تارک سنت ہو گئے اور امام شمس اللہ العلویؒ نے کہا: اس کا وضو جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ سنت فرض کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

اور فرمایا کہ استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔

اور فرمایا کہ وضو جو انوں کی طرح کیا جائے اور نماز کمزوروں کی طرح یعنی بالکل آہستگی کے ساتھ ادا کی جائے۔

منقول ہے کہ ایک روز میراجبائی سید امیر شاہ بڑی جلدی سے نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت حافظؒ نے فرمایا: اے برخوردار مجھے نماز شروع کئے سو سال ہو گئے ہیں مگر اس قدر ضبط حاصل نہیں ہوا جو ضبط تجھے مقولہ دلوں میں حاصل ہو گیا ہے۔

اور فرمایا: غالب کو چاہیے کہ ہر وقت با وضو رہے۔ اور اگر وضو دشوار ہو تو تیمم کر لینا چاہیے۔

اور فرمایا: اَلْوَضُوْءُ عَلٰی الْوَضُوْءِ لَوْ عَلٰی تَوْبَةٍ یعنی وضو کے باوجود تجدید وضو فوراً ضروری ہے۔

اور فرمایا: ابوطا کو ہمیشہ پانی سے بھر کر رکھنا چاہیے کہ مستحب و محسن ہے۔

اور فرمایا: ایک روز مجھ سے نے پوچھا کہ اس مصرع کے معنی کیا ہیں؟

مصرع: "وَضُوْءٌ رَادٍ رِضْوَانُ كَرِيْمٌ وَضُوْءٌ كَرِيْمٌ"

میں نے عرض کیا جعفری فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا: وضو واؤ کی زیر سے پانی کے معنی ہیں

ہے۔ وضو واؤ کی زیر کے ساتھ لوٹے یا کونے کے معنی ہیں ہے۔ اور وضو واؤ کی پیش کے

ساتھ مطلق وضو کے معنی ہیں ہے۔ وضو اعضاء خاص کو دھونے کا نام ہے۔

اور فرمایا: اَلْوَضُوْءُ سَلَامٌ اَلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی وضو مومنوں کے لئے بہتیار کے بموجب ہے۔

اور فرمایا: ہمیشہ با وضو رہنا عزت کے دفعیہ کے لئے ایک مفید عمل ہے۔

اور فرمایا: وضو کے بعد کنگھی کرتے وقت الم نہ خرچ پڑھنی چاہیے کہ بہ عمل رزق کی فراخی

اور قرض سے دوری کا باعث ہے۔

اور فرمایا: جو شخص مسواک نہیں کرتا اس کا کوئی وضو نہیں ہوتا کامل وضو کے لئے

مسواک کرنا ضروری ہے۔

اور فرمایا: کہ آیت شریف "جُزْءٌ سَيِّئٌ مِّثْلُ مَا كَمُلَ" کے دو معنی ہیں۔ اول

اہل ظواہر کے نزدیک یوں ہے کہ گناہ کی جزا گناہ کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے یعنی جو

شخص کسی کے ساتھ بدی کرتا ہے۔ تو دوسرا اس کے ساتھ اسی قدر بدی کر سکتا ہے

دوئم عرفا کے نزدیک اس طریق پر ہے کہ بدی کا بدلہ لینا بدی ہے اُسی بدی کی طرح۔ چنانچہ

اس کے لئے مناسب تو تھا کہ معاف کر دیتا۔ اب یہ جو کسی شخص نے بدی کا بدلہ لے لے!

تو گویا اُس نے بھی اُس شخص کی طرح بدی کی۔ اور برا بن گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا

قوله "فمن عفا واصلح فاجره على الله عز وجل" کے مذکورہ بالا قول کی تائید و حمایت کرتا ہے۔ اس کے مطابق ہادی کی دلیل یہ ہے جو عرفا فرماتے ہیں کہ تمام امور کا ظہور حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور غیرت، اُن کی نگاہ سے رفع و دور ہو جاتی ہے جبکہ حق تعالیٰ جمال و جلال کے اوصاف سے متجلی و اُراستہ ہے۔ یہ عجیب ایمان ہے جو ایک صفت سے آجاتا ہے اور دوسری صفت سے چلا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ مجازی عاشق کو بیٹے اور بیوی جیسے مجازی معشوق مل جائیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ عاشق پر رحم کریں تب بھی خوش ہو گا۔ اگر بے رحم کریں تب بھی خوش ہو گا۔ اس کے مقابلہ میں حق سبحانہ تعالیٰ چونکہ معشوق حقیقی ہے اور اس کے عاشق بھی عاشقان حقیقی ہیں، تو اگر یہ عشاق اپنے محبوب حقیقی کی بعض صفات پر ایمان لے آئیں اور انہیں تسلیم کریں، اور بعض سے بیزار ہو جائیں تو پھر یہ کس طرح عاشق صادق ہوں گے۔

اور فرمایا کہ شیخ رکن عالم ملتان "میرے سلسلہ چشتیہ کے ساتھ نسبت تمام رکھتے ہیں۔ اکثر و بیشتر میرا اُن کی زیارت کی رغبت رکھنا اس سبب سے ہے۔ دریافت کیا گیا کہ اُن کا سلسلہ تو سہروردیہ ہے وہ اس سلسلہ سے کیسے نسبت رکھتے ہیں: فرمایا حضرت رکن عالم "سلسلہ چشتیہ میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے مجاز ہیں۔ انتہی عبارت۔

منقول ہے کہ ایک روز حضرت حافظ صاحب تشریف فرما تھے آپ کی مجلس میں توکل کا ذکر چھڑ گیا۔

فرمایا: ہمارے ماہرین حضرت قبلہ عالم کے جملہ خلفاء و جانشینان میں سے حق تعالیٰ نے جتنا رتبہ توکل حضرت سنگھڑ والہ صاحب کو دیا ہے کسی اور کو وہ رتبہ حاصل نہیں ہوا۔ یعنی حضرت خواجہ سلیمان نے توکل کو اس درجہ تک حاصل کر لیا ہے کہ ہم میں سے کسی وہ درجہ حاصل نہیں ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک،

خودت خواجه شاه محمد سلیمان قزوینی

خودت خواجه علی محمد / خودت خواجه درویش محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت
متوفی ۱۱۷۳۳ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری

خودت خواجه ابوالحسن / خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت
متوفی ۱۱۷۳۳ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری

خودت خواجه سلطان محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت
متوفی ۱۱۷۳۳ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری

خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت
متوفی ۱۱۷۳۳ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری

خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت
متوفی ۱۱۷۳۳ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری

خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت
متوفی ۱۱۷۳۳ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری

خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت خواجه میرزا محمد / خودت
متوفی ۱۱۷۳۳ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری / متوفی ۱۱۷۳۰ هجری قمری

حصہ چہارم

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ



Nafseelam

Creating the New Heritage of Islamic Culture



سلطان تارکان، برہان عارقال، دلیل واصلال، محبوب الرحمن حبیب السبحان

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام خواجہ محمد سلیمان ہے اور آپ کی والدہ کا نام بی بی زلیخا ہے۔ آپ کے والد کا نام زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خاں بن خان محمد تھا۔ آپ افغان تھے اور قوم جعفر سے تھے جو قبیلہ رمدانی کی شاخ تھی۔ اس قبیلہ کے جد امجد رحیم داؤد جعفر تھے جن کے نام سے قبیلہ کا نام رحیمدانی مشہور ہو گیا۔ اور بعد میں رحیمدانی کی جگہ کو حذف کر دیا گیا تو رمدانی رہ گیا۔ یہ رمدانی دراصل رحیمدانی کا مخفف ہے۔ بعض نے آپ کے قبیلہ کا نام سالارانی بھی لکھا ہے۔

آپ کا مولد اور وطن مالوٹ موضع گڑگوجی بہت جگہ کوہ درگ میں واقع ہے یہ پہاڑ تونسہ شریف سے مغرب کی طرف تیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے آباء اجداد اسی موضع مذکور میں رہتے تھے۔ اور آپ کی ولادت باسعادت بھی اسی موضع میں ہوئی تھی۔ آپ کا ایک بڑا بھائی تھا جس کا نام یوسف تھا۔ جو عین جوانی میں نکاح سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے۔ اُن کی قبر گڑگوجی میں ہے۔ آپ کی چار بہنیں تھیں۔ (۱) بی بی حلیمہ جن کا نکاح اسماعیل جعفر سے ہوا تھا۔ اُن کا ایک بیٹا تھا جس کا نام محمد عرف مڈر تھا۔ (۲) بی بی خواجہ کے شوہر کا نام الیاس جعفر تھا اور اُن کا بیٹا محمد گوڑا تھا (۳) بی بی فاطمہ جن کے شوہر کا نام محمد جعفر تھا اور اُن کے بیٹے کا نام اخون محمد عرف تھا۔ (۴) بی بی بائی جن کے شوہر کا نام ابراہیم جعفر تھا۔ اُن کے بیٹوں کے نام نور محمد، عبد الرحمن، جو آپ کا داماد تھا۔ اور محمد عرف مڈر تھے۔ یعنی آپ کی ان چار بہنوں سے (اولاد کثیر تھی، جو تونسہ شریف میں آپ کے قرب و جوار میں سکونت پذیر ہے۔

آپ کو حق تعالیٰ نے دینی مادر زاد پیدا کیا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ صاحبہ کوہ گڑگوچی کے ایک چشمہ سے۔ جہاں سے عورتیں پانی لاتی تھیں پانی مشکیزہ میں لا کر اپنے گھر کی طرف آرہی تھیں کہ ایک درویش جس کا لباس ہندوستانی تھا۔ راستہ میں کھڑا تھا۔ اچانک اس درویش کی نظر آپ کی والدہ کے جمال پر پڑی تو کہنے لگا سبحان اللہ اس شکم میں بادشاہ دو جہاں ہے کہ اپنے عہد میں سلیمان زماں بیٹھے گا۔ اور ہزار با مخلوق کو فیض پہنچائے گا۔ اور تمام جن و انس سجاوہ کریں گے۔ یہ بات کہہ کر وہ درویش وہاں سے چل دیا اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور پھر انہیں کسی نے نہ دیکھا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے یہ حکایت ایک درویش پیر بخش کی زبان سے اس طرح بھی سنی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ایک شخص سکنہ کوہ درگ باشندہ گڑگوچہ سے سنا ہے کہ ایک درویش نے نہر گڑگوچی سے کنارہ پر آکر ڈیو ڈالا ہوا تھا۔ جہاں سے عورتیں پانی لاتی تھیں۔ وہ ہر روز عورتوں کو دیکھتا تھا۔ گڑگوچی کے ایک شخص نے اُسے کہا کہ اے درویش اس جگہ کیوں ڈبہ کیا ہے۔ اُٹھ جاؤ اور دوسری جگہ چلے جاؤ۔ اُس نے کہا میں درویش ہوں اس جگہ سے نہیں اُٹھوں گا۔ الغرض اس شخص کو اس درویش پر بدگمانی ہو گئی کہ اس درویش نے عورتوں کی گزرگاہ پر ڈیو کیوں ڈالا ہے۔ وہ اس کی ٹوہ میں رہتا تھا اور ادھر ادھر چھپ کر اُسے دیکھتا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ہر روز جب عورتیں پانی کے لینے کے لئے دیاں آتیں تو یہ درویش اپنی جگہ پر بیٹھا اُن کا نظارہ کرتا۔ ایک دن آپ کی والدہ صاحبہ پانی لینے کے لئے اُس نہر پر آئیں جب اُس درویش کی نظر آپ کی والدہ صاحبہ پر پڑی تو بے اختیار اُن کی تعظیم کے لئے استعا۔ آداب سجایا اور سلام کیا اور جب تک آپ کی والدہ محترمہ واپس گھر تشریف نہ لے گئیں ان کی تعظیم سے ہٹے کھڑا رہا جب نظر سے غائب ہو گئیں تو پوچھ گیا۔ وہ شخص جو اُس درویش کی ٹوہ میں تھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اس درویش سے پاس آکر کہا کہ اے درویش اتنی عورتیں پانی کے لئے یہاں آتی ہیں تو کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہوتا۔ آج اس عورت کی کیوں اتنی تعظیم

کی ہے۔ اور آدابِ اسلام بجا لایا ہے۔ کہنے لگا کہ تو اس عورت کے درجہ و حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔ اس کے شکم میں غوثِ زمان ہے، جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہوگا۔ اور ہزار ہا لکھ لکھ مخلوق اُس سے فیض یاب ہوگی۔ یس کے یہ تمام تعظیم اس غوثِ زمان کے لئے کی ہے۔ یہ کہا اور وہاں سے غائب ہو گیا۔

کاتبِ المحرّف کہتا ہے کہ جب یس نے یہ حکایت سنی تو اس کی تحقیق و تفسیح کے لئے میاں غلام رسول صاحب اور میاں خیر محمد صاحب کے واقعہ کو پیش کیا یہ دونوں حضرات درویشِ صالح ہیں۔ ذکرِ مشغل میں مشغول ہیں آپ کے مرادوں میں سے ہیں اور مدتِ دراز سے آپ کی صحبت میں رہتے ہیں۔ اور پوچھا کہ کیا یہ حکایت صحیح ہے یا نہیں۔ بیانِ خیر محمدؒ مذکور نے کہا کہ میں نے بہ قہر ایک معتبر شخص سے یوں سنا ہے کہ ایک دن آپ کی والدہ صاحبہ اس چشمہٴ مذکور سے پانی لارہی تھیں تو دو درویش آپ کے راستہ میں آپ کے سامنے آ گئے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا تو جانتا ہے کہ اس عورت کے شکم میں دو جہان کے بادشاہ اور غوثِ زمان ہیں۔ اُس نے کہا ہاں۔ جو بچہ اس عورت کے شکم میں ہے وہ اپنے وقت میں دو جہان کا بادشاہ بنے گا۔ اور ہزار ہا مخلوق اُس سے فیض یاب ہوگی۔ کاتبِ المحرّف کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ تین دفعہ الگ الگ ہوا ہو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد صاحب آپ کی دلاوت کے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے اور حضرت بقیع ہو گئے۔ جب چار سال یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ گئے ہوئے تو آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو استاد کے ملا بھیج ملاں یوسف قوم جعفر افغان نے ناعدلہ مکہ کر آپ کو سبق دیا۔ کچھ عرصہ اس استاد کے پاس پڑھا۔ کہتے ہیں کہ ملاں یوسف پندرہ سپارہ سے زیادہ نہ پڑھے ہوئے تھے۔ اس سے بعد اُسی جگہ ایک اور بزرگ صاحب نسبت تھے اور حضرت کے ہم قوم تھے۔ جنہیں حاجی صاحب کہتے تھے۔ دلی کامل تھے۔ پھر آپ نے ان کے پاس پڑھنا شروع کیا۔ دن کے وقت اپنے استاد کے مویشیوں کو پہاڑ میں چرانے کے لئے جلتے اور رات کو ان سے سبق پیتے۔ کہتے ہیں کہ حاجی صاحب

کی عورت بدمزاج تھی۔ درشت تو تھی۔ وہ حضرتؑ سے ہیضہ جنگ کرتی تھی۔ بڑا بھلا ہوتی تھی۔ مگر آپ صبر کرتے تھے۔ کچھ عرصہ حاجی صاحب سبق لیا۔ پھر حاجی صاحب کشف سے معلوم کیا اور حضرتؑ سے کہا کہ آپ پہلے یہاں سے تونسہ شریف جا کر علم حاصل کریں گے۔ اس کے بعد قریہ لانگد میں۔ اس کے بعد کوٹ مٹھن میں۔ وہاں مہار کی طرف سے ایک بزرگ کامل آئیں گے آپ ان سے بیعت کریں گے۔ وہ آپ کو نعمت و خلافت عطا کریں گے اور آپ پھر تونسہ شریف میں واپس آکر خالق خدا کو اللہ کا راستہ بتائیں گے حق تعالیٰ آپ کو رتبہ بلند اور درجہ اعلیٰ پہنچائے گا۔ الہتہ میری تین وصیتیں یاد رکھو۔ اور میرے بیٹے کے حق میں ان تینوں وصیتوں کے مطابق عمل کرنا۔ پہلی یہ کہ میرے اس لڑکے کو تعلیم دینا دوسرے یہ کہ جب تک میرا لڑکا زندہ رہے اسے روٹی پھڑا یا دیگر حاجات سے محتاج نہ رکھنا۔ تیسرے یہ کہ میرے لڑکے کے وقت نزع میں حاضر ہو کر اس کے ایمان کو شیطان لعین سے بچانا۔ اس کی مغفرت کے لئے دعا کرنا کیونکہ میرے مرنے کے بعد میری پہ بدمزاج بیوی دوسرا شوہر کر لے گی میرا ایک ہی لڑکا ہے جس کا نام محمد عرف مڈر ہے۔ یہ یتیم ہو جائیگا ایسا نہ ہو کہ یہ خراب ہو جائے پس چاہیے کہ آپ میری وصیت کے مطابق اسے اپنی نگرانی میں رکھیں۔ اور اس سے کوئی دریغ نہ کریں۔ اس کے نزع کے وقت حاضر ہو کر اس کے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا کریں اس لئے کہ تمہاری دعا مستجاب ہوگی۔ حضرت صاحبؑ نے اپنے استاد محترم کی اس وصیت کو قبول کر لیا۔ اور جیسا کہ انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ ایک بال کے برابر فرق نہ پڑا۔

منقول ہے کہ حضرت صاحبؑ بیعت و خلافت اور اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ نور محمد صاحبؑ سے نعمت پانے کے بعد جب اپنے پیر کے حکم سے تونسہ شریف میں قیام پذیر ہو گئے تو ہزار مخلوق خراسان، ہندوستان، عرب، ترکستان وغیرہ سے آنی شروع ہو گئی، سنگہ جاری ہو گیا، اور ہر شخص حضرت صاحبؑ کی صحبت سے نعمت دین و دنیا سے فیض یاب ہونے لگا۔ حضرت صاحبؑ نے اپنے استاد کے لڑکے محمد عرف مڈر کو اپنے استاد کی وصیت کے مطابق اپنی پرورش کے ساتھ میں لے لیا۔

اور ہر طرح کی پرورش فرمانے لگے۔ اسے تعلیم بھی دلائی۔ جب اسے مرض الموت نے آ لیا تو اس کی عیادت کے لئے گئے۔ اور جب اس کا نزع کا وقت آیا تو وہاں حاضر ہو گئے۔ اور اس کے خاتمہ بالخیر کے لئے بہت دعا کی اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو! میں تمہارے ایمان کا منامن ہوں۔ حق تعالیٰ کریم و غفار ہے۔ تمہیں بخش دے گا۔ پھر وہاں سے دوسرے آدمیوں کو دور کر کے خلوت میں فرمایا کہ خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور ہر کی صورت کو حاضر کرو۔ پس بلا تکلف اس کی زبان سے کلمہ جاری ہو گیا اور جو کچھ اسے راز نہانی مشاہدہ کرائے خدا ہی جانتا ہے۔ اس سے بعد فرمایا اے مڈر میرے استاد محترم نے جو وصیت کی تھی میں نے اس کے مطابق عمل کیا ہے اب تمہیں خدا کے سپرد کرنا ہوں۔ حضرت جب وہاں سے باہر آئے تو مڈر ذکر کرتے کرتے فوت ہو گئے۔

زمانہ تعلیم کا واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت صحرا سے مولیٰ بیوں کو چرا کر اپنے استاد کے گھر پہنچے تو اس بدلتھو عورت نے حضرت سے ناسحق لڑائی شروع کر دی۔ جب بہت زیادہ برا کہا شروع کیا تو حضرت کو غصہ آ گیا۔ آپ نے مٹی کی دیگ اور دیگر برتنوں کو توڑ دیا۔ اور اس کی دشنام کا بھی جواب دیا۔ جب حاجی صاحب گھر آئے تو آپ کی بیوی نے آپ کے سامنے حضرت صاحب کا شکوہ کیا۔ کہ اس نے میرے تمام برتن توڑ دیئے ہیں اور مجھے دشنام بھی دیا ہے۔ حضرت صاحب نے بھی اول سے آخر تک فساد کا تمام قصہ بیان کیا۔ چونکہ حاجی صاحب اس بد مزاج عورت کے مزاج اور اس کے فساد سے واقف تھے اور حضرت کے مشن معاملہ سے بھی آگاہ ہے۔ اس لئے حاجی صاحب نے اپنی بیوی کو طاعت کرنی شروع کی اور حضرت صاحب کو فرمایا کہ میری عورت تمہیں یہاں چڑھنے نہیں دیتی۔ آپ چلے جائیں۔ آپ کو خدا کے سپرد کیا۔ استاد گرامی سے حکم کے مطابق آپ وہاں سے چل دیئے اور تونہ شریف ہیں اگر میاں حسن علی صاحب سے پڑھنا شروع کر دیا جس کا ذکر آگے تحریر کیا جائے گا۔

منقول ہے کہ حضرت صاحب نے سب سے اول ملاں یوسف سے قرآن پڑھنا

شروع کیا تھا۔ چونکہ وہ پندرہ سپارہ سے زیادہ نہ جانتے تھے (واللہ اعلم بالصواب) اس لئے قیاس یہاں ہے کہ حضرت صاحب نے بھی اُن سے اتنا ہی پڑھا ہوگا۔ حاجی صاحب سے پاس آپ نے کلام اللہ پڑھا۔ اور فارسی بھی شروع کی تھی۔ فارسی کی ایک دیوتا میں بڑھائی ہوں گی۔ کہ آپ تو نسہ شریف میں آگئے۔

کوہ درگ میں ایک اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ وہ بھی موضع گڑگوچی میں رہتے تھے اور قوم افغان جعفر سے تھے۔ حجام گری کا پیشہ بھی کرتے تھے۔ جب انہیں کشف سے آپ کا حال معلوم ہوا کہ اس بچے پر وہ دقت آنا ہے کہ یہ غوثِ زمان ہوگا۔ تو بعض دفعہ وہ بہت گھمی اور شکر ڈال کر پوری تیار کرتے تھے۔ اور مہرا میں حضرت صاحب کی خدمت میں لے جاتے تھے۔ اور حضرت صاحب کی حجامت بھی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ آپ انہیں پتھر مارتے تھے اور دشنام دیتے تھے ایک دن ایک شخص نے اُس بزرگ سے کہا کہ تمہیں کیا فائدہ ہے کہ اسے پوری بھی کھلاتے ہو ان کی حجامت بھی بنانے ہو اور اُن سے کالیاں اور پتھر بھی کھاتے ہو۔ انہوں نے اس شخص کو جواب دیا کہ تو اس بچے کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔ یہ مقبولانِ حق اور محبوبانِ خدا سے ہوگا۔ اور اس بچے پر پاک زمانہ کے لاکھ تمام جہاں اس سے نور سے منور ہوگا۔ اور یہ سچے فخر الاولین والآخرین ہوگا نیز میراجِ نازہ یہ سچے پڑھائے گا۔ اور حق تعالیٰ اس کی برکت سے میری مغفرت کہے گا۔ وہ شخص یہ بات سن کر حیران رہ گیا اور خاموش ہو گیا۔ آخر وہی ہوا جو اُس بزرگ نے کہا تھا۔ ہوا یوں کہ مدتِ مدید سے بعد حضرت صاحب اپنے ایک رفیقِ باران خاں قوم جعفر کے ساتھ اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم صاحب کا قدم لہوی کے بعد ہمارے شریف سے رخصت ہو کر اپنی والدہ صاحبہ کی زیارت کے لئے اپنے وطن کی طرف آرہے تھے۔ جب کوہ درگ میں پہنچے تو دیکھا کہ کوہ درگ کی کین گاہ سے لوگوں کی آواز آرہی ہے جیسے کچھ لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ حضرت نے رفیق نے کہا کہ آپ توقف فرمائیں میں دیکھتا ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بلوچ راہِ نن ہوں۔ اور ہمیں تکلیف پہنچائیں۔ جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ قوم جعفر سے افغان ہیں اور کسی شخص

کا جنازہ سنانے رکھے ہوئے امام کے منتظر ہیں۔ پس حضرت صاحبؒ اس جنازہ کے سرانے پہنچے اور پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے جواب دیا کہ یہ وہی شخص ہے جو آپ کے لئے آپ کے بچپن میں چوڑی لے کر جایا کرتا تھا۔ آپ کی حجامت بنایا کرتا تھا۔ اور آپ اسے کالیاں اور پھیرا مارا کرتے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے ان کی جنازہ جنازہ پڑھائی اور ان سے لئے دعا معطر کی۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص جس نے ابتدائیں اس بزرگ سے پوچھا تھا کہ تجھے کیا ٹائٹ ہے کہ بچے کو چوڑی کھلاتا ہے اس کی حجامت بناتا ہے۔ اور کالیاں دھیر کھاتا ہے۔ اور اس بزرگ نے کہا تھا کہ یہ بچہ میرا جنازہ پڑھائے گا۔ وہ شخص بھی اس جنازہ میں حاضر تھا۔ اور جب یہ لوگ امام کا انتظار کر رہے تھے تو اس شخص سے دل میں انکار آ گیا تھا کہ اس بزرگ نے کیسے کہا تھا کہ میرا جنازہ میاں محمد سلیمان صاحبؒ پڑھائیں گے۔ اب وہ کہاں ہیں۔ یہ شخص ابھی یہی سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت صاحبؒ حاضر ہو گئے۔ اور اس بزرگ کی جنازہ جنازہ پڑھائی۔ تب اس شخص کو آپ کے کمال پر یقین کامل ہوا۔ اور وہ شخص معترف ہوا۔

تونسہ شریف میں قیام اور حصول علم

منقول ہے کہ جب حضرت صاحبؒ اپنے استاد محترم کی ہدایت سے مطابق

کوہ درگ سے تونسہ شریف آ گئے تو میاں حسن علی صاحبؒ کے مدرسہ میں پہنچے یہ مدرسہ اس مسجد سفید میں تھا۔ جو ملک شاہ طبرکی زبان میں لکھی مسجد سے نام سے مشہور تھی اور تونسہ شہر کے بازار میں واقع تھی۔ کاتب الحروف (حاجی نجم الدین) نے بھی اس مسجد کو دیکھا تھا۔ اور اب ۱۲۴۴ھ میں اس مسجد کو ندی نے چھڑ سے آتی ہے غلاب و درباد کر دیا ہے۔ حضرت صاحبؒ اس مسجد میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ میاں حسن علی صاحبؒ حضرت صاحبؒ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اور بہت محبت سے سبق دیتے تھے۔ چونکہ میاں حسن علی صاحبؒ سے مدرسہ کے طالب علم گدائی پر گزارہ کرتے تھے اس لئے میاں حسن علی صاحبؒ نے حضرت صاحبؒ کو بھی گدائی کا حکم دیا۔ آپ نے سبھی گدائی نہ کی تھی۔ مگر اپنے استاد صاحبؒ کے حکم سے مطابق تونسہ شہر میں گئے اور ایک ہندو

بقال کے گھر میں پہنچے اس کی عورت روٹی پکا رہی تھی۔ ہندو جس جگہ کھانا پکاتے ہیں وہاں گلے کے پیشاب اور گوبر سے چوکہ بناتے ہیں اور کسی کو اس چوکہ میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ حضرت صاحب اس ہندو عورت کے پاس گئے اور فرمایا کہ روٹی دو۔ اس کافر نے روٹی دیتے میں ذرا تامل کیا۔ حضرت صاحب اس کے چوکہ میں داخل ہو گئے اور ایک بڑی روٹی اٹھالی اور اپنے استاد کی مسجد میں آ گئے۔ اس ہندو عورت نے رونا پٹنا شروع کر دیا۔ اُس کا شوہر آپ سے استاد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ آپ سے شاگرد نے ہمارا چوکہ خراب کر دیا ہے۔ اور زبردستی روٹی اٹھا کر لے آئی ہے۔ یہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے کہ ہماری تمام روٹیوں کو برباد کر دیا ہے۔ کہہ ہمارے کسی کام کی نہیں رہیں۔ حضرت صاحب کے استاد نے کہا اے روہیلہ یہ کیا کیا حضرت نے فرمایا کہ آپ نے کہا تھا کہ شہر سے گدائی کے روٹی لاؤ۔ میں سب سے پہلے اسی بقال کے گھر گیا اور اس کی عورت سے کہا کہ روٹی دو۔ اس نے مجھے روٹی نہ دی میں نے اپنے ہاتھ سے اٹھالی اور لے آیا۔ آپ کے استاد بہت ہنسے۔ اور کہا تو گدائی کرنے میں نہیں جانتا۔ آج کے بعد گدائی سے لے نہ جانا۔ البتہ اگر کوئی تجھے مزدوری کے لئے لے جائے تو اس کے ہمراہ چلے جانا تاکہ جو کچھ مزدوری میں لے وہ تمہاری روٹی کھڑا اور کتابوں کے کام آئے۔ دوسرے دن ایک شخص نے حضرت صاحب کو کہا کہ اگر ہمارے کام پر مزدوری کے لئے چلو تو آپ کو دو آنہ یومیہ دوں گا۔ حضرت نے قبول کیا۔ اور دوسرے مزدوروں کے ہمراہ حضرت بھی گئے جب اس جگہ پہنچے تو تمام مزدور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ اور حضرت صاحب ایک بڑے پتھر پر بیٹھ گئے۔ جب بھی کوئی آپ کو بلانے آتا اور کہتا کہ آپ مزدوری کے لئے آتے ہیں تو کام کیوں نہیں کرتے۔ آپ پتھر اٹھا کر انہیں مارتے اور اپنے پاس سے بھگامیتے اور اپنے پاس کسی کو نہ آتے دیتے۔ تاج خان اس تمام ٹھیکہ کے کام کا منتظم تھا اُس کے پاس دوسرے مزدوروں نے فریاد کی کہ ظالم شخص نے اپنی طرف سے اس روہیلہ کو دو آنہ دے کر اپنی جگہ عوضی مقرر کر کے بھیجا ہے۔ مگر وہ ایک بڑے پتھر پر بیٹھا ہے۔ اور کام نہیں کرتا اور اگر اسے کام کے لئے کہا جاتا ہے تو بے تحاشہ پتھر مارتا ہے اور

ساکنے نہیں دیتا۔ تاج خان مذکور نے کہا اُن کو چھوڑ دو انہیں کچھ نہ ہو۔ جب
 اس کے وقت تمام مزدور اپنے گھروں کو آئے تو حضرت صاحب نے بھی دو آنے لئے اور
 عہد منگروٹ میں آئے۔ گندم کا آٹا خرید لیا اور اُس آٹے کو پکایا۔ پہلے خود کھایا اور باقی
 روٹیوں کو اللہ کے لئے تقسیم کر دیا۔ جب استاد کی خدمت میں آئے تو انہوں نے پوچھا کہ
 اُس دو آنہ کو کیا کیا فرمایا کہ دو آنہ کا آٹا لیا اور تمام پکا کر کچھ خود کھایا اور باقی فی سبیل اللہ
 تقسیم کر دیا۔ استاد نے کہا کہ دو آنے ایک ہی دفعہ کیوں خرچ کر دیئے۔ اس زمانہ میں
 دو آنے سے پانچ ٹکے بنتے تھے۔ اور غلہ سستا تھا۔ اور بہت آٹا اُگیا ہوگا۔ اور حضرت تمام
 آٹا پکا کر فروخت کر دیا تھا۔ جب استاد نے آپ کو ملامت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں کیا
 جانوں اُس روٹی پکائے ٹپکے مجھے کہا تھا کہ اس پانچ ٹکے تمہاری روٹی بن جائے گی۔ مجھے معلوم
 نہ تھا کہ غلہ سستا ہے۔ اور اتنے آٹے سے چودہ روٹیاں پک جائیں گی۔ آپ کے استاد نے فرمایا
 کہ آج کے بعد مزدوری کے لئے بھی نہ جانا روٹی میرے گھر سے کھانا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحب اپنے استاد کے حکم سے مطابق گھاس کا
 گٹھا سر پر اٹھائے تو نسہ شریف کے بازار میں بیچنے کے لئے جا رہے تھے۔ کسی شخص نے
 کہا کہ اس گھاس کا نصف فلوں سے لو۔ آپ نے فرمایا ہمارے گھاس کی قیمت زیادہ
 ہے۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اس کے ہاتھوں میں بہت سے خرہرے تھے۔ اگرچہ ان
 سب کی قیمت پون پیسہ بھی نہیں بنتی تھی۔ حضرت صاحب نے جب بہت سے خرہرے
 دیکھے تو اس گھاس کو ان خرہروں کے بدلے دے دیا۔ غرض کہ دنیا سے اس قدر بے خبر
 تھے۔ اور ضرور ہی سے حق تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی محبت سے آزاد کر دیا تھا۔ منقول ہے کہ
 ایک شخص کی عورت لگی مسجد کے قریب رہتی تھی۔ جہاں حضرت صاحب پڑھتے تھے اُس
 نے حضرت صاحب کے لئے ایک چھوٹی سی روٹی مقرر کی ہوئی تھی جسے پنجابی میں وظیفہ کہتے
 ہیں چنانچہ حضرت صاحب اپنا وظیفہ لینے گئے ہوتے تھے اور اُس سے دیگران کے قریب
 کوڑے تھے۔ مطبخ کی دیوار پر چھوٹا عیس نے حضرت صاحب کی انگلی پر کاٹ لیا۔ انا درد
 معلوم ہوا کہ جیسے کاٹا چھوٹا ہے۔ فرمانے لگے اسے مائی تیرے دیگران کے قریب کاٹ لیا ہے

کہ میری انگلی میں چبھ گیا ہے۔ جب دن ہوا تو دیکھا کہ بچھو مرا پڑا ہے۔ یہو
 پر اس بچھو کے زہرنے کچھ اثر نہ کیا۔ بلکہ خود مر گیا۔ منقول ہے کہ ایک رات وہ
 کے زینداروں نے طوائف کا رقص کرایا۔ اس وقت حضرت صاحبؒ بچپن کی عمر میں۔
 یعنی بارہ سے پندرہ سال کی عمر کے درمیان تھے۔ اور احکام شرع سے بھی واقف نہ تھے۔ آپ
 بھی رقص کا تماشا دیکھنے چلے گئے۔ جب کافی رات گزر گئی تو حضرت صاحبؒ کو وہیں نیند آ
 گئی۔ آپ وہاں سو گئے اور تمام رقص دیکھنے والے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے بوقت
 صاحبؒ نے خواب دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ نے حضرت صاحبؒ کے چہرہ پر طمانچہ مارا اور
 فرمایا کہ تو اس جگہ طوائف کے رقص کے تماشا کیوں آیا ہے۔ اور کیوں غیر شرع کام کیا ہے۔ جب
 خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت کے رخسار پر اس طمانچہ کے درد کا اثر باقی تھا۔ مدت کے بعد
 حبیب حضرت قبلہ عالم ہارویؒ سے بیعت ہوئے تو یہ بیان کیا کہ یہ تو وہی صورت ہے جس نے تو نے
 شریف میں خواب میں طمانچہ مارا تھا۔ کتاب الحروف کہتا ہے کہ میں نے یہ حکایت صاحبزادہ نور بخش
 جی سجادہ نشین قبلہ عالم سے سنی ہے۔ اور وہ کہتے تھے کہ مولوی شہسوار صاحب نے جو حضرت
 کے یارانِ حجاز سے تھے۔ میرے سامنے بیان کیا کہ انہوں نے یہ حکایت حضرت صاحبؒ سے
 خود سنی تھی۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن میرے استاد دیمان حسنؒ
 صاحب نے سات بیڑیوں میں میرے حوالہ کیں اور فرمایا کہ میں ساتویں بیڑی تمہاری ہے اور باقی
 چھ ہماری ہیں چاہیے کہ سبق سے فراغت کے بعد ہمارے کھیتوں میں ہمیشہ انہیں بے جا
 کر چلایا کرے۔ جب موٹی ہو جائیں گی تو پھر موسم سرما میں ان کو ذبح کر دیں گے۔ اور کھا دیں گے۔
 میں ان کے حکم کے مطابق انہیں لے جاتا تھا۔ ایک دن ان سب کو چرانے کے بعد گھر واپس
 لا رہا تھا کہ راستہ میں تین بیڑی لے آگئے اور بیڑیوں پر حملہ کر دیا۔ میں نے اپنی بیڑی کو پکڑ لیا
 اور باقی بیڑیوں میں سے ان تینوں بیڑیوں نے بعض کو زخمی کر دیا اور بعض کو چاڑھ کر کھا لیا۔
 اور بعض بھاگ گئیں رات کا وقت ہو گیا تھا۔ میں اپنی بیڑی کو لے کر اپنے استاد کے گھر پہنچا۔
 پوچھا دوسری بیڑی کہاں آگئیں۔ میں نے کہا کہ انہیں کھا گئے البتہ اس ایک بیڑی

مستقل، ہائش اختیار کی تو سنگٹھڑ کی تمام مخلوق آپ کی سرید ہوئے گی۔ بلکہ مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک تمام مخلوق نے آپ کی طرف رجوع کیا اور تمام ممالک کے لوگ گروہ درگروہ اور طاائف درطاائف بیعت کے لئے آپ کی خدمت میں تونسہ شریف آئے گئے۔

میاں احمد کو کھرنڈ کوہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے استاد میاں حسن علی نے ایک دن آپ کو موضع سوکڑ سے ایک کتاب لانے کے لئے کہا۔ موضع سوکڑ تونسہ شریف سے دو کوس جنوب کی طرف ہے۔ جس دن آپ کتاب لینے کے لئے سوکڑ گئے۔ اس دن حسن اتفاق سے حضرت نارودالہ صاحب بھی سوکڑ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور تونسہ شریف کے بہت سے لوگ ان کے استقبال کے لئے سوکڑ آئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب کتاب نے کہ سوکڑ سے تونسہ شریف آرہے تھے تو راستہ میں حضرت نارودالہ صاحب سے ملاقات ہو گئی وہ بھی تونسہ شریف آرہے تھے۔ جب حضرت نارودالہ صاحب کی نظر حضرت صاحب پر پڑی۔ گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ معائنہ کیا۔ حالانکہ اس سے قبل ملاقات نہ تھی اور کوئی پہچان نہ تھی۔ حضرت نارودالہ صاحب نے حضرت صاحب کو اپنے گھوڑے پر بٹھالیا۔ اور خود بادبود پیری اور ضعیفی کے پایادہ چلنے لگے۔ میاں احمد کو کھرنڈ کوہ کہ وہ بھی حضرت نارودالہ صاحب کے مرید تھے کہتے ہیں کہ جب دُور تک نارودالہ صاحب پیدل چلتے گئے تو میرادل چلنے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ جوان روہیلہ بچہ میرے حضرت کے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہے اور میرے حضرت صاحب بڑھاپے کے بادبود پایادہ چل رہے ہیں۔ ان کے لئے مناسب نہیں تھا۔ آخر وہ خوش زمانے کے قریب گیا اور آہستہ سے خفیہ طور پر کہا کہ اے جوان تمہارے عقل و ہوش کہاں گئے کہ اتنے بوڑھے بزرگ اور لطیف مزاج بزرگ کو پایادہ چلا رہا ہے اور خود ان کے گھوڑے پر سوار ہے۔ اُتر اور انہیں سوار کرا۔ حضرت صاحب نے میری بات کو مستانہ مگر اسی طرح سوار چلتے رہے۔ آخر میں نے اپنے پیر کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ حضرت یہ مرد روہیلہ جیم تن اور قوی بدن میرے اندازے کے مطابق ایک کوس سے سوار چلا آ رہا ہے۔ اب آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ نارودالہ صاحب نے غصہ سے میری طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ اے میاں

دور رہو۔ اور خاموش رہو تمہیں اس بات سے کیا سروکار۔ میں شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ جب تو نے شریف میں پہنچے تو حضرت نارد مالہ صاحب چارپائی پر بیٹ گئے اور ہر شخص آپ کو دبانے لگا۔ میں خوف و خجالت سے دور ہوا رہا۔ آخر سب کو حکم دیا کہ چلے جائیں۔ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، جب سب اٹھ کر چلے گئے میں بھی اٹھ کر اپنے گھر کے ارادہ سے چلا تو آپ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا اے میاں احمد مرید صادق ایسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ تمہارا اعتقاد میرے ساتھ ہے۔ تم نے جو راستہ میں مجھے سوار ہونے کے لئے کہا تھا۔ وہ کمالِ محبت اور فرط اعتقاد سے معیار جو تمہیں میرے ساتھ ہے مگر تمہیں اس نوجوان روہیلہ کے درجہ شان سے واقفیت نہیں ہے کہ ملائکہ آسمانی اس کو سجدہ کرتے ہیں اس کی پیشانی پر نور نازل کرتے ہیں۔ اور اس کے گھوڑے کی ہاگ پکڑنے کے آرزو مند ہیں۔ پس وہ پیادہ چلیں اور میں سوار یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ یہ وہ شخص ہے کہ کچھ دنوں کے بعد تمام جہان ان کے فیض کے نور سے متور ہو گا۔ بلکہ تمہاری اولاد اور تمہارا سارا خاندان اس شخص کے مرید ہوں گے۔ اُس وقت اس جوان کی شان کا تمہیں پتہ چلے گا آخر ایسا ہی ہوا کہ حضرت غوثِ زمانؒ نے نعمتِ خلافت سے مشرف ہو کر تو نے شریف میں اقامت اختیار کی۔ تو میاں احمد کھوکھر مذکور کو اس شاہ جہاں کی محفل کے سوا کسی اور محفل یا مجلس میں ایک ساعت بھی آرام نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن اپنے بیٹے مولوی محمد کو کہ ابھی بچے تھے اپنے ساتھ حضرت صاحب کی مجلس میں لے گئے تو حضرت صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ اے میاں احمد یہ ہمارا بیٹا ہے اسے کسی دوسری جگہ ملوث و آلودہ نہ کرنا۔ چنانچہ اسے حضرت صاحب کا مرید کر دیا۔ نیز میاں کھوکھر کے دوسرے بیٹے میاں عبداللہ کھوکھر وغیرہ عزیزیکہ سارا خاندان حضرت صاحب کا مرید ہوا۔ اور اس مولوی محمد مذکور پسر احمد مذکور کو حضرت صاحب نے مینہ برساؤ کا لقب دیا ہوا تھا۔ اور اس پر بہت شفقت و توجہ فرماتے تھے۔ اور یہ حضرت صاحب کے مقربان میں سے ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان کا ذکر آگے آئے گا۔ مولانا رحمٰم فرماتے ہیں۔

ہر سحر بانگِ سلیمان در غرض
تا کہ آید طالبے اندر بھوش
بانگِ مے آید کہ لے طالبِ بیا
جو دمحتاج گدایاں، بچوں گدا
ہیں بیا اے طالبِ دولتِ شباب
کہ فتوح است ایں زمانِ دفعِ یاب
لے کہ تو طالبِ نہ تو ہم بیا
ناطلبِ یابی ازیں بارِ وفا
بچوں سلیمان، از دل آگاہ شد
از دل تو مادلِ او راہ شد
آں کے کو بانگِ موراں بشنود
ہم ز دور اُتسیر بہ جاں بشنود

منقول ہے کہ مدتِ مدید تک حضرت صاحبِ تونسہ شریف ہیں میاں حسن علی صاحب
سے مسجد سفید جو بنگی مسجد کے نام سے مشہور تھی۔ طالبِ علی کہتے رہے اور اس جگہ چند
فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ میاں غلام رسول خاں ماکو افغان بہا سے حضرت کے خاصان اور
مریدانِ مجاز میں سے ہیں۔ انہوں نے اس کاتبِ الحروف کو بتایا تھا کہ انہوں نے اپنے استاد
مولوی محمد افضل صاحب سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ”میں اور حضرت صاحبِ ابتداء
حال میں تونسہ شریف میں میاں حسن علی صاحب کے پاس کتابِ عطار نامہ کا سبق لیتے
تھے اور ہم دونوں ہم سبق تھے۔ حضرت صاحب کو اُس وقت میں نے دیکھا کہ کبھی
کبھی مجذوبوں کی طرح دیر تک آسمان کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور جب سبق لیتے تھے
تو ایک ایک ورق لیتے تھے۔ اور میاں غلام رسول خاں صاحب اپنے استاد مذکور سے
نقل کرتے تھے: ”کہ حضرت غوثِ زمانؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی
سے بیعت و خلافت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کوہِ درگ کی طرف جا رہے تھے۔ کہ اتفاق
سے سفر تاروالہ صاحبؒ، حافظ جمال الدین ملتانی اور حضرت صاحبِ تینوں خلفاء
تونسہ شریف میں اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت تاروالہ صاحبؒ کا ڈیرہ میاں احمد کھوکھر کے
گھر تھا اور دوسرے دونوں خلفاء یعنی حضرت حافظ جمال الدین صاحبؒ ملتانی اور حضرت
نائبِ زمانؒ بھی وہیں بیٹھے تھے۔ میاں مولوی محمد صالح سکندریؒ دین پناہ شرفی بھی موجود
تھا۔ اور وہ علمِ موسیقی میں مہارتِ کامل رکھتا تھا۔ اُس نے غزل گائی شروع کی۔ پہلے حافظ
صاحبؒ کو وجد ہوا اور دیر تک رہا اور اپنے کپڑوں کی گھٹائیوں سے عطا کر دیں۔ اس

کے بعد حضرت غوثِ زمانؒ کو دجلہ شہید ہوا۔ اور ان کی وجہ میں ایسی دانتنگی ہوئی کہ حضرت صاحبؒ کا سر مبارک اُس مجبوع کی چھت کے برابر جاتا تھا۔ اتفاق کے بعد نارووالہ صاحبؒ کو جو چار بائی پر بیٹھے ہوئے تھے وجد ہوا۔ مولوی محمد افضل کہتے تھے کہ میں اس وقت نارووالہ صاحبؒ کو مالش کر رہا تھا اور سُٹھی کر رہا تھا۔ آپ کے اعضا وجد کی وجہ سے اتنے سخت ہو گئے تھے کہ بیان میں نہیں آتے۔ کچھ عرصہ بعد خود بزدلت نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ بس کرو۔ پس مولوی مذکور نے غزل کافی بند کی۔

موضع لانگھ میں قیام: (ذکر طالب علمی کردن حضرت غوثِ زمان در موضع لانگھ موضع لانگھ میں قیام) کہ از تونسہ شریف پنج کروں سمت مشرق است)

تونسہ شریف کے بعد طالبِ علم سے لئے آپ موضع لانگھ تشریف لے گئے۔ یہ موضع تونسہ شریف سے مشرق کی طرف پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں آپ نے میاں دلی محمد صاحب سے پاس کچھ عرصہ علم حاصل کیا۔ یعنی تونسہ شریف میں میاں حسن علی صاحب سے پڑھنے کے بعد میاں دلی محمد باغبان سے جو کہ سنگمٹ و پنجاب کی زبان میں قوم باغبان کو ارائیں کہتے ہیں موضع مذکور میں پڑھا۔ کاتب الحروف ۱۲۷۸ کہتا ہے کہ اس سال کہ شہید ہے فقیر اپنے پیر و مرشد کے مزار کی زیارت سے لئے ان کے عرس مبارک پر تونسہ شریف گیا ہوا تھا۔ جب لانگھ میں پہنچا تو اُس مسجد کی زیارت کی جس میں حضرت صاحبؒ نے طلبِ علم کیا تھا۔ نیک بابرکت مسجد۔ گنبد دار ہے اور سچتہ اینٹوں کی بنی ہوئی ہے میں نے اور غلام رسول خاں صاحب نے دو گھڑی اس مسجد میں ڈیرہ کیا اور وہاں حضرت صاحبؒ سے یہ مناقب بھی سنے۔

نقل ہے کہ میاں غلام رسول خاں صاحب و میاں شیر محمد صاحب کلردال کہتے تھے کہ جن دنوں حضرت صاحبؒ اس مسجد میں پڑھتے تھے تو ایک کافر بقال عورت کی ایک چھوٹی لڑکی تھی کہ جس کے دونوں ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئی اور اپنی اس لڑکی کو ساتھ لائی۔ اور عرض کی کہ اس بچی سے لئے دُعا کریں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمیشہ اس مسجد میں چوراغ روشن کیا کر۔

اور جبار ڈویا کہ انشاء اللہ تیری بٹی تندرست ہو جائے گی۔ اس بقالہ نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے فضل سے اس کی لڑکی کے دونوں ہاتھ پاؤں ٹھیک ہو گئے۔ اس کی شادی ہوئی اور اولاد بھی ہوئی۔

منقول ہے کہ آپ کے استاد محترم میاں ولی محمد صاحب کا بیٹا مولوی محمد یار حضرت صاحب کی قدم بوسی کے لئے تونسہ شریف میں آیا۔ اور وہ حضرت صاحب کا سرید تھا حضرت صاحب کو اُسے دیکھ کر اپنا لالٹھ کا طالب علمی کا زمانہ یاد آگیا۔ اور فرمایا کہ ایک دن میرے استاد جی میاں ولی محمد صاحب نے صالح محمد قریشی صاحب کو میرے ساتھ کیا اور دائرہ دین پناہ کی طرف ایک کتاب لانے کے لئے بھیجا ماہ ساون کا موسم تھا اور ہم دونوں تیرنا نہ جانتے تھے۔ راستہ میں گہرا نالہ تھا جو پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اتفاقاً اس ندی کے کنارہ شمالی پر ایک درخت کھڑا تھا کہ جس کی بعض شاخیں جنوبی کنارہ تک گئی ہوئی تھیں۔ ہم نے آپس میں صلاح کی اور مشورہ کیا کہ اس درخت کی شاخ پر سے ہم اپنے آپ کو گزرا کر اتریں تو شاید ہم ندی کے پار چلے جائیں۔ میاں صالح قریشی نے مجھے کہا کہ پہلے تم اس درخت پر چڑھ کر دوسری طرف اترو۔ اگر آپ کا کوئی ہاتھ پاؤں ٹوٹ گیا یا زخمی ہو گیا تو ہمیں نقصان پہنچے گا۔ اور اگر تم سلامتی کے ساتھ دوسرے کنارہ پر چلے گئے تو پھر میں بھی تمہارے پیچھے آجاؤں گا پس پہلے میں اس درخت کے اوپر چڑھا اور اُس کی شاخوں سے جو دوسری طرف جاتی تھیں اپنے آپ کو گریا تو نالہ سے دوڑ گرا۔ اُس نے کہا کہ اٹھو تاکہ تمہیں دیکھوں کہ تمہاری پنڈلیاں ٹوٹ نہ گئی ہوں۔ میں کھڑا ہو گیا۔ کوئی چوٹ نہ تھی۔ میں صحیح سلامت اٹھ بیٹھا تو اُس بزرگ نے بھی ایسے ہی کیا اور سلامتی کے ساتھ دوسرے کنارہ پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے میاں محمد یار وہ دو درخت جو اس جنگل کے کنارہ پر تھے۔ ایک بیٹھے پھل دیتا تھا اور دوسرا کڑوے اب بھی موجود ہیں یا نہیں۔ قریہ لالٹھ کے بلوچوں نے وہ دونوں درخت کھانے کے لئے درویشوں کے حوالہ کر دیئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور ابھی موجود ہیں اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن ہمارا استاد میاں ولی محمد جو صاحب نے مجھے اور صالح محمد قریشی کو فرمایا کہ تم

دونوں جاؤ۔ اور ان درختوں کو ہلا کر ہیرا تار لاؤ۔ ہم ان درختوں کے نیچے گئے۔ میاں صلح محمد قریش نے مجھے کہا کہ پکے پکے کھالیں اور باقی کچے کچے اپنے استاد کے پاس لے جائیں۔ ورنہ رزنا جیسے استاد کی یہ فرمائش رہے گی۔ میں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ خیانت ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن مولوی محمد یار ملک کور نے بے روزگاری اور قرب و جوار کے لوگوں کے فساد و عناد کا ذکر حضرت صاحب کی خدمت میں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص میں کوئی چیز قبولیت و منظوریت کی خود عنایت کرتے ہیں۔ اور مخلوق اس شخص سے عناد و فساد رکھنے لگتی ہے۔ اُس نے پھر کہا کہ میرے اہل و تو کوئی چیز قبولیت کی موجود نہیں ہے۔ پھر بغیر وجہ کے میرے ساتھ لوگ کیوں ضد اور دشمنی رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ کی قبولیت تین طرح کی ہے۔ پہلی تو یہ کہ کوئی شخص مقبول حق ہوتا ہے اسے تمام مخلوق پہچانتی ہے۔

اور وہ بھی اپنے اس مقام سے آگاہ ہوتا ہے کہ میں بھی مقبول حق ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ جانتا ہے کہ میں مقبول حق ہوں مگر مخلوق اُس کی قبولیت سے بے خبر ہوتی ہے تب میرے یہ کہ نہ اسے اپنے حال کی خبر ہوتی ہے کہ میں مقبول حق ہوں اور نہ خلق جانتی ہے کہ وہ مقبول ہے۔ سائب الحروف کہتا ہے کہ یہ تیرا گروہ مکتوبان کا ہے کہ اولیاء اللہ کی ایک قسم ہے اور جانتا چاہیے۔ کہ مقبولانِ خدا کی جو تھی قسم یہ ہے کہ لوگ انہیں جانتے ہیں کہ مقبول حق ہے لیکن وہ اپنے آپ کو نہیں جانتے کہ ہم مقبول حق ہیں۔

قیام کوٹ مٹھن (مزید تعلیم اور بیعت) حضرت غوثِ زمان نے کچھ عرصہ بستی لائیکہ

میں تعلیم حاصل کی اور چند فارسی کی نظم کی کتابیں پڑھیں پھر عربی تعلیم کے شوق میں کوٹ مٹھن کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت عاقل محمد صاحب کے بیٹے قاضی احمد علی صاحب کے مدرسہ میں علم عربی حاصل کرنا شروع کر دیا۔ چند سال وہاں رہ کر قطبی پڑھی۔ اسی زمانہ میں حضرت قبلہ عالم مہاروی کی تشریف آوری کا ذکر سنا اور میاں احمد علی صاحب کے ہمراہ اوپر شریف جا کر حضرت قبلہ عالم سے بیعت ہوئے چنانچہ اس کی تفصیل لکھی جا چکی

منقول ہے کہ حضرت صاحب کا پاس شریعت درجہ کمال تک تھا۔ جس بے شرع

نودیکھتے اس سے بہت رنجیدہ ہوتے۔ بلکہ حتی المقلود اس را المعروف کرتے۔ چنانچہ ایک دن خود حضرت صاحب نے بیان فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت قبلہ عالم سے حصول بیعت سے قبل ایک دفعہ مردوں میں سے ایک کہ جنہیں راس دھاری بھی کہتے ہیں کوٹ مٹن کے بازار میں رقص کر رہا تھا۔ اور آپ اس وقت کتاب سے مطالعہ میں مصروف تھے۔ اس خبر کو سن کر مکان سے اٹھے اور اپنے ہاتھ میں قینچی لی اور اُس رقص کے علاقہ کے لئے آگئے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جو بھی اُس کو نڈرے کو دیکھا دور سے بھاگ کر اُس کی زلفت ایک طرف سے کان کی لو کے قریب سے کاٹ دی اور شریعت کی غیرت کی وجہ سے کوئی لحاظ نہ کیا جب میں نے اس کے کٹے ہوئے بالوں پر نگاہ کی تو دیکھا کہ اس کے کان کے گوشت کا ایک ٹکڑا بھی کاٹ دیا ہے مگر اُس گوشت کے ٹکڑے کو دیکھ کر میرے دلی میں کوئی دوسوا س نہ آیا۔

میں (حاجی غم الدین) نے میاں عبدالشکور سے جو ہمارے حضرت صاحب کے خلیفہ تھے۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا فخر الدین نے حضرت قبلہ عالم مہاروی صاحب کو حکم فرمایا تھا کہ مغرب کے پہاڑوں سے ایک شاہباز آئے گا۔ اُسے ہر طرح سے اپنے دام میں لے آنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شاہباز کسی اور کے دام میں چلا جائے۔ اس لئے کہ وہ ہماری اور تمہاری نعمت کا مالک ہو گا۔ اور اپنے زمانہ کا سلیمان ہو گا۔ اس سبب سے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق ہر سال سفر کرتے تھے۔ اور ملک مغرب کی طرف آتے تھے۔ جسے پنجابی زبان میں تسماکتے ہیں یعنی کوٹ مٹن اور اُچر کی طرف اُس نیت سے آتے تھے کہ میدان لاہوت کا وہ شاہباز کسی طرح میرے دام میں آجائے۔ البتہ یہ راز کسی کو بتاتے نہیں تھے۔ مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کہ قبلہ عالم کے یاران مجاز میں سے تھے۔ اس راز کے محرم تھے۔

مولوی غلام رسول سکند بہاول پور نے جو حضرت غوث زمان کے با اعتقاد مریدوں میں سے ہے۔ اس کا تب الحروف کو بتایا کہ میری مادری حقیقی سے تباردا

مولوی محمد حسین چٹرنے جو حضرت قبلہ عالم کے مرید مجاز و محرم راز رہے۔ فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالم ہمارے گاؤں میں آئے، اور ہمارا گاؤں مولوی محمد حسین چٹرن کی بستی کے نام سے مشہور تھا، اور بہادری پور سے قریب تھا۔ اور وہاں ایک رات رہے تو ایک دن مجھے فرمایا کہ اے محمد حسین تمہیں معلوم ہے کہ میں اس علاقہ میں ہر سال کیوں آتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ہی فرمائیں۔ فرمایا میں ایک شہباز کے شکار میں آتا ہوں کہ شاید وہ کسی طرح میرے دام میں آجائے۔ اور یہ حضرت مولانا کا حکم ہے اور میں نے اسی خاطر تمہارے اس علاقہ کا سفر اختیار کیا ہوا ہے۔ تم بھی دعا کرو کہ حق تعالیٰ اُس شہباز کو میرے دام میں پھنسا دے۔ پس اس سال کہ حضرت صاحب حضرت قبلہ عالم سے بیعت ہوئے اور حضرت قبلہ عالم واپس مولوی محمد حسن کے گاؤں میں آئے۔ تو فرمایا۔ مولوی صاحب ہمیں مبارک باد دو کہ وہ شہباز اس سال ہمارے دام میں آ گیا ہے۔

مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے
مولوی کا ذکر در ذیل ہے

مولوی غلام رسول مذکور، صاحب زادہ نور بخش صاحب و دیگر معتمد حضرات سے سنا ہے کہ حضرت صاحب جس زمانہ میں قاضی قاتل محمد صاحب خلیفہ اعظم حضرت سماجہ نور محمد صاحب مہاروی کے فرزند قاضی احمد علی صاحب سے کوٹ مٹھن میں علم عربی حاصل کرتے تھے تو اُس زمانہ میں حضرت قبلہ عالم اُدچ شریف میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اُدچ شریف کوٹ مٹھن سے قریب واقع ہے جب حضرت قبلہ عالم کی تشریف آوری کی خبر کوٹ مٹھن میں پہنچی تو قاضی صاحب اور اُن کے فرزند میاں احمد علی صاحب درویش اور طالب علموں کے ہمراہ حضرت قبلہ عالم کی زیارت کے لئے اُدچ شریف بے گئے حضرت صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ البتہ آپ نے سنا ہوا تھا کہ قبلہ عالم گانا سننے میں۔ اور گانے پر رقص و حالت کرتے ہیں۔ آپ اُس وقت طالب علم تھے اور فقہ کی کتابیں آپ کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ احتساب کی نیت سے مکر میں خیر باندھ کر روانہ ہوئے۔ اور دل میں یہ ارادہ کیا کہ قبلہ عالم سے احتساب کریں گے اور انہیں گانا سننے سے منع کریں گے۔ اس لئے کہ جب سرود شریعت میں حرام ہے

مذکورہ قاضی احمد علی صاحب کوٹ مٹھن کا وصال ۱۰ شعبان ۱۳۸۱ھ کو ہوا

تو وہ کیوں سنتے ہیں۔ راستہ میں کوئی شخص حضرت صاحب سے ملا۔ اُس کی چادر میں کھجوریں بندھی تھیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو۔ کہا اپنے پیارے حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ پوچھا چادر میں کیا بانڈھا ہے۔ کہا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی نذر کے لئے رطب دے جا رہا ہوں۔ رطب کو پنجابی زبان میں پنڈ کھجور کہتے ہیں۔ حضرت صاحب نے اُس کے ہاتھ سے وہ کھجوریں لے کر کم از کم آدھی کھالیں۔ وہ عزیز بہت منع کرتا رہا مگر آپ نے نہ مانا۔ باقی نصف اُسے دے دیں کہ ان کو پیر صاحب کی نذر کر لینا۔ جب تھوڑی دور آگے گئے تو وہ نصف بھی اس سے لے لیں۔ اور کھالیں۔ جب اُدھر شریف میں پہنچے تو ہر شخص حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ اُس مجلس میں ایک شخص مقبول نام تھا کہ اُسے مقبول ریلکھ کہتے تھے۔ وہ صاحب ذوق و شوق و وجد تھا۔ حضرت قبلہ عالمؒ کے مریدوں میں سے اُسے اُس وقت وجد غالب تھا۔ اور وہ رقص کر رہا تھا۔ وہ شخص جسمانی طور پر توانو ذریعہ تھا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں دور کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کہ وہ حالت کر رہا ہے۔ مگر میں نے سمجھا کہ وہ درویش جو قاضی صاحب عاقل محمد صاحب والد احمد علی صاحب کا پیرو مرشد ہے یہی شخص ہے جو وجد کر رہا ہے۔ اس لئے سوچا کہ یہ احتساب کا وقت نہیں ہے یہ اپنی حالت میں ہے جب ہوش میں آئے گا۔ تو اس سے احتساب کروں گا۔ چوں کہ اُدھر شریف میں غنائی حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آرہی تھی۔ آپ کے قدموں میں گرتی تھی۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ یہ صاحب وجد شخص قاضی صاحب کا پیرو نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی تدم ایسی سب لوگ کر رہے ہیں چنانچہ میں نے سوچا کہ چونکہ یہ بزرگ سفید ریش ہے اس لئے مجلس میں اعلانہ ان سے سرود کے مسئلہ پر تکرار اور احتساب نہ کروں تو بہتر ہے غلو میں کروں گا۔ اسی سوچ میں تھا کہ آواز نہ ہوا۔ کہ خلدوم فور بہار سجادہ نشین سید جلال الدین بخاری حضرت قبلہ عالمؒ سے مرید ہونے کے لئے آ رہے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میرے دل میں آیا کہ درویش شاید جادوگ ہے کہ محروم جادو سے مخلوق کو متحر کرتا ہے۔ چنانچہ خلدوم فور بہار پھر میں ان کے جادو کا اثر ہو گیا ہے کہ وہ مرید ہو رہا ہے۔ آتے

میں مخدوم مذکور پہنچے اور حضرت قبلہ عالمؒ اٹھ کر درگاہ سیدہ جلال الدین بخاری کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں جا کر درگاہ جبریز گوار میں اُن کو بیعت کیا۔ تمام مجالس اُٹھ گئی جب میں بھی اٹھا تو حضرت قبلہ عالمؒ کی نظر مجھ پر پڑی۔ اچانک میرا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ میں لے گئے ہیں نے خیال کیا کہ یہ جادوگر مجھ پر جادو کر رہا ہے۔ لیکن حالت یہ تھی کہ جو نبی حضرت قبلہ عالمؒ نے میرا ہاتھ پکڑا مجھ میں اتنی ہوش و طاقت نہ رہی کہ منہ سے کچھ بولوں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے پہلے مخدوم نو بہار صاحب کو سیدہ جلالؒ کے مزار سے سر ہلنے کی بیعت کیا۔ پھر مجھ سے بیعت کیا۔ اور مجھے وظیفہ بھی تفہیم فرمایا۔ میں نے دل میں کہا کہ میں یہ وظیفہ ہرگز نہ پڑھوں گا۔ مگر جب درگاہ شریف سے باہر آئے تو مجھے کچھ ہوش نہ تھا بے اختیار اسی کی حالت تھی۔ جب نماز کا وقت آیا میں نے نماز پڑھی۔ چونکہ تسبیح نہیں تھی۔ اس لئے وہ وظیفہ جو قبلہ عالمؒ نے بنایا تھا ایک اینٹ کے سنگرینے ۱۰۰ عدد بنا کر اُس پر پڑھا۔ اسی روز سے میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ کاتب الحروف کہنا ہے کہ حضرت صاحبؒ کی بیعت کا یہ قصہ حضرت صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ سے اس طرح سنا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ایک دن حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ کی مسجد میں بیٹھے تھے۔ یہ فقیر بھی بیٹھا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے حافظ غلام مرتضیٰ صاحب کو اپنی بیعت کا یہ قصہ بیان فرمایا۔ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب اقبلہ عام خواجہ نور محمد مبارکی کے خلیفہ مولوی غلام حسن بھٹی چھوٹے بھائی تھے اور اُن کے خلیفہ بھی تھے۔ میں بھی قریب بیٹھا تھا اور سن رہا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور سیدہ جلالؒ کی خانقاہ میں لے گئے اور مجھے مرید کر لیا۔ نیز حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے بیعت کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ تازہ کھجوریں جو ایک درویش ہماری نذر سے لئے لارہا تھا۔ تم نے کس طرح کھائیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں بھوکا تھا۔ اس لئے کھالیں۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ کھجوریں کیا تھیں بلکہ آگ کا انکار تھا۔ کہ جس نے میرے دل میں افر کیا۔

جس وقت قاضی غافل محمد صاحبؒ اور میاں احمد علی صاحبؒ اپنے درویشوں

کے ساتھ اُپچے شریف حضرت قبلہ عالمؒ کی نریارت سے لئے آئے اور حضرت صاحبؒ بھی ہمراہ تھے۔ تو ایک دن مخدوم صاحب نے ایک بڑا دیگچہ کھانے کا حضرت قبلہ عالمؒ کے لئے ارسال کیا۔ جب قبلہ عالمؒ کی خدمت میں لائے آپ نے لاٹگری کو حکم دیا کہ اس بڑے دیگچے کو قاضی احمد علی صاحبؒ کے ڈیرہ میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے درویشوں کے لئے استعمال کریں۔ لاٹگری نے دیکھا کہ دیگچہ بڑا ہے اور ہاتھ سے جبار ہے۔ اس نے اس دیگچے سے دو طباق کھانے کے بھر کر نکال لئے اور کہا کہ باقی دیگچہ قاضی صاحبؒ کے ڈیرہ پر پہنچا دیا جائے۔ جس وقت حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا تھا کہ یہ بڑا دیگچہ قاضی احمد علی صاحبؒ کے درویشوں کے لئے بھیج دیا جائے تو اُس وقت اتفاقاً حضرت صاحبؒ بھی وہاں کھڑے تھے تو یہ بات انہوں نے بھی سُن لی تھی۔ اور جب لاٹگری نے دو طباق اس دیگچے سے نکال لئے تو حضرت صاحبؒ دیکھ رہے تھے اُن کو غصہ آگیا لاٹگری کو فرمایا کہ تو نے اس دیگچے سے دو طباق کھانے کے کیوں باہر نکالے ہیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے تمام دیگچہ ہماری ملک کیلئے اُس لاٹگری کو شونہ کی۔ اگلے حضرت کو کچھ کہا۔ آپ نے اُس کے منہ پر طابچہ مارا۔ اور دونوں طباق جو کھانے سے بھر ہوئے تھے ان کو بھر واپس دیگچہ میں ڈال دیا۔ اور اس بڑے دیگچے کو اٹھا کر قاضی احمد علی صاحبؒ کے ڈیرہ پر لے گئے۔ اور فرمایا کہ اُسے تقسیم کر کے۔ درویشوں کو دیں۔ اور دو طباق نکالنے اور طابچہ مارنے اور دونوں طباق واپس دیگچہ میں ڈالنے کا تمام قصہ قاضی احمد علی صاحبؒ کے سامنے بیان کر دیا۔ وہ ڈر گئے کہ کہیں حضرت قبلہ عالمؒ ہم سے خفا نہ ہو جائیں۔ انہوں نے حضرت کو ملامت کی کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ جو کچھ آپ نے کیلئے آپ ذمہ دار ہیں۔ اس دیگچے کو خرچ نہ کریں گے حضرت صاحبؒ نے خود اپنے دست مبارک سے اس کھانے کے دیگچے کو اپنے جملہ درویشوں میں تقسیم کیا۔ اُس لاٹگری نے طابچہ کھانے کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ کے پاس فریاد کی کہ قاضی صاحبؒ کے حلقہ درویشاں میں سے ایک درویش روہیلہ ہے اُس نے مجھے طابچہ مارا ہے اور تمام دیگچہ اٹھا کر لے گیا ہے۔ حضرت قبلہ عالم صاحبؒ نے لاٹگری کو کہا خبر اسے کچھ نہ کہنا پھر خود اُٹھ کر قاضی صاحبؒ کے ڈیرہ پر تشریف لائے۔ اور میاں احمد علی صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ کا وہ درویش کہاں ہے۔ کہ میرے لاٹگری کو طابچہ مارا ہے اور دیگچہ اٹھا کر لایا ہے۔

انہوں نے عرض کی ہے۔ حضرت قبلہ عالم حضرت صاحب کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ مکان میں بیٹھ گئے مسکرا کر فرمایا کہ میاں صاحب آپ نے پہلے لانگری کو کیوں مالا ہے۔ انہوں نے تمام حال بتایا۔ آپ نے لانگری کو فرمایا کہ اس درویش کو معاف کر دے۔ اُس نے اپنی فراست سے جانا کہ حضرت صاحب قبلہ عالم کی تمام توجہ باطنی اس درویش کی طرف ہے کہا کہ حضرت معاف کر دیا۔ اور اس قہقہے کے دو روز بعد حضرت کو بیعت کر لیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت قبلہ عالم حضرت صاحب کو ہاتھ سے پکڑ کر سید جلال کی خانقاہ میں لے گئے تو انہیں اتنی ہوش بھی نہ تھی کہ اپنی جوتیوں کو پاؤں سے اتار دیں۔ ایک پاؤں میں جوتا تھا اسی طرح ساتھ چلے گئے۔ نیز بعض کہتے ہیں کہ جس وقت قبلہ عالم حضرت کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کے لئے خانقاہ میں لے گئے تو مخدوم نوہار اُس جگہ موجود نہ تھے۔ یعنی وہ سید جلال کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے جب آپ نے حضرت کو کھڑے دیکھا تو ہاتھ پکڑ کے خانقاہ میں لے گئے اور مرید بنالیا۔

NafseIslam

منقول ہے کہ جب حضرت قبلہ عالم نے حضرت کو بیعت کیا تو ایک دو روز وہاں رہے اور پھر آپ اپنے وطن کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت صاحب کو وصیت فرمائی کہ آپ پہلے یہاں سے دہلی جائیں اور حضرت مولانا خواجہ فخر الدین صاحب سے ملاقات کر کے پھر میرے نزدیک مہار شریف آئیں۔ حضرت صاحب نے ایسا ہی کیا چنانچہ اس کا ذکر آئے گا۔ قبلہ عالم مہاروٹی صاحب حضرت صاحب کو بیعت کرنے کے بعد ادھر شریف سے مہار شریف واپس روانہ ہوئے جب مولوی محمد حسین صاحب چتر پور کے گاؤں میں پہنچے تو اُن کو فرمایا کہ مولوی صاحب ہمیں مبارک باد دو کہ وہ شہباز جس کے شکار کے لئے ہم ہر سال اس علاقہ کی طرف آتے تھے۔ الحمد للہ کہ امسال ادھر شریف میں ہمارے دام میں آگیا ہے۔ انہوں نے مبارک باد دی نیز دو تین معتبر حضرات سے سنا ہے کہ حضرت قبلہ عالم نے اپنے خلیفہ کلاں مولانا نور محمد حاجی پور والہ کو فرمایا تھا کہ آپ بھی ملک سنگمڑ کی طرف کا دورہ کیا کریں اور اس شہباز لاہوتی کی تلاش جاری رکھیں کہ شاید کوہستان سے باہر آئے اور آپ کے دام میں آجائے۔

اسی وجہ سے حاجی پور والہ صاحبؒ بھی ہر سال ملک سنگھڑ کی طرف سیر کے لئے جاتے تھے جو کوہستان سے قریب ہے اور حب حضرت صاحب کو قبلہ عالمؒ نے بیعت فرمایا تو حاجی پور والہ صاحبؒ کو پیغام بھیجا کہ وہ شہانہ کوہستان امسال ہمارے دم میں آگیا ہے اب آپ اُس کا انتظار نہ کریں۔ کہتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس کے بعد اس طرف کا سفر نہ کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دہلی شریف کا سفر : حضرت صاحبؒ دہلی شریف ۱۱۹۹ھ میں گئے۔ اُس وقت

حضرت صاحبؒ کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کہاں سے روانہ ہوئے اور کس راستہ سے تشریف لے گئے۔ اور کس وقت تشریف لے گئے بعض کہتے ہیں کہ مہار شریف سے قبلہ عالمؒ کے حکم سے دہلی روانہ ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُدبج شریف سے بیعت کے حصول کے بعد روانہ ہوئے۔ البتہ صحیح یہ ہے کہ اُدبج شریف سے شرف بیعت کے بعد وہیں سے روانہ ہوئے چنانچہ میاں صاحب نور بخش جی صاحب سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ نے اس کا تب الحروف لکھے۔ مانتے فرمایا کہ جس وقت میں سنگھڑ شریف میں حضرت غوث زمانؒ کی خدمت میں تھا۔ تو حضرت صاحبؒ کے وصال سے قبل میرے اور حضرت صاحبؒ خواجہ اللہ بخش صاحب سجادہ نشین حضرت زاد اللہ عمرہ وبرا کا اُسے درمیان تبادلہ خیالات ہوا کہ حضرت صاحبؒ کس راستہ سے اور کس جگہ سے دہلی کی طرف تشریف لے گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ مہار شریف سے قبلہ عالمؒ کے حکم کے مطابق تشریف لے گئے اور میں کہتا تھا کہ اُدبج شریف سے دلاؤر کے راستہ سے تشریف لے گئے آخر اتفاق کیا کہ حضرت صاحبؒ سے پوچھا جائے تاکہ تحقیق حال ہو محمد یار خوجہ جو حضرت کے مریدوں میں سے تھا اور حضرت صاحبؒ نے اُسے ابوالوفا کا خطاب دیا تھا۔ اور جب بھی وہ حضرت صاحبؒ سے ملنے آتا تو آپ اُسے اپنے مسئلہ کے قریب بٹھاتے تھے۔ اور زیادہ تر وقت اُس کے ساتھ کلمہ کلام میں مشغول رہتے تھے ہم نے اُسے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ اور خوجہ پنجاب کی زبان میں نو مسلم کو کہتے ہیں میں نے اُسے کہا کہ تو حضرت صاحبؒ

سے اس حال کی تحقیق کر کہ دہلی میں کس راستہ سے اور کس جگہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جب عام کچہری کا وقت ہوا۔ میں اور حضرت اللہ بخش صاحب جو بھی چلے گئے اور محمد یار بھی خدمت میں حاضر تھا اور انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں مذکورہ حال عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ذرا توقف کرو کہ میں یاد کروں۔ پھر دیر کے بعد غور فرمایا اور یاد کیا اور فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے بلوہ اور شریف میں سید جلال الدین بخاری کے مزار شریف کے سرانے بیعت کیا تو چند روز کے بعد اسی جگہ فرمایا کہ دہلی میں حضرت مولانا صاحب دادا پیر کی زیارت کے لئے ہاڑ میں وہیں سے روانہ ہو گیا۔ مگر چونکہ واقعہ راہ نہ تھا۔ اس لئے بڑی تشویش تھی۔ اور دلی میں سوچا کہ دہلی کس طرف ہے آخر دلاور، فلوری، جو دھپور، اجمیر ہے پور اور ریواڑی کے راستے دہلی پہنچا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اُس وقت کہ جب حضرت صاحب دہلی روانہ ہوئے تو پندرہ سال کے تھے بلکہ اکثر حضرت صاحب اپنی زبان مبارک سے فرماتے تھے کہ میں جب دہلی کی طرف گیا تو اُس وقت پندرہ سال کا تھا۔ مولوی محمد حسین پشاوروی جو حضرت صاحب کے خاص مرید ہیں سے تھے اور اُن جناب کا صحبت یافتہ تھے وہ بھی اور حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب سجاد نشین دہلیہ حضرت بھی فرماتے تھے کہ یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک سے سنے ہیں۔ پس تحقیق ہوا کہ حضرت صاحب اُس وقت پندرہ سال کے تھے واللہ اعلم بالصواب۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایک دن اس فقیر کے جسم پر انگڑ کھا تھا جو کیکر کی چھال کے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ بنگلہ شریف میں نماز ظہر کے وقت حضرت صاحب وضو کر رہے تھے اور میں دست بستہ سامنے کھڑا تھا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو میں نے نعلین سیدھے کئے اور کمر خم کر کے کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ آپ اپنا دست مبارک میری پشت پر رکھ کر کھڑے ہوئے۔ اور جوتے پہنے۔ جب آپ کی نظر میرے رنگین انگڑ کھے پر پڑی تو پوچھا بخم الدین یہ رنگ کسی چیز کا ہے عرض کیا کہ کیکر کے درخت کی چھال کا ہے۔ فرمایا خوب ہے میں بھی ایک دفعہ اپنی دوہرا اسی رنگ سے رنگ کر دہلی کی طرف فلوری کی راہ سے گیا تھا۔ اور وہاں سے اجمیر۔ پھر پور اور ریواڑی ہوتا

منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ اپنے تمام خلفائے اعظم کو یعنی مولانا نور محمد ناردوالہ صاحب، قاضی عاقل محمد کوٹ مٹھن والہ اور حافظ جمال الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے کامل اور مکمل بزرگوں میں سے تھے اپنے ہمراہ دہلی حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدین صاحبؒ کی ملاقات کی خاطر لے گئے تھے اور مولانا صاحبؒ تینوں خلفاء کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے اور آفریں فرمائی تھی اور تینوں کے حق میں باتیں کی تھیں اور نواز شہیں فرمائی تھیں۔ حضرت صاحبؒ اُس وقت خور دسال تھے بلکہ حضرت قبلہ عالمؒ کی بیعت سے بھی مشرف نہ ہوئے تھے۔ کچھ مدت بعد جب بیعت سے مشرف ہوئے تو حضرت قبلہ عالمؒ نے حضرت غوثِ زمانؒ کو فرمایا کہ دہلی جا کر حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوں، پس حضرت صاحبؒ اورچ شریف سے ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۸۸۴ء ہندی دلاور، فلوری، بودھ پور سے ہوتے ہوئے پہلے اجمیر شریف پہنچے اور حضرت محبوب رحمانی خواجہ معین الدین بھٹائیؒ و خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، اجمیریؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد وہاں سے جے پور اور وہاں سے ریواڑی اور وہاں سے دہلی پہنچے کہتے ہیں کہ جب حضرت صاحبؒ ریواڑی میں تھے تو حضرت مولانا صاحبؒ جو کچھ عرصہ سے بیمار تھے وصال فرما گئے۔ البتہ وصال کے وقت چشتی تاج محمد سکندریکا نیر کو جو حضرت مولانا صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھے اور مولانا صاحبؒ کے قریب بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب مولوی نور محمد صاحب ہاروی کے مریدوں میں سے ایک شخص سلیمان نام ملاقات کے لئے آ رہا ہے۔ تقدیر میں ملاقات ظاہری نہیں ہے، میرا انہیں سلام کہیں اور میرا یہ فولادی قلم انہیں دے دیں۔ جب حضرت صاحبؒ دہلی پہنچے۔ اُس وقت حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کو تین دن ہو چکے تھے۔ حضرت صاحبؒ اُن کے مدرسہ میں گئے۔ چشتی صاحبؒ مذکور نے تعقیضِ مال کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ کا سلام آپ کو پہنچایا اور فولادی قلم آپ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ حضرت مولانا صاحبؒ کے مدرسہ سے اُٹھ کر اُن کے مزارِ مقدس پر حاضر

ہو گئے۔ حضرت مولانا صاحب کا مزار اقدس حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں مسجد کے قریب ہے آپ جہلم تک حضرت مولانا صاحب کے مزار مبارک پر معکف تھے۔ منقول ہے کہ چونکہ آپ پر عنایت الہی ہوئی تھی یعنی حضرت غوث زمان صاحب کو حضرت مولانا صاحب کی ظاہری زیارت بھی ہوئی تھی اس لئے اُس کے اسباب پیدا ہو گئے۔ ہوا یوں کہ حضرت مولانا صاحب کی حیات مبارکہ میں اُن کا دندان مبارک شہید ہو گیا تھا۔ اُسے کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ رکھا ہوا تھا۔ تاکہ وصال کے وقت آپ کے دہن مبارک میں رکھ دیا جائے اور قبر مبارک میں ساتھ ہی مدفون کر دیا جائے۔ جب حضرت مولانا صاحب نے وصال فرمایا تو حاضرین پر اس قدر رنج و الم کا عالم تھا۔ کہ وہ دندان مبارک رکھنا بھول گئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد سات آٹھ دن گزر گئے تھے کہ وہ دندان مبارک یاد آیا۔ فیصلہ ہوا کہ دندان مبارک کو قبر مبارک میں دفن کرنا ضروری ہے چنانچہ سب مزار مبارک پر حاضر ہوئے تاکہ قبر مبارک کھولی کر دندان مبارک کو قبر شریف میں دفن کر دیں۔ حضرت مولانا صاحب کے جمال بے کمال کے بہت سے مشتاقین اس موقع پر موجود تھے مگر حضرت مولانا صاحب کی بیعت و شوکت کی وجہ سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ قبر مبارک میں داخل ہو کر ان کے چہرہ مبارک سے پردہ اٹھا کر دندان مبارک کو آپ کے دہن مبارک یا چادر مبارک میں رکھ دے۔ تمام حاضرین نے حضرت صاحب کو کہا کہ یہ فریضہ آپ سمر انجام دیں۔ آپ قبر مبارک میں گئے، چہرہ مبارک سے حجاب کو دور کیا اور دندان مبارک ان کے دہن مبارک میں رکھ دیا۔ اس طرح آپ کرم خاص سے حضرت مولانا صاحب کے جمال ظاہری سے بھی مشرف ہو گئے۔

انہی ایام احکاف کا واقعہ ہے کہ ایک شب مغرب کے بعد آپ حضرت مولانا صاحب کے مزار مبارک پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور اُس نے آپ کی کلاہ مبارک کو کونوں اور حاشیہ کے نیچے سے آپ کی پیشانی اور سر کی تمام جلد پر جلدی جلدی ہاتھ پھیرا۔ جب اس کی انگلی اس دیرینہ زخم پر پڑی جو حضرت صاحب کے چہرہ مبارک پر تھا۔ تو ٹھک گیا۔ پھر اُس نے ایک فولادی قلم جو اُس کے پاس تھا، حضرت صاحب کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور کہا کہ حضرت،

مولانا صاحب کا یہ قلم میرے پاس بطور امانت تھا تاکہ آپ تک پہنچاؤں۔ آپ اسے قبول کریں۔
حضرت صاحب نے وہ قلم لے لیا۔ مولف لکھتے ہیں کہ یہ روایت مولوی محمد امین صاحب سے
ہے، جنہوں نے اس حکایت کو خود حضرت صاحب سے سنا تھا۔

حاجی جغتاد صاحب اور مولوی عابد صاحب سوگڑی سے منقول ہے کہ حضرت صاحب
فرماتے تھے کہ جب دہلیا جا کر میں نے حضرت مولانا صاحب کی آستان بوسی کی تو وہاں کے جانور
زبان لطیف و فصیح سے کہتے تھے ”السلام علیکم میاں سلیمان جی“۔ اور لفظ حاجی کو بڑی کشش اور
تھکین کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ نیز یہ بھی کہ جن دنوں میں حضرت مولانا صاحب کے مزار مبارک
پر معتکف تھا تو جگہ اتنی تنگ تھی کہ ہزار دشواری کے ساتھ اپنے دونوں گھٹنے کھڑے کر
کے حضرت مولانا صاحب کے چہرہ مبارک کے سامنے مشغول بیٹھتا تھا مگر اب وہی جگہ حضرت
مولانا صاحب کے تقرن اور آپ کی کرامت سے اس قدر فراخ ہو گئی ہے کہ انسان اگر تمام
فراغت اور آسائی کے ساتھ مرتبہ ہو کر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ سکتا ہے۔ کاتب الحروف و حاجی
نجم الدین لکھتے ہیں کہ واقعی وہ جگہ اب بہت فراخ ہو گئی ہے۔ اس فقیر نے حضرت مولانا صاحب
کے مزار مبارک کی زیارت کی ہے اور دیکھا ہے کہ مسجد غم کھا کر واپس مشرق کی سمت
ہو گئی ہے جس سے مزار مبارک کی جگہ کافی کھل گئی ہے۔

منقول ہے کہ جس وقت صاحبزادہ غلام نصیر الدین عرف کالے میاں صاحب بن
مولوی قطب الدین بن حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدین کو شوقِ خلافت آیا تو پہلے توبہ
النصوح حاصل کر کے اور تمام علاقہ دینی سے ترک و تہرید کر کے حج کعبہ کے لئے گئے اور
وہاں سے مدینہ منورہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے پھر سنوٹہ شریف
(تونس شریف) حاضر ہوئے اور حضرت صاحب تونسوی کی خدمت میں ایک سال تک
رہے حضرت صاحب تونسوی کے فرمان کے مطابق ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے
یہاں تک کہ حضرت غوث زمان کی تربیت سے آپ کا کام مکمل ہوا اور مقصودِ اعلیٰ
کے حصول میں کامیاب ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کی ان کے حال پر بہت
توجہ تھی۔ چنانچہ نماز فجر کے بعد عین مشغول و مراقبہ میں آئیں اپنے حجرہ میں چاشت تک

مشغول بٹھاتے تھے۔ اُس وقت بعض حکایات و اسرار بھی اُن کے سامنے بیان فرماتے تھے۔ نمازِ ظہر کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت سے فارغ ہو کر حضرت صاحبِ اُن کے ڈیڑ پر خود چلتے جہاں حضرت کلمے میاں صاحب قیام پذیر تھے۔ میاں صاحب فرماتے تھے کہ اُس وقت میں غلو ت میں آپ کے سامنے مشغول بیٹھتا تھا۔ آپ بہت کما ماضی کی حکایات اور اپنے اسرار میرے سامنے بیان فرماتے تھے۔ بعض باتوں کے بارے میں فرماتے تھے کہ انہیں کسی پر بھی ظاہر نہ کریں۔ اُن میں سے ایک حکایت جس کے بتانے سے منع نہیں کیا تھا۔ بیان کرتا ہوں۔ حضرت صاحب تونسوی نے ایک دن یہ حکایت بیان فرمائی کہ جن دنوں میں دہلی شریف میں حضرت مولانا صاحب کے مزارِ مبارک پر متکلف تھا، مجھے اُن کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں مشغول بیٹھا تھا۔ جب سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت مولانا صاحب مزارِ مبارک سے باہر تشریف لائے میرے ساتھ معانفہ کیا اور بہت سی نوازشات فرمائیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت لوگ تو کہتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحب وفات پا گئے ہیں۔ پھر آپ قبر سے باہر کیسے آگئے ہیں۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہم فوت نہیں ہوئے۔ یہ تو صرف پردہ شریعت ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ جناب حافظ شیرازی نے ٹھیک ہی تو کہلایے۔

ہرگز نمبر و آنکہ دشمن زندہ شد عشقِ خیمت است بر جبرئیل عالمِ دوامِ

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَدْنٰى فَلَخِيَ حَيٰوةً طَيِّبَةً“

(ترجمہ جس بھی مرد یا عورت نے اعمالِ صالحہ کئے تو ہم اسے عمدہ زندگی عطا فرمائیں گے)

حضرت مولانا صاحب کے چہلم سے فارغ ہو کر حضرت غوثِ زمانِ دہلی شریف سے ہمار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ ہندوؤں کی تقویم کے حساب سے ۱۲۷۱ھ سن تھا۔ اس سال ہندوستان میں بہت بلا قحط پڑا تھا جو ”کال“ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ان دنوں دہلی شہر کی خندق لاشوں سے پُر تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو بھوک و قحط سالی کی وجہ سے فوت ہو گئے تھے۔ آپ کی پہلی منزل فرنگ نگر تھی۔ یہ شہر دہلی

سے بیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں سے کانود شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ہندوؤں کا ایک قافلہ ملا۔ بودریا نے گنگا سے غسل کر کے آ رہا تھا۔ یہ بیس چالیس افراد تھے۔ حضرت صاحبؒ ان کے ساتھ ہو گئے اور کچھ سفر ان کے ساتھ طے کیا۔ ایک مقام پر جب ان ہتھو قافلہ والوں نے کھانا ذخیرہ پکانے کے لئے قیام کیا۔ تو حضرت صاحبؒ اور آپ کا ایک رفیق اس قافلہ سے الگ ہو گئے۔ حالانکہ آپ کے اور آپ کے ساتھی کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی حبيب میں کوئی پیسہ تھا۔ دونوں متوکل تھے۔

قافلہ سے الگ ہو کر ابھی چند کوس گئے تھے کہ ڈاکوؤں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ جب ان راہ زتوں کو معلوم ہوا کہ ان فقیروں کے پاس کوئی مال نہیں ہے تو انہوں نے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور بھاگ گئے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے حضرت صاحبؒ کو ان کے شر سے پناہ دی۔ حضرت صاحبؒ اپنے رفیق کے ساتھ چند کوس اور گئے راستے میں بہت سے جال کے درخت آئے۔ پھل کا موسم تھا۔ آپ بھوکے تھے۔ درختوں پر چڑھ گئے۔ اور پھل کھانے لگے۔ اتنے میں ہندوؤں کا وہی قافلہ ننگے سرنگے پاؤں ٹٹا پٹا وہاں پہنچا۔ حضرت صاحبؒ نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم پر قزاقوں نے حملہ کر دیا اور ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ کر لے گئے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ وہ تین قزاق جو پہلے ہم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی ان چالیس آدمیوں کو لوٹا تھا۔ حضرت صاحبؒ وہاں سے روانہ ہو کر کانود میں پہنچے اور شہر کی مسجد میں اترے۔ منقول ہے کہ اس شہر میں ایک کامل بزرگ امراء کے لباس میں قیام پا رہے تھے۔ اُس کے ماتحت بارہ ہزار سوار تھے۔ اور وہ نجف خاں کی طرف سے وہاں کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔ اُس کا نام علی محمد خاں افغان تھا۔ اور وہ شاہ عزت اللہ نقشبندی ابو العلانیؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ شاہ عزت اللہ مگر قشہر کے رہنے والے تھے اور وہیں اُن کا مزار مبارک بھی ہے۔ یہ شہر جو پنجونوں سے جو اس فقیر کا تبت الحروف کا شہر ہے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ جب حضرت صاحبؒ کانود شہر کی مسجد میں شب بانش ہوئے تو اُس بزرگ امیر کو کشف سے معلوم ہو گیا۔ وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ آپ

نے سمجھا کہ اپنے کسی کام سے کسی جگہ جا رہا ہے مگر وہ لپکا ایک مسجد میں آیا۔ اسلام علیکم کہنے کے بعد آپ سے بغل گیرا اور معانقہ کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں حیران تھا کہ کسی جاذبِ بھان کے بغیر میرے لباس کیسے آیا ہے اور ملاقات کے وقت یوں معانقہ کرتا ہے جیسے کہ قدیم دوست ہو۔ یہ کیا معاملہ ہے آخر اُس امیر نے کہا آج رات آپ کی دعوت میرے ڈیرہ پر ہے۔ آپ فرمائیں تو کھانا پکا کر ہمیں آپ کے ڈیرہ پر لے آؤں گا۔ آپ نے قبول کیا۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ رات کے وقت ہر طرح کے مکلف کھانے پکا کر اپنے خادموں کے ہمراہ آیا۔ کھانا کھلایا اور جو باقی بچا وہ مسجد کے درویشوں کو کھلایا۔ پھر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ رات عشاء کے بعد مسجد کے سب لوگ اور میرا رفیق بھی سوئے ہوئے تھے۔ میں مشغول بیٹھا تھا کہ ایک شخص درویشوں کے لباس میں آیا۔ اسلام علیکم کیا اور بیٹھ گیا۔ پہلی بات جو مجھ سے کی وہ یہ تھی کہ میں صاحب آپ کو فلاں جگہ اللہ تعالیٰ نے قزاقوں سے خوب نجات دی۔ فلاں جگہ آپ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور فلاں مقام پر آپ کے ساتھ فلاں معاملہ ہوا۔ اپنے کشف کے ذریعے اُس نے اتنی باتیں کہیں کہ میں حیران رہ گیا۔ بند نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس خاندان سے ہیں۔ اُس نے کہا کہ میں دہی امیر ہوں جس نے آپ کی دعوت کی تھی۔ اور ملاقات کے لئے بھی آیا تھا میں نقشِ بند یہ ابو العلاء خاندان سے ہوں اور شاہِ عزت اللہ صاحب ابو العلاء کے مریدوں میں سے ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ نے اس احوال کو میرا نہ لباس میں کیوں پوشیدہ کیا ہے۔ امیر نے کہا کہ میرے شیخ کا بھی حکم ہے۔ پھر مجھے کہا کہ آپ میرے ساتھ میرے ڈیرہ پر چلیں اور مجھ پر شفقت فرمائیں میں اُن کے ساتھ اُن کے ڈیرہ پر گیا۔ اُن کے ڈیرہ کے گرد فوج کا پہرہ تھا۔ مگر ہمیں کسی نے نہ دیکھا۔ میں اُن کے خیمہ میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ اس خیمہ میں ایک چار پائی ہے اور اس پر ایک مکلف بستر بچھا ہے۔ چار پائی کے پاس مصلیٰ بچھا تھا۔ مجھے اس پر بٹھا دیا چونکہ مصلیٰ چار پائی کے قریب تھا۔ میرا ہاتھ اس چار پائی کے مکلف بستر پر پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بستر کے نیچے پتھر کے بڑے بڑے سنگ پڑے ہیں۔

میں نے جانا کہ اس بزرگ نے بستر کے نیچے یہ پتھر دیں گے ٹکڑے اس لئے بچائے ہوئے ہیں کہ تاکہ آرام و نیند میسر نہ آئے ۔

وہ امیر میرے پاس بیٹھ گیا اور میرے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ اپنے اعلیٰ مقامات کے بارے میں ایسا ایسا کلام کیا کہ میں حیران رہ گیا۔ میں دیر تک اس خیمہ میں ٹھہرا رہا۔ پھر مجھے رخصت کیا اور مسجد تک میرے ساتھ آیا۔ پھر کہنے لگا کہ آپ کل بھی یہیں قیام کریں۔ میں نے کہا کہ مجھے اپنے مرشد کے پاس حاضر ہونے کی جلدی ہے۔ وہ نہ مانا کہنے لگا کہ آپ میری خاطر ایک دن اور ضرور قیام کریں۔ لاچار میں دوسرے روز بھی وہیں رہا۔ دن کے وقت پھر اُسی امیرانہ لباس میں میرے پاس آیا۔ رات ہو گئی تو اُسی درویشانہ لباس میں آیا اور مجھے اپنے ساتھ اپنے خیمہ میں لے گیا اور کافی دیر تک کلام کرتا رہا۔ رخصت کرنے سے قبل کہنے لگا کہ اس راستہ میں ڈاکو بہت ہیں اس لئے آپ کے ساتھ آدمی ہونے چاہئیں اور راستہ کا سفر خرچ بھی۔ ہندی میں ایک رقم لکھ کر مجھے دیا کہ بیکانیر میں جس دوکان پر بھی چاہیں اسکی رقم وصول کر لیں۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا میٹال ڈرو عطا کیا اور کہا کہ اس ڈرو میں سے آدھا کسی دوسرے درویش کا ساتھ ہے۔ وہ خود ہی اگر آپ سے ملے گا۔ نصف آپ کا حق ہے پھر مجھے رخصت کر دیا۔

دوسرے روز میں دیاں سے روانہ ہو گیا۔ میں قصبہ سنگھانہ کی طرف آ رہا تھا کہ کاٹود اور سنگھانہ کے درمیان ایک درویش آیا اور کہنے لگا کہ میاں ہمارا حق دے دو، میں نے وہ ڈرو اسے دے دیا۔ اُس نے کرنند سے چھری نکالی۔ ڈرو کا ٹانصاف خود لے لیا اور نصف مجھے دے دیا۔ سنگھانہ پہنچ کر میں نے ایک خانقاہ میں قیام کیا۔ خانقاہ کی عمارت پرانی تھی مگر بہت بڑی رات میں نے وہیں قیام کیا۔ دوسرے روز قصبہ چورو میں پہنچا۔ اس قصبہ میں ایک کاملہ عورت تھی۔ اس سے ملاقات کی پھر ہتھیر کے راستہ سے ہوتا ہوا ہمارے شریف پہنچا اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحب کا وہی شریف کی آمد و رفت کا یہ قصہ صحیح ہے۔ اس میں قہر برابر شبہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک دن سنگھڑ شریف میں میرے

قبلہ کعبہ نے اس فقیر سے پوچھا کہ نجم الدین تمہارا گھر کس شہر میں ہے، چونکہ میں نے حضرت صاحب کا دہلی شریف کی آمد و رفت کا قصہ اور کاؤد، سنگھانہ اور چورو کے راستے سے سفر کا ذکر حاجی بخٹا درجوم اور دیگر معتبر احباب سے سنا ہوا تھا، اس لئے میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھر سنگھانہ اور چورو کے درمیان ہے۔ سنگھانہ ہمارے گاؤں سے مشرق کی طرف پندرہ کوس کے فاصلہ پر ہے اور چورو ہمارے گھسے مغرب کی طرف بیس کوس پر ہے۔ جب کوئی شخص سنگھانہ سے چورو کی طرف چلے جو ہونچھنوں شہر راستہ میں ضرور آتا ہے۔ وہی میرا شہر ہے۔ فرمایا ہم نے اس علاقہ کو دیکھا ہے۔ پھر پوچھا کہ ایک درویش صفت فقیر کامل جس کا نام عزت اللہ تھا۔ اس ضلع میں رہتا تھا۔ اب زندہ ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ قبلہ فوت ہو چکا ہے۔ وہ موضع بگڑ میں جو ہونچھنوں سے پانچ کوس مشرق کی طرف ہے رہتا تھا۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب میں دہلی شریف سے روانہ ہو کر فرخ نگر کے راستے سے کاؤد آیا تو وہاں ایک امیر سے ملاقات ہوئی تھی۔ جو صاحب باطن تھا۔ اور میاں عزت اللہ صاحب کا مرید تھا۔ کاؤد سے چل کر ہم سنگھانہ آئے۔ وہاں سے ہم نے ارادہ کیا تھا کہ میاں عزت اللہ صاحب سے ملاقات کی جائے۔ مگر ہمارا ساتھی نہ گیا لاچار ہم نے چورو کا راستہ اختیار کیا۔ کاتب الحروف کا خیال ہے کہ اس سفر میں حضرت صاحب شہر ہونچھنوں میں کہ فقیر کا مسکن ہے ضرور تشریف لائے ہوں گے۔ اس لئے کہ جب بھی کوئی مسافر سنگھانہ سے چورو جاتا ہے تو شہر ہونچھنوں راستہ میں آتا ہے۔ ایک دن حضرت صاحب موضع تاج سرور میں زوال کے وقت حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ میں قیلولہ کے لئے لیٹے ہوئے تھے۔ فقیر حضرت صاحب کے سر پرانے بیٹھ کر آپ کے مبارک ہاتھوں کی مالش کر رہا تھا۔ پاؤں کی طرف حضرت میاں حاجی بخٹا در صاحب درجوم جو حضرت صاحب کے گران و خادمان خاص سے تھے۔ پائے مبارک کی مالش کر رہے تھے حضرت صاحب فقیر کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا کر فرمایا کہ نجم الدین تمہارے ملک میں خوب بہادر و شجاع لوگ رہتے تھے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب ہم اس سفر مبارک میں

دہلی سے آئے تھے تو فرخ نگر کے شہر سے ہندوؤں کے ایک قافلہ کی رفاقت کا اتفاق ہوا۔ پھر ایک مقام پر ہم اُن سے جدا ہو گئے۔ ہمیں تین ڈاکو ملے جب ہم نے اُن پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے مگر وہاں سے بھاگ کر اُن تین ڈاکوؤں نے ہندوؤں کے اُس قافلہ کو جالیا۔ جن سے ہم جدا ہوئے تھے۔ وہ ہندو تیس چالیس افراد تھے مگر اُن تین تعزاتوں نے اُنہیں لوٹ لیا۔ جب وہ ٹکا پٹا قافلہ ہمارے نزدیک پہنچا تو ہم نے ان کا حال پوچھا۔ وہ کہنے لگے ہمیں تین ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے۔ حضرت صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ تین آدمیوں نے تیس چالیس کو لوٹ لیا۔ تمہارے ملک میں اتنے بہادر لوگ ہیں۔

منقول ہے کہ ایک بار نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد تونسہ شریف میں حضرت صاحبؒ بیٹے ہوئے تھے اور ہم چند غلام آپ کے وجود مبارک کی مالش کر رہے تھے۔ کہ محمد اکرم خادم خاص نے عرض کی کہ قبلہ وہ ہنڈی جو کاتود کے امیر نے آپ کو بیکانیر کے لئے دی تھی کتنی مالیت کی تھی؟ فرمایا وہ ہنڈی ستر روپے کی تھی۔ کاتب اطروف کہتا ہے کہ میں نے سنگھنڈی میں سنا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ پورا شہر سے بہترین کے راستے ہمارے شریف پہنچے تو وہ ہنڈی جو بیکانیر کے ساہوکار کے لئے تھی آپ کے پاس موجود تھی۔ آپ نے وہ کسی درویش کو فی سبیل اللہ عطا کی وہ بیکانیر گیا۔ اس ہنڈی کو توڑ دیا اور تمہارے اصول کرنے اپنے مصرف میں لایا۔

کاتب اطروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ اکثر اُس امیر کا ذکر اپنی محفل میں کیا کرتے تھے جب بھی سلطانِ ابراہیم اُدیم بلجی کا یا دوسرے ایسے بزرگوں کا ذکر آتا جو لباسِ فقیر میں کامل بزرگ تھے تو حضرت صاحبؒ اُس امیر کا ذکر ضرور کرتے تھے۔ اس فقیر نے بارہا اُس کا ذکر آپ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔

منقول ہے کہ صاحبزادہ میاں عبداللہ صاحبؒ بن مہاں نور حسین صاحبؒ بن خواجہ نور اللہ صاحبؒ بن حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اس فقیر کے سامنے ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے خود حضرت صاحبؒ قبلہؒ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ جب ہم درمل سے ہمارے شریف کی طرف اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں آ رہے تھے تو ہمارے ساتھ ایک اور رفیق بھی تھا۔ جب ہم قصبہ ولنگر سے روانہ ہوئے

تو تھوڑی دور ہائے ہم راستہ بھول گئے۔ موٹروں اور تاج تسمہ دور کے درمیان پچیس (۲۵) کوں تک جنگل ہے کہ جس کے درمیان کوئی آبادی نہیں۔ نہ کنواں ہے اور نہ پانی کا چشمہ سارا علاقہ سخت صحرا ہے۔ راستہ گم ہو گیا میرے جوتوں میں لوہے کی میخیں تھیں۔ البسی میں میں نے میخوں کے سوراخ دیکھے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں اور واپس موٹروں کی طرف جا رہے ہیں۔ اُس نے کہا کہ یہ ضروری نہیں کہ آپ کے جوتوں کے نشانات ہوں۔ کئی آدمیوں کے جوتوں کے تلووں میں مسخ ہوتے ہیں یہ کسی دوسرے کے جوتے کے نشانات ہوں گے۔ مگر حقیقت یہی تھی کہ میرے جوتوں کے نشانات تھے اور ہم راہ گم کر چکے تھے۔ ہم تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ غیب سے ایک شخص پیدا ہوا۔ وہ دوسرے دونوں ہاتھ ملاتا کر باٹھا۔ اُس نے کہا کہ میاں صاحب یہ راستہ جس پر آپ جا رہے ہیں۔ واپس موٹروں کی طرف جاتا ہے۔ اُس نے اشارہ سے بتایا کہ آپ کا راستہ وہ ہے آپ اُس طرف جائیں۔ ہم حیران رہ گئے کہ اس جنگل میں دور دور تک آبادی کا نشان نہیں ہے۔ میدان بھی صاف ہے۔ دور سے آتایہ نظر بھی نہیں آیا۔ کہاں سے اچانک ظاہر ہو گیا، بہر حال ہم اُس کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑے۔ چند قدم ہی طے کئے تھے کہ وہ غائب ہو گیا۔ ہم نے جانا کہ وہ شخص مردان غیب میں سے ہو گا۔ واللہ اعلم (اللہ ہی جانتا ہے)

مہار شریف میں قیام

(دہلی شریف سے مہار شریف پہنچنے، وہاں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں مدت مدید تک قیام کرنے، علم سلوک حاصل کرنے اور مجاہدہ کرنے کا ذکر)

حضرت غوثِ زمانؒ جب شاہ جہان آباد دہلی سے سحر و عافیت واپس آکر اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے پاس مہار شریف پہنچ گئے تو وہاں اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق ذکر، مجاہدہ اور مشغولی میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ آپ تمام رات ذکر جہر بلند آواز سے کرتے تھے اور دن رات ذکر پاسِ انفس اور وقوفِ قلبی میں بسر کرتے تھے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کی توجہ خصوصی دیگر خلفاء کی نسبت آپ پر بہت زیادہ تھی۔ حضرت صاحبِ مہار شریفؒ میں خدا بخش مہار کی مسجد میں رہتے تھے اور وہیں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ البتہ کچھری کے وقت حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں زیارت اور کتب تصوف کا سبق لینے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے تصوف کی آداب الطالبین فقرات، نواح، عشرہ کاملہ اور قصوص الحکم وغیرہ اپنے شیخ سے پڑھیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ کبھی کبھی خود بھی آپ کو علینے کے لئے خدا بخش مہار کی مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن فقیر کا تباہ و برباد حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں حضرت صاحبؒ کے سنگم میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اُس وقت صاحبزادہ خواجہ محمودؒ بن حضرت خواجہ نور محمدؒ بن حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ بھی حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت تھا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن یہ فقیر خدا بخش مہار کی مسجد کور میں بیٹھا بلند آواز سے اور خوش الحانی کے ساتھ دیوانِ حافظ پڑھ رہا تھا کہ اچانک حضرت قبلہ عالم تشریف لے آئے۔ میں فوراً خاموش ہو گیا اور دیوانِ حافظ کو روک دیا۔ حضرت

قبلہ عالم کی تعظیم کے لئے اٹھا۔ قبلہ عالم نے مسکرا کر فرمایا کہ یارو یہ مسجدا میں کیا شور
ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں دیوان حافظ پڑھ رہا تھا۔ فرمایا یہیں بھی کچھ
سناؤ۔ میں نے حضرت قبلہ عالم کو یہ شعر سنایا :

کمال صنعت مشاطہ شاید

کہ رُوئے زشت رازبا نماید

حضرت قبلہ عالم بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ خوب شعر پڑھا۔ اب ہم سے
بھی سنو۔ حضرت قبلہ عالم نے یہ شعر پڑھا :

مگو کہ پریشدی ذوق عاشقیت نماند

شراب کہنہ ما مستی دگر دارد

یہ تمام قصہ تفصیل کے ساتھ حضرت قبلہ عالم کے مناقبات میں لکھا ہوا ہے
اور اس شعر سے فقیر کاتب الحروف پر کیا ذوق وارد ہوا اس کا بھی ذکر مناقبات
میں موجود ہے۔

منقول ہے کہ اُن دنوں مہار شریف اور گرد و نواح میں چوری کے واقعات
بہت ہوتے تھے۔ اس لئے کہ اس علاقہ میں چور بہت تھے۔ عام طور پر جاٹ چوری
کرتے تھے۔ اور وہ خاص طور پر گلے بھینس کی چوری کرتے تھے۔ کیونکہ لوگوں کو
گلے بھینس کا دودھ بہت کم میسر آتا تھا۔ چونکہ حضرت صاحب ذکر و فکر اور کثرت
عبادت میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ وظائف و اُردا کی کثرت کی وجہ سے
آپ کو خشکی بہت ہو جاتی تھی۔ اس لئے آپ روزانہ دودھ پینا چاہتے تھے۔ تاکہ جسم
اور دماغ میں قوت رہے۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں اس تلاش میں تھا کہ
کسی ایسے گھر سے دودھ قیمتا خریدوں جس کی گلے چوری کی نہ ہو۔ چنانچہ میں نے مسجد
مذکور کے قریب ایک گھر تلاش کر لیا۔ مہر شخص کو اعتماد تھا کہ اس گھر میں کوئی چوری
نہیں کرتا اور اس گھر کی روزی رزق حلال ہے۔ میں نے اس گھر سے دودھ لینا شروع
کر دیا۔ چند دن لیا۔ ایک دن ان کے گھر سے دودھ لینے گیا ہوا تھا تو دیکھا کہ ایک

شخص صاحب خانہ سے مکرار کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے کسی نے کہا کہ یہ گلے جس کا تم دودھ پیتے ہو۔ اس شخص کی ہے اور صاحب خانہ چرا کر لایا ہوا ہے۔ میں نے توبہ کی اور دوبارہ اس سے دودھ نہ لیا۔

مذکور ہے کہ خاندانِ حشمتیہ میں ایک شغل ہے کہ تین دن بغیر شرب و طعام کے دن رات اس عمل کو کرتے ہیں اور اگر پہلے تین دن میں اس کا اثر ظاہر نہ ہو۔ تو تین دن مزید کرتے ہیں۔ ان چھ دنوں میں کھانا پینا ہرگز نہ نہیں ہوتا اور اس عمل یا وظیفہ کو جوگ کے جلسہ میں بیٹھ کر پورا کرتے ہیں۔ اس عمل کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور اس کا اثر بے شمار ہے۔ حاجی خجآور اس فقیر کا تب الحروف کے سامنے بیان فرماتے تھے کہ حضرت صاحب نے حضرت قبلہ عالم کے حکم سے اس عمل کو چھ دنوں میں خلوت میں پورا کیا۔ جب ساتواں دن ہوا تو حضرت قبلہ عالم حضرت صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا "میاں صاحب اٹھیے کہ آپ کا یہ عمل پورا ہو گیا ہے"

صاحبزادہ میاں نور بخش مہاراجی سجادہ نشین خانقاہِ معلیٰ قبلہ عالم اور میاں غلام رسول خان صاحب سے کاتب الحروف نے یہ حکایت سنی تھی اور دوسرے بہت سے معتبر حضرات نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ ایک بار حضرت قبلہ عالم نظام الملک نواب غازی الدین خاں کے ڈیرہ پر قیام فرماتھے۔ نواب صاحب حضرت قبلہ عالم کے پیر بھائی اور محرم راز تھے۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ "نواب صاحب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طعام معرفت سے بھری ہوئی ایک دیگ حضرت علی مرتضیٰ کو عطا فرمائی تھی۔ حضرت علیؑ نے حضرت عواجر حسن بصریؒ کو عطا کی تھی۔ اور پھر ان سے آگے سلسلہ بہ سلسلہ چلتی ہوئی حضرت مولانا صاحب تک پہنچی تھی۔ حضرت مولانا صاحب نے اس فقیر کو عنایت کی تھی۔ میں نے اس دیگ کو بہت خرچ کیا۔ اور تمام جہان والوں کو عطا کیا مگر اس دیگ میں کوئی کمی نہ ہوئی اُسی طرح بھری ہوئی موجود ہے۔" نواب صاحب نے عرض کیا کہ یا حضرت اے جناب کے بعد اس دیگ کا مالک آپ کے مریدوں میں سے کون ہوگا۔ فرمایا کہ

میرا دل چاہتا تھا کہ مذکورہ دیگ میاں صاحب مولوی نور محمد ناز و والد صاحب کو دولہ مگر اللہ کا حکم اس فقیر کو پہنچا ہے کہ یہ دیگ محمد سلیمان روہیلہ کو دے دی جائے۔ میں اس امر میں مجبور ہوں۔ اب یہ دیگ ان کی قیمت کی ہے۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ وہ روہیلہ مجھے بھی دکھائیں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے ایک درویش کو بھیجا کہ حضرت صاحب کو بلانے۔ آپ آئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ میاں صاحب وہ کتاب فقرات جو آپ کو مطالعہ کے لئے دی تھی حفاظت سے رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ کم ہو جائے۔ وہ کتاب حضرت مولانا صاحب کا تبرک ہے۔ انہوں نے مجھے عطا کی تھی۔ حضرت صاحبؒ نے عرض کیا کہ میں اس کتاب کو حفاظت سے رکھوں گا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ بس یہی بات کہنے کے لئے آپ کو بلایا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ واپس چلے گئے تو حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ نواب صاحب میری اس دیگ کا مالک یہی روہیلہ ہے، مگر اس بات کو اس روہیلہ کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ جس وقت قبلہ عالمؒ کی یہ گفتگو نواب صاحب سے ہوئی، اس وقت اس مجلس میں بہت سے معتبر اشخاص موجود تھے۔ اس حکایت کی تصدیق بسم اللہ شاہ صاحب درویش نے بھی کی تھی۔ شاہ صاحب مذکور خاندان سہروردیہ سے تھے۔ قصبہ باڑی شوق شاہ میں رہتے تھے جو مہار شریف سے قریب ہے اور حضرت قبلہ عالمؒ سے بہت اعتقاد و محبت رکھتے تھے انہوں نے حضرت خواجہ نور احمدؒ بن حضرت خواجہ نور محمدؒ مہارویؒ کے سامنے یہی حکایت یوں بیان کی تھی کہ :

میں ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ کی قدم پوسی و زیارت کے لئے گیا ہوا تھا۔ اس وقت حضرت قبلہ عالمؒ نواب غازی الدین خان صاحبؒ کے ڈیرہ پر حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ مولوی نور محمد ناز و والد صاحبؒ، مولانا محمد عاقل صاحبؒ، حافظ جمال الدین ملتان صاحبؒ اور دیگر درویشان اہل صفہ حاضر تھے۔ چونکہ حجرہ میں جگہ تنگ تھی، اس لئے میں حجرہ کے باہر بیٹھا تھا۔ اس وقت حضرت قبلہ عالمؒ نے نواب صاحبؒ سے مخاطب ہو کر یہ قصہ بیان فرمایا تھا۔ بسم اللہ شاہ صاحبؒ فرماتے تھے

کہ جب حضرت صاحب (شاہ محمد سلیمان تونسوی) حضرت قبلہ عالم کے
 سامنے سے چلے گئے تو میں نے حضرت قبلہ عالم سے عرض کیا کہ یا حضرت
 میری سفارش اس روپیہ کے پاس کر دیں تاکہ آپ کے بعد وہ طرح
 سے اس فقیر کی طرف توجہ رکھیں۔ حضرت قبلہ عالم نے حضرت صاحب
 کو آواز دی اور فرمایا کہ "میاں صاحب میں بسم اللہ شاہ صاحب کی سفارش
 آپ کے پاس کرتا ہوں۔ ہمیشہ ان سے رعایت کرنا اور ان کے حلقہ پر
 شفقت رکھنا۔" حضرت صاحب نے قبول کیا۔

منقول ہے کہ ایک دن نواب غازی الدین خان صاحب کے مکان پر مجلس
 سماع تھی حضرت قبلہ عالم تمام خلفاء اور مریدان اہل صفہ بھی اس محفل میں موجود
 تھے۔ قوالوں نے مولانا جامیؒ کی یہ غزل پڑھی :

گفتی شبے بجاوب تو آئم وے چہ سود
 اچوں من بعر خوش ندانم کہ خواب چسیت
 دارم تظلم بتو عیش تقم کہ ہستہ راں سمند
 لے سنگدل بر غم منت ایں شتاب چسیت
 گر من نہ غرق آتش عشق ز شوق تو
 ایں سینہ پڑ آتش و چشم پڑ آب چسیت
 از مدرسہ بکعبہ روم یا بہ سے کہہ
 لے پیر رہ بگو کہ طریق خواب چسیت
 جامی چہ لاف مے زنی از پاک دامن
 برخسرقہ تو ایں ہمہ داغ شراب چسیت

حضرت صاحب پر اس شعر سے کہ "از مدرسہ بکعبہ روم یا بہ میکدہ" پیر
 کیفیت ہو گئی۔ اس قدر وجد غالب ہوا کہ دونوں آنکھوں سے خون کے قوارے
 جاری ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم کے پیر ابن مبارک پر بھی خون کے چھینٹے پڑے۔ اس

حالتِ وجد میں حضرت قبلہ عالمؒ کے دوستوں کو پکڑ کر حضرت قبلہ عالمؒ کا طواف کرنے لگے۔ دیر تک وجد کی یہ حالت رہی۔ اس کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے قوالوں کو منع کر دیا کہ بس کہیں سمارا فقیر مر جائے گا۔ حضرت صاحبؒ کو اٹھا کر حجرہ میں لے گئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنی چادر مبارک آپ پر ڈال دی۔ پھر صاحبزادہ نور احمد صاحبؒ، قاضی محمد عاقل صاحبؒ اور حافظ محمد جمال صاحبؒ کو آپ کے پاس پھوڑ کر خود اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ نماز ظہر تک حضرت صاحبؒ بے ہوش پڑے رہے۔ نماز کے وقت ہوش میں آ گئے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ کاتب المحروف نے یہ قصہ حضرت صاحبزادہ نور بخش صاحب مہارویؒ سے بھی سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ: ”میں نے اپنے جدِ گرامی حضرت خواجہ نور احمد صاحب سے بھی ایسے ہی سنا ہے۔“ لیکن مولوی غلام رسول چیمڑ بہاولپورؒ جو حضرت غوثؒ کے با اعتماد مریدوں میں سے تھے۔ حافظ خدائش صاحبؒ سے اور وہ اپنے باپ حافظ محمد مسعودؒ (حضرت قبلہ عالمؒ کے استاد محترم) سے یہ واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

”نواب صاحبؒ کے مکان پر جب مجلس سماع شروع ہوئی تو حضرت قبلہ عالمؒ میرے سامنے کھڑے تھے اور میں ان کے پیچھے کھڑا تھا۔ حضرت غوثؒ زباں اس وقت میرے پہلو کے برابر کھڑے تھے۔ جب میں نے حضرت صاحبؒ کی طرف نگاہ کی تو ان کے رخسار پر خون کی نہر جاری تھی۔ میں حیران رہ گیا اور ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ حضرت قبلہ عالمؒ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھا تاکہ ان کو حضرت صاحبؒ کے حال سے خبردار کر دوں۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے براہِ کرم میری طرف توجہ فرمائی اور میری طرف دیکھا۔ میں نے آہستہ سے اشارہ کیا کہ حضرت اس رو سیلہ کا حال ملاحظہ فرمائیں۔ جب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں سے خون کی نہر جاری ہے تو قوالوں کو منع فرما دیا۔ پس حضرت صاحبؒ زمین پر بے ہوش گر پڑے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اپنی چادر مبارک حضرت صاحبؒ پر ڈال دی اور حافظ مسعود کو فرمایا کہ جب تک یہ جوان ہوش میں نہ آجائے اور اپنے مکان پر نہ چلا جائے اس کے نزدیک رہیں۔ حاجی پور

والا صاحب اور قاضی محمد عاقل صاحب جو شمالی صف میں کھڑے تھے۔ حضرت صاحب کے قریب آئے۔ ہر دو صاحبان نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ہمارا یار ایک ہی جنت میں اپنی ہمت سے پروبال سے اُرکے مقام اعلیٰ تک پہنچ گیا ہے یعنی تجلی ذاتی کے مقام تک، جو اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے اور تجلی ذاتی سے فنا بالفنا کا مقام حاصل ہوتا ہے اور پھر "خَرُّ مُوسَىٰ صَبَحًا" کی مثل حال ہو جاتا ہے اور حضرت صاحب کو اس وقت وہ مقام حاصل تھا۔ لہذا نار و والہ صاحب اور حضرت قاضی صاحب نے اُس وقت اسی مقام کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ "یہ مردِ وسیلہ بہت نیک نصیب ہے" جب حضرت صاحب مقامِ صحویں آئے تو اُسٹے۔ حضرت قبلہ عالم کی چادر مبارک کو پہچانا۔ اُسے بوسہ دیا۔ اور اپنے سر پر رکھ کر مسجد کی طرف اپنے ڈیرہ پر چلے گئے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایسی حالت وجد حضرت صاحب کو تین چار مرتبہ ہوئی ہے۔ پہلی مرتبہ حضرت قبلہ عالم کی زندگی میں، مہارشریف میں جس کا ذکر ہوا ہے۔ دوسری مرتبہ حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد خانقاہ قبلہ عالم میں۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتا ہوں۔ میان نور بخش صاحب مہاروی سے منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد پہلا عرس تھا یا دوسرا۔ خانقاہ میں بوقت چاشت محفل سماع تھی۔ بندہ بھی موجود تھا۔ اور حضرت قبلہ عالم کے تمام خلفاء بھی موجود تھے۔ نواب غازی الدین خان بھی موجود تھے۔ قوالوں نے شیخ جمال حشتی فیروز پوری، جو حضرت قبلہ عالم کے عاشقوں اور مربیان مجاز میں سے تھے، کی یہ غزل شروع کی :

مر جبا ترک مست رعنائی
دل زلمے بری بہ بیغنائی
در جہاں نیست کس بتو مانده
بے نظیری بحسن و زیبائی
محو مطلق شود سمہ عالم
پہوں نقاب از جمال کشتی

حضرت صاحب پروردگار قدر غالب ہوا کہ عین حالتِ وجد میں صاحب زادہ غلام مصطفیٰ بن خواجہ نور المصطفیٰ شہید کو جو اُس وقت چھوٹے بچے تھے اور مجلس میں موجود تھے اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ کبھی حضرت قبلہ عالم کے روضہ شریف کے اندر جا کر اور کبھی باہر مجلس میں آتے تھے۔ چند بار ایسا ہی کیا۔ بعد میں جب بے ہوشی غالب آگئی اور گردن سخت ہونی شروع ہوئی تو جناب صاحب زادہ موصوف کو گردن سے اتار دیا اور خود زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب مجلس تمام ہوئی تو حضرت صاحب کو لنگر والے حجرہ میں لائے کہ آپ کا ڈیرہ بھی وہیں تھا۔ اُس وقت حافظ محمد جمال صاحب قاضی محمد عاقل صاحب اور نواب غازی الدین خان صاحب تمام موجود تھے جب حضرت صاحب کی نبض دیکھی تو نبض نہ تھی۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے واقعہ کی مثل ہے۔ انہیں بھی حضرت احمد جامؒ کے اس شعر پر وجہ ہوا تھا اور اسی پر وصال فرما گئے تھے :۔

کشتِ گمانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

پس ہر کسی کو گمان تھا کہ حضرت صاحب وصال فرما گئے ہیں۔ جب نمازِ ظہر کا وقت آیا تو حضرت صاحب کو ہوش آگیا۔ اُسٹھے اور نمازِ حسبِ معمول ادا کی۔ تیسری مرتبہ حاجی پور شریف میں حضرت مولوی نور محمد ناز و والد صاحب کے عرس مبارک پر بھی آپ کو وجہ ہوا۔ چنانچہ یہ واقعہ اکثر معتبر حضرات سے سنا ہے خاص طور پر مولوی محمود مفتی صاحب سے سنا ہے اور تحقیق کیا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں خود اُس وقت حضرت صاحب کے پاس موجود تھا۔ حضرت صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کے خلیفہ اعظم مولوی نور محمد ناز و والد صاحب کے عرس مبارک پر شریف سے حاجی پور شریف لائے ہوئے تھے۔ نمازِ اشراق و چاشت کے بعد مجلسِ سماع میں شرکت کے لئے آئے۔ قوالوں نے اُس وقت یہ ہندی سرود گایا۔

بیرے بیرے مینوں مت کوئی اکھوناں میں بیرے سلسلی
ناں منگ کھیر مائی سہی ناناں میں چو چاک بیٹی

ذات صفات ادنیٰ و مخربیاں فیتناں چا کیدے نال چلیں

مولوی محمود مفتی کہتے تھے کہ میں اُس وقت حضرت صاحبؒ کے قریب کھڑا تھا۔ حضرت صاحبؒ کو پہلے تو اس راگ پر بہت رقت ہوئی۔ پھر یہ حالت ہوئی کہ روتے ہوئے اور دونوں ہاتھ ملتے ہوئے قوالوں کی طرف جاتے تھے اور اسی حالت میں واپس آتے تھے۔ چند بار ایسا ہی کیا۔ آخر عالم حیرت میں آ گئے۔ دونوں آنکھیں کھول کر اور چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے ایک جگہ کھڑے رہ گئے۔ کافی دیر تک اسی حالت میں رہے۔ پھر زمین پر گر پڑے۔ اس وقت دونوں آنکھیں کھلی تھیں۔ نگاہ آسمان کی طرف تھی۔ آنکھوں میں حرکت نہ تھی۔ اور نہ ہی پنک جھپکتے تھے۔ جب نبض دیکھی تو وہ بھی کم تھی۔ اُس وقت یہ گمان کیا گیا کہ شاید وصال فرما گئے ہیں۔ چاشت سے لیکر ظہر تک یہی حالت رہی۔ اسی حالت میں حضرت صاحبؒ کو ڈیرہ پرے لے گئے۔ جب جمعہ دن نے ظہر کی اذان دی تو حضرت صاحبؒ کے ایک پاؤں کو حرکت ہوئی۔ پھر تمام وجود پر صحو کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میری طرف آنکھیں کر کے فرمایا: "اے مولوی محمود نماز کا وقت ہے؟" میں نے عرض کیا کہ ابھی اذان ہوئی ہے۔ فرمایا: "میرے پاؤں حالت وجد میں قبلہ کی طرف تو نہیں ہوئے؟" میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر فرمایا کہ "میری زبان پر کوئی کلمہ بے شرع تو نہیں آیا؟" میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا: "الحمد للہ۔ مولوی محمود مجھے اٹھاؤ۔" میرے تمام اعضاء سخت ہو گئے ہیں۔ انہیں پکڑے سے کسی کمر باندھ دو۔ میں نے سر سے پگڑی اتار لی۔ حضرت صاحبؒ کو اٹھایا۔ اور آپ کے اعضاء پر اپنی پگڑی کو باندھ دیا۔ اس کے بعد آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

سماع میں وجد کا جو تھا واقعہ یوں ہے اور اس کے رادی میاں محمد صالح ہیں جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ مجاز میں سے تھے وہ اس کاتبِ الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حاجی پور میں حضرت نادر والدہ صاحبؒ کے عرس مبارک میں شرکت کے بعد واپس تشریف لارہے تھے۔ ہم حضرت صاحبؒ کے ساتھ تھے۔ احمد قوال نے غزل شروع کی۔ عین سواری کی حالت میں حضرت صاحبؒ کو وجد ہو گیا۔ گھوڑے

کی پشت پر سے ہوا میں معتق ہو گئے۔ آپ کے سینہ مبارک کے دائیں طرف سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور آپ کا پیرا بن مبارک خون سے تر ہو گیا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب میں دہلی سے مہار شریف آ گیا تو حضرت قبلہ عالم نے غلام رسول لانگری کو فرمایا۔ کہ یہ روہیلہ پٹاری جوان ہے۔ یہ لوگ بڑی روٹی کھاتے ہیں۔ اسے بڑی روٹی دیا کرو۔ چند دن تک لانگری نے مجھے بڑی روٹی دی۔ پھر آپ نے لانگری سے فرمایا اے غلام رسول اس روہیلہ کو مجھے دکھائے بغیر روٹی نہ دینا کہ میں اپنے ہاتھ سے دوں گا۔ جب غلام رسول میری روٹی حضرت صاحب کے پاس لے گیا تو فرمایا اتنی بڑی روٹی مت دے۔ اُس میں سے نصف حقہ مجھے دے دیا اور نصف کسی اور فقیر کو دے دیا۔ اس کے چند دن بعد نصف روٹی دینی بھی بند کر دی گئی۔

ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا کہ قیام مہار شریف کے ایام میں ایک دن میں مسجد میں بیٹھا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ چند دن ہو گئے تھے کہ میں نے اقصاٰ نہ کیا تھا کیونکہ ان دنوں میں مجھے ایک کقمہ بھی میسر نہ آیا۔ ناگاہ میری نظر کبوتر دہلی پر پڑی جو مسجد کے صحن میں دانہ چُک رہے تھے۔ میں نے درمیانی انگلی سے ایک سنگریزہ ان کبوتروں کی طرف مارا۔ قضائے الہی سے ایک کبوتر کو وہ سنگریزہ لگ گیا۔ وہ ترپنے لگا۔ میں نے جلدی سے اُسے ذبح کیا۔ گرم تنور میں ڈالا تاکہ بھون کر کھاؤں۔ ناگاہ ایک درویش دروازہ اور امیر سے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت قبلہ عالم تمہیں یاد کر رہے ہیں۔ جلدی چلو۔ میں جلد از جلد پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچا۔ فرمایا اے روہیلہ یہاں یا د خدا کے لئے آیا ہے یا پرندوں کا گوشت کھانے کے لئے؟ میں نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ فرمایا جاؤ اور مطالعہ میں مصروف ہو جاؤ۔ جب میں مسجد میں واپس آیا۔ اور نہ بوجہ کبوتر کو دیکھا تو وہ تنور میں جل چکا تھا۔

منقول ہے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں جس وقت مہار شریف میں حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں پہنچا تو موسم سرما آ گیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم نے تمام فقراء کو

روں دار پڑے دیئے۔ بعض کو پشم کے کبل بھی دیئے۔ مگر اس فقیر کو کچھ نہ دیا۔ اگر میرے ہاتھ میں کوئی کپڑا آتا بھی، تو آپ اس کپڑے کو مجھ سے لے لیتے۔ اور کسی دوسرے درویش کو دے دیتے اور فرماتے کہ روپیہ بہت قوی جسم ہوتے ہیں اور یہ درویش لاغر بدن ہے۔ لاچار ہے اور مجھ سے کپڑا طلب کرتا ہے۔ تم یہ کپڑا اسے دے دو۔ لاچار میں وہ کپڑا اسے دے دیتا۔ اور خود جنگل سے لکڑیاں اور گھاس پھوس لا کر اسے جلا کر اپنے آپ کو گرم کرتا۔ اور وضو کا پانی بھی گرم کرتا۔ ایک رات سردی شدید تھی۔ میں آتش دان کے قریب بیٹھ کر اپنے کپڑے گرم کر رہا تھا۔ اچانک ایک شخص نے میری حالت دیکھ کر ایک سیاہ کبل اپنے بدن سے اتار کر مجھے دے دیا۔ حضرت قبیلہ عالم کو علم ہو گیا۔ آپ نے وہ کبل لے کر کسی اور درویش کو دے دیا۔ اور فرمایا کہ کس بے خبر نے یہ کبل اس روپیہ کو دے دیا۔ یہ مرد کہستانی ہے۔ نوجوان ہے۔ سردی اس پر اثر نہیں کرتی۔ میں پھر آگ سیکنے کے لئے آتش دان کے قریب چلا گیا۔

سے زان بلا ہا اولیاء برداشتند

سبز بخرخ ہفت میں افراشتند

حضرت صاحب نے ایک دن خواجہ نور احمد مہارویؒ کو اپنے سابقہ ابتدائی دور کا ایک واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ: ”ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ موضع مہت چھیدو کے زمینداروں کی درخواست پر کسی زمیندار کی شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ بہت سے درویش بھی آپ کے ہمراہ گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ جس وقت حضرت قبلہ عالمؒ ان کے مکان پر گئے اور ڈیرہ کیا تو میں حضرت پیر و مرشد کے پہلو میں ایک گوشہ میں سو گیا۔ دیگر تمام فقراء و علماء کھانا کھا کر اور گرم کپڑے لے کر اپنے اپنے مکان پر آرام کرنے لگے۔ مجھے کسی نے کھانا نہ دیا اور نہ ہی سردی سے بچنے کے لئے کوئی کپڑا دیا۔ آخر حضرت قبلہ عالمؒ نے ازراہ نوازش حاضرین مجلس سے پوچھا کہ روپیہ کو کسی نے کھانا دیا یا نہیں؟ عرض کیا گیا کہ انہیں کسی نے کھانا نہیں دیا۔ فرمایا اگر کسی کے پاس روٹی ہو تو اسے دے دیں۔ ایک شخص نے بغیر سالن کے خشت کے روٹی

کایک ٹکڑا لاکر حضرت قبلہ عالمؒ کو دیا کہ اس وقت یہی موجود ہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے وہ ٹکڑا مجھے دے دیا اور فرمایا کہ یہ کھا لو۔ میں نے کھا لیا۔ پھر میں وہاں سے اُٹھ کر غلام رسول لانگری کے پاس آیا اور اُس سے روٹی اور کپڑا طلب کیا۔ اس نے کہا کہ اس وقت آپ کے لئے روٹی اور کپڑا کہاں سے پیدا کروں؟

”میں نے رنجیدہ خاطر ہو کر صحرا کا راستہ لیا تاکہ کسی گاؤں یا کنوئیں پر جاؤں۔ شاید وہاں کسی نے آگ جلا رکھی ہو تاکہ اس سے اپنے جسم کو گرم کر دوں اور وہیں آگ کے نزدیک زمین پر سو جاؤں۔ چنانچہ شہر سے باہر مجھے کسی کنوئیں پر آدمیوں کی آواز آئی۔ وہاں میں نے آگ کے نزدیک کچھ وقت آرام کیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ ایک شخص روٹی، گوشت، چاول، فالودہ اور دودھ نیز دو عدد لحاف میرے پاس رکھ کر واپس چلا گیا۔ میں نے کنوئیں والوں کو آواز دی کہ یہ شخص جو میرے پاس کھانا اور لحاف رکھ گیا ہے، تم میں سے ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا آدمی نہیں ہے۔ ہمارا کوئی ساتھی ایسا نہیں ہے جو ہمارے لئے کھانا اور کپڑا لائے۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ حضرت قبلہ عالمؒ کی اس فقیر پر عنایت ہوئی ہے۔ میں نے فالودہ، چاول، گوشت، نان اور دودھ سے خوب پیٹ بھرا۔ جو کھانا باقی بچا وہ کنوئیں والوں کو دے دیا۔ ایک لحاف نیچے بچھایا اور دوسرا اوپر لے لیا۔ جب دن چڑھا تو ان کپڑوں اور برتنوں کا کوئی مالک نہ آیا۔ میں وہیں چھوڑ کر واپس آ گیا۔ جب وہاں سے روانہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت قبلہ عالمؒ سوار ہو کر شریف لار سے ہیں۔ فرمایا کہ ادھر آ اور میرے گھوڑے کے آگے آگے دوڑتا ہوا چل۔ میں گھوڑے کے آگے دوڑتا جاتا تھا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے دوسروں سے فرمایا کہ تم لوگ آہستہ آہستہ ہمارے پیچھے آؤ جب دوسروں سے ہم چند قدم آگے آگئے تو حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ اے میاں روٹی کے لئے اس قدر تنگ دل نہ ہو کہ وہ میں نے شرمندگی سے ہمارے شریف تک سراو سچا نہ کیا اور نہ ہی کوئی جواب دیا۔

باجا منہ صد پارہ و باخر قدیشیں بر خاک نشینم و ازین عار نداریم
درویش و فقیریم دریں گوشہ دنیا بانیک و بدخلق جہاں کار نداریم

منقول ہے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ: "حضرت قبلہ عالمؒ نے مجھے فرما دیا تھا کہ تو میرے کمرے میں آکر چراغ کے سامنے بیٹھ کر مطالعہ کر لیا کر۔ پس حسب الامر شاد ایک رات آپ کے کمرہ میں آن قبلہ کے پہلو میں مطالعہ کتاب میں مشغول تھا کہ مجھے نیند نے غلبہ کیا۔ میں وہیں سو گیا۔ سردی کا موسم تھا اور میرے جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے ازراہ نوازش اپنی چادر مبارک دوہری کر کے میرے اوپر ڈال دی۔ آخر شب جب میں نیند سے بیدار ہوا اور قبلہ عالمؒ کی چادر مبارک اپنے جسم پر دیکھی تو آہستہ آہستہ پینٹ کر حضرت قبلہ عالمؒ کے زانو کے قریب رکھ کر آپ کے کمرہ سے باہر آ گیا اور اپنے ڈیرہ پر جا کر مشغول ہو گیا۔"

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ: "ایک دفعہ مجھے ہمارے شریف میں بخار ہو گیا۔ چند دن تک بخار نہ اُترا میں کمزور ہو گیا اور میرا رنگ زرد ہو گیا۔ اُن ایام میں کوئی بھی میری عیادت کے لیے نہ آیا۔ آخر مرض کی شدت، بے خوابی اور کم خوری کی وجہ سے میری حالت بہت خراب ہو گئی۔ میں مسجد کے باہر برسرِ راہ بیٹھ گیا کہ قبلہ عالمؒ کی گذرگاہ تھی۔ اس امید پر کہ اُن کی زیارت و دیدار سے شفا کی صورت پیدا ہو۔ قبلہ عالمؒ نمازِ فجر کی سنتیں اپنے مکان پر پڑھ کر مسجد کی طرف تشریف لائے تھے جب مجھے راستہ میں بیٹھ دیکھا اور شدتِ مرض کا حال دیکھا تو میری طرف ایک نظر کرم ڈالی اور آگے چلے گئے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو مجھے فرمایا:

"اے روہیلے تجھے کیا ہو گیا ہے۔" میں نے عرض کیا کہ کئی دنوں سے مجھے بخار ہے۔" فرمایا "تمہارے وطن میں تپ کا کیا علاج کرتے ہیں۔" عرض کیا کہ پہاڑی لوگ مرضِ تپ میں روغنِ زرد پلاتے ہیں نیز بکری کی کھال میں اُسے پکاتے ہیں فرمایا: "تم بھی ایسا ہی کرو۔" مگر اپنے پاس سے کوئی دوا دی۔ نہ کسی سے فرمایا کہ روغنِ زرد دہتیا کیا جائے۔ جب حضرت قبلہ عالمؒ تشریف لے گئے تو آپ کے جلنے کے بعد میرا بخار اُتر گیا اور میں بالکل صحت مند ہو گیا۔ آپ کی زیارت سے میری تمام بیماری جاتی رہی۔"

حضرت صاحب کا قبلہ عالم سے اجازت سے لیکر اپنے وطن کوہ درگ میں اپنی والدہ محترمہ کی ملاقات کیلئے آنے کے احوال

حضرت صاحب جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، طلب علم کے لئے کوہ درگ سے تونسہ شریف آئے تھے۔ وہاں سے قصبہ لائیکہ گئے تھے اور وہاں سے کوٹ ممٹھن تشریف لے گئے تھے۔ کوٹ ممٹھن سے اوچ شریف جا کر حضرت قبلہ عالم سے بیعت ہوئے تھے وہاں سے شیخ و مرشد کے مطابق شاہ جہاں آباد دہلی میں حضرت مولانا صاحب کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آکر مہار شریف میں حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں مقیم ہو گئے تھے۔ اس عرصہ دراز میں آپ کی والدہ محترمہ بی بی زلیخا صاحبہ اپنے بیٹے کی جدائی کی وجہ سے بہت مغموم و فکر مند ہو گئیں۔ والدہ محترمہ کے رنج و الم کا ایک اور سبب بھی بنا کہ حضرت صاحب کی غیر حاضری میں آپ کے بڑے بھائی میاں یوسف صاحب انتقال فرما گئے، جن کی قبر مبارک قصبہ گرگوجی میں اپنے والد گرامی جناب ذکر یا صاحب کے پہلو میں ہے۔ میاں یوسف صاحب کے انتقال کی وجہ سے حضرت بی بی زلیخا صاحبہ کو آپ کا درد فراق اور زیادہ ہو گیا۔ شدت بے قراری میں بذاتِ خود کوہ درگ سے چل پڑیں تاکہ اپنے بیٹے کو تلاش کریں۔

آپ موضع گرگوجی سے روانہ ہو کر پہلے موضع سوگڑ میں تشریف لائیں۔ سوگڑ تونسہ شریف سے جنوب کی طرف دو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ ہر چند تلاش کیا مگر ان کا سراغ نہ پایا۔ واپس چلی گئیں۔ پھر وہاں سے کسی شخص کو اور بقولِ بعض اپنے داماد کو حضرت صاحب کی تلاش میں ملتان کی طرف بھیجا۔ اُن ایام میں حضرت قبلہ عالم کے فرزند اکبر حضرت خواجہ نور الصمد شہید کی مہار شریف میں شادی تھی۔ حضرت قبلہ عالم نے حضرت صاحب کو حافظ محمد جمال ملتانی کے ساتھ ملتان شادی کا سامان لانے کے لئے بھیجا ہوا تھا۔ وہاں جب آنا سامنا ہوا تو حضرت صاحب کے دل میں وطن کی محبت

غالب آگئی۔ اُس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ اُس نے کہا کہ کوہِ درگ سے میاں محمد سلیمان صاحبؒ روہیلہ کی تلاش میں آیا ہوں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ تو میں خود ہوں۔ مگر اس وقت میرے شیخ و مرشد نے مجھے ایک ضروری کام سے یہاں بھیجا ہوا ہے۔ یہ سامانِ ملتان سے مہار شریف لے جا کر حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں پہنچا کر اور شیخ و مرشد سے اجازت لے کر والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ قبلہ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کو ایک چوغہ عطا کیا تھا وہ چوغہ اُس شخص کو دے دیا کہ میرے بھائی یوسف کو دے دینا۔ اُس شخص نے حضرت صاحبؒ کے سامنے ظاہر نہ کیا کہ یوسف صاحب کا تو انتقال ہو گیا ہوا ہے تاکہ اُنہیں اپنے بھائی کے فوت ہونے کا غم والہ نہ ہو۔ پس اُس آدمی کو واپس اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت صاحبؒ ملتان شریف سے شادی کا سامان لے کر جب مہار شریف پہنچے تو حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ والدہ صاحبہ نے مجھے بلائے کے لئے ایک آدمی بھیجا تھا۔ وہ آدمی مجھے ملتان میں ملا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تمہیں اجازت ہے۔ منقول ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کی اجازت طلب کئے بغیر اور اُس آدمی کی خبر کے بغیر حضرت صاحبؒ کو ایک دن فرمایا تھا کہ : ”اے روہیلے تمہاری والدہ تمہاری جدائی و فراق کے درد میں دن رات روتی ہے اور اس کے سینہ غم زدہ سے آہیں نکلتی ہیں۔ آپ اپنی والدہ کے پاس جائیں مگر دیکھنا وہاں جا کر باغی نہ ہو جانا۔ اپنی والدہ صاحبہ سے ملاقات کر کے اور چند روز ان کی خدمت میں رہ کر، اُن کی تسلی کر کے پھر میرے پاس آ جانا۔“ چنانچہ آپ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔

حضرت قبلہ عالمؒ سے رخصت ہو کر حضرت صاحبؒ کوہِ درگ میں آئے اور والدہ صاحبہ کی قدم بوسی سے مشرف و مسرور ہوئے۔ اپنے بھائی میاں یوسف صاحب کی وفات کی خبر سن کر بہت ملول خاطر ہوئے اور اِذَا تَالَلٰہُ وَاِنَّا لَآلِیُّہٗ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ چند ایام کوہِ درگ میں اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں رہ کر اللہ کی یاد میں مشغول

رہے۔ چند دن بعد ہی حضرت قبلہ عالمؒ کے دیدار اور ان کی زیارت کا اشتیاق غالب آیا۔ والدہ صاحبہ سے رخصت طلب کی۔ انہیں جدائی کی طاقت نہ تھی۔ لہذا انہوں نے اجازت نہ دی۔ ادھر حالت یہ ہو گئی کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے دیدار کے اشتیاق نے بے حد بے قرار کر دیا۔ بے تاب ہو گئے۔ چند دن بے قراری میں اور رات آخر شمار میں گزر جاتی۔ جب آپ کی والدہ صاحبہ نے اور آپ کے اقربا اور خویشوں نے دیکھا کہ آپ مہار شریف جانے کے لئے بے قرار ہیں تو دن رات آپ کی رکھوالی کرنے لگے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ چپکے سے روانہ ہو جائیں۔

سے کہتے ہیں کہ کوہ درگ میں ایک قلعہ نابرج کلاں تھا۔ اس کا ایک ہی دروازہ تھا۔ رات کے وقت اس پر قفل ڈال دیتے تھے۔ اس بُرج کے ارد گرد خندق تھی۔ اور خندق کے چاروں طرف خار بندی کی ہوئی تھی جو آدمی کے قدم سے اونچی تھی۔ حضرت صاحبؒ کو رات کے وقت اس بُرج میں سلاتے تھے۔ اور دن کے وقت بھی سب لوگ ہوشیار و خبردار رہتے تھے۔ ایک رات جب حضرت صاحبؒ کو بے قراری زیادہ ہوئی تو حافظِ حقیقی کو اپنا رفیقِ جاں جان کر ادھی رات کے وقت اُس بُرج سے چھلانگ لگا دی۔ کانٹوں کی باڑ میں گرے۔ مگر آپ کے وجود کو کوئی ضرب نہ آئی۔ البتہ آپ کے جسم مبارک میں کانٹے لگے۔ مگر مستیِ عشق میں آپ کو خبر نہ ہوئی۔ آپ فوراً مہار شریفانہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت مولانا صاحبؒ فخر الدین دہلویؒ کے دوستوں میں سے کسی بزرگ نے خوب کہا ہے:

نوبہار است جنوں چاک گریباں مددے
آتش افتاد بجاں جنبشِ داماں مددے
شبِ تار است دگر دانیِ امینِ درپیش
دشتِ و صحرِ مددے خارِ مغیلاں مددے
گر می عشقِ بے درجہ آتش افتاد
تشنگیِ سوخت مرا لے لبِ جاناں مددے

راہ گم گشت و بیا آبلہ منزل بس دور
 خارِ صحرا مدے خضرِ بیاباں مدے
 جامِ نابِ یدست تو تغافلِ تاچند
 گشت مخموری مے ساقیِ مٹاں مدے
 بہرِ تفریحِ دل و ضعفِ جگہ میباید
 پستہ لبِ مدے سیبِ زرخندان مدے
 آمدہ فصلِ بہارِ راستِ جنوّم گلِ کرد
 جوشِ زردخونِ دلمِ شعلہٴ مَرگالِ مدے
 مطربِ ساختہٴ بیدارِ ترا رنجوری
 فخرِ دینِ فخرِ جہاں مُرشدِ پاکاں مدے

الغرض وہاں سے روانہ ہو کر لمبی لمبی منزلیں طے کرتے تیسرے دن مہار
 شریف پہنچ گئے اور حضرت قبلہ عالم کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ کہتے ہیں
 کہ کوہِ درگ مہار شریف سے ایک سو چالیس کو س ہے۔ اتنی مسافت تین دن میں
 طے کر کے اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں پہنچے اور کئی قسم کی نوازشوں سے مشرف
 ہوئے۔ نیز یہ بھی سنا ہے کہ جس وقت حضرت صاحب نے بُرج سے اپنے آپ کو
 کائنات میں گرایا تو آپ کے اس قدر عقدرے حل ہوئے جو چپکشی اور مجاہدہ سے
 حل نہیں ہو سکے تھے۔ مہار شریف میں اس سال بھی آپ چند ماہ رہے پھر حضرت
 قبلہ عالم سے اجازت لے کر اپنے وطن والدہ صاحبہ کی زیارت کے لیے آئے۔ اسی
 طرح چند ماہ مہار شریف میں قیام کرتے اور پھر رخصت لے کر اپنے وطن اپنی والدہ
 صاحبہ کی زیارت کے لئے جاتے۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ اپنے وطن
 سے مہار شریف حضرت قبلہ عالم کی زیارت کے لئے جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک قبرستان سے گزرا
 کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کا سر قبر سے باہر نکلا اور میرے پاؤں کے نیچے آگیا۔ میں دیکھ نہ سکا

اس گھوڑی سے آواز آئی :

دور دار ازمن قدم لے بے خبر گرچہ خالم بوسے عشق آمد ز سر

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شعر یہ تھا :

دور دار ازمن قدم لے خام پست گرچہ خالم بوسے آید ز دوست

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں نے یہ جانا کہ یہ سر مبارک کسی بزرگ عاشق خدا کا ہے چنانچہ میں نے اُسے ادب کے ساتھ قبرستان میں دفن کر دیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ حکایت مشہور ہے اور اس فقیہ نے بہت سے آدمیوں سے اس واقعہ کو سن لیا ہے بعد میں جب حضرت صاحب کی زبان مبارک سے سنا تو پوری تسلی ہو گئی۔ حضرت صاحب بستی تاج سرور میں اپنے بنگلہ میں تشریف فرما تھے اور اکثر میدانِ اہل صفہ موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ نارودوالہ میں قضاے حاجت کے لئے باہر گیا ہوا تھا کہ اچانک میری نظر بڑیوں کے ایک ڈھانچہ پر پڑی۔ میں نے بلایا تو اُس خشک لاشہ نے وہ شر پڑھا میاں امیر الدین کشمیری بھی اس مجلس میں بیٹھے تھے۔ وہ حضرت صاحب کے یارانِ مجاز ہیں سے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب تحفہ احمدی علم سلوک میں نظم میں تصنیف کی ہے جس میں یہ قصہ بھی منظوم کیا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم نے حضرت نارودوالہ صاحب کو وطن جانے کی اجازت دی تو حضرت غوثِ زماںؒ بھی آپ کے ہمراہ چل پڑے۔ دونوں قرآن السعدین لکھے بہادلوں کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں اپنے پیر بھائی مولوی محمد حسین چنڑ کے ہاں گئے۔ مولوی غلام رسول چنڑ اُس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے۔ ”کہ حضرت نارودوالہ صاحب کے پاس گھوڑا تھا۔ وہ اس پر سوار ہو گئے۔ ان کے ساتھ چند عالم اور مرید بھی تھے۔ جیسے میاں مولوی محمد کہنکو وغیرہ۔ حضرت غوثِ زماںؒ بھی پایادہ تھے۔ جب وہ ہمارے شریف سے روانہ ہوئے تو نصف منزل نارودوالہ صاحب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور نصف منزل حضرت غوثِ زماںؒ کو اپنے گھوڑے پر سوار کرتے تھے۔ وہ علماء جو حضرت نارودوالہ صاحب کے ساتھ تھے۔ اس بات سے

ریحیہ خاطر تھے اور کہتے تھے کہ ہماری حضرت تو عمر رسیدہ ضعیف و ناتواں بدن ہیں۔ اور یہ روہیلہ تو نابینا، فربہ اور نوجوان ہے۔ اس کے لئے کیا ضروری ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو اور حضرت پا پیادہ جائیں مگر حضرت نارودوالہ صاحبؒ کے خوف و ادب سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ جب مولوی محمد حسین چنڑ کے قصبہ میں، جو بہاولپور کے قریب قریہ فتنو والہ کے قریب ہے۔ پہنچے تو علمائے مذکور نے مولوی محمد حسین صاحبؒ سے کہا کہ صاحب ہمارے حضرت اس روہیلہ کو اپنا پیر بھائی سمجھ کر گھوڑے پر سوار کر لیتے ہیں اور خود پا پیادہ چلتے ہیں جن سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اس نوجوان روہیلہ کو چاہیئے کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو۔ آپ اسے سمجھا دیں۔ ہم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض نہیں کر سکتے ہم ڈرتے ہیں۔ مولوی محمد حسین نے کہا۔ سبحان اللہ۔ میرا خیال تھا کہ جناب نارودوالہ صاحبؒ کا دل بوسے نفسانی سے بالکل پاک ہے۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ ابھی نفسانیت باقی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیسے۔ کہا کہ اگر ان میں بوسے نفس نہ ہوتی تو اس روہیلہ کو تمام منزل سوار کر کے لاتے۔ اور خود پا پیادہ ان کی رکاب میں آتے۔ تم کیا جانتے ہو کہ اس روہیلے کا کیا مرتبہ ہے۔ نارودوالہ صاحبؒ جو تمہارے پیر ہیں انہیں اس کے مرتبہ و مقام سے خبر ہے۔ چونکہ ابھی ان میں تھوڑی سی نفسانی خواہش باقی ہے اس لئے نصف ماہ سوار ہو کر چلتے ہیں۔ حضرت نارودوالہ صاحبؒ کے مرید خاموش ہو گئے۔ جب ڈیرہ غازی خاں پہنچے، جو تونہ شریف سے تیس کوس پر جنوب کی طرف ہے اور حاجی پور سے بھی قریب ہے۔ تو مولوی عبداللہ خان چانڈا کے مکان پر ڈیرہ کیا۔ مولوی صاحب موصوف حضرت نارودوالہ صاحبؒ کے یارانِ مجاز میں سے تھے۔ حضرت نارودوالہ صاحبؒ کا معمول تھا کہ آپ عبداللہ خان صاحب کی خاطر ڈیرہ غازی خاں میں دو رات قیام کرتے تھے۔ دوسرے دن جب حضرت غوثِ زمانؒ حضرت نارودوالہ صاحبؒ سے رخصت ہو کر سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے تو نارودوالہ صاحبؒ الوداع کرنے کے لئے بیرونِ شہر دوڑ تک گئے اور آخر دونوں شاہبازانِ میدانِ لاہوت ایک دوسرے سے معانقہ کر کے رخصت ہوئے۔

حضرت غوثِ زمانؒ تھوڑی دُور گئے اور پھر مُڑ کر چہرہ مبارک حضرت نارووالہ صاحبؒ کی طرف کیا۔ دیکھا کہ وہ کھڑے انہیں دیکھ رہے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے دُور سے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے بھی جواباً سلام کیا۔ جب تک حضرت صاحبؒ انہیں نظر آتے رہے، حضرت نارووالہ صاحبؒ وہیں کھڑے رہے۔ جب نظر سے غائب ہو گئے تو حضرت نارووالہ صاحبؒ اپنے ڈیرہ پر نثر لیت لائے۔ فرمایا کہ میرے گھوڑے پر زین ڈالو اور چپنے کی تیاری کرو۔ عبد اللہ خان صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا معمول ہے کہ آپ اس غلام کے مکان پر دو رات قیام فرمایا کرتے ہیں۔ آج کیا جلدی ہے؟ فرمایا کہ راستہ میں جب میں نے اُس رو سیلے محمد سلیمان کو گھوڑے پر سوار کرایا تھا تو میرے دوستوں نے بھی اسے پسند نہ کیا اور تم پر بھی گلاں گذرا۔ تمہارے دل میں اُن کے سوار ہونے سے کیوں رنجیدگی پیدا ہوئی تھی۔ شاید تم لوگوں کو اُن کے مقام سے آگہی نہیں ہے۔ سُنو کہ ہم حضرت قبلہ عالم مہارویؒ کے مریدان مجاز ہیں۔ مگر قبلہ عالم کا خلیفہ اور قائم مقام یہی مردِ رو سیلہ ہے۔ یہی ہم سے قبلہ عالم کی نعمتِ ظاہری و باطنی کا مالک ہے اور حضرت خواجگانِ حشمت کا صاحب لنگر بھی یہی ہے۔ تم نہیں جانتے کہ قبلہ عالم کے وصال کے بعد آپ کا قائم مقام بھی یہی ہو گا۔ نہیں نہیں بلکہ یہ اس وقت بھی قبلہ عالم کا قائم مقام ہے۔ اس پر ایک وقت آئے گا کہ تمام سلسلہ چشتیہ کا بوجھ اٹھائے گا اور جو زندہ رہے گا وہ دیکھے گا۔

سب دوستوں نے جب اپنے پیروں کے یہ ارشادات سنے تو بہت پشیمان ہوئے اور عرض کیا کہ ہم جب مولوی محمد حسین صاحب کے گاؤں پہنچے تھے تو ہم نے انہیں یہ کہا تھا اور حضرت شاہ محمد سلیمان صاحب کا شکوہ کیا تھا کہ یہ رو سیلہ ہمارے حضرت کے گھوڑے پر نصف راہ بھی کیوں سوار ہوتا ہے تو مولوی صاحب نے جواب میں کہا تھا کہ کہ میں خیال کرتا تھا کہ حضرت نارووالہ صاحب میں بُوئے نفسانی نہیں ہے وہ اس سے پاک ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ ابھی نفسانیت باقی ہے کہ نصف راہ خود سوار ہوتے تھے۔ اگر بُوئے نفسانی نہ ہوتی تو بالکل سوار نہ ہوتے۔ حضرت نارووالہ صاحبؒ نے فرمایا۔

کہ مولوی صاحب نے ٹھیک کہا ہے۔ تم نے مجھے اُس وقت کیوں نہ بتایا۔ تاکہ میں بالکل سوار نہ ہوتا۔
کاتب المحروف کہتا ہے کہ یہ قلم بہت سے معتبر آدمیوں سے منسلک ہے اور یہ بہت مشہور ہے۔
حاجزادہ میاں نور بخش جی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کے سلسلے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ
خلیفہ محمد باران صاحب حضرت صاحب سے بیعت ہونے سے پہلے ہمارے شریف میں حضرت
قبلہ عالم سے بیعت کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس وقت ابھی حضرت صاحب خود بھی
حضرت قبلہ عالم سے بیعت نہیں ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم نے خلیفہ صاحب سے
فرمایا کہ ابھی مزید علم حاصل کرو۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ۔ خلیفہ صاحب حسب الارشاد
ہمارے شریف سے بغیر بیعت کے حصولِ علم کے لئے روانہ ہو گئے اور سات سال تک
علوم ظاہری حاصل کرتے رہے۔ اس عرصہ میں حضرت غوث زمانہ نے حضرت قبلہ عالم
سے بیعت کی اور سفرِ دہلی سے واپس آکر ہمارے شریف میں قیام کیا۔ پھر جن دنوں حضرت
صاحب قبلہ عالم سے اجازت لے کر اپنے وطن گئے ہوئے تھے، خلیفہ محمد باران صاحب
علوم ظاہری سے فارغ ہو کر ہمارے شریف حاضر ہو گئے اور بیعت کے لئے عرض کی۔
حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کچھ دیر صبر کرو کہ ابھی تمہارا دوست نہیں آیا۔ جب حضرت
صاحب کوہ درگ سے واپس ہمارے شریف آ گئے اور چند روز قیام کرنے کے بعد پھر
واپس وطن جانے لگے تو حضرت قبلہ عالم آپ کو وداع کرنے کے لئے ہمارے شریف کے
نالہ مغربی تک تشریف لائے (نالہ خشک تھا) وہیں حضرت صاحب کی چادر بچھا کر
نالہ میں زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب کو بھی بٹھالیا۔ پھر کسی آدمی کو بھیجا کہ محمد باران
صاحب کو بلا لائے۔ وہ آ گئے تو حضرت قبلہ عالم نے اُن کا ہاتھ حضرت صاحب
کے ہاتھ میں دے دیا اور محمد باران صاحب سے فرمایا کہ یہ تمہارا پیر ہے۔ ان سے مرید
ہو جاؤ۔ حضرت صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب یہ تمہارا خلیفہ ہے۔ ان پر بہت توجہ
فرمائی۔ پھر دونوں کو رخصت کر دیا۔ خلیفہ صاحب نے وہیں اُس نالہ میں حضرت صاحب
سے عرض کیا کہ مجھے ابھی بیعت فرمائیں۔ حضرت صاحب نے حضرت قبلہ عالم کے ادب
کی خاطر انتوں کے نیچے انگلی دبا کر انہیں اشارہ سے فرمایا کہ اس جگہ بیعت نہیں کروں گا۔

اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو گئے اور جہاں شب بانشی کی وہاں رات کو انہیں جمعیت کیا۔
منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ لمال کے سفر سے ہمارے شریف کی طرف
آ رہے تھے۔ لمال سے مراد مغرب کا علاقہ ہے جیسے بہاولپور وغیرہ۔ حضرت صاحبؒ
کوہ درگ (اپنے وطن) سے ہمارے شریف آپ کی خدمت میں جا رہے تھے جب ملتان پہنچے
تو خبر ملی کہ حضرت قبلہ عالمؒ بہاولپور کی طرف گئے ہوئے تھے مگر اب ہمارے شریف کی طرف
روانہ ہو چکے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے بھی ادھر کا رخ کیا۔ جب قصبہ پھولان میں، جو
بہاولپور اور خیبر پور کے درمیان ہے پہنچے تو وہیں حضرت قبلہ عالمؒ کی قدم بوسی صل
ہو گئی۔ اس قصبہ اور اس کے ارد گرد کے لوگ حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے۔ اس لئے
بے شمار پتاشے اور دودھنڈر کے لئے لائے ہوئے تھے۔ جب حضرت صاحبؒ وہاں
پہنچے تو بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے حضرت صاحبؒ کی طرف توجہ فرمائی۔
اور ایک بڑا پیالہ دودھ سے بھر کر اور اس میں بہت سے پتاشے ڈال کر حضرت صاحبؒ کو
عطا کیا۔ آپ نے پی لیا۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس پیالہ میں دوسری دفعہ دودھ اور پتاشے
ڈالے اور حضرت صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ اور میں گے۔ حضرت صاحبؒ نے عرض
کیا۔ جی ہاں۔ یہ پیالہ بھی پی لیا۔ تیسری مرتبہ پھر پیالہ دودھ سے بھر کر اور بہت سے پتاشے
ڈال کر فرمایا کہ اور پیو گے۔ حضرت صاحبؒ نے عرض کی۔ جی ہاں۔ چنانچہ وہ بھی پی لیا۔
حضرت قبلہ عالمؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ ”پٹھانوں کے پینے اور بھنم کرنے پر بھی آفرین ہے
یہ بہت ان ہی کی ہے“۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے جس بھنم کی طرف
اشارہ فرمایا تھا اس سے اسرارِ باطنی کا بھنم کرنا مراد تھا۔ حق تعالیٰ نے حضرت غوث
زمانؒ کو اس قدر وسیع ظرف عطا فرمایا تھا کہ معرفت کے دریا نوش کر لئے، مگر اپنی
زبان مبارک سے ذرہ سے اسرار کو بھی فاش نہیں کیا۔

حضرت صاحبؒ جو سمٹھ (۶۴) برس سجادہٗ مشنخت پر بیٹھے اور خلقِ خدا کو ارشادات
فرماتے۔ مگر کبھی زبان مبارک سے یہ نہ فرمایا کہ مجھے یہ مقام حاصل ہوا ہے یا مجھ پر
یہ تجلیات وارد ہوئی ہیں۔ کبھی اپنی کرامت اور خوارقِ عادت کا خود اعلانیہ اظہار

نہ فرمایا۔ اگر کبھی بے اختیار ظاہر ہوا تو افسوس فرمایا کہ مجھ سے یہ بات ظاہر کیوں ہوئی۔
 اگر کبھی اپنی کرامت ظاہر کی تو درپردہ کسی دوسرے کے نام سے ظاہر کی۔ چنانچہ مولا
 محمد کھوکھر کا لقب مبینہ برساؤ رکھ دیا تھا۔ یعنی جب بارش کی ضرورت ہوتی اور مخلوق
 حضرت صاحب سے عرض کرتی تو آپ اس کے ذمے لگا دیتے۔ فرماتے کہ یہ مبینہ برساؤ
 جب بکے گا بارش ہوگی (چنانچہ اس کا ذکر آگے آئے گا) آپ اکثر اپنے احوال کو
 چھپاتے اور فرماتے کہ ہم تو ملام ہیں۔ ہم کیا جانتے ہیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے
 کہ "الْأُسْتِقَامَةُ قَوْفُ الْكُرَامَةِ" یعنی دین اسلام سے مستحکم و بستگی کرامتوں
 سے بہتر ہے۔ سبحان اللہ! اس زمانہ میں بعض بے وقوف، جو ابھی ناسوت کی پہلی
 منزل پر بھی نہیں پہنچے ہوتے اور خواہشاتِ نفسانی سے بھی آزاد نہیں ہوئے ہوتے
 کشف و کرامات کے دعوے کرتے ہیں۔ اور دیدہ و نادیدہ عالمِ امثال کو لوگوں
 کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان پر اعتقاد کریں۔ اور اکثر احمق جو رازِ نہال
 سے خبر نہیں رکھتے، ان پر اعتقاد لے آتے ہیں اور ان لوگوں کو جو اعتقاد نہیں رکھتے، چشم
 حقارت سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا خدایا! میں یا عامی میں۔ یہ لوگ حقیقتِ حال سے
 بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ صرف اپنی عالی حوصلگی کی وجہ سے اظہار سے گریز کرتے
 ہیں۔ ان کا عمل اس شعر کے مطابق ہوتا ہے جس میں اظہار کشف کو محبوب گردانا لکھا ہے۔

برکہ اور از کشف خود گوید سخن
 کشف او کفش کن بر سر بزن

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی نے فرمایا ہے کہ ہمارے خاندان
 چشتیہ میں سلوک کے پندرہ مرتبے ہیں۔ ان میں پانچویں مرتبہ پر کشف و کرامت ہے۔
 اگر پانچویں مرتبہ پر پہنچ کر کوئی کشف کا اظہار کرے تو اگلے دس مراتب کو حاصل
 نہیں کر سکتا۔ مردِ کامل وہ ہے کہ جب وہ پندرہویں مقام پر پہنچتا ہے تو تب بھلی اظہار
 کشف نہیں کرتا۔ جیسا کہ حضرت امیر و خسرؒ کی تصنیف دیل المجتہدین میں لکھا گیا ہے۔
 پس فیکہ کا مقصود اور کمالات کا مقصود کچھ اور ہے اور کشف و کشود کا

کچھ اور۔ کشف تو کافر کو بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا کشف کا اظہار اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے۔ یہ کون سی بزرگی ہے؟ بلکہ اگر کسی درویش سالک کو کشف نہ ہو تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ جو سالک اظہار نہیں کرتا اس کا سلوک سچتہ ہے۔ کیونکہ اس کی حد نظر اللہ تعالیٰ پر ہے اور دوسرا جو اظہار کرتا ہے۔ اس کی حد نظر صرف اپنے کشف پر ہے اس لئے وہ مجرب ہے۔ کشف کو شریفیت میں لکھا ہے کہ یہ سرزنش خاص اکتشاف کے لئے ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جن کو کشف و کشف حاصل ہے اور وہ اس کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر وہ جاہلی، جو چند دن اللہ اللہ کرتے ہیں اور ابھی خواہشات نفسانی سے بھی پاک نہیں ہوتے۔ سلف صالحین کی حکایات سن کر کشف کا جھوٹا دعویٰ کرنے لگتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اکابرین کی طرح جلنے لگتے ہیں۔ وہ دائرہ ایمان اور مرتبہ ایقان سے خارج ہیں۔ اور وہ جو علم بھی رکھتے ہیں اور ظاہری علوم سے بھی بہرہ ور ہیں اور پھر ایسے جاہلوں سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہیں ابھتم کہنا چاہیے کہ سوا احمق اکٹھے کئے جائیں تو ایک ابھتم بنتا ہے حضرت مولانا رومؒ نے درست فرمایا ہے۔

گفتہ بہ مولانا رومؒ مشنوی حروف و نشان مجز و موزون + ابجد بر سبب نفسون +
 طبلان نادیدہ مردم میزند + تا گمان کہ ایشان زبان دہند + ابجدان حرفشان روزی نبود + یاد آذر زبانت آمد
 زہنو + لمی خانہ اگر وصف شوی + بر مراد مرغ کے واقف شوی + گریبا موزی + فی سبیل + تو چوانی گوچہ
 دارد یا گلی +

اے عزیز درویش وہ ہے جو شب و روز ریاضت و عبادت اور ذکر و شغال میں مشغول رہتا ہے۔ اس کی طلب خدا تعالیٰ کے سوا اور اس کی رضا کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ پس اس ضمن میں اُسے اگر کوئی چیز انوار یا اسرار میں سے یا کشف قلوب و عالم امثال سے نظر آتی ہے تو اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ اُسے اپنا "حیض" سمجھ کر چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اصل مقصد کچھ اور ہے۔

سے دل چہ سے بندی دریں غائی مقام این جہاں را ہم جہلنے دیگر است ۔
پس درویش حقیقی اپنے مقصودِ اصل کے وصال کی امید میں شب و روز مجاہدہ دریافت
میں مشغول رہتا ہے ۔

سے عمر کے بایں تاکہ بدست آید دوست

اُردو وہ شخص جو نواہی اور غیر شرع سے احتراز نہیں کرتا، جو سلوک کی پہلی منزل ہے
وہ دوسری منزل پر کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اُردو وہ جو بقا باللہ کے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں
جو درویشوں کا آخری مقام ہے۔ وہ بھی شریعت کی جبلتین کو بافتہ سے نہیں چھوڑتے
اور کسی حال میں بھی شریعت کا پڑ اپنی گردن سے نہیں اتارتے۔ وہ دن رات مبتدلیوں
کی طرح مجاہدہ و ریاضت میں لگے رہتے ہیں کہ

سے نہایت قدم سالکان بلا یتادوست

خواص کا انتہائی مقام یہ ہے کہ اپنے آپ کو عوام کے کترین درجہ میں رکھیں۔
”اَوَّلُ الْعَوَامِ اَخْرَاجُ الْاَصْنُفِ“ اور ”وَبَلَدَةُ الْخَصْلِ نَهَايَةُ الْعُلَمَاءِ“ میں بھی یہی
امر ہے کہ علماء کا بلند ترین مقام یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جہلکا کے پست ترین مقام
پر مینال کریں ۔

سے بس کعبہ خود زیر کاں را این بس ست

ہائیک و دکردم اگر در وہ کس ست

ملے خوب زں محبوب رحمان حضرت خواجہ محمد سلیمان جو تمام مقاماتِ تطبی غوثی اور
افادد سے اُنکے سر رکھے تھے اور مقامِ محبوبی پر پہنچ گئے تھے ۔ انہوں نے آخر دم تک ریاضت
و مجاہدہ میں نہیں بیک تھا ۔

ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا کہ ”ہم ایک دفعہ مبارک شریف کی طرف قبلہ عالم کی
تداروسی کے لئے جا رہے تھے۔ کہ ایک چھوٹا ن یعنی قنل میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے اور خوفِ
ہلاکت سے ہم جاں بلب تھے کہ اچانک مینڈک کی آواز ہمارے کان میں آئی پس میں اُس
مینڈک کی آواز کی طرف گیا کہ شاید وہاں کچھ پانی ہو۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مینڈک گھاس

کے ایک کھیت میں بول رہا تھا۔ لیکن وہاں پانی نظر نہ آیا۔ بہت حیران ہوا۔ اپنے رفیق کو یہ سن کر گھاس کو ہٹا کر زمین کھودو۔ جب زمین کھودی گئی تو نیچے صاف و شفاف اور شیریں پانی نکلا۔ پس اس جگہ بیٹھ کر پیاس کی حرارت کو دور کیا۔ اور اپنے کوزہ کو بھر کر روانہ ہوئے۔

حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ قبلہ عالم سے رخصت ہو کر اپنے وطن گیا۔ چند روز موضع گڑگوکھی میں رہ کر والدہ صاحبہ سے اجازت لینی چاہی۔ انہوں نے اجازت نہ دی۔ ایک دن میری والدہ صاحبہ میرا بازو پکڑ کر مجھے میاں ملا محمد صاحب کے پاس لے گئیں۔ ملا محمد صاحب قوم جعفر سے تھے اور گڑگوکھی میں رہتے تھے۔ فرمایا کہ میرے بیٹے کو کچھ ہو گیا ہے۔ اس کے ہوش و حواس ٹھیک نہیں رہے۔ اگر کچھ جانتے ہو تو میرے بیٹے پر چڑھ کر دم کرو تاکہ ہوش و حواس بھی آجائے اور اسے سبق بھی دیں۔ اور اس کی حفاظت بھی کریں تاکہ کہیں جائے نہیں۔ اور کوہستانیوں کی عادت یہ ہے کہ چار پائی کے پائے بلند بناتے ہیں۔ اور سر ہانہ بھی بڑا بناتے ہیں جیسا کہ امیروں کا تکیہ ہوتا ہے (ٹیک لگانے والا) میاں ملا محمد صاحب میری والدہ صاحبہ کے حکم کے مطابق تمام دن مجھے اپنے پاس بٹھاتے تھے اور خبر رکھتے تھے اور رات کو اپنے ساتھ اس بڑی چار پائی پر اپنے ساتھ سلاتے تھے۔ ایک رات مجھے حضرت قبلہ عالم کے کمرے کے دیدار کے لئے سخت اضطراب ہو گیا۔ دل چاہتا تھا کہ کسی بہانے بھاگ جاؤں اور کتبہ مقصود تک پہنچ جاؤں۔ میں نے فریب کیا ایک رات عمداً نیند کی آواز پیدا کی اور سانس زور زور سے لینا شروع کیا اپنے استاد کے اطمینان کے لئے تاکہ وہ سمجھیں کہ سو گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہی سمجھا کہ اسے نیند آگئی ہے۔ خود بھی سو گئے۔ جب میں نے ابھی طرح جاں لیا کہ میاں صاحب سو گئے ہیں تو میں آہستہ آہستہ چار پائی سے اترا تاکہ کوہاندہ لیا اور پا جامہ کو بھی باندھ لیا۔ اور قلعہ کے اندر گیا۔ قلعہ کے چاروں طرف خندق تھی جس میں کانٹے دار جھاڑیاں تھیں کیکر اور بھول وغیرہ کی۔ ان جھاڑیوں کی لمبائی آدمی کے قد سے ادھی تھی۔ قلعہ کے دروازہ پر بھاری پتھر پڑا تھا۔ اور دروازہ پر کانٹے والا لٹکا تھا۔ میں نے قلعہ کے اوپر سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ چنانچہ خندق سے باہر گرا البتہ میرا ایک پاؤں خندق میں گرا جو کانٹوں میں پھنس گیا۔ بس میں نے

زور لگا کر باہر نکالا۔ اگرچہ کانٹے میری پنڈلیوں میں چبھے ہوئے تھے اور اُن سے خون جاری تھا، اور پانچا مہی پھٹ گیا تھا، مگر میرے دل میں اُس وقت اس کا کوئی دھیلا نہ آیا اور نہ میں نے دیکھا کہ میرے پاؤں میں کانٹے ہیں میں نے قدموں پر زور دیا اور دوڑ پڑا۔ پس صبح کے وقت اٹلاک درگزی میں جو قصبہ منگٹوٹھ کی طرف مغرب کی سمت دامن کوہ میں واقع ہے پہنچا۔ قصبہ منگٹوٹھ میں نہ مٹھرا کہ لوگ مجھے پہچان نہ لیں۔ ایک لحظہ آرام نہ کیا وہاں سے دریائے سندھ کے پتن کا راستہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شیخ جو نہہ کے قریب کشتی ملے گی۔ پس روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک شخص شیخ محمد نام ملا جو شیخ جو نہہ کی اولاد سے تھا۔ اس سے کشتی و پتن کا پتہ پوچھا۔ اُس نے کہا میں بھی دریائے اُسی طرف جا رہا ہوں اور تمہیں اس شرط پر ساتھ لیتا ہوں کہ میرے گھوڑے کو گھاس ڈالنا تو اپنے ذمہ لے لے۔ میں نے اقرار کر لیا۔ اور اُس کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ کشتی تک پہنچے۔ ملاٹوں نے میرے پاؤں اور پنڈلیوں میں خون دیکھ کر جو قلعہ سے گرتے وقت کانٹوں کے لگنے سے جاری تھا اور باجامر کا پانچا پھٹا دیکھ کر کشتی پر بٹھانے سے انکار کر دیا کہ شاید کسی کا خون کر کے آرہے۔ پس شیخ مذکور نے ملاٹوں کو کہا کہ یہ میرے گھوڑے کا رکھوالا ہے اسے کچھ نہ کہیں۔ پس میں بھی کشتی پر سوار ہوا اور جب کشتی مشرقی کنارہ کے قریب ہوئی۔ میں نے جلدی سے کشتی سے چھلانگ لگائی اور جنگل کا راستہ لیا۔

جنگل میں چلتے چلتے اچانک تین چوروں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو کہ اس جنگل میں تنہا کھڑے ہو کہنے لگے ہم چور ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا کہ میں بھی چور ہوں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے مسخوڑہ کیا کہ ایسے آدمی کو چھوڑنا مصلحت نہیں ہے شاید کسی کو ہماری خبر کر دے۔ انہوں نے تمام دن مجھے جانے نہ دیا۔ جب رات آئی تو ہم چاروں جنگل سے نکل کر دائرہ دین پناہ کے نزدیک آئے اور آپس میں صلاح کی کہ مسجد میں جا کر کسی کا گھر دریافت کر کے چوری کریں گے۔ ان تین چوروں ہی سے ایک نے کہا کہ میں نے مسجد کے ہمسایہ گھر میں چوری کرنے سے توبہ کی ہوئی ہے اور اُس چور نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ علاقہ دامان کے شہروں میں سے ایک شہر میں مسجد

کے ہمسایہ میں ایک شخص کے گھر شب باشی کی۔ اُس گھر والے کو محمد پر کئی اعتبار تھا۔ رات کو اس کی گھوڑی چڑ لی۔ اس پر سوار ہوا اور اپنے گھر کی راہ لی تمام رات گھوڑی دوڑا تا رہا اور صبح کو اُسی شہر میں داخل ہوا۔ جہاں سے روانہ ہوا تھا۔ پس اسی گھوڑی کے مالک نے مجھے پکڑ لیا اور بہت رسوا کیا۔ اُس دن سے میں نے توبہ کی ہے کہ مسجد کے ہمسایہ میں چوری نہیں کروں گا۔ پس تینوں چوروں نے اتفاق کیا کہ لکڑ مارے کے گھر میں جائیں گے اور پھر آگے کسی کے گھر میں نقب لگائیں گے جب انہوں نے لکڑ مارے کے گھر کا راستہ لیا تو میں نے مسجد کا راستہ لیا۔ حضرت صاحبؒ یہ بات فرما رہے تھے۔ کہ موذن نے عصر کی اذان دی۔ سب نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہ جان لینا چاہیے کہ کوہ درگ تونسہ شریف سے تیس کوس کے فاصلہ پہ ہے اور دائرہ دین پناہ تونسہ شریف سے بارہ کوس پہ ہے پس حضرت صاحبؒ نے ۲۴ کوس کا فاصلہ ایک منزل میں طے فرمایا۔

۴۰ راہ بہائے تن بہایاں نرسد

تا جاں نرسد قدم سبحاننا نرسد

حضرت قبلہ عالم کی علالت غوثِ زمان کا انتظار اور غوثِ زمان کا کوہِ درگِ حضرت قبلہ عالم کے وصال قبل مہار شریف حاضر ہونا

حضرت قبلہ عالم کے پوتے میاں غلام فرید نے اس فقیر کا تب الحروف کے سامنے بیان فرمایا کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے کہ جب حضرت قبلہ عالم کو مرضِ رحلت پیدا اور رحلت کے ایام قریب آگئے تو حضرت غوثِ زمان خواجہ سلیمان صاحب موجود نہ تھے۔ وہ چند ماہ سے رخصت لے کر اپنے وطن گئے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم کے دیگر تمام خلفا حاضر تھے۔ مثلاً قاضی عاقل محمد صاحب، حافظ محمد جمال ملتانی صاحب وغیرہ سوائے مولانا نور محمد نادر والد صاحب کے جو حضرت قبلہ عالم سے پہلے وصال پا گئے تھے۔ ایک دن حضرت قبلہ عالم نے اپنے بڑے فرزند نور القمہ شہید سے فرمایا کہ کسی کو بہارِ روہیلہ کی خبر ہے کہ کہاں ہے اُسے کسی طرح یہاں طلب کرو، شہید صاحب نے کہا کہ اُن کا حال معلوم نہیں ہے کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں اگر ان کے حال کا علم ہو تو کسی قاصد کو بھیج دیتے۔ چاہے قاصد کو کتنی بھی رقم کیوں نہ دینی پڑتی۔ فرمایا حاضر خود آجائے گا۔ دوسرے دن پھر فرمایا کوئی ہے جو ہمارے روہیلہ کو بلائے اور اُسے یہاں لائے۔ حافظ محمد جمال نے عرض کی کہ قبلہ عالم اگر غلام کو حکم ہو تو میں روانہ ہو جاؤں اور انہیں لاؤں۔ فرمایا خیر ماشاء اللہ وہ خود آجائیں گے۔ کہتے ہیں کہ حضرت غوثِ زمان اپنے گھر قلعہ گرو گوجی میں آدھی رات کے وقت مشغول بیٹھے تھے اور قلعہ کو قفل لگا ہوا تھا۔ اور قلعہ کے گرد خندق تھی اور خندق کے گرد کیکر، جٹ اور بول کی کانٹے دار باڑ تھی۔ حضرت صاحب بڑے بڑے چینی اور اپنے مرشد کے دیوار کی شدتِ آرزو غالب آگئی۔ جب دیکھا کہ قلعہ کے دروازہ کو قفل ہے اور انہیں جگایا یا قفل کھولا تو مجھے جانے سے منع کر رہے تھے تو حضرت صاحب نے قلعہ سے خار بند یا پر چھلانگ لگا دی اور مہار شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ قلعہ سے چھلانگ لگانے سے حضرت صاحب کے پائے مبارک پر کوئی ضرر نہ آیا پہلی منزل

دائرہ دین پناہ میں کیا جو تونسہ شریف سے بارہ کوس پر ہے۔ اور دریائے سندھ کی دوسری طرف ہے کتب تاریخ میں اس دریا کو جیہوں بھی لکھتے ہیں اور یہ دائرہ دین پناہ کوہ گلو جی سے ۴۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت صاحب نے اپنے پیر کے شوقِ جمال میں یہ اتنی بڑی ایک ہی منزل کی اور پایادہ کی۔ دوسرے روز وہاں سے مخدوم رشید پہنچے جو دائرہ دین پناہ سے ۴۰ کوس پر ہے۔ آپ کشتی سے حیدر پار کر کے جب ملتان پہنچے تو ایک برقعہ پوش کاملہ عورت کہ صاحب باطن مٹی حضرت صاحب سے ملی اور اس نے پشتوں میں حضرت صاحب سے کہا کہ جلدی روانہ ہو جاؤ قافلہ تیار ہے۔ اور قافلہ تیار ہونے سے مراد وصال قبلہ عالم تھا۔ تیسرے دن مخدوم رشید سے روانہ ہو کر کرم پور میں منزل کی اور یہ شہر ملتان سے ۴۰ کوس پر ہے۔ چوتھے دن کرم پور سے روانہ ہوئے جہاں سے دریائین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ دریا پر آئے کوکشی موجود نہ تھی۔ سرکاری آدمیوں نے کشتی پکڑ لی مٹی اور کسی جگہ لے گئے تھے۔ تمام دن کشتی کے انتظار میں رہے۔ دریا کے کنارہ پر ایک گاؤں تھا وہاں ایک گہنہ مسجد میں رہے عصر کے وقت حضرت صاحب پشاپ کرنے کے لئے باہر آئے ہوئے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سفید ریش شخص چھوٹی کشتی کو کھینچا ہوا دریا کے کنارہ پر آیا اور حضرت صاحب کو کہنے لگا کہ لے جاؤ جلدی آؤ اسی کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ حضرت صاحب نے اپنے رفیق غلام حیدر کو آواز دی کہ جلدی آؤ کشتی موجود ہے وہ حضرت صاحب کا پیر بھائی تھا۔ مزاح سے کہنے لگا کہ اس جگہ تمہارے لئے کون کشتی لایا ہے فرمایا یہ ملا ہے بلا رہا ہے الغرض حضرت صاحب اپنے ساتھی کے ساتھ اس کشتی پر سوار ہوئے۔ جب اگلے کنارہ پر آئے تو اس آدمی نے کشتی کا لاپہ زلیا اور کہا میاں صاحب یہ قصبہ غفوریاں کا راستہ ہے یہاں سے قریب ہے رات وہاں رہو۔ حضرت فرماتے تھے کہ میرے اور میرے ساتھی کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ میں کہتا تھا کہ وہ کشتی بان سفید ریش تھا۔ اور میرا ساتھی کہتا تھا کہ سیاہ ریش تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت تین کس تھے۔ تیسرے نے کہا کہ وہ بے ریش تھا۔ الغرض حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہم حیران رہ گئے کہ یہ کون تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت صاحب سے سنا تھا کہ ہم اس کشتی میں چار آدمی تھے۔ ایک نے کہا سفید ریش تھا۔ دوسرے نے کہا کہ آدمی سفید آدمی

کالی تھی۔ تیسری نے کہا کہ بالکل سیاہ تھی۔ چوتھی نے کہا کہ بے ریش تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

کاتب الحروف کہتا ہے کہ شک نہیں کہ وہ خطر علیہ السلام ہوں کہ انگریزوں میں رہتے ہیں اور اولیاء اللہ سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کے کام سر انجام دیتے ہیں چنانچہ اکثر اوقات حضرت علیہ السلام غوثِ زمیں سے گریہ کرتے تھے جس کا ذکر پھر آئے گا۔ حضرت احمد جامؒ نے ٹھیک کہا ہے۔

ساتھ ساتھ حضرت قاضی شہد شہد نشد نشد

بچوں پر کامل سست شد شد نشد نشد

الغرض پانچویں دن حضرت شہر فرید میں پہنچے۔ اور چھٹے روز چاشت کے وقت مہار شریف پہنچ گئے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ نے اُس سفر میں کوہ درگ سے مہار شریف تک تین منزلیں کی تھیں۔ پہلی کوہ درگ سے دائرہ مذکور تک۔ دوسری محمدوم آرشید تک تیسری مہار شریف تک۔

جب مہار شریف پہنچے تو پہلے کنوئیں پر وضو کیا۔ وہاں سے مدہوشانہ و مستانہ قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راستہ میں جن صاحبزادگان سے ملاقات ہوئی ان سے گفتگو نہ کی اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ سیدھے قبلہ عالم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ یہاں غلام رسول صاحبؒ فرماتے تھے کہ میری والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ میں نے حضرت قبلہ عالم کو اپنے چہرہ میں تکیہ دے کر چار پائی پر بٹھایا ہوا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ قبلہ عالم کی خدمت میں پہنچے تو قدم بوسی کی اور چار پائی کی پانچویں کی طرف پایہ چار پائی کے قریب بیٹھ گئے۔ قبلہ عالم کی عادت تھی کہ جب حضرت صاحبؒ اپنے گھر سے آپ کی خدمت میں آتے تھے تو سب سے پہلے یہ پوچھتے تھے کہ رات کہاں تھے۔ آپ نے کہا شہر فرید میں تھا۔ فرمایا تمہاری والدہ صاحبہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ عرض کی ٹھیک ہیں دعا کرتی ہیں۔ پھر کچھ دیر خاموش حضرت صاحبؒ کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی نظر مہارک حضرت صاحبؒ کی طرف کر کے دیکھتے رہے میاں نور احمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں حاضر تھا۔ اور حضرت خواجہ سلیمان صاحبؒ سے چہرہ مبارک کو دیکھتا تھا کہ جب حضرت قبلہ عالم آپ سے چہرہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کا چہرہ کبھی زرد پڑنے کی طرح ہو جاتا اور کبھی سرخ رنگ ہو جاتا۔ اُس لوہے کی طرح جو آگ میں سرخ کر کے نکالا جائے۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ کی جمال و جلال کی تجلیات حضرت صاحبؒ

کے چہرہ پر ہار دھیں۔ جب تجلی جلال ہوتی تھی تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ اور جمالی تجلی ہوتی تھی تو سرخ رنگ ہو جاتا تھا۔ اور حضرت صاحب اُس وقت بے خود اور محو بیٹھے ہوتے تھے اور تادیب ہی حالت رہی کہتے ہیں اس وقت قبلہ عالم اپنے گھر کے صحن میں صحن کے باہر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے تشریف فرما تھے، جب سونم اوپر آیا تو ہر شخص آفتاب کی گرمی کی وجہ سے اٹھ گیا۔ قبلہ عالم نے فرمایا کہ میری چار پائی عجرہ کے اندر کر دو۔ اور حضرت صاحب کو فرمایا کہ جاؤ ڈیرہ کرو۔ حضرت صاحب وہاں سے اٹھے باہر آئے اور صاحبزادہ نور احمد سے معافہ کیا اور فرمایا کہ مجھے معذور سمجھیں کہ جب میں قبلہ عالم کی خدمت میں آ رہا تھا تو مجھے ہوش نہ تھی۔ بعد میں تمام صاحبزادگان وغیرہ سے ملاقات کی اور اس واقعہ کے پانچویں دن حضرت قبلہ عالم کا وصال ہو گیا۔

میاں غلام فرید صاحب اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت قبلہ عالم خاص توجہ غوث زمان پر فرماتے تھے تو اُن کے چہرہ کا رنگ زرد و سرخ ہو جاتا تھا۔ اس وقت قبلہ عالم کے لانگری میاں غلام رسول صاحب نے اگر حضرت صاحب کو کہا کہ کہاں صاحب آؤ اپنی روٹی لے لو۔ قبلہ عالم نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو اس نے روٹی کھالی ہے۔ کتاب الحروف کہتا ہے کہ اس نان سے مراد نانِ باطنی تھی جو روح کی غذا ہے یعنی اُس وقت قبلہ عالم نے حضرت صاحب کو وہ نانِ باطنی کھلا دی تھی۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

سے گر خوری یک لقمہ از نانِ نور

خاک ریزی بر سر نانِ متور

پھر دوسری دفعہ غلام رسول لانگری صاحب آئے اور حضرت صاحب کو کہا کہ کہاں صاحب آؤ اور بتاؤ کہ میں کون سا عجرہ آپ کے لئے خالی کروں جس میں ڈیرہ کریں۔ قبلہ عالم نے پھر فرمایا کہ اسے کیا کہتے ہو۔ ابھی کچھ دیر بعد میرے انتقال کے بعد تمام مجھے خالی ہی ہو مائیں گے۔ میاں صاحب نور بخش صاحب سجادہ نشین قبلہ عالم فرماتے تھے

کہ برادرِ میاں قطب الدین صاحب نے میرے سامنے بیان کیا کہ میں نے مولوی شہسوار صاحب مرحوم سے جو حضرت صاحب کے یارانی مجاز میں سے اور اہل ذوق و شوق میں سے تھے، سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے مولوی محمد عابد سوکڑی صاحب کی زبان سے سنا ہے اور وہ کہتے تھے کہ میں نے خود حضرت غوثِ زمان صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے حضرت فرماتے تھے کہ جب میں حضرت قبلہ عالم کے مرضِ رحلت میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور قدم بوسی کر کے چار پائی کی بانٹنی کی طرف بیٹھ گیا تو فرمایا میرے نزدیک آجاؤ میں ذرا قریب ہو گیا۔ پھر فرمایا اور نزدیک آؤ قریب تر ہو گیا کہ میرے اور قبلہ عالم کے درمیان مقوڑا سا فرق رہ گیا۔ گویا جس طرح حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فُتُحَاتُ قَابِ قَوْسَیْنِ اُودُنِی کا مقام حاصل ہوا۔ اسی طرح حضرت صاحب کو اپنے شیخِ دُرشد کا انتہائی قریب حاصل ہوا۔ اُس وقت حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ تمام دوست باہر چلے جائیں کہ میں نے اس رویداد سے کوئی بات کرنی ہے۔ تمام اٹھ کر باہر چلے گئے۔ پھر مجھ پر توجہ فرمائی اور جو عنایت فرماتا تھا عنایت فرمایا۔ یہاں تک کہ مجھے ہوش نہ رہا کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو مجھے فرمایا کہ جاؤ اور مسجدِ خلد بخش مبارک میں جا کر ساکن ہو جاؤ۔ اب میرے پاس نہ آنا یہاں تک کہ میں فوت ہو جاؤں۔ جب میں مسجد مذکور میں گیا تو پھر قبلہ عالم کے حسب الامر ان کے فوت ہونے تک اُن کی زیارت کے لئے نہ گیا۔ جب قبلہ عالم کا وصال ہو گیا اور جنازہ تیار کر کے تاجِ سرور کی طرف چلے تو میں بھی ہمراہ ہو گیا۔ تدفین کے بعد جب تمام خلقت مبارک شریف میں چلی گئی تو میں اُس رات مزار پر انوارِ بر تمام رات رہا۔ اور روزِ فاتحہ کے لئے مبارک شریف آیا کرتا۔

میاں غلام رسول خان ماکو افغانی فرماتے تھے کہ میں نے ملا محمد فاضل تونسوی کی زبان سے سنا ہے کہ میں حضرت قبلہ عالم کے انتقال کے سفر میں حضرت غوثِ زمان کے ہمراہ تھا۔ جب قبلہ عالم کی زیارت کے بعد اور اُن کی توجہ کے بعد اُن کے حکم سے اپنے ڈیرہ میں یعنی مسجدِ خلد بخش مبارک میں تشریف لائے اور قبلہ عالم دصال پا گئے تو مجھے فرمایا کہ دیکھتے رہنا جب حضرت قبلہ عالم کا جنازہ اِس راستہ سے گزیرے تو مجھے خبر کرنا چونکہ حضرت غوثِ زمان کو قبلہ عالم نے منع فرمادیا

تھا اسلئے دوبارہ نہیں گئے۔ پس جب جنازہ آیا اور میں نے حضرت صاحب کو خبر کی تو آپ جنازہ کے ساتھ چلے۔ چونکہ آپ کو قبلہ عالم کی توجہ سے بہت مدہوشی اور بے خودی ہو گئی تھی کہ انہیں نہ اپنی خبر تھی نہ دوسرے کی تو مجھ سے پوچھا کہ کیا میں قبلہ عالم کی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہوں یا نہیں میں نے کہا کہ پڑھی ہے۔

حضرت صاحب نے قبلہ عالم کی صحبت ظاہری صرف پانچ چھ سال کی کیوں کہ بیعت کے بعد حضرت قبلہ عالم پانچ چھ سال زندہ رہے۔ اور پانچ سالوں میں بھی دروازہ یا چار ماہ رہ کر حضرت غوث زمانہ رخصت لے کر اپنے وطن چلے جاتے تھے۔ یعنی ان پانچ سالوں میں حضرت صاحب کی ہمار شریف میں بس آمد و رفت رہی پھر حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد چھ ماہ یا نو ماہ حضرت صاحب قبلہ عالم کے مزار شریف پر معتکف رہے۔ اور مزار شریف سے فیض حاصل کیا۔ چنانچہ ایک دن سنگھ شریف میں حضرت صاحب اپنے حجرہ میں بن العشاہین کی مشغولی کے بعد بیٹے ہوئے تھے اور بہ کاتب المحرور اور دوسرے چند احباب بھی خدمت میں حاضر تھے۔ تو میاں محمد اکرم خادم خاص نے عرض کیا کہ قبلہ ولی کے مزار سے بھی طالبان کو فیض حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ اگر کوئی مزار ولی کے فیض کے بارہ میں پوچھنا چاہتا ہے تو مجھ سے پوچھے کہ میں نے حضرت قبلہ عالم کے مزار سے کیا فیض حاصل کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھے حضرت قبلہ عالم کی صحبت ظاہری تو پانچ سال ملی۔ مگر جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے۔ حضرت قبلہ عالم کے مزار سے حاصل ہوا ہے، جہاں میں معتکف و مشغول رہا ہوں۔ اور اس طرح جو فیض حاصل کیا ہے میں ہی جانتا ہوں۔

کاتب المحرور کہتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد حضرت غوث زمانہ چند ماہ آپ کے مزار پر معتکف رہے اور پھر اپنے وطن واپس چلے گئے اور پھر ہر سال سنگھ شریف سے آپ کے عرس مبارک پر چند بار درویشوں کے ساتھ آتے تھے اور دروازہ خانقاہ قبلہ عالم میں رہتے تھے اور اسی طرح تمام عمر یہی عمل رہا۔ چنانچہ یہ کاتب المحرور بھی پانچ چھ دفعہ حضرت صاحب کے ہمراہ سنگھ شریف سے قبلہ عالم کی خانقاہ میں تاج سمر میں آیا ہے اور حضرت صاحب کا معمول تھا کہ ایک سال کا وقفہ دے کر قبلہ عالم کی خانقاہ سے پاکستن شریف حضرت

گنج شکر کے عرس مبارک پر جاتے تھے۔ یہ فقیہ بھی تھیں دفعہ حضرت صاحب کے ساتھ گیا۔ پس جب حضرت صاحب کے مزاج اقدس پر ضعف غالب آیا اور سواری کی طاقت نہ رہی تو قبلہ عالم سے رخصت لے کر پھر چند سال آخر عمر میں قبلہ عالم کے عرس مبارک پر جانا چھوڑ دیا اور تونسہ شریف میں ہی عرس کر لیتے تھے جس میں بہت سا کھانا۔ حلویہ اور چاول پکاتے تھے۔ البتہ مجلس سماع نہیں کرتے تھے۔ علمائے ظاہر کے پاس خاطر کے لئے کیونکہ اکثر علماء و فقہا ملک خراسان و ہندوستان سے آتے تھے۔ مجلس سماع نہ کرنے میں حکمت تھی۔ البتہ حضرت صاحب زادہ گل محمد صاحب رجوم ایام عرس قبلہ عالم میں اپنے جنگلہ میں مجلس سماع کرتے تھے اور صوفیوں کو وجہ و ذوق و شوق ہوتا تھا۔

منقول ہے کہ جب حضرت صاحب کمزوری و ضعیفی کی وجہ سے گھوڑی کی سواری نہ کرنے کی وجہ سے عرس قبلہ عالم میں جانے سے راگئے تو نواب محمد بہاول خاں عباسی امیر بہاول پور نے جو آپ کا غلام و مختار تھا، عرض کیا کہ آپ کے لئے میانہ اور پاکلی تیار ہو جائیگی۔ اور کھار پاکلی اٹھانے والے بروقت آپ کے دولت کدہ پر حاضر یا کریں گے۔ آپ اس پاکلی پر سوار ہو کر حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک پر تشریف لے جایا کریں۔ فرمایا کہ آدمیوں پر سوار ہو کر اپنے پیر کے عرس میں نہیں جاؤں گا۔ معاف رکھیں۔ بات الحروف کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہمارے حضرت صاحب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی متابقت دی ہوئی تھی کہ ایک بال سے برابر خلاف سنت عمل نہیں کرتے تھے۔ قرآن پاک میں ہے۔ ”وَالْحَيْلُ وَالْبَعَالُ وَالْجُيُوسُ يُكَذِّبُكَ“ رک گھوڑے اور چھر تمہاری سواری کے لئے بنائے ہیں، آپ اسی پر عمل کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے پاکلی کی سواری قبول نہ فرمائی۔ منقول ہے کہ جن دنوں حضرت صاحب قبلہ عالم کے وصال کے بعد ان کے مزار مبارک پر معتکف تھے تو میاں شیخ جمال چشتی سکندراعج سرود کہ حضرت صاحب کے پہلے مریدوں میں تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب ان دنوں کھانا ہمارے گھر کھاتے تھے۔ ایک رات حضرت صاحب کو دیر ہو گئی

تو کھانا کھانے نہ آئے۔ کچھ عرصہ انتظار کیا۔ پھر میں حضرت صاحب کو بلانے آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت تاج الدین سرور سے مزار مبارک اور حضرت قبلہ عالم کے مزار مبارک سے درمیان گاؤں کے راستہ میں حضرت صاحب مراقبہ میں مشغول بیٹھے تھے۔ میں نے قریب جا کر عرض کی کہ قبلہ رات بہت گزر چکی ہے کھانا کھانے تشریف لے چلیں آپ سر اٹھا کر فرمایا۔ اسے جو ان اس رات اہل قبور کا تماشا دیکھا ہے کہ اس قبرستان میں بعض اہل مزار خوش و خرم ہیں اور بعض غم و الم میں ہیں۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ نقل بہت سے معتبر آدمیوں سے سنی ہے۔ مثلاً مولوی عبدالشکور صاحب و صاحبزادہ نور بخش صاحب سے۔



حضرت صاحبِ کا کوہِ درگ میں سکونت اختیار کرنا

وہاں لنگر جاری کرنا اور مستقل طور پر تو نسہ شریف میں قیام پذیر ہونا۔

حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد حضرت صاحبؒ اُن کے مزارِ اقدس پر چند ماہ متکلف رہے۔ پھر اپنے ملک تشریف لے گئے اور وہاں پختہ طور پر استقامت اختیار کی۔ وہاں لنگر جاری کرتے کا ارادہ کیا تو اپنی ہمیشہ صاحب کو فرمایا کہ گھر میں جو غلہ بھی موجود ہے اُس کو پکاؤ، پہلے دن اُن کے گھر میں نیم پڑی غلہ تھا، رات کے وقت اس کا دلیہ پکایا اور اس دلیہ سے ہمیشہ صاحب، والدہ صاحبہ و اقربا کو حلقہ دیا اور خود بھی کھایا، جیسا کہ غلام حیدر صاحب کے ملفوظ میں درج ہے، اس کے بعد بھی اسی طرح کیا کہ جو کچھ گھر میں موجود ہوتا اُسے پکا کر خویش و اقربا کو کھانا کھلانے۔ کچھ دن اسی طرح کیا اور غلہ کی یاد میں مشغول رہے۔ پھر عمر خان جعفر کی درخواست کے مطابق، جو آپ کا ہم قوم تھا اور آپ کے خاندان ہی سے تھا اس کی طرح سے نکاح کیا۔ اور سنت نبویؐ بجالائے۔ بعد ازاں اسی جگہ کوہِ درگ و بی بی میں مکانات، حرم سرا، مسجد شریف اور درویشوں کے مکانات سنگ خارے تیار و مرمت کرائے، تاکہ وہ طالبانِ حق جو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئیں اور مرید ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنا چاہیں وہ اطمینان سے رہ سکیں۔ وہیں آپ اپنے پیرانِ عظام کے عرس بھی کرتے تھے اور ہر طرف سے گردِ طالبانِ حق حضرت صاحبؒ کی خدمت میں کوہِ درگ میں پہنچتے تھے۔ اور کچھ مدت وہیں گزارتے تھے۔ حضرت صاحبؒ وہیں سے ہر سال حضرت قبلہ عالمؒ کے عرسِ مبارک پر جاتے تھے۔

حضرت صاحبؒ کی تو نسہ شریف میں تشریف آوری اور کوہِ درگ سے نقل مکانی کے چند اسباب لکھے گئے ہیں ① اول یہ کہ حضرت قبلہ عالمؒ نے آپ کو فرمایا تھا کہ تمہارا پہاڑی ملک حکومت کی جگہ نہیں ہے۔ وہاں ہر شخص اپنے گھر میں حاکم ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہاں سے اُٹھ کر حکومت کے علاقہ میں اقامت اختیار کریں۔ اس

وجہ سے حضرت قبلہ عالم کے حکم کے مطابق وہاں سے اُٹھ کر تونسہ شریف میں سکونت اختیار کی۔ ۵ دوسرا سبب یہ ہے کہ جب ہر طرف سے طالبانِ حق اور درویش حضرت صاحب کی خدمت میں کوہِ درگ میں پہنچ کر مرید ہوتے تھے اور رشد و ہدایت حاصل کرتے تھے تو راستہ میں ڈاکو اور چور فقر کو ٹوٹ لیتے تھے اور اذیت پہنچاتے تھے۔ پس آلِ جناب کرجن کا مقصود خلق کو فیض پہنچانا تھا۔ درویشوں کی تکلیف و مصیبت کی وجہ سے کوہستان سے اُٹھ کر تونسہ شریف میں آگئے اور یہاں مقیم ہو گئے۔ ۶ تیسرا سبب یہ تھا کہ جب حضرت صاحب نے قصبہ گڑگوچی میں جا کر سکونت اختیار کی اور لشکر جاری کیا اور ہر طرف سے طالبانِ خدا آپ کی خدمت میں آنے شروع ہوئے تو آپ کی برادری کو حسد پیدا ہوا۔ اور آپ کی ایذا رسانی پر تیار ہو گئے حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کفار مکہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا تھے ایذا میں دی تھیں۔ اور جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے پر کمر باندھ لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ لہذا حضرت صاحب بھی کوہِ درگ سے اپنا قوم کی ایذا رسانی کی وجہ سے تونسہ شریف کی طرف ہجرت فرما گئے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت قبلہ عالم کے عرس سے واپس آتے ہوئے حضرت صاحب تونسہ شریف تشریف لائے تو خود وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ اور نور خاں بلوچ کرمانی کو جو حضرت صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھا اور آپ کا وزیر تھا، موضع گڑگوچی میں بھیجا اور اہل پردہ کو تونسہ شریف بلایا۔ چنانچہ آپ کی والدہ صاحبہ ہمیشہ صاحبہ اور حضرت مائی صاحبہ تونسہ شریف آگئے۔ پہلے ایک کوہِ ایلان اور چاروں طرف اونچی دیوار کا اساطہ اپنے دولت خانہ کے لئے تیار کیا اور ایک محوِ عبادت کے لئے بنایا نیز ایک دالان فقر کی مجلس کے لئے اور ایک مسجد بغیر چھت کے تعمیر کی تھی۔ مسجد جس کے تین طرف مرد کے قدم کے مطابق دیوار تھی اور مشرق کی طرف پھر کھڑک مسجد کی علامت تیار کی تھی اور نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ بعد ازاں ایک جنگلہ حضرت صاحب زادہ گل محمد صاحب کی شادی کے وقت اپنے خرچ سے تیار کیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک اصطلہل جہانوں کے گھوڑوں کے لئے تیار کرایا جس میں ایک دو

گھوڑے لنگر کے بھی تھے۔ ان مکانات کے علاوہ اپنے آرام کئے کوئی مکان تعمیر نہ کیا۔ بعد میں خلیفہ محمد باران صاحب نے تین محبے اور ایک دالان درویشوں کے لنگر پکانے کے لئے تعمیر کرائے۔ کچھ عرصہ بعد برخوردار چاکی نے جو حضرت صاحب کے غلاموں میں سے تھے۔ چھت دار مسجد سادہ مٹی سے تیار کرائی۔ منقول ہے کہ جب نواب بہاول خاں صاحب نے کچی مسجد کچی اینٹوں سے چند ہزار روپے کے خرچ سے تیار کرانی شروع کی۔ اور اسلام خاں بلوچ کی معرفت جو حضرت کے مریدان مجاز میں سے تھے اور نواب مرحوم کے کارداروں میں سے تھے۔ اُس کچی اینٹوں کی مسجد کو جو برخوردار چاکی نے تیار کرائی تھی گرانہ شروع کیا۔ تو اُس وقت یہ فقیر کاتب الحروف حضرت صاحب کی خدمت میں ظہر کے وقت بیٹھا تھا۔ حضرت صاحب نے چشم پر آب سے فرمایا کہ یارو اس ہماری پرانی مسجد کو جو ہماری ملت مدینہ سے رفیق تھی۔ کیوں گرا رہا ہے۔ اسلام خاں نے عرض کیا کہ حضور یہ آپ کی اسی قدیم مسجد کی برکت ہے کہ یہاں اسی جگہ اب کچی مسجد گچ سے تیار ہو رہی ہے۔ یہ کہ پرانی تمام مسجد نئی پختہ مسجد کے معنی میں آجائے گی۔

بعد ازاں افغان بختیار نے ایک بنگلہ رنگین چھت دالا اور کنوئیں حضرت صاحب کے لئے تیار کرایا۔ لنگر تو آپ نے روزِ اقل سے ہی کوہِ درگ میں شروع کر دیا ہوا تھا۔ وہاں کوئی ہندو بتال نہ تھا۔ فقط توکل رب پر لنگر جاری کیا تھا۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی اُسے فقرا کے خرچ میں لاتے۔ جب تو نہ شریفین میں تشریف لائے تو طلباءِ خلاہر ملک سے خصوصاً خراسان، ہندوستان، عرب و عجم، روم و شام سے فوج در فوج آنے شروع ہوئے۔ آپ کے شاہانِ فیوض اور امیرانہ رفعت کا شہرہ ہر ملک میں پھیل گیا۔ چنانچہ فقرا کے لئے ہر چیز کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پیارا نام ہندو اقبال تھا جو مفلس تھا اُسے لنگر کا مودی مقرر فرمایا اور بقولِ سعدی سے

کسانیکہ بامادرین منزل اند خریلہ دکالہ بیردنی اند

پر عمل کیا اور فقرا کے امور کے لئے اجلاسے پروانہ کا کام میاں علی محمد ہوتانی کے سپرد کیا۔ مستوفی حساب میاں برخوردار چاکی کو مقرر کیا اور وکیل منیر کار و مدبر صلاح کار نور خان گومانی

کو مقرر کیا۔ اور نور خاں کے فوت ہونے کے کافی عرصہ گزرنے کے بعد میاں گل محمد شیدائمانی کو میسر باتدبیر مقرر فرمایا۔ منفی گری کا عہدہ صدیق محمد کاسی کو عطا فرمایا۔ نیز تمام کسٹ کام کرتے والے کارکن مثلاً حجام، حرکمان، نوہار، موچی، ماشکی، خارکش، کلال، دھوبی اور کوٹمانہ وغیرہ مستقل طور پر لنگری کے روزینہ خوار تھے۔ انہیں مابانہ تنخواہ ملتی تھی۔ درویشوں کی بھی تمام ضروریات یہیں سے پوری ہوتی تھیں۔ بیماروں کے علاج کے لئے طبیب بھی موجود تھے اور مودھی کو حکم تھا کہ جس وقت کوئی حاجت مند دوائی کا نسخہ تمہاری دکان پر لائے تو ہماری اجازت یا حکم کے بغیر دوائیاں دے دو۔ لنگری کے عہد پر پہلے

عمود صاحب کو مقرر فرمایا۔ اس کے بعد مقبول صاحب کو لنگری مقرر کیا اور اس کے بعد خدا بخش صاحب لنگری مقرر ہوئے۔ منقول ہے کہ ایک دن خدا بخش لنگری نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اس ماہ سات سو (۷۰۰) روپے صرف فقرہ کی ادویہ پر خرچ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے خیرہ چشم جی نہیں ہے کہ درویشوں کی جان کے نقصان پر اپنے منہ کو بگاڑ کر نہ ہے اور کھولتا ہے، اٹھو اور دوڑ ہو جاؤ۔ اگر ایک ماہ میں سات ہزار (۷۰۰۰) روپے بھی خرچ ہو جائیں تو مجھے اطلاع نہ دی جائے۔ نیز حجام کو حکم تھا کہ فقرہ کی حجامت کو پندرہ دن سے زائد نہ ہوں اور خود حضرت صاحب بھی جمعرات کو پندرہویں دن حجامت بنواتے تھے۔ منقول ہے کہ جب علی محمد ہوتانی مذکور فوت ہوئے تو قرض داروں نے اس کے بیٹے کے ساتھ تقاضا کیا۔ اس نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو علی محمد کا قرض مانگتا ہے۔ لنگری کے مودی کے پاس چلا جائے اور لکھا دے۔ کل ایک سو اسی (۱۵۰) روپے بنے۔ مودی کو بلایا اور فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دیں۔ لنگری ہر طالب خدا کے لئے روٹی تین پاؤ پختہ کی اور شمشای پوشاک ادا کرتے ہوئے کہہ دیتے تھے کہ ہر ایک آثار روغن سیاہ ہر مینے اور خشکی دور کرنے کے لئے روغن زرد مقرر تھا۔ خانقاہ میں بہت سے مدرس تھے۔ ان علماء کے لئے معمول یہ تھا کہ ایک آثار پختہ غلہ یومیہ اور ایک آثار پختہ روغن زرد مابہار اور نیز ایک آثار پختہ روغن سیاہ مابانہ مقرر تھا۔ ہر شمشای پر انہیں نئی پوشاک دی جاتی تھی۔ ایک تنگی اور ایک گوسفند ہر سال ہر ایک مقیم کے نام مقرر تھی۔ اور اگر فرقہ علماء اور فقراء سے کسی کی شادی ہوتی تو اس کی

حسبِ لیاقت و اہلیت نقد روپیہ حسبِ حال دس روپے سے لے کر سو روپے عطا فرماتے تھے۔
 اور اسبابِ زیور و پوشاک اس کے علاوہ عطا فرماتے تھے۔ مثلاً حج بالاضوریات کے علاوہ ان
 کے اہل خانہ کے لئے غلہ اور روٹی ہر چھ ماہ میں اور گھی اور تیل نمک پہاڑی، بلدی اور اس
 طرح کی دوسری ضرورت کی چیزیں ماہ بہ ماہ بھجواتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم کی طرف سے حضرت صاحب کو عطاءِ خلافت،

ایک دن میاں غلام رسول عمو کو نے اس فقر کے ساتھ حضرت صاحب کی خلافت
 کا حال حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ شریف میں ۱۲۷۷ھ میں مولوی غلام رسول چنٹر بہاول پوریؒ
 کی روایت سے بیان کیا۔ چونکہ مولوی صاحب ممدوح بھی عرس قبلہ عالم پر اس سال آئے ہوئے
 تھے۔ تو کاتب المعروف نے اس سرنو ان سے تحقیق حال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک بار حضرت
 صاحب قبلہ غوث زمانہ حضرت قبلہ عالم کے عرس پر بلوہ تاج سرور کی طرف تشریف
 لائے (میں یعنی مولوی غلام رسول چنٹر) مولوی نور جہاں بہاول پوریؒ جو آپ کے یاران
 مجاز سے تھے۔ اور دیگر گروہ علماء و فقرا بھی حضرت صاحب کے ہمراہ تھے۔ جب بلوہ عزم
 رشید کی منزل سے جو ملتان سے نو کوس مشرق کی طرف ہے۔ روانہ ہوئے تو مشائخ وقت
 اور ان کا مخلوقِ خدا کو بیعت کرنے کا ذکر ہم علماء و فقرا ایک دوسرے سے کر رہے
 تھے۔ حضرت صاحب قریب تر آچکے تھے۔ جب ہمارا یہ تذکرہ سنا۔ تو فرمایا کہ
 ✓ جب حضرت قبلہ عالم نے مجھے خلافت عطا کی تو میں نے انکار کیا اور عرض کیا
 کہ قید یہ بار گراں مجھ سے نہیں اٹھایا جائے گا۔ کیوں کہ زمانہ نازک ہے۔ لوگ
 خدا کی نافرمانی میں مشغول ہیں۔ میں کس طرح مخلوق کے اس بار کو اپنی گردن پر
 ڈالوں حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ ”مجھے خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کا حکم ہوا ہے۔ کہ اپنی خلافت محمد سلیمان کو عطا کر۔ میں اپنی طرف سے نہیں دے
 رہا۔ یہ خلافت خدا کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔“ میں
 نے پھر انکار کیا کہ صاحب یہ بار گراں مجھ سے نہیں اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ

دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو خلافت کیوں نہیں لیتا اور خلقت کو فیض کیوں نہیں پہنچاتا اور کیوں بیعت نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کام کے لائق نہیں ہوں۔ فرمایا کہ تو اس کام کے لائق ہے۔ اس لئے تجھے حکم دے رہا ہوں اور میں تمہیں خلافت اپنی طرف سے دے رہے ہیں۔ تم خلق کو مرید کرو۔ میں نے پھر عرض کیا کہ میں نے آپ کے حکم سے خلافت قبول کی مگر یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ میں تب خلقت کو مرید کروں گا جب حق تعالیٰ میرے مریدوں کو بخش دے فرمایا کہ جو تیرا مرید ہوگا اس کی شفاعت کروں گا اور حق تعالیٰ اُسے بخش دے گا۔ بعد میں حضرت قبلہ عالم سے خلافت لی۔ حضرت قبلہ عالم نے مسکرا کر فرمایا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خلافت لی ہے اس کے بعد غوثِ زمانؒ نے ہمیں فرمایا کہ میں نے اُس دن سے خلقت کو مرید کرنا شروع کر دیا۔

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ نے اپنے ایک مرید کو کہا تھا کہ ”مریدی لا تنف“ (اے میرے مرید ڈرو نہیں) کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ قید بالکل ٹھیک ہے جو میاں غلام رسول صاحبؒ باکو افغان اور میاں ابراہیم قوال تھے اس فقیر کے سامنے بیان کیا تھا۔ یہ دونوں حضرات معتبر اور ذاکر و شافل اصحاب تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ تونسہ شریف میں اپنے جنگل میں تشریف فرما تھے۔ حضرت صاحبؒ مشرق کی طرف چہرہ مبارک کئے بیٹھے تھے اور ہم دونوں حضرت صاحبؒ کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر روغنِ بادام کی مالش کر رہے تھے۔ حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص حضرت صاحبؒ کے عقب کی طرف آکر کھڑا ہو گیا، اور عرض کیا کہ یا حضرت میں اپنے خاتمہ کے سلسلہ میں بہت ڈرتا ہوں مجھے ایمان کا بہت خوف ہے اور دن رات اس فکر میں دنگیر رہتا ہوں کہ پتہ نہیں میرا خاتمہ کیا ہوگا! حضرت صاحبؒ جس حال میں بیٹھے تھے آپ نے اپنے ہاتھ ہاتھ کو اٹھایا اور اپنے دس مبارک انگلیوں کو اس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ”مریدی لا تنف“۔ پھر دوسری مرتبہ دایاں ہاتھ اوپر اٹھا کر کندھے تک لے گئے اور فرمایا

”مریدی لا تحف“۔ اور پھر تیسری مرتبہ اسی طرح ہاتھ اٹھا کر جلد بے تمام کے ساتھ فرمایا
”مریدی لا تحف“۔ غلام رسول خاں فرماتے تھے کہ وہ دایاں ہاتھ جس سے آپ نے اُس
کی طرف اشارہ کیا تھا ہم اُس ہاتھ کی مالش کر رہے تھے آپ میرے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر
پھر اشارہ فرماتے تھے اس واقعہ کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے اور وہ یہ ہے
کہ حافظ نور دین ڈہڑی جو حضرت صاحب کے یارانِ مجاز میں سے تھے اور رمضان
شریف میں حضرت صاحب کو قرآن پاک سناتے تھے وہ اس کا تب المعروف کسے دلی
دوستوں اور بحرمان راز میں سے بھی تھے اور عالم و فاضل ذاکر و شاعر اور صاحبِ ذوق و
وجد تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں اکثر اوقات ان دنوں کہ جب خلیفہ محمد باران صاحب
تونس شریف تشریف لائے تھے ان کی خدمت میں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک
دن میرے سامنے حضرت خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ ایک دن میں نے حضرت صاحب
سے عجیب قصہ سنا۔ میں نے کہا کہ بیان فرمائیں۔ فرمایا کہ ایک دن میں نے حضرت صاحب
قبلہ کی خدمت میں خلوت میں جا کر عرض کیا کہ قبلہ ایک سوال لے کر آیا ہوں البتہ اپنے
دل کی تسکین کے لئے یہ سوال کرتا ہوں نہ از را و اعتراض۔ فرمایا سوال کرو۔ میں نے
عرض کی کہ قبلہ مشائخِ سلف عام آدمی کو مرید نہیں کرتے تھے البتہ کوئی صالح آدمی
ہوتا یا طالبِ خدا و عاقبت ہوتا تو اُسے مرید کر لیتے۔ فاسق و فاجر کو مرید نہیں کرتے
تھے یہ کیا سبب ہے کہ آپ نے بیعت کو عام کر دیا ہے کہ ہر فاسق و فاجر پھر
خرابی و رند جو بھی آتا ہے آپ اُسے مرید کر لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کچھ عرصہ خاموش
رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگرچہ اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ تھا مگر چونکہ آپ نے سوال
کیلئے اس لئے جواب ضروری ہے۔ فرمایا میں نے حضرت قبلہ عالم سے خلافت حاصل کر لینے
کے بعد چند دن خلقت کو مرید نہ کیا۔ آخر بائف نے آواز دی کہ اے فلاں مخلوق کو مرید کر
اور ان کی راہِ خدا کی طرف رہنمائی کر۔ میں نے عرض کی یا الہی میں مرید کرنے کے لائق نہیں
ہوں اور میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ مخلوق کا بوجہ اٹھاؤں۔ حکم ہوا کہ اے فلاں تو مرید
کرنے کے قابل ہے اور ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ مخلوق کو مرید کر۔ میں نے پھر عرض کیا کہ الہی

میں اس وقت لوگوں کو مرید کروں گا کہ آپ میرے ساتھ عہد کریں کہ جو میرا مرید ہوگا۔ اُسے آپ بخش دیں گے۔ حکم ہوا کہ جو میرا مرید ہوگا اُسے بخش دوں گا۔ اُس دن سے میں نے عام مخلوق کو مرید کرنا شروع کر دیا۔ کہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا تو وہ ہے میں مرید کرنے میں سبھی کیوں کروں۔ خلیفہ صاحب فرماتے تھے کہ حضرت صاحب نے یہ قصہ بیان کر کے میرے کان کو پکڑا اور فرمایا کہ خبردار اس راز کو فاش نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ مخلوق گمراہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی کہ جب آپ سے یہ بات ہضم نہیں ہوئی تو مجھ سے بھی ہضم نہ ہوگی۔ مسکرائے اور فرمایا جہاں تک ہو سکے چھپانا۔ اس قصہ کو مولوی محمد حسین صاحب پشاور نے نظم کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

راہی این راز نور الدین نام	مولوی حافظ شیرین کام	ہم خلافت نزلت ہو شوق	ہم شرافت مرتبت ز شہ کار
نبردہ سال اویش حضرت تاجر	در راز و خیم قرآن مینود	مہربانی حضرت ہر راہ	بود این حد شتالی ماہ رو
گاہ گاہ شفقت فاطمہ	رازمی غمتند باواشی بے	رازمی اندوخت از شوق	کرد پیش شہ عالم سہ شاد
کاشی شفاہ تمامی ادبیا	قلب عالم کا ملازمینا	کاشی ان نزلت خورشید	بارگاہت سجد کاہن نیاں
ہر زور و دشمن این کوں بکا	دنی فضیلت ستر گلزار بچ	دنی خدایت خروار سطر	دی تو محمود دین مختار
ای نین تو نور احمد	دی تو سربزید گلزار بچ	ای گلہا ہی عارف گلشن	دی تو جنت جنت اتو جنت
خوشنقٹ ملازمت کبیر	ملاوا دای سکین فقیر	ایک فیض عام راگ ستر	خوان نیا بھر خلق آورد
ہر کہ آمد بدست عالی منت	گر چہ غالی بود از دولت	ایں مسلمان عالم کہ دوداد	کھنڈین ہن خوان کہ نہاد
گو چاندنی افغان الہیں	چون کہ تو دل سازین	پیش منی پنجین جرات کرد	حیرت دہن گرفت از شیر کرد
کہ بودی صاحب غنٹ	بیشش کہ تو شکیان است	در بود ماسا کا تو غنٹ	دست در اگر فتور دیکت
در نبات تو خاص کر کار	نسی ہر کہ اندک کسی صدرا	خواہ تجا نہ خواہ از غنیا	دست شان گیری تو دند
الدین منی مزاجرت نود	حیرت راد منی باید نمود	گر چہ گناہیست ایسا عیب	ایں عالم را غایت کج اب
شیخ عالم غوث ارض السام	گفت از حق آید مہر دم	کاشی سلیمان نزلت محبوب	دی جودت غنٹ مہر بک

بر گیر دست کو اچھان	بجنا باش او دیش و سجان	ببین برین منہ نہو دغلام	عزف کردم بالکہ ذوالکرام
ضعیف ہم مردیم ضعیف	بر ضعیفان ہم یار لطیف	اچھ خاصا زانہی اچھان	ہیں ضعیفان زانہی اچھان
بعد ازم ہر زمان آید خطاب	کاچھ میگئی پدیر قہر شتاب	کہ اسو گند ذات من بود	ہر کہ گیر دست تو برین بود
کہ گیرم جان و نامدیش	اچھ خاصا زانہی ہم دیش	آن مالک دین مکت عوشت	کین ایشنو دین الہام
کبری کامر و مید مر ترا	آتش و دوزخ نوزد مرد را	ہرین بگفت شیخ ماندار	خوش را بر کرد را شتر سوار
زندہ کا سر زنا بر دید	بیشک او آتش و دوزخ برید	ای پسر شو بگوش ہوش تو	باز آرا غفلت ہر گوش تو
اندہ صلاست عمر کم ہوش	ایجاب آید ہم ہر دم ہوش	کای تو خالی باقی ہم باقی	ہم مرا سو گند غرت ذات کن
اچھ خاصا زانہی بعد از فنا	طالباست را ہم اند بقا	چو کہ فراموش رہی ہم چہین	ہرین صلائی عام و ہر دم ہوش
ما کہ کبریزین فیض عام	ہرہ یا بد شاد باشد اسلام	گفت کہ کوشیچ کویت ایشتر	گوش من ابید و لغت ایشتر
ما گئی سطر طائے بکس	تا نیزی قند و کلام گس	اوسین بوسید گفت باچھ خاصا	کوڑہ چو بود چو کہ قند فائست
بچو قند چو کین در را بد	کہ چون لند نہان کوڑہ	شیخ گفتا کہ تو اسے نفعان	دارا ندینہ چون گز ہزار
تا تو توانی لکھد ایش تا	ز و بھر فصل ناسی قصدا	اوسین بوسید ہر دن با ادب	شد خلق خانہ آنی خاص
چند روز درین داشت	اچھ پوشیدہ و شفیقت	ایک حبش قتل شد مردان شجاع	کل شہر حاذر الا شہنشاہ
موت و تر تا سرخ را کند	ہر یازش کو اختانی کند	کہ پیدا با یک الزام کن	او بد گیر دیگر سے ادا کن
انفاق را دی شیرین مقال	خود کا گشت باختر حال	از قصا آن بیا را کہ دشت	بر دم از کلک شو کلکی

کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہی سبب تھا کہ حضرت عوثؓ فرماتے تھے کہ جو میرے دروازے پر آتا ہے وہ صاحب قسمت ہے۔ بے نصیب میرے دروازے پر آتا ہی نہیں۔ منقول ہے کہ ایک دفعہ ربیع الاول کے مہینہ کی بارہ تاریخ کو اچانک ہزار بار مخلوق مرد و عورت سنگھڑ شریف کے گرد و نواح میں حضرت صاحب کے دروازہ پر جمع ہو گئے اور بنگلہ شریف کے گرد حواف کھینے لگے۔ ان سے پوچھا کہ تمہارے آنے اور جمع ہونے کا سبب کیا ہے۔ کہنے لگے کہ ہمارے علاقہ میں آوازہ غیبی پر چھوٹے بڑے

نے سنا ہے کہ جو کوئی ۱۲ ربیع الاول کو حضرت خواجہ سلیمان کی زیارت کرے گا بہشتی ہے۔ ہم حضرت صاحب کی زیارت کے لئے چالیس چالیس پچاس پچاس کوس سے آئے ہیں تاکہ حق تعالیٰ ہمیں بخش دے۔ ان میں سے ایک عورت سے پوچھا گیا کہ تو اپنا حال بتا کہ کہاں سے آئی ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا گھر یہاں سے تیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ میں گزشتہ شب روٹی پکا رہی تھی کہ یکایک ایک آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ جو کوئی کل ۱۲ ربیع الاول کو حضرت خواجہ سلیمان تو نسوئی کی زیارت کرے گا۔ بہشتی ہے۔ مجھے یکایک بے قراری ہوئی میں اپنے بچوں کو اور اپنے ناپختہ اٹا کو اُسی حالت میں چھوڑ کر ادھر روانہ ہو گئی۔ الغرض یہ گردہ کثیر جنگہ شریف کے گرد جمع ہو گیا۔ حضرت صاحب نے جو حیر و شریف میں مشغول تھے۔ جب لوگوں کا یہ شور و شغف سنا تو اپنے خادم خاص محمد اکرم کو جو خدمت میں حاضر تھے پوچھا کہ یہ انبؤ کثیر کس لئے جمع ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ پہلے خود ہی مخلوق خدا کو بلا لیا ہے اب مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آکر جمع ہیں۔ اب برائے خدا مجھ سے باہر تشریف لائیں تاکہ آنے والے زیارت و قدم بوسی سے مشرف ہو جائیں اس لئے کہ انہیں یہ غیبی آواز سنائی دیا ہے کہ جو ۱۲ ربیع الاول کو آپ کی زیارت کرے وہ بہشتی ہے۔ پس حضرت صاحب حیر و شریف سے باہر نکل کر جنگہ شریف میں بیٹھ گئے اور آنے والے زیارت و قدم بوسی حاصل کرتے تھے اور بیت سے مشرف ہوتے تھے اور جب حضرت صاحب نے غیب سے آواز سننے کا حال سنا تو فرمایا: ”اَعْتَقَادُكُمْ يَنْفَعُكُمْ“۔

کاتب المحرّف کہتا ہے کہ میاں صاحب غلام رسول خاں جیو اس فقیر کے سامنے فرماتے تھے کہ جب ہزار با مخلوق آواز غیبی سُنکر تو نسو شریف میں حضرت محبوب کی زیارت کے لئے آئی اور جنگہ شریف کے گرد گردہ کثیر جمع ہو گیا۔ تو میں نے ایک شخص سے پوچھا تو کہاں رہتا ہے اور کیسے آیا ہے۔ اس نے کہا میں چرواہا ہوں صحرا میں اپنا گھمرا رہا تھا کہ ناگاہ غیب سے ایک آواز سنی کہ جو کوئی کل ۱۲ ربیع الاول کو تو نسو شریف جا کر حضرت خواجہ سلیمان صاحب کی زیارت کرے گا بہشتی ہے۔ میں نے اپنے گائے کو دیں صحرا میں چھوڑا اور اُسی وقت وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور اس جگہ پہنچ گیا۔ نیز میاں صاحب مدوح فرماتے تھے کہ جب ہیوم خلق زیادہ ہو گیا

آنحضرت صاحبؐ نے مجھے فرمایا کہ مجھے کے دروازے کو بند کر دو کہ جب ایک بارگی خلقت میرے پاس آئے گی تو مجھے ایذا پہنچے گی۔ اور ان کو کہو کہ پانچ پانچ چھ چھ آدمی آئیں اور زیارت کرتے جائیں۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ البتہ چونکہ جوم بہت زیادہ تھا اس لئے جوق در جوق حضرت صاحبؐ کے قدموں میں گرے تھے اور اسی طرح عورتیں اگر حضرت صاحبؐ کے قدموں میں گرتی ہیں نیز ماں صاحب موصوف فرماتے تھے کہ جب میں نے دیکھا کہ خلقت زیادہ جمع ہو گئی ہے اور حضور کی طبع نازک ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے۔ تو میں نے حضرت صاحبؐ کے حکم سے ننگو شریف کے شمالی اور جنوبی دروازہ کو کشادہ کر دیا اور تمام حاضرین سے کہا کہ حضرت صاحب کا حکم ہے کہ جو کوئی اس دروازہ سے گزر کر اس دروازے سے باہر چلا جائے گا وہ بھٹتی ہے۔ پس اس بات کا سننا تھا کہ تمام حاضرین نے ایسا ہی کیا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ حضور آپ کو ایذا سے بچانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ فرمایا تو ب کیا البتہ یہ کرو کہ مرد و عورت اکٹھے نہ داخل ہوں۔ علیحدہ علیحدہ کر دو۔ حجب باہر کی مخلوق نے زیارت سے فراغت پالی تو پھر تونسہ شریف اور اس کے گرد و نواح کے لوگ بھی آئے اور انہوں نے بھی زیارت کی۔ چونکہ صاحبزادگان مہاروی میاں غلام قطب الدین صاحبؐ وغیرہ بھی حاضر تھے۔ وہ سب صاحبان بھی آئے اور قدم بوسی و زیارت کی۔ نیز میاں غلام رسول صاحبؐ فرماتے تھے کہ حضرت صاحبؐ کی ایک اور کرامت یہ تھی کہ جس دن آوازہ غیبی سے پہنچا مخلوق اکٹھی ہو گئی۔ تو اس دن حضرت صاحبؐ کے سنگر شریف میں آٹا بدستور سابق گوندھا اور غیر کیا گیا تھا جب ہزار ہا مخلوق جمع ہو گئی تو حضرت صاحبؐ نے فرمایا کہ غلام بخش لاٹگری آئے اور آواز دے کہ جو بھی باہر سے حضرت صاحبؐ کی زیارت کے لئے آیا ہے حضرت صاحبؐ کے سنگر سے کھانا کھائے۔ پس حق تعالیٰ نے اس آٹے میں اس قدر برکت ڈالی کہ ہر شخص کے لئے وہ آٹا کافی ہو گیا۔ چنانچہ اسی آٹے سے ہزار ہا مخلوق نے روٹی کھائی۔ منقول ہے کہ میاں محمد بن سہاٹی اس فقر کا تب المعروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ جس وقت میاں صاحب کا تب نے جو حضرت صاحبؐ کے یارانِ تدبیر سے تھے اور اپنے وقت کے صالحین میں سے تھے۔ اس انبوا کفر کو دیکھا

کہ حضرت صاحبؒ کی زیارت کرتے ہیں تو وہ میرے سلئے رونے لگے اور کہنے لگے اے عزیز
 ان بے شمار لوگوں کے جمع ہونے سے مجھے حضرت محبوبؒ کے فراق کی بڑا ہی ہے کہ عن ترب
 اس جہان سے رحلت فرما جائیں گے کیوں کہ جب سورۃ نصر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
 ہوئی کہ تَوَلَّوْا لِعَالِیِّ ذُرِّیَّتِ النَّاسِ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ (اللہ اُتَوَّاجاً) اور خلق خدا
 فوج در فوج آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے لگی تو اس کے مخلوقی مدت
 بعد ہی اس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس مخلوق کثیر کے جمع ہونے سے
 مجھے ہی ماجرا نظر آتا ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو حضرت محبوبؒ کے فراق کا درد دکھا ہے
 میں۔ چونکہ اس کی یہ بات صدقِ دل سے حقِ مقبول ہو گئی۔

منقول ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے آپ سے بیعت کی وہ خلیفہ محمدؒ بالان
 جیو تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ جمال الدین چشتیؒ سکندراع سمر در پہلے مرید تھے۔
 اس کے بعد دوسری مخلوق مرید ہوئی۔ میاں محمد یار پسر مولوی ولی محمدؒ سکندرقریہ لانگھ
 ہو حضرت صاحبؒ کے استاد تھے، کہتے تھے کہ میرے سامنے میاں تقی محمد صاحب
 فرماتے تھے کہ جب غوثِ زمانؒ نے خلعتِ خلافت پہنا اور حضرت قبلہ عالمؒ سے
 رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت صاحبؒ کا دستور تھا کہ ہر دفعہ
 مہار شریف اور درگ کے درمیان آمد و رفت کرتے وقت اپنے استاد میاں ولی محمدؒ
 صاحب سے قریہ لانگھ میں ملاقات کے لئے ضرور جاتے تھے۔ اس دفعہ جب تشریف لائے
 تو ہم انواج خراسان کے حادثہ و نقصان کی وجہ سے قصبہ لانگھ سے اٹھ کر نفلِ وطن کر
 کے دائرہ دین پناہ میں بیٹھ گئے تھے۔ حضرت صاحبؒ دائرہ دین پناہ میں آئے اور اپنے
 استاد صاحب سے ملاقات کی۔ رات اپنے استاد صاحب کی خدمت میں رہ کر صبح کے وقت
 اجازت لے کر کوہِ درگ کی سمت روانہ ہو گئے اور اس غلام خور دینی میاں تقی محمدؒ بلادر
 ولی محمدؒ کو بھی اپنے ہمراہ لے کر تونسہ شریف کی گئی مسجد میں اترے اور وہاں مجھے اپنی بیعت
 سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ مگر اُس وقت کسی کو بھی ان کے درجہ ولایت سے خبر نہ تھی۔ تنہا
 سفر میں گئے تھے اور تنہا سفر سے واپس آئے تھے۔ دوسرے دن آپ اپنے وطن کی سمت

ردانہ ہو گئے۔ اور غلام کو اجازت دے دی کہ میں اپنے گھر چلا جاؤں۔

نیز میاں محمد یار مذکور کہتے تھے کہ میں اپنے چچا میاں تقی محمد صاحب کے ہمراہ حضرت غوث زمانہ کی زیارت کے لئے تونسہ شریف گیا ہوا تھا جب قدام یوسی حاصل کر لی تو آپ نے شفقت و قلمدانہ اور کرم کریمانہ سے یہ الفاظ مبارک فرمائے کہ ”اے میاں تقی محمد صاحب یہ فقیر اپنے وعدہ پر قائم ہے۔ تمہیں بھی اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے۔ اب فقیر کے پاس استقامت و سکونت اختیار کریں کہ اب تمہیں دینی کاروبار کی حاجت نہیں ہے۔“ انہوں نے عرض کیا یا غریب نواز یہ میرا بڑا درندہ محمد یار ہے۔ یہ مقبول آدمی ہے۔ اس نے آپ کے غلام کو تمام دنیا دی ضرورتوں سے فراغت دی ہوئی ہے اور فارغ الہائی دی ہوئی ہے۔ خدا کے لئے اس کے لئے کافرائیں فرمایا ہیں خوب جانتا ہوں کہ محمد یار نیک ہے خدا تعالیٰ اسے اپنے نفل سے طش و غرم رکھے گا۔ پھر میرے چچا نے عرض کیا کہ غلام آپ کی خدمت میں پہنچے کو تیار۔ جب حضرت صاحب سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئے تو میں نے اتنا ئے راہ میں اپنے چچا سے پوچھا کہ وہ حضرت صاحبؒ کو وعدہ کا فرمایا تھا، اُس میں کون سی رمز پوشیدہ تھی اور وہ کیا وعدہ تھا جو آپ کے اور حضرت صاحبؒ کے درمیان ہوا تھا۔ فرمایا کہ جب میں چھوٹا تھا اور حضرت صاحبؒ میرے والد صاحب کے پاس قصبہ لانگھ میں پڑھتے تھے اور میں اور حضرت صاحبؒ ہم سبق اور ہم کمرہ تھے اور آپس میں بڑا اتفاق تھا۔ جلانے کا ایندھن لانا میرے ذمہ تھا۔ اور استاد صاحب کے گدھوں کو چلا کر واپس لانا حضرت صاحبؒ کے ذمہ تھا۔ ہم میں اتنا اتفاق تھا کہ ہم ہر کام میں ایک دوسرے سے الگ نہ ہوتے تھے۔ پس حضرت صاحبؒ نے اُس وقت میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر حق تعالیٰ مجھے دولت بادشاہی عطا فرمائے گا تو تمہیں اپنا وزیر بناؤں گا۔ اور اگر تمہیں بادشاہی کی نعمت عطا ہوگی تو تم مجھے اپنا وزیر بنا لینا۔ اس لئے کہ ”اَلْاَمَلُ لِمَنْ اِذَا فَعَدَ“ کنی: ”اگر ہم جب وعدہ کرتا ہے تو ایسا کرتا ہے“ حضرت صاحبؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا۔ کہ میں اپنے وعدہ پر قائم ہوں۔

نور خاں کرمانی کے مرید ہونے کے سلسلہ میں منقول ہے کہ جب ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کا قصبہ حیات کی مسجد میں قیام کا اتفاق ہوا تو نور خاں مذکور نے ایک شخص سے

پوچھا کہ یہ جوان کہاں سے آیا ہے۔ اور کہاں جا رہا ہے اس نے کہا کہ قوم افغان سے ہے اور دلی
 کامل ہے۔ اپنے پیر کے عرس مبارک میں شرکت کے بعد مہار شریف سے آ رہا ہے اور کوہ
 درگ میں اپنے وطن میں موضع گڑگوچی جا رہا ہے۔ نور خاں نے آپ کی خدمت میں عرض
 کیا کہ صبح میری دعوت کھا کر تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر علی الصبح کھانا تیار کر
 کے لے آئے گا تو تمہاری دعوت منظور ہے۔ صبح حسب فرمان اس نے گوشت وغیرہ پکا کر
 حاضر کیا۔ حضرت صاحب کھانا کھا کر وطن کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ دنوں بعد نور خاں مذکور کا
 اپنے اقربا کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ لاچار مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے سرکاری طرف روانہ ہوئے
 جب شہر منگلوٹ کے قلعہ کے نزدیک پہنچے، جو ملک سنگمتر کا حکومت گاہ تھا، اور تونسہ شریف
 سے مغرب کی طرف پہاڑ کے دامن میں تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ تو نور خاں مذکور نے اپنے
 اس قریبی عزیز کے بارہ میں خیالی علناؤ دل سے نکال دیا۔ اور معاف کر دیا اور اپنے گھوڑے
 کو اپنے گھر کی طرف روانہ کر دیا اور خود حضرت خوش زمان کی زیارت کے لئے موضع گڑگوچی
 چلا گیا۔ اور تادم پوسی حاصل کی۔ حضرت صاحب نے فرمایا تو وہ بلوچ ہے کہ قصبہ جیبے جسب
 میں ہماری دعوت کی تھی عرض کیا کہ وہی غلام ہوں فرمایا کہ کس کام کے لئے آئے ہو۔ کہا کہ
 محض آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ کچھ مدت کے بعد جب اسے حق پینے کی خواہش
 ہوئی تو آپ نے جو روشن ضمیر شخصیت کے حامل تھے کسی کو فرمایا کہ اسے حقہ لاکر دیں اس نے
 حقہ پیا۔ اگرچہ اس وقت تو حقہ پی لیا مگر دل میں تادم ہوا اور بعد میں توبہ کی۔ جب حضرت
 صاحب مغرب کی نماز کے بعد اپنے مکان میں عبادت خانہ میں عبادت میں مشغول ہو گئے۔
 تو نور خاں کو طلب کر کے فرمایا کہ اپنا دایاں ہاتھ دے۔ نور خاں کہتے تھے کہ مجھ پر ہیبت
 غالب آگئی۔ میں نے کہا کہ میں نہیں دوں گا۔ پھر فرمایا کہ ہاتھ دے۔ پھر میں نے انکار کیا۔ چند بار
 کے بعد میرے دل میں خوف پیدا ہو گیا۔ کہ اگر میں نے ہاتھ نہ دیا تو یہ بزرگ تمام عمر مجھے غوار و
 شرمسار کرے گا۔ پس تیار ہو کر دوزانو بیٹھ کر اپنا ہاتھ آپ کو دیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
 میں نے عرض کیا کہ حضور میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑیں اور قابو کریں۔

۴ دستم چنان بگیر کہ گویند دستگیر۔ حضرت صاحب نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ۔

زمین کے قطعے بھی انگڑے سلسلہ میں نذر کئے۔ مگر حضرت صاحب نے اُس گھوڑی کے سوا اور کچھ قبول نہ کیا۔ اور اس کے دعائے خیر کی۔ وہ اکثر اپنے گاڈل مکول سے حضرت صاحب کی خدمت میں زیارت کے لئے آتا اور آپ کی خدمت میں رہتا۔ تقدیر الٰہی سے آخری عمر میں جاہل آدمیوں نے اسے جو خود بھی جاہل تھے حضرت صاحب کی ارادت سے مرتد کر دیا۔ اور کہا تو کیوں اپنے آباؤ اجداد کے پیرانِ سادات سے مرتد ہوا۔ اور افغان روہیلہ کامرید ہو گیا ہے تو ضرور اپنی عاقبت خراب کرے گا۔ اور نیک پھل نہیں پائے گا۔ چونکہ عمر خاں بے علم تھا اور پیری مریدی کے احوال کو نہیں جانتا تھا۔ لاچار جاہلوں کی صحبت کی وجہ سے ارتداد کا طریق اختیار کیا۔ اور حضرت صاحب کی زیارت اور آپ کی خدمت میں آمد و رفت بند کر دی۔ کچھ مدت اسی طرح وقت گزرا۔ قضائے الٰہی سے اُس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور اس پر حالت نزع طاری تھی۔ حضرت صاحب اُس وقت حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ میں تھے۔ عمر خاں کی اصل حالت متعیر ہو گئی۔ کتے کی طرح آواز نکالتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا۔ کتے کی طرح لوگوں پر حملے کرتا تھا۔ اور کفر کے کلمات زبان پر لاتا تھا۔ چنانچہ جو شخص دیکھتا تھا ہی کہتا تھا کہ اس کا حال بدتر ہے۔ اسے تو حضور و آلا کے دروازہ پر جانا چاہیئے۔ جب اسی حالت میں کافی وقت گزر گیا تو اُس وقت موسیٰ نام جام جو حضرت صاحب کے مریدوں میں سے تھا اور اس قصبہ مکول میں رہتا تھا اُس کے پاس آیا اور جب اُس کا یہ حال دیکھا تو اُسے حد سے زیادہ ملامت کرنی شروع کی اور کہا کہ یہ تیرے ارتداد کا شکر ہے۔ تو اپنے پیڑ سے برگشتہ ہو گیا تھا۔ اور غوثِ زمان سے بیعت کرنے کے بعد پھر کسی اور کامرید ہو گیا۔ تمہارا یہ حال اسی کا نتیجہ ہے۔ اب بھی یہی صورت ہے کہ توبہ کر اور حضرت صاحب کی طرف رجوع کر کہ وہ بڑے رحم و کرم والے ہیں اور معاف کر دینے والے ہیں۔

جب اُس نے حضرت صاحب کا نام سنا تو بہت نادم ہوا۔ اپنے ارتداد سے توبہ کی اور زار زار رونے لگا۔ اور سوزِ جگر سے آہ سرد کھینچنے لگا۔ اور حضرت صاحب سے مدد طلب کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اُس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔ وہ کلمات کفر سے

توبہ واستغفار کرنے لگا اور اپنی اہل بیٹ پر آگیا۔ اور اس کے چہرہ کا نور واپس آگیا۔ پس اپنے خویش و اقربا کو بلند آواز سے کہنے لگا کہ مردود اور غیظا نواب کہاں تھے تمہارے پیر کہ میرا ایمان سلب ہو گیا تھا۔ اس وقت تمہارے کسی پیر نے میری مدد نہیں کی اور تم نے دیکھا کہ اس سے قبل میرا کیا حال تھا اور اب جب میں نے اپنے مرشد کی طرف رجوع

کیلئے لو آؤ اور دیکھو کہ کس طرح میری زبان سے بے اختیار کلمہ شہادت و طیبت اور استغفار کے کلمات جاری ہوئے ہیں۔ یہ میرے پیر کا کمال ہے اگرچہ میں اپنی کم بخشنی سے حضرت صاحب سے مرتد ہو گیا تھا۔ مگر جب میں نے توجہ کی اور حضرت صاحب سے رجوع کیا تو انہوں نے کس طرح میری مدد کی کہ حق تعالیٰ نے میرا کیا ہوا ایمان مجھے بھر وادیا۔ اس گفتگو کے بعد اُس کی زبان پر اسم ذات کا ورد جاری ہو گیا اور اسی حالت میں فوت ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب عمر خاں نے توبہ کی اور اپنے کسے سے نادیم ہوا اور حضرت صاحب کی خدمت میں امداد کے لئے استغاثہ کیا اور استہداد چاہی تو حضرت صاحب اُس وقت تاج سرور میں اپنے جنگلہ میں بیٹھے تھے۔ ناگاد چہرے کا رنگ تیز ہو گیا۔ اور سر جھکا کر فکر میں بیٹھ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خدمت میں متوجہ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد مراقبہ سے سراٹھا کر فرمایا الحمد للہ اور زبان مبارک سے خداوند پاک کا شکر ادا کیا۔ حاضرین مجلس کو اس بات پر تعجب ہوا اور حیران ہو گئے کہ آپ کے چہرہ مبارک کے رنگ کے متغیر ہونے سے کیا نچا کرنے، مراقبہ کرنے، الحمد للہ کہنے اور شکر کرنے کا کیا سبب ہے۔ نور خاں گورمانی جو حضرت صاحب کا مشیر و وزیر تھا اور حضرت صاحب کے کرم اور آپ کی شفقت پر دلیر تھا۔ اُس نے سوال کیا کہ یا حضرت چہرہ مبارک کے متغیر ہونے غیر معمول مراقبہ کرنے اور الحمد للہ کہنے میں کیا حکمت تھی۔ فرمایا اسے نور خاں ایک شخص نے پہلے پہل مجھ سے بیعت کی تھی اور آخری عمر میں مفسدوں کے کہنے میں آکر در طہ ارتداد میں گر گیا تھا۔ جب اُس کا نزع کا وقت آیا تو اُس کا حال دگرگوں ہو گیا۔ اُس نے دوبارہ ہماری طرف رجوع کر کے توبہ کی اور مجھ سے مدد مانگی ہے اور اس فقر کے نام سے استغاثہ کیا لہذا مراقبہ میں ہو کر اُس کی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التماس کی۔ میری دعا قبول

ہو گئی۔ اور حق تعالیٰ اس جہان سے اُسے با ایمان لے گئے اور اس کی جان کلمہ طیبہ اور اسم ذات پر نکلی۔ میاں صالح محمد فرماتے تھے کہ اُس وقت مراقبہ کی صورت یہ تھی کہ مرتبہ بیٹھ کر اپنے ہاتھوں کی دونوں کہنیاں نالوں پر رکھیں اور دونوں ہاتھ کے انگوٹھے کھڑے کر کے دونوں بھٹوں کے درمیان رکھے اور انگلی شہادت درمیانی انگلی ان بھٹوں پر رکھ کر اپنے سر کو سہارا دیئے بیٹھے تھے۔ میاں محمد فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت صاحب نے عمر خاں مذکورہ یہ خبر دی۔ میں بھی حاضر تھا۔ اُسی وقت تاریخ اور وقت لکھ لیا جب تحقیق کی تو حضرتؒ سے مراقبہ اور عمر خاں کی حالت نزاع کا ایک ہی وقت تھا۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں (مثنوی) :

دست پیر از غایاں کوتاہ نیست دست او ہز قبضۃ اللہ نیست

دست اور اس چو دست خویش تواند تا یز اللہ فوق الیہ نہیں برآمد

غلام بلوچ حضرت صاحبؒ کے غلاموں میں سے تھا اور حضرت صاحبؒ اس سے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرماتے تھے۔ لہذا وہ گستاخ ہو گیا تھا۔ اور اکثر حضرت صاحبؒ کے سامنے گستاخانہ دے با کا نہ کلام کرتا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ مسکرا دیتے تھے۔ ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اگر تادم لایا ہوا۔ حضرت صاحبؒ اس وقت مشاہدہ حق کے سمندر میں متغرق تھے۔ اُسے نہ پہچانا۔ فرمایا تو کون ہے۔ اُس نے کہا کہ آپ جب اس جہان میں اپنے غلاموں کو نہیں پہچانتے تو قبر و محشر میں کیسے پہچائیں گے اور اپنے مریدوں کی کیسے مدد کریں گے۔ آپ خلوق خدا کو کیوں خراب کرتے ہیں۔ اور خلوق کیوں بے فائدہ آپ سے پاس آتی ہے۔ حضرت صاحبؒ اُس کی بات پر جلال میں آ گئے۔ اور فرمایا کہ اس بے وقوف مرید کی گرد میں اول میرا تادم ہو گا اور بعد میں میرے مرید کو قبر میں داخل کریں گے۔

اس سلسلہ میں ایک اور حکایت بھی ہے۔ میاں شیر محمد کلردانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر گئے ہوئے تھے۔ ایک رات میں حضرت اقدس کی خدمت میں اپنی چند ضروری حاجات کے سلسلہ میں حاضر ہوا اور مجھ سے پہلے اُس شہر کی چند دریں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھی تھیں اور قیامت کے احوال کا تذکرہ ہو رہا تھا نا میں سے ایک عورت نے سوال کیا کہ یا حضرت حضور کی بیعت میں لکھو کھا غلام

آئے اور جب تک آپ زندہ ہیں روز بروز اور مرید داخل سلسلہ ہوں گے۔ آپ کی عادت مبارک یہ ہے کہ اپنے پاس زیادہ بیٹنے نہیں دیتے۔ اٹھو اٹھو فرماتے رہتے ہیں۔ اور اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرماتے رہتے ہیں کہ دور رہو، دور رہو، ان میں سے بعض رات کو بیعت کرتے ہیں بعض دن کو اور پھر جلد ہی چلے جاتے ہیں۔ سب کو امید ہے کہ روز قیامت جناب اُن کا وسیلہ بنیں گے اور شفاعت کریں گے۔ اور اپنے مریدوں کو نجات دلائیں گے۔ پس آپ قیامت کے دن اُس جہنم خلّاتی میں اپنے غلاموں مریدوں کو کیسے شناخت کریں گے کہ یہ میرا مرید ہے، یہ میرا مرید نہیں ہے۔ فرمایا تم نے نہیں دیکھا کہ سات آٹھ چرواہے اپنی اپنی بھیڑوں کو ایک دوسرے کی بھیڑوں کے ساتھ ملا کر چراگاہ میں چراتے ہیں۔ تمام بھیڑیں ایک رنگ کی ہوتی ہیں۔ ایک طرح کے چہرے ایک طرح کی عادت اور بالکل ایک طرح کی ہوتی ہیں۔ مگر تاریک رات کے وقت وہی چرواہے کس طرح اپنی اپنی بھیڑوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ جدا کر لیتے اپنے اپنے گھر لے جاتے ہیں۔ حالانکہ تمام لوگ چرواہوں کو احمق اور بے عقل کہتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی اپنے آشناؤں اور اپنے مریدوں کی شناخت کر کے دوسروں سے جدا کر کے اپنے پاس لے جاؤں گا۔

میاں صالح محمد فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب قبلہ عالم سے عرس پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ مگر ابھی صاحبزادگان دیگر علماء اور خلفائے قبلہ عالم رخصت نہ ہوئے تھے کہ ایک دن نماز اشراق کے بعد دکانوں کے چھپرے نیچے کہ جہاں مجلس خانہ روضہ مبارک کے جنوباً قائم کیا ہوا تھا۔ تمام صاحبزادگان چھوٹے بڑے نیز خلفائے قبلہ عالم مثل قاضی عاقل محمد صاحب و حافظ جمال الدین ملتانی صاحب وغیرہ اور دیگر علماء جمع تھے۔ صالح محمد کہتے تھے کہ میں بھی اس مجلس میں داخل ہو گیا۔ دریں اثنا قاضی عاقل محمد صاحب نے حافظ جمال الدین ملتانی کو فرمایا کہ آپ حضرت صاحب خواجہ سلیمان صاحب کی خدمت میں جائیں اور یہ اطلاع دیں۔ حضرت صاحب اُس وقت خانقاہ کے جنوبی حجرہ میں جو مسجد کے قریب ہے مشغول تھے حافظ صاحب نے جا کر ایک پاؤں حجرہ کے اندر رکھا اور ابھی دوسرا نہ رکھا تھا کہ پوچھا یا حضرت آپ تشریف فرما ہیں؟ حضرت صاحب نے فرمایا

کہ حافظ صاحب ہیں؟ کیا فرماتے ہیں؟ عرض کیا کہ حضور مجلس خانہ تک آپ کا آنا ضروری ہے۔ اسی وقت جو کچھ پہنے اور مجلس میں آگئے۔ جب غفل میں انہوہ کثیر دیکھا تو حیران رہ گئے۔ قاضی صاحب نے حافظ صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ آپ تمام کیفیت آپ کی خدمت میں پیش کریں۔ حافظ صاحب نے کہا غریب نواز یہ تمام صاحبزادگان اور فرقہ علماء یہاں بھی ہیں۔ یضرب کعبہ اس وقت ایک تشویش میں مبتلا ہیں کہ کھٹے مل کر آپ کی خدمت میں اس مراد سے آئے ہیں کہ محمد بہاول خاں کلال کبھی صاحبزادگان کی جاگہریں اور معمولات جاری کر دیتا ہے اور کبھی بند کر دیتا ہے۔ اس کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم کو ہستانی آدمی ہیں۔ پہلے دن سے لجاہت کا طریقہ نہیں جانتے۔ نہ کبھی منت کی ہے نہ ذکر ہی گئے۔ فرمایا ”مٹلہ الادون۔ اتے مٹلہ کھا دون۔ اتے مٹلہ ہنڈا دن“ ہماری عادت ہے۔ سخت کلام کرنا۔ سخت کھانا اور سخت پہنا ہم کو ہستانیوں کا کام ہے۔ اگر مجھے اُس طرف بھیجتے ہیں تو پھر گلہ و شکایت نہ رکھنا۔ کہ میرے جانے میں دو امر ضرور واقع ہوں گے۔ ”یا مٹی دا گمبکار یا کھلیدا چٹکار“ یعنی یا سنی اور دہی کی آواز چائی سے آئے گی۔ یا گال پر سے تھپڑ کی آواز آئے گی۔ حافظ صاحب نے جواب دیا کہ ان دو امور میں سے جو بھی رونما ہو منظور و قبول ہے کیوں کہ ہم سب نے لاچار ہو کر آپ کو زحمت دی ہے۔ آپ ضرور بہاول خاں کے پاس جا کر اس کام کا بندوبست کریں۔ پس حضرت صاحب دہاں سے آگئے۔ مولوی قادر بخش اجازت و خلافت یافتہ مگر نواب مذکور کی طرف سے یہاں کے حالات لکھتے پر ملازم تھے نواب مذکور نے ان کے ذمہ یہ کام لگا رکھا تھا کہ جو واقعہ درگاہ میں ہو فوراً لکھ کر بھیجا کر دے چنانچہ یہ لکھ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ حضور اگر آپ کل روانہ ہونا چاہتے ہیں تو پہلے میرا پیٹ چاک کر دیں۔ پھر نواب صاحب کی طرف تشریف لیجائیں کیوں کہ نواب صاحب مجھے بہت ناراض ہوں گے۔ کہ حضرت صاحب کی آمد و روانگی کے بارے میں پہلے سے مجھے خبر کیوں نہ دی آپ ازراہ کرم تین دن اور یہاں قیام فرما کر پھر روانہ ہوں تاکہ میں سرکار کی خدمت میں اطلاع کر سکوں۔ حضرت صاحب تین دن

اور خانقاہ شریف میں رہے۔ پھر روانہ ہوئے۔ مولوی قادر بخش نے اُسی روز مبارک پور جا کر سرکار کی اطلاع میں عرضی بھیجی اور اس عرضی کا تحسین انگیز جواب بھی آگیا۔ نیز راستہ کے ملازمین کے نام بھی حکمتاً آگیا کہ حضور والا کے منزل بمنزل سفر کی اطلاع پہنچائی جاتی ہے۔ ابھی چند کو سفر باقی تھا کہ قواب بہاول خاں دوسروں سے پہلے ہی استقبال کے لئے آگئے آیا۔ تدم بوسی حاصل کی اور گھوڑے کا کمر بند پکڑ کر شہر احمد پور میں حضرت صاحب کے ساتھ آیا۔ دوسرے دن قواب بہاول خاں جب حضرت صاحب کے ساتھ ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو مولوی عبداللہ، مولوی سکندر اور دیگر اہل فضائل کو ہمراہ لے کر قدم بوسی حاصل کی اور پہلے حضرت قاضی عاقل محمد جی کے بارے میں بات شروع کی کہ اُن کی خانقاہ مبارک کی طرف آمد و رفت کے وقت لوگ عزت کی وجہ سے بہت تنگ ہوتے بلکہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اُن کے لنگر میں عسرت کی جگہ فراغت ہو جائے حضرت صاحب نے فرمایا

جہاں پر سماع امت دستی دشوَر ولیکن چہ بیند در آئینہ کور

پھر عرض کیا کہ حضور کو معلوم ہے کہ میں آپ کا پیر بھائی ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اُس نے کہا کیسے معلوم نہیں ہے۔ کہ بار بار آپ کے لئے حضرت قبلہ عالم کی حاضری دی ہے۔ فرمایا آگ کی خبر دھوئیں سے ملتی ہے۔ جب دھواں اُٹھتا ہے تو دور سے پتہ چلتا ہے کہ آگ جل رہی ہے۔ جب دھواں نہ اُٹھے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ آگ جل رہی ہے یا نہیں اگرچہ جل رہی ہو۔ اگر تو حضرت قبلہ عالم کامرید ہوتا تو ہم اتنا سفر کیوں کرتے، کہنے لگا کہ حضور نے اتنا سفر کس مقصد کے لئے کیا ہے۔ فرمایا اے خان صاحب حضرت قبلہ عالم ہمارے پیر لادہ نہیں تھے۔ ان کی حسی و نفسی بے شمار اولاد ہے۔ مگر قابلِ فرزند وہ ہے جو اپنی قابلیت و کوشش سے دولت جمع کرے۔ نیز قابلِ وہ ہے جو اپنے آپ کے متروکہ کا نقصان نہ کرے اور ضائع نہ ہونے دے۔ اور برباد نہ کرے۔ خان صاحب نے جو بخایہ لفظ سنا اپنی مہر والی انگوٹھی انگلی سے اتاری اور حضور کی خدمت میں ڈال دی اور عرض کیا کہ حضور کو اختیار ہے اور آپ اس ملک کے

مالک ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابلیس کے اس دھوکے سے فریب نہ دے مجھے۔ اور صاحبزادگان کے کاردار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہمیں تو اس شخص کا راضی نامہ درکار ہے۔ خان صاحب اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی رضامندی کی رسید اُس کی زبان سے حضور اقدس میں گزاری۔ پھر دعا کی درخواست کی کہ قبلہ گڑھی اختیار خاں دانی مجھ سے تسخیر نہیں ہوتی۔ دُعا فرمائیں کہ فتح ہو جائے۔ حضرت صاحب نے خاتمہ خیر پڑھی اور گڑھی کی تسخیر و فتح کے لئے دُعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ گڑھی مذکور تمہارے زیر فرمان آئے گی۔ بس نواب صاحب نے حضرت صاحب کو سلام کیا اور محفل کے باہر آیا اور مولوی کو کہا کہ مجھے برہنہ تلواریں رخ پر ڈال دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت غریب نواز کے پاس خاطر کے سبب امان دے دی ہے اور نگہداشت کی ہے۔ انہیں دونوں گڑھی مذکور بھی فتح ہو گئی۔ اس کے بعد کبھی بھی صاحبزادہ صاحبان کے اہل کار کی تالش حضور اقدس میں نہ پہنچی۔ خان صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں بہت نذر و نیاز پیش کی مگر بعد ازاں حضرت صاحب و ہاں سے روانہ ہو کر تونسہ شریف آ گئے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ صادق محمد خاں پسر نواب بہاول خاں کلاں نے حضرت صاحبزادگان قبلہ عالم سے جوائے اور معاذرے لئے۔ اسی وجہ سے حضرت صاحب اُس سے ناراض ہو گئے۔ اور اس کی طرف خط و کتابت بند کر دی۔ یہاں تک کہ صادق محمد خاں جو بہت معتقد تھا، سخت رنج و غم میں مبتلا ہو گیا۔ اُس نے اپنی تقصیر معاف کرانے کے لئے میاں صاحب نور احمد جی کو سید غلام شاہ کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں تونسہ شریف بھیجا۔ اسی زمانہ میں گندے موسم کی وجہ سے آپ کے مزاج مبارک میں کدورت تھی۔ جب وہ تونسہ شریف آئے تو چند دنوں کے بعد میاں صاحب نور احمد جی نے صادق محمد خاں صاحب کے معاملہ اور تصفیہ کی بات کی اور عرض کیا کہ ایک دفعہ اُس طرف جانا مناسب ہے۔ حضرت صاحب نے عارضہ تپ کا عذر کیا۔ میاں صاحب نے کہا کہ ہم بھی شفا تک آپ کے گھر میں بیٹھے ہیں۔ جب حضور کو شفا ہوگی اُس وقت عرض کر دی جائے گی۔ فرمایا کہ میرے مرض سے شفا کی پہلی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کو اس جگہ لایا اور ہمیں آپ

کی زیارت سے مشرف فرمایا۔ میاں صاحب کو اس کلام سے تسلی ہوئی۔ تو جرات آمیز
 گفتگو کرنی شروع کی چنانچہ بات جب آگے بڑھی تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا صاحبزادہ
 صاحب آپ کو اس کام کے لئے یہاں آنا نہیں چاہئے تھا کیوں کہ صادق محمد خاں نے
 آپ کے لواحقین کو ریختہ پہنچایا اور ان سے جرمانہ لیا اور اب بطریق وسیلہ ہمارے پاس
 آپ کو بھیجا ہے۔ فرمایا لاچار ہو کر آیا ہوں۔ اس لئے کہ ہم نواب صاحب کے ملک میں رہتے
 ہیں۔ فرمایا نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ نواب صادق محمد خاں صاحب آپ کے ملک میں رہتے ہیں۔ آپ ان
 کے ملک میں نہیں رہتے۔ آپ خداوندِ عظیم کا لحاظ نہیں رکھتے ہیں کہ آپ ایسے قطب الاقطاب
 کی اولاد ہیں اور پھر اہل دنیا کے دروازے پر التجا کرتے ہیں۔ میاں صاحبؒ پر اس بات سے
 خوف طاری ہو گیا۔ فرمایا غریب فواز میں شہر احمد پور میں محض عزیز و اقربا کے معاملہ کی خاطر
 گیا تھا۔ اور حضور کی زیارت کے لئے آیا ہوں نہ کہ خان صاحب کی دکان کے لئے حضرت صاحبؒ
 نے فرمایا ایسے صاحبزادہ صاحب میں نے حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ پر آپ سے نہیں کہا تھا
 کہ مجھے رنجیت سنگھ سکھ وائٹی لاہور کے دروازہ پر بھیجیں گے، عذر نہ کروں گا۔ اور آپ
 کے حکم پر اُسکی دقت روانہ ہو جاؤں گا۔ مگر احمد پور جانے کے لئے آپ مجھے نہیں فرمائیں
 گے۔ خیر بہت اچھا ہوا کہ آپ اس کام کے لئے آئے ہیں۔ لیکن میں احمد پور شہر میں ہرگز
 نہیں جاؤں گا۔ آخر سلطان پور شہر میں خان صادق محمدؒ سے ملاقات مقرر ہوئی۔ تو نشتریف
 سے روانہ ہو کر سلطان پور پہنچے تو آپ کی پہلی نظر بھٹروں کے ریوڑ پر پڑی جو غریب رعایا سے
 بکڑ کر جمع کی ہوئی تھیں۔ اور حضرت صاحبؒ کے ڈیرہ کے قریب کھڑی تھیں۔ حضرت صاحبؒ
 تے فرمایا یہ کیسا گتہ ہے؟ حضرت قبلہ عالمؒ کے لانگڑی میاں غلام رسول بہراہ تھے اُنہوں نے
 خوش طبعی سے کہا کہ یہ بھٹروں میں عربوں سے چھین کر جناب وال کی دعوت کے لئے لائی گئی ہیں
 اس بات کے سننے سے جلال پُر ملال پہلے سے زیادہ ہو گیا۔

پس ایک نیم پاس رات گزرنے کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں
 خبر پہنچی کہ صادق محمد خاں بھی پہنچ گیا ہے۔ حضرت صاحبؒ میاں صاحب نور احمدؒ اور
 صاحبزادگان کے کام کی خاطر میاں صاحب موصوف کے ہمراہ میرے پاس سے اٹھے اور

اُسی مکان کو مشرف فرمایا۔ وہ نواب بے چارہ وہاں گئے میں کھڑا ڈلے اور سرو باہر ہند
کھڑا تھا اور ہاتھ سینہ پر باندھے آں جناب کے سامنے شفقت کریمہ کا منتظر تھا اور سپاہ
مکان کے چاروں طرف صفیں باندھے کھڑی تھیں جب خان صاحب والی بہاول پور کی
نگاہ اپنی سپاہ پر پڑی تو کہنے لگے کہ اے کم بختو تم اس طرف تماشا دیکھنے سے لئے اور باتیں
سننے کے لئے کھڑے ہو۔ دور ہو جاؤ اور چلے جاؤ اور اپنے ڈیرہ پر ٹھہرو۔ پس ایک دو گھنٹی
اسی حالت پر گزر گئی کہ خشک لکڑی کی طرح دونوں پاؤں پر کھڑا تھا اور حضرت صاحب
نے اس کی طرف نظر بھی نہ کی۔ اور نہ اُس سے بیٹنے سے لئے فرمایا۔ اسی حال میں میاں صاحب
خواجہ نور احمد جیو کو خان صاحب کے حال پر رحم آیا۔ نرم زبان اور لطیف الفاظ میں حضرت
صاحب سے گزارش کی کہ اے عزیز تو از یہ عزیز آپ سے کم ترین غلاموں میں سے ہے
اس کی تقصیر معاف فرمائیں۔ اور جو خطا بھی اس سے ہو چکی ہے اس سے درگزر فرمائیں۔
اس حال میں جب خان صاحب نے میاں صاحب کو اپنا وسیلہ و عذر خواہ پایا تو بے اختیار
اپنا سر حضرت صاحب کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور زار و قطار رونے لگا۔ اور بہ فریاد و
نالہ کرنے لگا۔ کہ برائے خدا میری تقصیر معاف فرمادیں۔ کہ حضور کا مرید ہوں۔ اور سلسلہ
میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا مہیں کس نے مرید بنایا ہے اور کون کہتا ہے تو میرا مرید ہے
اُس نے عرض کیا کہ میں حضرت قاضی صاحب حضرت عاقل محمد صاحب کا مرید ہوں اور اُن سے
عقد بیعت باندھا ہے۔ اور سلسلہ حقیقہ پڑھتا ہوں۔ فرمایا کہ تو مرید ہے اور نہ سلسلہ میں
داخل ہے۔ اُس نے سوال کیا کہ غلام کو باوجود بیعت کرنے کے اور پھر کامل کا ہاتھ پکڑنے
کے عدم مریدی کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ فرمایا تو جاہل و احمق ہے۔ جاؤ کسی عالم دانش مند
کو لاؤ کہ اے عدم مریدی کے معنی سمجھاؤں مگر تجھے ایک مثال دیتا ہوں۔ اگر عقل و ہوش سے
کچھ باقی ہے تو تمہیں یہ مثال کافی ہوگی۔ فرمایا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتی صدیاں من لوہے کو
لے کر دریا میں تیرتی ہے۔ اور کشتی سے ایک بیخ جدا ہو جائے تو کشتی غرق ہو جاتی ہے۔
اسی طرح یہ بات ہے کہ پیر مرید کو سو بار کہے کہ تم میرا مرید نہیں بنے۔ مرید مرید نہیں
ہوتا اور اگر مرید ایک بار کہہ دے کہ میں آپ کا مرید نہیں ہوں تو اسی وقت مرید ہو جانا

ہے اور کیل کی طرح غرق ضلالت ہو جاتا ہے۔ خان صاحب نے سوال کیا کہ میں نے کس کے مسئلے کہا ہے کہ میں آں جناب کا مرید نہیں ہوں۔ فی الفور مہر شدہ پروانہ حضرت صاحب نے اپنی حبیب سے لکالا اور اُس کے سامنے پھینک دیا اور فرمایا کہ دیکھ تو نے حضرت صاحب زادہ صاحب کی جناب میں لکھا ہے کہ آپ مجھے اپنا مرید سمجھ کر تنگ کرتے ہیں میں مرید نہیں ہوں۔ پس خان صاحب اپنا مہر شدہ پروانہ دیکھ کر حیران رہ گئے پھر سوال کیا کہ غلام کو جناب کی وجہ رنجش معلوم ہوئی کہ کس تقصیر کی وجہ سے یہ غلام ماسخ و گرفتار ہے؟ فرمایا تمہیں ابھی تک معلوم نہیں کہ تیرے باپ نے قوم مہاراجا کی رفاقت سے میرے پیر زادہ حضرت نور احمد کو شہید کیا۔ تو نے قاضی صاحب کی حمایت میں نصیر کو رنجہ کو مروا دیا۔ بارہ سو روپے صاحب زادگان کے لواحقان سے اور آٹھ سو روپے مولوی عبدالرحمن کلردائی کے لواحقان سے بطور جرمانہ وصول کئے۔ نیز مولوی ننگائی صاحب کو کچہری میں نازیبا باتیں کہیں اور تیرے ملازم لعل منگانی نے کموس کے آدمیوں کو کہ میں نے خود پہنے ہاتھ سے انہیں وہاں بٹھایا تھا نکال دیا اور پھر بھی رنجش کی وجہ پوچھتا ہے۔ اسے نااہل تو اپنے آپ کو کیا جانتا ہے۔ اور مجھے اس سپاہ سے سیاست دکھانا ہے۔ اٹھ اور میرے پاس مت بیٹھ اور میری نظر سے دور ہو جا کہ تمہارا یہاں بیٹھنا سراسر نقصان ہے کہ تو علما و درویشوں کا منکر ہے۔ لہذا تیرے اندر اعتقاد کا کوئی درجہ باقی نہیں رہا پس نواب بے چارے نے نیاز مندی سے عرض کیا کہ یہ غلام اسد خاں سے بھی کرا ہے؟ فرمایا تمہیں اسد خاں کے خدمت گاروں کے برابر بھی نہیں سمجھتا کہ تو نے ملتان پر سکھوں کے حملے کے وقت اُن کے لئے لشکر بطور کمک ارسال کیا تھا۔ اور اسد خاں نے کوئی چیز انہیں نہیں دی تھی۔ اور کافروں کی کمک کے لئے ایک سپاہی نہیں بھیجا تھا۔ جب نواب صادق محمد کو سوال وجواب میں کسی طرح خلاصی و سجات کی راہ نظر نہ آئی تو اپنے دیوان شیخ عزیز جو بھلو میں بیٹھتے تھے۔ کی طرف نظر سے اشارہ کیا اور کہا کہ اٹھو اور اسی وقت مبلغ دو ہزار روپے لا کر حضرت صاحب کی نذر کرو۔ شیخ مذکور نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کل آپ کی نذر کیا جائے رات کے وقت اس کچھائی کے علاقہ سے جہاں تمام

غریب و نادار لوگ ہیں۔ کس طرح دوزخ میں پیدا ہوگا؟ حضرت صاحب نے فرمایا: اے گداگر دہقان یہاں سے اٹھ جاؤ۔ دور ہو جاؤ۔ اب تم اس سرکار میں بھی معتبر ہو گئے اور زبان دراز کرتے ہو۔ تم نے یہیں بھی قاضی صاحب سمجھ لیا ہے۔ خان صاحب نے سوال کیا اے غریب قاضی صاحب آدیا نہ تھے؟ فرمایا کیوں نہیں تھے۔ مگر صاحب بختل و قسیم تھے۔ ہم سے یہ بختل نہیں ہوتا۔ اور تجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ کہ میری خاطر دس بارہ دن کے لئے محل نعلقانی کو اپنی ملازمت سے معطل کر دیتے اور حق تعالیٰ نے ان بے گن ہوں کے خون کے قصاص کے عوض جو اسے سزا دی ہے تو اسے خود دیکھ لیتا۔ خان نے سر فحالت جھپٹایا اور حکم دیا کہ فوراً میرا اسپر زین لائیں اور دست بستہ حضرت صاحبزادہ نور محمدؒ کی جناب میں عرض کی کہ خدا کے لئے میری سفارش فرمائیں اور میرا قصور معاف کرادیں۔ پس میاں جی نور احمد صاحب نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَالصَّالِحِينَ**۔ اب آپ خان صاحب کی تقصیر معاف فرمادیں۔ پس حضرت صاحب نے ان کی خاطر خاں صاحب کا قصور معاف فرمایا۔ اور خان صاحب کے لئے فاتحہ خیر کہی اور اسے رخصت کیا پس خان صاحب اپنے مکان پر گئے زین زین سفید کپڑے میں باندھ کر صاحبزادہ میاں غلام نبیؒ صاحب کی معرفت جو وہاں موجود تھے۔ حضرت صاحب کو بطور نذر پیش کی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس بلا کو اٹھا کر چار دیواری سے باہر پھینک دیں کہ ہم تمام رات اس کی خاطر سوچ کی دہرہ کیوں دیتے رہیں۔ پس صاحبزادہ صاحبان مولوی عبدالرحمن صاحب کے ساتھ متفق ہو گئے اور اپنا راضی نامہ حضرت کی خدمت پہنچایا۔ حضرت صاحب دو روز سلطان پور میں رہے۔ تیسرے دن اپنے وطن کی طرف مراجعت فرمائی اور خان صاحب اور صاحبزادگان روانہ ہو گئے۔ کاتب الحروف کہ ہے کہ میں نے چند معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ جب حضرت صاحب خاں صاحب پر غصہ ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ میری نظر سے دور ہو جاؤ تو خان صاحب مذکور نے چار ہو کر یہ لفظ کہے کہ خیر صاحب اگر آپ مجھ پر راضی نہیں ہوتے تو خدا تعالیٰ تو ہمارا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس وقت خدا تعالیٰ تمہارا نہیں ہے جب خان صاحب حضرت صاحب کے ڈیرہ سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص تنوار نیام سے

لکال کر خان صاحب کو قتل کرنے کے لئے حملہ کرتا ہے۔ خان صاحب جان کے خوف سے
 ڈر کر واپس قدم حضرت صاحب کی خدمت میں آگئے اور میاں صاحب نور احمد جیو سے
 عرض کی کہ برائے خدامیری تقصیر معاف فرمادیں ورنہ مجھ پر غلا کا غضب نازل ہوگا۔ کہ
 مجھے قتل کر رہے ہیں۔ پس حضرت صاحب نے صاحبزادہ صاحب کی خاطر اس کی تقصیر
 معاف کی۔

ایک دن رحیم شاہ کے نویشوں میں سے ایک نے سید بادشاہ کے سامنے ظاہر کیا
 کہ میں بلند نادون سے چند منزل آگے گیا تھا۔ تو ایک موضع میں پہنچا کہ جہاں ایک سیون کے
 درخت کے نیچے ایک چبوترہ کلاں تھا۔ عمدہ غلاف سے ملفوف اور ڈھکا ہوا تھا۔
 اور گرد اگر دھین بوریاں پڑی تھیں۔ اور اس مکان کے خدمت گار حاضر تھے۔ اور
 اس مکان کے نائین ہر طرف سے آتے تھے۔ پس میں نے خادموں سے پوچھا کہ یہ کھانا
 مکان ہے۔ اور کن مشائخ کرام کی نشست گاہ ہے۔ کہنے لگے کہ ایک دفعہ تشریف پیر صاحب ایک
 ساعت اس وقت عجمی کرام فرماتے وقت فرمایا تھا کہ تم اس مکان کو لو کہ ساتھ آباد کرو۔ پیر تشریف
 کی زبان کی برکت اللہ تعالیٰ کی توین جاکر لای دی ہیں۔ نیز اس مکان کا تصرف یہ ہے کہ جس حاجت مند
 کو کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ تو شیرینی و نذر اس مکان پر لے تا ہے اور نذر معین کرتا ہے
 اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے اور ہم اس مکان کی خدمت کرنے سے اور مجاوری
 کرنے سے خوش حال ہو گئے ہیں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحب ظاہری
 سفر مبارک شریف اور پاکپتن شریف کے سوا نہیں کرتے تھے یا ایک بار دہلی شریف
 اور ایک بار اجیر شریف گئے تھے۔ باقی آپ کا نادون وغیرہ جانا تصرف ہوگا۔ کہ اولیاء اللہ
 ایک ہی وقت میں کوہ قاف تک سفر کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے اس محبوب بزدانی کو غوث الثقلین کا رتبہ دیا ہوا
 تھا کہ ان کا تصرف تمام جن و انس پر تھا اور ہر طرح کے ہر ملک سے جن و انس اگر مرید
 ہوتے تھے۔ اور آپ کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈالتے تھے اور یہ حکایت مشہور ہے کہ
 کانونام جن نے آپ کی دست میں سرود کی چوکی کی تھی اور حضرت صاحب کو ذوق حاصل

ہوا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ایک دفعہ عبداللہ بزدار کی عورت پر جن آگیا اور عبداللہ حضرت حافظ جمال الدین ملتانی کا مرید تھا۔ اس نے اس بات کا ذکر اپنے پیروں سے کیا۔ انہوں نے تعویذ لکھ دیا۔ اور اُس نے پیرو صاحب کے حکم سے وہ تعویذ آگ میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ اس عارضہ سے افاقہ نہ ملا۔ کچھ مدت بعد پھر عارضہ جن ہو گیا۔ عبداللہ پھر اپنے پیرو کے پاس گئے۔ وہ اس مقام میں تھے۔ حضرت صاحبؒ کے ہمراہ قبلہ عالم کے عرس پر گئے ہوئے تھے۔ یہ عبداللہ واپس اپنے مکان پر گیا۔ جب حافظ صاحبؒ پھر ملتان آگئے تو خادموں نے عبداللہ کے اپنے کام کی خاطر آنے کا حال اور واپس جانے کا حال عرض کیا حافظ صاحبؒ نے حضرت صاحبؒ غوثِ زمان سے کہا کہ عبداللہ بزدار کی عورت عارضہ جن میں گرفتار ہے اس کی خلاصی کرا دیں۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر حکم ہو تو تمام جنات کو پہاڑ سے ملک بدر کر دوں۔ یا صریح اس ایک جن کو۔ حافظ صاحبؒ نے کہا کہ بس اُس جن کو عبداللہ کی عورت سے دور کرا دیں۔ جب حضرت صاحبؒ تونسہ شریف آئے۔ تو کسی کی معرفت عبداللہ بزدار کو پیغام پہنچایا کہ دونوں میاں بیوی میرے پاس آجائیں۔ جب وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور جلالِ باکمال سے مشرف ہوئے تو صرف حضرت صاحبؒ کے جلال کے اقل سے اُس جن نے عبداللہ کی عورت کو چھوڑ دیا اور چلا گیا اور اس عورت کو شفا ہو گئی۔

میاں یار محمد ملتانی بیان کرتے ہیں کہ ابھی حضرت صاحبؒ کوہ درگ میں گڑگوچی قصبہ میں ساکن تھے اور تونسہ شریف میں نہیں آئے تھے کہ ایک دن ایک شخص اپنی عورت کو پکڑ کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ میری عورت پر جن آگیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے جی سے چھوڑ دے۔ اس بے چاری کو کیوں خراب کر رہے۔ اُس جن نے عرض کیا حضرت میرا بیٹا شدتِ مرض سے چند دنوں سے بیمار ہے۔ لہذا اُس عورت پر آیا ہوں اور عورت کے دہلیز سے آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں مجھے ایک تعویذ میرے بیٹے کے لئے لکھ کر دیں تاکہ میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ تو تعویذ کس طرح لے گا۔ کہنے لگا۔ تعویذ لکھ کر اس پتھر پر جو گرا ہوا ہے رکھ دیں۔ وہاں سے لے لوں گا حضرت صاحبؒ

نے اُس سے پوچھا کہ اس عورت کو کیوں پکڑا ہے۔ کہنے لگا کہ مٹکل آپ کی خدمت میں آنے نہیں دیتے تھے۔ لاچار اس عورت کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں حضرت صاحبؒ نے تعویذ لکھ کر جب اس سنگ مذکور پر رکھا تو جن نے اُس عورت کو چھوڑ دیا اور تعویذ لے کر گم ہو گیا۔ اور وہ عورت صحت یاب ہو کر اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی۔

میاں یار محمد پسر مولوی محمد امین ذکر کرتے تھے کہ میری والدہ وضع حمل کے وقت بہت ڈرتی تھیں اور در درازہ شدت سے تھا۔ میرے والد صاحب نے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا فرمایا کہ یہ سب کچھ جنات کا کھیل ہے خدا تعالیٰ کرم کرے گا۔ دوسری بار جب ولادت کی نوبت آئی اور والد صاحب گھر آئے تو ان کے کان میں یہ آواز آئی کہ یا تو ان دو فرزندوں میں سے جو تمہارے دونوں طرف سونے ہیں ان میں سے ایک سے دست بردار ہو جایا اس بچے سے جو ابھی تولد ہوا کہ یہ آواز سُکر میرے والد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور حال بیان کیا۔ فرمایا کہ اُن کو جا کر کہو کہ سلیمان کہتا ہے کہ اگر تم تو نہ کی سکونت کا ارادہ رکھتے ہو تو بے آرام و بے نقصان سکونت کر دے کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ یا پھر یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ ایسا کر دی گا جیسا کہ کرنا چاہیے۔ جب میرے والد مولوی محمد امین صاحب نے اپنے گھر جا کر یہ پیغام حضرت جن کو پہنچا یا تو اُسی وقت چلا گیا اور اُس کے بعد میری والدہ کو کبھی کوئی اثر نہ ہوا۔

میاں محمد صاحب مفلوظ کہتے تھے کہ میرے سامنے اسماعیل صابؒ کی اہلیہ نے ظاہر کیا کہ ایک دفعہ میں آسیب جن کے مرض میں گرفتار ہو گئی تھی اور اس وجہ سے بہت ضعف ہو گیا تھا اور بوجہ رہتا تھا اور ہر لحاظ سے قراری رہتی تھی اور خام و جین پتے پیدا ہوتے تھے۔ میری والدہ نے میرا یہ حال مولوی محمد امین صاحب کو جو حضرت خوش زمانؒ کے یارانِ مجاز میں سے تھے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جن کا اثر ہے چند تعویذ لکھ کر میری والدہ صاحبہ کو دیئے میں نے وہ تعویذ استعمال کئے مگر کوئی فائدہ اور اثر معلوم نہ ہوا۔ لاچار میری والدہ نے خوش زمانؒ کی خدمت میں جا کر میرا حال عرض کیا۔ فرمایا طری نیک نجت ہے اور دائم الصلوٰۃ ہے اور اکثر با وضو رہتی ہے پس اسے جن کا اثر کیسے ہو

سکتا ہے۔ اُس نے ہر عرض کیا کہ قبلہ ہر چند دوا دار و اور علاج معالجہ کیا ہے۔ فائدہ نہیں ہوا۔ کسی عالم نے بتایا ہے کہ یہ حق کا اثر ہے اور آپ کے تمام جسم پر درم ہو گیا ہے حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ تین بار ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی شفاء اللہ“ پڑھ کر پہلے دائیں کان میں دم کرو۔ پھر بائیں کان میں دم کرو۔ اگر حق کا اثر ہے تو زیادہ ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی دوسرا مرض ہوا تو جو تباہ ہے گا۔ اُس نے جا کر ایسا ہی کیا۔ درم زیادہ ہو گیا۔ تمام جسم پر تنگی ہو گئی۔ اور بے قراری زیادہ ہو گئی۔ پھر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا سورہٴ جن پڑھ کر اُس پر دم کر دیں۔ میری والدہ نے کہا کہ کون پڑھے۔ فرمایا تم خود پڑھو۔ کہنے لگیں ہمارے پڑھنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ فرمایا میرے کہنے پر پڑھو گے تو فائدہ ہوگا۔ پس اگر حضرت صاحبؑ کے حکم کے مطابق سورہٴ جن پڑھ کر مجھ پر دم کیا پہلی حالت سے تدریجاً تخفیف ہو گئی۔ جب حضرت صاحبؑ گھر میں کھانا کھانے کے لئے تشریف لائے۔ میں بھی حلقہ کنیزاں میں جا کر بیٹھ گئی۔ آپ نے فرمایا ”بلی تو کو کو کی رات میرے کول آیا تھا“ اسے یار تو گزشتہ رات میرے پاس آیا تھا۔ میں نے سبھا کہ کسی دوسری کنیز کو فرما رہے ہیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور وہی پنجابی کلمہ کہ ”کو کو کی رات میرے کول آیا تھا“ فرمایا۔ میری والدہ نے جو میرے پہلو میں بیٹھی تھیں۔ مجھے کہا کہ تمہیں کہہ رہے۔ پس میرے دل میں آیا کہ شاید میرا شوہر کل رات حضرت صاحبؑ کی خدمت میں گیا ہوگا۔ میرے دل کے خطرہ سے آگاہ ہوتے ہوئے حضرت صاحبؑ نے فرمایا ”ناں دے ناں“ یعنی نہیں نہیں۔ کل رات جی آیا تھا۔ میں نے اُسے کہا تھا کہ ”سماۃ غلانی“ اس طرف ہے یعنی ہمارے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اُس نے بے چاری کو کیوں خراب کرتے ہو اس سے دور ہو جاؤ اور پھر اس کے پاس نہ جانا۔ وہ مجھ سے اقرار کر کے چلا گیا ہے۔ اب یہ حق میرے پاس نہیں آئے گا“ پس معلوم ہوا کہ کل رات جو میرے تمام اعضاء کو آرام آ گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی اور اس دن کے بعد جب بھی بچہ پیدا ہوتا ٹھیک صحیح سلامت ہوتا۔

منقول ہے کہ ایک دن شادو نام بلوچ فقیر حجرہ حافظ نور میں دو آدمیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ شادو کہتا تھا کہ میں اجرت لئے بغیر اس مکان سے نہیں اٹھوں گا۔

حافظ نور پکتے تھے کیا کہتے ہو کیوں نہیں جاتے۔ اور ان سے کہی اجرت لیتا ہے۔ شادو نے کہا کہ حضرت صاحبؒ نے حکم فرمایا ہے کہ تو اس ملتانی جو تاساز کے ساتھ جال طیلہ پر اور اس کے ساتھ شہر منگلوٹھے میں سید طاہر شاہ صاحب کی خانقاہ پر جا کر کہہ کہ حضرت سلیمانؑ نے کہا ہے کہ یہ دونوں اشخاص میرے شناسا ہیں ان کو خلاصی دیں اور میں نے

حضرت صاحبؒ کے حضور میں عرض پہنچائی تھی کہ طیلہ جال والا پر کسی سے کہوں۔ فرمایا کہ ان دونوں مکانوں پر عالم جنات کا مسکن ہے۔ جنات وہاں سکونت رکھتے ہیں۔ تو ان دونوں شخصوں کو ان دونوں مکانوں پر لے جا کر یہ کلام کہہ۔ یہ جنات کی گرفتاری سے نجات پا جائیں گے۔ میں نے ان کے ساتھ اتنی مسافت کی ہے یہ اجرت دینے سے انکار کرتے ہیں۔ پس اگر یہ مسئلہ آپ حل کر سکتے تھے تو پھر اُن جناب نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں کیوں نہ نکال دیا۔ اور یہ بات جو اُس نے کہی کمال شفقت کی بنا پر جو حضرت صاحبؒ کو اس پر تھی کہی اور خوش طبعی سے کہا۔ پھر کہا کہ میرے قریب ہی جوتنہ علماء فقرا بیٹھے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے انہیں کیوں نہ کہا اور انہیں کیوں نہ بھیجا۔ پس فی الفور مسمی دقت اس جو تاساز نے شادو کو ایک چادر دی اور دوسرے نے ایک روپیہ نقد دیا۔ پس ان کے ہمراہ گیا اور دونوں جگہ یہ پیغام دیا۔ دونوں کو جنات سے خلاصی ہو گئی اور نجات پائی۔

✓ منقول ہے کہ قاضی نور محمد صاحب جو حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میری معصومہ جن سے گرفتار ہو گئی اکثر دن رات بے ہوش رہتی تھی اور بے خبر پڑی رہتی تھی۔ اور گھر کے تمام افراد اس کی وجہ سے بے قرار و فکر مند رہتے تھے۔ آخر ایک دن اس لڑکی کو عین عالم بے ہوشی میں اٹھا کر حضرت غوثِ زمانؒ کے روضہ منورہ میں لے جا کر غلاف مبارک کے نیچے کر کے عرض کیا کہ ضرب نواز عالم جنات نے فقط آپ کے اس غلام کے گھر پر شورش برپا کر رکھی ہے۔ مدد فرمائیں تاکہ میری بیٹی کو چھوڑ دیں۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد میری بیٹی نے آواز دی کہ میں غلاف سے باہر آتی ہوں۔ میں نے کہا کچھ دیر اور غلاف میں رہ تاکہ تجھے اس گرفتاری سے نجات ملے۔ باہر نہ آ۔ پس حضرت غوثِ زمانؒ کے مزار مبارک کے لمس سے حق تعالیٰ نے میری بیٹی کو اُس بلا سے خلاصی بخشی۔ پس غلاف سے باہر آئی اور پھر

کبھی اس بلا میں گرفتار نہ ہوئی۔

میاں احمد قوال بچپن سے لے کر تقریباً پچاس سال کی عمر تک حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہے اور فیوض و برکات حاصل کئے۔ وہ اس کتاب الحروف نجم الدین کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک دن نواب شیر محمد خاں ڈیرہ اسماعیل خاں واسے نے جو حضرت صاحبؒ کے مریدان با اعتقاد ہیں سے تھا، اپنی پریشانی حال کے سلسلے میں ایک عرضی حضرت صاحبؒ کے نام لکھی اور ایک خط میرے نام اس مضمون کا لکھا کہ میری یہ عرضی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لے جا کر اپنے سامنے مطالعہ کرادیں۔ میں چاشت کے وقت اُس کا وکیل بن کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ میں اس کا خط ہاتھ میں لے کر حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کی طرف گیا۔ جہاں آپ مشغول بیٹھے تھے۔ جب حجرہ شریف کے قریب گیا تو ناگاہ ایک خوش الحان آواز کہ ایسی لطیف آواز کسی قوال یا گویے کی نہ سنی تھی، میرے کان میں آئی۔ یہ آواز حضرت صاحبؒ کے بنگلہ سے آرہی تھی اور کوئی یہ غزل گارہا تھا۔

جہاں بجاناں دا دم دجاناں خود ریا فتم	در زوم از بہر او در خانہ خود دلایا فتم
من نہنگ عشق و در بحر ساری پایاں او	تا فرد فتم در ویکدانہ خود ریا فتم
سایا گشتم ہر اطراف جہاں چوں گرد باد	از برائے آں پری دیوانہ خود ریا فتم
تا شد ممت از جہاں بار چوں آب کیس	ساقی دوست دئے و میخانہ خود ریا فتم

اس آواز کے سننے سے میری طبیعت میں بھی لذت و ذوق پیدا ہوا۔ جب بنگلہ کے اندر گیا تو حضرت صاحبؒ کے سوا کسی اور کو بنگلہ میں نہ پایا اور حضرت صاحبؒ پر اس وقت ایسی حالت تھی کہ آپ مسمیٰ کے ذوق میں بیٹھے تھے جب آپ کی نظر مبارک میرے اوپر پڑی تو فرمایا اے احمد تیرے آنے کا یہ کون سا وقت تھا کہ اس وقت ملائکہ کو بھی میسر نہیں ہے۔ میں ڈر گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا حال بھی قمر الدین قصوریا کی طرح ہو جائے۔ اور وہ قصہ یہ تھا کہ ایک دن حضرت صاحبؒ حجرہ میں مشغول تھے اور حضرت صاحبؒ پر حالت تھی۔ اس وقت قمر الدین نام ایک شخص حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا اے قمر الدین اس وقت تو فرشتوں کے بھی پر چلتے ہیں۔ تو اس وقت میرے پاس کیوں آیا ہے۔ اُس عریب کے

بدن میں اُسی وقت جلن پیدا ہو گئی اور اسی جلن سے قوت ہو گیا۔

سہ در غلو ت گدلیاں مُرسل کچا بگتجد بابرگ بے نوائی ساناں شداست مارا

احمد کہتے تھے کہ میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ ویسا ہی حال میرا ہو جائے۔ واپس جانے لگا تو فرمایا اچھا کیوں آیا تھا عرض کیا قبلہ شیر محمد نے درخواست بھیجی ہے۔ فرمایا کون شیر محمد خاں۔ عرض کیا صدوزئی افغان ظہیر اسماعیل خاں والا۔ فرمایا صدوزئی کو مار دو اور اس وقت اُس کے بارہ میں کچھ نہ کہو میں نے سمجھا کہ یہ اور وقت ہے۔ حضرت صاحبؒ کو کسی طرح راحت افزا باتوں سے خوشی میں لاؤں۔ میں نے خوشی آمیز باتیں شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ آپ کی طبیعت درست ہوئی۔ پھر عرض کیا کہ قبلہ شیر محمد خاں آپ کا غلام دامن گرفتہ ہے۔ اس کی عرضی دیکھ لیں۔ فرمایا کسی دوسرے وقت سہی۔ یہ وقت نہیں ہے۔ جاؤ۔ میں چلا گیا۔ فرمایا احمد خاں تو نے سرود کی کون سی آواز سُنی تھی۔ میں نے عرض کیا حضور سُنی تھی مگر ایسی آواز کبھی پہلے نہیں سُنی تھی۔ کون گارہ تھا۔ فرمایا۔ پانچ چھ دن سے ایک جن میرے پاس آ رہا تھا۔ اور کہتا تھا کہ کسی دن میری چوکی سُنیں میری بی مراد ہے۔ کہ حضور کے سامنے کسی دن غزل گاؤں۔ آج پھر کیا اور گانے کے لئے عرض کی۔ میں نے قبول کیا اور گانے کی اجازت دے دی۔ اس وقت میرے پیچھے بیٹھا ہے۔ اگر دیکھنا چاہتا ہے تو دکھاؤں۔ جس کی شکل بہت ہیناک آنکھیں سیدھی کھڑی ہیں انگوٹھا نیچے ہے چھوٹا انگلی کو اوپر کیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا قبلہ مجھے خوف آتا ہے میں نہیں دیکھ سکتا۔ فرمایا جاؤ میں نے جب بشک شریف سے قدم باہر رکھا تو فرمایا شاہنشاہ میاں کالو۔ پھر کہو اُس جن نے پھر وہی غزل خوش الحانی سے گائی شروع کر دی۔ دیر تک گاتا رہا یہاں تک کہ فرمایا بس کرو۔ اُس نے بس کر دی چونکہ آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا تھا کہ صدوزیاں کو مار۔ چند دنوں میں اُن پر ایسی تباہی آئی کہ تمام تباہ و برباد ہو گئے۔ ریاست برباد ہو گئی۔ بعض مرگئے بعض قتل ہو گئے۔ ایک دن بلو تاج سرور میں میاں احمد نے اس کاتب المعروف نجم الدین کے سامنے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تاج سرور تشریف

لائے ہوئے تھے۔ آپ کے لنگر شریف کی روٹیاں پکانے کے بعد جو ہمارے ذمہ تھا۔ زوال کے وقت حضرت صاحبؒ کی خدمت میں ہمیشہ جاتا تھا۔ اُس حضرت قیلوہ فرماتے تھے اور میں پنکھے سے ہوا کرتا تھا۔ اور کبھی وجود مبارک کی مالش کیا کرتا تھا۔ ایک دن حسب معمول پنکھا چلا رہا تھا کہ حضرت صاحبؒ کو نیند آگئی اچانک بیدار ہوئے اور بنگلہ شریف کے گوشہ میں جہاں اینٹیں بڑی تھیں گئے۔ تین چار اینٹیں پکڑیں اور بنگلہ شریف کے باہر چلے گئے اور جنگل کے کنارہ والے درخت کو جو بنگلہ کے سامنے مغرب کی طرف تھا۔ دو تین اینٹیں ماریں۔ میں بھی تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب واپس آگئے اور چار پاٹی پر لیٹ گئے تو میں نے پوچھا قبلہ نیند سے جلد اٹھئے اور درخت کو اینٹیں مارنے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا تیرے مرید آتے ہیں انہیں مار رہا ہوں۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا میرے مرید کون ہیں۔ فرمایا میری زیارت کے لئے جن آ رہے تھے۔ اُن کو اینٹیں ماری ہیں تاکہ چلے جائیں۔ اور اس بات سے ڈریں کہ کبھی میرے کسی نقیر کو آسیب نہ فرمائیں۔ میں نے عرض کیا قبلہ مجھے بھی دکھائیں فرمایا تو ڈرے گا۔ کہ برسی شکل کے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ مجھے دکھائیں پھر آپ نے منع فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اچھا بنگلے کے دوسرے دروازے بند کر دو اور مشرقی دروازہ کو کھلا رہتے دو۔ اور اگر کوئی آئے تو اسے آنے نہ دینا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک مشرقی دروازہ کھلا رہنے دیا اور باقی بند کر دیئے۔ حضرتؒ سوئے ہوئے تھے اور میں پنکھا کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرقی دروازہ سے میرے سامنے کھڑا ہے مگر اُس کا سر نہیں ہے چاہتا ہے کہ بنگلہ کے اندر آئے ہیں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اندر نہ آنا۔ اُس نے میری طرف طمانچہ کا اشارہ کیا۔ میں خوف سے اپنے سر کو نیچا کئے حضرت صاحبؒ کی چار پاٹی پر بیٹھ گیا۔ جب پھر سر اوپر کیا تو دیکھا کہ اُس کا پاؤں بنگلہ کے اندر ہے اور دوسرا پاؤں باہر ہے میں نے پھر اُسے منع کیا اُس نے پھر میری طرف طمانچہ کا اشارہ کیا میں نے پھر خوف سے سر نیچا کیا۔ اس اثنا میں حضرت صاحبؒ بیدار ہو گئے اور وہ چلا گیا۔ پوچھا کیا تھا میں نے تمام حال بیان کیا۔ فرمایا تو کہتا تھا کہ مجھے جن دکھائیں۔ یہ جن نقاب کیوں ڈرتا ہے۔

حضرت غوث زمانؒ کی ملاقات حضرت علیہ السلام سے اکثر ہوتی رہتی تھی۔ اور دونوں

حضرات کے درمیان بہت محبت اور موافقت تھی۔ چنانچہ ہمیشہ بار بار حضرت صاحب سے حضرت خضر علیہ السلام آکر ملاقات کرتے تھے ان میں سے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

میاں صالح محمد صاحب فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت قبلہ عالم و عالیائے غوث

زماں صاحب حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ شریف سے رحلت ہو کر حضرات صاحبزادگان

مبارکی کی ملاقات کے لئے مہار شریف جا رہے تھے۔ میاں جمال محمد بخشیؒ اور یہ فقیر یعنی صالح محمد

اور دیگر چند اشخاص حضرت صاحب کے ساتھ تھے۔ جب ہریاری نامے پر پہنچے جو مہار شریف

کے گرد ہے تو ایک شخص درویشوں کی شکل و لباس کا آیا۔ حضرت صاحب سے مصافحہ

کیا اور کچھ باتیں کر کے روانہ ہو گیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا جلتے ہو کہ یہ کون تھا عرض

کیا کہ آپ فرمائیں۔ فرمایا حضرت خضرؒ تھے۔ مولوی احمد صاحب تونسوی جو حضرت محبوبؒ کے غلام

عظام سے تھے اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ مولوی نور احمد میرے سامنے کہتے

تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب محبوبؒ ربانیؒ کے ساتھ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ شریف

کی طرف جا رہا تھا۔ راستہ میں صحرا میں ایک بزرگ شکل شخص نے حضرت صاحب سے آکر

مصافحہ کیا اور حضرت صاحب کے تمام حیلوں سے بھی مصافحہ کیا جب میرے نزدیک

مصافحہ کے لئے آیا اور ہاتھ اوپر کیا تو میں نے مصافحہ نہ کیا۔ آخر حضرت صاحب سے چند

بار کلام کہے روانہ ہو گیا۔ حضرت صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ نے

اس بزرگ سے مصافحہ کیوں نہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت میں نے سنا ہے کہ بعض

کاہل بزرگ یہ غایت رکھتے ہیں کہ مصافحہ کرنے کے ساتھ ہی دوسرے گفت سلب کر لیتے

ہیں۔ میں ڈر گیا کہ جو نعمت ذوق و لذت میرے پیرو مرشد مولانا نور محمد ثانی نادر عالم صاحب

نے مجھے بخشی ہے۔ مصافحہ کر کے سلب نہ کر لے۔ حضرت صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ بزرگ

نعمت بخشنے والے تھے۔ نعمت سلب کرنے والے نہ تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت

یہ کون بزرگ تھے۔ فرمایا خضر علیہ السلام تھے۔ میں نے بہت افسوس کیا۔ مولوی

احمد صاحب مذکور فرماتے تھے کہ میرے سامنے مولوی نور احمد صاحب مذکور

مقام چند دنوں کے بعد حضرت صاحبِ موضع منگھیراں شریف میں حضرت صاحبزادہ صاحبِ نوحسن صاحبِ پسر خور حضرت قبلہ عالم کی ملاقات کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اور میاں صالح محمد صاحب و میاں مولوی قادر بخش صاحب و چشتی شیخ جمال محمد صاحب اور دیگر چند آدمی حضرت صاحب کے ہمراہ گئے ہوئے تھے۔ جب وہاں سے واپس خانقاہ شریف کی طرف آپ تھے تو ایک جگہ پہنچ کر حضرت صاحب نے باعظمتاً اٹھا کر سلام کیا بعد میں اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے۔ عرض کیا کہ فلاں چشتی صاحب کی ہے۔ فرمایا کہ یہاں کبھی کبھی خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ چونکہ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو سلام کرتے دیکھا تھا۔ پوچھا کہ حضرت آپ نے خضر علیہ السلام کو سلام کیا تھا۔ فرمایا کہ خیر میں نے تو حضرت قبلہ عالم کے روضہ شریف کو سلام کیا تھا۔ پس میاں صالح محمد صاحب وغیرہ نے اس فقر کے سامنے اور دیگر پیر بھائیوں نے بھی یہ راز بتایا اور تاج سرور میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ فلاں چشتی صاحب کی زمین میں حضرت صاحب کو خضر علیہ السلام ملے تھے۔ (۶) ایک دفعہ حضرت صاحب تو نوسہ شریف میں اپنے بنگلہ میں زوال کے وقت بیٹھے تھے اور عزیزان اہل صفہ اور یہ فقیر بھی حضرت صاحب کے گرد حلقہ کئے بیٹھے تھے۔ ایک ضعیف شخص آیا اور حضرت صاحب نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ کبھی کبھی خضر علیہ السلام اس شکل میں بھی میرے پاس آتے ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ سید احمد مدنی خلیفہ حرم رسول علیہ السلام نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو نوسہ شریف جا جو ملک سنگھڑ میں ہے اور وہاں جا کر حضرت سلیمان صاحب سے بیعت کر۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسی وقت روانہ ہو کر سنگھڑ شریف پہنچے اور محبوب سبحانی سے بیعت کی۔ اور مدینہ منورہ کے بہت سے جبرکات اور نذر و نیاز حضور کی نذر کئے۔ حضرت صاحب نے بھی اُن کو تمام صفات حمیدہ میں متصف پا کر اور عالم و فاضل اور سید جان کر اُن پر کرم و نوازش کی اور توجہ باطنی فرمائی اور خلافت عطا فرما کر واپس مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

مفسر مکتبہ قاضی نور محمد صاحب مکتبہ منگھوٹہ جو حضرت صاحب کے معتقد مریدوں میں سے ہیں۔

اس فیکر کے سامنے کہتے تھے کہ میں نے تاج محمدؐ اور انہیں سکھ سوکڑ کی زبان سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں اباب نہ ماتہ میں محمد حسینؑ کی پرکھ وہ بھی حضرت صاحب کا مرید تھا اور حسن جوانی میں خوبان جہاں میں سے تھا عاشق ہو گیا اور وہ حالت شباب میں افعال مذمومہ میں مشغول تھا اور عاقبت کا کوئی خوف نہ رکھتا تھا۔ اور جو نوجوانوں کے کام ہیں کرتا تھا۔ اور حضرت صاحبؑ اُس پر بہت شفقت رکھتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ غریب نواز چونکہ محمد حسینؑ ملقانی تھے کاموں یعنی غیر شرع کاموں میں مصروف ہے۔ نہ جانتے کہ اس کا انجام کیسا ہوگا۔ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اُس کی عاقبت بخیر ہوگی۔ یہ جوانی کا عالم ہے۔ چند دن اس عالم شباب میں جوانی کا مزہ لے لے۔ پھر عرض کیا قبیلہ اس کی عاقبت اچھی کیسے ہوگی کہ وہ عورتوں میں، نفس پرستی اور شہوت میں مشغول ہے۔ فرمایا اسے تپ دق ہو جائے گا۔ اور اس بیماری میں تین سال تکلیف اٹھائے گا۔ اور اپنے بڑے کاموں سے توبہ کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ میں خاموش ہو گیا۔ چند سالوں کے بعد اسے بخار ہو گیا۔ کہنے لگا مجھے آج بخار ہو گیا ہے۔ میں نے جان لیا کہ یہ وہی بخار ہے۔ ہر چند اس کا علاج کیا کارگر نہ ہوا۔ روز بروز لاغر و نحیف ہونے لگا۔ حتیٰ کہ تین سال اسے تپ دق رہا۔ آخر ایک دن فوت ہو گیا۔ اس کے جنازہ کو قبرستان میں لے گئے اور نماز کا ارادہ کیا تاج محمدؐ مذکور کہتا تھا کہ میں نے دل میں کہا کہ حضرت صاحبؑ نے اپنی زبانِ وحی ترجمان سے جو کچھ اس محمد حسینؑ مرحوم کے بارہ میں کہا تھا وہ تمام ہو گیا۔ لیکن آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ آج کل حضرت صاحبؑ ہمارا شریف تشریف لے گئے ہوئے ہیں تو حضرت صاحبؑ کا یہ قول سچا نہیں ہو رہا۔ باقی جو کچھ فرمایا تھا وہ تو ٹھیک ہو گیا۔ ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک چند سواروں اور پیدل آنے والوں کی گرد اٹھی۔ میں نے کہا کہ دوستو ذرا صبر کرو نماز جنازہ میں جلد ہی ملے گا کہ چند سوار آرہے ہیں۔ وہ بھی اس نماز جنازہ کے ثواب میں شریک ہو جائیں تو بہتر ہے۔ ناگاہ حضرت صاحبؑ تشریف لائے اور بہت جلد جلد تشریف لائے۔ خیر آپ نے نماز پڑھائی اور فرمایا اے میاں محمد حسینؑ تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ یہ فرمایا اور پھر روانہ ہو گئے۔

جان لیں کہ شاہ شجاع الملک بادشاہ خراسان شاہ تیمور بن احمد شاہ درانی غازی کا بیٹا ہے اور احمد شاہ درانی وہی ہے کہ نادر شاہ کو قندھار میں قتل کر کے خود بادشاہ ہو گیا تھا۔ اور اس سے قبل وہ نادر شاہ کے ملازموں میں سے تھا۔ پس جب احمد شاہ کو بادشاہی مستقل مل گئی تو ایک لاکھ چھپیس ہزار سوار و پیادہ کے ساتھ دہلی جا کر محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں مرہٹوں کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دے دی۔ اس وقت مرہٹوں کا سردار نو لاکھ سوار رکھتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے احمد شاہ کو اُس کا فریہ فتح دی۔ چند روز دہلی رہ کر پھر قندھار آ گیا۔ نیز شہر مقہر اکو اسی نے غارت کیا تھا۔ اور وہاں کا قلعہ توڑ دیا تھا اور غارت کر دیا تھا۔ اس احمد شاہ کا بیٹا تیمور شاہ تھا جس کی بادشاہت تھی اس کے چند بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک محمود شاہ تھا کہ اس کا شہر ملک سنگھ ملتان، بہاول پور تک جاری تھا۔ اور ان علاقوں کے نواب اُس کے تابع تھے اُس کا دوسرا بیٹا شجاع الملک تھا کہ محمود شاہ کے بعد چند دن اُس نے سلطنت کی۔ پھر سلطنت اس کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ وہ ہندوستان جا کر فرنگیوں سے چند بار ان کی مدد کا خواہاں ہوا تاکہ سلطنت خراسان پھر حاصل کر لے۔ مگر چونکہ اس کے نصیب میں نہ تھا نہ ملی۔ شجاع الملک مذکور جب دوسری دفعہ انگریزوں کی مدد سے ملک خراسان کی تہجیر کے لئے روانہ ہوا تو اتفاقات تو نادر شریف میں آگئی۔ چاشت کے وقت اپنے مقام سے اٹھا اور خاص گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور سیر و شکار کے بہانہ سے حضرت صاحب کے بنکھ کی طرف سے گزرا اور سابقہ بادشاہی کے غرور کی وجہ سے دروازہ اولیا پر بے عذر جانے کو برا جاننے ہوئے حضرت صاحب کے بنکھ شریف کے قریب شمالی ٹیلہ کے پیچھے سے گزر گیا۔ پھر خیال آیا کہ ملاقات کرے۔ پس شمالی ٹیلہ سے آکر حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا کہ شکار کے لئے جا رہا تھا جب شمالی ٹیلہ پر پہنچا تو آپ کا مکان نظر پڑا وہاں سے واپس آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ حضرت صاحب نے اس کے حال پر نوازش فرماتے ہوئے اور شفقت کرتے ہوئے

اپنے مسئلہ پر بٹھایا اور اس کی تمام سرگزشت پوچھی۔ پھر فرمایا اسے شاہ شجاع خراسان کے تسلط کی خواہش رکھتا ہے اور اس ملک کے تسخیر کے لئے جارہا ہے تاکہ کس کی پناہ میں جارہا ہے۔ کیوں کہ اس کا بخت یاوری نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے کہتے لگا کہ میں کہن دل خان اور پردل خان کی پناہ میں جارہا ہوں۔ اور یہ دونوں امر اُٹھتے۔ بعد میں جب وہ

رخصت ہو گیا اور عام کچہری کا وقت ہوا تو حاضرین مجلس نے حضرت صاحب سے شاہ شجاع کی گفتگو کا حال پوچھا۔ فرمایا میں نے اُس سے پوچھا کہ کس کی پناہ میں تسخیر خراسان کے لئے جارہا ہے ہو اُس نے کہا کہن دل اور پردل خان جو دوست محمد کے بھائی ہیں۔ ان کی پناہ میں جارہا ہوں۔ بعد میں فرمایا کہ اُس کی اس بات سے اس کے اقبال کا زوال نظر

آتا ہے۔ یہ بادشاہی نہیں کر سکے گا۔ میاں صالح محمد فرماتے تھے کہ حضرت صاحب کی غرض اُس سے پناہ کے بارہ میں پوچھنے سے یہ تھی کہ جب یہ کہے گا کہ میں سوائے حق تعالیٰ جل جلالہ کے کوئی اور پناہ نہیں کھتا اور حق تعالیٰ کی امید پر جارہا ہوں تو پھر البتہ حضرت صاحب اس کے حال پر توجہ و شفقت و رحمت فرماتے اور حق تعالیٰ سے اُس کا مقدر ضرور طلب کرتے۔ اور اس کے مدعا کے لئے فاتحہ پڑھتے تاکہ اُس کا مقدر حاصل ہو جاتا۔ چونکہ اُس بے نصیب نے نامعقول جواب دیا تو وہ محروم رہا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

سے ہر آں کا استعانت بدرودیش برد اگر بریزیدون زدو بیش برد

کہتے ہیں کہ جب وہ روانہ ہوا اس کے بعد شیخ محمد وزیر اسد خاں نواب والی ملک سنگھڑ اسد خاں کی جانب سے آیا اور قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ قبلہ عالم اسد خاں غریب ہے۔ بے مددگار و نادار و حاجت مند ہے اور شاہ شجاع مملکت خراسان کی تسخیر کی امید پر جارہا ہے۔ پس ایک عہد نامہ اس سے برائے تخفیف، اہل علم اسد خاں کے حق میں لکھوا کر عنایت فرمائیں شاید کہ سریر سلطنت اُس سے آباد ہو جائے اور وہ عہد نامہ کام آئے۔ فرمایا کہ شاہ شجاع کو سریر سلطنت کے نزدیک کون جانے دینا ہے۔ اس نے زیادہ منت زاری کی۔ آخر شیخ مذکور کی خاطر اپنے ایک معتبر شخص کو شاہ شجاع کے پاس بھیجا۔ وہ ازلی بد نصیب تھا۔ کہا کہ ابھی لکھ کر نہیں دیتا۔ جب

تختِ خراسان پر بیٹوں کا اُس وقت مردِ معتبر کو بھیجیں وہاں لکھ کر دوں گا۔ جب وہ شخص واپس آیا اور جواب دیا تو فرمایا سبحان اللہ اس کو ایک رات بٹھرنے کے لئے مکان نہیں ملے گا اور وہ سلطنت کا ارادہ رکھتا ہے۔ آخر وہی ہوا جو فرمایا تھا پہلے ہی مقابلہ میں پسپا ہو گیا۔ اور شکست کے بعد شہر لدھیانہ میں پہنچا۔ سب سامان تباہ ہو گیا اور فوج قندھار میں ہلاک ہو گئی۔ باقی فوج کو کوہستانیتوں نے راہ میں غارت کر دیا اور بعض کو پکڑ لیا۔ اور اُن کا یہ حال ہوا کہ دربار بھرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم شاہ شجاع کے سپاہی ہیں۔ براۓِ خدا ہیں ایک روٹی اور ایک کپڑا دے دیں۔ کیونکہ ہم بھوکے بھی ہیں اور ننگے بھی۔ جب تیسری مرتبہ شاہ شجاع انگریزوں کے ساتھ خراسان پہنچا تو انگریزوں کو تو عارضی طور پر فتح حاصل ہو گئی۔ دوست محمد خان کو گرفتار کر کے کلکتہ یا کسی اور جگہ لے گئے۔ مگر شجاع الملک خراسانیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ چند دنوں کے بعد دوست محمد خان کے بیٹے علی اکبر خان نے انگریزوں کی چھانڈی پر حملہ کر کے انگریزوں اور فوجیوں کو قتل کر دیا۔ بہت سے انگریز مرد اور عورتیں قید کر لئے اور خراسان پر مکمل قبضہ کر لیا۔ جب تک انگریزوں۔ چنانچہ جب شاہ شجاع کے قتل کی خبر حضرت غوثؒ کے کانوں میں پہنچی۔ فرمایا شجاع الملک عجب استعداد رکھتا تھا کہ اپنے مقدر سے حصول میں جان دے دی۔ مستعد مرد کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

بجز راہِ وفائے عشق نپسرد
برآں زاد و برآں بود و برآں مرد

منقول سےجیب شاہ شجاع شہر تونسہ شریف سے تواجی شہر دہوا میں داخل ہوا تو جیسا کہ عوام الناس میں مشہور ہے شیخ محمد وزیر اسد خاں نے حضرت غوثؒ زماں کی خدمت میں اگر قدم بوسی کی اور اسد خاں کی جانب سے عرض کیا کہ شاہ شجاع نے اپنی شجاعت پہلے نور خاں کلاچی والے پر اور پھر شہر دہوا کے دوسرے کارداران پر مظاہر کی ہے اور انہیں اسیر کر کے لے گیا ہے۔ اب آپ کی ذاتِ گرامی کے سوا کوئی وسیلہ نہیں رکھتے کہ ان کی خلاصی ذاتِ مبارک کے بغیر نہ ہوگی۔ حضرت صاحبؒ نے ان کی عرض قبول کی اور راتوں رات سوار ہو کر نماز فجر شہر دہوا میں پڑھی اور شہر مذکور تونسہ شریف

سے جو بیس^{۲۳} کوں ہے، خبر کی نماز ادا کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ محض کذب و افتراء تھی۔ چنانچہ وہاں سے پھر مراجعت فرمائی۔ واپسی کے سفر میں وہاں سے ایک گٹا آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ ہر چند کہ درویشوں نے اُس کو دفع کرنا چاہا۔ ہرگز آپ کی رکاب سے دُور نہ ہوتا تھا۔ حضرت صاحب کو رحم آگیا۔ فرمایا کہ یہ بے چارہ ایک پلک ہمارے ساتھ ہوا ہے نہ مارو اور نہ بھگاؤ۔ جب تونسہ شریف پہنچے اس مادہ کتے نے بھی وہیں سکونت اختیار کی اور اسے اپنا وطن بنا لیا۔ جب اُس کے قیام کا پتہ چلا فرمایا اس کی روٹی بھی سُکر سے مقرر ہو جائے اور دوسرے درویش بھی اسے نقد نقد دیتے تھے اور اس کا نام ”ملیقن“ رکھا۔ وہ کتیا لنگر خانہ میں رہتی تھی۔ اور روز و شب لنگر خانہ کے دروازہ پر بیٹھی رہتی تھی۔

۴۰ ایک نظر فرما کہ مستغنی شوم ترانے جس۔ سگ کہ شد منظور نجم الدین رگیاں رام برست

منقول ہے کہ جب انگریز آخری مرتبہ شجاع الملک کو ہمراہ لے کر خراسان کی تسخیر کے ارادہ سے گئے تو اس سے چند روز قبل دوست محمد خان والی خراسان نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض بھیجی۔ مضمون یہ تھا کہ میں نے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کافروں سے جہاد پر کمر باندھ دیا ہے تاکہ اسلام کا یہ تختہ کفر سے آلودہ نہ ہو۔ دعا دو توجہ فرمائیں۔ کہ خلافتِ عالم مجھے کافروں پر فتح و نصرت دے۔ ہنشی حضور محمد واصل نے فقیر کا بے الحرف کو بتایا تھا کہ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ دوست محمد کی عرضی کے جواب میں یہ لکھو۔

۴۱ ہر کا ستعانت بدر ویش برد اگر بر فریدوں رود پیش برد

یہاں تک کہ حضرت صاحب کی امداد سے تمام انگریز اور ان کی فوج ماری گئی اور حق تعالیٰ نے اُسے فتح دی۔

نقل ہے کہ جس وقت محمد صادق خاں نواب احمد پورہ کا ارادہ ہوا کہ اسد خاں کی بیٹی سے شادی کرے تو حضرت صاحب نے مولوی قادر بخش صاحب کو فرمایا کہ فقیر کے لئے مناسب ہے کہ اہل ثروت کو نصیحت کرے۔ تم صبح ایک خط میری مہر سے لکھ کر صادق محمد خاں کے پاس بھیج دو کہ اسد خاں کی عیال کی شادی کرنا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے اور یہ شادی فائدہ مند نہ ہوگی۔ کیونکہ ان پر اس وقت

خوست کا اثر ہے۔ تم یہ خیال دل سے دور کر دو کہ اسد خاں کے گھر شادی کرنا دو باتوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو مر جائے گا یا تیرا ملک تیرے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ جب مولوی صاحب مذکور نے اُس کو حضرت صاحبؒ کے مطابق خط لکھا۔ تو دینی غرور و نخوت کی وجہ سے خیال نہ کیا اور اسد خاں کی بڑائی سے شادی کر لی۔ شادی کے بعد صرف ایک سال زندہ رہا۔

سہ غمی کنز پیش شادمانی خوری بہ اثر شادی کنز پیش غم خوری
منقول ہے کہ جب صادق مہر خاں فوت ہو گیا۔ تو اس کی جگہ رحیم یار خاں سلطنت پر بیٹھا اور محمد بہاول خاں عباسی ثالث کے لقب سے ملقب ہوا۔ وہ حضرت صاحبؒ کا مرید تھا۔ اُسے تسکین نہ ہوتی تھی اور حضرت صاحبؒ کے دست مبارک سے دشار پوخی کے بغیر اُسے قرار نہ تھا۔ پس علماء اور وکلا کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت صاحبؒ نے اُس پر شفقت فرمائی اور احمد پور تک تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے دستار بندی فرمائی۔ اس کے بعد اُسے اطمینان کُل حاصل ہوا۔ اور اس وقت بہاول خاں مذکور نے بہت نذر و نیاز از قسم نقد و جنس و جامہ اچاندی و چاندی کے برتن و ظروف اور بہت سا قیمتی سامان حضرت صاحبؒ کی خدمت میں نذر کیا۔ آپ نے سب کچھ مرخند زادگان صاحبزادگان مہار دی کو دے دیا۔ جب مولوی قادر بخش نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ اپنے بیٹے میاں گل محمد صاحبؒ کو کچھ نہیں دے رہے تو ایک چاندی کا تخت وہاں سے اٹھا کر صاحبزادہ (مرحوم) کی نذر کیا۔ اور باقی جو نقدی تھی خلا بخش مودی کے حوالہ کی۔ دوسرے دن ناز فجر کے بعد جب آپ دلائل اثبات سے فارغ ہوئے تو خلا بخش کو بلایا کہ مجھے آج رات اس دنیا جیفہ کے فکر و اندیشہ سے نیند نہیں آئی ایک تلمدان دکان لانا کہ تجھے لکھ کر دوں۔ اور وہاں وہاں یہ تمام روپیہ دے دو۔ تاکہ اس بلا کو اپنے سے دور کر دوں۔ جب تلمدان اور کاغذ آیا تو آپ نے خود اس پر مستحق لوگوں کے نام لکھ دیئے کہ غلام کو اتنا اور غلام کو اتنا دے دیں خلا بخش نے دے دیا۔ یہاں تک کہ تمام زر و جواہر جو آیا تھا اللہ کے لئے تقسیم کر دیا۔ پھر

وہاں سے تاج سرور کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک پر پہنچے۔

منقول ہے کہ حافظ نور احمد خاں افغان خاکوانی حضرت کے مربیوں میں تھا۔ اور تاپور میراں کے علاقہ میں نوکری کرتا تھا۔ وہاں سے حضرت صاحب کی زیارت کے لئے ۱۲۶۰ھ میں تونسہ شریف حاضر ہوا۔ ایک دن زوال کے وقت عام کچہری تھی اور حضرت صاحبؒ بنگلہ شریف میں بیٹھے صوفیوں کو کتب سلوک کا سبق دے رہے تھے اور یہ کاتب الحروف نجم الدین بھی خدمت میں حاضر بیٹھا تھا کہ حافظ مذکور حاضر ہوا اور بیس روپے حضرت صاحبؒ کی نذر کئے۔ بعد میں جب حضرت صاحبؒ کے مشغول ہونے کا وقت آیا تو حجرو میں جا کر بارہ ہزار روپے حضرت صاحبؒ کی نذر کئے اور عرض کیا کہ قبلہ میں نے منت مانی تھی۔ کہ جو کچھ مجھے اس نوکری میں ملے گا۔ اپنے پیر کی نذر کروں گا۔ فرمایا عیال و اطفال کو کوئی چیز دی ہے۔ عرض کیا پانچ سو روپیہ دیا ہے۔ رزاق مطلق انہیں پھر اور دے دے گا۔

حضرت صاحبؒ نے وہ روپیہ خدا بخش لاٹگری کو دے دیا۔ جب منار فجر سے فارغ ہوئے تو خدا بخش کو طلب کر کے فرمایا کہ اس بلا نے مجھے تمام رات سونے نہیں دیا۔ دوات قلم اور کاغذ لاؤ تبہیں مستحق افراد کے نام لکھ دوں۔ میرے لکھے کے مطابق سب کو تقسیم کر دے۔ جب وہ کاغذ دوات قلم لائے تو آپ نے مستحق افراد کے نام لکھ دیئے۔ اس کے مطابق سب کو تقسیم کر دیئے اس میں سے سات ہزار روپیہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ پر بھیج دیئے اس وقت صاحبزادہ غلام قطب الدینؒ و غلام فخر الدینؒ پسران میاں خواجہ محمود بن خواجہ نور احمد بن خواجہ نور محمدؒ حاضر تھے۔ ان کے حوالہ کیا اور ایک تحریر ان کو دی کہ اتنے فلاں کو اور اتنے فلاں صاحبزادہ کو دے دیں۔ میاں عبداللہ صاحب بن صاحبزادہ نور حسین بن خواجہ نور العطار شہید صاحب بن قبلہ عالم حضرت خواجہ صاحب نور محمد جہاڑوی اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ میں ایک ہزار کا مقروض تھا حضرت صاحبؒ نے اس کاغذ میں میرے لئے ایک ہزار ہی لکھا تھا اور باقی پانچ ہزار تونسہ شریف کے علماء اور دیگر مستحق افراد کو دیا۔ خدا بخش نے آکر خبر کی کہ حضرت آپ کے حسب الامر تمام روپیہ تقسیم کر دیا گیا ہے فرمایا الحمد للہ حق تعالیٰ نے اس بلا کو مجھ سے دور

کر دیا۔ دوسرے عروزا احمد خاں ملی ڈٹی افغان احمد پور سے ایک ہزار روپیہ اور دو بڑے قابینے کر نذر کرنے کے لئے لایا۔ اور گیارہ ہزار روپے محمد مہا دل خاں نواب احمد پور کی طرف سے نذر کے لئے لایا۔ اس کو اُسی وقت اُسی طرح تقسیم کر دیا۔ بھان اللہ حق تعالیٰ نے آپ کو کس قدر ترک دنیا عطا کیا تھا کہ اپنے زمانہ کے سلطان اتار کین تھے۔

منقول ہے کہ قوم جعفرت ایک شخص نے جو کوہ درگ کا رہنے والا تھا۔ حسن خاں جعفر سردار کوہ درگ کے ظلم و ستم کی شکایت کی کہ اپنے ہم قوموں پر بہت ظلم کرتا ہے خصوصاً مجھ پر بہت زیادہ کرتا ہے۔ آپ براہ کرم اس کے نام ایسا خط لکھ دیں کہ ظلم سے باز آجائے۔ فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ میری ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے اگر یہاں آیا تو زبانی کہہ دوں گا اور تمہیں اس کے سپرد کر دوں گا۔ جب حسن خاں خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا اے حسن خاں حق تعالیٰ کی جباری و قہاری سے نہیں ڈرتا کہ ناخق بھائیوں کو اور مخلوق خدا کو سوچ پہنچاتا ہے۔ اس حائل مطلق نے جو حضرت صاحب کے رجسے بلے جڑ تھا اور حضرت صاحب کو فقط اپنا ہم قوم برادر سمجھتا تھا۔ مکہ معظمہ کے اُن قریش کی طرح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اپنا بھائی کہتے تھے

سہ کافراں دیدند احمد را بشر - این نمیدیدند کمال شق القمر

اُس نے بھی اسی طرح اعلان کیا کہ دیکھیں آپ کو اور آپ کے والد صاحب کو جانتا ہوں۔ اب چند آدمیوں کو وکیلہ اور روٹی دے کر آپ اس علاقہ میں اپنے آپ کو غوث و قطب سمجھ بیٹھے ہیں۔ حضرت صاحب نے جو صاحبِ تحمل تھے۔ کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے دن وہ شتر کجاوہ دار پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ تونسہ شریف سے اندازاً آدھا کوس نہ گیا ہو گا کہ شدید دردِ شکم میں مبتلا ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں کو رخصت دے کر خود تونسہ شریف میں آیا اور آپ سے امطبل میں گر گیا۔ کسی نے اس کے حالی زار کی حضرت صاحب کو خبر کی۔ فرمایا کہ اُسے کچھ ہو گیا ہو گا۔ کسی نے پھر کہا کہ وہ گھٹے کی طرح آواز نکالتا ہے۔ فرمایا کہ روٹی کا ٹکڑا اس سے گلے میں نہیں گیا ہو گا۔ اس بے ادب کی طرف ذرا التفات نہ کیا۔ آخر اس بے ادبی کی سزا میں مر گیا۔

منقول ہے کہ لعل خاں بلوچ نلقانی والی منگٹھ نے اپنے زمانہ حکومت میں ایک بلوچ لڑکی کو ظلم سے بچڑایا اور اپنے گھر ڈال لیا تھا۔ ملک سنگھڑے قاضی صاحب دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت جیف صدیق ہے کہ باوجودیکہ آپ اس ملک میں سلس شریعت و دین محمدی ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس کے بعد اس ملک کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ نواب لعل خاں بن مستو خان نے فلاں بلوچ کی لڑکی کو ظلم سے بچڑ کر اپنے گھر ڈال لیا ہے۔ حضرت صاحب نے لعل خاں کو پیغام بھیجا کہ تو مسلمانوں پر ظلم نہ کر اور خدا سے ڈر۔ اُس نے حضرت صاحب کے پاس اپنی مہر کے ساتھ عرضی بھیجی۔ میاں عبدالشکور صاحب فرماتے تھے کہ میں اور حافظ محمد علی شاہ صاحب اور دیگر لوگ بنگلہ میں حضرت صاحب کے پاس اُس وقت پہنچے تھے۔ جب عرضی آئی۔ جب آنے والا عرضی لایا تو حضرت صاحب نے فرمایا یہ کیا عرضی ہے۔ کہنے لگا۔ لعل خاں والی منگٹھ نے بھیجی ہے۔ حضرت صاحب نے اُس عرضی کے لفظ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اُس مہر کو جو عرضی کے سرنامہ پر تھی اپنی زبان مبارک سے چاٹ لیا۔ اور فارسی میں کہا کہ ”ملک بدست درویش است ہر کرا خواہد ہد“ (ملک ویش کے قبضہ میں ہے جسے چاہے دیدے) اُس عرضی کو پڑھا اور دروچھینک دیا اور یہ ماجرا اشراق کے وقت ہوا تھا۔ جب ظہر کا وقت آیا تو چار ہزار سوار لیا ایک خراسان سے کوہستان کے راستے منگٹھ پہنچے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ لعل خاں کو قید کر لیا اور قلعہ میں لے گئے۔ چنانچہ وہ بارہ سال خراسانیوں کی قید میں رہا۔ جب لعل خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور لے گئے۔ تو پھر بعد میں حضرت صاحب نے ملک سنگھڑے کی دستار نواری اُس کے بھتیجے اسد خاں کے سر باندھی چنانچہ مدت تک یہ ملک سنگھڑے اسد خاں کے تصرف میں رہا۔ منقول ہے کہ جب لعل خاں اسیر ہو کر خراسان گیا۔ تو لعل خاں کی والدہ اُس کی قید سے خلاصی کے لئے دعا کرنے کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں آئی چند روز آہ و زاری کرتی رہی۔ حضرت صاحب نے فرمایا جو حکم تھا ہو گیا اب حکم میں تبدیلی نہ ہوگی۔ لعل خاں کی مہر جو مٹا دی گئی ہے اب دوبارہ اس ملک سنگھڑے

میں نہیں چلے گی۔ اور ملک سنگھڑ اُس کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ وہ بے چاری ناامید ہو کر چلی گئی۔

سے گنج قاروں کے فرو میر و دانہ قمر ہونہ - خواندہ باشی کہ ہمد از عزت درویشان ست
بارہ سال کے بعد لعل خاں خراسانیوں کی قید سے رہا ہو کر آیا اور پھر احمد پور جا کر
نواب صادق محمد خاں کا ملازم ہو گیا۔ جب کھوسے کے آدمیوں نے علاقہ ڈیرہ غازی خاں پر
ظلم کرنا شروع کر دیا تو نواب صادق محمد خاں نے لعل خاں مذکور کو فوج کا انسربان کرکھوسے
کے آدمیوں کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ یہاں تک اُس نے اکر اُس قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو ملک
سنگھڑ کی سرحد پر تونسہ شریف سے بارہ کوس کے فاصلہ پر تھا اور اسد خاں کے قبضہ
میں تھا اور کھوسے کے آدمی وہاں رہتے تھے۔ انہی دنوں میاں احمد جو قوم پڑھیار سے تھے۔
چھ بار شہر باجرا کا غلہ پہاڑ سے لاکر اپنے گھر لے جا رہے تھے۔ لعل خاں کے سواروں نے انہیں غارت
کر دیا۔ احمد مذکور غلہ کی واپسی کے لئے حضرت صاحب کا سرفراز نامہ یا محمد بلغانی کے ہمراہ
لعل خاں کے پاس لے گیا۔ اُس بد بخت نے حضرت صاحب کا خط پڑھا بھی نہیں۔ ہاتھ
میں لے کر بھاڑ دیا اور پھینک دیا اور ایک سپاہی کو کہا کہ ان دونوں کو میری آنکھوں سے
دور کر دو۔ اُس سپاہی نے ان کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکال دیا۔ یہ دونوں پانیدہ خاں افغانی
خاکوئی جو حضرت صاحب کے مریدوں میں سے تھا کے پاس پہنچے اور وہ اس مردود کے پاس
آیا اور ملامت کی کہ اسے بد بخت بڑا برا کام کیا کہ حضرت صاحب کا پروانہ پڑھا بھی نہیں
اور آپ کے وکیل کی بے عزتی کی اور باہر نکال دیا۔ اتنا جرأت تو نادر شاہ سے بھی نہیں
ہو سکی تھی۔ اُس نے بھی حضرت صاحب کے آدمیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا تھا۔
جو تو نے کیا ہے۔ پس وہ مردود اٹھا اور اپنے آپ کو ادب سنا کر کے کہنے لگا کہ میاں صاحب
میں کیا کراہت ہے دکھاؤ۔ کیا خیر مارنے کی توفیق رکھتے ہیں۔ یہ میں نے گردن ادب سنی کی ہوئی
ہے ماردیں۔ جب یار محمد واپس حضرت صاحب کے پاس آیا۔ اور تمام حقیقت بتائی تو
حضرت صاحب نے فرمایا اسے یار محمد ہم فیروں کے پاس خنجر کہاں ہے مگر جو تلاش
کر رہا ہے بالیتا ہے اور بار بار تکرار فرماتے تھے کہ اسے دوستو۔

سے عاقبت جو نیدہ یا بندہ بود

دوسرے روز یار محمد اور نور محمد قلعہ کے دونوں سردار بعد قبائل خود آئے اور قرآن شریف ساتھ لاکر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے ساتھ قلعہ میں جا کر لعل خاں کو فرمائیں کہ ہمارے قلعہ کو خالی کر دیں۔ فرمایا کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ کل میرے خط کو پڑھا بھی نہیں اور میرے پیچھے ہوئے درویش کو اپنے سے دور کر دیا اور بیٹے بھی نہ دیا۔ میں کس طرح اس بدکیش کے پاس جاؤں۔ انہوں نے پھر حضرت صاحبؑ کے سامنے قرآن شریف رکھا۔ اور عرض کرتے لگے کہ خدا رسول اور اس قرآن کے لئے آپ ہمارے ساتھ ضرور چلیں۔ فرمایا اے عزیز و ایک دفعہ صدیق دلہرہ دوسرے کی والدہ نے مجھے قرآن کا واسطہ دے کر کہا تھا۔ میں نے قبول نہ کیا تھا۔ اب تک یشیمان ہوں۔ اگرچہ صدیق مقتول کی زندگی اتنی ہی تھی۔ مگر قرآن پاک کا واسطہ ضرور منظور کرنا چاہیئے تھا۔ اب جبکہ تم لوگ مجھے قرآن پاک کا واسطہ دے رہے ہو۔ تمہارے ہمراہ جانا ضروری ہے۔ میں انکار نہیں کرتا۔ مگر خدا کی تقدیر کو کوئی موڑ نہیں سکتا ہے۔ اب بھی وہی ہو گا۔ البتہ وقت کی بہتری کے مطابق تم لوگ ایک دو دن کے لئے واپس چلے جاؤ۔ میں میاں محمد بلقانی کو احوال دریافت کرنے کے لئے وہاں بھیجتا ہوں۔ اُس کے واپس آنے کے بعد جو تمہاری مرضی ہو گی اُسی طرح کر دیا جائے گا۔

ملفوظ

پس حضرت صاحبؑ نے محمد بلقانی کو لعل خاں کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ لعل خاں کو سلام کے بعد میری جانب سے کہنا کہ میں نے قلم کے سر کو زہر سفید پر اس لئے لگوا نہیں کیا تھا کہ واللہ اعلم۔ انسر فوج لعل خاں ہے یا منشی رادھا کشن۔ اور اُسے میری طرف سے کہنا کہ جنگل میں آگ لگانا آسان ہے مگر اُس آگ کو بجھانا بہت مشکل ہے۔ اور یہ بات عجیب ہے کہ قلعہ ہر کو تو نہ کہ شمالی جانب سے کوئی جانتا ہی نہیں۔ مگر خان صاحبؑ کی غیرت تو پوری دنیا میں ہے۔ اب بھی اگر کسی طرح صلح ہو جائے تو میں وہاں آکر اپنے دوست کو درمیان میں لاکر دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرا سکتا ہوں کہ جب لعل خاں نے حضرت صاحبؑ کا یہ پیغام سنا تو جواب میں کہا کہ ابھی اُن کا تشریف لانا مناسب نہیں ہے کہ قلعہ فتح ہونے والا ہے۔ قلعہ کی کلید آج نہیں تو کل ہاتھ آجائے گی۔ میاں محمد مذکور

لعل خاں کے پاس سے اُٹھ کر کھوسے کے لوگوں کے پاس گئے اور گزشتہ کیفیت بیان کی۔ وہ اُسی
 وقت سوار ہو کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے۔ اُن جناب نے راتوں رات سوار ہو
 کر تہجد کے نوافل دروازہ قلعہ ہوئی میں ادا کئے۔ اور کھوسے کے لوگوں کو اسد خان کے پردانہ
 کے ساتھ ابراہیم خاں قلعہ دار کے حوالہ کیا۔ ابراہیم خاں نے دست بستہ عرض کیا۔ ملک اور
 قلعہ کے مالک آپ ہیں۔ اسد خان کے پردانہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس اثناء میں نور محمد کھوسہ
 نے سوال کیا کہ ہماری سعادت حضور کی ہم رکابی میں ہے۔ فرمایا تمہارا لعل خاں کے پاس
 جانا مناسب اور فائدہ مند نہیں ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں ہے کہ میں لعل خاں کے پاس
 تمہاری سفارش نہیں کروں گا۔ تو میرے ساتھ اپنا ایک آدمی بھیج دو۔ پس ایک ہندو شخص
 کو حضرت صاحبؒ کی ہم رکاب بھیجا۔ پس حضرت صاحبؒ نے اُسے فرمایا کہ تم قلعہ کے اندر بیٹھ
 رہو۔ باہر ہرگز نہ آنا۔ پس دعائے خیر کرنے کے بعد قلعہ سے سوار ہو کر اور چند قلعہ جاکر پھر
 پھٹے گئے اور بے آواز بلند قلعہ دار کو فرمایا کہ ان کھوسے کے آدمیوں کو تمام حفاظت سے رکھنا
 پھر روانہ ہو گئے۔ راستہ میں عوام کو اشارے سے اور خواص کو واضح طور پر کھوسے کے لوگوں
 کی شہادت کے بارے میں فرما رہے تھے۔ اور صدیق دلد کھوسہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے
 تھے کہ صدیق بے چارہ کی زندگی اسی قدر تھی۔ مگر صلح کے لئے کوشش کرنا اور اس طرف
 اسد خان کی طرف جانا مناسب اور ضروری بات تھی۔ الغرض جب قلعہ ہو گیا کے دروازہ
 پر پہنچے تو میاں صدیق ملاں کو فرمایا کہ لعل خاں کو میرے آنے کی خبر کرو۔ جب لعل خاں
 خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ اس لعل خاں مخلوق خدا تمہیں شیر بہادر کہتی ہے اور چند
 دن ہو گئے ہیں کہ قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور ابھی تک فتح نہیں ہوا۔ اُس نے کہا اُن
 جناب کی لاد سے فتح ہو جائے گا۔ بعد میں حضرت صاحبؒ نے ملامت اور عتاب سے
 فرمایا کہ اے لعل یہ مردانگی کا کام نہیں کیا۔ بچوں کا کھیل کیا ہے کہ جنگل میں آگ لگانا
 آسان ہے مگر بجھانا مشکل ہے :

کنوت کہ سر صلیست باز آئی

کزاں محبوب تر باشی کہ یودی

ادھر حضرت صاحب نے اندر اور باہر کی فوج کو توپ و تفنگ چلانے سے منع کیا ہوا تھا۔ کہ اب کسی طریقہ سے بھی جنگ نہ کریں۔ لعل خاں نے کہا کہ اب قلعہ مفتوحہ کو کیسے چھوڑ دوں۔ فرمایا کہ میں صادق مہر کو لکھ دیتا ہوں۔ اور تیرے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ میرے یہاں آنے کی اصل حقیقت دونوں اطراف کی صلح و اصلاح ہے۔ اور جب تک میں سے جواب نہ آئے فوج کو جنگ سے روکے رکھو۔ بلکہ یہاں سے اٹھ کر حمدانی بلدہ میں ڈیرہ کرو۔ اگر صادق مہر ہمارے لکھے پر عمل کرے تو فہو المراد۔ وگرنہ میں قلعہ کی کینیاں تیرے سہارے کر دوں گا۔ نیز اس بات کا مشورہ اپنے ساتھیوں سے بھی کر لو اور ظہر کے وقت مجھے اس کا جواب دو۔ لعل خاں اٹھ کر اپنے ڈیرہ پر آیا۔ اور حضرت صاحب نے قیلو فرمایا۔ اس انتشار میں ایک سو سوار بطلو ملک اسد خاں کی جانب سے لعل خاں کے پاس پہنچے۔ اور ان میں سے دو آدمی قوم استراندہ کے قلعہ سے باہر رہے اور انہوں نے یار محمد و نور محمد کھوسہ کو لعل خاں تک پہنچا دیا۔ لعل خاں نے یہ خبر سن کر فوراً چند سوار ان دو اشخاص کے لئے بھیجے۔ چنانچہ حضرت صاحب کے تمام درویشوں نے دیکھا کہ مسلح سواروں نے لشکر گاہ سے باہر جا کر مشرق کی طرف رخ کیا ہے جب لوگوں سے پوچھا کہ ہو گئے تو ان کو شہید کرنے کے خیال سے شمال کا رخ کیا۔ اور اندازاً ایک آدمی ان میں سے شمال کی طرف گیا۔ اور پھر مردمان کھوسہ کے پاس آہستہ آہستہ گیا اور چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کو تفنگ کی ضرب سے شہید کر دیا اور دونوں مظلوموں کا سر کاٹ دیا۔ اور سر کے بالوں سے پکڑ کر لعل خاں کے سامنے ڈال دیے۔ لعل خاں نے فوراً حکم دیا کہ جنگ شروع کرو۔ اور قلعہ خالی کراؤ۔ پس توپ و تفنگ سے جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت حضرت صاحب قیلوہ میں تھے میاں محمد طغانی نے ہائے مبارک کو بوسہ دے کر بیدار کیا۔ اور اس خبر سے مطلع کیا۔ کہ یا عزیز کیا ہوا کہ تمام فوج میں شور و غل ہے اور دونوں طرف سے توپیں چل رہی ہیں اسی اثنا میں ایک شخص نیزہ کا سر توڑ کرہ اور بائقہ میں تلوار لئے گھوڑا دوڑاتا ہوا لعل خاں کی فوج میں داخل ہوا۔ اور دوسرے لشکر میں اس کے سر پر کپڑے ڈالتے تھے۔ حضرت صاحب نے محمد طغانی کو فرمایا کہ خبر لو کیا ماجرا ہے جب

میرزا کو بلو جہاز
بدولت چاہتا تھا خانہ نشین کو
۴۰۰

وہ لعل خاں کے نزدیک پہنچا اور یار محمد اور نور محمد کھوسے سروں کو کٹے ہوئے اس کے سامنے دیکھا۔ تو حضرت صاحب کو خبر کی۔ حضرت صاحب اُسی وقت روانہ ہو گئے۔ اور سوار ہوتے وقت فرمایا کہ ہم تمام عمر ان کھوسوں کی پرورش کرتے رہے۔ اور انہوں نے تمام عمر ہماری خدمت میں گزار دی۔ اس لعل خاں بدکردار نے ان دونوں کے سر

دیکھا جائے گا۔ جب غدت گرمی سے حضرت صاحب کے وجود مبارک کو پینہ آگیا تو جھوک جوتھی میں آرام فرمایا۔ قلعہ دار مہدی نے سعادت قلم بوسی حاصل کی۔ فرمایا اُن دونوں غریبوں کی لاشوں کو اچھے طریقے سے دفن کرنا۔ پس جب تونسہ شریف میں داخل ہوئے تو جو شخص بھی آتا اُس سے پوچھتے کہ کیا ابھی وہ لعل خاں قتل نہیں ہوا۔ اور اُسے قتل نہیں کیا گیا۔ لعل خاں کی بہن جو حضرت صاحب کی مرید تھی۔ وہ تونسہ شریف میں تھی۔ مگر حضرت صاحب کی لعل خاں پر خفگی کی وجہ سے دن میں سامنے نہیں آتی تھی۔ رات کے وقت چوری چوری زیارت کرتی تھی اور خفیہ سنتی تھی کہ یہ کسے بھائی کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ پس دوسرے دن لعل خاں قلعہ دار کو بتا کر کہہ کرے منع دلائے والد میں کھوسے کے آدمیوں کے سر پر پہنچا وہاں اچانک ایک کھوسے کے ہاتھ سے تفتاک اُس کے سینہ پر چل گئی۔ اور لعل خاں مر گیا۔ ایک درویش کہ حضرت صاحب اُسے فضل خدا کے لقب سے پکارتے تھے۔ پہنچا۔ حضرت صاحب نے پوچھا اے فضل خدا جس فوج نے دلائے والد پر حملہ کیا تھا اس کے متعلق کچھ نہیں بتاؤ گے؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں بتاؤں گا۔ پہلی بات یہ کہ خدا کے فضل کے ساتھ ڈیرہ غاری خاں کے راستہ میں چور میرے راستہ میں آئے اور میرے تمام جسم کے کپڑے لے گئے۔ دوسرے یہ کہ اس راستہ میں لعل خاں کی میت دلاش دیکھی کہ ڈیرہ کی طرف لے جا رہے ہیں میں نے اُن سے پوچھا تھا۔ کہنے لگے قلعہ دلائے والد لٹ گیا ہے۔ وہاں پہلے تو اُس کے ہاتھ میں خنجر تھا جس ہاتھ نے ظلم بپا کر رکھا تھا۔ پھر گولی لگی اور بعد میں دہی گولی اس کے بگڑے بار ہو گئی پھر ایک اور گولی آکر لگی اس کے علاوہ اور کوئی آدمی نہیں مارا گیا۔ قلعہ کے اندر سے جو بندوق چلتی تھی وہ اس پر چلتی تھی۔ ہر بندوق کی ضرب کھاتے کے بعد وہ زمین پر گر پڑا جب حضرت صاحب نے یہ خبر سنی تو فرمایا ”هو النار والسترمع الجند والبدن“ ”وہ مع

سیر

تمام ساز و سامان کے واصل جہنم ہوا، کہتے ہیں کہ اُس دن سے کہ یار محمد و نور محمد کھوسان شہید ہوئے تھے، لعل خاں بدکردار کے فوت ہونے تک حضرت صاحب نے کسی کے ساتھ خوش طبعی کی بات نہ کی تھی۔ اور ہر ایک سے پوچھتے تھے کہ وہ کتنا بھی قتل ہوا؟

ابیات کسی کز مر مر ظلمش دما دم چرخ عیش مظلوماں بمرود

نئے تر سرد ازاں کا نبرد قتلے اگرچہ دیر گیر و سخت گیرود

منقول ہے کہ جب مستو خاں وائی مگنو کھ فوت ہوا تو اس کا بیٹا علی اکبر پیر اسد خاں اس کی مستند پر بیٹھا اور خلقت پر ظلم و ستم کرنے لگا۔ لکھی محمد خاں برادر اپنی جان کے خوف سے علی اکبر کے ڈر سے دو کوس دوڑ گیا۔ اس کے بعد چند دن مگنو کھ میں بھرا آیا۔

ایک دن زیارت کیلئے تونسہ شریف میں حضرت صاحب کے پاس آیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ لکھی محمد خاں اب تم علی اکبر کی کس بات کی ضمانت پر اعتبار کر کے آئے ہو کہ ان کے سات قرآنوں پر ہاتھ رکھ کر ہر لگا کر قسم کھاتی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس پر اعتبار نہیں۔ وہ علی اکبر تمہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔ خواہ اس نے قسم کھا لی ہے۔ تمہیں زندہ نہ رہنے دے گا۔ اور اس کے بعد وہ پھر اس قرآن کو پٹھنے لگ جائے گا۔ قرآن پڑھے گا مگر یہ نہیں سنا کہ خراسان کے آدمی کہتے ہیں کہ اپنے تمام بازو روغن میں تر کر کے اور تلوں سے انبار میں داخل ہو کر ہر تل کی تعداد کے مطابق بھی خواہ وہ قرآن کی قسم کھائے لیکن جب بھی اسے موقع ملتا ہے دشمن کا کام تمام کر کے ہی سانس لیتا ہے۔ پس لکھی محمد نے حضرت صاحب سے دعائے خیر کرائی اور روانہ ہوا۔ نور خاں گرمانی کہ حضرت صاحب کا مرید تھا اُس نے بھی اُس دن گھر جانے کی اجازت مانگی تھی مگر روانہ نہ ہوا۔ پھر جب حضرت صاحب کی محفل میں آیا فرمایا کہ تو نے گھر جانے کی اجازت مانگی تھی کیا کیوں نہیں۔ اُس نے کہا کہ میں سات قرآنوں کی قسم کا تماشادیکھنے سے بے بیٹھا ہوں۔ کہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھنے کے بعد جاؤں۔ کیوں کہ جہاں کہیں قرآن شریف کی قسم درمیان میں آتی ہے تو اسے بہت جلد ظاہر ہوتا ہے۔ پھر دوسرے دن حضرت صاحب کی خدمت میں آکر رخصت طلب کی۔ فرمایا اب رخصت ہونا ہے۔ اُس نے کہا اب انتظار جاتا رہا کیوں کہ لکھی محمد بزدل و خسید کہہ دیا گیا ہے اس کے تمام

مال اور متروکہ کو غارت کر دیا ہے۔ اس کے عیال و اطفال کو گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر لیا ہے۔ اور اب میں اپنا گھر جانا ہوں۔ جب لکھی محمد کی شہادت کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا تو علی اکبر مذکور فوت ہو گیا۔ نواب محمد خاں لکھی و چولستان نے بہت سی فوج بھیج کر علی اکبر کا مال و ملک تاراج کر دیا اور اس کے بیٹوں لعل خاں اور علی اکبر کی بیٹیوں کو گرفتار کر لیا اور اُس کے معاصر افراد کو گرفتار کر کے نواب محمد خاں کے قلعہ منکیرہ کی طرف لے گئے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس کا راستہ ادھر سے تھا۔ ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ علی اکبر کی بیٹیوں کو پناہ گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں اور قیدی آپ کی ملاقات کا انتظار رکھتے ہیں۔ اتفاقاً اس وقت غسل خانہ میں کھڑا تھا جب میں نے سورج کی طرف نگاہ کی تو وہی ساعت وہی مہینہ وہی دن اور وہی موسم تھا کہ علی اکبر خاں نے لکھی محمد بزدار کو شہید کیا تھا۔ اور اس کا تمام سامان غارت و برباد کر دیا تھا۔ اور اس کی عورتوں کو گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر لیا تھا۔ اُس منتقمِ حقیقی اور غیورِ مطلق کے انتقام پر بہت حیرانی ہوئی۔ ابیات :

ستائندہ وادائکس خدا است
کہ نتواند از بادشاہ دادخواست

حضرت صاحبؒ کے ملفوظات نافع السالکین میں لکھا ہے کہ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ بہاول خاں کلاں مرحوم نے بعض وجوہ کی بنا پر حضرات صاحبزادگان مہاروی کی جاگیریں بند کر دی تھیں۔ قاضی قاتل محمد صاحبؒ اور حافظ جمال الدین ملتان صاحب نے اس فقرے سے کہا کہ آپ خاں مذکور کے پاس جا کر اُن کی جاگیریں بحال کرا دیں۔ البتہ جب وہاں جائیں تو خان مذکور سے نرمی سے گفتگو فرمائیں۔ فیصلے کیا کہ اس فقرے سے دولت مندوں اور دینداروں کے ساتھ نرمی سے بات نہ ہو سکے گی۔ آپ لوگ چلے جائیں۔ آخر گفتگو کے بعد فیقر دانہ ہوا۔ چوں کہ خان مذکور اپنے خبر نویسوں اور کارندوں کے ذریعہ سے میری آمد سے مطلع ہو گیا تھا۔ اس لئے اپنے علاقہ کے ہر کاردار کو پرہیز بھیج دیا کہ اس فقیر کی خدمت کرتے رہیں۔ جب سفر طے کرتے کے بعد ہزار دارالہ میں منزل کی تو وہاں کے کاردار نے بہت

خدمت کی۔ صبح سوار ہو کر احمد پور آئے۔ اسی روز خان مذکور بھی دلاؤر کے قصبہ سے سوار ہو کر فقیر کی ملاقات کے لئے احمد پور آیا۔ جب میرے ساتھ ملاقات کرتے وقت نبل گیر ہوا تو باوجود اس کے کہ ہم دونوں کے کپڑے تھے اور لباس پہن رکھے تھے مجھے اس کے بدن کی گرمی و حرارت محسوس ہوئی۔ اُس کا چہرہ بھی بدل گیا اور لب ہائے ودندان گرد آگینے سے نمودر۔ جب اپنے مکان پر مراجعت کی۔ تو میں نے مولوی غوث بخش سے جو خان مذکور کا ہمراز و محرم امرار تھا پوچھا کہ خان صاحب کی حالت ہمیشہ ایسی رہتی ہے یا آج ایسی تھی۔ کہنے لگا کہ کل جب حضور کی احمد پور پہنچنے کی خبر پہنچی تو عشاء کے بعد دلاؤر سے سوار ہو کر آپ کی زیارت کے لئے روانہ ہوا ہے جب چارہ مردانہ پر پہنچا تو اسی وقت ایک قاصد اس کے پاس ایک رقعہ آیا جس میں خراسان کی جانب سے اس علاقہ میں فوجیں بھیجنے کا ذکر تھا۔ خان صاحب خاتمہ میں بیٹھے تھے اور ان کا غلات کو مطالعہ کرنے تھے۔ ان خطوط کے پڑھنے کے بعد یہ تغیر مزاج اور بیعت ہوئی ہے۔ جب دوسری دفعہ خان مذکور اس فقیر کی ملاقات کے لئے آیا تو مختلف حکایات و مکالمہ کے بعد قاضی صاحب مرحوم کے لشکر کی عسرت کا ذکر درمیان میں لایا اور کہا کہ یا حضرت آپ دعا خیر کر دیں کہ اُن کے لشکر کی عسرت دور ہو جائے۔ میں نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔ بیعت :

جہاں پہ سماع است دوستی و دشواری
لیکن نہ بیند در آئینہ کور

جب مجھ سے یہ بیعت سنا۔ اُمٹ کر جلائی۔ اور مولوی غوث بخش کو کہنے لگا کہ مجھے اس درویش کے مزاجِ جلالت آمیز سے خوف آتا ہے۔ جو بھی اُن کا مدعا و مقصود ہے پورا کر دو تا کہ بخیریت اس جگہ سے روانہ ہو جائیں۔ پس تمام مقالہ کے حصول کے بعد خانقاہ مبارک پر پہنچے۔

ایک دن بہاول خاں خور و حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں آیا۔ حضرت صاحبؒ اسے اپنے ہمراہ قبلہ عالمؒ کے مزار مبارک پر لے گئے اور اس کی دینی و دنیاوی مرادوں کے لئے ناحق خیر فرمائی۔ نیز اُس کے لئے حضرت قبلہ عالمؒ سے حصول مدعا کے لئے عرض کیا اور اُسے دستار بھی عطا فرمائی۔ پھر حضرت صاحبؒ خان کے ساتھ وہاں

نے نکل کر ماحزادہ غلام نبیؒ کی ماتحتی کے لئے حضرت ماحزادہ فدا احمدؒ کے حجرہ میں گئے اور ان کے پاس بیٹھے پھر تعزیت و فاتحہ کے بعد ان کے ساتھ کلمہ کلام میں مشغول ہو گئے اور خان کو بہت نصیحت کی۔

منقول ہے کہ جب مستو خاں کا بیٹا علی اکبر فوت ہو گیا اور ابھی اس کا بیٹا اسد خاں بچہ تھا اس کی جگہ اپنے چھوٹے بھائی لعل خاں بن مستو خاں کو بلکہ منگنوطھ کی حکومت پر مقرر کیا۔ نواب محمد ستر و زوئی جو ملک قتل چولستان اور بلکہ منگنوطھ کا دالی تھا اس نے اپنی فوج مانگ رائے کو دی اور ملک سنگھ کی طرف بھیجی اس نے منگنوطھ کے قلعے کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور لعل خاں کو گرفتار کر کے محمد خاں کی طرف روانہ کر دیا۔ جب یہ گرفتار حضرت صاحب کے مکان کے قریب سے گزرے تو ان کے ملازمین میں سے ایک حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور زار زار رونے لگا۔ اور بڑی فریاد کی کہ نواب محمد خاں کے سپاہیوں نے لعل خاں کو گرفتار کر لیا ہے اور دریا کے دوسری طرف لے جا رہے ہیں۔ خدا کے لئے اس طفل مظلوم کو ظالموں کی قید سے خلاصی دلوائیں اس شخص کے نالہ جاں سوز نے حضرت صاحب کے دل مبارک پر اثر کیا۔ کمال شفقت سے جلد اٹھ کھڑے ہوئے پہننے کا بھی خیال نہ رہا۔ ننگے پاؤں روانہ ہوئے۔ ایک درویش نعلین مبارک لایا اور پہنائے جب سواروں اور قیدیوں کے پاس پہنچے۔ اور نواب محمد خاں کے آدمیوں نے دروازے سے حضرت صاحب کو دیکھا تو گھوڑے سے اترے اور دوڑ کر قلم بوسی کی۔ لعل خاں بھی نواب محمد خاں کے آدمی کی اجازت سے گھوڑے سے اترے اور قدم بوس ہو کر زار و قطار رونے لگا اور ایسا درد انگیز نالہ لگا کہ حضرت صاحب و حاضرین کے دل پر اثر کیا۔ زبان مبارک سے فرمایا "اے لعل علیؒ۔ تھ کیا مانگتا ہے: میں جہاں دیتی نام ایک شخص نے آئے آہستہ سے کہا کہ ان ظالموں کے پنجے سے نجات کے لئے سوال کرو اس کی یہ بات حضرت صاحب کے کان میں پڑی۔ جمال دیتی کے منہ پر طمانچہ مالا اور فرمایا تو خاموش رہا۔ اسے کہنے دے۔ تاکہ اپنا مقصد اپنی زبان سے کہے چند مرتبہ لعل خاں سے کہا۔ کہو جو تمہارا مقصود و مطلوب ہو۔ اس نے عرض کیا کہ میں نواب کی گرفتاری سے خلاصی پاؤں اور نقارہ و شان کے ساتھ اپنے ملک واپس لوٹوں۔ فرمایا تجھے اس وقت اس مقام

پد سر فرزا کیا۔ تو نشان و نقارہ کے ساتھ اپنے ملک میں واپس لوٹے گا۔ آیات :

ما مگوید کو دکِ علوہ فروش بحرِ خفاش کجا آید بچوش
ما مگوید طفل کے جو شر بعن تا مگوید ابر کے خند و چین

پس فاتحہ خیر فرمائی اور لعل کو رخصت کر دیا۔ نور خاں گورمانی جو حضرت صاحب کا مشہور وزیر تھا اور حضرت صاحب کی محبت کی برکت سے اسرار باطنی کا مالک بن گیا تھا۔ اور فراست و عقل میں یکساں تھا۔ اس وقت حضرت صاحب کے ساتھ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کے لفظ ”ابن نوبت“ فرمانے میں ایک رمز ہے۔ رموز نہائی میں سے اور اسرار ربانی میں سے یہ ایک ستر ہے۔ البتہ کس وقت ستر نکلتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اللہ بہتر جانتا ہے پس چند ایام کے بعد حضرت صاحب کے فرمان کے مطابق نواب مذکور نے لعل خاں کو سر فرزا فرمایا۔ یہاں تک کہ اسی شان و نقارہ کے ساتھ اپنے ملک میں واپس لوٹا اور کچھ عرصہ اپنے ملک میں حکمرانی کی۔

بعد میں وہ نکتہ جو نور خاں گورمانی نے معلوم کیا تھا اور جس کا ستر نکالنا اور ظاہر ہونا ضروری تھا۔ ظاہر ہو گیا۔ اور وہ یہ ہے کہ کچھ مدت کے بعد لعل خاں کے اقبال پر بھی رنگ لگنے کے آثار نظر آنے لگے۔ اور رعایا پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ تاج خاں نام بوج جو لعل خاں کے آباد اجداد کے اہل کاروں اور رشتہ داروں میں سے تھا۔ اپنی گرفتاری کے خوف سے بھاگ کر حضرت صاحب کے قریب آکر مقیم ہو گیا۔ ایک دن آن قبلہؐ نے میاں جمال دہی کو فرمایا کہ تاج کو کہو کہ لعل خاں تمہیں ضرور گرفتار کرے گا اور اس کی قید سے نجات محال ہے۔ آتکے تھے اپنے آدمیوں کے ساتھ راتوں رات سنگمڑ کی حد سے باہر کر کے روانہ کر دوں۔ اس نے عرض کیا کہ لعل خاں مجھے وزارت دیتا ہے۔ وہ مجھے کیوں پھٹے گا۔ اور اگر حضرت آپ کا فرمانا دور اندیشی کے مطابق ہے تو درست ہے میں حاضر و تیار ہوں مگر اپنے اس قدر عیال و اطفال کو کہاں لے جا کر بٹھاؤں۔ اور ان کی وہاں کیسے پرورش کروں کسی نے کہا ہے۔

جو از پے رسد دشمنی جاں ستاں یہ بندہ اجل پائے مرد وواں۔

اسی اثناء میں ایک دن قلعہ دار تونسہ شریف لعل خاں کی اطلاع اور صلاح سے راتوں رات تاج خاں کو گرفتار کر کے لے گئے اور قلعہ تونسہ شریف میں قید کر دیا۔ اُسی وقت جب حضرت صاحب کو خبر ہوئی۔ آپ اپنی عبادت سے اُٹھے اور قلعہ تونسہ شریف میں گئے اور اس تاج خاں کے چالیس وائیس بنے۔ پس دن کے وقت یہ خبر سن کر درگاہ کے تمام لوگ اور تمام علماء قلعہ کے دروازہ پر پہنچے اور حاضر خدمت ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت صاحب ایک بڑی چارپائی پر بیٹھے ہیں۔ اور جذبہ میں آکر اپنی آستین کو بل دے رہے ہیں۔ اور زبان پر جلال سے فرما رہے ہیں جس شخص کو کسی کو عہدہ پر سرفراز کرنے کا اختیار ہوتا ہے وہ اس سے عہدہ بھیننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ اور میں نے لعل خاں نعلانی کی کیڑا اکھاڑ دی ہے انشاء اللہ کہیں بھی سنگٹھڑی حکمرانی نہیں کرے گا۔ آخر نور خاں کرمانی جو حضور کا وزیر تھا بڑے جلد سے بہانہ سے حضرت صاحب کو اُس جگہ سے اپنے مکان پر لایا اور خود لعل خاں کے پاس اور اس کی والدہ مراد خاتون کے پاس گیا۔ اس کی ماں نے کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ سنگٹھڑی سرزمین سے ٹھیکے کی رقم پوری نہیں ہو سکتی۔ قلعہ دار تونسہ نے جو بیس ہزار روپے کے عوض تاجہ کو گرفتار کیا ہے۔ اور رقم لئے بغیر اسے نہیں چھوڑے گا۔ پس قلعہ دار نے حضرت صاحب کی خدمت میں وکیل بھیجا کہ اگر ایک خوب و عمدہ گھوڑی اور ایک سو روپیہ تاج خاں مجھے دے دے تو راتوں رات اسے رہا کر دوں گا۔ اگرچہ نور خاں کرمانی نے یہ بات حضرت صاحب کی طرف سے تاجہ کو کہی تھی اس بے وقوف نے قبول نہ کیا۔

چونچش نگوں بود در کاف کن مکہ آئندہ گفتند نیکانشن کن

آخر قلعہ دار نے تاجہ کو اپنے ہمراہ سوار کر کے ڈیرہ غازی بھیج دیا۔

اس کے بعد حضرت صاحب نے مولوی محمد کھوکھر کو جو ڈیرہ میں تھا لکھ کر بھیجا کہ اگر تاج خاں کی ربانی کے لئے میرا اُس طرف آنا مناسب ہو تو لکھیں نیز اپنے اور تاج خاں کے حالات پر بھی روشنی ڈالیں۔ اُس نے جواب میں عرضی لکھی کہ حضور کا یہاں آنا غیر مناسب ہے۔ ہرگز اس طرف کے لئے تشریف نہ لائیں۔ یہاں تک کہ ایک دن

تاج خاں کے خویش و اقارب اور عورتیں قرآن شریف لے کر حضرت صاحب کے پاس آئے اور عرض کیا کہ برائے خدا اور رسول اور قرآن پاک حضور ضرور تاج خاں کی رہائی کے لئے ڈیو غازیہ کا تشریف لے جائیں۔ لاچار قرآن پاک لانے کی وجہ سے اند تاج کی عورتوں اور بچوں کے آنے سے حضرت صاحب رزانہ ہوئے۔ اور وہاں جا کر محمد رضا کے مکان پر اپنا ڈیرہ کیا۔ اور علی الصبح قلعہ میں تشریف لے گئے اور محمد رضا خاں کو اپنا دکیل بنا کر نواب عطا کے گھر بھیجا۔ جو اس پرورد جفا کا بانی تھا۔ نواب عطا نے کہا کہ تاج سے ۲۴ ہزار روپیہ لینا ہے البتہ میاں صاحب کی تشریف آوری سے بعد ان کی خاطر چار ہزار روپیہ چھوڑنا ہوں بیس ہزار روپیہ تاج دے دے۔ جب محمد رضا خاں نے نواب کا جواب حضرت صاحب تک پہنچایا تو فرمایا کہ اُسے کہہ دو کہ میں دلال نہیں ہوں کہ سودا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں تمام مصداوی معاف کراتے آیا ہوں۔ جب رضا محمد خاں نے پھر جا کر نواب مذکور کے سامنے حضور کا فرمودہ بیان کیا تو اُس خراسانی رچھنے کہا۔ دو ہزار اور بخش دیا۔ اب اٹھارہ ہزار سے ایک روپیہ کم نہیں کروں گا۔ حضرت صاحب نے جو نبی اس کا یہ جواب سنا تو سنگمڑ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور نفزک والا کنواں کہ شہر ڈیرہ سے شمال کی طرف مشہور جگہ ہے پر پہنچے وہاں نان چاشت تناول فرمایا اور مولوی محمد کو فرمایا کہ تم میرے اس طرف آنے سے رنجیدہ خاطر ہو۔ میرا دھرا کرنا صرف کلام اللہ کی خاطر تھا۔ کہ اس وسیلہ کو پس پشت نہ کر سکتا تھا۔ اور چند بار یہ الفاظ فرمائے کہ جو کچھ ہو گا میں نے خواب میں دیکھ لیا ہے کہ اس قوم کا مال و اسباب کچھ اور لوگ پیٹ رہے ہیں۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد خبر آگئی کہ ملک خراسان بابرک زباں کے قبضہ میں آگیا ہے۔ عطا خاں کا باپ احمد خاں قتل ہو گیا۔ اور ان کا تمام خاندان اور مال و اسباب غارت ہو گیا۔ اور عطا مذکور زمانہ کے پرورد جفا سے پامال ہو کر مر گیا۔

خلا

منقول ہے کہ ایک دفعہ سو جمل نام ایک شخص کی زبان سے جو قوم بیٹھ سکتا تو نہ میں سے تھا۔ کوئی حرف بے شرع جان محمد فقیر کے حق میں نقل کیا۔ مقدمہ طول پکڑ گیا۔ علاقہ سنگمڑ کے تمام علماء اسد خاں کے پاس گئے اور اُس نے سید سلطان شاہ کی ہمراہی

میں اس شخص کو حضرت صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ تمام دن گفتگو میں گزر گیا۔ اور رات کے وقت سو بھل مذکور کو ایک حجرہ میں محبوس کر دیا گیا۔ اس رات ایک درویش نے پہنچی لے کر اس کی ایک طرف کی زلفیں کاٹ دیں۔ جب دن چڑھا تو سلطان شاہ نے حضرت صاحب سے اُس کی تقصیر معاف کرا دی اور واپس لے گیا۔

سے نکوئی با بدار کردن چنانست۔ کہ بدکردن بجائے نیک مرداں
جب حضرت صاحب حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک پر تشریف لے گئے
سو بھل بد اصل نے جو اپنے دل میں سابقہ کینہ رکھتا تھا ۱۰ سد خاں کے اہل کاروں
کے ساتھ مل کر نواب جمعہ خاں کے پاس ڈیرہ غازی خاں میں استفادہ کر دیا کہ چند قندہ پرواز
وہ قانون نے غرور و تکبر کی وجہ سے مال سرکار ادا نہیں کیا۔ امید رکھتا ہوں کہ دو محصل
اور ایک تاحیکہ پر واندہ قلعہ دار تونسہ کے نام صادر فرمائیں گے۔ جب پروانہ لانے والا
شہر تونسہ میں آیا تو قلعہ دار نے اُس پروانہ کی تعمیل میں اس جگہ کے تمام علماء کو گرفتار کر کے
قلعہ میں قید کر دیا۔ اور فقراء علماء بے تقصیر سے مصادرہ کے طور پر تاوان وصول کر
لیا۔ اور بتایا کہ غوس میں قید میں محبوس رکھا۔ فرقہ علماء میں سے بعض ڈیرہ غازی میں فریاد کیا
ہوئے۔ اور مبالغہ کی واپسی کا اور قیدیوں کی رہائی کا پروانہ لکھا کہ قلعہ دار کی طرف ارسال
کیا اور ایک درخواست دیاں سے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھ کر ایک آدمی
کے ہاتھ خانقاہ شریف بھیجی یہ خبر سن کر حضرت صاحب نے بہت افسوس کیا کہ علماء
کو اس قدر تکلیف پہنچی۔ کمال شفقت کی بنا پر جو علماء پر رکھتے تھے۔ اُسی وقت اُمٹ
کر حضرت قبلہ عالم کے مزار مبارک پر جا کر علماء کا حال عرض کیا اور میاں جلال تلاء کو
اس کلام کے سنتے سے جو حضرت صاحب نے حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں عرض
کیا۔ بہت رنت قلبی ہوئی اور زار و زار رونے لگے اور چیخنے لگے۔ جب اس کے رونے
کی آواز حضرت صاحب کے کانوں میں پہنچی تو فرمایا اے جلال تیری آنکھوں کے پانی
کو رب الہاب کی جناب میں قبولیت مل گئی ہے۔ نیز میاں تلاء کو فرمایا کہ جلدی
سات لاکھ درود شریف پڑھو۔ جب پورا ہو جائے مجھے خبر کرو۔ جب درود شریف

پورا ہوا۔ تو حضرت صاحب کو خبر دی گئی۔ حضرت صاحب نے دعا کے لئے دستِ مبارک اٹھائے اور فرمایا اسی درخت کو جڑ سے کاٹ دیا جائے یا شاخ سے۔ یہ پُر جلالی بات سنی کر سب حاضرین نے سر نیچے کر لئے۔ کسی کو دم مارنے اور جواب دینے کا یارہ نہ تھا۔ اسی قدر سر نیچے کئے بیٹھے تھے گویا کہ ان کے بدن میں جان ہی نہیں۔ پس خود بخود جواب فرمایا کہ اگر شاخ کاٹیں تو ٹٹی شاخ پیدا ہو جائے گی۔ اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے کہ کبھی پھر نہ پھوٹے۔ جب خانقاہ شریف سے روانہ ہوئے تو تونسہ شریف پہنچ کر دورات اپنے مکان پر آرام فرمایا۔ پھر ڈیرہ غازی خاں تشریف لے گئے اور قاضی قطب الدین کے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ جناب قاضی عاقل صاحب کو ٹ سٹن والہ بھی اپنے بھائی ابوالخیر کے کسی ضروری کام کے سلسلہ میں حضرت صاحب سے چند دن قبل ڈیرہ میں تشریف لائے ہوئے تھے اور مفتی محمد ظریف کے مکان پر ان کا ڈیرہ تھا۔ پس یہ قرآن السعدین تھا جب وہاں ٹھہرے ہوئے سات دن کے قریب ہو گئے تو ایک دن محمد رضا خاں نے دستِ ادب باندھ کر عرض کیا کہ یا حضرت سات دن گزر گئے ہیں کہ آپ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مگر نواب بدانتساب ابھی تک آپ کی ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہوا۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو یہ غلام کسی بہانہ سے اُسے آپ کی خدمت میں لائے۔ فرمایا اسے محمد رضا حق تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ ہمارا کاروبار اللہ تعالیٰ کی خواہش پر ہے نہ کہ تمہاری تدبیر پر۔

کار با بر خواہش خود خواستن کارِ خدا است

بنو با شعی و خدا کردی تو لے ناداں کہا است

چنانچہ دوسرے دن حضرت صاحب کو خبر ملی کہ نواب ملاقات کے لئے آرہا ہے۔ حضرت صاحب قاضی صاحب کی دلداری کے لئے ان کے مکان پر جا کر بیٹھ گئے تاکہ نواب کی ان سے ملاقات ان کے ڈیرہ میں ہو۔ اُردیہ اپنے پیر بھائی کے لئے کافی تواضع کی صورت تھی۔ جب نواب نے سنا کہ حضرت صاحب قاضی صاحب کے ڈیرہ پر بیٹھ

ہیں۔ تو وہاں جا کر قدم بوسی حاصل کی۔ اور تین سو روپے کی قتیلی پیش کی جو سنگھڑ
 کے علماء سے جبراً حاصل کر لیا تھا۔ نیز قلعہ کے مہتمم اور دونوں تحصیلداروں کو بھی
 حضور کے پیش کیا اور معافی طلب کی۔ اور عرض کیا کہ اگر حضور انور ان تینوں
 کے سروں کے بال اور داڑھیاں کٹوا کر گدھے پر بٹھا کر کوچہ بہ کوچہ پھرائیں اور
 منادی کرائیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ یا اگر کوئی اور شرعی سزا دیں تو دیں آپ مختار
 ہیں۔ غلام اس بارے میں بالکل نادان تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم نے
 تمہیں دیکھنے کے بعد ان تینوں کی سزا معاف کر دی۔ البتہ اس جگہ مفسدوں کی گرفتاری
 کے لیے ہیں پروانہ اسی مجلس میں لکھا اور حضرت صاحب کو دے دیا۔ پس
 دعائے خیر کر کے سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ البتہ اسی وجہ سے کہ نواب
 مذکور نے علماء کو تکلیف پہنائی تھی۔ اور حضرت صاحب کو بھی ڈیرہ جانے کی زحمت
 اٹھانا پڑی تھی۔ اس نے ابھی حلال باقی تھا۔ جب ڈیرہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں
 سید شریف شاہ کی خانقاہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے ملک چاندن کھوکھر کو فرمایا
 کہ اے کھوکھر بچے تمہارے پاس تلوار ہے؟ اُس نے کہا تیر نہیں ہے کند ہے۔ فرمایا مجھے
 تاکہ دیکھوں۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور اس غلام کی تلوار دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ حسن
 جمعدار جو حضرت صاحب کے گھوڑے کا رکھوالا تھا۔ آپ نے اُسے فرمایا کہ جمعدار اس
 کی تلوار لے کر مجھے دے۔ جب اُس نے دی۔ اپنے دست مبارک سے نیامت نکالی
 اور مضبوط پکڑی اور ہلائی اور اپنا چہرہ مبارک خراسان کی طرف کیا۔ اور تین دفعہ وار
 کیا اور ہر وار میں فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اکْبَرُ اور ہوا میں تلوار مارتے تھے۔ پھر تلوار کی
 طرف دیکھ کر فرمایا اے کھوکھر کے بیٹے تو کہتا تھا کہ میری تلوار صرف قلم تراشنے کے
 لئے ہے اور کند ہے۔ اس تمہاری تلوار نے تو خراسانیاں کی جڑ تحت انشریٰ تک کاٹ
 دی ہے کہ یہ ظالم فرقہ کبھی خراسان کی سلطنت کا مالک نہیں ہوگا۔ افغانوں کے اس فرقہ
 نور زئی کو دیکھو کہ کیا کس نے اور بدلہ پایا کسی نے۔ پھر اس واقعہ کی مناسبت سے یہ
 حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ شہر دہلی میں چند سرکاری پیادوں نے دو گدھے سواری

کے لئے بیکار ہیں پکڑ لئے۔ اور گدگدوں کے ہندو مالک کو بھی پکڑ لیا۔ اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کی بیوی فوت ہو چکی تھی۔ اس کی لڑکی معصومہ اپنے دو بھائی کے ہمراہیں ماں کے فراق اور باپ کی جہانی میں ناز و قطار روتی تھی۔ اُس کے ہاں سوزِ غم سے اور جاں گداز فریادیں اُس غیاثِ المشتغین کی درگاہ میں پہنچے اور قبول ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کو غیرت آئی۔ پس ایک ساعت میں تمام شہر دہلی غارت ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ شہرِ ملتان میں بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے کہ ملتان کو غارت کر دیا گیا تھا۔ اور اکثر آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اور ان اسیروں میں شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی بھی تھے جس وقت شیخ مرحوم قید سے نجات پا کر ملتان میں داخل ہوئے تو وہی شخص جس کی شامت سے ملتان کی تمام مخلوق مقید ہوئی تھی شراب پی رہا تھا اور بازارِ عورتوں کا تماشا دیکھ رہا تھا اور اس تمام بربادی و تباہی سے بے خبر تھا۔

کاتبِ الحروف کہتا ہے کہ میں نے یہ قصہ میاں عبداللہ کھوکھر سے، صاحبزادہ صاحب شاہ اللہ بخش جی سجادہ نشین حضرت اور دیگر محترم آدمیوں سے سنا ہے کہ کہتے تھے کہ اس کے بعد خراسانیوں کی حکومت ملکِ سنگھڑ وغیرہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں نہ ہوئی اور ولایتِ خراسان میں نور زئیوں نے جڑ کٹ گئی کہ پھر شاہانِ خراسان کی وزارت کے رتبہ پر بھی نہ پہنچ سکے۔ نور زئیوں کے تباہ ہونے سے بعد وزارتِ مبارک زٹیلا کے پاس پہنچی۔ چنانچہ اس وقت دوست محمد خاں جو بادشاہِ کابل ہے اس مبارک زئی قبیلہ سے ہے۔

منقول ہے کہ حسبِ نواب عطا جو باقی جو ردِ جفا تھا اپنی شامتِ اعمال سے معذور ہو

گیا۔ اور اس کی جگہ محمد رضا خاں نواب ہو گیا۔ اور ڈیرہ غازی خان میں آکر بیٹھ گیا۔ تو عبدالجبار خاں پول زئی کو تونسہ شریف میں قلعہ دار مقرر کر کے بھیجا۔ پس اسد خاں دائی منگنوط کے اہل کاروں نے قلعہ دار مذکور کے ہمراہ آکر محلِ خاں بن مستو خاں کو ملکِ سنگھڑ سے نکال دیا اور خود داخل ہو گئے۔ اسثناء میں جبار خاں مذکور نے تونسہ شریف کے زمینداروں کو کہا کہ اگر کوئی خوب صورت نوجوان عورت تمہارے عزیز و اقربا

میں ہے تو میری شادی کرادیں۔ میں تمہارا ہمیشہ احسان مند رہوں گا۔ اور تمام عمر اس احسان کو نہیں بھولوں گا۔ اس وقت تونسہ شریف سے مقدم چار آدمی تھے۔ سوتھیل۔ سردار، امام بخش اور عثمان۔ ان سب نے صلاح کی اور عاقلوں کے گھر جو قوم چچی سے تھے اور امام بخش و عثمان کے خویہوں میں سے تھے اشارہ کر دیا اور وہ قلعہ دار بدرکار شیر کرآر یعنی غوث نامدار کے خشک روں اور نخیروں سے نادان تھا کہ اگر کسی درخت کا ایک کاٹا بھی آں جناب کے کسی غلام کے دامن کو لگتا تھا۔ تو اُس درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے تھے۔ پس قلعہ دار کے آدمیوں نے مسماہ مذکورہ کو گرفتار کر کے قلعہ میں داخل کر دیا۔ اور وہ مقدم برادران یوسف کی طرح روتے ہوئے اور افسوس کا ہاتھ ملتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے غوث زمان کی خدمت میں آئے۔ اور اظہار کیا کہ حضور کی موجودگی میں حضور کے غلاموں کا یہ حال ہوا اور یہ بے عزتی ہو۔ ایسے بے ابرو ہوئے ہیں کہ دنیا میں اس سے زیادہ کیلے عزتی ہوگی۔ اور بہت ساحلہ و فریاد کیا حضرت صاحب نے فرمایا کہ تمہارے کہنے پر اعتبار نہیں ہے۔ تمہارا قول و فعل ٹھیک نہیں ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی۔ فرمایا۔ اٹھو۔ سوار ہو کر آؤ میں بھی سوار ہوتا ہوں۔ تاکہ ڈیرہ غازی خاں چلیں اور مسماہ مذکورہ کو جا کر لے آئیں۔ جب حضرت صاحب سوار ہو کر ریگستان کے شمالی ٹیلہ پر جو سنگھڑ کے نالہ سے کنارہ پر ہے پہنچے تو قلعہ دار کے دکانے آ کر آپ کی رکاب پکڑ لی۔ چند قدم پکڑے رہے اور خلا و رسول کو شفیق بنایا کہ اُس عورت کو لے جائیے اور تقصیر معاف کر دیجئے۔ فرمایا میں گھوڑے سے نہیں اُتروں گا۔ جب تک کہ اس عورت کو میرے حوالہ نہ کر دیں۔ حضرت صاحب اُس ٹیلہ پر سوار کھڑے رہے اور آخر وہ لوگ اُس عورت کو لائے اور حضرت صاحب کے حوالہ کر دی۔ حضرت صاحب اپنے مکان پر تشریف لائے اور آرام کیا۔ جب قلعہ دار جبار خاں کے دل میں اُس دوشیزہ کی محبت کی آگ بھڑکی۔ پس اُس نے اسد خاں کو ساتھ لیا اور مقتدموں کو رشوت دے کر ساتھ ملا لیا۔ جب اس لڑکی کی ماں کو چہ چلا تو اُس نے اپنی لڑکی کو حضرت صاحب کے گھر بٹھا دیا۔ وہ ایک دوسرے سے صلاح کرنے لگے کہ

علی الصبح قلعہ کی تمام فوج سوار ہو کر ایک ہی دفعہ تونسہ کے گھروں پر حملہ کر دے اور خواہ مخواہ یعنی بوجہی شور و غل مچائیں اور بغیر گولی کے بندوقیں چلا لیں۔ ہم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جا کر عرض کریں گے کہ حضرت ایک عورت کی خاطر ہمارے تمام شہر کو برباد کر رہے ہیں۔ تو حضرت صاحبؒ ضرور اس عورت کو باہر نکال دیں گے۔ امام بخشؒ مقدم شہر حضرت صاحبؒ کے مکان کے جنوب کی طرف آمد رفت کر رہا تھا۔ اُردبازو ہلاتا تھا اور کہتا تھا کہ میاں صاحب کو کہہ دیں کہ اس عورت کو گھر سے نکال کر ہمارے سپرد کر دیں۔ کہ ایک عورت کی خاطر تمام شہر زیر و زبر ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ عاقلوں کی بیٹی کو میں گھر سے نکال کر ان بدکیشوں کے حوالہ کر دوں جو اپنی نااہلی کی وجہ سے بازو ہلا رہا ہے، تاکہ یہ اسے گرفتار کر کے جبار نابکار کے حوالہ کر دے۔ ایسا نہیں ہو گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد ڈیرہ غلغیلا کی صوبیداری محمد رضا سے موقوف ہو گئی۔ اور جبار خاں بالکل بے کار و خواری ہو گیا اور اسد خاں نے ان چاروں مذکورہ مقتدوں سے بارہ ہزار روپے ناحق بطور جزیانہ وصول کئے۔ اور سو جھل، عثمان اور امام بخش تینوں بھوک کے غلاب میں گرفتار ہو کر مر گئے۔ کہ کفن بھی ملتے نہ آیا۔ مگر ایک آدمی ان چاروں میں سے کہ جس کا نام سردار تھا اور حاجی پور والے گمریہ تھا۔ پیر مہمانی کی رعایت سے آپ کے قبر سے امان میں رہا۔ ہوائوں کے سخت صاحبؒ حاجی پور والے کے غرس پر آئے ہونے لگے تو سردار نے پیہ و مرشد کے مزار مبارک پر حضرت صاحبؒ کا دامن پکڑ لیا۔ اور حضرت صاحبؒ کے تہوں میں گر گیا۔ اور زار زار روتے لگے کہ میری تقصیر معاف کر دیں۔ تب اُسے حضرت صاحبؒ کے قبر کی بلاتے نجات ملی۔ اور باقی زندگی اُسے عافیت رہی اور پھر یہ حال ہوا کہ ہر مہج سب سے پہلے حضرت صاحبؒ کے حجرہ کا دروازہ وہ کھولا کرتا تھا۔ جب پوچھتے کہ کون ہے وہ عرض کرتا کہ آپ کے دروازہ کا کتا ہوں سردار تجھے جب وہ فوت ہو گیا تو اُس کا جنازہ حضرتؒ کے پاس لے آئے۔ اُس کا جنازہ پڑھانے کے بعد اُس کے سر پہنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے سردار فی امان اللہ۔ پھر فرمایا کہ یہ تاج حضرت نور محمدؒ

نارودا کے دست مبارک کی ہے کہ وہ ایمان کے نقصان کے بغیر اس دنیا سے گیا۔ اور ایمان کو سلامت لے جانا اس کے پیر کی عنایت کا کمال ہے۔

سہ سشنیدم کہ دور و زبر امید و بیم

بدان را بہ نیکان بہ بخشد کریم

منقول ہے کہ تو اب مظفر خاں والی ملتان کے عہد میں چند بار رنجیت سنگھ والی لاہور نے ملتان پر حملہ کیا کہ قبضہ کر لے۔ مگر چونکہ حضرت قبلہ عالمؒ کے خلیفہ کامل حافظ جمال الدین ملتانؒ قلعہ میں موجود تھے۔ فتح نہ ہوئی۔ واپس چلا گیا۔ حافظ صاحبؒ کے وصال کے بعد ایک سال واپس گل محمد صاحبؒ داناؤی جو حضرت صاحب غوث زمانؒ کے مریدوں میں سے تھا اور حضرت صاحبؒ کا مقرب و مشیر تھا۔ حضرتؒ کے پاس خلوت سے باہر آیا۔ اور یہاں عثمان اور حاجی خاں کاتب کے سامنے آکر ظاہر کیا کہ مقربانِ درگاہ ایزدی کو اگرچہ قرب زیادہ ہوتا ہے مگر ان کا خوف بھی بہت زیادہ ہوتا ہے مگر ہمارے پیر و مرشد حضرت غوث زمانؒ میں باوجود اس قدر قرب حق کے کوئی خوف نہیں ہے اور وہی افغانی مزاج ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ بات کیا ہے۔ کہا کہ آج حجب میں حضرتؒ کی خلوت میں گیا۔ فرمایا مولوی صاحبؒ آج میں نے دیکھا کہ مولوی حامد صاحبؒ ایک بڑا کاغذ لے کر میرے نزدیک آئے اور اس پر لکھا تھا کہ سندھ اور ملتان کا ملک سکھوں کو دیا اور وہ کاغذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے اور لکھا کہ کراٹھ بعد اویا نے عظام کی مہر سے مزین تھا۔ مولوی جامیؒ نے مجھے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منہا سے پاس بھیجا ہے کہ تم بھی اس کاغذ پر مہر لگا دو۔ میں نے انکار کیا کہ میں کافر کے لئے ہرگز مہر نہ لگاؤں گا۔ کہ سکھوں نے حکم دے رکھا ہے کہ نماز کے لئے اذان نہ دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ جب مالک شرع اپنے ملک کی کئی کافر کو بخش رہے ہیں تو تو مہر کیوں نہیں لگاتا۔ میں نے ہر چند انکار کیا مگر مجھے نہ چھوڑا۔ آخر میں نے اپنے آپ کو رضا پر چھوڑ دیا۔ دوسری رات جب مولوی جامی صاحبؒ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آئے میں نے بھی اس کاغذ پر مہر لگا دی۔ مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خاطر داری کے لئے اس قدر فرمایا کہ جب تک اسد خاں والی سنگھ ظلم و ستم نہ کرے گا۔ اُس کے ملک میں سکھ

نہیں آئیں گے۔ اور جب ظلم و نا انصافیاں شروع کرے گا تو اُس وقت ملک سنگھ بھی اُس سے لے کر رنجیت سنگھ کو دے دیا جائے گا۔ اور کوہ سرائی تک اُس کی حکومت ہوگی۔ اس واقعہ کو جس کا ذکر حضرت صاحب نے فرمایا ابھی چند دن نہ ہوئے تھے کہ رنجیت سنگھ نے آکر ملتان فتح کر لیا۔ مظفر خاں نواب ملتان شہید ہو گیا۔ اور اس کے بیٹوں کو قید کر کے لاہور لے گیا۔ کاتب اطراف ایک دن حضرت صاحب کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ ملتان پر سکھوں کے قبضہ سے پہلے نادر قوم افغانیاں ہیں ظلم و ستم اور شراب خواری بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ ایک درویش نے یہ واقعہ دیکھا کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکر کیا ملتان اپنے روضہ پر کھڑے ہیں اور عصا ہاتھ میں ہے اور اُس کو مارتے ہوئے افغانوں کو تلخ سے باہر نکال رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام کو باہر نکال دیا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد رنجیت سنگھ نے آکر ملتان فتح کر لیا۔

منقول ہے کہ جب اسد خاں نے ظلم کی نمر باندھ لی اور محلوں ہر طرف سے اُس کے ظلم کی ستانی ہوئی فریاد کرنے لگی تو حضرت صاحب نے اُسے فرمایا کہ اے اسد خاں تمہاری حکومت کا ہمیں یہ فائدہ ہے کہ نماز کی اذان سنتے ہیں ظلم نہ کر اور خلق غلامو رنج نہ پہنچا۔ ورنہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سکھوں کی فوج یہاں بھی آئے گی اور ڈیرہ ڈال دے گی۔ اور اشارہ تولد کے شمال کی طرف کی۔ عبد الشکور صاحب کہتے تھے کہ چند دنوں کے بعد تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جہاں حضرت صاحب نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تھا اُسی جگہ آکر سکھ فوج نے ڈیرہ ڈالا۔

جب سکھوں کی فوج دیوان کراہام کے ساتھ اسد خاں کے اخراج کے لئے منگوانے لگے تو وہ میں داخل ہوئی۔ اور ظلم مذکور پہاڑ میں داخل ہو گیا تو ایک رات چند نام شیخ نے سکھوں کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ چرایا۔ دوپہر کا وقت تھا کہ ایک سکھ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صاحب کھانا کھانے کے لئے گھر میں تشریف لے گئے تھے۔ وہ بدرجہ حضرت صاحب کی چارپائی جگہ میں ڈال کر اُس پر بیٹھ گیا۔

اور کتوں کی طرح آواز نکال کر کہنے لگا کہ میاں صاحب کو بتادیں کہ ہمارا مسروقہ اونٹ پیدا کر دیں یا ایک سو روپیہ دے دیں۔ جب حضرت صاحب تشریف لائے تو نیچے اُتر کر اُس نے پھر وہی کہا۔ حضرت صاحب نے فرمایا درودنِ مطہر و انشاء اللہ تنہا اونٹ صحیح سلامت آجائے گا۔ پس اپنا آدمی اسد خاں کی طرف روانہ کیا۔ اُس کا اونٹ واپس آیا اور سکھ کو دے دیا۔ مگر اُس سکھ نے پالان کا دعویٰ کر دیا وہ بھی اپنے ساربان سے لے کر سکھ کو رخصت کر دیا۔ میاں محمد جعفر ولد حاجی صاحب نے عرض کیا کہ آپ سکھوں کو خود لائے ہیں اب خود کردہ کا کیا علاج ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا: ”اَعْمَالُکُمْ مَعَكُمْ تَمَّ نَسْتُمْ“ نہیں سنا کہ محمد شاہ کے تخت پر بیٹھے وقتِ نادر شاہ کو کیا کہا تھا۔

۵ دیدۂ عبرت کشاد قدرتِ حق را بہ بین

شامتِ اعمال ماصورتِ نادر گرفت

نیز ایک دن محمد کھوکھر نے عرض کیا کہ اے حضرت مسلمانوں کی جڑ کو تو آپ نے اکھاڑ دیا خضاب کفار کی جڑ کو کیوں نہیں کاٹتے۔ فرمایا کہ دوست پر اور ہم جنس پر غصہ جلد آتا ہے۔ اور غیر جنس پر نہیں آتا۔

منکر و مکرم منقول ہے کہ جب دیوان کرپالام قلعہ منگتوٹھ کی طرف جا رہا تھا تو اُس نے تونسہ شریف کے بازار کا راستہ لیا۔ جب شہر سے باہر نکلا تو ہاتھی جس پر وہ سوار تھا۔ لنگڑا ہو گیا اور چلنے سے معذور ہو گیا۔ حیران ہو کر پوچھا کہ اس شہر میں کوئی بزرگ رہتا ہے۔ کہا کہ ہاں۔ پس ہاتھیوں کا متہ پھر تونسہ شریف کی طرف کر دیا تو ٹھیک چلنے لگے۔ جب حضرت صاحب کے مکان کے قریب پہنچے تو ایک سوار جو قوم سادات سے تھا۔ اُسے حضرت صاحب کی خدمت میں بھیجا کہ زیارت کی اجازت لے آئے۔ جب اجازت مل گئی تو کرپالام آیا۔ آستان بوسی حاصل کی۔ چند منٹ بعد تمام محفل نشینوں کے ساتھ درخواست کی کہ حضرت صاحب مسلح و وحدت وجود پر روشنی ڈالیں۔ حضرت صاحب نے جواب با جواب دیا۔ دیر تک حضرت صاحب کے ساتھ خلوت میں رہا۔ چنانچہ دیوان کے ملازمین باہر یہ کہنے لگے کہ حضرت صاحب یا شاہ صاحب نے

دیوان صاحب کو اندر بٹھا کر مسلمان کر لینا ہے۔ اور واقعی یہ بات ہے کہ فی المنجۃ ناثیہ“ (صحت میں تاثیر ہے) چند دنوں کے بعد یہ بات سننے میں آئی کہ دیوان مذکور نے ریاست ترک کر دی ہے۔ مجبور ہو کر دریا کے کنارے یا درحق میں مشغول ہو گیا ہے اور مال و اسباب داروں کے سپرد کر دیا ہے۔

منقول ہے کہ اسد خاں نے جب ظلم و ستم شروع کیا اور اللہ کی مخلوق کو ستانا شروع کیا تو جب بھی وہ حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آتا حضرت صاحب اسے وعظ و نصیحت فرماتے اور کہتے کہ اسد خاں تمہاری حکومت میں ہمیں صرف یہ فائدہ ہے کہ نماز کی اذان سن پیتے ہیں۔ بس کہ ظلم نہ کر۔ ورنہ میں یہاں سکھوں کی فوج کی آمد دیکھ رہا ہوں وہ دنیا دار تھا۔ سر میں نخوت و عز و زور رکھتا تھا۔ اُس نے حضرت صاحب کے فرمان پر عمل نہ کیا۔ رفتہ رفتہ اُس کا ظلم اس حد تک پہنچا کہ تاجروں کا مال بھی غصب کرنے لگا۔ ایک دفعہ چند تاجروں کا مال غصب کیا وہ تاجر حضرت صاحب کے پاس استغاثہ لائے جب اسد خاں حضرت صاحب کی خدمت میں آیا۔ تو آپ نے اُسے غصہ سے کہا کہ یہ کیا ظلم شروع کر دیا ہے کہ تاجروں کا مال بھی غصب کرنے لگا ہے۔ اُس نے اُس دن سے حضرت صاحب کے پاس آنا ترک کر دیا۔ کہتا تھا کہ میں کیا جاؤں۔ میاں صاحب مجھ سے ناراض ہوتے ہیں۔ آخر چند دنوں کے بعد سکھوں کی فوج آئی ملک سنگھ پر قبضہ کر لیا۔ اور اُسے گرفتار کر کے لاہور لے گئے۔

منقول ہے کہ میاں عبدالشکور صاحب فرماتے تھے کہ جب ملک سندھو سنگھ میں سلطان محمود بن تیمور شاہ بن احمد شاہ درانی کی حکومت تھی تو نواب مظفر خاں لسانی اور بہاول خاں احمد پوری بھی اسی بادشاہ کو جزیہ دیتے تھے اور محمودی روپہ جو ملک سنگھ میں مشہور ہے اُسی محمود شاہ کا سکہ ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ بھرولی خاں بلوچ فتح خاں جو محمود شاہ کا وزیر تھا نے تو نسہ شریف کا محاصرہ کر لیا اور چاہتا تھا کہ غارت کر دے۔ ہر طرف سے اُس کے سواروں نے تو نسہ شریف کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ زوال کا وقت تھا۔ حضرت صاحب قبیلہ کے ارادہ سے چار پائی پر پہلے تھے۔ نور خاں کرمانی

بلوچ جو کہ حضرت صاحب کے مشہور یاروں میں سے تھا، نے عرض کیا کہ قبلہ حضور آرام فرما ہے ہیں اور پھر ولی خاں نے اپنی فوجوں کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا ہو ہے اور وہ آپ کے شہر کو تباہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ہندی زبان میں فرمایا کہ خیر میں حق بن کے سوتا ہوں۔ یعنی میں علاج کر کے سوتا ہوں۔ جب پھر ولی خاں نے چاہا کہ شہر کو غارت کرے ناگاہ اس کے پیٹ میں درد اٹھا، لوٹتے لگا۔ جب موت کے قریب پہنچے لگا تو حضرت صاحب کی خدمت میں توبہ کرتا ہوا آیا اور عرض کیا کہ برائے خدا مجھے شفا عطا فرمائیں میں مر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ابھی تو نسہ شریف سے روانہ ہو جاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے پس اس کے پیٹ پر دم کیا۔ اسے شفا ہو گئی اور تو نسہ شریف ت جلا گیا۔ یہاں تک کہ خلقت نے اُس کے شر سے امان پائی۔

میاں عبدالشکور صاحب سے منقول ہے کہ تو نسہ شریف اسد خاں کے تصرف میں تھا۔ وہ اجارہ کار روپیہ نواب عبدالجبار خاں والی ڈیرہ غازی خاں کو جو سلطان محمود خراسانی کی طرف سے تھا، دیتا تھا اور جب روپیہ دینے میں لیتا۔ لعل کیا تو نواب عبدالجبار خاں فوج لے کر رقم وصول کرنے کے لئے اور ملک سنگھڑ کی تحریک کے لئے آیا۔ چونکہ نواب عبدالجبار خاں مذکور تو نسہ شریف کو تباہ کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔ اس لئے اُس نے تو نسہ شریف کے قریب نوہیں نصب کیں اور ان کو آگ دی مگر توپوں کے منہ سے پانی نکلا۔ سب حیران ہو گئے۔ جب تو نسہ شریف کے علاوہ کسی دوسری طرف توپ چلنے سے لے آگ دیتے تو چلتی مگر جب تو نسہ شریف کی طرف آگ دیتے تو توپ سے پانی نکلتا۔ یہ حال دیکھ کر عبدالجبار خاں توبہ کرتا ہوا حضرت صاحب کی خدمت میں آیا۔ اور مرید ہو گیا اور اپنی تقصیر معاف کر کے روانہ ہو گیا۔ اور تو نسہ کی خلقت کو اُس کے شر سے امان مل گئی۔ اس واقعہ کے بعد جب ملک سنگھڑ میں زراعت کم ہوئی اور مبلغانِ اجارہ کم ہوئے۔ تو اسد خاں نے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت صاحب اس کی درخواست پر ڈیرہ غازی خاں تشریف لے گئے اور مبلغانِ اجارہ

میں تخفیف کرا دی۔ چنانچہ اس کے اجارہ میں چالیس چالیس ہزار اور سچاس سچاس ہزار کی تخفیف کرا دی۔

میاں صالح محمد فرماتے تھے کہ جس وقت نواب عبدالصمد خاں والئی ڈیرہ غازی خاں نے حلقہ گڑھی اختیار خاں کا آکر محاصرہ کیا اور چاہا کہ قلعہ کو خالی کرالے۔ تو گڑھی مذکورہ کے نواب نے اپنے چھوٹے بھائی کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے آکر عرض کیا کہ خدا اور رسول کے لئے آپ تشریف لے جا کر نواب عبدالصمد خاں صوبدار کو فہمائش فرمائیں۔ تاکہ ہم سے ہاتھ اٹھالے کہ ہمارا حال بہت تنگ ہے۔ حضرت صاحبؒ کو اُن سے حال پر رحم آیا۔ تیاری کا۔ میاں صالح محمد کہتے تھے کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت صاحبؒ آپ کا جانا مناسب نہیں۔ عبدالصمد آپ کے فرمان پر عمل نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ دنیا دار ہے اور گڑھی اختیار خاں پر قبضہ کرنے کی ہوس اس کے دل میں ہے۔ حضور درویش ہیں۔ لیکن اگر اُس نے فرمانے کے مطابق عمل نہ کیا تو اس میں ہماری ہنسکت ہے۔ فرمایا میں خدا کا بندہ ہوں۔ بندہ نفس نہیں ہوں۔ اگر وہ میرے کہنے پر عمل نہ کرے گا وہ جاتے۔ میں صرف خدا کے لئے جا رہا ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اگر آپ تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو ان کا کام پورا کر کے تشریف لائیں فرمایا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جب حضرت صاحبؒ دہاں تشریف لے گئے قریب تھا کہ گڑھی اختیار خاں عبدالصمد کے ہاتھ میں فتح ہو جاتی۔ جب اُسے خبر ہوئی کہ حضرت صاحبؒ تشریف لائے ہیں ملاقات کے لئے آیا اور عرض کیا کہ حضور کس مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا کہ تو ان غریبوں کو کیوں تکلیف دیتا ہے اور ظلم کرتا ہے۔ یہاں سے جلدی روانہ ہو جا۔ اور ان سے ہاتھ اٹھالے۔ اُس نے قبول کر لیا کہ میں ابھی روانہ ہوتا ہوں۔ جب ڈیرہ میں آیا تو فوج کو حکم دیا کہ جنگ سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اور ڈیرہ غازی خاں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ولایتی اور خراسانی کہنے لگے یہ کیا کہتے ہو۔ ہم ابھی قلعہ کو فتح کرنے والے ہیں آپ کیوں جاتے ہیں۔ اُس نے کہا کیا کروں زبردست امر ہے۔ جب میں ان کی خدمت میں گیا دیکھا کہ دو فوجاں خیر منہ کھولے حضرت صاحبؒ کے دونوں طرف بیٹھے ہیں۔ اور مجھے فرمایا کہ جلدی یہاں سے روانہ ہو جاؤ ورنہ تجھے کھالیں گے۔

اب یہاں ایک لحظہ قیام نہیں کروں گا۔ اُسی وقت روانہ ہو گیا۔ اور ان عزیزوں کو اس کے شترے سجات ہو گئی۔ اور حضرت صاحبِ دایں اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔

منقول ہے کہ ملک سنگھ اسد خاں کے تصرف سے نکل گیا۔ اور سکھوں کے قبضہ نشودہ میں آگیا۔ تو پائندہ خاں نے بنطورہ فرنگی سے جو رنجیت سنگھ کی طرف ڈیرہ غازی خاں

کا صوبیدار تھا۔ ملک سنگھ چھ ہزار روپیہ ٹھیکہ میں لے لیا اور اسد خاں کا قائم مقام وہ ہو گیا۔ اور خوشی (ہندو) اجارہ کے تیسرے حصہ کے تقرر پر پائندہ خاں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور وہ بھی منگنوٹھ میں بیٹھ گیا۔ حضرت صاحب نے اپنے عزیز واقربا اور لواحقین کے معمولات کی بحالی کی سدا ان سے لکھوا کر رکھ لی۔ مگر فضل خریف کی پرداخت

کے وقت ان دونوں ٹھیکیداروں نے اس اقرار نامہ کی پرواہ نہ کی اور اس کی خلاف ورزی کی۔ پس حضرت صاحب کے فرمان کے مطابق مولوی محمد کھوکھر اور محمد درجی (صاحبِ ملفوظِ راحت العاشقین) نے منگنوٹھ میں جا کر چند روز نہ گفت و شنید کی۔ آخر تین سو روپیہ نقد کا اندرانہ مقرر ہوا۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اگلے سال نہ لیں گے۔

جب یہ بات حضرت صاحب تک پہنچائی گئی۔ تو فرمایا کہ وہ ابھی آئندہ سال کا خیال رکھتے ہیں۔ میاں محمد درجی حضرت صاحب کے فرمان کے مطابق مبلغان جمع کر کے اہل کاروں تک پہنچاتے تھے۔ اور آں جناب ہر رات مبلغان کی وصولی کرتے اور بقایا کی کیفیت دریافت فرماتے تھے کہ اب کتنی باقی ہے۔ آخر ان تمام مبلغان میں سے

تین سو ^{۱۸} اٹھارہ روپے باقی رہ گئے تھے۔ بر علی الصبح پائندہ خاں گلے میں پھڑاڈے حضرت صاحب کے قدموں میں آکر گر گیا کہ اللہ کے لئے میری تعمیرِ معاف فرماؤں اور اس غلام سے تین سو روپیہ واپس لے لیں۔ فرمایا کہ تم اپنے ذمہ کے دو سو روپے سے دو اور اگر

خوشی والا ایک سو روپیہ بھی مزید دے دو تو تمہاری مرضی ہے جبر نہیں۔ اگرچہ پائندہ خاں نے عرض کیا کہ وہ بھی مجھ سے لے لیں۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا اور دعا کی کہ حق تعالیٰ

تمہیں خوش رکھے اور سراسر افرار رکھے۔ ایک شخص کا فرضہ دوسرے سے وصول کرنا مناسب نہیں۔ فصل ربیع کے آغاز میں کہ ابھی فصلِ خریف کی پیداوار نہ تھی۔ نہ لاہور

روانہ ہو گئے اور وہاں پائندہ خاں کی لاہور کے گورنر نے عزت افزائی کی اور اسے منیع
 ملاک کا حصہ دار بنایا تو وہ ملاک پہنچا اور تمام ٹھیکہ خوشی ہندو کے نام لگا کر اسے قید
 کر دیا جو لاہور میں قید رہا اور پھر ملتان کے قلعہ میں مر گیا۔ اور اس کا تمام خانگی سامان
 داخل سرکار ہو گیا۔

منقول ہے کہ جب پائندہ خاں مذکور نے اپنی مرقومہ سند کو جو حضرت صاحب کے
 لواحقین کے لئے لکھی گئی تھی بھاڑ دیا۔ اور تین سو روپے ان سے زیادہ لے لیا تھا جیسا کہ
 اس سے قبل ذکر کیا گیا ہے تو حضرت صاحب کو جلال آگیا تھا۔ اس سلسلہ میں اُسے اور خوشی
 کو کپڑے اور گرفتار کرنے کے لئے ڈیرہ غازی سے منظور فرمائی گئی۔ چند سوار بھیجے۔
 اس لئے کہ اجارہ میں خسارہ ہوا تھا اور اجارہ کے مقرّرہ مبلغان وصول نہ ہوئے تھے۔
 پائندہ خاں مذکور نے فصلو کو جو اُس کے نکاح میں تھی اور حضرت صاحب کے مریدوں
 میں سے تھی۔ چنانچہ اس کے نکاح کا ذکر اور اس کے مرید ہونے کا ذکر حضرت
 صاحب کے سرود سننے کے باب میں کیا جائے گا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں بھیجا وہ
 حجرہ سے باہر بیٹھ گئی اور خوش الحانی سے عزل گانے لگی۔ پھر حجرہ میں حضرت صاحب کے
 پاس گئی۔ چونکہ اس کی عزل سن کر حضرت صاحب خوش تھے۔ ذہابا تو کون ہو عرض کرنے
 لگی کہ میں آپ کی خادمہ فصلو ہوں۔ فرمایا اے فصلو تو نے اچھا کیا کر آگئی۔ کہو کس کام کے
 لئے آئی ہو عرض کرنے لگی کہ میرے شوہر کی تقصیر معاف کر دیں۔ اس کی گرفتاری کے لئے
 منظور انگریز کے سوار آئے ہیں۔ فرمایا تیرے شوہر کی تقصیر معاف۔ اُسے یہاں بھیج
 دے۔ وہ خوش خوش گئی اور اپنے شوہر کو بھیج دیا وہ آیا اور حضرت صاحب کے قدموں
 میں گر گیا۔ عرض کرنے لگا کہ میں نے جو حضور کے لواحقین سے تین سو روپے زیادہ لئے
 تھے دے دوں گا۔ پس حضرت صاحب نے اُس کا قصور معاف کر دیا۔ اور اپنے انگوٹھے
 کو ہلاتے ہوئے فرمایا کہ اگر تجھے منظور فرمائی گئی اجارہ کے روپوں کے لئے طلب کیا ہے
 تو جا اور اُسے اسی طرح ٹھیکہ گاد کھا۔ جس طرح میں نے ہلایا ہے اور کہو روپوں کے
 بجائے میرے پاس تو یہ کچھ ہے۔ اور اگر تمہیں لاہور بھیجیں تو چلے جانا تم خوش خوش رہیں

اڑ گئے۔ الغرض پائیدہ خاں اور خوشی ہندو کو منظور کے سوار گرفتار کر کے ڈیرہ غازی نے گئے اور اُس نے اُسی طرح مبلغانِ مذکورہ کے لئے انگوٹھا ہلا کر دکھا دیا۔ پس منظور نے ان کو لاہور رنجیت سنگھ کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے انہیں قید کر لیا۔ چند ماہ گزرے تھے کہ حضرت صاحبِ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک آگئے ہوئے تھے۔ پائیدہ خاں کی بیوی قتلوا اپنے شوہر کے قید خانہ میں کراہا گندہ حال تھی اور اپنے کنوؤں پر جو جوتان میں تھے۔ جا کر پہن رہی تھی اور ملک سنگھڑ چھوڑ دیا تھا۔ جب حضرت صاحبِ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس سے واپسی پر بلوہ کافی فور شاہ میں جو کونہ شریف سے دو منزل ہے، پہنچے تو حضرت صاحب کی تشریف آوری کی خبر سن کر فضلوا بھی خدمت میں پہنچی۔ حضرت صاحب مشغولی میں تھے اور حضرت صاحب پر کوئی حالت تھی۔ اے کہنے لگے جاؤ میں کیا کروں تمام کام خدا کے ہاتھ میں تھے۔ وہ بے چاری لاچار دوسرا سید ہو کر باہر بیٹھ گئی۔ اپنی سو خٹکی دل اور شوہر سے عشق کی بے قراری میں حضرت صاحب کے ذوق کے مطابق حافظ صاحب کی یہ غزل کہنے لگی۔

ایلا تیا الستی در کاشاؤا کہ عشق آسانِ داول الیٰ الخ لکھا پیری اذ کا ز صبا زان طبع بختاید و تاب بختیش بہ خون قتادہ لکھا
بجایا نگین کن گت پیمان گنہ کہ سا بک خیر بنو دہ و سہ منہ لکھا مراد نزل با بان پچھن عیش و ناز جس فریا و لیکہ دکر بندہ چلہا
ہے کا نہ خود کا سی بند ہی کشیدہ کجا پند آرزو کر دسانہ چلہا شب یک کیم کوچ چنیں مائل کجا نہ حال سا بکسان سا ملہا
حضرت میرزا ابی خاں صاحبِ نظر متی القی من شخصی مدد لیا دہا

میں نے پھر عرض کیا کہ اگر آپ تشریف لے جا رہے ہیں تو ان کا کام پورا کر کے تشریف لائیں۔ فرمایا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جب حضرت صاحب وہاں تشریف لے گئے قریب تھا کہ گڑھی اختیار خاں عبدالعمر خاں کے ہاتھ میں فتح ہو جاتی۔ جب اسے خبر ہوئی کہ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں۔ ملاقات کے لئے آیا اور عرض کیا کہ حضور کس مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا کہ تو ان عریضوں کو کیوں

حضرت صاحب نے خوش ہو کر فرمایا اسے فضلو کیا چاہتی ہے مانگ اُس نے کہا میرا شوہر جلد آجائے۔ فرمایا جا تیرے جانے سے قبل آجائے گا اور عزت و خوبی سے آئے گا۔ یہ سلام کر کے اٹھ گئی اور جس وقت کہ حضرت صاحب نے اُسے فرمایا تھا کہ تیرے جانے سے قبل پہنچ جائے گا۔ رنجیت سنگھ کو ایک عرض پڑی اور وہ یہ تھی کہ ملک طماک و بنوں اُس سے منحرف ہو گئے تھے اور مال و خراج دینے میں فساد کرتے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ کسی معتبر شجاع آدمی کو وہاں بھیجے کہ اُن کو اپنے حکم میں لائے اور میرے مطیع کر دے۔ پائیدہ خاں اس صفت سے متصف تھا۔ کسی نے بتایا کہ جس طرح کا آدمی آپ اس کام کے لئے چاہتے ہیں وہ پائیدہ خاں ہے۔ اُسی وقت رنجیت سنگھ نے اُسے بلایا۔ خلعت پہنائی اور جو اُس کے ذمہ اجارہ کے روپے تھے وہ معاف کر دیئے۔ اور فوج کا سردار بنا کر ملک مذکور میں بھیج دیا۔ وہ پہلے سنگھڑ آیا اور فضلو کے پاس پہنچا۔ فضلو نے اپنا تمام حال بیان کیا کہ اس طرح حضرت صاحب کی خدمت میں گئی تھی اور تیری راہی کے لئے عرض کی تھی۔ اور حضرت صاحب نے یوں فرمایا تھا۔ پوچھا کون سا وقت تھا کہنے لگی فلاں وقت۔ فلاں تاریخ۔ فلاں دن۔ پائیدہ خاں نے کہا اسی تاریخ و دن کو رنجیت سنگھ نے مجھے بلایا اور خلعت خاص دی تھی۔ یہ نصف ماہ جزا و تحریش صاحب مہاروی اور ابراہیم خاں انغان سے سنا تھا۔ پس فضلو نے پائیدہ خاں کو کہا کہ تو حضرت صاحب کا مہر ہو جا اور بیعت کر۔ اُس کم نصیب جاہل نے کہا اے فضلو میں تیرا مہر ہوں اور تو حضرت صاحب کی مراد ہے پس میں بھی اُن کا مہر ہوں اب اور بیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔

جاننا چاہئے کہ اولیاء اللہ کی دو حالتیں ہیں ایک حالتِ عبدیت۔ دوسری حالتِ حقیقت۔ جب حالتِ عبدیت میں ہوتے ہیں۔ اُس وقت کوئی اُن سے حاجت طلب کرے تو اپنے عجز کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کام خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہم عاجز ہیں اور جب ان پر حالتِ حقیقت وارد ہوتی ہے تو فرماتے ہیں مانگو کیا مانگتے ہو۔ اس طرح نفحات الانس میں حضرت احمد جامؑ کے ذکر میں لکھا ہوا ہے کہ ایک عورت اپنے نابینا بچے کو ان کی خدمت میں لائی۔ اور کہنے لگی اِسے بینا کر دیں۔ فرمایا مجھے قدرت

نہیں ہے کہ اسے بیٹا کروں اور انکار کر دیا۔ اُس عورت نے اپنے بچے کو ہاتھ میں پکڑا اور کہا کہ اسے اوپر سے زمین پر گرتی ہوں تاکہ مر جائے۔ میرے لئے یہ نابینا بچہ کس کام کا ہے۔ شیخ احمد جامؒ پر حالتِ حقیقت وارد ہو گئی۔ فرمایا نہ گرا۔ نیز سے بٹے کو بیٹا کرتا ہوں بیٹا کرتا ہوں۔ بیٹا کرتا ہوں۔ اُسی وقت اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ بیٹا ہو گیا۔

مولوی غلام حیدر صاحب نے اپنے ملفوظ میں لکھا ہے کہ میں موضع بہ وایں متکین تھا۔ ایک درویش مسافر مسجد میں آیا۔ میں نے رات کو ایک باجرہ کی روٹی اُس سے آگے رکھی۔ اُس نے فارسی میں کہا کہ میں نے اس غلہ کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ ہمارے ملک میں پیدا نہیں ہوتی۔ میں نے گندم کی پکھا ہوئی روٹی لا کر دی۔ پس اُس نے نماز عشاء کے بعد مجھ سے پوچھا کہ سنگھڑ یہاں سے کتنے دن کی راہ ہے میں نے کہا کہ جوان آدمی تین دن میں پہنچ جاتا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ اُس نے کہا کہ اصفہان کے نواح سے آ رہا ہوں اور حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ اُس ملک میں لوگ حضرت صاحب کو کیسے جانتے ہیں۔ اور تو کس طرح انہیں جان کر یہاں آگیا کہنے لگا۔ کہ میں وہاں عبد الغفور کی کتاب حواشی فوائد ضیائیہ پڑھ رہا تھا ایک رات مطالعہ کے بعد میں سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان میں شکاف ہو گیا ہے جیسے کہ کمرہ کار و شندان ہوتا ہے اور اس شکاف سے نورِ الہی یا ریش کے پر نالے کی طرح جاری ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ نور کس جگہ اور کس پر وارد ہو رہا ہے۔ کہنے لگے کہ یہ نور سنگھڑ شریف میں اس زمانہ کے غوث حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ پر نازل ہو رہا ہے کہ بغیر انقطاع کے اُس کی فیض رسانی سے روز قیامت تک یہ نور اُس پر برستا رہے گا۔ میں نے یہ خواب اپنے استاد معزم کی خدمت میں سنایا اور پھر مجھے شوق ہوا کہ سنگھڑ کی طرف روانہ ہو جاؤں جب بلوہ ہرات پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ سنگھڑ شریف نواحی ملتان میں ہے پس اس جگہ آ گیا۔ الغرض وہ شخص سنگھڑ شریف میں پہنچا اور حضرت صاحب سے بیعت ہوا۔ اور پھر اپنے وطن واپس چلا گیا۔

میاں محمد صاحب کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت صاحب مبارک

عصر کے بعد تونسہ شریف کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک امر دلو کا فرید نام حضرت صاحب کے پاس آکر سامنے بیٹھ گیا۔ فرمایا تیرا کیا نام ہے کہنے لگا کہ میرا نام فرید ہے پھر پوچھا تیرا باپ کیا کام کرتا ہے کہنے لگا لوگوں کی مزدوری کرتا ہے۔ اور میں لوگوں کی گائیوں کو چاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فرید جب تو اس طرف آ رہا تھا تو کیا راستہ میں تھے کوئی شخص ملا تھا کہنے لگا راستہ میں کئی مسافر ملے تھے۔ دوسری بار پوچھا کہ کوئی درویش ملا تھا۔ اُس نے شرمندگی سے سر نیچا کر لیا۔ اور خاموش بیٹھ گیا۔ اسی بات پر حیات میں تھے کہ مؤذن نے اذان دے دی۔ حضرت صاحب نماز کے بعد خلوت میں چلے گئے اور فرید مذکور کو بلا کر مرید کیا اور راہ خدا بنا کر بھیج دیا۔ جب وہ شخص بنگلہ سے باہر آیا تو دوسرے درویشوں نے اُسے پوچھا کہ حضرت صاحب نے تم سے دو دفعہ پوچھا تھا کہ کیا تمہیں راستہ میں کوئی ملا تھا یہ کیا بات تھی۔ کہنے لگا۔ میں نے ادب کی وجہ سے کچھ نہ کہا۔ اور اس بات کا راز حضرت صاحب کی ہیبت و شوکت سے نہیں کھول سکا۔ ماجر یہ تھا کہ ایک دن میں اپنے گھر سے باہر گیا تھا کہ ایک سفید ریش درویش مجھے ملا اور کہنے لگا آؤ تونسہ شریف میں چلو اور پیر تونسہ شریف سے بیعت کرو۔ میں یہ بات سن کر اس طرف روانہ ہو گیا۔ جب قصرانی شہر میں پہنچا تو میرے دل میں خطرہ پیدا ہوا۔ میں نے دلہی کا ارادہ کیا۔ اسی وقت حضرت غوث زبائی کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا اسے لڑکے آپیر تونسہ کی بیعت کر۔ پس میں اسی وقت یہاں آیا اور بیعت سے مشرف ہوا۔ مولوی محمد امین صاحب فرماتے تھے کہ میں نے بھی اُس مرید سے پوچھا تھا اُس نے مولوی قادر بخش صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے یہ شخص مجھے ملا تھا اور دوسری مرتبہ حضرت صاحب خود بلدت نے اپنی زیارت کرائی تھی پس فرید مذکور حضرت صاحب کے بنگلہ سے رخصت ہو کر مولوی گل محمد صاحب دامانی کے مکان پر آیا۔ اور تقریباً دوپہر کھڑا ہو کر دعا کرتا رہا۔ اور اللہ ہو اور ذکر کرتا تھا۔ اور رقص کرتا تھا۔

میاں محمد صاحب کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ میاں خیر محمد باغبان میرے سامنے کہتے تھے کہ میں ایک دن فضلے حاجت کے لئے تونسہ شریف کے شمالی تودہ ریگستان کی

طرف گیا ہوا تھا۔ جب اپنے مکان کی طرف واپس آیا تو راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ گرتا پڑتا کبھی دوڑتا ہو رہا تھا اور کبھی پاؤں پر آ رہا ہے اُس کی رفتار اور حالت سے حیران ہوا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید چور ہے اور کسی کے گھر میں چوری کے ارادہ سے جا رہا ہے۔ میں نے تعاقب کیا۔ پس وہ حضرت صاحبؒ کی مسجد میں پہنچ گیا۔ میں اُس کی تلاش میں صحنِ مسجد کی دیوار پر کھڑا تھا۔ اور اس انتظار میں تھا کہ وہ نظر آئے۔ کہ کس دروازہ سے باہر آتا ہے اور کہاں جاتا ہے جب ایک دو گھڑی کے بعد بھی وہ واپس نہ آیا تو میں اُسے دیکھنے کے لئے مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد میں پڑا ہوا تسبیح و تہلیل میں مشغول ہے۔ میں نے جانا کہ کوئی درویش باخدا ہے۔ اور وہ تمام حال راستہ کی کوفتگی کی وجہ سے تھا۔ جب مسجد سے سرائیا۔ میں نے کہا کہ اسے درویش ٹکڑے روٹی لے لے۔ اُس نے کہا تو دے دیں گے۔ پس میں لنگر میں گیا اور روٹی لاکر اُسے دی۔ اُس نے روٹی بغل میں رکھی۔ تھوڑی رات گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ تشریف لائے ہیں۔ میں حضرت صاحبؒ کی اس بوقت غیر معمولی تشریف آوری سے حیران رہ گیا۔ جب مسجد کے شمالی دروازہ کے قریب تشریف لائے میں اُسی دیوار سے تکیہ لگائے کھڑا تھا۔ فرمایا۔ میاں خیر ٹھہرتے۔ میں نے کہا ہاں حضور میں ہوں۔ پس حضرت صاحبؒ مسجد میں داخل ہوئے۔ اور وہ شخص جو مسجد میں پڑا ہوا تھا۔ اُس نے سرائیچا کیا اور حضرت صاحبؒ کو شناخت کیا اور حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر گیا۔ پس آپ نے اُسے بیعت کیا۔ اور مجاز بھی فرمادیا۔ پس حضرت صاحبؒ بنگلہ میں اپنی خلوت گاہ میں تشریف لے گئے اور وہ شخص اُسی وقت روانہ ہو گیا۔ میں یہ حال دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس شخص کے پیچھے روانہ ہوا۔ جب اُسی قودہ ریگستان شمالی پر میں پہنچا تو میں نے آواز دی کہ اے درویش ذرہ بھر ٹھہر گلاس نے میری طرف التفات نہ کیا اور نہ ٹھہرا۔ میں دوڑ پڑا اور اُس کا دامن پکڑ لیا۔ ابھی وہ روٹی اُس کی بغل میں تھی۔ میں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا میرا دامن چھوڑ دے۔ تو مجھ غریب سے کیا چاہتا ہے۔ مسافر

ہوں۔ اپنے وطن جارہا ہوں۔ میں نے کہا خدا کے لئے اپنا حال مجھے بتاؤ کہنے لگا کہ میں کثیر
 میں رہتا ہوں۔ میں نے خواب میں حضرت صاحب کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا آہا اور میری
 بیعت کر۔ میں نے پوچھا آپ کا وطن۔ فرمایا ملک سنگھڑ میں تونسہ میں رہتا ہوں۔ اُسی
 وقت اٹھا اور کھانا پینا چھوڑ دیا اور دن رات مسافت کر کے اس جگہ پہنچا۔ میں نے پوچھا
 یہ کیا سبب تھا۔ کہ تم مسجد سے باہر نہ آئے اور حضرت صاحب وہیں تشریف لائے
 اور تمہیں بیعت سے مشرف کیا۔ کہنے لگا کہ جب میں اس کے نواح میں پہنچا تو حضرت
 صاحب کے شہر و مکان سے حیران و مضطرب ہو گیا کہ آپ کہاں ہوں گے، پس پھر خواب
 میں آئے اور فرمایا کہ تونسہ میں آکر مسجد میں بیٹھ جائیں خود آکر تجھے تیرے مقصود تک
 پہنچا دوں گا۔ مسجد سے باہر نہ نکلنے کا یہ سبب تھا۔ حضرت صاحب نے اُسی وقت
 مجھے رخصت فرمادیا۔ اس لئے اب اپنے وطن جارہا ہوں۔

منقول ہے کہ ایک جاٹ سہڑو نام تونسہ شریف کا رہنے والا حضرت صاحب
 کا مرید تھا۔ اس کے اکاؤ اجلا اس نفع کے رہنے والے سادات کے مرید تھے حضرت
 صاحب کے دصال کے بعد وہ شخص اتنا بیمار ہو گیا کہ قریب المرگ ہو گیا۔ اور حالت
 فرع اس پر طاری ہو گئی۔ اُس کی بیوی اور نینا اُس کا سید پیر اور اُس کا باپ بھی
 اُس کے پاس بیٹھے تھے۔ اُس کی عورت نے کہا کہ اے سہڑو یہ دیکھ تیرا پیر تیرے
 پاس بیٹھا ہے۔ تو موت یا قبر کے عذاب کا فکر بالکل نہ کر۔ اُس نے کہا کہ یہ میرا پیر
 نہیں ہے۔ میرا پیر حضرت خواجہ محمد سلیمان ہے۔ اور وہ اس وقت میرے پاس بیٹھے
 ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت صاحب کے مریدوں میں سے ایک شخص سلطان محمود
 تھا۔ انگریزوں کی طرف سے ملک سنگھڑ کا تحصیل دار تھا۔ ایک دن وہ حضرت صاحب
 کی خانقاہ میں حضرت صاحب کے مناقب بیان کر رہا تھا۔ اور اُس وقت یغیر اور غلام محمد
 خاں درگاہی وغیرہ اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے تھے۔ اُس نے کہا کہ میرے کچھ روکیاں
 پیدا ہوئیں اور لڑکانہ تھا۔ اور مجھے طریقے کی بڑی آرزو تھی۔ ایک دن میں نے آکر

حضرت صاحب سے عرض کی کہ حضور قبلہ غلام کی بیٹیاں بہت ہیں مگر بیٹا نہیں ہے۔ دعا اور فاتحہ خیر فرمادیں کہ حق تعالیٰ مجھے فرزند نرینہ عطا کرے۔ اور ایک تعویذ بھی عطا فرمائیں۔ فرمایا کہ جب تو جانے لگے تو میرے پاس آنا تمہیں تعویذ لکھ دوں گا۔ پس روانگی کے دن میں نے حضرت صاحب سے تعویذ کے لئے عرض کیا۔ جلال کی نظر سے میری طرف دیکھا۔ فرمایا تمہیں کیا تعویذ لکھ کر دوں۔ میں نے دوبارہ خوف و ڈر سے سوال نہ کیا اور اسی طرح بغیر تعویذ کے روانہ ہو گیا۔ جب گھر پہنچا تو مجھے حضرت صاحب کی رنجیدگی کی وجہ سے بہت غم و الم تھا کہ کھانا کھانے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ جب گھر والوں نے کھانے کسے لئے کہا۔ تو میں نے کہا مجھے کھانا کھانے کی حاجت نہیں ہے اور اسی طرح اندوہ و غم میں سو گیا۔ حضرت صاحب کو خواب میں دیکھا کہ مسکرا کر میری طرف دیکھ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تعویذ نہ دینے کا اس قدر غم کر رہا ہے۔ خوش ہو جاؤ اور فکر نہ کرو۔ حق تعالیٰ تمہیں بیٹا عطا فرمائے گا۔ اور میری بہت تسنی کی۔ جب بیدار ہوا تو میں نے کھانا طلب کیا اور کھایا۔ کچھ عرصہ بعد حق تعالیٰ نے اُس قطب الافرادی دعا و برکت سے مجھے بیٹا عطا فرمادیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ الشیخ صاحب فرماتے تھے کہ مولوی عیسیٰ خان بہاول پوری میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے ہمراہ جہاں شریف جارہے تھے۔ جہاں پور کے قریب پہنچے تھے کہ اس راہ کے سوا جس پر جا رہے تھے۔ حضرت صاحب نے ایک اور راہ کی طرف دیکھا۔ وہاں آپ نے اپنی سواری کھڑی کر دی اور اپنے سیدھے بے کینہ معرفت غزینہ سے آہ سرد دیکھ کر نکال کر میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے عیسیٰ خان یہ دوسرا راستہ سیدھا ہمارا راستہ ہے۔ کہ اس راستہ سے جلد حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں جہاں شریف میں ان کی زندگی میں جایا کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ اس راہ کی وجہ سے حق تعالیٰ نے ہمیں اس مرتبہ تک پہنچایا ہے کہ اگر اپنے لنگر میں سونے چاندی کی روٹی تقسیم کرنا چاہوں تو حضرت قبلہ عالم کے طفیل تقسیم کر سکتا ہوں۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ نافع اسالکین میں لکھا ہے کہ ایک دن خلیفہ

محمد باراں صاحب فرماتے تھے کہ جب ابتداء میں حضرت صاحب کی خدمت میں رہتا تھا تو حضرت صاحب سے جو امور وارد ہوتے تھے تو ہمیں ظاہر میں خلاف شریعت نظر آتے تھے۔ مگر نفس الامر میں اور غور کے اعتبار سے شریعت کے عین مطابق ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت صاحب کے ہمراہ قبلہ عالم کے عرس مبارک پر جا رہے تھے۔ ایک دن ایک کنوئیں پر قیلولہ اتفاق ہوا۔ حضرت صاحب کے درویشوں نے جسارت کی اور اس کنوئیں کی زراعت خربوزہ اور تربوز وغیرہ حضرت صاحب کے سامنے ہی کھانی شروع کر دی اور آں جناب نے کسی کو منع نہ فرمایا۔ اس بات سے میں بہت حیران ہوا۔ کچھ دیر بعد اُس کنوئیں کا مالک آیا اور حضرت صاحب کی قدم بوسی حاصل کی اور کہنے لگا کہ اس غلام کی بڑی سعادت ہے کہ آپ اس کنوئیں پر آئے اور میری زراعت حضور کے درویشوں کے کام آئی۔ الحمد للہ کہ میری مراد برآئی اور غلام کی سعادت مندی کا باعث بنی اور جو باقی زراعت رہ گئی تھی وہ بھی اُس نے حضرت صاحب کے اور آں جناب کے درویشوں کے حوالہ کی۔ پس معلوم ہوا کہ درویشوں کا اس زراعت کو کھانا اور حضرت صاحب کا منع نہ کرنا شریعت کے خلاف نہ تھا۔ جیسا کہ نفس شریعت سے ثابت ہے کہ دوست کا مال بغیر اجازت کھانا جائز ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب پشاور سے منقول ہے کہ میں نے مولوی غلام رسول صاحب چنڑ بہاول پور سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ بیکانیر کے راجوں میں سے ایک راجہ نے ایک ٹھاکر مہاجن کو جو گاؤں کا سردار تھا اور اُس کا ہم قوم دجاگیر دار تھا قتل کر دیا تھا۔ اُس کے قتل کے بعد اُس راجہ کو عروج ملا۔ اس وجہ سے وہ گمان رکھتا تھا کہ مجھے یہ عروج اس ٹھاکر مہاجن کو قتل کرنے سے ملا ہے۔ یعنی اس کا قتل میرے حق میں مبارک ٹھہرا ہے۔ چنانچہ راجہ مذکور کی اولاد میں یہ دستور ہو گیا اور وہ عقیدے کے طور پر جاننے لگے کہ چونکہ ہمارے اجداد کے لئے ٹھاکر کا قتل کرنا مبارک رہا تھا اس لئے ہمارے لئے بھی مبارک ہے گا اور ہم عروج پائیں گے۔ پس ہر راجہ جو بیکانیر کے راج

تخت پر بیٹھتا تھا کسی سرکردہ مہاجن کو قتل کرنا اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے کو سرفراز کر کے
 بٹھا دیتا۔ اس طرح بیکانیر کے ایک راجہ سردار سنگھ نام نے ٹھاکر امر سنگھ سردار مہاجن
 کو قتل کرنے کے ارادہ سے بیکانیر طلب کیا۔ وہ شخص اپنی جان سے خوف سے اُس کے پاس نہ گیا
 جب اُس کو مزید تاکید آئی تو وہ بھاگ کر موضع تاج سرور میں آگیا اور حضرت قبلہ عالم
 مہاروی کی خانقاہ میں اپنے پیٹوں کے ساتھ پناہ لی۔ اور دن رات وہاں رہنے لگا۔
 اور حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار مبارک پر عرض کرنے کے لئے بھی جاتا تھا۔ باپ اور بیٹے
 ڈنڈوت کرتے تھے۔ جو ہندوؤں کے مذہب میں آداب سجالانے کا طریقہ ہے کہ سر سے
 پاؤں تک سیدھے زمین پر لیٹ جاتے۔ پیٹھ آسمان کی طرف کر کے اور پیٹ و پیشانی
 زمین پر ملتے تھے۔ جیسا کہ سجدہ کرتے ہیں۔ جب حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس کے دن آگئے
 تو سنگھ شریف سے حضرت صاحبزادہ خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب تشریف لائے۔
 ٹھاکر مذکور آپ کی خدمت میں گیا۔ اور آہ دہاری کی اور اپنی مشکل کے حل کے لئے فاتحہ
 اور دعا کا طالب ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ آپ کی ذات شریفہ کے سوا اور حضرت
 قبلہ عالمؒ کے سوا کوئی اور وسیلہ نہیں اور آپ کے مرشد کی خانقاہ کو بھیکوں کا لمھا دانا
 اور ذریعہ دیکھ کر استغاثہ سے کر آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ راجہ بیکانیر میری تقبیر سے
 کر دیں اور مجھے امان دے دیں۔ اور میری جان بخشی کریں اور مجھے خود بلا کر مجھ سے راضی
 ہو جائے۔ آپ نے اسے تسلی و تشفی دی اور فرمایا خاطر جمع رکھو۔ صاحب خانقاہ کے
 طفیل تمہاری تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ راجہ بیکانیر تجھ سے خود راضی ہو جائے گا۔
 اور تجھے عزت سے طلب کرے گا۔ جب عرس مبارک کے بعد صاحبزادہ حضرت
 خواجہ شاہ اللہ بخشؒ نے سنگھ شریف کی تیاری کی تو ٹھاکر مذکور نے خدمت میں
 حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت آپ روانہ ہو رہے ہیں اور اس غلام کی مشکل ابھی حل نہیں
 ہوئی۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا دو ماہ یہاں بیٹھو۔ اس کے بعد حق تعالیٰ تمہاری مشکل
 آسان کر دیں گے۔ پس حضرت صاحبزادہ صاحب اللہ بخشؒ بھی سنگھ شریف کی طرف
 روانہ ہوئے۔ اور ٹھاکر مذکور خانقاہ شریف پر رہنے لگا۔ ایک رات ایک درویش

صاحب نسبت نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تمام مشائخ کبار مع حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی بیٹھے ہیں اور حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب کھڑے ہو کر لوگوں کی عرض معروض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ہر حاجت مند اپنی عرض حضرت صاحب کی خدمت میں بیان کرتا ہے اور آپ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ ٹھاکر مذکور کے لئے بھی حضرت صاحب نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اُسے سہو دو ماہ باقی ہیں۔ تمہاری مشکل حل ہو جائے گی پھر تو اس جگہ اپنی مراد کو پہنچ جائے گا کہتے ہیں کہ دو ماہ کے بعد راجہ بیکانیر نے ٹھاکر کو معاف کر دیا اور اپنے مرشد کو جس کا نام گسائیں تھا اُس کا ضامن کیا اور مہر لگا کر پردہ نہ لکھ کر اس کے پاس بھیجا۔ وہ گسائیں جو اُس راجہ کا مرشد تھا۔ ٹھاکر کا ضامن بن کر اُسے اپنے ہمراہ بیکانیر لے گیا اور راجہ کے ساتھ اُس کی ملاقات کرائی۔ اور راجہ نے اُس کے ساتھ صلح کر لی اور اسے ممتاز و سر بلند کیا۔ وہ ٹھاکر مہاجن امر سنگھ نام اُس دن سے حضرت صاحب صاحبزادہ اللہ بخش جی سلمہ اللہ تعالیٰ سے کمال اعتقاد رکھنے لگا۔ بلکہ ہندو مذہب سے بے زار ہو کر اُن کا مرید ہو گیا۔ اور خفیہ ورد و وظائف پڑھنے لگا۔ اور اس سال کہ فقیر احاجی نجم الدینؒ حضرت صاحب کی زیارت کے لئے سنگھٹ شریف جا رہا تھا۔ تو جب بیکانیر میں پہنچا اور صاحبزادہ صاحب شاہ اللہ بخش صاحب اجیر شریف سے بیکانیر آئے ہوئے تھے۔ تو ٹھاکر مذکور بھی آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ اور ایک آدمی آپ کی نذر کیا تھا۔ فقیر بھی اُس وقت حاضر تھا۔

حضرت میاں نور بخش صاحب فرماتے تھے کہ میاں اللہ داد سکھ کوٹ کا یہ کہ باذوق درویش تھا اور حضرت غوثؒ زمان کے مریدوں میں سے تھا۔ وہ میرے سامنے بیان کرتا تھا کہ ہمارے شہر کا ایک باشندہ تھا اُسے ایک بے گانہ عورت سے عشق ہو گیا۔ اور ایک مدت تک اُس عورت کے وصل سے غلط اٹھا تا رہا جب اس کی تقدیر نے

یادری کی تو حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں جا کہ بیعت ہو گیا۔ اور اس بڑے کام سے توبہ کی۔ جب پھر اپنے کا دل آیا تو اس کام سے باز رہا۔ وہ عورت جو اس کے عشق میں شعلہ تھی۔ ہر وقت بے چین رہتی تھی اور ہمیشہ اُسی کے وصل کے انتظار میں رہتی تھی۔ ایک دن اس شخص کو شیطان نے درغلا یا۔ وہ رات کے وقت اُس عورت کے گھر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ گھر حضرت صاحبؒ کا بنگلہ شریف ہے۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر توبہ کرتا ہوا واپس آ گیا۔ پھر شیطان نے اُسے درغلا یا۔ پھر اس کے گھر گیا پھر حضرت صاحبؒ کا بنگلہ شریف نظر آیا۔ پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرتا ہوا واپس آ گیا۔ تیسری مرتبہ جب پھر شیطان نے درغلا یا پھر اُس کے گھر گیا۔ اس بار خود حضرت صاحبؒ کو بنگلہ شریف میں دیکھا۔ بہت شرمندہ ہوا اور واپس آ گیا اور پھر اس کام سے کبھی توبہ کی۔

میاں نور بخش صاحبؒ سجادۂ نشین حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت غوثِ زمانؒ کی زبانِ وحی بیان سے سُن لیا ہے وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا اُس دن آپ بہت غمگین و افسردہ تھے۔ ایک شخص نے حضرت قبلہ عالمؒ سے پوچھا کہ آج غمگینی کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا کہ آج ماریوں صدمی کا پہلا دن ہے۔ اس وجہ سے غمگین ہوں کہ یہ دور ایسے زہریلوں ہے کہ اس دور میں لوگوں کا ایمان کم رہ جائے گا۔ مگر صرف وہ نہیں گئے جو اہل اللہ کا دامن پکڑ لیں گے اور وہی ہوں گے جن کو زوالِ ایمان کا خطرہ نہ ہوگا۔ نیز جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ درود پڑھے گا۔ اس کا ایمان بھی سلامت رہے گا۔ اب الحروف کتنا ہے کہ میں نے یہ واقعہ خود بھی حضرت صاحبؒ کی زبان مبارک سے ایک دفعہ سُنا تھا۔

حضرت میاں نور بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ شریف کی طرف آ رہے تھے۔ جب بلدہ جہان پور میں کہ ملتان سے تیس کوس پر ہے۔ پہنچے تو ایک شخص عبد الوہاب نام جو آپ کا مرید تھا اور اس شہر کا رہنے والا تھا آیا اور اُس نے عرض کیا کہ قبلہ میرے گھر میں بڑی چوٹیوں نے سوراخ کر دیا ہے۔ ایک لحظہ آرام نہیں ہے اور دن رات میرے گھر میں پھرتی ہیں۔ دُعا

فرمائیں کہ دفع ہو جائیں حضرت صاحب کے مریدوں میں سے بہاولا نام ایک شخص وہاں بیٹھا تھا۔ آپ نے اُسے فرمایا کہ جا اور میری طرف سے کہہ دے کہ فلاں شخص تمہیں کہتا ہے کہ میرے گھر سے چلے جاؤ۔ ورنہ تمہیں بہاولا لا نگڑی وال مائے گا۔ جب یہ پیغام جیونٹیوں کو پہنچا یا گیا تو فوراً وہ گھر چھوڑ گئیں۔

۱۸۸۸ء

ایک شخص جو ملک سوتر کا تھا جس سے مراد ضلع فٹیا باد و سرسہ ہے۔ حضرت صاحب کے مریدوں میں سے تھا۔ اُسے ہر سال سانپ لانا تھا۔ آخر لا چار ہو کر حضرت غوث زمانہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبلہ مجھے ہر سال سانپ لانا ہے دُعا فرمائیں تاکہ حق تعالیٰ مجھے اس بلا سے امان دے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے ملک میں ایک کامل بزرگ گوگا نام ہے قوم جوہان سے۔ تمام سانپ اُس کے تابع ہیں اور اُس کے عرس پر جمع ہوتے ہیں۔ جب اُن کا عرس آئے اُن کے مزار پر جا اور میری طرف سے پیغام دے کہ فلاں شخص میرے میر نے آپ کو کہا ہے کہ آپ قوم جوہان سے ہیں اور میں قوم افغان سے اور اس میرے مرید کو ہر سال سانپ لانا ہے اور سانپ آپ کے تابع ہیں۔ اگر پھر اسے سانپ کاٹے گا تو میں آپ کے ساتھ وہ کروں گا جو افغانوں نے جوہانوں سے کیا تھا۔ (اور وہ قہقہوں سے کہ جوہان دہلی پر بادشاہت کرتے تھے تو ان سے بادشاہت افغانوں نے چھین لی تھی اور انہیں دہلی سے نکال دیا تھا) میں آپ سے یہی معاملہ کروں گا۔ اور آپ کی ٹہیاں قبر سے باہر نکال دوں گا۔ اُس شخص نے جا کر اُسی طرح کہہ دیا۔ پھر اسے کبھی سانپ نے نہ کاٹا۔ نعمت خاں جوہان پسر نواب الف خاں فتح پوری قائم خانی جو شاہجہان بادشاہ دہلی کے عہد میں تھا۔ کی تعین قیام راسہ میں لکھ ہے کہ گوگا کا نام علا الدین تھا پہلے کافر تھا۔ پھر اسلام لایا۔ کفر کی حالت میں اُس کا نام گوگا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اُس کا نام علا الدین رکھا گیا۔ اُس کی قبر اُس قریہ میں ہے جس کو ماڑی گوگا کہتے ہیں۔ یہ قریہ بہادران بلدہ کے قریب ہے جو بلدہ سرسہ سے بیس کوس پر جنوب کی طرف ہے۔ اُس کے باپ کا نام جیور بن مانک بن جوہان ہے۔ جیسا کہ قیام راسہ میں ہے۔ گوگا کے تقرقات اور کرامتیں مشہور ہیں۔ خاص طور سانپ کے کاٹنے سے سلسلہ میں۔ اور اکثر بہا سے ملک میں ہندو اُس کے معتقد ہیں۔ اور مسلمان جاہل بھی

مگر علماء چونکہ اُس کے اسلام لانے کے بارہ میں نہیں جانتے، اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کافر تھا۔ اور اس کی قہر کی زیارت اور اس سے استمداد کو شرک کہتے ہیں۔ مگر یہ صرف بے خبری کی وجہ سے ہے وہ کامل بزرگ تھا۔ جیسا کہ حضرت صاحبؒ کے مناقب سے واضح ہے واللہ اعلم بالغیب۔

حضرت میاں نور بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت غوثؒ زمان کے مریدوں میں سے ایک شخص تھا وہ سردار خاندان کی ایک کافر عورت پر کہ ہمارے ملک میں انہیں بٹھا کر بچوت کہتے ہیں عاشق ہو گیا۔ اور وہ عورت بھی اُس پر فریفتہ ہو گئی۔ مدت تک ان دونوں کے تعلقات قائم رہے۔ آخر یہ راز اُس کاؤں کے تمام لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔ سب نے اُسے پکڑنے اور مارنے کا پروگرام بنایا۔ اتفاق سے ایک دن وہ شخص اُس عورت کے پاس بیٹھا تھا۔ جب ان لوگوں کو جو اس کی تلاش میں تھے خبر ہو گئی۔ آکر اُس کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور چاہا کہ اندر جا کر اُسے ماریں۔ جب اُس شخص کو اس حال کی خبر ہوئی۔ تو حضرت صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور عرض کیا کہ یا حضرت اگرچہ گناہ کار ہوں مگر آپ کے دامن سے وابستہ ہوں۔ وقتِ امداد ہے مجھے ان مدعیوں کے ہاتھوں سے نجات دلائیں۔ جب وہ لوگ اسے مارنے کے لئے اندر گئے دیکھا کہ اُس عورت کا شوہر جو اس کاؤں کا ٹھاکر تھا اپنی بیوی کے پاس بیٹھا تھا۔ اور دوسرا کوئی نہیں ہے۔ شرمندہ ہو کر باہر چلے گئے۔ یعنی وہ شخص اُس عورت کے شوہر کی شکل کا انہیں دکھائی دیا۔ جب باہر گئے تو وہ شخص وہاں سے نکلا۔ اور اُن سے بچ گیا پھر اُس کاؤں کو چھوڑ دیا۔ اور دوسرے کاؤں میں آباد ہو گیا۔ پھر کچھ مدت بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بلدا تاج سردار میں پہنچا۔ وہاں سے حضرت صاحبؒ کے ساتھ پاکپتن شریف پہنچا۔ پھر حضرت صاحبؒ کے ساتھ سنگھڑ شریف گیا۔ اور پھر وہاں کچھ عرصہ رہ کر واپس اپنے وطن آنے کے لئے حضرت صاحبؒ سے اجازت لی۔ فرمایا۔ جاؤ مگر ٹھاکر نہ بننا۔ یعنی حضرت صاحبؒ نے اس قصہ کی طرف اشارہ کیا۔ جب اس کی شکل ٹھاکر کی صورت بن گئی تھی۔ وہ شرمندہ ہوا اور پھر ایسا کبھی نہ کیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے بھی یہ قصہ کچھ عرصہ ہوا سنا تھا۔ مگر میں بھولی گیا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ زادہ نور بخشؒ جی نے از سر نو یہ قصہ میرے سامنے بیان فرمایا تو مجھے یاد آ گیا کہ یہ وہی قصہ ہے۔

منقول ہے کہ مولوی جلال الدین صاحب دہلوی صالحین وقت تھے اور حضرت صاحب

کے مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے اس فقیر کے سامنے بیان کیا کہ میں اکثر دین علی شاہ
مہذب کے پاس جاتا تھا۔ جو دہلی میں شہر کے باہر قدم شریف کے راستہ میں رہتا تھا۔
اور کالمین وقت سے تھا۔ مجھے اُس پر بہت اعتقاد تھا۔ وہ کسی سے بات نہ کرتا تھا
نہ کسی شخص کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ بلکہ ہر وقت اپنے جذب میں رہتا تھا۔ مگر میں
جب بھی اس کے لئے کھانا لے جاتا میرے ہاتھ سے لے لیتا اور کھا لیتا اور میرے
ساتھ کلام بھی کرتا اور میں کافی دیر تک اس کے پاس بیٹھا رہتا تھا۔ ایک دن میں
نے حضرت غوثِ زمان اپنے ہیر کو خواب میں دیکھا کہ مجھ پر غصہ ہوئے اور اپنی ریش
مبارک سے ایک بال لے کر فرمایا کہ تو اس مہذب کا کیا معتقد ہو گیا ہے اس کا رتبہ میری
دائری کے ایک بال برابر بھی نہیں ہے۔ جب بیدار ہوا۔ ڈرا کہ کہیں حضرت صاحب
میرے اس کے پاس جانے سے ناراض نہ ہوں اور میرا حال خراب نہ ہو جائے۔ اُس
دن کے بعد اُس کے پاس چند دن تک نہ گیا۔ کچھ مدت بعد پھر ایک دن اُس کے پاس
گیا۔ وہ میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں اس مہذب کے پاس جب گیا
تو میں نے اپنے دل میں اپنے حال کے بارہ میں التجا کی تھی۔ اُس نے میرے دل میں سوچنے
پر ہی بلند آواز سے پٹھان پٹھان کہنا شروع کر دیا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا اشارہ
میرے پر حضرت صاحب غوثِ زمان کی طرف تھا۔ کیونکہ آپ کی قوم پٹھان تھی۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحب نے اپنی مجلس میں فرمایا تھا کہ پیری و

مرشدی کے لائق وہ ہے کہ اگر اُس کا مرید ہزار کوس پر بھی ہو تو اُسے اُس کے حال کی خبر
ہو اور اس کی مدد کو پہنچے۔ مولوی سلطان محمود گورایہ جو ہاشم شاہ قادری کا مرید تھا۔
اور حضرت صاحب سے مجاز تھا۔ اور اپنے وقت کے صالحین و مشائخ سے تھا۔ اُس
نے عرض کیا کہ اگر پیر کا یہ وصف ہے تو ہم جنہیں آپ نے مرید کرنے کا حکم دیا ہے
کیا کریں کہ ہمارا یہ رتبہ نہیں ہے۔ پس ہمارا حال کیا ہوگا۔ فرمایا کہ جس شخص کو کسی
کامل پیر و مرشد نے اجازت دی ہو اُسے کوئی ڈر نہیں ہے اور اسے اجازت ہے۔

کہ مرید کرے اور میں جس نے تمہیں اجازت دی ہے تمہاری جگہ موجود ہوں گا۔
 مولوی دیدار بخش صاحب فرماتے تھے کہ میرے سامنے احمد خاں ملی زنی ہو درویش
 تھا اور حضرت صاحب کا مرید تھا۔ بیان کرتا تھا کہ ایک دن حضرت صاحب نے مجھے
 فرمایا کہ اے احمد خاں میرے تمام مریدوں کو دوست رکھو اور ان کے بارہ میں حسن
 ظن رکھو۔ اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کے حق میں فرمایا ہے۔
 أَتَصَابِحُونَ لِلَّهِ وَالْعَالَمِينَ لَئِنْ رَئَيْتُم مِّنْ عِزِّ بْنِ آدَمَ لَتَكُنْ لِّكُلِّ شَيْءٍ مُّوَدَّةً
 لَّيْسَ أَدْرَجُونِيكَ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ هُنَّ
 مریدوں کے حق میں بھی اچھا لگاؤ رہنا چاہیے

مولوی دیدار بخش صاحب فرماتے تھے کہ میرے سامنے مولوی شرف الدین صاحب آہودی
 نے جو حضرت غوث زمانے کے خلفائے سے تھے۔ فرمایا کہ میں ایک دن حضرت صاحب کی
 خدمت میں گیا اور بڑی گستاخی سے عرض کیا کہ قبلہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی
 نے اپنے قصیدہ میں فرمایا ہے کہ ”فَاعْلَمْ أَنِّي رَأْسُ الْإِبْرَاقِ“ (میرے جھنڈے سے پہاڑوں
 کی چوٹیوں پر نصب ہیں، فرمایا ہاں حق تعالیٰ نے مجھے بھی یہ رتبہ دیا ہے اور میں بھی کہتا ہوں
 ”فَاعْلَمْ أَنِّي رَأْسُ الْإِبْرَاقِ“

ایک دفعہ حضرت صاحب سنگھ شریف سے آ رہے تھے۔ جب دریائے سندھ پر
 پہنچے تو پر بدیاں ایک سکہ جو صوبہ ملتان کے حاکم سادون مل کی طرف سے سنگھ شریف ضلع کا
 حاکم تھا، تمام کشتیاں پکڑ کر کسی طرف لے جا رہا تھا حضرت صاحب نے اسے ہر چند فرمایا کہ ہم
 درویش ہیں۔ دریا عبور کرنے کے لئے ایک کشتی ہمیں دے دو۔ تاکہ دوسری طرف چلے جائیں
 وہم دود کا فر تھا۔ اس نے حضرت صاحب کے فرمان پر کان نہ دھرا۔ اور مذاق کے طور پر
 کہا کہ تو نے تو نسہ شریف میں لنگر جاری کیا ہوا ہے اور ہزاروں درویشوں کو روٹی دیتا
 ہے۔ اگر ایک دو روز اس جنگل میں بیٹھ کر درویشوں کو روٹی دے گا اور لنگر جاری

کرے گا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ الغرض وہ کافر تمام کشتیوں کو موضع درآبی کی طرف لے دیا
 گیا۔ حضرت صاحب اپنے درویشوں کی جماعت کے ہمراہ جو کئی سو پیاہوں اور
 شریفیوں اور
 شریفیوں اور

سواروں پر مشتمل تھی، اس جنگل میں بیٹھ گئے۔ جب نماز ظہر کا وقت آیا تو غازی باجماعت پڑھی اور اپنے معمول کے مطابق قرآن شریف لے کر تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو ایک شخص غازی نام بلوچ کو جو حضرت صاحب کے مریدوں میں سے تھا، فرمایا کہ اسے غازی دیکھ دریا میں پانی بھی ہے اس نے کہا حضور دریا طوفان میں ہے اور پانی بہت ہے۔ کشتی کے بغیر عبور نہ کر سکیں گے پھر فرمایا کہ مجھے تو دریا میں پانی کم معلوم ہوتا ہے۔ جاؤ دریا میں داخل ہو کر دیکھ اس کنارہ سے اُس کنارہ تک جا اور پانی کا اندازہ لگا کر آ۔ میاں عبداللہ کھوکھر سنگھ ٹوی فرماتے تھے کہ حضرت صاحب نے غازی خاں مذکور کو یہ الفاظ فرمائے کہ فرعون کا فرنے دعویٰ عدلیٰ کیا تھا اور حق تعالیٰ نے اسے دریائے نیل میں راہ دے دیا تھا۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ گو ہیں تو کیا عجیب ہے کہ دریا ہمیں راستہ دے دے۔ غازی خاں حسب الامر دریا میں داخل ہوا، اور اس کنارہ سے اُس کنارہ تک گیا۔ دریا میں صرف اتنا پانی معلوم ہوا کہ آدمی کے گھٹنوں تک آسکے۔ اگر عرض کیا کہ یا حضرت دریا میں پانی اس قدر ہے۔ فرمایا۔ بیٹھی اللہ رکھنا ہو جاؤ درویشوں کی تمام جماعت سوار پیادہ چھوٹے بڑے گھوڑوں گدھوں اور اونٹوں کے ساتھ دریا میں داخل ہو گئے اور ہر آدمی چاہے لمبا عتایا چھوٹا، گھوٹا، اونٹ گدھے سب کے گھٹنے گھٹنے پانی تھا۔ یہاں تک کہ تمام درویشوں کی جماعت اس گہرے دریا کو حضرت صاحب کی کرامت سے کشتی کے بغیر عبور کر گئی۔ اس کے بعد لکڑیوں کا ایک گٹھا باندھ کر اور اس کے نیچے چڑے کی کشتی رکھ کر حضرت صاحب کو اس پر سوار کرا کے دریا عبور کرایا۔ حضرت جناب صاحبزادہ اللہ بخش صاحب ہی آپ کے سجادہ نشین اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میں اور میرے والد یعنی حضرت صاحبزادہ گل محمد جی بھی اس سفر میں حضرت صاحب کے ساتھ تھے۔ اور ہم نے دریا کو بغیر کشتی کے عبور کرنے کا یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور میں اور میرے والد حضرت صاحب کے ساتھ اس پشاور پر سوار ہو کر پار گئے تھے اور ایک بزرگ میرے سامنے فرماتے تھے کہ میں بھی اس سفر میں حضرت صاحب کے ساتھ تھا۔ جب خلقت بغیر کشتی کے دریا عبور کرنے لگی تو حضرت صاحب ذوق میں آ گئے۔ اور بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔ تراکشی آورد مارا خلا (تمہیں کشتی ملے گی اور میں خدا)

جب سب جماعت دریا عبور کر چکی تو اس کے بعد کچھ اور لوگ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ درویشوں کی جماعت دریا سے بغیر کشتی کے گزر رہی ہے تو انہوں نے بھی ان کی تقلید کی اور دریا میں داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ غرق ہونے لگے اور وادیا کرنے لگے کہ ہم غرق ہو رہے ہیں۔ آخر بہت دشواری کے بعد وہ واپس دریا سے باہر نکلے۔ اور ان سے یہ نہ ہو سکا کہ بغیر کشتی کے دریا پار کریں۔ حضرت صاحب نے اُس غازی خاں بلوچ کو خوش طبعی سے پوچھا کہ ہمیں یہ غازی بغیر کشتی کے دریا سے لے آیا ہے۔ ورنہ دریا میں پانی بے انتہا ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحب کا دستور تھا کہ عمداً اور اختیاراً اپنی کرامت ظاہر کرتے تھے۔ آپ اپنی کرامت کے چھپانے میں بہت کوشش فرماتے تھے۔ البتہ اگر سکرا و جبراً و ضرورتاً کرامت کے اظہار کا وقت آتا تو کسی دوسرے شخص کے واسطہ اور بہانہ سے اظہار فرماتے کہ یہ کرامت اس شخص سے ظہور میں آئی ہے اپنا حالہ نہیں دیتے تھے مگر ہر شخص جانتا تھا کہ یہ حضرت صاحب کی کرامت ہے۔ چنانچہ بارش برس آنے کا حوالہ ملکا محمد کھوکھر کے سپرد کر رکھا تھا اور اسی سبب سے اس کا نام ”مینہ برساؤ“ رکھا تھا حضرت صاحب کا یہ واقعہ دریا سے سندھ کو بغیر کشتی کے عبور کرنے کا مشہور ہے اور مبارک شریف و سنگھ شریف کا ہر شخص اس واقعہ سے واقف ہے۔ اور مولوی غلام حیدر نے اس قصہ کو اپنے ملفوظ میں لکھا ہے اور اسی ملفوظ میں یہ رباعی بھی ہے۔

رباعی: ہمیں کرامت حضرت چو معجزہ ہوئے۔ کہ اوزنیل گزر کر دواں ز دریا سے سندھ
عجب ملار باں امر سالکانِ خدا۔ کہ میر سدا بیک لحظہ ز مردم بہ ہند مشنوی
شمریف میں یہ ہے۔

ایں سخن چوں بہت پہنچا پیرِ دور
باسیماں باش تا یابی تو نور

نقل ہے کہ جب یہ بات ملک میں مشہور ہو گئی کہ حاکم سنگھ شریف پر بدایال نے حضرت صاحب

بے وفائی کی اور کشتی نہ دی تو ساون مل صوبہ دار ملتان نے اُس کو سخت سزا دی اور سنگھ شریف کے عہدہ سے معزول کر دیا۔ چند دن قید رکھا اور پھر ناناوان لے کر چھوڑا تو وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اپنی تقصیر معاف کرانے کے لئے آیا اور گریہ و زاری کی تو حضرت صاحبؒ نے اُسے معاف کر دیا اور وہ پھر اپنے عہدہ پر مقرر ہو گیا۔

نقل ہے مولوی غلام حیدر کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ میاں عبدالمجید خاں فوغل زئی میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ اپنے اہل و عیال سے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا۔ ساون کا موسم تھا اور دریا جوش میں تھا۔ میں غرق ہونے لگا۔ ہر چند ملاحوں نے زور لگا کر کوشش کی مگر ناکام نہ ہوا۔ لا علاج ہو کر تمام ملاح کشتی سے باہر نکل آئے اور اپنے چھوٹوں پر تیرنے لگے میں نے اس وقت زندگی سے مایوس ہو کر در و دروسوز کمال سے حضرت کے نام کا نعرہ لگایا کہ ”یا حضرت خواجہ سلیمان وقت مدد است“ تو اُسی وقت میں نے مشاہد کیا کہ حضرت صاحبؒ گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ دریا کی موجوں پر سے آرہے ہیں۔ اور گھوڑے کے پاؤں دریائے بالا بالا ہیں۔ میری مدد کے لئے حضرت صاحبؒ نے اپنا ہاتھ ڈالا اور کشتی کو دریائے باہر نکالا اور چلا یا پھر نظر سے غائب ہو گئے۔

نقل ہے میاں صاحب شاہ حسن عسکری جو حضرت صاحبؒ کے حلقہ میں سے تھے فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے سنگھ شریف گیا ہوا تھا اور ایک سلوک کی کتاب شروع کی ہوئی تھی۔ ایک دن زوال کے وقت حضرت صاحبؒ سے سبق لے رہا تھا کہ ایک ایک حضرت صاحبؒ جذبہ میں آئے اور اپنے دست مبارک سے میری طرف اشارہ فرمایا جُل جُل جج کی پیش کے ساتھ جس کے معنی ہیں رواں شدن سنگھ کی زبان میں فرمایا یعنی فرمایا چل (برو) اور حضرت صاحبؒ کے دست مبارک سے پانی کے قطرے اس قدر گرے کہ میری کتاب اور کپڑے تر ہو گئے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید مجھے فرار ہے ہیں کہ برو۔ میں وہاں سے اُٹھ کر حلقہ میں آگیا۔ دوسرے دن چند لوگ حضرت صاحبؒ کی زیارت کو آئے۔ اور انہوں نے اپنا قصہ بیان کیا کہ کل زوال کے وقت ہماری کشتی غرق ہو رہی تھی۔ ہم نے حضرت صاحبؒ سے امداد چاہی نہ اعتنا یا حضرت خواجہ سلیمان آمد نہا“ خواجہ سلیمان! ہماری امداد اور نصرت کرو، ناگاہ وہاں سے

ایک ہاتھ نکلا اور کشتی کو دھکا لگایا اور کہا بھلے۔ اُسی وقت کشتی چلنے لگی اور ہم غرق ہونے سے بچ گئے۔ میاں صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ مجھے یقین ہو گیا کہ کل حضرت صاحب نے زوال کے وقت مجھے سبق دیتے ہوئے فرمایا تھا بھلے اور پانی آپ کے ہاتھوں سے گر رہا تھا۔ یہی ماجرا تھا۔

نقل ہے کہ حضرت آخری سال بلدہ تلج سرور چشتیاں میں حضرت قبلہ عالم سے عرس پر تشریف لائے اور اس سال کے بعد پھر نہ آ سکے۔ یہ فقیر بھی حضرت صاحب کے ساتھ سنگھڑ شریف سے آیا تھا۔ جب غوثِ زمانؒ واپس سنگھڑ شریف کی طرف تشریف لے گئے تو چند شمس سال قصبہ سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور چند دنوں کے بعد بلدہ جو پنجونوں سے خواجگانِ چشت کی زیارت کے لئے دہلی گیا اور وہاں سے جب پھر اپنے وطن بلدہ جو پنجونوں میں آیا تو چند دنوں کے بعد حج کا ارادہ ہو گیا۔ میں روانہ ہوا اور اس سفر کے واقعات اور اس کی تفصیل آخر کتاب میں اپنے ذکر میں لکھوں گا۔ الغرض حج کے بعد اور زیارتِ مدینہ طیبہ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب واپس اپنے ملک آیا تو ایک ماہ اپنے گھر میں رہا اور پھر سنگھڑ شریف گیا اور اپنے مرشد حضرت غوثِ زمانؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر رحمت لے کر اپنے گھر آیا اور چند دنوں کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میاں حاجی عبداللہ شید پوری کا اُسے حاجی غلام محمد بھی کہتے تھے سنگھڑ شریف میں مجھ سے ملا اور وہ سفر حج اور زیارتِ حرمین الشریفین میں میرا رفیق تھا اور حضرت صاحبؒ کا مددگار تھا اور جب میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آیا تھا۔ تو وہ میری رفاقت چھوڑ کر مکہ معظمہ میں چند ماہ رہا تھا۔ اور مجھے حضرت صاحبؒ کی زیارت کا اضطراب تھا۔ پس میں جلد وطن آ گیا تھا اور اضطراب کی وجہ یہ تھی کہ خواب میں حضرت صاحبؒ نے مجھے وطن واپس آنے کے لئے تاکید کی تھی چنانچہ اس کی تفصیل بھی اپنے ذکر میں لکھوں گا۔ الغرض حاجی صاحب مذکور نے میرے سامنے بیان کیا کہ جب تو مکہ سے روانہ ہوا تو میں تیرے بعد تین ماہ مکہ معظمہ میں رہا ایک دن جنتِ اعلا میں زیارت کے لئے گیا تو ایک برہنہ مجذوب قبرستانِ معلیٰ میں پایا وہ کسی سے بات نہ کرتا تھا۔ اور جو اُس کے پاس جانا اُسے پتھر مارتا تھا۔ اور اسے عربی زبان

میں کہتا تھا کہ رُحِ انتِ حرامی کہ یہاں سے جاؤ کہ تو چور ہے اور حرامی عربی زبان میں چور کو کہتے ہیں۔ جب اُس مجذوب نے مجھے دیکھا تو میری طرف اپنی ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا "تَعَالِ تَعَالِ" یا شیخ یعنی اسے شیخ بیا بیا۔ میں اس کے نزدیک گیا تو اُس نے مجھے کہا "اِنَّ الشَّيْخَ يَعْنِي تُو" مشائخ میں سے ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا "فَإِنَّ الشَّيْخَ" یعنی تیرا پیر کہاں ہے۔ میں نے کہا فی بلادنا لمتان یعنی ملتان کے نواح میں۔ اس مجذوب نے کہا سلیمان۔ میں نے کہا ہاں اس نے سلام کیا اور کہا۔

هُوَ شَيْخُنَا، هُوَ تَاجُنَا هُوَ شَيْخُ الْمَغْرِبِ وَالْمَشْرِقِ أُولَئِكَ اللَّهُ كَيْفَ وَخَلِيفَتُهُ اللَّهُ وَهُوَ خَلِيفَةُ اللَّهِ یعنی وہ میرا پیر ہے۔ وہ میرا تاج ہے وہ مشرق و مغرب کا پیر ہے۔ ولی اللہ بہت ہیں۔ مگر خلیفۃ اللہ ایک ہے۔ اور وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ (جسے غوث کہتے ہیں ہر زمانہ میں ایک ہوتا ہے) پس خواجہ سلیمان اللہ کے خلیفہ ہیں۔ میں اس مجذوب کی باتیں سن کر حیران رہ گیا۔ اس ضمن میں دوسرے آدمی جو زیارت کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ مجذوب جو کسی کے ساتھ کبھی بات نہ کرتا تھا مگر آج اس درویش سے کیسے کلام کر رہا تھا۔ وہ بھی اس مجذوب کے نزدیک آئے۔ اس وقت مجھ پر بھی پھتراٹھایا اور کہا "رُحِ انتِ حرامی" میں اور دیگر آدمی وہاں سے آگئے۔

نفل ہے میاں غلام نبیؐ صاحبزادہ جو حضرت خدیو نور محمد صاحب مہاراجی کے منجھلے بیٹے تھے وہ عالم فاضل تھے اور حضرت غوثؒ کے مرید تھے۔ وہ فرط تھے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت صاحب کے وضو کے لئے ایک مٹی کا آفتابہ حضرت صاحب کی خدمت میں سنگھڑ شریف بھیجا تھا۔ مگر وہی آفتابہ جو میں نے حضرت کے لئے سنگھڑ شریف بھیجا تھا۔ اُسے جب میں نے کچھ عرصہ بعد ایک مسافر آدمی کے پاس دیکھا جو ہندوستان سے براہِ قصبہ و لڑ مہار شریف میں آیا اور سنگھڑ شریف کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ تو میں نے پہچان لیا کہ یہ تو بالکل ہو بہو وہی آفتابہ ہے۔ مگر حیران ہو گیا کہ اس شخص کے پاس کہاں سے آیا میں نے پوچھا اسے شخص تنہا سے پاس یہ آفتابہ کہاں سے آیا۔ اس نے کہا جب میں قصبہ و لڑ سے اس طرف روانہ ہوا تو بیش کوں کا جنگل جو و لڑ اور تاج سرور کے درمیان ہے اس کے درمیان پیاس سے مرنے کے قریب ہو گیا۔ اور بے ہوش ہو گیا۔ ایک بزرگ آدمی آئے اور یہ آفتابہ پانی

سے بھرا ہوا مجھے دیا اور کہا اٹھ پانی پی۔ جب پانی پی لیا تو مجھے ہوش آگیا۔ مگر وہ بزرگ غائب ہو گئے اور یہ لوٹا میرے پاس رہ گیا۔ صاحبزادہ مرحوم فرماتے تھے کہ مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صاحبؒ اس شخص کی امداد کے لئے آئے تھے اور یہ آفتاب وہی ہے۔

نقل ہے کہ میاں محمد طرل جو حضرت صاحبؒ کے مریدانِ با اعتقاد سے تھے فرماتے تھے کہ اپنے قصبہ میں جو نوٹسہ شریف سے قریب ہے ایک مسجد میں نے تعمیر کی تھی۔ جب وہ تیار ہو گئی تو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے عرض کیا کہ قبلہ میں نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی ہے۔ اگر حضور کسی دن اپنے قدم مبارک اس مسجد میں رکھیں تو آپ کی برکت سے وہ مسجد آباد ہو جائے گی۔

فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ کسی دن تمہاری مسجد دیکھیں گے۔ پس میرے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت صاحبؒ مسجد دیکھنے کے لئے ہمارے شہر تشریف لائیں گے۔ تو آپ کے ہمراہ بہت سے لوگ ہوں گے اور ان کی دعوت پر بہت خرچ ہو گا۔ میں مسکین ہوں کہاں سے خرچ کروں گا۔ کاش حضرت صاحبؒ تنہا تشریف لائے اور یہ ممکن نہیں کہ حضرت صاحبؒ اکیلے تشریف لائیں۔ ایک دن میں اپنی مسجد میں نماز فجر کے بعد اوراد پڑھ رہا تھا۔ اشراق کا وقت تھا کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک حضرت صاحبؒ میری مسجد میں تشریف لے آئے ہیں اور چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں حیران ہو کر تعظیم کے لئے اٹھا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ یہ تو حضرت صاحبؒ کی مشغولی کا وقت ہے اس جگہ کیسے تشریف لے آئے ہیں۔ اور تنہا کس طرح پیدل تشریف لائے ہیں۔ آخر مجھے فرمایا کہ میاں محمد اچھی مسجد بنائی ہے۔ یہ فرما کر باہر تشریف لے گئے اور میری نظر سے غائب ہو گئے میں اُسی وقت روانہ ہو کر نوٹسہ شریف پہنچا۔ اور حضرت صاحبؒ ابھی خلوت سے باہر نہیں آئے تھے۔ میں نے اپنے پیر بھائیوں سے پوچھا کہ حضرت صاحبؒ نماز فجر کے بعد کہیں تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں حسب معمول نماز فجر کے بعد سے کہ اب تک اپنے حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے۔ اور خلوت میں مراقبہ میں مشغول ہیں۔ میں حیران ہو گیا کہ میں نے حضرت صاحبؒ کو اپنی مسجد میں دیکھا ہے یہ سب کچھ کس طرح ہوا۔ آخر جب حضرت صاحبؒ نے وظائف د

مشغولی سے فارغ ہو کر عام پکھری فرمائی۔ تو میں بھی زیارت کے لئے پہنچا تو سب سے پہلے مجھ سے یہ کلام کیا کہ میاں محمد تیری مسجد خوب بنی ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صاحب میری مسجد میں تشریف لے گئے تھے۔

نقل ہے میاں عبدالشکور صاحب مرحوم جو حضرت صاحب کے خلفاء میں سے تھے اور یارانِ قدیم سے تھے۔ کاتب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ اسد خاں بلوچ والی سنگھ شریف ہر جمعرات کو حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آتا تھا۔ کبھی ظہر کے وقت اور کبھی مغرب کے وقت اور جب مغرب کے وقت آتا تو گھوڑے پر سوار ہو کر آتا اور گھوڑے کو کھڑا کر کے حضرت صاحب سے باتیں کرنے چلا جاتا اور حضرت صاحب گرمی کے موسم میں اپنے بنگلے کے چوتھے پر خمال کی طرف مشغولی کے واسطے بین العناین کے وقت بیٹھتے تھے۔ میاں صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ابتداء میں میرے ذر حضرت صاحب کی یہ خدمت تھی کہ لوٹا پانی سے بھر کر وضو کے لئے استنجا کے لئے ڈھیلے تیار کر کے حضرت صاحب کے پاس رکھتا تھا اور حضرت غوثِ زمان کی ابتداء میں عادت تھی کہ مغرب کی نماز جماعت سے پڑھ کر سنتِ نفل اپنے مصلہ پر پڑھتے تھے۔ اور پھر جب قضائے حاجت کے لئے صحرا کی طرف جاتے تو آپ کا راستہ ہمارے حجرہ کے سامنے سے کہ یہ حجرہ مشہور تھا بہ حجرہ الف خان گزرتے کیوں کہ دوسرا راستہ نہ تھا۔ ایک دن میں نے لوٹا پانی سے بھرا اور حضرت صاحب کے نزدیک ڈھیلے رکھ دیئے اور اپنی جگہ پر آگیا۔ اور حضرت صاحب اپنے مصلہ پر نماز نفل میں مشغول تھے۔ میں نے دور سے دیکھا کہ اسد خاں مذکور چند سواروں کے ساتھ حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آ رہا ہے۔ اور ابھی پہنچا نہیں تھا۔ کہ حضرت صاحب نے لوٹا اٹھایا اور ڈھیلے ہاتھ میں لے کر ہمارے حجرہ کے سامنے سے صحرا کی طرف چلے گئے۔ چنانچہ حافظ صاحب محمد علی شاہ گجراتی اور دیگر بھیر بھائیوں نے دیکھا کہ حضرت صاحب قضائے حاجت کے لئے صحرا کی طرف چلے گئے۔ جب اسد خاں حضرت صاحب کی درگاہ میں پہنچا تو سلام کیا۔ اور سلام کا جواب پایا اور باتوں میں مشغول ہو گیا۔ چنانچہ ہم نے حضرت صاحب کی آواز آپ کے مصلہ پر سنی۔ مجھے

تعجب ہوا کہ حضرت صاحبؒ ابھی ابھی اس حجرہ کے سامنے سے صحران کی طرف گئے تھے۔ تو یہ حضرت صاحبؒ کی آواز آپ کے مقلد سے کیسی آرہی ہے کہ اسد خاں سے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے جناب حافظ محمد علی شاہ صاحبؒ بیو سے یہ سارا پوچھا۔ فرمایا تو حیران ہے۔ اہل اللہ کے کئی وجود ہیں۔ ایک وجود سے ایک جگہ ہیں اور دوسرے وجود سے دوسری جگہ جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اسی قسم کی کرامت کئی بار حضرت صاحبؒ سے ظاہر ہوئی ہے۔

میاں نور بخش صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے تھے کہ میں نے مولوی غلام رسول صاحبؒ چٹڑ بہاولپورؒ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ قبلہ عالمؒ کے عرس پر تاج سرور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں بھی حاضر تھا اور مولوی غوث محمد صاحبؒ سکندریہؒ اوچہ بونواب بہاول خاں کلاں کے دربار میں سے تھے اور حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے وہ بھی عرس شریف پر آئے ہوئے تھے۔ ایک دن میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ غوث بخش نے آکر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت میں نے نئی شادی کی ہے وہ عورت نوجوان اور خوبصورت ہے مجھے اس سے بہت الفت و محبت ہے مگر ضعیف ہوں اسے مجھ سے کم محبت ہے دعا کریں کہ اسے مجھ سے محبت ہو جائے۔ نیز کوئی تعویذ یا درود عطا فرمائیں کہ اسے مجھ سے محبت ہو جائے حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالمؒ سے تمہارے لئے عرض کریں گے۔ البتہ جب میں زیارت کے لئے جاؤں تو میرے ساتھ خانقاہ شریف میں چلنا اور مجھے یاد دلانا تاکہ تیرے لئے عرض کر دوں مولوی غلام رسول صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت صاحبؒ معمولات سے فارغ ہو کر حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے چلے تو میں اور مولوی صاحبؒ غوث بخش بھی مجلس خانہ میں کھڑے ہو گئے حضرت صاحبؒ جب فاتحہ پڑھ کر روضہ شریف سے باہر آئے تو مولوی غوث بخش کو فرمایا کہ مولوی صاحبؒ تمہیں قبلہ عالمؒ نے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہیں یاد ہے کہ بلندہ شید پور میں فلاں جگہ پر فلاں مکان میں بیٹھ کر میں نے اور تو نے فلاں فلاں بات کی تھی اور یہ بات میں نے تمہیں یاد دلانے کے لئے اور تیرا اعتقاد درست کرنے

کے لئے کہی ہے کہ تم علمائے ظاہری کو فقرا و اولیاء پر کم اعتقاد ہے اور اولیاء اللہ کو سمجھا ماک آدمیوں کی طرح مردہ سمجھتے ہو۔ اور اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتے کہ اولیاء اللہ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور پھر فرمایا ہے کہ بوڑھا ہو گیا ہے مگر ابھی عورتوں کے عشق سے باز نہیں آیا اور مجازی عشق میں مبتلا ہے۔ خیر تمہارا وہ کام ہو جائے گا اور تیری مراد حاصل ہو جائے گی۔ مگر اب دل کو خدا کے عشق میں لگا۔ یہ بات سن کر مولوی صاحب کو اتنی رقت و گریہ ہوا کہ نعرہ لگا کر زمین پر گر پڑے مولوی غلام رسولؒ فرماتے تھے کہ اگر میں اُسے نہ پکڑتا تو اس طور پر زمین پہ گرتا کہ اُس کا سر پھٹ جاتا۔ پس مولوی غوث بخش نے کہا سبحان اللہ یہ شخص یعنی حضرت صاحب میرے سامنے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں جب آئے تو ذوقِ ان تھے۔ مگر انہیں میرے پیر قبلہ عالمؒ سے اس قدر قرب و نسبت پیدا ہوئی کہ قبر میں بھی ہم کلام ہوتے ہیں پھر قسم کھائی کہ واللہ باللہ جس وقت حضرت قبلہ عالمؒ نے شیر پور میں میرے ساتھ باتیں کی تھیں اس وقت ہم دونوں کے سوا اور کوئی وہاں موجود نہ تھا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے یہ حکایت حضرت جناب نور بخش صاحب سے بھی سنی ہے اور جب مولوی غلام رسولؒ عجی علیہ السلام میں حضرت قبلہ عالمؒ سے عرس پر خانقاہ میں تشریف لائے تو ان سے بھی یوں پوچھا۔ فرمایا بے شک بوقتِ صحیح ہے اور میرے سامنے ہوا ہے۔

نقل ہے نواب غازی الدین خانؒ بادشاہِ دہلی کے وزیر نے جب بادشاہ علی گوہر سے بے ادبی کی اور بھاگ کر ملک بہ ملک پھرتے تھے اور کہیں آرام نہ آتا تھا۔ آخر مہار شریف میں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں سکونت اختیار کی۔ اور ان کی صحبت کی برکت سے اللہ کے مقبول بندوں میں سے ہو گئے۔ انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام اسماء بارہ ہے۔ اُس میں اپنے زمانہ کے اولیاء اللہ کا ذکر ہے اور اس میں حضرت غوثؒ نام کا ذکر بھی لکھا ہے کہ ”محمد سلیمان کہ جو بائیس سال کے ہیں عشق میں رتبہ کمال رکھتے ہیں اور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔۔۔۔۔ (آگے آخر تک)

میاں عبدالشکور صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب سنگھ شریف سے حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تشریف لارہے تھے اور خلیفہ محمد باران صاحب کلاپوٹی

شاہ صاحب محمد علی خیر آبادیؒ میں اور جملہ یاران عام و خاص پیادہ حضرت صاحب کے ہمراہ تھے۔ اور خلیفہ محمد ابراہیم صاحب کے پاؤں میں پھوڑا تھا۔ اور پیادہ چلنے سے اور بھی غراب ہو گیا تھا۔ جب قصبہ تلافی نور شاہ کی منزل کے قریب پہنچے تو اُن کے پاؤں میں درم زیادہ ہو گیا اور سخت درد کی وجہ سے سفر نہ کر سکے۔ پھوڑا بڑا ہو گیا تھا اور شاہ صاحب نے اُس پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ جب یہ خبر حضرت صاحب تک پہنچی کہ خلیفہ صاحب راستہ میں رہ گئے ہیں۔ اور پھوڑے کی وجہ سے سفر نہیں کر سکے تو حضرت صاحب نے فرمایا اُس نے قریب کیا ہے۔ سواری چاہتا ہے اور پھوڑے کا بہانہ کرتا ہے اُسے اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت صاحب انتظار کرنے لگے۔ جب خلیفہ صاحب کو اٹھا کر حضرت صاحب کے قریب لائے تو حضرت صاحب گھوڑے سے اترے اور اس پٹی کے اوپر سے ہی پھوڑے کو ہلا اور فرمایا پھوڑا کہاں ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب اس پٹی کو کھولا تو پھوڑے کا نشان نہ تھا۔ اور پاؤں کا زخم بھی نہ تھا۔ مزاح سے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ لوگ پھوڑے کے بہانہ سے سواری چاہتے ہیں اور پیادہ نہیں چل سکتے۔ شاہ صاحب محمد علی شاہ صاحب جیو فرماتے تھے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اس پھوڑے پر کپڑا باندھا تھا اور پھوڑا بڑا تھا۔ مگر کیوں کہ حضرت صاحب کی زبان مبارک سے نکلا تھا کہ پھوڑا کہاں ہے اور اس پر اپنے دست مبارک سے ملا بھی تھا۔ اُسی وقت ختم ہو گیا۔ پس حضرت صاحب فرمایا کہ جلدی روانہ ہو جاؤ۔ خلیفہ صاحب جیو پھلے درد سے چل نہیں سکتے تھے اس طرح تیز تیز حضرت صاحب کے گھوڑے کے آگے دوڑتے تھے کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔

مولوی غلام حیدر صاحب نے اپنے ملفوظ میں لکھا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن میں میرا ایک رشتہ دار نابینا ہو گیا تھا اور آنکھوں کا درد شدید تھا۔ بہت دوا دارو کیا۔ فائدہ نہ ہوا۔ آخر مجھے کہا کہ مجھے حضرت صاحب کے مکان پر پھوڑا ڈالو۔ آخر میں تو وہاں مروں اگر اچھا ہو جاؤ تو وہاں سے اچھا ہو جاؤں۔ الغرض میں اسے حضرت صاحب کے مکان پر لایا۔ اور اس کا حال مولوی گل محمد صاحب دامانیؒ کو جو حضرت صاحب کے خلیفہ تھے سنایا۔ انہوں نے کہا تو اس شخص کو آدمی رات کے وقت حضرت صاحب کے حجرہ کے دروازہ پر بٹھا دے اور آ

کہو کہ دہاں جا کر گریہ و زاری اور فریاد کرے اور اپنے سر کو حضرت صاحب کے آستانہ پہاڑے اور جب صبح ہو جائے تو حضور کے پاس جائے۔ اس فقر نے ان کے کہنے پر عمل کیا۔ جب صبح ہوئی حضرت صاحب کی خدمت میں گیا۔ حضرت صاحب لٹے ہوئے تھے۔ مجھے فرمایا تو اس نابینا مرد کو مجھ کے کنارے لے گیا۔ میں نے ساتھ لے گیا۔ اپنے دست مبارک اس کی آنکھوں پر ملے اور فرمایا کہ فجر کی نماز کے سلام پھیرنے کے بعد پانی لا۔ میں نے حسب الارشاد اس وقت پانی پیش کیا۔ حضرت صاحب نے اس پانی پر دم کر کے فرمایا کہ اس پانی کو اس کی دونوں آنکھوں پر ملیں اور باقی پی لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا جاؤ اجازت ہے۔ اس وقت اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں اور شغلے کامل ہو گئی اور درد بھی رفع ہو گیا۔ اور عرصہ کے بغیر اپنے گھر واپس گیا۔ اسی کتاب میں یہ بھی نقل ہے کہ شرفائے لاہور سے ایک شخص نے جو حضرت غوث زمان کے مریدوں میں سے تھا۔ میرے سامنے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نابینا ہو گیا۔ بہت علاج کیا آرام نہ آیا۔ آخر اپنے گھر میں آدھی رات کے وقت حضرت صاحب کے نام پر فریاد کی اور گریہ و زاری کی۔ جب سو گیا۔ دیکھا کہ حضرت صاحب سوار ہیں اور ایک شخص پیادہ حضرت صاحب کے ساتھ ہے۔ میرے گھر آئے۔ اپنے گھوڑے کو اس پیادہ کے سپرد کیا خود بدولت میرے پاس آئے۔ اور بیٹھ گئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر ملیں جب خواب سے بیدار ہوا تو میری آنکھوں میں بینائی آ گئی۔

عظیم محمد بخش پاکستانی جو حضرت صاحب کے معتقد غلاموں میں سے تھے اس کا تباہ طریقہ کے سامنے جان کرتے تھے کہ ایک دفعہ میری لڑکی کو عارضہ ہو گیا اور میں اس کی زندگی سے ناامید ہو گیا۔ لاچار ایک قاصد کو خط دے کر حضرت غوث زمان کی خدمت میں بھیجا۔ چند دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب پاکستان شریف میں میرے گھر تشریف لائے اور میری اس لڑکی کے سر پر دست مبارک پھیرا اور اس کی شفا کے لئے دعا کی اور فاتحہ خیر پڑھی۔ جب میں بیدار ہوا تو میری وہ لڑکی بالکل تندرست تھی۔ میں نے اس تاریخ کو لکھ لیا۔ جب قاصد واپس آیا تو اس عریضہ کا جواب بمع تعویذ کے لایا میں نے اس سے پوچھا کہ کس تاریخ کو تو نسہ شریف پہنچا تھا۔ اس نے کہا فلاں تاریخ کو حضرت صاحب کی خدمت میں

پہنچا تھا اور آپ نے تمہاری مرہٹے کے لئے دُعا مانگنے پر طبعی تھی اور فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ اُسے شفا دے گا۔ جب میں نے اُس خواب کی تاریخ دیکھی تو وہی تاریخ تھی جس دن قاصر تونسہ شریف پہنچا تھا۔

میاں محمد بخش حکیم مذکور میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ جب بادشاہ شجاع الملک نے خراسان پر لشکر کشی کی اور شکست کھا کر واپس آیا تو میں اس کے ہمراہ تھا ایک دن اس کے لشکر سے میں جدا ہو گیا، اور پہاڑ میں درہ کا راستہ بھول گیا۔ پیچھے سے خراسانیوں کا خوف تھا۔ ہر چند پہاڑ میں راستہ تلاش کیا اور ہر طرف بھاگتا تھا۔ آخر حیران لاچار ہو کر حضرت غوثِ نماںؒ کی خدمت میں استغاثہ کیا اور اس حالتِ اضطراب میں یہ دو رباعیاں تصنیف کیں اور بار بار سونہر دل سے پڑھتا تھا:

رباعی: ۱

اے قبلہ دیں کعبہ ایماں مدد سے
دی بحر محیط فیض رحماں مدد سے
شد تیرہ دل از خیر گئی نفس و حوادث!
اے فخر جہاں نور و سلیمان مدد سے
۲ اسم اعظم حرز اکبر اعتصام شش جہات
نام او خواجہ سلیمان در دحل مشکلات!
قاضی حاجاتِ عالم کافی ہر درد و غم!
بے پناہاں را پناہ سے در حیات و در ممات

جب میں الحاجِ وزاری سے یہ دونوں رباعیاں پڑھ رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پہاڑ سے ایک شخص نکلا اور مجھے پوچھا کہ کہاں جاؤ گے؟ میں نے کہا بادشاہ شجاع الملک کے لشکر کا آدمی ہوں۔ راستہ گم کر چکا ہوں۔ اُس نے کہا آئیں تجھے راستہ بتاتا ہوں میں نے اُس سے پوچھا کون ہے۔ کہنے لگا میں بھی شجاع الملک کا لشکری ہوں۔ اور اس کے خواجہ سراؤں میں سے ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہو گیا۔ بتوڑے وقت میں اس نے مجھے لشکر میں پہنچا دیا۔ اور کہا یہ لشکر بے جاؤں میں بھی پیچھے آ رہا ہوں۔ میں خیر و عافیت سے لشکر میں پہنچ گیا۔ اسے

بہت تلاش کیا۔ اور اُس کا پتا پوچھا۔ نشان نہ پایا۔ وہ شجاع الملک کے خواجہ سراؤں میں نہ تھا۔ واللہ علم کون تھا۔ مگر میں نے یہ جان لیا۔ کہ حضرت غوث زمانؒ کی امداد تھی اور اسے میری راہ نمائی کے بھیجا تھا۔

حکیم محمد بخش مذکور اس فقیر کا تب اطروف کے سامنے فرماتے تھے کہ میں ایک بار خراسانیوں کے ہاں قید ہو گیا اور میرے قید ہونے کا باعث یہ تھا کہ شجاع الملک بن تیمو شاہ بن احمد شاہ دُرانی نے دوسری مرتبہ خراسانیوں پر لشکر کشی کی اور وہاں سے شکست کھا کر اور بھاگ کر لہستان میں آیا میں اس کے ہمراہ تھا۔ خراسانیوں نے اُس کا پوچھا کیا۔ میں اُن کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ مجھے انہوں نے قید کر لیا میں چند دن ان کی قید میں رہا اور سراسیمگی حال و اضطرابی کمال کی حالت میں حضرت غوث زمانؒ کی جناب میں فریاد کی اور ایک مناجات حضرت صاحبؒ کے نام جس میں پیرانِ چشت کا شجرہ بھی تھا اُردو زبان میں تصنیف کی اس طرز پر کہ تمام حضرات چشت کے ناموں کی ضمیر کا مرجع حضرت غوثؒ ہیں اور ہر روز اسی مناجات کو پڑھتا تھا۔ حق تعالیٰ نے میری مشکل آسان کی اور میں نے قید سے

خلاصی پائی۔ مناجات یہ ہے۔ حکیم محمد بخش یاد پشتمنا شاہ محمد باقر چشتی صاحب کا ماریہ تھا۔ اس کا بھتیجا اسم اللہ بن حنفیہ تھا۔ خواجہ شجاع الملک نے اس کی خدمت میں

ترجیع بند			
ایں دربارِ ساجدِ عالی مبارک	جسکی وحدت پر یکتا کرتے عالم کو	تب لاغلام ہو فیضِ نورِ مہرِ ماہ	تو بھی اسی تو ہی رازِ حق جو بھی غفلتِ ماہ
ایں شاہِ دو جہاں خواجہ سلیمان شاہ	دستِ سرِ کرم کیوں نہ سبیلِ شاہ	دستِ سرِ کرم کیوں نہ سبیلِ شاہ	دستِ سرِ کرم کیوں نہ سبیلِ شاہ
دستِ سلیمانِ خاصِ ذاتِ اکبر	نقطہ آغازِ عالم ختمِ دورِ حرم	ساجدِ لاگ تو ہی حنفیہ تھا	اسمِ مہرِ کرم یا شفیع الدین
ایں شاہِ دو جہاں			
خرمِ سفرِ حق و وقتِ اُن کے	بارشِ ملکِ لایبِ قہرِ بے	نورِ ابدِ غالبِ بلِ سینچ	اولیٰ اللہ یا شکاکِ سبیل
ایں شاہِ دو جہاں			
بوجہ جس تیرا کفرِ شیعہ	نورِ ملحقِ عالمِ مینِ کفرِ کفر	چشمِ بہرِ بہتیرینِ ہوا	تو بھی جہنمِ بھری قیدِ بلِ بھر
ایں شاہِ دو جہاں			
یہ کہنِ اُفتابِ کس قدر کجا	زرد گشتِ ہی نہیں تیرے کجا خیال	اجینا ہے ایک ہی تیرے لکار	یہ جو بندِ عالی مراتب کی مثال

ای پناه دو جهان

تو بی تو معنی جهان و دو جهان بود	عاشق عشق طلق میماند دنیا	هر عالم را زیر تو می خفا عالم میماند	ای شبنم یک هر تو خواست این ایام
بدرین تیرا محبوبی سنجان	ناگونی میماند عالم سرین	کاش که ایامان را درین شایان	شاه طبعی بود کار آمد دیر کا
هر مقام قرب او درین تیرا	هر عشق که تو هر یقین میماند	ای تحقیق مره عشاق پیرا	ای پناه دو جهان
هوای منصف خود یکی یکجا	تو هر آن یکی که میماند	بار جز در دوستی هر سپهر با ارب	ای پناه دو جهان
تو بی تعصب افزا در دانا	تو بی هر فریاد صاحب دانا	در عجب هر عالی جواب دانا	ای پناه دو جهان
شام هر آن عالم که تو بی سیر	صبح روزی که تو هر خود را	ای پناه دو جهان	ای پناه دو جهان
تو بی هر نافرمانی حضرت	قدرت قارایا حالت بی قار	تو بی هر خفا جبهه ابلل	ای پناه دو جهان
دانش هر محیط فیض ابریم	هر آنسان که تو بی هر دست	تو بی هر بخت و محض خلق عظیم	ای پناه دو جهان
هر تیری کسی که یاری باز	قدس او را هر عالم سرین	ای پناه دو جهان	ای پناه دو جهان
هر تیرا هر جنین هر تیرا	هر خفا هر فیض هر جود	خواجه بود در تو هر محض جود	ای پناه دو جهان
و غایت لطف تیرا عالم فیض	در هر در و در و در	ای پناه دو جهان	ای پناه دو جهان

مفتی اعظم خان صاحب امام	شیرین انکاسیج تیر جام	بر عین غنای شیرین کاتیر کام	فیض حضرت خواجہ غلامیہ
	ای پناہ دو جهان		
ایمان بشارت شجره سلطان عالم	ہندین رسول الحق رسول اللہ	تو ہی ہر خواجہ سید احمد حسین	یاد ہر معین دادی ہر گمراہ
	ای پناہ دو جهان		
خیر نسیم تو ہی شہید حق	ہر ان حنیفہ فیض عیسے جان	تو غیبہ فیض لے کا ہر طلب	انبیاء انجور قطب کمال
	ای پناہ دو جهان		
ہر قطب کمال اور غوث چین	قبلہ حاجات عالم فیض بخش	تو ہی ہر کانک تو ہی ہر گنجل	تو ہی ہر سو ہر جلالی حجاز
	ای پناہ دو جهان		
انجمن کی پیشانی ہر آن	خان محبوب عالم قطب سلطان	از لایسا دینش فیض انجمن	فیض انجمن محبوب الی شان
	ای پناہ دو جهان		
انجمنی خدمت جہان مستور	فیض خاص حضرت فیض	انجمنی ہر خواجہ سید احمد حسین	ہر روشن شمشاد
	ای پناہ دو جهان		
ہر نگاہ خاص ان خدا کی کیا	جو کین جو کولی او کس عین	تو کمال الدین شان کمال	یاد ہر معین دادی ہر گمراہ
	ای پناہ دو جهان		
خان صاحب ہر خواجہ سید احمد حسین	فیض خاص حضرت فیض	انجمنی ہر خواجہ سید احمد حسین	ہر روشن شمشاد
	ای پناہ دو جهان		
در علم اور اساتذہ کی شان	نصرت و کثرت لائیا اور کمال	انجمنی ہر خواجہ سید احمد حسین	یاد ہر معین دادی ہر گمراہ
	ای پناہ دو جهان		
تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن
	ای پناہ دو جهان		
تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن
	ای پناہ دو جهان		
تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن	تیرا بن تو دنیا تیرا بن
	ای پناہ دو جهان		

نے کہا کہ تم دونوں مجھے اپنے ساتھ حضرت صاحب کے پاس لے چلو اور میرے کرا دو۔ اور میرے لئے دعا بھی کرا دو تاکہ حق تعالیٰ مجھے داڑھی اگا دے۔ ہم اسے اپنے ساتھ لائے اور میرے کرا دیا۔ بیعت کے بعد میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ غریب نماز یہ ساٹھ سالہ بچہ چاہتا ہے کہ حضرت صاحب میرے لئے دعا فاتحہ خیر فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے داڑھی دے دے کہ داڑھی نہ ہونے کی وجہ سے نماز آتی ہے۔ حضرت صاحب فقط ساٹھ سالہ بچے پر مسکرائے اور اس کے دونوں کانوں پر طہنچہ مارا اور فرمایا انشاء اللہ اسے خوب داڑھی آئے گی۔ اور دعا بھی مانگی۔ چند دنوں میں اسے ایسی داڑھی آئی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ وہ شخص اب بھی موجود ہے اور اب اس کی داڑھی سیدہ ہے۔ کاتب الحرف کہتا ہے کہ اس واقعہ کے سننے کے دو تین دن بعد حبیب اللہ خاں بھی تونسہ شریف میں آئے۔ اُن سے بھی میں نے اس واقعہ کی تحقیق کی انہوں نے کہا بے شک یہ واقعہ میرے سامنے ہوا تھا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

حضرت صاحب زادہ خواجہ شاہ الدین بخش جی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ عبدالحمید خاں افغان کو کہ وہ حضرت صاحب کے خاص غلاموں میں سے تھے اور ریتل کے لئے تونسہ شریف آئے ہوئے تھے۔ تپ ہو گیا۔ کئی دن گزر گئے اتفاقاً نہ ہوتا تھا۔ حضرت صاحب نے اس کے پاس ایک حکیم بھیجا تاکہ اُس کا علاج کرے۔ جب وہ نزدیک آیا تو کہا حضرت صاحب نے مجھے کہا کہ اس بیمار ہے تاکہ تیرے لئے دوائی تجویز کروں کہنے لگا کہ میں ہرگز دوائی لوں گا۔ اور زبان حال سے کہا:

سہ چلا جا میرے پاس آگے طبیب مرض کی مری تو دوا اور کچھ ہے

حکیم صاحب نے کہا چونکہ حضرت صاحب نے حکم دیا ہے اس لئے میں دوا ضرور دوں گا اور تمہیں کھانا پڑے گی۔ ناچار دورو بہ طبیب کی نذر کیا۔ اور کہا خدا کے لئے حضرت صاحب کو نہ بتانا کہ میں نے دوا نہیں کھائی۔ میں ہرگز دوا نہ کھاؤں گا۔ اگر تم سے پوچھیں تو میری خاطر اتنا بھوٹ بولی دینا۔ اور کہہ دینا کہ دوا کھلا دیا ہے۔ پس طبیب نے مجبور ہو کر مجھے نہ کھلائی چند دن گزر گئے اور بیماری بڑھتی گئی۔ اور اس کے بدن میں طاقت نہ رہی۔ چند دنوں کے

بعد کھانا بھی بند ہو گیا۔ حضرت صاحب کو خبر کی۔ آپ نے طبیب مذکور کو بلا یا۔ اور تاکید کی کہ میاں اچھی طرح علاج کرو۔ طبیب پھر آیا اور دوا کھانے کے لئے کہا۔ خان مذکور نے دوا کھانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ واللہ میں ہرگز دوا نہ کھاؤں گا۔ جب دیکھا کہ طبیب خدا کرتا ہے تو پھر چار پٹے اسے دیئے کہ اسے لو اور ہلے خدا میرا نام نہ لینا میں دوا ہرگز نہ کھاؤں گا۔ چونکہ حضرت صاحب نے طبیب کو تاکید کی تھی۔ اُن کے خوف سے طبیب نے پیسے نہ لئے اور کہا کہ میں حضرت صاحب کو کہہ دوں گا۔ کہ وہ دوائی نہیں کھاتا آخر خان مذکور نے لاچار ہو کر کہا کہ اگر تو بتا دینا چاہتا ہے تو بتا دے میں دوائی نہیں کھاؤں گا۔ حکیم حضرت صاحب کے پاس گیا اور میرا حال اول آخر بتا دیا۔ حضرت صاحب بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اسے یہاں لاؤ۔ بہر حال اُسے حضرت صاحب کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا تو دوائی کیوں نہیں کھاتا۔ عرض کیا کہ غریب نواز میں دوائی ہرگز نہ کھاؤں گا۔ حضرت صاحب نے اگرچہ بہت غصہ کا اظہار کیا۔ مگر اس قول کے مطابق کہ :

سے کرم ہائے تو مارا کر دستاخ

وہ کہنے لگا کہ حضرت آپ کے تمام احکام بسر و چشم قبول کروں گا مگر یہ حکم سہانہ لاؤں گا۔ حضرت صاحب مسکرائے اور فرمایا کہ ادھر آتیری نبض دیکھوں۔ اُس کا ہاتھ پکڑا ایک لحظہ نبض دیکھی۔ پھر ہاتھ چھوڑ دیا اور فرمایا اسے تپ نہیں ہے۔ اسی لئے یہ دوا نہیں کھاتا۔ طبیب خواہ مخواہ اسے دوا دیتا ہے۔ اسے تپ کہاں ہے۔ خان مذکور کہتا تھا کہ اُسی وقت میری تمام بیماری رفع ہو گئی۔ گویا کبھی تپ چڑھا ہی نہیں تھا۔ میرے بدن میں طاقت بھی آگئی اور ٹھلٹھا ہوا واپس اپنے ڈیرہ پر آیا۔ سبحان اللہ و بحمدہ حق تعالیٰ نے حضرت صاحب کو کیا تعزلات عطا فرمائے تھے جس نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

وہ عیسیٰ دم مرگ جس کی بایں سے
یہ کیا عجب ہے کہ آئی ہوئی قضا پھر جائے

حضرت صاحبزادہ صاحب خواجہ اللہ بخش جی سلمہ اللہ تعالیٰ اس فقیر کے سامنے فرماتے تھے کہ عہد اکرم خادم نے میرے سامنے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک شخص جو حضرت

صاحب کے مریدوں میں سے تھا۔ کوٹ مٹن سے آیا۔ اور مجھے کہا کہ چونکہ میری سکونت کوٹ مٹن میں ہے مجھے قاضی عاقل محمد صاحب کے مریدوں نے دق کیل ہے اور ہمیشہ مجھے سنا کر کہتے ہیں کہ تیرے پیر نے اپنے پیر کی بہت کم صحبت حاصل کی ہے۔ اور انہیں حضرت قبلہ عالم سے کم فیض یابی حاصل ہوئی ہے۔ پس اپنے پیر کے وصال کے بعد انہیں جو کچھ حاصل ہوا ہے قاضی صاحب کی صحبت سے حاصل ہوا ہے۔ مجھے یہ بات سن کر تکلیف ہوئی ہے۔ بلائے خدا ایک دفعہ میرے ساتھ حضرت صاحب کے پاس چلو اور یہ بات پوچھو تاکہ میری تسلی ہو جائے۔ اور میں الجھن سے نکلوں کیوں کہ میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ لا درجہ نہیں دیتا۔ محمد اکرم اے حضرت صاحب کے پاس بے گئے اور حمام حقیقت بیان کی۔ حضرت صاحب نے اپنے پیر بھائی کے پاس ادب سے فرمایا کہ ان کے مرید ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ علوم ظاہری میں وہ میرے استاد ہیں۔ یعنی ابتدا میں میں نے ان کے بیٹے سے علم حاصل کیا تھا۔ نیز میرے پیر بھائی مجھ سے بڑے ہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ اگر میں نے ان سے فیض پایا ہو۔ عرضیکہ اس طرح باتیں کہیں کہ نہ فیض کی نفی ثابت ہوتی تھی نہ اثبات۔ جب محمد اکرم نے دیکھا کہ حضرت صاحب احوال کے اظہار سے کما حقہ پہلو تہی کر رہے ہیں۔ اور تسلی بخش جواب نہیں فرما رہے ہیں تو غلام خاص ہونے کی وجہ سے کہ وہ بے ہاک بھی تھے۔ اور جو کچھ زبان پر آتا کہہ دیتے تھے اس لئے گستاخانہ بات کہی کہ اے میاں آجا خود اقرار کرتے ہیں کہ مجھے قاضی صاحب سے فیض حاصل ہوا ہے لہذا وہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔ جب محمد اکرم یہ بات کر کے چلے گئے تو حضرت صاحب مسئلے اور فرمایا کہ آتھیں ٹھیک ٹھیک تمام بات بتاؤں۔ سن۔ حق تعالیٰ نے میرے پیر و مرشد کو اس قدر قدرت کاملہ دی تھی کہ کسی کو ناقص نہیں رہنے دیا تھا۔ اور ہمارے گروہ میں کوئی پیر بھائی ایک دوسرے کا محتاج نہیں تھا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ انہوں نے حضرت قبلہ عالم کی صحبت ظاہری مجھ سے زیادہ حاصل کی تھی اور میں نے تقریباً چھ برس صحبت ظاہری حاصل کی تھی البتہ وصال کے بعد جو صحبت باطنی مجھے حاصل ہوئی ہے اور اب تک حاصل ہو رہی ہے وہ خاص ہی بات ہے اور میرے کسی اور پیر بھائی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ محمد اللہ علیہ السلام۔

قاضی نور محمد سکنہ منگھوٹہ اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میرے ہاں دو لڑکیاں ہوئیں اور

لڑکا نہیں تھا۔ جس کی بچے آرزو تھی جب میری بیوی حاملہ ہوئی تو میں اپنی بیوی اور دونوں لڑکیوں کو لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور دو لڑکیاں موجود ہیں۔ اب میری بیوی بچہ امید سے ہے۔ اگر اس کے پیٹ میں لڑکی ہے تو اسے لڑکا بنادیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ طاقت دی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ تمہیں بیٹا عطا کرے گا۔ کچھ عرصہ بعد حق تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا کیا۔ جب دو سال کا ہوا تو اسے چیچک کی بیماری ہو گئی۔ اس کی آنکھیں درد کرتی تھیں۔ اندھا ہونے کا خطرہ تھا۔ میں اپنے بچے کو لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کے ہاتھ سے ایک روپیہ نذر کیا اور عرض کیا کہ عزیز نواز میں نے آپ سے اندھا بیٹا نہیں مانگا تھا۔ یہ آپ کا بیٹا حاضر ہے یا تو اس کی آنکھیں ٹھیک کر دیں یا اپنا بیٹا سنبھالیں۔ میں اسے یہاں سے ٹھیک کر لے بغیر واپس نہیں لے جاؤں گا۔ میں حضرت صاحب کے سامنے بیٹا کا نام کلام کر لیا کرتا تھا۔ اور حضرت صاحب مجھ پر بہت شفقت کرتے تھے۔ فرمایا جاحق تعالیٰ اس کی آنکھوں کو شفا بخشنے گا۔ میں رخصت لے کر گھر گیا۔ پانچ دن گزرے تھے مگر اسی طرح درد ہوتا تھا۔ اور شفا نہ تھی۔ میں پھر بیٹے کو آپ کی خدمت میں لایا۔ اور پھر گستاخانہ کلام کیا اور عرض کیا کہ عزیز نواز میں نے اس بچے کے ہاتھ سے ایک روپیہ نذر کیا تھا اور وہ روپیہ کسی شخص سے قرض لیا تھا وہ روپیہ بھی مجھ ہو گیا اور آنکھ کو شفا بھی نہ ہوئی۔ یہ کیا جلد سازی ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ واقعی تانہ یوں کاروپیہ مجھ کرنا دشوا ہے۔ آنکھ پر کچھ کلام پڑھ کر دم کیا اور فرمایا جاحق تعالیٰ اسے شفا عطا کرے گا۔ میں نے کہا ایسا نہ ہو مجھے پھر اس کام سے ملے آتا ہے فرمایا اس کام سے ملے انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں پھر نہ آتا ہے گا۔ میں رخصت ہو کر آگیا۔ حق تعالیٰ نے اُسی روز حضرت صاحب کے طفیل میرے بیٹے کی آنکھوں کو شفا عطا فرمائی۔

مذکورہ بالا حکایت

حضرت صاحب کے مطلقاً نافع السالکین میں جسے مولوی امام بخش مرحوم نے قریب دیا ہے لکھا ہے۔ کہ خان صاحب عبدالحمید خان افغان جو حضرت صاحب کے معتقد مددگاروں میں سے ہے کہتے تھے کہ ایک دن میں حضرت صاحب کے ہاں حاضر تھا اور حضرت صاحب زادہ خواجہ نور احمد صاحب سجادہ نشین حضرت قید عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی بھی حاضر تھے اور حضرت صاحب ان سے باتیں کر

رہے تھے۔ فرمایا کہ ایک رات میں خلوت میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص جس کے ہاتھ میں گدھے کی رستی تھی حاضر ہوا اور گدھے کو مجھ سے دور باندھ کر باقاعدہ دروازے یا راستے کے بغیر چانک میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میں حیران ہوا اور پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اور کس کام کے لئے آئے ہو۔ کہنے لگا میں شیطان ہوں اور امرا الہی سے آپ کی محبت میں آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ اسے شیطان مجھے اپنے شر سے امان دے کہتے لگا حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھا ہوا ہے اور میرے گھر سے امان دی ہوئی ہے۔ خاطر جمع رکھیں۔ ہم دونوں کے درمیان بہت سی حکایات ہوئیں۔ اور اس نے حق تعالیٰ کی جناب میں اپنے قرب کا ذکر بڑی حسرت سے بیان کیا۔ میں نے کہا اگر اب بھی صدقِ دل سے حضرت آدم علیہ السلام کی خاک پر سجدہ کرو تو ہو سکتا ہے وہ کرمِ ذات تیرا سابقہ رتبہ تمہیں عطا کر دے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اُس وقت خدا کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ اب مجھے شرم آتی ہے۔ پس واپس جانے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا کہ شیطان مجھے کوئی نصیحت کر۔ کہنے لگا۔ اگر تم درجہات میں ترقی کے خواہشمند ہو تو اپنے آپ کو ہر شخص سے کمتر سمجھو؟



ایک دن ایک شخص امیر شریف سے آیا اور حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اسے غریب نواز میں نے امیر شریف حاضر ہو کر سات دن حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں اپنی حاجت بیان کی۔ ساتویں روز کے بعد مجھے خواب میں فرمایا کہ سنگھڑ چلا جا اور وہاں جا کر حضرت خواجہ سلیمانؒ کی خدمت میں عرض کر۔ وہ تمہاری حاجت پوری کریں گے۔ اور میری حاجت یہ ہے کہ میرا قرض ادا ہو جائے اور مجھے بیعت بھی کر لیں۔ حضرت صاحبؒ نے اُسے مرید کیا اور فرمایا کہ ادائے قرض کی نیت سے نماز عشاء کے بعد تین بار سورہ مزمل پڑھا کرو اور اس پر مداومت کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ قرض ادا ہو جائے گا۔ پس وہ رخصت ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔

ایک دن علی محمد نام سپاہی جو حضرت صاحب کا مرید تھا خدمتِ اقدس میں آیا۔ قدم بوسا کی۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے لاسٹ میں بزدلوں کا بڑا لشکر تھا تو ان کے شر سے کیسے نہات پا کر آ گیا۔ کہنے لگا غریب نواز کہ جب بزدلوں کے لشکر نے مجھ پر حملہ کیا اور تلواریں سونت کر میرے

قتل کے لئے حملہ آور ہوئے تو میں نے آپ کی صورت کا تصور کر کے امدادی انسان کی۔ اسی وقت کا دست مبارک ظاہر ہوا اور مجھے امان مل گئی۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مرید کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ اپنے پیر کو ہر حال میں حاضر و ناظر جانے اور ہر مشکل میں اس سے مدد لے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

نہ نیا پیر نہ تنہا فناست بلکہ یکے از صفتِ کبریاست

ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک شخص ہندو بقال ہم سے آشتی رکھتا تھا اور ہر روز میرے پاس آیا کرتا تھا۔ اور جانے وقت یہ کہتا تھا کہ مردانِ خدا کی دوستی کام آتی ہے۔ جب اس کا موت کا وقت آیا تو مسلمان ہو گیا اور مر گیا۔ بلکہ اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ کمرہ مغرب کی طرف سے آ رہا ہے۔ میں نے پوچھا رائے دین محمد کہاں سے آ رہے ہو۔ کہنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ ان کی زیارت سے مشرف ہو کر چلا آ رہا ہوں۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ جس وقت فیض کتاب نافع السالکین سے حضرت کا یہ ملفوظ نقل کر رہا تھا۔ تو میاں ملا غلام علی انصاری پیر کا من، جو حضرت صاحبؒ کے استاد میاں حسن علی صاحب مرحوم کی اولاد سے تھا۔ حاضر تھا۔ اس نے کہا کہ اُس سبزی فروش کا نام حالت کفر میں لچھمن تھا اور وہ تو نسہ شریف کا رہنے والا تھا، جب وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت سے واپس جایا کرتا تھا تو یہ الفاظ کہا کرتا تھا۔

بھلان کو مندا ندی لا چاہے اور چنگال کو پوساندی لا چاہے

حضرت صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں پاؤں قرآن شریف کے اوپر ہیں۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو مولوی محمد عابد سوکڑی سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے۔ اس نے کہا کہ قبلہ عالم آپ پر اس کی تعبیر ظاہر ہے عرض کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ البتہ اس فیض کی رائے میں تعبیر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابقت ظاہری و باطنی عطا کی ہے کہ ایک ذرہ یا بال کا بھی فرق نہیں ہے۔ اور آپ کے دونوں قدم قرآن پاک کے احکام پر راسخ ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے اس تعبیر کو بہت پسند کیا۔ اور خوش ہوئے۔ ملا غلام علی مذکور کہتا تھا کہ حضرت صاحبؒ نے اس تعبیر کے عوض مولوی محمد عابد کو ایک دستار اور ایک لنگی عطا

فرمانی تھی۔ کتاب الحروف کتاب ہے کہ مولوی محمد عابد بڑی عمر کے تھے اور صالح مفتی آدمی تھے اور حضرت مولانا نور محمد ناروداؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ اور اپنے پیر کے وصال کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت رہتے تھے۔ صاحب درود و ذوق و شوق تھے۔ اکثر مشنوی کتب اشعار پڑھا کرتے تھے اور گریہ کرتے تھے۔ فقیر نے بھی انہیں دیکھا ہے بلکہ پہلی دفعہ جب بیعت کے لئے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا تھا تو اُن کے حجرہ میں ٹھہرا تھا۔ اور تین ماہ مولوی صاحب کے حجرہ میں قیام کیا تھا۔ اور مولوی محمد عابد صاحب کے اوقات کو دیکھا تھا۔ سبحان اللہ و بحمدہ ان کی عمر سو سال کے قریب تھی مگر ان کی نماز تہجد اور ذکرِ چہرِ قضا نہ ہوتا تھا۔ نماز تہجد کے بعد ذکرِ چہر کہتے تھے۔ اور اثنائے ذکر میں ہندی و فارسی کے اشعار پڑھتے تھے اور روتے تھے اور نوحے لگاتے تھے اور حضرت صاحبؒ پر بہت اعتقاد تھا۔ بلکہ انہیں اپنا پیر محبت سمجھتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک دن علی محمد جراح جو حضرت صاحبؒ کے با اعتقاد مریدوں میں سے تھا آیا اور عرض کیا کہ عرب نواز ڈیرہ اسماعیل خاں کی قضا مذہبی کو ملی ہے۔ اور میرا روزِ نہ مقرر نہ کیا گیا ہے۔ مگر اس عہدہ قضا سے ڈرتا ہوں اور آپ کی ذات کے سوا وسیلہ نہیں کہتا ہوں فرمایا: **مُرْئِي لَا تَخَفُ اللَّهُ** جی، میرے مرید ڈر دست میرا اللہ میرے ساتھ ہے) منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم ہمارے شریف کے سفر پر روانہ ہوئے۔ جب ملتان پہنچے ایک خاتون ہمارے پاس آئی اور اس نے کہا کہ مجھے شیخ بہاؤ الدین ذکر یا ملتانی کی اولاد میں سے ایک خاتون نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور ایک خواب کی تعبیر درِ بافت کی ہے۔ وہ خاتون کہتی ہیں کہ میں شیعہ ہو گئی ہوں۔ اور خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرے گھر میں چمراغ روشن ہوتا ہے اور پھر سمجھ جاتا ہے اس کی تعبیر کیا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنی خاتون کو کہ دو کہ وہ گھر تیرا دل ہے اور چراغ تمہارا ایمان ہے۔ پس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تیرے مذہب شیعہ اختیار کرنے سے تمہارا ایمان چھین گیا ہے۔ یعنی صحابہ کرام کی عداوت کے سبب۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ سنگھ شریف میں اور اس کی فوج میں کٹڑی بہت آگئی اور کیتی باڑی کو کھانے لگی۔ تو فسہ شریف کے لوگ آئے اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں التماس

کی اور املا دیا چاہی کہ یہ بلا رفع ہو جائے۔ حضرت صاحب نے سرفراز خاں کو حکم دیا کہ جا اور میری طرف سے مکڑی کو پیغام دے کہ فلاں کتاب ہے کہ اس ملک سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں سزاؤں کا اور قید کردوں گا۔ اس شخص نے جاکر ایسا ہی کہا یہ پیغام سن کر تمام مکڑی سنگھڑ شریف سے باہر چلی گئی۔ اسی طرح ایک دفعہ پھر ملک سنگھڑ میں آئی اور لوگوں کی زراعت تباہ کرنی شروع کی۔ سنگھڑ کی خلعت نے حضرت صاحب کی خدمت میں التجا کی، فرمایا ہر ایک صاحب زراعت ایک سیر غلہ فی من میرے مرشد کے لئے نذر مانے۔ اسے اللہ تعالیٰ امان دے گا۔ تمام لوگوں کے نذر کی۔ مکڑیوں نے ان کی زراعت کا نقصان نہ کیا، مگر جنہوں نے نذر مقرر نہ کی تھی۔ ان کی زراعت خراب و تباہ ہو گئی۔ اور حضرت صاحب کا یہی دستور تھا کہ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئی اور وہ حضرت صاحب کے پاس اس مشکل کے حل کے لئے عرض کرتا تو فرماتے تھے کہ ایک پھنڈر گائے میرے مرشد کے لئے نذر معین کرو۔ وہ شخص نذر مقرر کرتا تو حق تعالیٰ اس کی بھی مشکل آسان کر دیتا۔ اور اگر گائے موجود نہ ہوتی تو اس کی قیمت پانچ یا چھ روپیہ مقرر کر کے اُسے نذر کر دیتا۔ حق تعالیٰ اس کی بھی مشکل آسان کر دیتا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ مولوی علی محمد سوکڑی کی بیٹی نے آکر عرض کیا کہ یا حضرت میرا باپ سخت بیمار ہے اور اس کا آخری وقت ہے۔ مگر ابھی کچھ سانس باقی ہیں دعا فرمائیں اور مدد فرمائیں کہ حق تعالیٰ اُسے شفا عطا کرے۔ اور بہت گریہ و زاری کی۔ حضرت صاحب کو اس پر رحم آگیا۔ فرمایا ایک نر گاؤں میرے مرشد کی نذر مقرر کرو۔ خدا تیرے باپ کو شفا بخشے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت صاحب نے اس کے باپ کی شفا کے لئے دعا فاتحہ خیر کی۔ حق نے اُسے شفا دی۔ اس لئے کہ حضرت صاحب کو علاء فضل کے طبقہ سے بہت نعت و شفقت تھی۔ وہ گائے بھی اپنے لگے سے مولوی صاحب کی طرف سے خود دی۔ مولوی علی محمد مذکور کہتا تھا کہ میری جان اس دن پاؤں سے ناف تک جلی گئی تھی مگر حضرت صاحب کی دعا کی برکت سے اور آل جناب کی توجہ سے حق تعالیٰ نے مجھے نئی زندگی بخشی۔

ایک دن ایک شخص نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ یا حضرت کہتے ہیں کہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کیا آپ بھی دیکھتے ہیں۔ فرمایا میں بھی دیکھتا

ہوں۔ ایک شخص نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَفِيَ فَنَدَى الْحَقُّ** (جس نے مجھے دیکھ لیا اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا) ہمارا حال کیا ہوگا۔ ہم بہت چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔

فرمایا کہ تم مجھے دیکھ لو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے رسول اللہ کو دیکھا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحب نے یہ بات حدیث کے مطابق فرمائی تھی کہ **الْشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالْيَنِيِّ فِي أُمَّتِهِ**

یعنی مرشد اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہے جیسے ایک نبی اپنی امت میں ہے (میرزا الشاہ کا تفسیر) یعنی نائب۔ اس کی خلل ہوتا ہے جس کی وہ بنابت کرتا ہے (پس علمائے راسخ اور اولیاء اللہ

رسول علیہ السلام کے نائب ہیں جو ان کی زیارت کرتا ہے گویا رسول اللہ کی زیارت کرتا ہے اور اسی طرح صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ جو کوئی عالم، متقی اور صالح کے پیچھے نماز پڑھے گا۔

تو گویا اُس نے رسول علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی۔ منقول ہے کہ مائی عزت بی بی چشتیؒ سکند تاج سرور زوجہ شیخ عبدالرحیمؒ شیخ جمال چشتیؒ

جو حضرت صاحب کے مریدوں میں سے تھی، نے اس فقیر کے سامنے فرمایا کہ شیخ جمال چشتیؒ کی خالہ مائی اصالت بی بی نے میرے سامنے کہا کہ حضرت صاحبؒ نے قبلہ عالم کے وصال کے بعد جب

اُن کے مزار پر اقامت اختیار کی تو میں اُن کی روٹی بھاتی تھی اور حضرت صاحبؒ ہمارے گھر آ کر روٹی کھاتے تھے۔ البتہ رات کے وقت مسروفتیت کی وجہ سے دیر سے فارغ ہو کر روٹی

کھانے کے لئے آتے تھے۔ چنانچہ گھر کے تمام لوگ سو جاتے تھے۔ میں حضرت صاحبؒ کے انتظار میں بیٹھی رہتی تھی اور انہیں کھانا کھلا کر پیش کرتی تھی۔ اور حضرت صاحبؒ کھانا کھانے

کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ اسی طرح حسب سابق حضرت صاحبؒ رات کو دیر سے آئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت رات بہت گزر جاتی ہے اور

آپ دیر کر کے آتے ہیں اور مجھے اس تاریک رات میں ڈر لگتا ہے۔ اس لئے کہ نمازِ مرسور ہے ہوتے ہیں اور میں تنہا اندھیری رات میں جاگ رہی ہوتی ہوں۔ آپ بلا درگم ذرا اول وقت آیا

کریں۔ میں نے پھر کہا کہ یا حضرت حبیبِ دُنیا میں اس کی تاریکی سے ڈرتی ہوں تو قبر کی تاریکی میں مجھ پر تو بہت خوف ہوگا۔ اور میرا قبر میں کیا حال ہوگا۔ حضرت صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ اسے مائی اصالت بی بی

قبر کی تاریکی اور غلاب سے مت ڈر کر حق تعالیٰ تیری قبر میں روشنائی کر دے گا۔ اور تمہاری قبر میں بہشت کے باغوں سے ایک باغ ہوگا۔ جب حضرت صاحبؒ کے جلنے کے بعد میں سوئی تو خواب دیکھا کہ گویا میں فوت ہو گئی ہوں اور مجھے قبر میں دفن کر دیا گیا ہے اور قبر میں بہشت کا ایک باغ پیدا ہو گیا ہے اور قبر میں ایسی روشنی ہو گئی ہے کہ گویا چراغ و شعل روشن ہیں۔ جب میں بیدار ہوئی تو بہت خوش ہوئی اور جان لیا کہ میں نے جو بات حضرت صاحبؒ کو قبر کی تاریکی کے خوف سے بارہ میں بتایا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے مجھے معاف کر دیا ہے اور تشفی دے دی ہے۔ پس خوشی میں اٹھ کر خانقاہ قبلہ عالمؒ میں جا کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں خواب بیان کرنے کے ارادہ سے گئی۔ حضرت صاحبؒ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ مجھے دور سے دیکھ کر مسکرائے اور کہا کہ اسے مائی اسالت بی بی تورات والا خواب بیان کرنے آئی ہے۔ میں نے کہا میں حضرت آپ کے کرم سے خواب دیکھا ہے اور اپنی قبر کا حال دیکھ لیا ہے۔ فرمایا خوش رہو اور کوئی غم نہ کھاؤ۔ کاتب الحروف کتب ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔ قال علیہ السلام "الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رَّيَاضِ الْجَنَّةِ" اَوْ خُفَّ قَاتِلُنْ حُفْرُکَ " التَّيْزَانِ ہے؟ قبر حیات کے باغات میں سے ایک باغ ہے جہنم کے گڑبڑوں میں سے ایک گڑبڑ ہے، پس حضرت صاحبؒ نے پہلے اپنی کرامت سے اسے قبر کا حال خواب میں مشاہدہ کرایا اور پھر کشف سے اُسے بتا دیا کہ تو نے رات کو ایسا خواب دیکھا ہے سبحان اللہ یہ مقام پہلے سے حضرت صاحبؒ کو ابتداءً ہی سے حاصل ہو گیا تھا۔ اور پھر حسیب انتہا کو پہنچے ہوں گے تو کس مرتبہ پر ہوں گے۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ اللہ بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ ہمارے عزیز باک طرف حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے تیار ہوئے اور بدستور سابق تیاری روانگی کر رہے تھے۔ جب اسلامناں والی سنگوٹھرنے سن کہ حضرت صاحبؒ ہمارے شریف کی طرف جا رہے ہیں تو منگنوں ٹھٹھ سے آیا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض فرمایا کہ کیا کہ قبلہ آپ سفر کی تیاری کر رہے ہیں اور میں یہ سن رہا ہوں کہ نواب جی خاں اس ملک کا حاکم بن کر خراسان سے آ رہے ہیں۔ وہ ظالم اور جاہل ہے اُس کے آنے سے ملک سنگوٹھرتباہ ہو جائے گا۔ اسالی اس طرف جانا موقوف کر دیں اور یہیں اپنے پیارے عرس کریں تاکہ آپ کی برکت سے

اُس ظالم کے ظلم سے نجات پائیں۔ فرمایا ابھی رواجی میں کافی دن ہیں۔ دیکھا جائے گا جب رواجی کے دن قریب آگئے۔ اور حضرت صاحب تیار ہوئے تو نواب اسد خاں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر وہی درخواست کی۔ فرمایا اسے اسد خاں یہ ہمارے نشہ دستی کے دن ہیں کہ ہم اپنے مرشد کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ ہم رک نہیں سکیں گے ہمیں منع نہ کرو اس لئے کہ بہت ایں سفر بکرب عشاقِ فرضِ عین۔

پیر و مرشد کے عرس کی حاضری کے لئے سفرِ فرضِ عین ہے) اسد خاں نے جب دیکھا کہ حضرت صاحب ضرور مہار شریف کی طرف تشریف لے جائیں گے تو پھر عرض کیا کہ اگر آپ ضرور تشریف لے جاتے ہیں تو خدا را خلیفہ محمد بالا صاحب کو اپنی جگہ تو نسہ شریف میں قائم مقام بنا کر چھوڑ جائیں تاکہ وہ ہمارے لئے دعائے خیر کریں۔ تاکہ حق تعالیٰ ہمیں اس ظالم کے شر سے نجات دے۔ فرمایا بہتر ہے انہیں کہہ دوں گا۔

جب حضرت صاحب سوار ہوئے تو خلیفہ صاحب کو بلا نواب کی سفارش کی اور فرمایا کہ ان کے لئے دعا کرتے رہیں تاکہ حق تعالیٰ اس ظالم کے شر سے امان دے جب نواب جمی خاں مذکور بلدہ دھوا میں آیا جو تو نسہ شریف سے چوبیس کوس کے فاصلے پر ہے اور یہ خبر ملک سنگھ میں پھیلی تو اسد خاں خلیفہ صاحب کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ حضرت صاحب تو مہار شریف تشریف لے گئے ہیں اور آپ ان کے قائم مقام ہیں۔ وہ ظالم دھوا میں پہنچ گیا ہے اور اس کا ظلم مشہور ہے۔ دعا کریں کہ حق تعالیٰ ہمیں اور تمام ملک سنگھ کو اس کے شر سے امان دے۔ خلیفہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کچھ عرصہ بعد راجا کو فرمایا کہ خاطر جمع رکھو وہ ظالم اس ملک میں نہ آئے گا۔ اور معزول ہو کر دھوا سے ہی

اپس خراسان چلا جائے گا۔ اسد خاں غرض ہو کر سنگھوٹہ کی طرف چلا گیا اور چند دنوں کے بعد یہ خبر ملی کہ جمی خاں دھوا سے ہی واپس خراسان چلا گیا ہے۔ اور معزول ہو گیا ہے۔

یہ خبر سن کر سنگھ کے تمام باشندے غرض ہو گئے اس لئے کہ ظالم حاکم سے رعیت کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جب دو ماہ بعد حضرت صاحب مہار شریف سے واپس سنگھ شریف رونق فرور ہوئے تو اسد خاں زیارت و قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے اس

سے پوچھا کہ سلسلہ کے نواب جمعہ خاں اس ملک کا حاکم بن کر خراسان سے آرہا ہے۔ ابھی تک نہیں پہنچا۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ اسد خاں نے تمام حال اور خلیفہ صاحب کی دعا و توجہ کا ذکر کیا اور کہا غریب نواز آپ ہمیں کھوڑ کر مہار شریف تشریف لے گئے تھے، لیکن خلیفہ صاحب نے اس طرح تصرف فرمایا کہ بلکہ وہ ہوا سے وہ ظالم واپس خراسان چلا گیا۔ یہ حکایت سن کر حضرت صاحب خلیفہ صاحب سے رنجیدہ ہوئے مگر اس وقت کچھ نہ فرمایا اور خاموش ہو گئے۔ جب اسد خاں رخصت لے کر چلا گیا تو خلیفہ صاحب کو بلا کر فرمایا کہ میاں صاحب ایسی کرامت ظاہر کرنا تمہارے حق میں اچھا نہیں ہے۔ خیر آج کل اسد خاں کا دور ہے اس کے لئے دعا کریں اور کرامت ظاہر کریں مگر اپنے تصرف سے نئے آنے والے حاکموں کو واپس خراسان کی طرف مت بھیجیں۔ خیر وہ بھی مسلمان ہیں۔ البتہ عنقریب ان کی حکومت کا دور ختم ہو جائے گا اور اس ملک پر سبکو قوم حکمران ہو جائے گی۔ وہ بھی تمہارے پاس حاکم نوکورد کرنے سے باز نہیں درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ اپنے تصرف سے اس حاکم کو واپس بھیج دیں اور تمہیں کہیں گے کہ آپ نے نلاں حاکم کے لئے دعا کی تھی اور آپ اپنی توجہ و تصرف سے نئے حاکم کو جو مقرر ہو کر آ رہا تھا معزول کر کے واپس خراسان بھیج دیا تھا اب ہمارے لئے بھی دعا کریں اور کرامت دکھائیں۔ مگر بات یہ ہے کہ کام تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہاتھ میں ہے۔ پس تمہیں پتہ نہیں ڈال دیں گے اور یہ بات تمہارے لئے بہت خراب ہو گی بعرضہ کہ حضرت صاحب نے بہت زجر و توبیخ کی۔ خلیفہ صاحب ڈر کر رونے لگے اور پہاڑ میں چلے گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد صاحبزادگان مباروی کے سفارش پر حضرت صاحب نے ان کی تقصیر معاف کی اور ان سے خوش ہو گئے۔ کاتب کہتا ہے کہ یہ صرف خلیفہ صاحب کو تعلیم دینے اور نصیحت کرنے کی صورت تھی۔ ناراضگی نہ تھی نیز جانا چاہیے کہ حضرت صاحب نے اپنے کشف کے ذریعہ پہلے ہی خبر دے دی کہ قوم سکھ اس ملک کے حاکم بنیں گے اور آخر وہی ہوا۔

حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ کوہستان درگ میں، جو حضرت صاحب کا وطن تھا۔ جعفر پٹانوں کے دو قبیلے تھے۔ ایک جعفرانی اور دوسرے جعفری۔

عمرانی ان دونوں قبیلوں کے دشمنوں میں زمین کے سلسلہ میں تنازعہ ہو گیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ میں اس سے لڑ نہیں سکتا۔ وہ منگٹوٹھ میں آیا اور اپنی زمین جو کوہ درگ میں تھی اسد خاں عظمیٰ کے ہاتھ بیچ دیا۔ دوسرے نے جب سنا کہ اس شخص نے اپنی زمین اسد خاں کو فروخت کر دی ہے تو وہ حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یا حضرت اسد خاں نے فلاں جعفر کی زمین خرید لیا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اپنا عمل کوہ درگ میں بھیجے۔ اور درگ چونکہ آپ کا وطن و مولد تھا اس لئے اس پہاڑ میں کسی حاکم کا عملہ کبھی نہ گیا تھا۔ قوم جعفر افغان کا اس پہاڑ میں عمل دخل تھا۔ ہر ایک اپنی زمین کا مالک تھا۔ اور کسی کو محصول نہ دیتے تھے۔ پس حضرت صاحب نے جب یہ بات سنی تو اپنے ملک و وطن کی پاسداری اور محبت پیدا ہوئی۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ حُبُّ اُوطُنٍ مِنْ اَلْوُثَمَانِ ”کہ وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے“ آپ اسد خاں پر ناراض ہوئے اور خود سوار ہو کر موضع منگٹوٹھ میں گئے اور نواب مذکور کی مسجد میں جا کر ڈیرہ کیا۔ جب محمد یار فوج نے کہ آخر عمر میں حضرت صاحب نے اُس کا نام ابوالوفار رکھ دیا تھا۔ اور وہ نواب کا نوکر و شیر تھا۔ اور حضرت صاحب کا مرید تھا۔ سنا کہ حضرت صاحب خود تشریف لائے ہیں۔ تو حیران ہو گیا۔ اور دل میں کہنے لگا کہ اس طرح حضرت صاحب کی تشریف آوری کا مطلب کیا ہے۔ دوڑا دوڑا آیا اور حضرت صاحب سے پوچھا کہ حضور آپ کی تشریف آوری کا سبب کیا ہے۔ فرمایا۔ کہ اسد خاں کو جلد میرے پاس لاؤ۔ کہ اسے کچھ کہنا ہے اس نے جا کر جلد ہی سے اسد خاں کو کہا کہ جلد حضرت صاحب کی خدمت میں جاؤ کہ تمہیں طلب کیا ہے۔

وہ اس وقت اپنے سر کے بال دھو رہا تھا۔ وہ اسی حالت میں کہ سر کے بال آدھے دھوئے تھے۔ اور کپڑے بھی ٹھیک طرح پہنے ہوئے نہ تھے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور قدم بوسی حاصل کی اور پوچھا کہ حضور اس طرح غیر معمولی طور پر تشریف آوری کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں نے سنا ہے کہ تو نے کسی جعفر نامی سکند درگ کی زمین خرید لی ہے اور تو چاہتا ہے کہ کوہ درگ میں بھی اپنی حکومت قائم کرے۔ اسے بے وقوف یہ ملک سنگم تیرے پاس ہے اگر یہاں بھی تیری حکومت رہے تو غنیمت جانی کیوں کہ تیرے باپ سکھ آ رہے ہیں اور

تجھت یہ ملک سنگھڑ بھی لے لیں گے۔ اور تو دوسرے سے ملکوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اگر کوہ درگ میں زمین لینا چاہتا ہے تو پہلے میرے ساتھ مقابلہ کر۔ تیرے پاس فوج اور اسلحہ ہے اور ہم فقیر لوگ اپنے ہاتھ میں صرف تیسج رکھتے ہیں۔ دیکھ تجھے کوہ درگ کی زمین کس طرح دیتا ہوں۔ اس جلال آمیز کلام کے سننے سے اسدخاں پر خوف غالب آگیا اور کانپنے لگا۔ عرض کیا کہ یا حضرت میری کیا طاقت کہ آپ کا مقابلہ کر دوں اور مجھے درگ کی زمین لینے کی حرص نہیں ہے۔ فلاں شخص وہ یہاں موجود ہے اُس نے خود برفضا اور غبت مجھے یہ زمین بھیجی ہے۔ فرمایا اس کجنت کو میرے سامنے لا۔ جب اس کو بلایا تو وہ حضرت صاحب کے خوف سے چھپ گیا۔ بہت تلاش کیا مگر نہ ملا۔ آخر اسدخاں نے وہ بیع نامہ جو درگ والا جعفر افغان کے ساتھ زمین کے سلسلہ میں کیا تھا حضرت صاحب کے سامنے لاکر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور توبہ کی اور معافی مانگی۔ پس حضرت صاحب کا جلال فرو ہوا اور اسدخاں سے خاطر داری کی باتیں کرنے لگے اور فرمایا میں نے تمہاری بہتری کے لئے یہ باتیں کی ہیں۔ محمد یار مذکور نے عرض کیا کہ قبلہ اسدخاں کی تفصیر معاف فرمادیں اور جو الفاظ اپنی زبانِ وحی ترجمان سے آپ نے اس سے بارہ میں فرمائے ہیں کہ ملک سنگھڑ اس کے ہاتھوں سے چلا جائے گا یہ واپس لے لیں ورنہ اس نواب کے حق میں بہتر نہ ہوگا۔ فرمایا بخیر ابھی سکھوں کے آنے میں کچھ وقت لگے گا۔ البتہ ان کا غلبہ حکومت اس ملک میں ہونا ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب رخصت ہو کر تونسہ شریف آ گئے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اگر کوئی اس واقعہ پر پُریشان ہو کہ حضرت صاحب تارک الدنیا تھے۔

تو انہیں امیر کے دروازہ پر زمین کے مقدمہ کے سلسلہ میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ تو میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے اولیائے کاملین کو سراپا رحم و کرم بنایا ہے کہ ہمیشہ مخلوق کی بہتری سوچتے ہیں اور مخلوق کا آرام اُن کا آرام ہے اور مخلوق کی تکلیف اُن کی تکلیف ہے اس لئے کہ ان کا کامل مثل روح کے ہے۔ اور مخلوق مثل جسم کے۔ پس جسم پر جو کچھ ہوتا ہے روح کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ نقد مخصوص میں مولانا جامی صاحب نے فرمایا ہے

«الانسان کامل روح العالم والعالم جسد کا ایک کامل انسان اس دنیا میں روح کی

مانند ہے اور پوری دنیا اس کا جسم ہے، نیز یہ فرقہ کا ملین اہل نفس نہیں ہے کہ کہیں جانے سے عار کریں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک بادشاہ و فقیر اور ادنیٰ و اعلیٰ سب برابر ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لئے کرتے ہیں۔ پس حضرت صاحبِ کام کے لئے جانا حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے جانے کی طرح تھا، جب وہ سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی کے پاس گئے تھے، جس کا ذکر مرآت الاسرار اور دوسری کتب میں موجود ہے۔

اس فقیر کا تب المعروف کی ایک بھانجی رحیم النساء نام جو قرآن شریف پڑھنے والی اور صالحاتِ زمانہ سے فقی اور اولاد و ظالمت میں بہت مضبوط تھی اور اس فقیر سے بیعت تھی۔ اسے تپ دق کا عارف ہو گیا۔ جب اس پر نزع کا وقت آیا تو اُس نے ذکر چہر ضرب شہید سے شروع کر دیا اور شوقِ خلا اس پر غالب آ گیا اور وہ ملک الموت کی آمد کی منتظر تھی اور کہتی تھی کہ ابھی نہیں آئے تاخیر کا باعث کیا ہے اور مرد و عورت جو پاس بیٹھے تھے۔

اُسے کہہ رہے تھے کہ یہ وقت بہت نازک ہے اس وقت بجز فضلِ خدا و امدادِ مرشداں نہایت قدم رہنا محال ہے۔ آخر یہاں قمر الدین صاحب جو اس فقیر کے برادرِ کلام ہیں نے سورہ یسین پڑھنی شروع کی۔ اُس نے کہا کہ تم خاموش رہو۔ میں پڑھوں گی پس اُس نے خود سورہ یسین پڑھنی شروع کر دی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰ یٰسِیْنَ وَالْقَسْ اِنَّ الْحَکِیْمَ لَکَ

لَعْنُ الْمَرْسَلِیْنَ۔ کلمہ مرسلین پر جانِ جانِ آفرین کے پیر کر دی۔ جب اسے دفن کیا تو تاجِ لبی نے جو اس فقیر کی مرید تھی۔ اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا رحیم النساء قبر میں تیرے ساتھ کیا گزری۔ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ اُس نے کہا حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

اس روز سے کہ جب میں ماموں صاحب حاجی محمد الدین سے بیعت ہوئی تھی دو رکعت نفل بعد مغرب حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی روحِ پاک کے ایصالِ ثواب کے لئے پڑھتی تھی۔ جب مجھے قبر میں رکھا تو حضرت غوثِ زمانِ قبر میں آئے اور یہ اعلیٰ تاج مجھے عنایت کیا۔ میں نے جسے سر پر رکھ لیا۔ حق تعالیٰ نے اس تاج کے طفیل جو مجھے دادا پیر لے دیا تھا۔ بخش دیا۔ اور یہ بھی کہا کہ جو

کوئی حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے خاندان یا ماموں صاحب کے خاندان میں مرید ہے وہ اس تاج کے سائے میں آئے گا۔ اور تم بھی اس کے سائے کے نیچے آؤ گی۔

ایک دفعہ پتھر حضرت غوثِ زمانؒ کے وصال کے بعد ان سے عرس شریف پر سنگم شریف گیا ہوا تھا۔ اور اس سال برہان الدین نام قصاب سکند فتح پور جو اس فقیر کا مرید تھا میرا رفیق تھا جب واپس ملتان پہنچے تو اسے ایسا عارضہ تپ ہو گیا کہ بے ہوش ہو گیا۔ تین دن کے بعد اسے کچھ ہوش آیا۔ میں نے کوشش کی کہ اس سے لے اونٹ کرایہ پر کروں لیکن راستہ میں شتر نہ ملا۔ لاچار اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ اور میں پیادہ چار کوس تک گیا۔ آخر جب وہ تھک گیا تو اُس نے کہا اب آپ سوار ہو جائیں۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ابھی چوتھا جھڑکوس کا رنگئے تھے کہ اس پر پھر بے ہوشی وارد ہو گئی اور اس سے پاؤں چلنے سے کانپنے لگے۔ میں نے اسے گھوڑے پر سوار کرایا۔ مگر چونکہ اسے ہوش نہ تھا گھوڑے پر بھی سوار نہ ہو سکتا تھا۔ لاچار میں نے ایک ہاتھ سے لگام تھامی اور ایک ہاتھ سے اُسے تھاما اور چند قدم گیا۔ اس اثنا میں اس نے ذکر جہر ضربِ شدید سے شروع کر دیا۔ میں نے اسے منع کر دیا کہ قلب پر اتنی شدید ضرب نہ لگا اور آہستہ ذکر کر کہ تو بیمار ہے۔ اسے ہوش نہ تھا اس لئے وہ باز آتا تھا اور اسی بے ہوشی میں خوب ضرب کلمہ شریف آواز بلند سے قلب پر مارتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ گھوڑے سے گر جائے گا تو میں نے اسے گھوڑے سے اتارا۔ دن کا پانچ بجھ گھڑی وقت رہتا تھا۔ اور ملتان سے غلام رشید نو کوس ہے کہ اس کے درمیان آبادی نہیں ہے جنگل ہے۔ ہم نے پانچ کوس طے کئے تھے اور چار کوس جنگل باقی تھا۔ اور ہم دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب اس سفر میں میں نے اسے گھوڑے سے اتارا تو اس پر حالتِ نزاع طاری ہو گئی اور اس کا رنگ فوت ہونے والے کی طرح زرد ہو گیا اور اُس کی آنکھوں کی پتلیاں پھر گئیں اُس نے اس حالت میں خود بخود سورہ یسین شروع کر دی۔ میں نے جان لیا کہ اب یہ ضرور فوت ہو جائے گا۔ میں نے دل میں نکر کیا کہ الہی کیا گناہ مجھ سے ہو گیا ہے کہ تنہا اس سفر میں پڑ گیا ہوں اور اسے اکیلا کیسے دفن کروں گا کہ چار کوس جنگل ہی ہے۔ آخر اپنے پیر و مرشد کی جناب میں استغاثہ کرتے ہوئے سنگم شریف کی طرف متوجہ ہوا کہ یا حضرت اب بجز آپ کی ذات گرامی سے کوئی اور غم خوار نہیں ہے امداد کا وقت ہے۔

شعر: اَحْسَنُ مُوسِدِي اَمَلًا دِي جَالِي تَقَبَّلْنِي وَلَا تَرُدُّ سَوَالِي

میرے مرشد امیرے حال پر رحم کھا کر میری امداد فرمائیے میری یہ درخواست مسترد نہ فرمائیے گا بلکہ شرف قبولیت سے نوازیئے گا) کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف آ رہا ہے۔ جب میرے نزدیک آیا پوچھا کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ یہی جو آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔ وہ گھوڑے سے اُترا اور کہا کہ اسے میرے گھوڑے پر سوار کر دو۔ مخدوم رشید چار کوس پر پہنچا۔ میں نے کہا اس پر نزع کی حالت ہے اسے ہوش نہیں ہے کیسے گھوڑے پر سوار ہوگا کہ بہ موت کے قریب ہے۔ اُس نے کہا کہ اسے آواز دو۔ میں نے آواز دی۔ اُس نے اُنکھ کھولی اور ہوش میں آ گیا۔ میں نے کہا اُٹھ اور گھوڑے پر سوار ہو جا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے اُسے گھوڑے پر سوار کر لیا اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میرے زنادین گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرح جا رہا تھا کہ گویا وہ بیمار نہیں ہے۔ جب مخدوم رشید قریب آ گیا تو اس سوار نے کہا کہ اب مخدوم رشید قریب آ گیا ہے وہ نظر آ رہا ہے۔ میرا گھوڑا اسے دوپٹی جاتا ہوں۔ میں نے برہان الدین کو اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ اور وہ سوار روانہ ہو کر چلا گیا۔ پھر اُسے کبھی نہ دیکھا جب مذکورہ قصبہ میں گئے تو ہم نے حکم دین جو ہانا پیر بھائی عمامے گھر میں ڈھیر کیا۔ رات کو برہان الدین کو بہت تھکے آئیں اور اس کے پیٹ سے بہت بہت سبز مواد نکلا اور حق تعالیٰ نے اُسے شفا دے کر عطا فرمائی۔ اس دن کے بعد ہم نے روزانہ چودہ چودہ پندرہ پندرہ کوس کا سفر کیا۔ وہ پیادہ جاتا تھا اور میں سوار پھر اسے کبھی در دسر بھی نہ ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے حضرت خوش زماں کی امداد سے ہمیں اپنے گھر خیر و عافیت سے پہنچا دیا۔ اور برہان الدین میرے سامنے کہتا تھا کہ جب تم نے مجھے آواز دی اور میں نے اُنکھ کھولی دیکھا کہ گویا جان بدن سے نکل کر پھر بدن میں آ گئی ہے۔ مجھے طاقت آ گئی اور میں اُٹھ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ایک دفعہ نصیر الدین میرے بیٹے کو عارضہ تپ و زکام ہو گیا۔ اُس دن اس کی والدہ نے چادل اور ماش کی کھڑی تیار کی تھی اور اس میں زرد کمی ڈالا تھا۔ جب کھانے کے لئے بیٹھا اور اپنی شکل روغن زرد میں دیکھی یکایک اس پر ہنسی و مسخری غالب ہوئی اور نعرہ عاشقا نہ و اشعار مشتاقانہ شروع کر دیئے۔ کبھی ہنستا اور کبھی روتا کبھی وجد میں آتا اور اس کی حالت متغیر

ہوتی۔ حکیم امام الدین بن ملاں محمد سلیمان سفید بان کو جب اُسے دیکھنے کے لئے بلاوا دیا تو اُسے سخت سست کیا اور یہ پڑھا۔

سے دارو مدہ طیب کہ داریم درد عشق
ماہ نئے شوم تو بد نام میثوی

اُسے طیب تو مجھے دوا نہ دے کہ میرا درد عام درد نہیں ہے یہ درد عشق ہے جری دوا سے
ہلے درد کو آرام نہیں آئے گا اور تو مفت میں بدنام ہو جائے گا۔ کبھی ذکر جہر کی ضرب دیر
تک قلب پر لگاتا تھا اور پھر لغو لگاتا تھا اور کبھی اے اللہ اے اللہ اور کبھی اللہ اللہ
کتبتا تھا اور دہر کرتا تھا۔ ایک آدمی میرے پاس بھیجا۔ یہاں تک کہ میں آیا۔ میرے آنے
پر وہ بنسنے لگا اور میری تعظیم کے لئے کھڑا ہوا اور پھر ذکر میں مشغول ہو گیا۔ اور لغو مستان
واشعار عاشقانہ شروع کر دیے۔ اس دوران اُسے بندھے آئی یعنی قے آنا چاہتی تھی مگر اس
کے پیٹ سے کوئی چیز نہ نکلتی تھی اور اس کے تمام جسم پر تپ کے آبلے بادام سے برابر نکل
آئے اور اس کی پیشانی مارنگ اُس خون کی طرح ہو گیا۔ جس میں ہلکی سی سیاہی بھی ہوتی اور اس
حالت میں بولتا بھی جاتا تھا۔ جب میں نے اُسے ٹھیک ہوتے ہوئے نہ دیکھا تو میں نے بھی
اُس کے قریب سونا شروع کر دیا کہ شاید کس وقت آخری وقت آجائے۔ اور مجھے خبر نہ ہو۔
ایک شب ایک پاس رات گزری تھی جبکہ میں محروم کے اندر تھا اور وہ محروم کے باہر رہا
میں چار پانی پر سو یا ہوا تھا کہ ناگاہ اس نے لاجول دلاقوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم پڑھا۔ میں
نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا باہر آؤ کہ مجھے حالت بیداری میں بلائیں نظر آتی ہیں
اور جب آنکھ کھولتا ہوں کچھ نظر نہیں آتا اور جب آنکھ بند کرتا ہوں تو بلائیں نظر آتی ہیں۔ میں نے
کہا کہ حضرت صاحبِ خواجہ محمد سلیمانؒ کی طرف توجہ کرو اور پیران کے سلسلہ کی طرف توجہ کرو جب
وہ خواجگانِ چشت کی طرف متوجہ ہوا۔ کہنے لگا الحمد للہ یہ خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ
کی خانقاہ ہے اور کبھی کہتا یہ درگاہ حضرت محبوب الہی سلطان المشائخ نظام الدینؒ اولیٰ کی ہے
اور یہ درگاہ فلاں بزرگ کی ہے۔ اور پھر دیر کے بعد مجھے کہا بااجی مولوی دیدار بخش پاکپٹی سنگھ
شریف سے اونٹوں کی قطار شہر سے بھر کر لا رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت خوش زمانؒ نے

تہا سے لئے شہد بھیجا ہے اور فتح پور میں آپ کے مکان پر اونٹوں کی قطار سے شہد اتارا گیا ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں کہ یں مکان کے سامنے کنوئیں کے پاس کھڑا ہوں میں نے کہا الحمد للہ اب اللہ تمہیں شفا دیئے گا۔ اور تمہارا مرض چلا گیا ہے کیوں کہ حضرت غوثِ زمانؒ کی مدد آگئی ہے۔ کہ انہوں نے تمہاری شفا کے لئے شہد بھیجا ہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے "قَالَ اَللّٰهُ فِي الْعُسْرِ شَفَا" (بلاشبہ شہد میں شفا ہے) پس اس واقعہ کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں شفا ہو گئی ہے اور تمہارا مرض چلا گیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد پھر کہا کہ یہ اور شہد کی قطار آرہی ہے کہ حضرت امام جوہر صادقؑ نے بھی ہے اور اسی مکان مذکور میں اسے بھی اتارا ہے میں نے جان لیا کہ حق تعالیٰ میرے اس بیٹے پر فضل کر دیا ہے۔ اور ہمارے پیروں کی مدد پہنچ گئی ہے۔ اسی دن سے حق تعالیٰ نے اسے شفا بخش دی اور وہ ٹھیک ہو کر کھانے پینے لگا۔

ایک دفعہ حضرت غوثِ زمانؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ سے سنگم شریف کی طرف تشریف لارہے تھے۔ جب ملتان پہنچے تو اللہ بخش نام چوہدری نے جو قرۂ رنگ پور کیرپان کارہنے والا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ کا مرید تھا، عرض کیا کہ قبلہ میری دعوت قبول کریں اور میرے گاؤں کے راستہ سے سنگم شریف تشریف لے جائیں۔ آپ نے قبول کر لیا۔ جب اُس قصبہ میں گئے تو ایک مسجد میں جا کر بیٹھے وہ قصبہ دریا کے قریب تھا۔ اور آبادی بہت کم تھی۔ آپ بیٹھے تھے کہ جنگل سے ایک شیر نکلا اور حضرت صاحبؒ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر سجدہ کیا۔ اس کے بعد کچھ دیر کھڑا رہا اور پھر چلا گیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ حکایت بہت مشہور ہے۔ سنگم شریف کا ہر شخص اس کا راوی ہے۔ اور اس فیر نے حضرت غوثِ زمانؒ کی زبان مبارک سے بھی یہ حکایت سنی ہے۔ چنانچہ ایک رات نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیانی وقت میں دیگر مصروفیات سے فارغ ہو کر اور کھانے سے فراغت کے بعد حضرت صاحبؒ ذرا لیٹے ہوئے تھے کہ محمد اکرم خادمؒ خاص نے عرض کیا کہ حضرت شیر کے آنے کا کیا قصہ ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ شیر آکر میرے مقابل دیر تک کھڑا رہا۔ سر نیچا کیا انگڑائی لی اور واپس چلا گیا ہر شخص غوف سے بھاگ گیا۔ مگر مجھے کوئی خوف نہ تھا۔ اس حکایت کو میاں محمد نے بھی اپنے ملفوظ میں لکھا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبِ عرس قبلہ عالم کے سفر میں ایک منزل پر قیام پذیر تھے کہ احمد پور کا نواب بہاول خاں جو حضرت صاحب کا مرید تھا۔ عین مراقبہ کی مشغولی میں آیا اور لگے میں رد مال ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت صاحب نے جب کچھ دیر سے بعد مراقبہ سے سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں اور اسے اس حالت میں کھڑے دیکھا تو فرمایا کہ نواب صاحب آج اس حالت میں کیسے کھڑے ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ قبلہ ایک فرما رہے تھے کہ اگر قبول فرمائیں۔ فرمایا کہو کہ وقتِ اجابت ہے۔ کہنے لگا کہ محمد یعقوب میرا وزیر ہے وہ میرا خیر خواہ ہے اس کی وجہ سے میں اپنے ملک کے انتظام سے بے فکر ہوں۔ اس کی اولاد نہیں ہے۔ دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ اسے اولاد دے۔ حضرت صاحب نے اس کے لئے دعا کی۔ یہاں تک کہ اسے تین بیٹے دیئے اور اب تک اس کی اولاد باقی ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایک رات نمازِ مغرب و عشاء کی درمیانی مصروفیات سے فراغت کے بعد حضرت صاحب ذرا لیٹے ہوئے تھے۔ فقیر بھی حاضر تھا۔ اہل دنیا کے قرب کا ذکر چلا۔ آپ نے فرمایا کہ چاہے کوئی کتنا ہی دنیا داروں، بادشاہوں، وزیروں اور نوابوں وغیرہ کے قریب ہو جائے اس کے دنیا و دین دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اور جو کوئی اہل اللہ و اولیاء اللہ کا قرب حاصل کرے۔ دنیا و دین دونوں اچھے ہو جاتے ہیں۔ پھر دونوں قریوں کی مثال دی۔ فرمایا کہ ایک وقت نواب بہاول خاں کو دیکھا کہ رد مال لگے میں ڈالے میرے سامنے کھڑا ہے۔ میں نے کہا نواب صاحب اس حالت میں کیوں کھڑے ہو کہنے لگا کہ میرے وزیر محمد یعقوب کے اولاد نہیں ہے۔ اس کے لئے دعا کریں تاکہ اولاد ہو جائے۔ فرمایا کہ یعقوب اس قرب درجہ پر تھا کہ خود اس کا آقا اس کے واسطے میرے سامنے دست بستہ کھڑا تھا۔ آخر اس کا بیٹہ ملا کہ چند دنوں کے بعد بہاول خاں اس کی بیوی پر عاشق ہو گیا۔ یعقوب کو تنگی کر دیا اور شہر کے باہر پھینک دیا۔ دفن بھی نہ کرنے دیا اور اس کی عورت کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ یہ ہے اہل دنیا کا قرب کہ کیا پھل ملا۔ البتہ اولیاء اللہ کا قرب یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کو چھ تنگ سے جا رہے تھے ایک مرتد فاسق فاجر اس کو چھ میں اپنی محبوبہ کے لئے کھڑا تھا۔ حضرت الشیخؒ کا دامن اس فاسق پر پڑ گیا جب فوت

ہوا۔ اس کو خواب میں دیکھا گیا کہ بہشت میں ہے۔ پوچھا کہ تمہیں اس فسق و فجور سے ہوتے ہوئے یہ نعمت کہاں سے ملی۔ کہنے لگا کہ ایک دن شیخ شہاب الدین سہروردی کا دامن میرے بدن یک تھاگ گیا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس دامن کے طفیل مجھے بخش دیا۔ فرمایا سبحان اللہ وہ حضرت شیخ کا نہ مرید تھا اور نہ دوست و آشنا محض اتنا سا قرب اسے حاصل ہوا تھا کہ صرف اس کے بدن کو حضرت شیخ کا دامن پھوٹا تھا اس قرب کا اسے کیا پھل ملا۔ اور ہو کسی اہل اللہ کا مرید ہوا اور اس سے عشق و محبت میں مبتلا ہو تو پھر اس سے لے کیا کیا نعمتیں ہیں۔ بیان نہیں ہو سکتیں۔

سہ گرنیک ایم بدیشاں گیرند و ربد باشم بدیشاں بخشند

خندم کہ در روز نامید و بیم بد از ابر نیکیاں بہ بخش کریم

میاں غلام رسول خاں صاحب کا کو افغان کہتے تھے کہ میں نے میاں صالح محمد مرحوم کی زبان سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کے ساتھ مولانا نور محمد نارو والہ صاحب کے عرس پر حاجی ہو گیا تھا۔ جب عرس سے فارغ ہو کر سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ تو حضرت قبلہ عالم مہاروی کے مریدوں میں سے ایک سید تھے۔ انہوں نے حضرت صاحب کی دعوت کر دی۔ حضرت غوث زمان اس مرید کے گاؤں کی طرف چلے گئے تھے اور ہم سب آپ کے ہم راہ بن گئے۔ راستہ میں پانی کا مال تھا۔ عبور کیا۔ حضرت نارو والہ صاحب کے مریدوں میں سے ایک شخص حضرت غوث زمان سے ایک مرید سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ کہتا تھا حضرت نارو والہ صاحب کے درجہ تیسرے پیر صاحب سے زیادہ اعلیٰ و افضل ہے۔ اور تہا لا پیر جو میرے پیر کے عرس پر آئے فیض حاصل کرتے آئے۔ حضرت صاحب قریب ہی تھے اس شخص کی یہ بات حضرت صاحب کے کان میں پڑی۔ فرمایا اے میرے عزیز میں اپنے پیر بھائی سے محبت کی بنا پر عرس پر آتا ہوں۔ ورنہ مجھے ان سے فیض کی حاجت نہیں۔ حضرت قبلہ عالم نے مجھ پر اتنا زیادہ کرم کیا ہے کہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہونے دیا اور نہ کسی سے میں کوئی حاجت رکھتا ہوں۔ میرے نزدیک نارو والہ صاحب اس شاہ صاحب کی طرح ہیں جن کے گھر ہم دعوت کھانے چلے ہیں۔ اس لئے کہ سید صاحب بھی میرے پیر

بھائی ہیں اور نارودالہ صاحب بھی میرے پر بھائی ہیں۔

مولوی غلام حیدر کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ ۲۴ رجب بروز جمعہ دوپہر کے وقت دولت قادم ہوسی ہوئی حضرت صاحبؒ بنگلہ میں بیٹھے تھے اور سنگھڑ شریف کے گرد و فواح کے لوگ بارش کے لئے اور پہاڑی نالہ میں پانی کے لئے دعا کی خاطر آئے ہوئے تھے اور فریاد و زاری کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک اٹھے اور میرا پیغام بادل کو دے کہ اگر ابھی بارش ہو جائے اور پہاڑی نالہ میں پانی آجائے تو بہتر ورنہ تمہیں قاضی رشوت خور کی قبر میں ڈال دوں گا۔ ایسا ہی کہا گیا اسی وقت بادل آگیا اور بارش شروع ہو گئی اور پہاڑی نالہ میں بہت پانی آگیا اور سنگھڑ کا تمام علاقہ بارش اور نالہ کے پانی سے سیراب ہو گیا۔ ۲۵ ربیع الاول بروز بدھ عصر کے وقت بنگلہ شریف میں آپ وضو کے لئے اٹھے تھے کہ میں نے قادم ہوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ خوارقِ علامات کے واقع ہونے کے متعلق بات کرنے لگے کہ کل بارش اور اولوں میں مچھلیاں بھی برسی ہیں۔ دیکھو کہ موجود ہیں جب میں نے نظر کی تو میں نے دوا نکشت کے برابر بھی مچھلیاں دیکھیں کہ بارش میں برسی ہیں۔ بعد میں ہر کسی نے گواہی دی کہ بارش کے ساتھ مچھلیاں بھی تھیں۔

میاں محمد علی ولد علی محمد بن حاجی اسماعیل سے منقول ہے کہ میری آنکھوں میں موتیا اتر آیا یہاں تک کہ آنکھ کی بینائی کم ہو گئی تھی۔ پس دعا کے لئے حضرت ابراہیم دشتی کی خانقاہ پر گیا وہاں سے حضرت شاہ دین پناہ کی خانقاہ کا اشارہ ہوا۔ میں دائرہ دین پناہ میں گیا۔ اور ختم قرآن کے لئے ایک حافظ ساتھ لے گیا۔ جب حافظ نے قرآن ختم کیا تو اُسے خواب میں حضرت دین پناہ کی زیارت ہوئی۔ اور دین پناہ صاحبؒ کا نام صلاح الدین شاہ ہے۔ کاپی کے رہنے والے ہیں۔ اور اپنے وقت کے کاملوں میں سے ہیں۔ انہوں نے خواب میں حافظ کو کہا کہ اس نابینا کو اپنے ساتھ تونسہ شریف میں حضرت خواجہ شاہ سلیمانؒ کے پاس لے جا۔ حافظ نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے خواب کا حال مجھے بتایا میں نے یقین نہ کیا۔ جب دوسری رات ہوئی مجھے بھی زیارت ہوئی۔ اور فرمانے لگے حافظ کی بات پر اعتماد کیوں نہیں کرتے اب بھی تونسہ چلے جاؤ اور حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ

سے اپنے لئے دعا کراؤ۔ کہ تمہارے مرض سے شفا کے لئے وہی شافی و کافی ہیں۔ حسب ارشاد تونہ شریف گیا اور اپنی آنکھوں کی بینائی اور درد کا حال حضرت غوث زمانؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب چھ ماہ گزر گئے تو ایک دن سفید کپڑے کی پوشاک ایک درویش کو عطا کی اور فرمایا کہ یہ کپڑا کسی کو دے دو کہ سی دے۔ اُس درویش نے کہا میں کسی سے واقف نہیں ہوں۔ مجھ مسکین کو کون سی کر دے گا۔ حضرت صاحبؒ نے وہ کپڑا اُس سے بیکر میری طرف پھینکا اور فرمایا کہ یہ سوئی ہے اور اس کپڑے کو سی دے۔ جب میں نے وہ سوئی پکڑی میری آنکھوں میں روشنائی آگئی اور درد بھی جاتا رہا۔ میں نے ایک پاجامہ اور ایک قمیض سی۔ اور حق تعالیٰ نے میری آنکھوں کو ایسی روشنائی و بینائی دی کہ اب تک سمجھی آنکھوں میں درد بھی نہیں ہوا۔

حضرت غوث زمانؒ کے میاں احمد قوال سے منقول ہے کہ ایک دفعہ نظام خاں سکند ٹیرہ اسماعیل خاں نوکری کے لئے لاہور رنجیت سنگھ کے پاس گیا۔ اور اس نے پانچ ہزار روپیہ نقد اس کی سیاق سے لئے دیا اور نوکری کی امید دی۔ یہ شخص دنیا دار تھا۔ فسق و فجور میں مشغول ہو گیا اور بازاری عورتوں کو ملازم رکھ لیا۔ چند ماہ گزر گئے اور رنجیت سنگھ نے بھی خرچ کے بارہ میں اسے زپوچھا اس کے پاس کچھ گھوٹے تھے اور ان کا بھی بہت خرچ تھا۔ اور اس نے غلط کاموں میں سارا روپیہ خرچ کر دیا تھا۔ مالی حالت اس حد تک پہنچ گئی کہ اپنے ڈیرہ کی چیزیں کپڑے۔ اسلحہ و زپور بھی بیچ کر کھا گیا۔ آخر اپنے بیرو مرشد حضرت غوث زمانؒ کی خدمت میں اپنے تنگ حالی اور نوکری نہ ملنے کے بارہ میں عرض کیا کہ اب میرے پاس ایک چاندی کی سُرمدانی کے سوا کوئی چیز نہیں ہے کہ اسے بیچ کر کھاؤں۔ وقت امداد ہے۔ اور قوال کہتا تھا کہ میں اُس کا وکیل بن کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا۔ چونکہ اس نے اپنی عرضی اپنے آدمیوں کے ذریعہ میرے پاس بھیجی تھی۔ میں وہ عرضی اور وہ آدمی لے کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لے گیا۔ فرمایا یہ کیا خطبے عرض کیا کہ نظام خاں انغان سکند ٹیرہ اسماعیل خاں کا خطبے اور وہ آپ کا غلام ہے۔ اور وہ نوکری کے لئے گیا تھا۔ مگر وہاں اتنا تنگ حال ہو گیا ہے کہ اپنا حال اس عریضہ میں لکھا

ہے۔ وہ عرضی پڑھ کر فرمایا کہ یہ پٹھان لوگ جب آسودہ حال ہوتے ہیں تو خدا کو مبغول جاتے ہیں۔ اور نہ خدا اور رسول و پیغمبر کو یاد رکھتے ہیں۔ شراب خوری اور زنا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور گھر میں داشتہ رکھنا فخر جانتے ہیں جب تنگی آتی ہے تو پھر اپنے پیسے کے پاس التجا کرتے ہیں۔ اور خوشامد پر آجاتے ہیں ہمیں ان کے اعتقاد پر عبور نہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قبلہ وہ حضور کا خاص معتقد ہے اور بڑے کاموں میں نہیں ہے۔ فرمایا ہمیں اس کے تمام حال سے خبر ہے اگر تو کہے تو اس بازاری عورت کا نام بتا دوں کہ جسے اُس نے گھر میں رکھا ہے۔ اس کا نام نجات بھری ہے۔ جب میں نے اس کے آدمیوں سے پوچھا تو انہوں نے کہانی الحقیقت اس کا یہی نام ہے میں نے پھر عرض کیا کہ غلام آپ کا دامن گرفتہ ہے بہر حال اس کی شرم آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے لئے دعا فرمائیں تاکہ نوکری مل جائے پھر بڑے کاموں میں مشغول نہیں ہوگا۔ فرمایا منشی محمد واصل آج ہے تو جواب لکھتے ہیں۔ جب آیا حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ آئے لکھ دو کہ خاطر جمع رکھو تمہیں جلد ملازمت مل جائے گی۔ دعا و فاتحہ خیر بھی اس کے لئے پڑھی۔ پس جس دن حضرت صاحبؒ نے دعائے خیر پڑھی اُس روز رنجیت سنگھ نے اس کو طلب کر کے نوکر رکھ لیا اور رسالہ دار بنادیا۔

احمد قول اس فقیر کے سامنے کہتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کے ساتھ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس سے فارغ ہو کر خانقاہ شریف سے سنگھڑ کی طرف آرہے تھے۔ جب متروک شہر میں پہنچے تو حضرت صاحبؒ نے مسجد میں ڈیرہ کیا۔ اور زوال کے وقت قیلولہ فرمایا۔ منشی محمد واصل نے مجھے کہا کہ تو میری جانب سے حضرت صاحبؒ خدمت میں عرض کر کہ میرا خرچ بہت ہے۔ مگر پیدائش و معاش ظاہری بجز آپ کی ذات گرامی اور کچھ نہیں رکھتا۔ اگر نگر شریف سے میرے لئے کچھ مقرر ہو جائے تو میرا گزارہ ہو جائے گا کیونکہ مجھ پر بہت قرض ہو گیا ہے اور اب میرا آپ کی خدمت میں رہنا محال ہو گیا ہے۔ احمد کہتے تھے کہ جب میں نے حضرت غوثؒ زمانؒ کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ فرمایا۔ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم فقیر ہیں۔ تنخواہ مقرر کرنا دنیا داروں اور مالداروں کا کام ہے۔ ہمیں

تو قبلہ عالم نے یہ نگر عطا کیا تھا ان سے نگر میں ہم بھی روٹی کھاتے ہیں اور دوسرے فقیر بھی کھاتے ہیں۔ اگر اسے نگر سے یہ ٹکڑے منظور ہیں تو کھائے وگرنہ ہم فقیر اس کی نوکری یا تنخواہ کیسے مقرر کریں۔ اور تو جانتے ہے کہ ابھی تک بیچ کبھی کسی کی تنخواہ مقرر نہیں کی۔ پھر جوش میں آکر فرمائے لگے کہ حضرت قبلہ عالم نے ہم پر اتنا کریم کیا ہوا ہے کہ اگر میں ہر شخص کی تنخواہ پانچ پانچ ہزار یا دس دس ہزار روپیہ بھی مقرر کروں تو مجھے خدا نے یہ طاقت دی ہوئی ہے مگر ان میں حوصلہ و طاقت کہاں کہ اسے مضام کر لیں۔ اس کی استعداد کسی کے پاس نہیں ہے اور اسے تو بالکل نہیں دوں گا کیونکہ اس واصل کو کہنے کو خالی رکھنا بہتر ہے اور جو لوگ میں رکھنا بہتر ہے رنجی محمد واصل کی قوم کو کہنے ہے اور سکھنا پنجابی میں خالی کو کہتے ہیں اور کھولہ جو توں کو کہتے ہیں، اس لئے کہ اس کی زیادہ استعداد نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اس قدر قدرت دی ہے کہ اگر مسجد کو کہوں تو تمام سونے کی ہو جائے۔ ابھی آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہی تھے کہ کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد کی تمام دیوار سونے کی ہو گئی۔ یہ اور مسجد کی چھت اوپر نیچے سے اور صحن سونے کا ہو گیا ہے۔ میں یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کافی دیر کے بعد اصل حالت میں ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اسے کوئی چیز تادیں تاکہ اس کی درخواست راہبہاں نہ جائے حضور دریاٹے بغیر ہیں۔ پس آپ نے اُسے دیکھ روپے دیئے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ فی الحقیقت حق تعالیٰ حضرت غوث زمان کو ایسا رتبہ دیا تھا کہ ایک نظر کسی باد سے آخر سے پہاڑ کو سونا بنا سکتے تھے۔ مگر چونکہ اس زمانہ کے لوگوں کی اتنی استعداد نہ تھی کہ اُسے مضام کر سکیں۔ پس اس حکم کے مطابق: **وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اَلَا عِنْدَنَا خَبْرٌ اَنْبِئْهُ وَما نُنشِئْ لَهُ اَكْبَرُ بِقَدَرٍ** (ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس با فرط میں لیکن ہم انہیں با اندازہ نازل کیا کرتے ہیں)، اور اس فرمان کے مطابق: **اَنْبِئْ بِسُلْطَانِ اللّٰهِ اَلَسْ رُزْقٌ لِّمَنْ يُّوْفَى الْاَوْصِيَاءُ** (ہم اگر لوگوں پر رزق کے پورے خزانے کھول دیں تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں، ہر آدمی کے اندازہ کے مطابق عطا کرتے تھے۔ تاکہ خدا کی ماحول کی رسی گردن سے نہ نکال دے اور بلا میں نہ پڑے۔

منقول ہے کہ نگر شریف میں پہلے پہل ہر درویش کے لئے دو روٹیاں مقرر تھیں۔

ایک دن حضرت صاحبِ ہاشت کی مشغولی کے بعد دولت خانہ کی طرف کھانے کے لئے جا رہے تھے اور حضرت کے دو درویش آپس میں لڑ رہے تھے۔ ایک نے دوسرے کو مکتہ مارا۔ جب حضرت صاحب نے انہیں لڑتے دیکھا، کچھ نہ فرمایا۔ خدا بخش لاٹگری کو طلب کر کے فرمایا کہ ان درویشوں کو میں روٹی یا دِخرا کے لئے دیتا ہوں جب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں تو طاقت آنے پر آپس میں لڑتے ہیں۔ آج کے بعد ایک ایک روٹی دینا تاکہ بھوکے رہیں اور کسی کو لڑائی یاد نہ آئے۔ جب بھوکے رہیں گے شرارت نہ کریں گے اس کے بعد ایک روٹی مقرر ہو گئی۔ فرمایا کہ جو کوئی خدا کا طالب ہے اور میری محبت میں مبتلا ہے۔ وہ یہاں رہے گا۔ اور جو نفس کا طالب ہے اور صرف روٹی کے لئے پڑا ہے وہ خود بھوکا رہ کر چلا جائے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے یہ قدرت دی ہے کہ پلاؤ۔ فوراً زردہ کا لنگر جاری کر دیا کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کی استعداد نہیں ہے۔ اس لئے اس قدر کافی ہے۔

احمد قوال اس فقیر کے سامنے کہتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبِ حضرت قبلہ عالم کے عرس پر جا رہے تھے جب بلندہ جہان پور میں پہنچے تو مسجد میں ڈیرہ کیا۔ حضرت صاحب کے مریدوں میں سے قوم باغیان میں سے ایک شخص دوسرے آیا وہ بہت روتا تھا اور وادیا کرتا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ احمد معلوم ہوتا ہے یہ شخص کسی پر عاشق ہے کہ درد سے روتا ہے تو اسے پوچھ کر کیوں روتا ہے۔ میں نے اسے پوچھا کہ اسے عزیز حضرت صاحب پوچھتے ہیں کہ کیوں روتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں حضرت صاحب کا غلام ہوں اور اگر اپنا درد انہیں نہ بتاؤں تو کسے بتاؤں کہ دین و دنیا میں میرا وسیلہ آپ ہی ہیں۔ دس سال ہو گئے ہیں کہ میں کسی عورت کی محبت میں مبتلا ہوں اور وہ میرے ساتھ نہیں آئی۔ میرے گھر سے اُس کا گھر بیس کوس پر ہے۔ ہر روز اسے دیکھنے کے لئے بیس کوس سفر کرتا ہوں اور اسے دیکھ کر پھر بیس کوس واپس آتا ہوں۔ اور کہتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ حضرت صاحب کے سامنے کہہ دیا۔ آپ یلٹے ہوئے تھے اُٹھے اور اُسے بلا کر اس کی کمر پر ہاتھ ملا اور فرمایا تو مُرد ہے۔ آفریں صد آفریں۔ عاشق ایسا ہی ہونا

چاہئے کہ معشوق کے دیدار سے لئے اتنی کوشش کرے کہ ہر روز چالیس میل سفر کرے۔ پھر
آپ نے یہ شعر پڑھا۔

”ہم عشق کے بنارے ہیں مذہب سے نہیں واقف
گر کعبہ ہوا تو کیا بت خانہ ہوا تو کیا۔“

اگر بار بار اس سے اس کی محبوبہ کا حال پوچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا حال بھی تیری
طرح ہے کہ بارش ہوتی ہے اور راستہ میں کانٹے ہوتے ہیں مگر ہر سال اپنے دوست کو ملنے
کے لئے جلتے ہیں تو ہمارے لئے دعا کرو میرا دوست مجھ سے راضی ہو جائے۔ اور ہم تیرے
لئے دعا کرتے ہیں کہ تیرا دوست تجھ سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ وہ تجھ سے کلام کرتی
ہے۔ اس سے پہلے کلام کرتی تھی مگر ان دنوں کلام نہیں کرتی۔ فرمایا اس کی شادی ہو
گئی ہے کہنے لگا نہیں البتہ منگنی ہو چکی ہے اور آج کل شادی کی تیاری ہے کہ آپ کی
خدمت میں آئے ہوں کہ آپ کے سوا اور کوئی وسیلہ نہیں۔ فرمایا خاطر جمع رکھو حق تعالیٰ
کو فکرت ہے۔ گئی ہوئی چیز واپس لا سکتے ہیں۔ اور پنجابی زبان میں فرمایا ”ماری ہوئی تنے
ؤل اتی ہیں“ (یعنی غارت شدہ اشیاء بھی دوبارہ ہاتھ میں آجاتی ہیں) اور اس کے لئے
ناخنہ خیر پڑھی۔ دو ماہ کے بعد جب حضرت صاحب خانقاہ شریف سے واپس سنگھڑ
شریف روانہ ہوئے اور بلوہ خان نور میں تشریف لائے تو اس شخص کا حقیقی بھائی
آیا اور قدم بوسی کی۔ کہنے لگا کہ آپ کی امداد سے میرے بھائی کی مراد برائی ہے حضرت
صاحب نے فرمایا کہ کون سی مراد۔ احمد نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ شخص اس آدمی
کا بھائی ہے جو جہان پور میں آیا تھا اور ایک عورت کے عشق میں گر رہا تھا۔ یہ کہتا ہے
کہ میرے بھائی کی مراد حاصل ہو گئی ہے اور وہ عورت اسے مل گئی ہے۔ فرمایا خوب
ہوا۔ مگر کس طرح اسے ملی۔ کہنے لگا کہ حضرت جب لوگ اس کی شادی کے لئے برات
لے کر آئے اور ایجاب و قبول کا وقت پہنچا تو اس عورت نے اپنے باپ کو کہا کہ میں
اسے قبول نہیں کرتی۔ میرا نکاح اس شخص سے ہو چکا ہے جو دس سال سے میرے
عشق میں مبتلا ہے۔ میرا وہ شوہر ہے یہ میرا باپ اور بھائی ہے میں اسے شوہر کے طور پر

قبول نہیں کرتی۔ لاچار اُسے جواب دے دیا گیا اور میرے بھائی کو طلب کر کے اس کے ساتھ نکاح کر دیا گیا۔ اسی اثنا میں وہ آدمی اور اس کی بیوی بھی آگئے اور قدام بوس ہوئے حضرت صاحب نے اس عورت سے پوچھا کہ تو نے اس آدمی سے کلام کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب کیسے اسے پسند کیا۔ کہنے لگی قبلہ واللہ اعلم اُن دنوں مجھے آپ کی صورت نظر آتی تھی اور کہتی تھی کہ تو اُسے قبول کر کہ تیرے حق میں بہتر ہے۔ لہذا مجھ پر اس کی محبت غالب آئی۔ اور میں نے اسے قبول کر لیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اکثر حضرت غوثِ زمانؒ کسی قصہ عشق کو سن کر اور کسی عاشق مبتلا کو دیکھ کر ذوق میں آجاتے تھے اور مجاز کی بات سنا کر اپنے مقصود عشق حقیقی تک پہنچ جاتے تھے۔ جب کہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

سہ خوشتر آن باشد کہ بر دلبران۔ گفتہ آید در حدیث دیگران

یہاں فتح محمد طاک کہ درد و ذوق والے درویش تھے اور خدا کا ذکر کرنے والے اور حضرت صاحبؒ کے مرید تھے۔ وہ میرے سامنے ذکر کرتے تھے کہ میں صاحبِ حاجی خاں کاتب حضرت صاحبؒ کے یارانِ قدیم اور صالحانِ وقت سے تھے اور جملہ صفات سے حامل تھے۔ وہ میرے سامنے فرماتے تھے کہ میں ایک دن پاکستان شریف میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے عرسِ مبارک پر گیا ہوا تھا۔ اور حضرت صاحبؒ بھی جو کابل میں وقت سے تھے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب میں اُن کی زیارت سے لے گیا۔ تو مجھے فرمایا کہ تو کون ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت شگھر والا کا مرید ہوں۔ کہنے لگے جانتے ہو تمہارے پیر کا کیا مرتبہ ہے اور کس مقام پر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی فرمائیں۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تیرے پیر کو درجہِ محبوبی دیا ہے۔ کہ قطیعت، غوثیت اور افرادیت کے تمام مقامات طے کر کے مقامِ محبوبیت تک پہنچ گئے ہیں۔

مولانا دیدار بخش صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت پیر و مرثیہ سے خود سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ”قدیمی حدیث علی رقبۃ کل ولی اللہ“ (ہر ولی کی گردن پر میرا قدم ہے) کا مقام عطا کیا ہے۔ مولانا مذکور فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے گستاخی کی اور حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اس وقت قطبِ عالم

یعنی غوث کون ہے۔ فرمایا ”تو ہے تو ہے“ میں نے فراست سے جانا کہ اپنی ذاتِ شریف کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا مذکور ہی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ دہلی میں میں نے حضرت حافظ صاحب محمد علی شاہ عجمیؒ سے جو کہ حضرت غوثِ زمانؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے پوچھا کہ اس وقت غوثِ عالم کون ہیں۔ کہنے لگا اس وقت یہ رتبہ اللہ نے ہمارے حضرت صاحبؒ کو دیا ہے۔ پس جب تو نسہ شریف پہنچا اپنی تسکینِ خاطر سے لے لے میں نے حضرت صاحبؒ سے پوچھا کہ قبلہ اس وقت قطبِ مدار کون ہے۔ فرمایا ”تو ہے تو ہے“ یعنی تو ہے۔ میں نے اس اشارہ سے جانا کہ اپنی نسبت ارشاد فرمائی ہے۔

مولانا مذکور ہی سے منقول ہے کہ ایک دن میں ملتان میں حضرت حافظ جمال الدین صاحبؒ کی خانقاہ میں جو حضرت قبلہ عالمؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے بیٹھا تھا۔ اور چند درویش صاحبِ نسبت بھی بیٹھے تھے۔ بات یہ چلی کہ دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحبؒ کے بعد قطبِ مدار کا مقام کسے ملتا ہے۔ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں سے ایک درویش صاحبِ نسبت بھی بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت صاحبِ خواجہ محمد سلیمانؒ نے اپنے وصال سے پانچ سال قبل قطبِ مدار کا عہدہ ایک شخص شرف الدین کرستانیؒ کو عنایت کر دیا تھا۔ اور خود مقامِ فردیت میں نزول فرمایا تھا۔ بعد میں پھر اس مقام سے بھی ترقی کر کے مقامِ محبوبہ میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ شرف الدین صاحبؒ مذکور سلسلہ قادریہ میں تھے۔ بعد میں سلسلہ چشتیہ میں حضرت صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ اور خلافت و اجازت پا کر کرستان چلے گئے۔ اور قطبِ مدارِ عالم بن گئے۔

منقول ہے کہ ۱۲۷۷ھ میں تین ذی الحجہ کو حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مبارکؒ کے روضہ مبارک کے نیچے یہ فقیر کاتبِ المحررف اور مولوی غلام رسول طہیران والہ کہ سالانہ وقت اور شانِ غلانِ زمان میں سے تھے اور مولانا دیدار بخش پاکپٹنی اور کچھ دوسرے لوگ بیٹھے تھے۔ مولوی دیدار بخش صاحبؒ فرماتے لگے کہ ایک دن میں نے مقامِ گتخی سے حضرت غوثِ زمانؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”حَلِّ رَأَيْتَ رَبِّكَ فَقَالَ رَأَيْتَ رَجُلِي“ (کیا آپ نے خدا کا دیدار کیا ہے تو آپ نے اثبات میں جواب دیا) پھر فرمایا بلکہ ہر لحظہ

دیکھتا ہوں میں نے عرض کیا کہ ان آنکھوں سے فرمایا ہاں انہیں آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔
فرمایا اسے "لوی یہ دائرہ یونہی سفید نہیں کی ہے کہ رویت بھی مجھے حاصل نہ ہو۔ کاتب
الحرف کہتا ہے کہ مولانا ممدوح قسم کے ساتھ کہتے تھے کہ میں قبلہ عالم کے روضہ کے نیچے
بیٹھا ہوں اور اسی روضہ شریف کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ حکایت بالکل سچی ہے۔"

میاں صاحب غلام رسول خاں کا انتقال سے منقول ہے کہ ایک دفعہ سادہ بلوچ بلوہ
تاج سرور میں حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ میں قیلول کے وقت حضرت صاحب کو پکھا جمل رہا
تھا کہ حضرت صاحب اچانک بیدار ہوئے اور سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ ملک سندھ
انگریزوں کو دے دیا۔ حالانکہ ان دنوں ابھی سندھ لاہور اور ملتان میں فرنگیوں کا نام و نشان
نہ تھا۔ پس چند دنوں کے بعد فرنگیوں نے آکر لاہور فتح کر لیا۔ پھر ملتان پر قبضہ کیا اور ملک
سنگھڑ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور ڈیرہ غازی خاں اور ڈیرہ اسماعیل خاں میں چھاؤنیاں ڈال لیں۔
میاں غلام رسول فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت صاحب اچانک فرماتے لگے کہ "گئے
فرنگی، آئے زنگی، پھر حسن شاہ سید کابلی کی طرف کہ حضرت صاحب کے خلفاء میں سے تھے تو یہ
کر کے پوچھا کہ حسن شاہ یہ زنگی کون سی قوم ہے۔ ملک خراسان (افغانستان) میں ہیں یا نہیں۔
انہوں نے کہا کہ حضرت مجھے ان کے حال کی خبر نہیں ہے بعد میں جب حسن شاہ حضرت صاحب سے
رضعت ہو کر روانہ ہوئے اور ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچے تو وہاں سے انہوں نے حضرت صاحب
کو خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ حضرت میں نے یہاں زنگیوں کے بارہ میں دریافت کیا ہے معتبر
آدمیوں نے بتایا ہے کہ خراسان میں جو تاجک قوم ہے وہ زنگیوں کی ایک شاخ ہے نیز
خراسانیوں کی دو اور اقسام کے بارہ میں لکھا کہ وہ بھی زنگیوں کی قوم سے ہیں کہ خراسان
د افغانستان) میں رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا کہ زنگی خراسان سے آ
کر فرنگیوں کو قتل کریں گے۔ نیز ایک دفعہ فرمایا کہ خراسانی لوگ فرنگیوں کو دہلی و آگرہ
تک قتل کریں گے۔

ماہجر زادہ نور بخش صاحب بن حضرت خواجہ محمود بن حضرت خواجہ نور محمد بن حضرت
خواجہ نور محمد صاحب فرماتے تھے کہ جب میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ حسبِ حاجت

سے مرید ہو جاؤں تو میں نے عرض کیا کہ قبلہ مجھے قادریہ سلسلہ میں بیعت کر لیں۔ فرمایا نہیں نہیں سلسلہ چشتیہ میں مرید کروں گا۔ کہ میں بھی حضرت قبلہ عالم صاحب سے چشتیہ سلسلہ میں بیعت ہوا تھا۔

ابراہیم خاں اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک دن میں حضرت صاحب کے سامنے غزل گارم تھا اس وقت ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ قبلہ سلسلہ قادریہ میں بیعت کر لیں فرمایا سلسلہ قادریہ و چشتیہ ایک جیسے ہیں مگر تو سلسلہ چشتیہ میں مرید ہو۔ پس وہ حضرت صاحب کے مطابق سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوا۔

ابراہیم خاں اور غلام رسول خاں دونوں میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک شخص بیعت کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ قبلہ مجھے سلسلہ قادریہ میں مرید کر لیں۔ فرمایا سلسلہ چشتیہ میں مرید ہو جا۔ اُس نے عرض کیا کہ نہیں نہیں مجھے قادریہ خاندان میں مرید کریں۔ پھر فرمایا کہ چشتیہ میں مرید ہو جا۔ اُس نے پھر چند بار یہی عرض کیا کہ سلسلہ قادریہ میں مرید کر لیں اور حضرت صاحب چشتیہ سے لئے کہتے رہے۔ آخر جب دیکھا کہ اس شخص سے خیال میں چشتیہ سلسلہ قادریہ سلسلہ سے کمتر ہے تو فرمایا تو سلسلہ قادریہ میں اس لئے بیعت کرنا چاہتا ہے کہ اس سلسلہ میں محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ کہنے لگا ہاں۔ مسکرا کر فرمایا۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت محبوب سبحانی کی طرح کے بے شمار محبوب ہیں۔ آخر اُسے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کر لیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب حضرت صاحب نے دیکھا کہ اس شخص کی نظر میں سلسلہ قادریہ سلسلہ چشتیہ سے افضل ہے تو آپ نے چند بار رسول کیا اور اسے شافی جواب دیا اور سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیا حالانکہ حضرت صاحب چاروں سلسلہ میں مخلوق کو بیعت کرتے تھے اور اپنے تعلقاً کو بھی چاروں سلسلہ میں اجازت دیتے تھے۔ البتہ اس کے انکار کی وجہ سے اور سلسلہ چشتیہ کو قادریہ کی نسبت حقیر جاننے کی وجہ سے یہ جواب فرمایا اور اسے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیا۔

منقول ہے کہ ماہ ذیقعد ۱۲۷۷ھ میں خاں صاحب احمد خاں افغان شہید ہوئے حضرت صاحب کے باعقاد مریدوں میں سے اور نواب احمد پور کے وزیر میں سے تھا۔ نواب مذکور کی فوج کے

ہاتھوں شہید ہوا تھا۔ اور ان آیام میں حضرت جناب صاحب الزادہ صاحب اللہ بخشؑ جی جو حضرت غوثؑ کے پوتے اور سجادہ تھے۔ حضرت قبلہ عالمؑ کے عرس پر تان سرور میں آئے ہوئے تھے۔ آپ ایک دن عصر کی نماز کے بعد خانقاہ شریف کی مسجد میں بیٹھے تھے اور احمد خاں مرحوم کا انوس کر رہے تھے اور اس پر تحسین و آفرین فرما رہے تھے۔ اس وقت ایک شخص میرداد خاں افغان پسر کم دلاؤں افغان جو بہاول گڑھ سے تھا اور اس ضلع کا حاکم تھا حضرت صاحب زادہ صاحبؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ یہ فیقر بھی بیٹھا تھا۔ آپ نے زمان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ کریم داد خاں اس میرداد کے والد نے ساون مل سکھ حاکم ملتان سے کچھ دیہات اجارہ پر لے لئے تھے۔ اس کے اجارہ میں نقصان ہو گیا۔ ساون مل نے مقررہ رقم طلب کی۔ اس نے کہا میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے خضاو ہو گیا ہے سکھ مذکور نے اُس کے اس بیٹے کو روپیہ کے عوض قید کر لیا اور کہا جب میری رقم ملے گی اس وقت تیرے بیٹے کو آزاد کروں گا۔ اس میرداد کی والدہ حضرت غوثؑ زمان کی خدمت میں سنگھ شریف حاضر ہوئی اور گریہ و زاری کرتے ہوئے عرض کی کہ جس طرح بھی ہو میرا بیٹا مارا کرادیں۔ جب اس کی آہ و زاری حد سے گزر گئی تو حضرت صاحبؑ کو رحم آگیا اور حالت پیدا ہوئی کہ اس حالت میں پنجابی زبان میں فرمایا۔

”وچ ساون گیا تے بدرا آیا۔“

(جا کر ساون چلا گیا اور موسم بہار آگیا) یہاں ساون سے مراد ساون مل تھا جو ملتان کا صوبیدار تھا اور فرمایا تیرا بیٹا جلد آزاد ہو جائے گا۔ جب عورت سنگھ شریف سے روانہ ہوئی تو انہی دنوں میں ایک عام شخص نے ساون مل کو ٹھانچہ مارا وہ ہلاک ہو گیا اور اس کا بیٹا آزاد ہو گیا۔

صاحب زادہ نور بخش صاحبؑ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؑ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولوی علی الدین بہاول پوری جو شہر کے قاضی تھے، بہت قرضدار ہوئے اور انہیں قرضہ کی وجہ سے بہت تشویش تھی اور قرض کی ادائیگی کے لئے سوداگری کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب حضرت قبلہ عالمؑ کے عرس پر خانقاہ میں آئے تو مولوی صاحبؑ نور جانیوں صاحبؑ کو جو حضرت غوثؑ زمانؑ کے مریدان مجازت تھے، براہ لے کر نیل کی سوداگری کی اجازت کے لئے حضرت صاحبؑ

کی خدمت میں آئے تاکہ حبیبِ حضرت صاحب کی زبانِ مبارک سے سوداگری کی اجازت مل جائے گی
توفیق ہوگا۔ جب وہ آکر حلقہ میں بیٹھ گئے اور اس سے قبل کہ عرض کرتے حضرت صاحب
نے از خود جواب دینا شروع کر دیا کہ فلاں کام میں لوگوں کو فائدہ ہے اور فلاں کام میں نہیں
ہے۔ چنانچہ نیل کی سوداگری میں لوگوں کو فائدہ نہیں ہے۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو
جان لیا کہ حضرت صاحب کو ہمارے ارادہ کی خبر ہو گئی ہے حالانکہ ہم نے نہیں بتایا اور آپ
ہمارے سوال سے قبل اپنے کشف سے بتا رہے ہیں۔ اب سوال کی حاجت نہیں ہے پھر سوال
نہ کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

اے لقاے تو جواب بہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
جامِ جہاں نماست ضمیرِ شہرِ دوست اظہارِ احتیاج در آنجا چہ حاجت است
برسی کہلاں پچھلے من اپنے کی بات بہر تو جانب میں بھی دو رنگ رنگ کاٹ

صاحبزادہ میاں عبداللہ پسر حضرت خواجہ نور حسین بن خواجہ نور احمد شہید بن حضرت قبلہ عالم
فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولوی متین الدین بہاول پوری کے ذمہ بہت قرض ہو گیا۔ جب حضرت
صاحب تاج سرور میں حضرت قبلہ عالم سے عرس مبارک پر تشریف لائے وہ بھی آیا اور
حضرت صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ حضرت قرض دار ہو گیا ہوں۔ اور ادائے قرض
کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ خدا کے لئے دعا
فرمائیں اور کوئی وظیفہ عنایت فرمائیں کہ میرا قرض ادا ہو جائے۔ نیز اجازت چاہتا ہوں
کہ میرے آباؤ اجداد کے کچھ مکانات لاہور میں ہیں اگر حکم دیں تو انہیں فروخت کر کے
قرض ادا کر دوں۔ فرمایا نہ زحمتیوں کو فروخت نہ کرنا انشاء اللہ تمہارے لئے حضرت قبلہ عالم سے
مزار پر عرض کروں گا۔ البتہ جب میں حضرت قبلہ عالم کی زیارت کے لئے روضہ میں جاؤں تو حاضر
رہنا۔ حضرت صاحب کا دستور تھا کہ نماز فجر کے بعد خلوت میں بیٹھتے۔ یہاں تک کہ ڈیرہ
گھڑی دن نکل آتا۔ تو راقبہ سے فارغ ہو کر حضرت قبلہ عالم کی زیارت کے لئے جاتے۔ مولوی
مذکور حضرت صاحب کے خاندان میں جانے سے قبل روضہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور حضرت
صاحب کا انتظار کرنے لگا کہ اتنے میں ایک بزرگ سفید ریش مولوی صاحب کے پاس آئے

اور کہنے لگے کہ اسے مولوی اگر اپنی مراد کے حصول کے لئے آیا ہے تو اعتقاد کے ساتھ عرض کرتا کہ تیرا مقصود حاصل ہو جائے۔ کیونکہ تم علماء کے گروہ کا اعتقاد کم ہوتا ہے اور اگر بے اعتقاد ہی رہو تو مراد حاصل نہ ہوگی۔ مولوی صاحب نے کہا میں اعتقاد کے ساتھ آیا ہوں۔ وہ بوڑھا آدمی مولوی صاحب کو نصیحت کر کے چلا گیا۔ مولوی صاحب پر اس کی بات نے اثر کیا ان کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ کہ یہ کون بزرگ ہیں اور ان کا ڈیرہ کہاں ہے اور کہاں گیا۔ تمام جبرے بوخانہ میں جنوب کی طرف قریب قریب اور متصل متصل ہیں۔ وہ پیر مردان حجروں میں سے ایک میں داخل ہو کر غائب ہو گیا جب مولوی صاحب ان سے پیچھے اس حجرہ میں گئے تو چند درویشوں سے جو اس حجرہ میں بیٹھے تھے۔ اُن سے پوچھا کہ وہ پیر مردہا بھی ابھی اس حجرہ میں آیا تھا کہاں گیا۔ انہوں نے کہا یہ ہمارا ڈیرہ ہے۔ بوڑھا کس وقت آیا تھا۔ ہم نے تو دیکھا۔ مولوی صاحب نے حجرہ میں چاروں طرف دیکھا آخر باہر آگئے اور پھر روضہ شریف کے سامنے صحن میں بیٹھ گئے۔ البتہ اس بوڑھے آدمی کے بارہاں جہانگی و پریشانی تھی۔ انہی میں حضرت صاحب آئے اور زیارت کے لئے روضہ شریف میں داخل ہو گئے۔ اور مولوی صاحب کو بھی روضہ شریف میں لے گئے اور اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے دعا کی۔ فرمایا جانا اللہ تعالیٰ تمہاری مراد پوری کر دیں گے۔ البتہ صبر کے ساتھ اپنے گھر بیٹھو۔ جب مولوی صاحب بہاول پور گئے۔ تو مولوی صاحب کا مشاہرہ جو سرکار کی طرف سے مقرر تھا اور کچھ عرصے سے نہیں ملا تھا وہاں پہنچتے ہی مل گیا نیز انہیں بہاول پور کی قضا کا عہدہ مل گیا اور آپس اتنی فتوح حاصل ہوئی کہ حق تعالیٰ نے اُن کا تمام قرض ادا کر دیا۔

میاں عبدالشکور صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ جب حضرت صاحب سنگھ شریف سے حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک پر تشریف لاتے تھے تو خلیفہ محمد باران صاحب کو جو کاہلین وقت میں سے تھے، تونسہ شریف میں اپنی جگہ چھوڑ آتے تھے۔ جو حضرت صاحب کی واپسی تک تونسہ شریف میں رہتے تھے اور تونسہ شریف سے لوگوں کی حاجت روائی کرتے تھے۔ اسی طرح ایک دفعہ حسب معمول حضرت صاحب حضرت قبلہ عالم سے عرس پر گئے ہوئے تھے اور خلیفہ صاحب تونسہ شریف میں تھے۔ اسد خاں

بلوچ اجارہ دار سنگھ نے علی محمد چچا کے کھیتوں میں کربو پہلے حضرت صاحبؒ کے ننگر شریف کے انتظام کے عہدہ پر متنازعہ نالہ کھدوانا شروع کر دیا اور اسی کی کھیتی کو خراب کر دیا۔ وہ خلیفہ صاحبؒ کے پاس آئے اور فریاد کی کہ قبیلہ اسدخان نے میری کھیتی خراب کر دی ہے اور میرے کھیت میں نالہ کھدوا دیا ہے۔ جب بارش برسے گی اور دریا جوش میں آئے گا تو میری کھیتی کو نقصان پہنچے گا۔ فرمایا خیر فکر نہ کر۔ انشاء اللہ تعالیٰ نالہ کو واپس چلا دیں گے تاکہ واپس پہاڑ پر چلا جائے۔ اور میرے کھیتوں میں نہ آئے۔ خاطر جمع رکھ اور بارش کا موسم آنے سے

بارش برسنے سے پہلے حضرت صاحبؒ خانقاہ شریف سے واپس تشریف لے آئے اور خلیفہ صاحبؒ کو حسب معمول اجازت دے دی۔ انہوں نے علی محمد چچا کو بلایا اور کہا کہ مجھے اجازت مل گئی ہے۔ اب میرا ذمہ نہیں ہے اگر حضرت صاحبؒ کے آنے سے قبل بارش ہو جاتی تو میرا ذمہ تھا۔ اب تو جان اور حضرت صاحبؒ علی محمد مذکور نے حضرت صاحبؒ کے پاس جا کر تمام قصہ نالہ کھودنے کا اور کھیت خراب ہونے کا بیان کیا۔ فرمایا فکر نہ کر الغرض قدرت الہی اور جلال و عظمت ادلیا سے اس سال ملک سنگھ میں بارش نہ ہوئی تو اسدخان مذکور نے چند سید و قریشی افراد کو لے کر نماز استسقاء پڑھی، گائے و بچہ کر کے گوشت تقسیم کیا اور گھونگنیاں تقسیم کیں۔ فقراء کو خیرات کی اور سنگھ سے لوگوں کو حکم دیا کہ ہر شخص خواہ امیر ہو یا غریب اپنی ہمت سے مطابق گھونگنیاں خیرات کرے۔ کوئی باجرہ ہٹے پکائے یا گندم سے بھر بارش نہ ہوئی۔ یہ جاننا چاہیے کہ ملک سنگھ میں رواج ہے کہ جب بارش نہیں ہوتی تو امیر لوگ گندم اور غریب باجرہ کو پکا کر خیرات کرتے ہیں۔

اس ملک میں اسے بکلی کہتے ہیں۔ الغرض ہر چند گھونگنیاں و ذیرہ خیرات کیں، مگر قبول نہ ہوئی اور آسمان سے ایک قطرہ بارش بھی دیرسی چنانچہ ان دنوں ایک رات حضرت صاحبؒ بن العشاء عین کے وظائف سے فارغ ہو کر آرام فرما رہے تھے۔ اور لوگ حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص آیا اور اس نے خدمت عالی میں عرض کیا کہ حضرت آج رات آسمان

پر بادل ہیں۔ یہ خبر سننے ہی حضرت صاحبؒ پابریہ حجرہ شریف سے باہر آئے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور بادل کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہاں ہے۔ اسی وقت

بادل جو آیا تھا ختم ہو گیا۔ پھر مجھ میں آگئے۔ پھر انچہ سنگھڑ کی مخلوق بارش نہ ہونے کی وجہ سے بہت حیران و سراسیمہ تھی۔ ایک دن اسد خاں کے مقربین سے ایک شخص نے اُسے کہا کہ تو چاہے جتنی خیرات کر اور صدقات دے جب تک حضرت صاحبِ غوث زمانؒ کی خدمت میں جا کر عرض نہ کرے گا بارش نہ ہوگی۔ اس نے کہ حضرت صاحبِ قطبِ ملار عالم ہیں۔ اسد خاں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ قبلہ سنگھڑ کی مخلوق بارش نہ ہونے کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہے دعا فرمائیں کہ بارش ہو جائے فرمایا کہ تو نے علی محمد چچا کی زمین میں نالہ کیوں کھڑا کیا ہے اگر اُسے بند کر دے گا تو بارش ہوگی۔ اس نے کہا خدا کے لئے میری تقصیر معاف کر دیں۔ میں اس نالہ کو بند کر دیتا ہوں۔ پس اس نے نالہ کو بھی بند کر دیا اور علی محمد کو ایک قطعہ زمین اور دے دیا۔ اور حضرت صاحبؒ کو آکر بتا دیا۔ حضرت صاحبؒ نے خدا بخش لاٹگری کو فرمایا کہ خدا بخشا سنگھڑ شریف کی تمام مخلوق بارش کی خیرات مانگتی ہے تو بھی لنگر میں گھونگٹیاں پکا کر خیرات کر۔ لاٹگری مذکور نے گھونگٹی پکا کر خیرات کیں۔ اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ خیرات کر دی ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے ذوق میں آکر آسمان کی طرف منہ کیا اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ جواں مردوں کی گھونگٹیاں ہیں بارش کیوں نہیں برسے گی۔ اس لفظ کو چند بار دہرایا۔ حق تعالیٰ نے اس دن اتنی بارش کی کہ سنگھڑ کی تمام مخلوق سیراب ہو گئی۔ اور چند دن تک بارش بند نہ ہوئی۔

مندرجہ میاں عبدالشکور صاحب فرماتے تھے کہ ایک حاکم منگھوٹہ کے حکم پر سپاہیوں نے عزت دار بلوچی عورتوں اور بچوں کو ملک سنگھڑ سے گرفتار کر لیا۔ اور اُن کے بال پکڑ کر تونر شریف کے راستے قصبہ منگھوٹہ لے جا رہے تھے۔ چونکہ راستہ حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کے شمال میں قریب سے گزرتا تھا۔ جب وہاں سے گزیرے تو ان کے گزیرنے سے پہلے حضرت صاحبؒ کو خبر پہنچ گئی یعنی بلوچ حضرت صاحبؒ کے پاس فریاد لے کر آگئے۔ کہ فلاح بلوچ کی عورتوں کو حاکم منگھوٹہ نے اس تباہی کے ساتھ گرفتار کر کے کا حکم دیا ہے اور طلبِ کلمہ اور اب یہ اس راہ سے آرہے ہیں۔ جب سپاہی قیدیوں کے ساتھ

اس راستہ سے بنگلہ شریف کے قریب پہنچے تو حضرت صاحب نے بنگلہ شریف کی کھڑکی سے دیکھا اشراق کا وقت تھا حضرت صاحب کو غیرت آئی جب ان بلوچ عورتوں کو ننگے سر اس تباہ حال میں دیکھا تو فرمایا حق تعالیٰ منتقم میں جلد بدلہ لیں گے۔ چند دن نہ گزرے تھے کہ دیوان نواب محمد خاں نصیر ملگیر ادا لہ کے آدمی آئے اور حاکم منگنویٹ کے لڑکوں اور عورتوں کو اسی تباہی سے پکڑا جس طرح اُس نے بلوچوں کی عورتوں کو پکڑا تھا۔ ان کے سر کے بالوں سے پکڑ کر اسی راستہ سے بنگلہ شریف کے قریب سے گزرے جب حضرت صاحب کو خبر ہوئی تو بنگلہ شریف کی کھڑکی کھول کر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور فرمایا سبحان اللہ حق تعالیٰ منتقم حقیقی ہیں جلد انتقام لے لیا اسی طرح اشراق کا وقت ہے اور ظالم کی عورتوں کو اسی طرح تباہ حال گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں۔

ابراہیم خاں افغان سے منقول کہ ایک دفعہ حضرت صاحب عرس قبلہ عالم پر آ رہے تھے۔ دربار کے کنارہ پر پہنچے کشتی موجود تھی۔ ایک ظالم افغان نے جو ڈیرہ اسماعیل خاں کے نواب کے ملازموں میں سے تھا، اُس کشتی کو ظلم سے پکڑ لیا اور لے گیا۔ حضرت صاحب نے اُسے بہت فرمایا کہ پہلے یہیں لایا عبور کرنے دو، اُس کے بعد جہاں چاہو کشتی لے جاؤ۔ اُس مردود نے کچھ خیال نہ کیا اور حضرت صاحب کی پرواہ نہ کی اور کشتی لے گیا۔ حضرت صاحب نے تمام جذبہ سے ایک آدمی کے ہاتھ سے تلوار لے کر پیام سے نکالی اور ایک درخت پر ماری۔ اس درخت کو پنجابی زبان میں لئی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں جیاد کہتے ہیں۔ اور اس درخت کو جڑ سے کاٹ دیا۔ اور فرمایا ڈیرہ اسماعیل خاں سے پٹھانوں کی جڑ کو کاٹ دیا ہے۔ چند دنوں کے بعد ایسا ہی ہوا کہ ڈیرہ کی حکومت پٹھانوں کے ہاتھ سے نکل گئی اور سکھوں نے ہر ذرہ شمشیر اس ملک پر قبضہ کر لیا۔

مولوی حسن علی سکندہ تونسہ شریف اس فقیر کا تب الخروف کے سامنے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی زمین میں فصل بوئی۔ اور دن رات کمیتوں میں رہتا رہتا میرا بیٹا محمد یار جس کی عمر بارہ سال تھی بھی میرے پاس رہتا تھا۔ ایک دن اسے گھر جانے اور ماں کو ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ مجھ سے رخصت لے کر گھر آیا اور وہاں سے کسی

طرف چلا گیا۔ جب تین دن ہو گئے میرے پاس نہ آیا مجھے تشویش ہوئی۔ کہ میرا بیٹا کیوں نہیں آیا۔ میں نے گھر آکر پوچھا کہ محمد یار کہاں ہے۔ میرے اہل خانہ نے کہا کہ وہ تین دن سے یہاں سے ہلا گیا ہے کہ میں اپنے باپ کے پاس کعبیتوں میں جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہ میرے پاس نہیں آیا واللہ! علم کہاں چلا گیا۔ ہر چند شہر تونسہ میں تلاش کیا۔ نہ پایا۔ بہت متفکر ہوا۔ میں نے ایک شخص کو کہا کہ تجھے اعلیٰ آدمیہ مزدوری دوں گا۔ تو تمام علاقہ میں بھر کر میرے بیٹے کو تلاش کر۔ وہ سنگھڑ کے علاقہ میں ہر جگہ گاؤں بہ گاؤں پھرا مگر اسے نہ پایا۔ آخر میں مضرب ہو کر حضرت غوث زمان کی خدمت میں گیا۔ میں نے عرض کیا اور رگہ رزاری کی کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ ہر چند تلاش کیلئے۔ مگر نہیں پایا۔ اب آپ کی ذات گرامی کے سوا کوئی وسیلہ نہیں رکھتا۔ برائے خدا ہر طرح سے میرے بیٹے کو منگوا دیں۔ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو یہ قدرت دی ہے۔ فرمایا تیرا بیٹا آجائے گا۔ مگر نہ کر میں نے عرض کیا کہ قبلہ خواہ آمد ر آجائے گا، مستقبل کا ہمیں ہے۔ خدا جانے کب کسے گا۔ اور میں اس کے فراق میں حضرت یعقوب کی طرح اٹھا ہوا جاؤں گا۔ برائے خدا میرے بیٹے کو جلد از جلد یہاں منگوا دیں۔ پس حضرت صاحب نے آسمان کی طرف رخ مبارک کیا۔ پھر فرمایا کہ ہم دعا و فاتحہ خیر تیرے بیٹے کی آمد کے لئے پڑھتے ہیں اور حضرت صاحب کا دستور تھا کہ ہر عام و خاص حاجت مند کے لئے پہلے فاتحہ پڑھتے تھے۔ اور پھر بلند آواز سے فرماتے تھے کہ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَخْلَقْتَ لَنَا بِالْخَيْرِ اَخْتَمْتَ لَنَا بِالْخَيْرِ اَجْعَلْ عَوَاقِبَ اُمُوْرِنَا بِالْخَيْرِ" (خدا یا بہتر تمام امور کا آغاز و انجام بخیر ہوا اور ہمارے کاموں کی انتہا با برکت ہو، چنانچہ آپ ہاتھ اٹھا کر آہستہ آہستہ الحمد پڑھنی شروع کی جب "اَيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اَيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" تک پہنچے۔ میں حضرت صاحب کے نزدیک تریٹھا تھا۔ اور میرا چہرہ حضرت صاحب کی طرف تھا۔ جب یہ الفاظ میرے کانوں میں آئے تو ابھی وقت ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تیرا بیٹا آ گیا ہے اور باہر کھڑ ہے۔ جب فاتحہ تمام کی تو بغیر ادھر ادھر دیکھے فرمایا کہ حسن علی تیرا بیٹا آ گیا ہے۔ میں نے کہا حضور یہ آپ کی توجہ سے آ گیا ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ محمد یار اگر حضرت صاحب کے قدموں میں گر گیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا تو اسے بچہ کہتا ہے یہ تو جوان ہو گیا ہے۔ میں اسے لے کر گھر آیا اور پوچھا کہ کہاں تھا۔ اور کس طرح آیا کہنے لگا بابا میں طلب علم کے ارادہ

سے دم ملی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ جب قریہ عبدالرحمن میں پہنچا۔ تو وہاں کشتی زخمی تین دن کشتی کے انتظار میں رہا۔ اور آج میں اُسی شہر کے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ تو ایک سوار نے میرے نزدیک آکر کہا اے بچے تو یہاں کھیل رہا ہے اور تیرا باپ تیرے فراق میں گریہ نزاری کر رہا ہے۔ میرے ساتھ آنا کہ جتنے بڑے گھر پہنچا دوں۔ میرا بازو پکڑ کر اپنے پیچھے گھوم کر پر بٹھالیا۔ اور یہاں تو نسہ شریف میں لا کر اتار دیا ہے۔ حسن علی کہتے تھے کہ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ یہ حضرت غوثِ زمان کا تعریف ہے۔ کہ ابھی فاتحہ تمام نہ ہوئی تھی کہ میرا بیٹا میرے گھر پہنچ گیا۔

میاں حسن علی مذکور ہی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میرے چھوٹے بھائی احمد علی نے ایک چودہ عورت سے نکاح کر لیا۔ سکھ اسے کسی جرم میں گرفتار کر کے قصبہ منگنٹو میں لے گئے۔ اور وہاں قلعہ میں بند کر دیا۔ میں اس وقت تو نسہ شریف میں نہ تھا۔ اپنی الامنی پر مزدوری کام کیئے گیا تھا۔ جب مجھے خبر ہوئی تو میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں آکر گزارش عرض کی کہ آپ سے ہوتے ہوئے سکھ میرے بھائی کو پکڑ کر لے گئے ہیں اور منگنٹو میں قید کر دیا ہے۔ آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ فرمایا قسم ہے مجھے اس سے گرفتار ہونے کی خبر نہیں ملی۔ کہ اسے گرفتار کر کے کہاں لے گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اگر یہاں اپنے مریدوں سے حال کی خبر نہیں تو آخرت میں ہماری کیا جزا ہوگی۔ آپ نے ہر قسم کی قسم کھائی کہ مجھے خبر نہیں اور فسر مایا کہ وہ عالم اور ہے وہ دنیا کی طرح نہیں ہے۔ وہاں پر ضرور مرید کی خبر لیں گے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ مجھے سب معلوم ہے۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ مثنوی میں فرماتے ہیں۔

سے ایک کھنکھندم نہ انبائے بہ ہیں
فہم کن کن کاں جلد باشد ہمچنین

لیکن جب ہم نے دامن پکڑا ہے تو اس امید پر کہ دنیا و آخرت میں اپنے پیر کی برکت سے نجات ملے گی۔ جب یہاں نجات نہیں ملتی تو اُس جہان کی کیا امید رکھیں۔ آپ وہاں بھی پہلو تہی فرمائیں گے۔ منشی محمد واصل حاضر تھے۔ کہنے لگے کہ یا حضرت اسے ایک رقم

مسٹر وائس کے حکم منگوانے کے نام لکھ دیں کہ وہ اس کے بھائی کو چھوڑ دے یا کوئی تعویذ یا کلام اسے عطا کریں۔ فرمایا کہ وہ کافر ہے اسے ساتھ کیا واسطہ رکھتا ہے کہ میں اُسے لکھوں اور وہ میرے لکھے پر عمل کرے۔ پھر مجھے فرمایا اے حسن علی جاؤ اور منگوانے کے قلعہ پر جاؤ اس کے دو دروازے ہیں۔ دوسرے دروازے پر دائیں یا بائیں طرف تیرا بھائی بیٹھا ہوگا۔ جب تو قلعہ کے اندر جائے کسی سے بات نہ کرنا اور جب تو اپنے بھائی کو دیکھے اور وہ تجھے دیکھے فوراً دوایں سے روانہ ہو جاؤ۔ وہ بھی تمہیں دیکھے کہ تیرے پیچھے روانہ ہو جائے گا۔ اور تیرے ساتھ آجائے گا۔ مگر تو آگے آگے آ اور تیرے پیچھے وہ آئے گا اور طاقے ہوئے راستہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں قلعہ کے اندر گیا تو دوسرے دروازہ میں میرا بھائی سر نیچائے بیٹھا تھا اور تسبیح پڑھتا تھا۔ جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ کھڑا ہوا۔ اس نے بھی سرا دینا کہ مجھے دیکھا۔ پھر فوراً اس سے بات نہ کی بغیر چل پڑا۔ اور وہ میرے پیچھے روانہ ہو گیا یہاں تک کہ شہر کے باہر آگئے۔ کسی نے بھی نہ اسے نہ مجھے کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ جب تو نسہ شریف کے قریب آگئے تو میں نے اس سے حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ حضرت صاحب کے تصرف سے مجھے قلعہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ایک مسلمان میرے پاس آتا تھا۔ ہم نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ اور وہ مجھے روٹی کھاتا تھا۔ میں یہاں خوش تھا۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں آکر قدم بوسی کی۔ اور پوچھا کہ حضور اب اپنے بھائی کے حال کو چچا رکھوں یا ظاہر کر دوں کہ شہر میں پھرتے۔ فرمایا ظاہر کر دے اس نے کون سی چوری کی ہے۔ حکم شریعت سب لایا ہے اور حق حلال کیلئے۔

حسن علی مذکور کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ زراعت کی اور باجرہ کے خوشے بچنے ہو گئے ناکاہ مکڑی کا بے شمار شکر آگیا۔ ملک سنگھ میں اس نے بہت نقصان کیا اور تمام غلہ کھا گئی۔ میں نے حضرت صاحب کے پاس جا کر فریاد کی۔ فرمایا تیری کھیتی میں تو گھاس سبز ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ ایک مکڑی پکڑ کر میری جانب سے کہو کہ اے مکڑی تجھے تو نسہ والا فقیر کتنا ہے کہ تو بھی خدا کی مخلوق ہے۔ ہم بھی خدا کی مخلوق ہیں۔ تمہارا رزق یہ گھاس ہے اے کھاد اور ہمارا رزق باجرہ وغلہ ہے وہ حق تعالیٰ نے ہمارے لئے پیدا کیا ہے۔ اُسے ہم کھاتے ہیں۔ پس

ہمارے رزق میں کیوں دست درازی کرتی ہو۔ اگر باجوہ کھانے سے باز آجائے تو بہتر ہے
 ورنہ تمہیں ماروں گا۔ میں نے حضرت صاحبؒ کے فرمان کے مطابق ایسا ہی کیا اور ایسا
 ہی کہا۔ اعلیٰ حضرتؒ کا حکم سُنکر تمام مکڑیوں نے میرا کمیت چھوڑ دیا اور گھاس کھانے میں
 مشغول ہو گئیں اور اس کے بعد باجوہ کا ایک دانہ بھی نہ کھایا۔ جب حضرت صاحبؒ کی خدمت
 میں آکر قدم بوسی کی فرمایا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جب آپ کا پیغام مکڑیوں کو
 دیا تو اسی وقت آپ کا حکم سُن کر تمام مکڑیوں نے غلہ چھوڑ دیا اور گھاس کھانا شروع کر دیا
 فرمایا الحمد للہ۔ حق تعالیٰ نے تجھے اس آفت سے نجات دی۔ بعد میں جب سنگھڑ کے
 لوگ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے۔ حضرت صاحبؒ نے اُن سے بھی مکڑیوں کا حال پوچھا
 کہنے لگے کہ قبلہ پانچ چھ روز قبل مکڑیاں غلہ کھاتی تھیں مگر اب حکمت الہی سے غلہ چھوڑ کر
 گھاس کھاتی ہیں۔ میں نے جانا اور یقین کیا کہ حضرت صاحبؒ کا وہ حکم اس علاقہ کی تمام
 مکڑیوں کے لئے تھا غلہ نہ کھائیں اور گھاس کھائیں۔

مولوی غلام حیدر صاحبؒ کے ملفوظ میں لکھا ہے کہ غلام محمد جے پوری کا جسم کر کے نیچے
 نہ لگا تھا۔ اور وہ دونوں پاؤں اپنے کولہوں پر رکھ کر گھٹنوں کے بل پر چلتا تھا۔ اتفاق
 سے ایک گھوڑا سوار چنے پور سے ڈیرہ ہوت میں پہنچا اور وہاں سے محمد نظام خاں جو دکھ
 اسے کجاہ میں ڈال کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں تونہ شریف لے آیا۔ اُس نے اپنی بیماری
 کا حال حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت صاحبؒ نے پانی دم کر کے اُسے
 دیا کہ اپنے بدن پر لے۔ تین دن ایسا کیا۔ حق تعالیٰ نے اُسے شفا دے دی۔ تیسرے روز
 حضرت صاحبؒ مہار شریف کی طرف حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ تونہ
 شریف میں رہا۔ جب دو ماہ کے بعد حضرت صاحبؒ واپس تونہ شریف تشریف لائے
 تو غلام محمد کو حضرت صاحبؒ کے استقبال کے لئے گیا۔ نیمز مسجد مکان، دولت خانہ حضرت
 صاحبؒ و حاجی خاں کا تہ میں پانی چھڑکا تھا۔ تونہ شریف میں اپنے قیام کے دوران پانی چھڑکاتے
 کا کام اُس کا معمول تھا۔ ہر روز کنوئیں پر جا کر مشک بھر کر لاتا تھا۔ آخر کچھ عرصہ قیام کے
 بعد وہ خود پیدل چل کر جے پور واپس چلا گیا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ مستان شاہؒ جو حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ اور صاحبؒ دل دہذب تھے۔ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں مہرۃ الماس نذر کیا کہ جس کی قیمت صرف پوہر شناس ہی جانتے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا اور مستان شاہ سے دو چتر منگوائے اور اس الماس کو ان میں رکھ کر ریزہ ریزہ آٹے کی مثل کر دیا۔ سید مذکور صبراً رہ گیا کہ حضرت صاحبؒ نے اتنی قیمتی شے کو ضائع کر دیا۔ فرمایا اے سید! میرا یہ مصلہ اٹھا، سید مذکور نے آکر مصلہ اٹھایا کیا دیکھا کہ رزکارنگ کے قیمتی الماس کا ایک دریا مصلہ کے نیچے بہ رہا ہے سید سلام کر کے اٹھا اور کہنے لگا:

آناں کہ خاک را بہ نظر کیما کنند

آیا بود کہ گوشہ چشمیہ بما کنند

اس کے بعد سید مذکور نے زمین کے نیچے وہ خانہ کھودا اور اس میں بیٹھ کر چلنے لگے۔

اور اپنی مراد کو پہنچے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ سنگھڑیالہ کی وجہ سے شہر تونسہ کی چار تہیں گر گئیں۔ جب کافی شہر گر گیا تو اہل شہر نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر فریاد کی۔ حضرت صاحبؒ نے شہر کے لوگوں کو ساتھ لیا اور نالہ کے کنارہ پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی کہ اسی وقت پانی اس کنارہ سے دوسرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور شہر کو گرنے کا خطرہ نہ رہا۔

اس سال موضع بھنڈی میں وبا پھیل گئی تھی وہاں کے لوگ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور فریاد کی۔ حضرت صاحبؒ نے ختم قرآن، درود اور ضریات کے لئے فرمایا۔

وہاں کے لوگ وبا کی شدت سے گھبرا کر دوسرے علاقوں میں جانے لگے۔ حضرت صاحبؒ نے ان کے لئے اپنے مکان پر ختم قرآن و درود و ضریات کیا اور ہر ساعت تاخیر نہ کرتے تھے۔

ایک دن میاں صاحب حاجی بختاؤ نے اس خادم یعنی مولوی علام حیدر کو کہا کہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور فریاد کی اور رویا کہ ایک شخص نیزہ دار گھوڑے پر سوار موضع بھنڈی کے لوگوں کو قتل کر رہا ہے۔ اور کسی کے کہنے سے قتل سے باز نہیں آتا۔ اُس سے کہیں کہ شہر مذکور کو قتل نہ کرے۔ میں اس فریاد کی کہنے پر

اس گاؤں میں گیا۔ وہاں ایک سفید پوش سوار دیکھا، اس کے ہاتھ میں ایک بڑا نیزہ تھا۔ ہر کسی کے سینہ میں مارتا تھا۔ اور وہ نیزہ اس کے سینے کے پار چلا جاتا تھا۔ اور وہ شخص جلد مر جاتا تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہ لوگوں کو کیوں قتل کرتے ہو۔ اب بس مرنے کی تیر سے ہاتھوں سے بہت سے قتل ہو گئے۔ اس سوار نے کہا میں نے قبول کیا اور اس نے قتل چھوڑ دیا۔ جب حضرت صاحب نے یہ خواب بیان کیا تو اس کے بعد اس گاؤں کا کوئی آدمی فوت نہ ہوا۔ اور اس دواء سے انہیں نجات مل گئی۔ کہتے ہیں کہ دواء کے نام کا ایک فرشتہ ہے جو ہاتھ میں نیزہ رکھتا ہے۔ اور جہاں خلا کا حکم ہوتا ہے چلاتا ہے اور وہ شخص مر جاتا ہے۔

لاقب الحروف کہتا ہے کہ احادیث اور اکثر کتابوں میں دیکھا ہے کہ دواء کو عربی میں طاعون کہتے ہیں۔ اور طعن نوک نیزہ کو کہتے ہیں۔ پس طاعون نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ جب کسی موضع، بلدہ، شہر یا محلہ میں زنا کثرت سے ہوتا ہے اور لوگ خدا کی نافرمانی اختیار کرتے ہیں۔ تو حق تعالیٰ جنات کو حکم دیتے ہیں کہ ان نافرمانوں کو مارو۔ پس جنات ان کے سینوں میں نیزہ مارتے ہیں کیوں کہ ان لوگوں نے غیر محرم عورتوں کو چھپا رکھا ہوتا ہے۔ جنات بھی مردوں کی سے خفیہ نیزہ مارتے ہیں۔ لہذا احادیث میں بھی آیا ہے کہ اگر محلہ میں کوئی شخص زنا کرے تو اسے فہمائش کریں کہ تو اس برے کام سے باز آ تو بہرور نہ تیری شامت تمام اہل محلہ پر پڑے گی۔ مولوی غلام حیدر صاحب نے لکھا ہے کہ دواء نام کا فرشتہ ہے یہ بھی میری اس روایت جو میں نے لکھی ہے اسے غلاف نہیں ہے کہ جنات بھی فرشتوں کی ایک قسم ہے اور حضرت علیؓ کلیم اللہ جہاں آبادی صاحب نے عشہ کا طریق جنات کو ملک اسفل لکھا ہے نیز حق تعالیٰ نے ابلیس کو بھی جنات کی ایک قسم ہے لکھا ہے۔ قرآن شریف میں ہے کہ "إِلَّا ابْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ" (چونکہ ابلیس دراصل جن تھا اس لئے حکم خدا سے سرتانی کی، مگر اسے نور ملا کہ میں بھی یاد فرمایا ہے قولہ تعالیٰ "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا ابْلِيسَ" (اے ابلیس! اس کے سامنے سجدہ کر) مگر اس نے تم نے تمام فرشتوں کو آدم کا سجدہ کرنے کا حکم دیا تو شیطان کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔)

میاں صالح محمد صاحب جو حضرت صاحب کے خلفاء اور یارانِ قدیم تھے۔ اس کاتبِ الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے ہمراہ ہمارے شریف سے کوہِ درگ کی طرف جا رہے تھے۔ ایک گاؤں میں مینافت ہوئی۔ وہ ضیافت کیا کر پھر روانہ ہوئے۔ راستہ میں بڑا جنگل آگیا۔ اور لوگ پیاس سے ہلاکت تک پہنچ گئے۔ عرض کیا کہ لوگ پیاس کی وجہ سے چلنے کے قابل نہیں رہے۔ فرمایا۔ آؤ۔ تمہیں ٹھنڈا پھٹا پانی پلاؤں۔ پس ایک جگہ آگئی کہ زمیندار بارش کے ایام میں وہاں زراعت کرتے تھے۔ اور اپنی رہائش کے لئے وہاں خس و خاشاک سے سایہ کیا ہوا تھا۔ مگر وہ زراعت کا موسم نہ تھا۔ بلکہ مدتِ مریضت کسی نے وہاں زراعت نہ کی تھی۔ آپ نے فرمایا ہاؤں خس و خاشاک کے مکانوں میں تمہیں ٹھنڈا پانی ملے گا۔ جب وہاں جا کر دیکھا تو وہاں سرد پانی کا مٹکا دیکھا جسے ہر کسی نے سیراب ہو کر پیا۔ اور اپنے گودے بھی بھر لئے۔ اور ساتھ لے لئے یہ حکایت مولوی غلام حیدر صاحب سے اور میاں محمد صاحب نے اپنے ملفوظات میں لکھی ہے۔

ابراہیم خاں افغان اس کاتبِ الحروف کے پاس بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت غوثِ زمان سکھوں کے ملتان پر قبضے سے قبل مظفر خاں کے عہد میں حضرت قہر عالم کے عرس مبارک پر جا رہے تھے جب ملتان پہنچے تو حضرت صاحب کا راستہ قلعہ کے پاس سے تھا۔ جب اس راستہ سے گزرے تو آپ کی نظر قلعہ ملتان پر پڑی۔ پیوند خاں افغان سکتہ ملتان بھی، جو حاجی علی محمد خاں خاکوانی وزیرِ نواب سر فرزند خاں بن مظفر خاں کے متوسلین و مقربین میں تھا۔ حضرت صاحب کے ہمراہ تھا۔ اور علی محمد خاں مذکور حضرت صاحب کا مرید تھا۔ حضرت صاحب نے پیوند خاں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ سبحان اللہ یہ قلعہ اس قدر مضبوط ہے اور صاحبانِ قلعہ یعنی افغان بھی بڑے شجاع و بہادر ہیں۔ مگر اس قلعہ ملتان پر قبضہ کرنے والے آئیں گے اور اشارہ لاہور کے سکھوں کی طرف تھا۔ پیوند خاں دانا تھا۔ اس نے فراست سے دریافت کیا کہ جن قریب ملتان پہنچانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس نے سوچا کہ یہ قلعہ میں اپنے نانا صاحب حاجی علی محمد خاں صاحب سے بیان کروں گا۔ تاکہ سکھوں کے آنے سے قبل اپنا سامان ملتان سے باہر کہیں بھیج دیں۔ لیکن اسے یہ ملتان والا واقعہ

بھول گیا جب حضرت صاحبِ قبلہ عالم کی خانقاہ میں پہنچے تو پیو بندر خاں کو یہ قصہ یاد آیا ۔
اس نے اپنے نانا کی خدمت میں خط لکھا کہ حضرت صاحب نے ملتان میں اس طرح فرمایا تھا
مگر مجھے وہاں بھول گیا تھا اب لکھ رہا ہوں کہ یہ کام ضرور ہو گا اس لئے کہ حضرت غوثِ زمانہؒ
کی زبانِ مبارک سے نکلا ہے ۔ لازم ہے کہ آپ اپنا مال و اسبابِ ملتان سے نکال لیں جب
وہ خط مشاラルیہ کو پہنچا تو حاجی علی محمد خاں نے دل میں سوچا کہ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت صاحبؒ
دلی میں اور جو کچھ فرما رہے ہیں اپنے کشف سے فرما رہے ہیں مگر جب حضرت صاحبؒ واپس
ملتان تشریف لائیں گے تو حضرت صاحبؒ سے عودہ بات پوچھوں گا ۔ اور پھر اس کمپٹا بلین
عمل کروں گا جب حضرت صاحبؒ واپس ملتان تشریف لائے تو مشاラルیہ نے عرض کیا کہ قبلہ
پیو بندر خاں نے تاجِ سرور سے مجھے اس طرح لکھا تھا کہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ سکھ
ملتان پر حملہ قبضہ کرنے والے ہیں اگر ایسا ہی ہونے تو ہم تو حضور سے غلام ہیں جو کچھ آپ پر
منکشف ہو ہے ۔ بیان فرمادیں تاکہ اپنا مال و اسبابِ ملتان سے باہر لے جاؤں ۔ آپ نے فرمایا
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۔ میں منجم ۔ رمال یا فال نکالنے والا نہیں کہ تمہیں آئینہ
کے حالات و خبروں ۔ عالم الغیب تو خداوند تعالیٰ ہیں ۔ میں کیا باتوں اور میں نے اُسے کب
کہا تھا کہ ایسا ہو گا ۔ وہ اپنے گھر چلا گیا کچھ عرصہ بعد رنجیت سنگھ والے لاہور نے کیشو فوج کے ساتھ
ملتان پر چڑھائی کر دی اور قبضہ کر لیا ۔ نواب مظفر خاں شہید ہو گئے ۔ اور اس کا بیٹا سر فرزان خاں
مع اپنے وزیر حاجی علی محمد خاں مذکور کے اور دیگر امراء کے اسیر ہو گئے اور وہ انہیں لاہور
لے گیا ۔ اور ملتان کے تمام چٹھاؤں کا تمام خزانہ وغیرہ لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیا ۔
علی محمد خاں مذکور نے کچھ مدت کے بعد حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اس
مضمون کا خط لکھا کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ کی زبانِ مبارک
سے میرے نواسے پیو بندر خاں نے یہ سنا ہے اگر ٹھیک ہے تو مجھے فرمادیں مگر آپ نے
اُس وقت انکار فرمایا تھا کہ میں نے نہیں کہا حالانکہ آپ نے فرمایا تھا مگر مجھ سے آپ نے نہیں
رکھا اب قیامت کے دن میں اپنا تمام غارت شدہ مال و اسبابِ آپ سے لوں گا کیوں
کہ آپ کو خبر تھی مگر آپ نے مجھے نہ بتایا جب حضرت صاحبؒ نے وہ خط پڑھا مسکرائے

اور فرمایا کہ وہ تمام مال و اسباب جو لوٹا گیا ہے مجھ سے لے گا۔ لیکن یہ صد ہا اونٹ جو ملک ریگستان یعنی نکل میں ملتان اور دریائے سندھ کے درمیان چرتے ہیں کس سے لے گا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ ملتان اور اس کے نواح میں زیادہ تر نواب مظفر خاں کی حکومت تھی۔ اور ریگستان میں دریائے چناب سے لیکر ملتان سے تین کوس مغرب کی طرف ہے دریائے سندھ کے کنارے تک نواب محمد خان ٹلکیری والا کی حکومت تھی۔ پس ملتان کا علاقہ جو ریخت سنگھ اپنے قبضہ میں لایا تھا اس میں ابھی ملک ریگستان پر اس کا قبضہ نہ ہوا تھا۔ اس وقت حضرت صاحب نے اُس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ یہ علاقہ بھی محمد خاں کے ماتحت نکل جائے گا۔ کیوں کہ اس علاقہ میں علی گڑھ خاں کے کئی سو اونٹ چرتے تھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ وہ اونٹ جو ملک ریگستان میں چرتے ہیں قیامت کے دن کس سے لے گا۔ چونکہ خاں اس وقت بھی بیٹھا تھا جب اس نے حضرت غوثیہاں کی زبان دہی ترجمان سے یہ سنا تو پھر اپنے نانا صاحب کی طرف لاہور خط لکھا کہ میں نے تو مبارک شریف سے تمہیں پہلے ہی خط لکھ دیا تھا کہ حضرت صاحب کی زبان سے یہ سنا ہے کہ جلد ہی سکھ ملتان پر قبضہ کر لیں گے۔ پس اگر اپنی بہتری چاہتے ہو تو اپنے یہ اونٹ جو اس ملک میں چرتے ہیں بیچ دو۔ اُس نے اس خط پر عمل کر کے تمام اونٹ بیچ دیئے پس کچھ دنوں بعد وہ ملک بھی ریخت سنگھ نے حافظ احمد خاں بن نواب محمد خان سے چھین لیا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ کسی نا فہم ظاہر میں کو یہ گمان نہ گزرے کہ جب حضرت صاحب نے پہلے فرمایا تھا کہ ملتان پر سکھ جلد قبضہ کر لیں گے تو پھر بعد میں انکار کیوں کیا۔ کہ میں نے نہیں کہا تو پھر جھوٹ کیوں کہا۔ جو گناہ کبیرہ ہے اور اگر سچ فرمادیتے تو مومن کا مال غصب نہ ہوتا تو اس کے جواب میں چند دلائل دیئے جاتے ہیں۔ اول حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے نہیں کہا تو یہ سچ فرمایا تھا کہ اولیاء اللہ کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک حالت بشریت۔ دوم حالت حقیقت۔ حالت بشریت عوام کی طرح ہوتی ہے کہ اپنی پیٹھ کے پیچھے سے حال سے بھی خبر نہیں رکھتے۔ اور جب ان پر حقیقی حالت طاری

ہوا تھا۔ پس اگرچہ نبی یا ولی سے معجزہ یا کرامت ظاہر ہوتے ہیں مگر وہ اُن سے نہ تھے بلکہ خدا کی طرف سے تھے کہ وہ درمیان سے اُٹھ جاتے ہیں اور وہ اُس وقت فنا فی اللہ کے مقام پر موجود مطلق ہوتے ہیں۔ مگر جب ہوش میں آتے ہیں شرمندہ ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ حضرت صاحب کو کشف سے معلوم ہوا تھا کہ علی محمد خاں کا یہ سامان و مال و اسباب تقدیر میں غارت ہونا لکھا ہے لہذا اُسے اسرار الہی سے اخلاص نہ دی۔

مولوی دینار بخش کہتے تھے ایک دفعہ میں دہلی سے تحصیل علم کر کے حضرت غوث زمانہ کی زیارت کے لئے خانقاہ شریف پہنچا تھا۔ اُن دنوں دہلی میں معتزلہ اور وہابیوں کا بڑا غلبہ تھا اور کہتے تھے کہ نبی یا ولی کو قدرت نہیں ہے کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ میں آیات و احادیث سے اُن کا رد قول کرتا تھا۔ اور جواب دیتا تھا۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں آیا تو ایک دن اُن کی زبان مبارک سے سنا کہ فرماتے تھے کہ نبی یا ولی کو قدرت نہیں ہے، نہ ہی کو نفع یا نقصان پہنچائیں۔ یہ سنکر بہت آزرده خاطر ہوا۔ اور میرے دل میں غدر پیدا ہوا کہ حضرت صاحب کیا لفظ فرماتے ہیں۔ حالانکہ میں چند سال دہلی میں اس مسئلہ پر وہابیوں سے بحث کرتا رہا تھا۔ اور حضرت صاحب اُن کے قول کے مطابق فرما رہے ہیں میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ حضرت صاحب نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس بات کی مرز نہیں پائی اُس وقت میں نے حضرت غوث زمانہ کی توجہ و عنایت سے اس بات کے معنی سمجھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اب اس مرز کو پہچان گیا ہوں کہ نبی یا ولی کو قدرت نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے وہ درمیان میں نہیں ہوتے۔ چنانچہ مولانا جامی نے لواطح میں فرمایا ہے۔

رفت او ز میان ہمیں خدا ماعدا خدا۔

”الفضل ذالمتھو اللہ“ یہی ہے (فقر حبيب) پانہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ بن جاتا ہے اور یہ اشارہ ہے بقول ”اِذَا اَتَمَّ الْفَعْلُ فَهُوَ اللّٰهُ وَيَكُونُ عَيْشُهُ كَعَيْشَةِ اللّٰهِ“ (فقر حبيب) مکمل ہو جائے تو وہ ذات خداوندی بن جاتی ہے اور اس کی زندگی خدا کی زندگی کے مانند ہو جاتی ہے (پس جو کچھ وہ کہتے ہیں خدا کرتا ہے اور یہ رتبہ فرائض و فوافل کے قریب سے حاصل

ہوتا ہے۔

میاں شیر محمد کلروائی کہتے تھے کہ ایک روز میں اور ایک شخص گلزار نام حضرت صاحب کو ملٹی کرتے تھے حضرت صاحب نے فرمایا کہ غرا سان سے ایک شخص اہل اسلام سے نکلے گا اور دہلی تک نہ سارے کو قتل کرے فتح اسلام کرے گا۔ گلزار نے عرض کی کہ حضور میں دہلی تک قتل کرے گا فرمایا نہیں نہیں اگر وہ تک قتل کرے گا، جس وقت صاحب موصوف نے اس فقیر کے سامنے یہ قصبہ سنایا میاں غلام رسول بھی بیٹھے تھے۔

ایک دفعہ یہ فقیر کاتب الحروف حضرت صاحب کی خدمت میں تونسلہ شریف گیا ہوا تھا اور بختا در صاحب کے حجرہ میں ڈیرہ کیا ہوا تھا چند دنوں کے بعد مولوی قطب الدین سندھی بودہلی میں رہتے تھے وہ بھی آئے اور پہلے ڈیرہ میں فروکش ہوئے اور وہ ہر سال دہلی سے حضرت صاحب کی خدمت میں میری طرح حاضر ہوتے تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے دہلی سے آنے کا حال ہمارے سامنے بیان کیا کہ جب میں بلدہ جوڑ بار میں جے نواب گڑھ بھی کہتے ہیں اور جو سرکار بیکانیر کی عملداری میں ہے پہنچا تو وہاں ایک شخص صوبہ نامی حبیب تھا جو ڈاکو تھا اور اس نے بہت سے مسافروں کو قتل کیا تھا۔ اور وہاں کے حاکم کو بھی اس کام کا حقہ دیتا تھا۔ لہذا وہ اسے منع نہ کرتا تھا۔ پس جب میں بلدہ مذکورہ سے روانہ ہوا تو راستہ میں اسے کھڑے دیکھا کہ پیش قبض اس کے ہاتھ میں تھا۔ مجھے اس کی حرام زدگی کی خبر نہ تھی کہ یہ شخص یہ سفت رکھتا ہے۔ اس نے مجھے پوچھا درویش کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا مہاراں دماغ سرور جا رہا ہوں گا واپس یہاں سے سات کو سس پر ہے۔ آج دونوں اکٹھے چلتے ہیں۔ تیرا بھی یہی راستہ ہے۔ میں اس کے ساتھ روانہ ہوا جوڑ بار اور واپس کے درمیان سات کو سس بیا بان و صحرا ہے کہ اس میں آبادی نہیں ہے۔ جب ہم نے تین کو سس جنگل طے کیا اور اس تین کو سس میں آئی اس نے مزاج و مضرارت کی باتیں شروع کر دی تھیں کہ بیلی تم کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے کہا دہلی سے آیا ہوں۔ اس نے کہا دلی دالوں کے پاس پیسے بہت ہوتے ہیں اور میرے کپڑے مکلف چھینٹا پنہ دار کے تھے اور قیمتی تھے ان کپڑوں کو دیکھ کر مجھ سے غالب گمان تھا کہ ضرور اس کے پاس

بہت سے روپے ہوں گے۔ حالانکہ میرے پاس صرف ستر روپے تھے۔ ان میں سے بھی
 تھوڑے سے میرے تھے اور باقی حضرت مولانا محمد الدین صاحب کے پوتے حضرت
 غلام نصیر الدین صاحب عرف کالے صاحب کے تھے جو انہوں نے حضرت صاحب و
 صاحبزادگان و اندرون خانہ حضرت غوث زماناؒ کے لئے بطور نذر بھیجے تھے۔ جب اُس
 شخص نے ایسی باتیں کیں تو میں نے کہا اے بھائی ہم درویش ہیں ہمارے پاس روپے کہاں
 سے آئے۔ الغرض جب صبح میں تین کو س گئے تو وہ شخص استیجا کے بہانے پیچھے رہ گیا۔
 جب میں تھوڑی دُور گیا اپنی کمر موڑ کر اُس کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے پیش قبض
 کو ایک پتھر پر تیز کر رہا ہے میں نے سمجھ لیا کہ یہ میرے بارہ میں بد ارادہ رکھتا ہے۔ پھر دیکھا تو
 کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے انگرکھ کا دامن اپنی کمر پر باندھ رہا ہے اور اپنے سر کے بالوں کو بانہ
 رہا ہے جیسے کوئی حملہ کے لئے تیار ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص مزدبجہ پر دست درازیا
 کرے گا۔ مجھے فکر ہوئی کہ نہ یہاں کوئی دوسرا آدمی موجود ہے نہ آبادی ہے اور نہ چھپنے کی کوئی
 جگہ ہے۔ اگر بھاگوں تو کہاں بھاگنے دے گا۔ اور کہاں تک بھاگوں گا کہ چودہ کو س
 جنگل سامنے ہے۔

الغرض اسی جگہ خدا پر تکیہ کیا اور حضرت غوث زماناؒ پر اعتماد کر کے مقلد بچایا اور
 اس پر بیٹھ گیا اور اپنے سپر حضرت غوث زماناؒ کی طرف توجہ کر کے فریاد کی کہ یا حضرت
 میری امداد فرمائیں اور اس ظالم سے مجھے امان دلوائیں اگر حضور کو منظور ہو تو ہر طرح مجھے
 امان دلائیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو قدرت دی ہوئی ہے ورنہ خیر میری قسمت میں ہر سال
 ثواب حج ہوگا کہ اس وقت صرف آپ کی زیارت کے لئے کر رہا تھا۔ یہ عرض کر کے مراقبہ میں بیٹھ گیا اور
 حضرت صاحب کی صورت کو حاضر کیا۔ اور آل جناب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں
 میں نے اس آدمی کے پاؤں کی آواز سنی۔ سر اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔ اور کہا اے بھائی
 اتنی دیر کر دی میں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ اس نے کہا استیجا کے لئے پیچھے رہ گیا تھا۔
 مگر فوراً جو ہنی میں نے اُس کے چہرہ پر نظر ڈالی تو اُس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور اُس کے جسم
 پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میں نے کہا اُچھلیں۔ اُس نے کہا اے درویش خدا کے لئے اپنے

پاس سے کوئی چیز مجھے دے تاکہ میں واپس اپنے گھر چلا جاؤں۔ کہ میں فاسد ارادہ سے تیرے قتل کے لئے آیا تھا مگر تو کامل درویش نظر آتا ہے کہ تیرے دیکھنے سے میرے تمام بدن پر ہیبت اور لرزہ طاری ہو گیا ہے۔ میں نے بہت سے مسافروں کو اور راہی درویشوں کو قتل کیا ہے مگر تو مردِ دیگر ہے۔ میں نے کہا کہ اسے بھائی تو جو چاہے تمہیں دوں گا اُس نے کہا یہ چھینٹ پنہ دارِ صمدی جو تیرے بدن پر ہے مجھے دے دے۔ میں نے اپنا دوسرا سامان اُس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اسے ذرا کپڑے میں نیم تنی (صدری) اپنے بدن سے اتار کر تنہا دوں۔ اس نے میرا تمام اسباب کپڑا لیا۔ میں نے صدی اُسے دے دی مگر جو نہی میں نے اُسے صمدی دی میرے قدموں میں گر گیا اور رونے لگا کہ خدا کے لئے مجھے مرید کر لو کہ تو بزرگِ کامل ہے اور یہ صمدی بھی اپنی لے لو مجھے واپس کر دی مگر میں نے نہی۔ میں حضرت صاحب کی طرف سے عجز نہ تھا۔ میں نے مرید کرنے سے پہلو تہی کی۔ مگر اُس نے نہ چھوڑا جب اُس کا اصرار حد سے گزر گیا تو لاچار میں نے اپنے ہاتھ کو حضرت صاحب کا ہاتھ مقرر کیا اور نیا بتا اُسے مرید کر لیا اُس کے ہاتھ کی انگلی میں چاندی کا ایک چھلہ تھا۔ اُس نے میری نذر کیا اور کہنے لگا کہ قصبہ دلاڑ میں میرے بھائی ہیں اُن سے روپیہ قرض لے کر آپ کی نذر کروں گا۔ پس بندہ وطر تک میرے ہمراہ آیا۔ اور وہاں اپنے ہم قوم بھائیوں سے قرض لیا اور کہنے لگا میرے چر صاحب آئے ہیں مجھے ایک روپیہ قرض دیں تاکہ اُن کی نذر کروں۔ مگر انہوں نے اُسے قرض نہ دیا۔ جب میں وہاں سے تونہ شریف آیا اور حضرت غوث کمال کی قدم بوسی کی اور چاندی کا چھلہ بھی حضرت صاحب کی نذر کیا اور گزشتہ قصہ بیان کیا۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ بغیر رزقی کے نہیں آنا چاہئے کہ حدیث میں آیا ہے ”الرفیق غم الطریق“ (پہلے کوئی ساتھی بناؤ پھر سفر پر روانہ ہو)

منقول ہے کہ جب ملک سنگھڑ میں اسکا کہاراں ہوا تو لوگوں نے آکر حضرت صاحب سے فریاد کی کہ دعا فرمائی تاکہ بارش برے اور حضرت صاحب کا ایک مرید تھا۔ ملا محمد کوکھر نام۔ حضرت صاحب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ملاں محمد جب چاہے گا بارش برے گی وہ دانا تھا اور حضرت صاحب کا رمز داں تھا۔ وہ عرض کرتا کہ ہاں قبلہ جب آپ کا حکم

ہو گا اُسی وقت بارش برے گی۔ آپ حکم فرمائیے کہ فلاں وقت بارش لاؤ۔ وہ کہتا کہ اُس وقت آئے گی۔ پس حکمت الہی سے اُس وقت بارش ہو جاتی۔ اس سبب سے اُس کا نام ”میزہ برسا“ تو نوسہ شریف میں مشہور تھا۔ کیوں کہ وہ حضرت صاحبؒ کی رمز پہچانتا تھا۔ اور ہانتا تھا کہ حضرت صاحبؒ میرا نام لے کر فرماتے ہیں تو کہتا کہ حضرت جس وقت آپ فرمائیں گے بارش ہو جائے گی۔ پس حضرت صاحبؒ کے حکم سے بارش برتی تھی۔

اسی طرح کی ایک حکایت ہے کہ ایک دفعہ بارش نہ برسی تھی۔ اور شہر کے لوگ دعا کے لئے حاضر ہوئے اور بارش کے لئے فریاد کرتے تھے۔ ایک ضعیف عورت بھی زیارت کے لئے آئی ہوئی تھی۔ فرمایا کہ یہ عورت بارش نہیں برسنے دیتی اسے طمانچے مارو تاکہ بارش برے۔ لوگوں نے اُسے ہلکے پھلکے دوچار طمانچے لگائے تو بارش ہو گئی۔ منقول ہے کہ جب تو نوسہ شریف کی عورتیں بارش کے لئے دعا کے لئے آئیں تو خوش طبعی سے فرماتے کہ تم آپس میں لڑائی کرو۔ اب ایک دوسرے کو تھپڑا دو تاکہ بارش ہو۔ جب وہ ایسا کرتیں اور حضرت صاحبؒ انہیں دیکھ کر بہتے تو حق تعالیٰ بارش برسا دیتے۔ ایک دفعہ اس طرح شہر کی عورتیں جمع ہو کر کئی عقیں اور حضرت صاحبؒ کے مکان میں آکر ایک دوسرے کو مار رہی تھیں تو بارش بہت ہو گئی مگر صابی نام جیٹے کے کھیت میں بارش نہ ہوئی اور اُس کا بندر پانی سے نہ بھرا۔ تو ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آئی اور ایک کانٹے دار لکڑی ہاتھ میں لئے شوخی کرتے لگی۔ اور گستاخانہ کلام کرنے لگی اور مزاح کرنے لگی۔ کہنے لگی دوسرے کے کھیتوں میں بارش ہو گئی ہے مگر میرے کھیت میں نہیں برسی۔ یا تو میرے کھیت میں بھی بارش برسا میں اور میرا بند بھی پانی سے پر کر دیں۔ نہیں تو آپ کو اس کانٹے دار لکڑی سے مار دگی۔ پھر اس کانٹے دار لکڑی کو حضرت صاحبؒ کی لنگی میں اس طرح مارا کہ حضرت صاحبؒ کی لنگی میں کانٹے چھب گئے۔ حضرت صاحبؒ نے بھی خوش طبعی سے فرمایا کہ اے صابی دوسروں کے کھیتوں میں پانی اوپر سے آتا ہے مگر تیرے کھیت میں پانی نیچے سے آتا ہے چناںچہ اس کی کھیتی ہمیشہ پانی سے سرسبز و شاداب رہنے لگی۔ اور پھر اُس سال فصل بہت اچھی ہوئی۔

اب بھی حضرت صاحبؒ کے وصال کے بعد جب اس کا بالا ہوتا ہے تو شہر کی عورتیں جمع ہو کر

حضرت صاحبؒ کی خانقاہ میں آتی ہیں۔ اور بارشس سے لے کر فریاد کرتی ہیں اور کانٹے ڈانکڑیاں اپنے ساتھ لاتی ہیں اور بدستور سابق ایک دوسرے کو مارتی ہیں تو غوب بارشس ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ ان کے اعتقاد کے مطابق ان کا مقصود بر لائے ہیں۔

مولوی دیلر بخش صاحبؒ پاکپٹنی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ شاہجہان آباد دہلی میں مولانا محمد رمضانؒ بھی صاحب تشریف لائے ہوئے تھے اور اپنے مرید عبداللہ شاہ کی مسجد میں جو محلہ کوچہ شاہ تارا میں جو کھڑکی فرش خانہ کے قریب ہے تشریف فرما تھے۔ میں نے ان سے اوصاف حمیدہ سنے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی زیارت کا بہت شوق تھا۔ ایک دن ان کی زیارت کے لئے اس مسجد میں گیا اور ان کے حلقہ مجلس میں بیٹھ گیا۔ اس وقت کسی مسئلہ پر بات ہو رہی تھی مگر مجھے مسئلہ یاد نہیں رہا۔ جب میں مسئلہ کے جواب میں شریک ہوا تو انہوں نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کسی بزرگ کے مرید ہو۔ میں نے کہا حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ صاحب کا مرید ہوں یہ بات سنتے ہی سر و ذلہ کھڑے ہو گئے جیسے ساتھ معاف کیا اور کہنے لگے ہم دونوں پیر بھائی ہیں تو نے اپنا حال کیوں مجھ پر ظاہر نہیں کیا تاکہ تمہاری تعظیم سے لئے کھڑا ہوتا۔ پھر فرمایا کہ ہمیں حضرت غوث زماں خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ کی جناب سے وہ فیض باطنی و فائدہ پہنچا ہوا ہے جو کہیں اور سے نہیں ملتا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ ایک روز میں تونسہ شریف میں حضرت پیر و مرشدؒ کی خدمت میں حلقہ مجلس عام میں بیٹھا تھا اور حضرت مولانا محمد رمضانؒ بھی کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ میاں رمضانؒ خوب درویش تھا نیز میں نے حاجی بختاؤر کی زبان سے سنا ہے کہ فرستے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ پاکپٹن شریف حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے عرس مبارک پر گیا ہوا تھا۔ اور میاں صاحب مولوی محمد رمضانؒ بھی صاحبؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے جب حضرت صاحبؒ کی ملاقات کے لئے آئے تو اس وقت حضرت صاحبؒ ایک درویش کو شرح لمعات مولانا جامیؒ کا سبق دے رہے تھے جب یہ بیت ان کے سبق میں آیا:

۴ غیرتش غمزدہاں نگذاشت۔ لاجرم عین جملہ اشیاء شد

جب مولوی صاحب کو لگے یہ بیت سنا تو حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت یہ بیت کس طرح ہے پھر فرمائیں۔ حضرت صاحب بالکل ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر بیت پڑھی۔ اور اس وقت نظر خاص ان پر ایسی ڈالی کہ مولوی صاحب کو ہوش نہ رہا اور تا دیر بے ہوش رہے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو تمام عمر حضرت صاحب کی اس نظر خاص کے احسان مندر ہے فرماتے تھے کہ حضرت پیر پٹھان کی اس ایک نظر نے وہ کام کیا ہے اور وہ فیض پہنچایا ہے کہ کسی جگہ سے مجھے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

مولوی صاحب میاں دیدار بخش جی پاکستانی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت صاحب سے اس توجہ خاص کا قصہ جو آپ نے پاکستان شریف میں مولوی محمد رمضان صاحب پر فرمائی بالکل اسی طرح قاضی غلام محمد فتح آبادی سے سنا ہے، جو مولوی صاحب موم کے مرید تھے۔ انہوں نے میر سے ساتے اس طرح بیان کیا کہ پاکستان شریف کے اس سفر میں میں اپنے پیر کے ساتھ تھا۔ میر سے پیر پر توجہ خاص کے وقت میں بھی اس حلقہ میں بیٹھا تھا کہ آپ چند گھنٹے بے ہوش ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد حضرت غوث زمان سے ارشاد پایا اور استغاضہ لیا اور حضرت غوث زمان نے انہیں فرمایا تھا کہ تو چند روز میری صحبت میں رہ۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس وقت میرے لئے اپنے وطن جانا ضروری ہے عذر در پیش ہے۔ انشاء اللہ پھر جلد ہی حاضر ہو کر چند روز آپ کی صحبت میں رہوں گا۔ آخر حضرت صاحب نے انہیں رخصت کر دیا یہاں تک کہ آپ اپنے وطن چلے گئے۔

مولوی دیدار بخش صاحب فرماتے تھے کہ وہ جب حضرت صاحب سے رخصت لے کر دہلی پہنچے تو نواب الہی بخش خاں نے انہیں ایک ہزار روپے نذر دیا۔ جب ان کے پاس وافر خرچ آگیا تو انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں نہ پہنچنے کا عذر پیش کرتے ہوئے عریضہ ارسال کیا کہ فی الحال فقیر کا پختہ ارادہ

جج کا ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب واپس آؤں گا تو آپ کی خدمت میں پہنچوں گا۔ حضرت صاحب نے ان کے خط کے جواب میں اس مضمون کا گرامی بھیجا کہ :
 ۴۔ اے قوم بچے رفتہ کجا ئید کجا ئید۔ معفوق ہیں جاست بیائید بیائید اور لکھا کہ تمہارے جج پر جانے سے ادھر آنا بہتر تھا کہ :

۵۔ آں رہ بسوئے کعبہ بردو این رہ بسوئے دوست
 مگر انہوں نے حضرت صاحبؒ کے ہنکھے پر عمل نہ کیا۔ اور جج سے لئے روانہ ہو گئے۔
 مولوی دیدار بخش صاحبؒ اس کاتب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میں نے جناب شاہ صاحب قبلہ حافظ محمد علی صاحب خیر آبادی سے سنا ہے جو حضرت غوث زمانؒ کے خلفائے کبار سے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ جب میں جج کے سفر سے واپس آیا اور جہاز سے اتر تو مولوی محمد رمضان اُس وقت جہاز پر سوار ہو رہے تھے۔ جب مجھے دیکھا تو میری بڑی تعظیم کی اور کہنے لگے کہ حضرت صاحبؒ نے مجھے جج کے سفر سے منع کیا تھا۔ مگر چونکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق غالب تھا اس لئے آگیا ہوں اب آپ میری تقصیر کا وسیلہ بنیں اور میری طرف سے حضرت غوث زمانؒ کے پاس معذرت کر دیں۔ کہ میں نے بہت گستاخی کی ہے کہ آپ کی مرضی کے بغیر جج پر جا رہا ہوں۔ حافظ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب میں سنگھڑ خریف حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا اور حضرت صاحبؒ سے اُن کی گستاخی کی معافی چاہی تو فرمایا خیر جو اللہ کا حکم تھا ہو گیا۔ ”جفت القلم بما ہو کائن“ (جو کچھ ہونے والا ہے اس کی تفصیل بیان کر کے کاتبِ تقدیر کا قلم خشک ہو گیا ہے) کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب مولانا امجد علی صاحبؒ سفر سے واپس آئے اور بلند مندر رسو درہی پہنچے تو رافضیوں کے ہاتھوں شہادتِ اکبر کے درجہ پر پہنچے ،

مولوی دیدار بخش صاحبؒ اس کاتب الحروف کے سامنے فرماتے تھے کہ مولوی محمد بخش قوم بھٹو سکھ اہردان جو مولانا محمد رمضان ہنٹی کا مرید تھا میرے سامنے بیان کرتا تھا کہ میں ایک زمانہ میں ذکرِ جہر بلند آواز سے کرتا تھا۔ ایک

محبوب تھا اُس نے مجھے متع کیا۔ میں منع نہ ہوا اُس نے مجھ پر ایسا تصرف کیا کہ ذکر کے لئے میرے گلے کی آواز بالکل بند ہو گئی۔ جب ذکر کے علاوہ کوئی اور بات کرتا تھا تو بے تکلیف آواز میرے حلق سے نکلتی تھی۔ مگر جب ذکر ہر کے لئے آواز نکالتا تھا تو بالکل نہیں نکلتی تھی۔ چونکہ سنا تھا کہ میرے مرشد کو فیض حضرت غوثِ زمان سے پہنچا تھا اس لئے میں سنگھڑ شریف اپنے مرض کے علاج کے لئے حضرت غوثِ زمان کی خدمت میں بذریعہ حضرت مولانا شرف الدین ابو محمد خلیفہ حضرت غوثِ زمان پہنچا اور مولانا شرف الدین صاحبِ مذکور کی معرفت عرض کیا کہ یا حضرت میرے ہر کو بھی آپ سے فیض پہنچا ہے اور میں اُن کا غلام ہوں اس علاج کے لئے آیا ہوں اور مجذب کے تصرف کا تمام حال بیان کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا جا ذکر ہر بلند آواز سے کر۔ جب اُس نے ذکر شروع کیا تو آواز نہ نکلی۔ پھر فرمایا کہ اس مجذب کے سر پر پہنچ کر بلند آواز سے ذکر کر اور اگر وہ مرگیا تو اُس کی قبر کے سر پر نہ بیٹھ کر ذکر ہر کر۔ جب میں وہاں سے اپنے وطن آیا تو وہ مجذب ایک دو منزل میرے استقبال کے لئے آگے آیا۔ اور کہا کہ تیرے پیر میری مدد سے پہنچے ہیں مگر میرے پیر میری مدد کے لئے نہیں آئے۔ اب بادشاہ دو جہاں کے حکم سے ہمارا تصرف تم پر کچھ آخر نہیں کرتا۔ پس وہ مجذب جو ہمیشہ اس قریہ میں رہتا تھا اُن کی خدمت میں رہنے لگا اور وہ حسبِ سابق ذکر ہر آواز بلند سے کرنے لگا۔

ایک دفعہ قاری صبیحۃ اللہ صاحبِ خلیفہ حضرت قبلہ عالم آدر حضرت محبوبِ زمان میں بدرمگی ہو گئی اور رنجش و کدورت ان کے دلوں میں آگئی تھی اور رنجش کا باعث یہ تھا کہ قاری صاحب تیز مزاج اور صاحبِ جلال تھے کہ حضرت قبلہ عالم کی تمام اولاد اور صاحبزادگان مہاروی اُن سے ڈرتے تھے اور حضرت صاحبزادہ نور حسین صاحب بن حضرت خواجہ نور العلام شہید بن حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی ان کے مرید تھے۔ اور میاں نور حسین صاحب کے برادرِ خورِ درمیاں غلام نبی بھی حضرت محبوبِ زمان کے مرید تھے اور دونوں مہایوں کے درمیان مناقشہ رہتا تھا۔ قاری صاحب اپنے مرید کی پاسداری کرتے تھے اور حضرت محبوبِ زمان

اپنے مرید کی حمایت پر تھے اس کا ایک اور سبب بھی تھا کہ ایک دفعہ قاری صاحب قلعہ مہار شریف سے حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر خانقاہ شریف میں تشریف لا رہے تھے اور اپنی پگڑی حافظ محمد اعظمؒ کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اور وہ عقوڑا تھوڑا اس پگڑی کو چھالتا رہتا تھا یہ حرکت دیکھ کر قاری صاحب کو غصہ آیا۔ اپنے درویشوں کو فرمایا کہ اس قوال اور حافظ دونوں کو پکڑ کر سخت سزا دو کیوں کہ یہ دونوں بدعتی ہیں۔ جب درویشوں نے چاہا کہ انہیں پکڑیں۔ دونوں دوڑ کر کہیں چھپ گئے اور عبدالرحمن قوال صاحبزادہ نور احمد صاحبؒ کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اپنا ماجرا سنایا۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں قاری صاحبؒ سے ڈرتا ہوں۔ اگر وہ تمہیں پکڑ لیں گے تو میں مانع نہ ہوں گا۔ تو یہاں سے آٹھ کھضر سنگھ والہ صاحبؒ کے پاس چلا جا اور ان کے حلقہ میں بیٹھ۔ عبدالرحمن قوال سے اٹھا اور حضرت صاحبؒ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور قاری صاحبؒ کے درویش اسے تلاش کرتے ہوئے پہلے صاحبزادہ نور احمد صاحبؒ کے پاس گئے اور پھر حضرت صاحبؒ کی مجلس میں گئے۔ جب حضرت محبوبؒ زمانؒ کے درویشوں کو خبر ہوئی انہوں نے اسے پکڑنے نہ دیا اور کسی دوسری جگہ بھیج دیا۔ جب یہ خبر حضرت محبوبؒ زمانؒ کو پہنچی۔ انہیں بھی غیظ آگئی کہ یہ کیا قاری صاحبؒ کی زور آوری ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے قوال کو سزا دیتے ہیں۔ الغرض جب سماع کا وقت آیا تو حضرت صاحبؒ خانقاہ شریف میں مجلس میں گئے۔ قاری صاحب سماع نہیں سنتے تھے اور انکار سرود کرتے تھے۔ وہ حضرت قبلہ عالمؒ کے روح شریف کے انار فاتحہ پڑھ کر باہر بیٹھ گئے۔ جب اس کے حکم پر ان کی ملاک سے ایک مولوی دیدار بخشؒ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گیا ہوا تھا ایک دن میں کہ ناگاہ چوہڑی نام میرا آئیں کہ حضرت صاحبؒ کے قوال احمد کی نانی تھی آئی اور حضرت صاحبؒ کو مبارک باد دی کہ حضرت مبارک ہو حق تعالیٰ نے آپ کی لڑکی بی بی آمنہ کو بیٹا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے چوہڑی دوسروں کی اولاد کی مبارکی مجھے دیتی ہے۔

میری اولاد کی مبارک نہیں دیتی۔ ان دنوں حضرت صاحب کے پوتا نہ تھا یعنی آپ کے بیٹے گل محمد صاحب کے ہاں بیٹا نہ تھا۔ پس حضرت صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا اور مجھے فرمایا کہ صاحبزادہ جادو اور حضرت قبلہ عالم کو ہماری طرف سے کہو کہ فلاں عرض کرتا ہے کہ میں آپ کا مہمان ہوں اور مجھے اپنی درگاہ میں دوسروں کی مبارکی دلاتے ہیں۔ چلیے تو یہ تھا کہ اپنی درگاہ میں میری اولاد کی مبارک دلاتے۔ خواجہ محمود صاحب فرماتے تھے کہ میں اس وقت امٹا اور حضرت قبلہ عالم کے مزار شریف پر جا کر اسی طرح عرض کر دیا اور حجب روضہ شریف سے باہر آیا تو کسی شخص نے مجھے چنبا کے دو پھول دیئے میں نے انہیں لیا اور حضرت صاحب کی خدمت میں آیا۔ پوچھا کہ عرض کر دیا تھا! میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا جواب ملا، میں نے کہا میری ایسی قیمت کہاں کہ جواب سنوں۔ یہ آپ جانیں البتہ یہ معلوم ہے کہ ایک شخص نے مجھے روضہ مبارک سے لکھنے کے بعد چنبا کے یہ دو پھول دیئے ہیں۔ فرمایا الحمد للہ تم کام کر سے آئے ہو کہ حق قعلے مجھے دو پوتے دے گا۔ جب حضرت صاحب روانہ ہو کر سنگم شریف کی طرف چلے۔ ان دنوں حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحب کی اہلیہ حضرت صاحبزادہ شاہ النہجش صاحب سے حاملہ تھیں۔ دھڑ سال جب حضرت صاحب خانقاہ شریف میں حضرت قبلہ عالم کے عرس پر شریف لائے اور وہیں تھے کہ حضرت شاہ النہجش صاحب کے پیدا ہونے کی خوشخبری ملی۔ یہاں تک کہ ہر خاص و عام نے حضرت صاحب کو مبارک باد دی۔

صاحبزادہ گنج بخش بن خواجہ نور احمد صاحب اس فقر کے سامنے فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں تونسہ شریف میں حضرت صاحب کی خدمت میں گیا ہوا تھا۔ جب میں نے قدم بوسی حاصل کی تو مجھے فرمایا کہ ”اے گبر و شیرانگن“ اور پھر ہمیشہ مجھے اس نعت سے یاد فرماتے تھے۔ میں یہ ان تھا کہ حضرت صاحب مجھے شیرانگن کیوں کہتے ہیں۔ میں نے کس شیر کو مارا ہے۔ آخر بارہ سال کے بعد اتفاقاً ایک شیر میرے ہاتھ میری بندوق سے مارا گیا۔ میں نے جانا کہ یہ شیرانگن خطاب اس

وجہ سے تھا کہ حضرت صاحب نے بارہ سال قبل مجھے اس لقب سے یاد فرماتا شروع کر دیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور حضرت صاحبؒ کے ہمراہ صلہ با آدمی تھے۔ یہ فقیر بھی حاضر تھا اور اس سال قحط سالی تھی اور غلہ قیمت سے ہاتھ نہ آتا تھا۔ ایک دن جب خدا بخش لاٹگری کو لنگر کے لئے غلہ قیمتاً ملے تو انہوں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جا اور حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ پر جا کر عرض کر کہ یا حضرت ہم آپ کے مہمان ہیں اور ہمیں قیمت سے بھی غلہ نہیں ملتا۔ ہر شخص اپنے مہمان کی خاطر داری کرتا ہے۔ اب آپ جائیں۔ جب خدا بخش روضہ شریف پر عرض کرے ابہر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک قطار اونٹوں کی باجوہ بیڑہ سے پُرسورت گڑھ اور بیڑہ کی طرف سے آئی ہے۔ اس نے وہ تمام غلہ خرید لیا اور درویشوں کے تصرف میں لایا۔

حضرت صاحبؒ دو مرتبہ اجیر شریف بلائے زیارت حضرت حبیب رب العالمین خواجہ بزرگ حضرت خواجہ مین الدین چشتیؒ گئے تھے۔ پہلی دفعہ حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت کے فوراً بعد ابتدائے حال میں حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ تو اجیر شریف کے راستہ سے گئے تھے اور دوسری مرتبہ بھی گئے تھے۔ صاحبزادہ نور بخشؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت صاحبؒ نے یہ چاہا کہ دوسری مرتبہ اجیر شریف جائیں تو سنگم ٹریڈ سے ارادہ کر کے نور خاں بلوچؒ در دہ سے چند آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ تاج سرور میں پہنچے اور شیخ جمال چشتیؒ کو فرمایا کہ کسی کے سامنے ہمارا ارادہ ظاہر نہ کرنا۔ لیکن توفیقاً راکہ اجیر شریف جا رہے ہیں اور اونٹ کراہے ہوئے۔ اور چند مٹی کے کتبے لے لے۔ پھر صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف میں چند ساعت دست بستہ کھڑے رہے۔ آخر ماہر آئے اور اپنے ہمرازوں کو فرمایا کہ میں نے ہر چند حضرت قبلہ عالمؒ سے اجیر شریف کی

زیارت کے لئے اجازت طلب ہے مگر امر نہیں ہوا۔ اور فرمایا ہے کہ ابھی وقت نہیں ہے پھر چلے جانا۔ دوسری مرتبہ چلے جانا۔ پس ہم ابھی اجیر شریف نہیں جاتے۔ پس درویش سنگھ شریف کی طرف چلے گئے کچھ دنوں بعد پھر اجیر شریف کے ارادہ سے تاج سرو میں آکر شیخ جمال چشتیؒ کو فرمایا کہ اونٹ کرایہ پر لے لے اور چند مٹی کے لوٹے بھی تیار کرو اور خود بھی تیار رہو۔ پس روضہ شریف کے اندر جا کر حضرت قبلہ عالمؒ سے اجازت طلب کی۔ اس دفعہ اجازت عطا فرمائی تو حضرت صاحبؒ مع نور خاں بلوچ و شیخ جمال چشتیؒ و دیگر چند مردان سوار و پیادہ اجیر شریف تشریف لے گئے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ محبوب ربانیؒ کے مناقبات بے شمار ہیں کہ جو تحریر میں نہیں آسکتے اور کوئی کس طرح حضرت صاحبؒ کے مناقب لکھے کہ آپ نے بائیس برس کی عمر میں سجادہٴ شیخیت اور مسئلہٴ ارشاد پر جلوں فرمایا تھا۔ اور خلقِ خدا کو ارشاد و ہدایت دیئے تھے بنو سال کی عمر تک فیض رسانی کی۔ یعنی اسی برس خلق کی راہ نمائی کی اور لکھو کہ اکرامت و خوارقِ عادات حضرت صاحبؒ سے ظاہر ہوئیں۔ اگر کوئی اُن سب کو تحریر کرنا چاہے تو بے شمار جلدیں تیار ہو جائیں۔ یہ فقیر صرف سعادت دارین کی خاطر ان چند مناقبات کو تحریر کر سکا۔ اور اپنے آپ کو اس بوڑھی عورت کی طرح سمجھتا ہے کہ ہوسوت کی اٹی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے لگی تھی اور خریداروں کے زمرہ میں شامل ہوئی تھی۔ یہ جان کر میں بھی حضرت محبوب ربانیؒ کی کرامات سے جمع کرنے والوں اور آپ کے مناقب لکھنے والوں میں داخل ہوا ہوں۔ کیوں کہ حضرت گنج شکرؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے اور حضرت عبدالقدوس گنگوہی صاحبؒ کے رقصات میں لکھا ہے کہ اُس مرید کی بڑی سعادت ہے جو اپنے پیرومرشد کی زبان سے جو سنتا ہے لکھ لیتا ہے۔ پس اسے ہر حرف کے بدلہ میں اس کے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور ہر حرف کے بدلے میں اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور بہشت میں اُسے درجات بلند عطا ہوتے ہیں۔

ارشادات عالیہ

و اُن فائدہ کا ذکر جو حضرت محبوب رحمٰن خواجہ شاہ محمد سلیمان کی زبان
 سوچی بیان سے اس کا تباطوف (نجم الدین) نے سنے ہیں۔
 یہ فقیر سراپا تقصیر ۱۲۵۰ھ میں حضرت صاحب کامرید ہوا تھا۔ اور اپنے آپ کو
 اس مقبول ربّانی محبوب سبحانی سے دامن سے وابستہ کیا تھا۔ اور اس سال سے
 لے کر ۱۲۶۰ھ تک کہ یہی اس محبوب ربّانی کا سن وصال ہے اکثر اس فقیر کی
 آمد و رفت حضرت صاحب کی خدمت میں رہتی تھی۔ بلکہ بارہ سال متواتر سال بہ
 سال حضرت صاحب کی خدمت میں جہو و بختوں سے جو اس فقیر کا مولہ و وطن ہے
 سنگھڑ شریف کی طرف سفر کرتا تھا۔ اور دو دو تین تین ماہ حضرت صاحب کی
 صحبت کی میا خاصیت میں رہتا تھا۔ اور میں نے بہت سے ارشادات (فوائد دینی)
 آپ کی زبان مبارک سے سنے ہیں۔ اُس وقت فوائد مجلس کے جمع کرنے کا خیال
 نہ تھا۔ بلکہ ریاضت و مجاہدہ کی وجہ سے لکھنے کی بھی فرصت نہ تھی اور اصل
 بات تو یہ ہے کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے لہذا اس لکھنے کا جب وقت آیا
 اُسی وقت ہی لکھا جاسکا۔ لہذا مجلس سے چند فوائد تبرکاً لکھتا ہوں۔

مجلس اول :- ایک دن نماز ظہر کے بعد اور قرآن مجید کی تلاوت سے نارغ ہو
 کر حضرت غوث زمانؒ بنگلہ شریف کے باہر محن میں اپنے مسئلہ پر بیٹھ گئے
 اور عزیزان اہل صفہ حضرت صاحب سے گرد حلقہ بنائے بیٹھ گئے۔ یہ کاتب
 الحروف بھی بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص ہند کی نانکی مذہب والا لباس
 درویشی میں مشائخ کی شکل والا آیا اور حضرت کے مسئلہ پر آں جناب کے برابر

بیٹھ گیا۔ حاضرین مجلس پر اس کی بے ادبی کی یہ حرکت گراں گزری۔ مگر حضرت صاحب نے تو انفع فرمائی اور اس کا حال پوچھا۔ اُس کے ساتھ دس بارہ سکھ پرہیزگار والے بھی آئے تھے کہتے ہیں کہ یہ شخص اُن کا مرشد تھا۔ حضرت صاحب نے اُس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ اُس نے کہا ٹیلہ جوگی بال گوندائی سے آیا ہوں۔ جہاں راجھا نے ہیر کی محبت میں کان پر ڈالائے تھے اور اُس کا چیلہ بن گیا تھا میں وہیں رہتا ہوں اور وہیں سے آیا ہوں۔ حضرت صاحبِ فدوی میں آگئے اور فرمایا کہ ہیر نے راجھا کے عشق میں کیا خوب کہا ہے کہ:

سے راجھا راجھا کر دی نہیں اپنے راجھا ہوئی

اس کے بعد اُس ہندو نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت اللہ کا وصال قسمت سے حاصل ہوتا ہے یا محنت و مجاہد سے۔ فرمایا قسمت سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے اپنا وصال کسی کی قسمت میں رکھا ہوا ہوتا ہے تو اُسے اُس کی پہ نعمت دیا۔ رو و صل حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کی قسمت میں اُس کا وصال نہ ہو تو ہر چند کہ وہ محنت و مجاہدہ کرے دوری و فراق کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

زُبدت بچہ کار آید گر لاندہ در گاہے
کُفرت چہ زیاں دارد گر نیک سرا بجائے

پھر یہ مثال بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص محنت مزدوری کر کے خزانہ جمع کرے اگر اس کی قسمت میں نہ ہو تو چور اور ڈاکو چھین کسے جائیں گے اور اگر کسی شخص کی قسمت یا دوری کرے تو بغیر محنت و مزدوری کے اسے جنگل سے خزانہ مل جاتا ہے۔ ایسا ہی ہے کہ بہت لوگ ابتداء میں محنت و مجاہدہ اختیار کرتے ہیں مگر چونکہ ان کی قسمت میں حق کا وصال نہیں آتا پھر اصل حالت میں اور عالمِ ناسوت میں رجوع کرتے ہیں اور بعض صاحبِ قسمت لوگوں کو حق تعالیٰ بغیر محنت و مجاہدہ جذبہ و عشق اپنے فضل سے عطا کرتے ہیں کہ وہ مقصودِ اصلی کو

پہنچ جاتے ہیں۔

۴ کرم کے ڈسنگ ہیں اُس کے نزلے۔ پیا چاہے تو سوتی کو جگائے
کاتب الحروف کہتا ہے کہ بزرگوں نے سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تصوف
جنگ سے ہاتھ آتی ہے صلح سے نہیں۔ پس اس قول کی تاویل یوں کرتے ہیں۔
کہ مراد جنگ سے یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے کسی کی قسمت میں سعادت
لکھی ہوئی ہوتی ہے اور وہ سعید ازلی ہوتا ہے پس اُس کا نفس اسے خواہی
کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر حق تعالیٰ اس کا اپنی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آخر اس
کا خاتمہ سعادت پر ہوتا ہے۔ پس یہ درحقیقت جنگ سے خلا کی طرف رجوع
ہوانہ کہ خود بخود اور صلح سے مراد یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی کو شقی بناتے ہیں وہ
ہر چند سعادت و ریاضت کی طرف رجوع کرتا ہے مگر اُس کا خاتمہ سعادت پر ہوتا
ہے۔ پس طلب تو مولا کی طلب ہے۔ بندہ کی خواہش کا یہاں کوئی دخل نہیں
ہے۔ البتہ آدمی کو چاہیئے کہ محنت و مجاہدہ اختیار کرے اور خلا کے فضل کا امیدوار
ہے۔

۵ گرچہ ایندو بدہدایت دیں۔ - بندہ لا اجتہاد باید کرد۔

اگرچہ وصل و مجاہدہ کسب ہے اور حق تعالیٰ وہب ہے اور وہب کو کسب کی
 حاجت نہیں ہے۔ مگر چون کہ اکثر وہب الہی اہل کسب و مجاہدہ پر ہوا ہے لہذا یہ کہا
گیا ہے۔

۶ بجمعت و جوئی نیامد کسے مراد دلی = کسے مراد بیابند کہ جستجو بکنند

اس کے بعد پھر اُس ہندو نے سوال کیا کہ یا حضرت فقیر کا مرتبہ بڑا ہے یا شریعت
کا۔ فرمایا کہ شریعت فقیر پر فضیلت رکھتی ہے، اس لئے کہ اہل شریعت نے فقرا
کو سونے پر لٹکا یا ہے۔ کسی فقیر نے اہل شرع کو سونے پر نہیں لٹکایا۔ پس معلوم ہوا
کہ شریعت کا مرتبہ بڑا ہے۔

۷ خلاف پیغمبر کے راہ گزیدہ = کہ ہرگز بمنزلِ نخواستہ نہ رسید
محال است سعدی کہ راہ صفا = تو ان رفعت جزو در پئے مصطفیٰ

ہذا کہا گیا ہے کہ ۔

۹ شریعت لامقدم دارا کتوں ، طریقت از شریعت نیست ہیروں
مجلس دوم :- ایک دن نماز عصر کے بعد اپنی قدیم مسجد میں مسئلہ پر بیٹھے
تھے اور عزیزان اہل صفہ بھی حاضر تھے یہ فقیر بھی حاضر تھا۔

کسی شخص نے تونسہ شریف سے حاکم کا ذکر حضرت محبوب کی خدمت میں کیا کہ یا حضرت
کہ یہ پٹھان جو اس جگہ کا حاکم ہے اس عہدہ کے وصول سے قبل مرد صالح و نیک بخت تھا
کہ ہمیشہ عبادت قرآن پاک میں مصروف رہتا تھا اور دلائل انجیرات کا ورد روزانہ کرتا
تھا۔ اور دیگر درود و وظائف اور تہجد و نوافل پڑھتا تھا مگر جب سے حاکم بنا ہے ظلم
پر کمر باندھ لی ہے اور اس کی سعادت شقاوت میں بدل گئی ہے۔ اور تمام اورداد
و وظائف ایک طرف رکھ دیئے ہیں اور مٹا ہی میں مشغول ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ
حق تعالیٰ نے انسان کو عجب کمالات و بزرگی دی ہوئی ہے کہ جس طرف بھی رجوع
کرے اور توجہ تمام کرے خوب اُس طرف توجہ کرتا ہے اور حجب دنیا کی طرف رجوع
کرتا ہے تو مین دنیا کا ہو جاتا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے ”الدنيا وضعة الله
تعالى لئلا تدنيا تو اللہ کی دھتکاری ہوئی چیز ہے، نیز قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے
فرمایا ہے: ”لَا تَتَّخِذْ دُعَاءَ دُوعِي وَعْدَ دُعْمِ اُولٰٓئِكَ“ (میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ
بناؤ۔ پس اس طرح کی عداوت غایت درجہ خلا سے عداوت ہے۔ نعوذ باللہ منہا)

کاتب الحروف کہتا ہے کہ فوائدا القوادیں حضرت سلطان المشائخ سے
منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کبھی سالک کو طاعت میں فتور پڑ جائے اور
ذوق طاعت سے رہ جائے اُسے وقف کہتے ہیں کہ اگر تہمت کرے اور انا بتنا سے
چھوٹ کرے تو پھر سالک ہو سکتا ہے۔ اور اگر عیاذ ابا اللہ اسی پر رک جائے تو
ڈر رہتا ہے کہ راجع ہو جائے۔ اس کے بعد اس راہ کی لغزش کو سات قسموں
میں بیان فرمایا ہے۔ ۱۔ اعراض۔ ۲۔ حجاب۔ ۳۔ تقاض۔ ۴۔ سلب مرید۔

۵۔ سلب قدیم۔ ۶۔ تسلی۔ ۷۔ عداوت۔ اس تقسیم کی مثال فرمائی کہ دو دوست

ہوتے ہیں۔ عاشق و معشوق اور ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہوتے ہیں۔

اس دوران اگر عاشق سے کوئی حرکت یا حرکت یا قول یا فعل وجود میں آجائے جو اس کے دوست کے پسند نہ ہو تو اس سے اعراض کر لیتا ہے یعنی رُخ پھیر لیتا ہے۔ پس عاشق کے لئے واجب ہے کہ اس حال میں استغفار میں مشغول رہے اور مغفرت

کے لئے تاکہ جس طرح بھی ہو دوست راضی ہو جائے اور جو حقوٹا سا بھی اعراض ہوا ہے نازل ہو جائے۔ اور اگر وہ محبت بھی اس خطا پر اصرار کرے اور عذر نہ چاہے

تو وہ اعراض حجاب بن جاتا ہے۔ معشوق درمیان میں حجاب لے آتا ہے۔ اس دوران حضرت خواجہ ذکرا اللہ بانخیر حجاب کی مثال میں اس بات پر پہنچے مانتے

اوپر کیا اور اپنے چہرہ مبارک کے سامنے آستین کر رکھی اور فرمایا ایسے حجاب ہوتا ہے محب اور محبوب کے درمیان۔ پس محب کے لئے واجب ہے کہ اعتدال

میں کوشش کرے اور پیوستہ توبہ کرے اور اگر اس ہابت آہستگی دکھائے گا تو تغافل میں ہو جائے گا اور وہ دوست اس سے جدائی اختیار کرے گا۔ پھر

پس اول اعراض پیش آتا ہے جب عذر نہ چاہا حجاب ہو گیا۔ جب اس کے بعد بھی ناپسندیدگی پڑے تو تغافل ہو جاتا ہے۔ پس اگر پھر بھی وہ دوست مستغفر

نہ ہو تو مزید سبب ہو جاتا ہے۔ جتنا زیادہ ہوتا ہے تو وہ اور اد، ذوق، طاعت عبادت وغیرہ میں مزید غافل ہو جاتا ہے۔ پس اگر پھر بھی عذر نہیں چاہتا اور اس

باطالت پر رہتا ہے تو سلب تقدیم ہو جاتا ہے۔ تو طاعت و راحت جو اس سے پہلے بہت رکھتا تھا اُسے بھی ہند کر دیتے ہیں۔ پس یہاں پہنچ کر بھی اگر تقصیر

کی توبہ میں ٹھگ جائے تو تسلی ہو جاتی ہے اور دوست اس کی جدائی میں اس کے دل کو آرام پہنچاتا ہے۔ پس اگر انا بت میں چلتا ہے تو عبادت میں بدل

جاتی ہے۔ لغو باللہ منہا۔ (انتہائے عبارت تک) اس کے بعد حضرت محبوب زمانے نے فرمایا کہ جب خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی طرف پوری طرح

متوجہ ہو جاتا ہے تو عین وہ ہو جاتا ہے کہ "إِذَا تَمَسَّ الْغَفُورُ اللَّهُ وَبَيَّوْنَ عِشَّةً كَعِشَّةِ اللَّهِ"

رجب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ بن جاتا ہے اور اس کی زندگی اللہ کی زندگی ہو جاتی ہے) اور فرمایا کہ مولانا جامی نے نواسخ میں لکھا ہے کہ علماء لکھتے ہیں کہ جب انسان کا نفس ناطقہ متوجہ ہو جاتا ہے حق تعالیٰ کی طرف مہماری کاٹتے ہوئے تو عین اُس کا وجود ہو جاتا ہے۔ ابیات

اے برادر تو نہیں اندیشہ مابقی تو استخوان و ریشہ
گر گلست اندیشہ تو گلشنہ در بود خار سے تو ہیمہ گلخنہ

اور لکھتے ہیں

گر در دل تو گل گزار دگل باشی در بلبل بے قرار بلبل باشی
تو جزوی و حق گلست اگر در دچند اندیشہ گل بیشہ کنی گل باشی

اس کے بعد یہ حکایت مثال کے طور پر بیان فرمائی۔

ایک دفعہ احمد شاہ درانی کابل سے ہندوستان آیا اور بلوچستان کو اُس نے غارت کیا۔ اُس کے لشکر کے چند سپاہی ایک بت خانہ کو لوٹنے اور غارت کرنے گئے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر ایک بت کے سامنے مراقبہ میں بیٹھا ہے۔ ان سب نے تلواروں سے اُس پر وار کئے اس کے بدن سے ایک بال بھی نہ کٹا۔ ہر چند اس کافر نے تلواروں کی ضرب لگاتے تھے اس کے جسم سے ایسے تلوار کی آواز آتی تھی جیسی پتھر پر پڑنے سے آتی ہے۔ لاچار ایک جگہ بیٹھ گئے اور حیران تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے کہ اتنی تلواروں کی ضربوں سے اس کا ایک بال کا بھی نقصان نہیں ہوا۔ جب اُس کافر کا مشغولی کا وقت ختم ہو گیا تو اُس نے سر اٹھایا۔ وہ تمام اس کے پاس گئے اور اسے پوچھا کہ ہمارے عزیز تمہیں اتنی تلواں ماری ہیں مگر تمہارے جسم پر کچھ اثر نہیں ہوا اور تو نے سر بھی نہیں اٹھایا۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ اُس نے کہا میں اُس وقت کہاں تھا۔ یہ بت میں تھا۔ مجھے تمہاری تلواروں کی ضرب کی خبر بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا سبحان اللہ دیکھو کہ وہ کافر اس بت کے عشق میں کتنی توجہ تمام رکھتا تھا کہ عین سنگ ہو گیا تھا۔ اور اس کا ایک بال بھی نہ کٹا تھا۔ جو لوگ خدا کی طرف

متوجہ ہو جاتے ہیں تو ان کا حال دیکھنا چاہیے کہ کس مرتبہ پہنچتے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک

مجلس سوم :- ایک دن نماز عصر کے بعد حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ شریف کی

مسجد میں بلوہ تاج سردار میں بیٹھے تھے۔ عزیزان اہل صفہ موجود تھے۔ جن میں مولوی
شاہسوار صاحب، یعقوب شاہ صاحب، میر فضل علی جھیری وغیرہ بھی حلقہ میں
شامل تھے۔ کہ یہ بخشش قوال نے حقارت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف پر یہ غزل چھیڑی۔

عارض است ایں یا قمر یا لالہ حمراست ایں
یا شمع شمس یا آئینہ دلہاست ایں
چشم تو جادو ست یا آہو ست یا حبیب خلق
یادو بادام سیاہ یا زگر گس شہلاست ایں

اس فقیر کو ذوقِ کمال اور نہایت غلبہ و جود حال ہوا مسجد شریف میں گاہے
گاہے گرہ یہ بھی ہو رہا تھا اور کبھی صوفیانہ رقص بھی ہو جاتا تھا۔ اتنے میں پر بخشش
مذکور نے یہ راگ ہندی شروع کر دیا۔

توں تاں نور را بچھا میری اکھیاں دا

حضرت صاحبؒ کی جنوب کی طرف پشت تھی اور روئے مبارک شمال
کی طرف حضرت قبلہ عالمؒ کے روضہ شریف کی طرف متوجہ بیٹھے تھے۔ اس راگ
مذکور نے حضرت صاحبؒ پر اثر کیا۔ کمال بے تابی سے کبھی سر اٹھا کر کہے روضہ
شریف کی سمت دیکھتے تھے اور کبھی مراقبہ میں تھے۔ اس حال سے وارد ہونے
سے حاضرین مجلس پر بھی ایسا حال ہوا کہ کوئی گرہ یہ کہتا تھا اور کوئی سجا کہتا
تھا اور مولوی شاہسوار صاحب سجا کہتے ہوئے اور گرہ یہ کہتے ہوئے حضرت
صاحبؒ کے قدموں میں آکر گر گئے اور یعقوب شاہ نعرہ لگاتے ہوئے اور
رقص کرتے ہوئے حضرت صاحبؒ کا طواف کرتے تھے۔ الغرض کہ مجلس میں
ایسا کوئی نہ تھا کہ اسے بے خودی یا وجد نہ ہوا ہو وقت عصر سے وقت مغرب کے

تضا تک ہی حال رہا۔ آخر حضرت صاحب خود بدولت برائے نماز آگئے اور گروہ
مؤمنین سے کوئی بے خود گرا ہوا تھا۔ اور کوئی حضرت صاحب سے ہمراہ نماز کے لئے
آٹھا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

مجلس چہارم :- ایک رات بین العشاءین کی مشغولی کے بعد اور طعام سے

فارغ ہو کر حضرت محبوب بیٹے ہوئے تھے اور اکثر عزیزان اہل صفہ حلقہ باندھے
آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے مثلاً مولوی محمد کھوکھر، میاں صالح محمد، علی محمد اسلام آباد
وغیرہ۔ اہل دنیا کے قرب کا ذکر چل پڑا۔ فرماتے لگے کہ جتنا بھی کسی کو اہل دنیا یعنی
بادشاہوں، وزیروں اور نوابوں وغیرہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اتنا ہی اُس کا دین
خراب ہو جاتا ہے اور دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور جسے اہل اللہ کا قرب حاصل
ہوتا ہے اُس کی دنیا بھی آراستہ ہو جاتی ہے۔ اور دین بھی بھراں دونوں کی مثالیں
بیان کیں۔ کہ قرب اہل دنیا ایسا ہوتا ہے۔

حکایت :- ایک دفعہ فقیر حضرت قبلہ عالم کے عرس پر جا رہا تھا۔ ایک منزل
پر بہاول خان اس فقیر کی ملاقات سے لئے آیا۔ ایک رات بین العشاءین کے وقت
مراقبہ میں آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ جب سراونچا گیا تو دیکھا کہ خان صاحب مذکور
رو مال گلے میں ڈالے اور دونوں ہاتھ باندھے میرے سامنے کھڑے ہیں۔ میں
نے کہا خان صاحب آج اس حال میں کیوں کھڑے ہو۔ کہنے لگا قبلہ ایک عرض
کرنا چاہتا ہوں اگر قبول فرمائیں۔ میں نے کہا کہو قبول ہے کہنے لگا کہ یہ یعقوب
جو میرا وزیر ہے۔ میرا بہت خیر خواہ و غلام ہے اور میں اس کے طفیل امورِ
سرکاری سے بے فکر ہوا ہوں۔ مگر اس کی اولاد نہیں ہے تو جو فرمائیں کہ حق تعالیٰ
اسے بیٹے عطا کرے حضرت صاحب نے فرمایا۔ سبحان اللہ یعقوب کو خان صاحب
کا اس قدر قرب حاصل ہوا تھا کہ خود اُس کا سردار و مالک اس کے لئے ہاتھ باندھے۔
قصور واروں کی طرح گلے میں رو مال ڈالے اس کے لئے اولاد کی خاطر عرض کر رہا تھا۔

اس حرب کا یہ نتیجہ نکلا کہ چند سال بعد خان صاحب مذکور اس کی عورت پر عاشق ہو گئے۔ یعقوب کو قتل کرا دیا لاش تین روز شہر سے باہر پڑی رہی اور دفن نہ کی اور اس کی عورت کو اپنے نکاح میں لایا۔ اس حرب کا یہ نتیجہ نکلا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ نے اس مجلس میں دُعا کرنے اور اولاد دھونے کا ذکر نہ کیا تھا۔ اس لئے کہ حضرت صاحبؒ کا طریقہ یہ تھا کہ جس بات میں حضرت صاحبؒ کی کرامت کا ذکر آتا تھا اُسے چھوڑ دیتے تھے۔ اور بیان نہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے یہ دُعا کی اور میری برکت سے ایسا ہوا۔ البتہ کاتب الحروف نے جب ثقہ آدمیوں سے تحقیق کی تو یہ پتہ چلا کہ حضرت صاحبؒ نے خان صاحب کی درخواست کے مطابق یعقوب کی اولاد کے لئے دُعا کی جس کے نتیجہ میں اس کے تین بیٹے ہوئے۔ اب بھی اس کی اولاد ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ نے اہل اللہ کے قرب کا حال بیان فرمایا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ ایک کوچہ تنگ میں جا رہے تھے۔ اس گلی میں ایک شخص زہد شراب خور اور زانی فسق کے ارادہ سے کھڑا تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ کا دامن اس زہد کے جسم پر لگ گیا جب وہ آدمی فوت ہوا تو اسے کسی نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں عزت تمام میں بیٹھا ہے پوچھا کہ تو تو دنیا میں فاسق تھا۔ یہ رتبہ کہاں سے ملا۔ کہنے لگا ایک دن تنگ گلی میں کھڑا تھا کہ شیخ شہاب الدینؒ وہاں سے گزرے ان کا دامن مبارک میرے جسم سے چھو گیا۔ اس دامن فریفت کی برکت سے حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا سبحان اللہ۔ کہ یہ شخص نہ تو حضرتؒ کے مریدوں میں سے تھا اور نہ اُن کے درجہ معرفت کا علم رکھتا تھا۔ صرف ایک لحظہ اُن کا اس قدر قرب حاصل ہوا کہ صرف دامن لگ گیا۔ پس اتنے سے قرب نے بھی کیا کام کیا۔ اور جو ان کے مرید ہیں اور اہل اللہ سے محبت رکھتے ہیں تو پھر اُن کا دونوں جہانوں میں کیا رتبہ و درجہ ہو گا مولوی محمد کھوکھر نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ

اہل اللہ جس سے بارہ میں چاہیں اُس کا دل اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں اور اپنی محبت اُس سے دل میں ڈال دیتے ہیں۔ ورنہ کسی میں کیا طاقت ہے کہ اُن کی طرف رجوع کرے۔ فرمایا بے شک جس کو وہ اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اُسے ان کی محبت ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح حق تعالیٰ کی ہدایت ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے۔ کہ جسے حق تعالیٰ چاہتے ہیں اسے اپنی محبت اور عشق عطا کر دیتے ہیں۔ ورنہ جتنی محنت یا عبادت کرے کوئی فائدہ نہیں۔

ترتیب: بچہ کار آید گر زائدہ در گاہے
گفرت چہ زریاں دار در گرنیک سرانجامے

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی والدہ صاحبہ راہ میں جا رہی تھیں۔ ایک درویش کامل کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اُس نیک عورت نے کہا اُسے فقیر بیگانہ عورتوں کو دیکھتا ہے کہنے لگا میں تمہیں نہیں دیکھتا جو کچھ تیرے شکم میں ہے اُسے دیکھتا ہوں کہ قطبِ زمانہ تیرے شکم میں ہے کہ تمام جہان اُس سے فیض حاصل کرے گا۔ پھر حضرت ابوالحسن خرقانیؒ پیدا ہوئے۔ پس یہ رتبہ شقاوت و سعادت ازل سے ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے ارادہ کو عطا کیا ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دن میرے پیر و مرشد خواجہ نور محمد صاحب ہماروٹیؒ کی والدہ محترمہ کنوئیں پر پانی لینے گئیں تھیں۔ شیخ احمد دودیؒ والا صاحب کہ فقیر کامل تھے۔ اُس کا گزر اس راہ سے ہوا۔ جب حضرت صاحبؒ کی والدہ صاحبہ پر نظر پڑی تو کہنے لگے بہل بہل بہل بہل ایک شخص نے پوچھا فقیر کیا بہل بہل کر رہے ہو۔ کہنے لگا کہ میں اسے عورت کے شکم میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک قطبِ زمانہ ہے کہ تمام جہان اس نورِ فیض سے روشن ہو گا۔ پس حضرت قبلہ عالمؒ پیدا ہوئے۔ حکایت۔ فرمایا کہ ایک شخص بیعت کے ارادہ سے مسافت بعید سے روانہ ہوا۔ تاکہ خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کا مرید ہو جائے۔ جب خرقان میں پہنچا اور ان کے مکان میں جا کر پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں۔ وہ موجود نہ تھے۔ ان کی عورت باہر

آئی اور کہنے لگی کہ کس سے بارہ میں پوچھ رہے ہو جو مرد بدکار و فاسق ہے اور ایسی ایسی بُری مصفوں سے متصف ہے۔ یہ بات سن کر وہ شخص بد اعتقاد ہو گیا۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس شخص سے حق میں اس کی پیروی یہ کہتی ہے تو بھر نہ جانے ان کا کیا حال ہو گا۔ اور لوگ ان کے حق میں کیا کہتے ہوں گے۔ ایسے آدمی کو دیکھنے یا ملنے کا کیا فائدہ۔ اُن سے ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے۔ بعد میں کہنے لگا کہ ملاقات کرنی چاہیے اور خود دیکھنا چاہیے کہ کیسا شخص ہے۔ اس عرصہ میں کیا دیکھتا ہے کہ حضرت خواجہ کلڑیوں کا گٹھا ایک شیر کے اوپر رکھے آ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس شخص کا اعتقاد بجا ہو گیا۔ اور حیران ہو گیا کہ یہ خیر جو موزی جانوروں میں سے ہے اور آدمیوں کا دشمن ہے اس بزرگ کے حکم کے سامنے کیسا رام ہے۔ آپ نے اُس کے دل کے خطرہ کو جانتے ہوئے مسکرا کر فرمایا کہ جب میں اس عورت کا بوجھ اٹھاتا ہوں تو حق تعالیٰ نے ان شیروں کو میرے حکم کے تابع اور میرا بوجھ اٹھانے کے قابل کر دیا ہے۔ یہ سب اپنی عورت کا بوجھ اٹھانے کا نتیجہ ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

مجلس پنجم :- ایک دن حضرت صاحب کی مجلس میں سکھوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک شخص نے عرض کی کہ قبلہ سکھوں میں دستور ہے کہ اگر کوئی اُن میں سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے تو اس کے بھائی اور ہم قوم اُسے جان سے مار دیتے ہیں اس خوف سے کہ کوئی مسلمان اُسے گرفتار کر کے نہ لے جائے۔ وہ اپنے دین پر اتنے پختہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمام مخلوق اسماُ خدا تعالیٰ کا ظہور ہے جس شخص کا نام مُقبل یعنی گمراہ ہو تو وہ شخص ہرگز ہدایت کی طرف رجوع نہ کرے گا خواہ کتنا ہی افعال نیک میں کوشش کرے مگر خود وہ اسم مُقبل اس پر حاکم ہے تو وہ اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور جو اسم ہادی کا مظہر ہے وہ ہرگز گمراہی میں نہ پڑے گا۔ کیونکہ اس پر اسم ہادی حاکم ہے پھر فرمایا کیوں کہ حق تعالیٰ کے اسماء مضبوط ہیں۔ اس طرح اُس کے مظہر بھی مضبوط ہیں۔ اور کسی اسم کا تابع بھی صراط مستقیم پر ہے۔ یعنی ہر آدمی راہِ راست پر ہے۔

خواہ کافر ہے خواہ مومن اس اسم کے اعتبار سے یعنی ہر مظہر اس اسم کے راستہ پر چلتا ہے جس کا وہ مظہر ہے۔ اس کے نزدیک وہ راہ راست ہے۔ پھر فرمایا۔
 ”اِنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ عَلٰی قَدْرِ اسْتِعْدَادِ تَجَلّٰی عَلَیْکَ“ کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی استعداد کے مطابق تجلی کرتے ہیں۔ اگر کسی اسم کی استعداد مضیل ہو تو اسم مضیل کی تجلی کرتے ہیں۔ اسی طرح اسم ہادی ذخیرہ اس کے بعد آپ نے یہ حدیث پڑھی۔
 ”مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مَضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ لَهُ فَاِهَادِیْ لَهُ“
 (جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وہ راستہ سے ہٹکا دے پھر اس کی کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا) الحمد للہ علی ذالک

مجلس ششم :- ایک دن زوال کے وقت حضرت محبوبؑ بننگہ شریف

میں بیٹھے تھے۔ رمضان شریف کی نفیلت میں ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ چالیس ابدالوں میں سے ایک ابدال فوت ہو گیا بقیہ ابدال حضرت غوثؑ اشقین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت فلاں ابدال ہم میں سے فوت ہو گیا ہے آپ کی جس کے بارے میں مرضی ہو اُسے اس کی جگہ مقرر فرمائیں۔ فرمایا جو کوئی سب سے پہلے اس جگہ سے گزرے گا اور اس راستہ پر آئے گا۔ اُسے تمہارے زمرہ میں داخل کر دوں گا۔ اتفاقاً ایک بقال کافر سب سے پہلے اس راستہ سے گزرا۔ حضرت غوث اعظمؑ نے ایک توجہ تمام سے اس پر نگاہ ڈالی اور اسے درجہ ابدال بخش دیا اور اُس کو زمرہ میں داخل کر دیا۔ وہ پھر چالیس ابدال ہو گئے۔ پھر حضرت غوثؑ نے اسے فرمایا کہ اے شخص تو بتا کہ کون سا نیک کام کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے تمہارے اس کام کو پسند اور قبول کیا۔ اور تجھے ہی سب سے پہلے میرے پاس بھیجا۔ اس نے کہ جو کچھ ہے خدا کی جانب سے ہے اور ہم درمیان میں واسطہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں یہ رتبہ ابدال لکھا تھا۔ اس نے تمہیں سب سے پہلے میرے پاس بھیجا

البتہ یہ بات بتا کہ وہ کون سا نیک کام ہے جو تو نے کیا ہے۔ اُس نے کہا یا حضرت آپ پر روشن ہے کہ میں کافر بے دین تھا۔ کافر سے کیا نیک فعل ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ کام کرتا تھا کہ جب ماہ رمضان آتا تھا اور مسلمان تمام دن شرب و طعام سے باز رہتے تھے تو مجھے عزت آتی تھی اور میں دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا مناسب ہے کہ مسلمان رمضان میں کھانے پینے سے باز رہتے ہیں اور میں علانیہ کھاتا ہوں۔ پس میں مسلمانوں کی نظر سے چھپا کر کھانا پینا کرتا تھا حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کو تیرا یہ فعل پسند آگیا کہ تو رمضان شریف کی حرمت کو نگاہ میں رکھتا تھا اس وجہ سے تجھے یہ مرتبہ ملا ہے۔ پس حضرت محبوبؒ نے فرمایا کہ اس کافر نے چونکہ رمضان کا احترام کیا تو ابدال کے مرتبہ تک پہنچا۔ مسلمان جو رمضان شریف کی حرمت کہتے ہیں اور ماہ صیام کے روزے رکھتے ہیں حق تعالیٰ کی نگاہ میں اُن کا درجہ دیکھنا چاہیے کہ کیا ہوگا۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ”الْصُّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اجْزِيْ بِهٖ“

”چونکہ روزہ میرے لئے رکھا جاتا ہے اس لئے میں ہی اس کا ثواب دوں گا“

محمد باقر جو آپ کے مریدوں میں سے تھا اور آپ نے اس کا نام ابو الوفا رکھا تھا نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ ستر حواں رمضان شریف ہے کہ غلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے اور آپ کی زیارت ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں تجھے تو بہت سال ہو گئے کہ تو ہماری خدمت میں آ رہا ہے۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ دو بزرگ کامل کہ دونوں ایک مرتبہ پر تھے راستہ میں جا رہے تھے کوچہ تنگ آگیا ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ چلیں میں پیچے چلوں گا۔ اُس نے کہا کہ نہیں آپ آگے چلیں میں آپ کے پیچے چلوں گا۔ اُس پہلے نے کہا کہ تم مجھے آگے کیوں کہتے ہو میری تم پر کیا فضیلت ہے کہ تمہارے آگے آگے چلوں۔ اُس نے کہا کہ تیری مجھ پر یہ فضیلت ہے کہ تو نے خواجہ جنید بغدادیؒ کو دیکھا ہے اور میں نے نہیں دیکھا ہے۔ پس وہ آگے چلے۔

کاتب المحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبؒ نے یہ حکایت بزرگوں کے دیکھنے

کی فضیلت کے بارہ میں ابوالوفا کے جواب میں فرمائی۔ مطلب یہ تھا کہ جو اہل اللہ کو دیکھتا ہے اور فقط اُن کی زیارت کرتا ہے حق تعالیٰ اُسے اعلیٰ مرتبہ عطا کرتا ہے۔ اور اپنے مقبول و مغفور بندوں میں سے بنا لیتا ہے۔ چنانچہ حکایت ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ فوت ہو گیا۔ جب اسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں اعلیٰ درجہ پر بیٹھا ہے تو پوچھا کہ تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ کہا کہ جب میرا نامہ اعمال دیکھا گناہ کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی مگر وہاں لکھا تھا کہ ایک دن یہ حاجی شریف زندگانی کی زیارت کئے گیا تھا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے اُس دلی کے طفیل بخش دیا۔

سنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکان بخشد کردیم

حکایت ہے کہ ایک دفعہ ایک چور کو بھانسی دی گئی۔ ایک شخص نے اُسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں بیٹھا ہے پوچھا تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ کہنے لگا جب مجھے بھانسی پرے گئے تو اس وقت خواجہ حبیب عجمی راستہ میں جا رہے تھے میری نظر اُن کے چہرہ مبارک پر پڑی حق تعالیٰ نے اُس کے طفیل مجھے بخش دیا۔

سے مسکین حسن سے گوید تلے وقت عشاق تو خوش

کز من از ایشان نیستم در کار ایشان کن را۔

مجلس سہم۔ ایک دن یہ کاتب الحروف کتاب عشرہ کاملہ کا سبق لے رہا تھا۔ جو حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کی تصنیف ہے اس کتاب سے ظہر کے وقت سبق لے رہا تھا۔ دسویں دن دوران سبق عمل بہنوگم کا ذکر آیا کہ یہ نشست دراصل جوگ کی نشست ہے اور اسی کا نام پدم ہے اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو بائیں پنڈلی پر رکھو اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی پر رکھو اور ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو اندر کی طرف سے اپنے دونوں پاؤں کی ہتھیلیوں پر رکھو پھر سانس کو ہوا میں کھینچ کر پیٹ میں بھر کر

سائنس روکیں اور اللہ اللہ کا ذکر قلب سے کریں اس شغل کی تاثیر اور اس کے فوائد اس کتاب مذکور میں لکھے تھے کہ حق تعالیٰ اُسے اپنا جذبہ اور توجہ حالی عطا کرتا ہے۔ جب یہ شغل میرے سبق میں آیا اور میں نے اس کے فوائد پڑھے تو میرے دل میں اس شغل کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے چاہا کہ یہ شغل کروں مگر خیال یہ تھا کہ حضرت صاحبِ اجازت دیں تو کروں۔ پس میں نے عرض کیا کہ حضرت جو مرید اپنے پیر سے کتاب پڑھے اور اس کتاب میں کوئی وظیفہ یا عمل آجائے تو کیا صرف سبق پڑھنے سے اس شغل کی اجازت حاصل ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پیر اپنے مرید کو اجازت سے ہی کتاب پڑھاتے ہیں اگر سبق کی اجازت نہ ہو تو کیوں پڑھائیں۔ میں نے جانا کہ حضرت صاحب کی مرضی ہے کہ یہ وظیفہ کروں۔ پس میں نے وہ وظیفہ کیا اور اس محبوب حق سے طفیل اس شغل کے فوائد دیکھے اور پائے۔ اس طرح اس فقیر نے ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ غلام نے آپ کی اجازت سے تقسیم اوراد نصیریہ پڑھے ہیں تو غلام حق المقدور اوراد نصیریہ میں سے دلائف پڑھتا ہے مگر اس سے پڑھنے کی دوبارہ آپ سے اجازت نہیں لی۔ کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ تمہیں یہ اوراد کس لئے پڑھائے تھے۔ یعنی ان اوراد کو پڑھنے کیلئے ہی تو پڑھائے تھے۔ اس وقت اس فقیر کی تشفی ہو گئی۔

کاتب الحروف کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت محبوب اپنی مسجد میں تونہ شریف میں عصر کے وقت تشریف فرما تھے اور عزیزان اہل صفہ مثلاً مولوی نور جہا نیاں صاحب بہاول پوری، مولوی شہسوار وغیرہ اور بہ کاتب الحروف بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پیرانِ عظام کے عمل دور سالوں پر ہیں۔ ایک تقسیم اوقات عربی رسالہ ہے جو چہل و دو نسخہ کے رسائل سے ہے جو حضرت مظہر اللہ التالیم الصمدی شیخ محمد کی تصنیف ہے اور دوسرے اوراد نصیریہ جن کے مولف حضرت مخدوم نصیر الدین عمود چراغ دہلوی الادبھی ہیں۔ پس آپ نے اپنے خلفاء کو فرمایا کہ تم بھی ان کی نقل کرو۔ اور ان پر عمل کرو اور ان اوراد کو پڑھا کرو۔ پس حضرت صاحب

کے جو غلفاء اس وقت حاضر تھے انہوں نے دونوں رسائل نقل کر لئے۔ عاجز نے بھی نقل کر لئے۔ اس کے بعد جب حضرت صاحبؒ کے ہمراہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ میں آئے اور تقسیم اوقات کو حرف بحرف حضرت محبوبؒ سے پڑھا تو جب رسالہ مذکور میں اورادِ نصیریہ کا حوالہ آیا تو فرمایا کہ اسے بھی لکھ لو اور پڑھو۔ پس اس دن سے میں نے اورادِ نصیریہ پڑھنے شروع کئے۔ الحمد للہ علی ذالک

مجلس ہشتم۔ ایک دفعہ کاتب المحروف اور میاں صاحب غلام رسول خاں جیو ماکو افغان، ہم دونوں نے ایک مجمع کا بستی تاج سرور میں حضرت صاحبؒ سے پڑھنا شروع کیا۔ ایک دن ہمارے سبق میں سات اسماءِ الہی کا ذکر آیا اور اس کی زکوٰۃ کا ذکر آیا اور اس کے فوائد ظاہری و باطنی کشائش سے لئے بہت لکھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ان اسمائے الہی کی زکوٰۃ نکالو۔ ہم دونوں نے اس کی زکوٰۃ شروع کر دی۔ میاں صاحب غلام رسول خاں جیو ایک حجرہ میں بیٹھ کر کتب دیتے تھے۔ اور یہ فقیر حضرت غلام محمد صاحب سیڑی ڈالا، جو حضرت قبلہ عالمؒ کے غلفاء میں سے تھے کے مزار پر بیٹھ کر زکوٰۃ دیتا تھا اور کبھی غلبہ شوق حضرتؒ اور ان کے دیدار کے اضطراب میں آپ کے بنگلہ کے دروازہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا اور وہ اسماء پڑھتا تھا۔ ایک دن یہ فقیر حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف کے دروازہ پر یہ اسماء پڑھتا تھا اور حضرت صاحبؒ بنگلہ شریف کے اندر چاشت کے وقت غلوت میں مشغول تھے کہ اتنے میں حضرت قبلہ عالمؒ کے لاٹگری چچا غلام رسول صاحب حضرت صاحبؒ کے پاس غلوت میں گئے اور عرض کیا کہ یا حضرتؒ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے زمانہ میں فکر کے انتظام میں مصروف رہتا تھا۔ اور طلبِ خدا سے غافل تھا۔ اور اب میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں اور میری کمر خم ہو گئی ہے اب میرے دل میں طلبِ خدا پیدا ہوئی ہے۔ آپ حضرت قبلہ عالمؒ کی جگہ ہیں۔ مجھے ایسا سیدھا راستہ بتادیں کہ مقصودِ حقیقی تک پہنچ جاؤں۔ فرمانے لگے آج تمہارے لئے حضرت قبلہ عالمؒ کے مزار شریف پر عرض کروں گا۔ وہ اس دن واپس چلا گیا۔ اگلے دن پھر اسی چاشت کے وقت آیا

اور وہی عرض کی اور پوچھا کہ حضرت آپ نے میرے لئے مزار مبارک پر عرض کی ہو گی۔ فرمایا کہ ہاں کہنے لگا مجھ اب خدا کے راستے کی تلقین فرمائیں۔ اور مجھ پر پوری توجہ فرمائیں۔ حضرت صاحب نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

سہ طیب عشق سے پوجہ زینما نے علاج اپنا

کہا واجب ہے تجھ کو صورتِ یوسف کا دم کرنا

وہ یہ اشارہ نہ سمجھا اور کہنے لگا میں نہیں سمجھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے۔ فرمایا

سہ واجب ہے تجھ کو صورتِ یوسف کا دم کرنا۔

اب سمجھا کہ صورتِ یوسف کے مراتب اطراف اشارہ ہے کہنے لگا کہ یا حضرت اب وہ

صورت مجھے یاد نہیں رہی تقریباً سترہ سال ہو گئے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم وصال

پائے گئے۔ اب صورتِ قبلہ عالم کا تصور کیسے کروں۔ آپ نے فرمایا یہ تصور کر کے بیٹھ

کہ میرا مرثد میرے دل میں موجود ہے۔ پس وہ اس روز سے اس شغل میں

مصرف ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مجلس نہم، ایک دن حضرت محبوب نماز عصر کے بعد تونہ شریف کی

مسجد میں مصلہ پر بیٹھے تھے۔ علماء فقرا اور عزیزان اہل صفہ

بھی حضرت کی مجلس کے حلقہ میں موجود تھے۔ یہ عاجز بندہ بھی بیٹھا تھا۔ جب

مغرب کا وقت قریب آگیا تو حضرت تجلید وضو کے لئے اٹھے اور حاضرین بھی

حضرت صاحب کی تعظیم کے لئے اٹھے۔ جب وضو کر کے حضرت صاحب پھر اپنے

مصلہ پر بیٹھ گئے تو ایک طالب علم نے جو شور کے بلندہ کار بننے والا تھا، گستاخی

کی اور کہا کہ یا حضرت کیا یہ جائز ہے کہ لوگ مسجد میں آپ کی تعظیم کے لئے اٹھیں

اور سجدہ کریں کہ مسجد میں کسی کی تعظیم بھی جائز نہیں ہے اور سجدہ تعظیم بھی حرام

ہے بلکہ کفر تک پہنچا تا ہے۔ آپ نے بڑی نرمی سے فرمایا کہ میں کب کسی کو کہتا

ہوں کہ مسجد میں یا کسی دوسری جگہ بھی میری تعظیم کرو اور مجھے سجدہ کرو۔ اس

وقت ایک بوڑھا عالم ولایت خراسان سے آیا ہوا تھا۔ وہ اس طالب علم کی

طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ پیر، استاد، ماں، باپ، علماء، سادات کی تعظیم مسجد میں جائز ہے کیوں کہ مسجد میں تعظیم نہ کرنے سے بارہ میں جو حدیث ہے وہ یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اَلَا تَعْظُمُوْنِیْ فِیْ بُیْعَتِیْ وَبَیْتِیْ" کہ اللہ کے گھر یعنی مسجد میں میرا غیر معمولی احترام نہ کیا کرو جس سے یہ معنی ہیں کہ نماز کی حالت میں مسجد میں میری تعظیم نہ کرو اور حدیث کے فرمانے کا باعث یہ تھا کہ ابتدا میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے صحابہ کرام نماز میں بھی ہوتے تو نماز توڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجالاتے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے منع فرمایا کہ حالت نماز میں مسجد میں میری تعظیم نہ کرو۔ پھر اُس عالم نے کہا کہ یہ جو تو نے سجدہ تعظیم کے بارہ میں کہا ہے یہ بھی جائز ہے۔ پیر، استاد، پیغمبر اور بادشاہ کو کیوں کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں ایک سجدہ عبادت، دوسرا سجدہ تعظیم کہ دونوں نصِ قرآن سے ثابت ہیں۔ سجدہ عبادت کے بارے میں قرآن پاک میں ہے "فَاَسْجُدْ وَابْتَغِ الْوِلْدَانَ وَالْعِزَّ" (اللہ کو ہی سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے سامنے سجدہ ریز ہے) اور یہ آیات شانِ سجدہ عبادت کے بارہ میں ہیں۔ اور عبادت و معبودیت کی شرط اس جگہ ہے جیسا کہ فرمایا۔ "اِنَّ تَتَّقُواْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْهُ" اور حدیث شریف میں جو حق تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو سجدہ کرنے سے منع کے بارہ میں ہے تو وہ اسی سجدہ عبادت کے سلسلہ میں ہے کہ قال علیہ السلام "مَنْ سَجَدَ لِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ" (جس نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ کیا اس نے کفر کیا) اس لئے یہ درست ہے کہ جو غیر حق کو معبود جان کر سجدہ عبادت کرے کافر ہو جائے۔ کیونکہ سجدہ عبادت حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے روا نہیں ہے۔ البتہ سجدہ تعظیم بھی نصِ قرآن سے ثابت ہے کہ قولہ تعالیٰ — "وَكَوْنُواْ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَسْجُدًا وَّاٰدِمًا فَسَجَدَ اٰدَمُ لِلّٰہِ" (ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کا سجدہ کر دو تو سوائے ابلیس

کے سب نے ایسا ہی کیا) نیز حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں ہے ۔
 ”خُذْ ذَٰلِكَ سَجْدًا“ وہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ پس یہ سجدہ مباح
 ہے کہ اگر کوئی اپنے والدین، پیر، استاد یا بادشاہ کو کرے تو کافر نہیں ہوتا۔ وہ
 طالب علم یہ درست جواب سن کر خاموش ہو گیا اور کچھ نہ کہا۔ کاتب الحروف کہتا ہے
 کہ سجدہ تعظیم میں اختلاف ہے مگر مشائخ و صوفیا متفق ہیں کہ یہ مباح ہے اور بہت سے
 فقہاء مفسرین بھی اسے مباح کہتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ جو سجدہ
 خدا کو کرے جاتا ہے وہ عبادت ہے ہوتا ہے اور بخیر اللہ کا ہوتا ہے وہ سجدہ احترام ہوتا ہے۔
 ابو قتادہ کہتے ہیں کہ سجدہ کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک احترام کا دوسرا عبادت کا۔ احترام
 کا سجدہ آدم کو فرشتوں نے کیا اور عبادت کا سجدہ صرف اللہ کے لئے ہی مخصوص ہے۔
 ابن عباس کہتے ہیں: ”کہ تعظیمی سجدہ تو ایک قسم کا سلام ہے“۔ جامع الصغیر میں
 لکھا ہے کہ اگر مرشد کے ہاتھوں پر مرید اپنے رخسار رکھ دے تو کوئی عجز نہیں؛
 فتاویٰ تہسبیر میں لکھا ہے کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیمی
 سجدہ عبادت تو صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے البتہ تعظیمی پانچ مقامات پر جائز ہے
 ① قوم اپنے نبی کو یہ سجدہ کر سکتی ہے ② مرید اپنے مرشد کو ③ رعایا اپنے
 بادشاہ کو ④ اولاد اپنے والدین کو ⑤ اور غلام اپنے آقا کو تعظیمی سجدہ کر سکتا ہے
 ان پانچوں مقامات پر یہ سجدہ کرنے کی اجازت ہے۔

فتاویٰ سراجی میں درج ہے کہ اگر انسان تعظیمی سجدہ کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔
 فتاویٰ خانی میں مرقوم ہے کہ اگر نماز کے باہر کوئی شخص بادشاہ کو سجدہ صرف
 احتراماً کرتا ہے تو کافر نہیں ہوتا۔

ظہیر یہ کی کتاب کنز العباد میں لکھا ہے کہ بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرنے سے انسان کافر نہیں
 ہوتا۔ کنز العباد میں درج ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سرکاری حاکم کے سامنے زمین کو بوسہ
 دے اور اس کا مقصد صرف تعظیم کرنا ہو تو آدمی کافر نہیں ہوتا۔ کیوں کہ وہ عبادت
 نہیں کر رہا بلکہ تعظیم کر رہا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح میں مندرجہ ذیل حدیث موجود ہے کہ زرارہؓ کہتے ہیں کہ ہم بعد القیسؓ کے وفد میں شریک ہو کر مدینہ پہنچے تو جلدی سے ہم کبادی سے اترے اور حضور رسالت مآب کے ہاتھ اور قدم چومے (ابوداؤد)

مجلس دوم :- ایک دن حضرت صاحب نماز عصر کے بعد مصلیٰ پر تشریف

کی مسجد میں بیٹھے تھے۔ اور عزیزان اہل صفیہ و علمائے ثقہ بھی بیٹھے تھے یہ کاتب الحروف بھی بیٹھا تھا۔ حضرت محبوب مسبات عشرہ شیعہ درود اور اللہ الصمد سے فارغ ہو کر کہ یہ آپ کا اصول تھا، تجدید وضو کے لئے اٹھے اور طہارت استنجا کے بعد کھڑے تھے، مولوی محمود مفتی، حضرت صاحبؒ اور یہ فقیر اور چند علماء و فقرا بھی حاضر کھڑے تھے تو حالت وجد اور تحرک و رقص کے سلسلہ میں بات چل نکلی کیونکہ اس سے پہلے نماز ظہر اور تلاوت سے فراغت کے بعد جب حضرت صاحبؒ بنگلہ شریف میں بیٹھے تھے تو سردار خاں بخاریؒ کو جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ مجاز میں سے تھا، حالت وجد ہوئی تھی کہ اس کی بیبت سے مولوی مفتی محمود مجلس سے بھاگ گئے تھے۔ حضرت صاحبؒ اس کے بھاگنے پر مسکرائے تھے۔ یہ کاتب الحروف کہتا ہے کہ سردار خاں مذکور کو عجیب قسم کی حالت ہوئی تھی کہ جب بھی کوئی مشائخ سلسلہ حشیشہ میں سے کسی شیخ کا نام اس کے سامنے لیتا تو اُسے اس قدر جذبہ و حالت ہوتی کہ اپنی جگہ سے وجد کرتا آتا اور اس شخص کے سینہ پر بیٹھ جاتا جس نے نام لیا ہو۔ اور وجد کرتا جب تک لوگ اُسے نہ چھڑاتے وہ اس کی پشت یا سینہ سے نہ اترتا ۱۰ اس وجہ سے مفتی محمودؒ اس کے وجد کے وقت مجلس سے بھاگ گئے تھے۔ اور حضرت صاحبؒ بھی اُس کی اس حالت سے بے زار ہو گئے تھے اور حضرت صاحبؒ نے عین کھیری میں اس فقیر کے سامنے اُسے سخت سست کہا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ بیل تہیں یہ حالت نہیں بلکہ ازار ہے کہ تو لوگوں کو مارتا ہے اور اُن کے سینہ پر سوار ہوتا ہے۔ ورنہ ہم نے بھی دردیشوں کی حالت کو دیکھا ہے۔ پس عصر کے بعد تجدید وضو کے وقت جب

آپ استخا و طہارت سے فارغ ہوئے تو وہ پھر آگیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کمال تشریر میں لکھا ہے کہ جو شخص حال میں اپنی جگہ سے وجد کی حالت میں عہد اٹھتا ہے تو اس کا درجہ معرفت کم ہو جاتا ہے مولوی محمود نے عرض کیا کہ یا حضرت بہت سے کامل صاحب ارشاد ہنزہ رگوں کو حالت وجد میں رقص و حرکت کرتے

دیکھا ہے بلکہ جناب کو بھی اپنی آنکھوں سے ایسا کرتے دیکھا ہے کہ آپ نے بہت وجد و حرکت کی۔ قاضی صاحب عاقل محمد صاحب کو بھی دیکھا ہے کہ حالت میں بہت وجد و رقص کے لئے اٹھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی نقص تھا جو حالت سے وقت جدا کرتے تھے۔ یہ بات سن کر مولوی مذکور خاموش ہو گئے۔ کاتب الحروف

کہتا ہے کہ حضرت صاحب کا وجد سے بارہ میں پہلا فرمان حکمت و تنبیہ کے لئے تھا عہد اور بے خودی کے بغیر جدا کرنے والوں کے لئے تاکہ کوئی شخص حالت میں اپنے اختیار سے اپنی جگہ سے نہ اٹھے۔ اور دوسری بات اپنے موافق حال بھی کہ برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے باہر ٹپکتا ہے۔ یعنی کمالیت میں نقص نہیں فرمایا تھا بلکہ ان کے حال کے نقص سے بارہ میں فرمایا تھا۔ مرد کامل کو کمالیت اُس وقت حاصل ہوتی ہے کہ اس کی سیر فی اللہ تمام ہو جائے اور سیر فی اللہ میں قدم رکھا ہو مگر سیر فی اللہ میں انتہا نہ ہوئی ہو تو جتنا اوپر ہو جائے اُس سے بھی اوپر درجہ ہے۔ لہذا حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ **مَنْ اسْتَوَىٰ اَوْ مَانَ فَعُوْهُ مُتَّكِفٌ** (جو شخص ایک مقام پر دو دن رہا گویا وہ خسارہ میں رہا) اور یہ اشارہ ہے کہ:

سے دل چمے ہندی دریں فانی جہاں : ایں جہاں را ہم جہلے دیگر است
اے کہ تو فانی جہاں میں کیا دیکھتا ہے کہ اس مرتبہ سے اوپر ایک اور مقام ہے پس ہمارے حضرت صاحب ایک ایسے مقام پر تھے اور اس مقام کی خود خبر دی ہے۔ وگرنہ نہ آپ نے صاحبانِ وجد سے عیب کا ذکر کیا اور نہ اپنے کمال کا نقص بیان فرمایا۔ اس بات کو کوئی خاص آدمی ہی سمجھ سکتا ہے اور اس کا ذائقہ بھی کسی خاص آدمی کو نصیب ہوتا ہے۔

گیارہویں مجلس :- ایک دن حضرت صاحبِ تونسہ شریف کے بنگلہ میں تشریف فرما تھے۔ باتِ رمضانے مولا اور رضا و سلیم

کے بارہ میں ہو رہی تھی فرمایا کہ بندہ کو چاہیے کہ حق کے فعل پر راضی ہے چاہے ظاہراً اس کے حق میں برا نظر آئے اس لئے کہ خدا کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ خدا کرتا ہے بندہ کے حق میں بہتر کرتا ہے۔ مگر ہمیں۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ ایک ابدال پر واز میں تھا۔ دریا پر بارش ہو رہی تھی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ حق تعالیٰ دریا پر بارش برسا رہے ہیں مگر یہاں کیا ضرورت تھی اگر زمین پر بارش برسائے تو سبزہ، گھاس اور غلہ اگتا تاکہ مخلوق کو فائدہ پہنچتا۔ صرف یہ اعتراض دل میں آیا ہی تھا کہ اس ابدال کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے اور زمین پر گر پڑا اور اس کا درجہ ابدال سلب ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک

بارہویں مجلس :- ایک دن مغرب کے غلامہ اور وظائف و نوافل کے بعد یہ فقیر حضرت صاحب کے بنگلہ شریف کے سامنے شمال کی طرف بستی تاج سرور میں بین العشائین کی مشغولی میں بیٹھا تھا میرے بھائی مولوی صاحب حافظ نور الدین ڈبڈی، جو حضرت صاحب کے یارانِ مجاز میں سے تھے۔ اور صاحبِ ذوق تھے اس فقر کی ملاقات کے لئے آئے اور ادھر ادھر کی گفتگو کے بعد فرماتے گئے کہ اے نجم الدین آج حضرت صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کریں۔ کہ ہم پر توجہ فرمائیں۔ میں نے کہا بہتر ہے اس سلسلہ میں حضرت صاحب کی ہیبت مشہور تھی کہ جو کوئی کسی عرض کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا جب سامنا ہوتا تو تمام بات بھول جاتی اور لرزاں و ترساں واپس آ جاتا۔ جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہیبت از خلق است این ز خلق نیست

ہیبت این مرد صاحبِ دلتی نیست

ہمارے دل پر بھی ہیبت آگئی۔ آخر مولوی صاحب نے کہا کہ اے بھائی حضرت صاحب

کی خدمت میں جانے کی جرات نہیں ہے کہ ان کی ہیبت جاتے نہیں دیتی۔ آئیہاں
 ہی مراقبہ میں حضرت صاحبؒ کے رنج انور کا تصور کر کے عرض کریں۔ آخر ہم نے ایسا
 ہی کیا مگر ہماری تسکین نہ ہوئی۔ میں نے اصل بات کہہ دی کہ عرض کئے بغیر طہیّتان نہیں
 ہے۔ کہنے لگا پہلے توجہ اور عرض کر۔ پھر بعد میں میں جا کر عرض کروں گا۔ پس یہ
 فقیر مصلّٰہ سے اٹھا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا۔ اُس جناب اُس وقت
 اپنے جنگلہ شریف سے باہر شمال کی طرف اپنے مصلّٰہ پر مراقبہ میں مشغول تھے۔ میں
 آہستہ آہستہ گیا اور حضرت صاحبؒ کے سامنے بیٹھ گیا اور مولوی نور الدین صاحب
 ہمارا سوال جواب سننے کے لئے چھپ کر جنگلہ شریف کے شمال مغربی کونہ پر
 کھڑے تھے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت صاحبؒ نے آنکھ کھولی اور میری طرف دیکھا
 اور پوچھا میاں نجم الدین ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں قبلہ فرمایا اس وقت کیوں
 آیا ہے۔ میں نے عرض کیا قبلہ مجھ پر توجہ فرمائیں کہ آج آپ کی توجہ خصوصاً کا امیدوار ہوں
 فرمایا کیا آج تک میری توجہ تم پر نہیں ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ یہ تمام سوز و گداز
 ذوق و جدوجہد جو تجھے حاصل ہے کہاں سے ہے۔ اور ہر سال جو صد ہا کوں سے بھاگ
 کر میرے پاس آتا ہے کیا خود آتا ہے۔ اے میاں قبلی رکھو یہ سب میری توجہ ہے۔
 ورنہ کسی کی طاقت نہیں ہے کہ میری طرف ایک قدم بھی اٹھائے اور جب تک
 میں کسی کو اپنی طرف نہ کھینچوں کوئی میرے نزدیک نہیں آتا۔ اس لئے دست
 اپنے اوقات کو کم ذکر۔ سخی تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہا کر۔ میری توجہ تم پر ہے
 میں نے عرض کیا قبلہ غلام کی کیا طاقت ہے کہ اوقات کو کم کروں۔ یہاں بھی
 آپ ہی کی توجہ کام آئے گی۔ فرمایا خوش رہو کہ میری توجہ تم پر ہے پس فقیر رخصت ہو
 کر اٹھ کر آیا۔ میرے بعد مولوی صاحب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا اور عرض
 کیا کہ قبلہ اس غلام کو اپنے دامن سے دور نہ رکھیں۔ فرمایا میں دور نہیں کروں گا۔
 مگر ان کی زبان نے زیادہ ساتھ نہ دیا کہ حضرت صاحبؒ سے اور عرض کریں۔ فرمایا
 جاؤ۔ وہ اٹھ کر آگئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

تیرھویں مجلس :- ایک دن بستی تاج سرور میں حضرت محبوبؑ بنکھ شریف فارغ ہو کر بیٹھے تھے۔ مولوی قادر بخش صاحبؒ جو یارانِ مجاز میں سے تھے اور دیگر عزیزانِ اہلِ قہر اور یہ فقیر بھی بیٹھے تھے اور قوال پیر بخش حضرت قبلہ عالمؒ سے رونہ شریف کے سامنے یہ غزل کا رہا تھا۔

در حسن نکور دیاں زیبا ہمہ او دیدم
در چشم نکو غواں پسلا ہمہ او دیدم
دیدم ہمہ بستانہا محرا و بیا باں ہا
او بود گلستاں ہا محرا ہمہ او دیدم
ہاں اسے دل دیوانہ بخرام ہمے خانہ
کا اندر خم و پیمانہ شیدا ہمہ او دیدم
درے کدہ ساتی خواہو یا ئی عراقی شو
مے درکش باقی شو کورا ہمہ او دیدم

جب یہ غزل اس فقیر نے سنی۔ میں حضرت محبوبؑ کے سامنے بیٹھا تھا۔ میں نے ہر چند ضبط کیا مگر نہ ہوسکا۔ گریہ رقت اور بے تابی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ بنکھ شریف کے احاطہ کی دیوار کا دروازہ بند تھا۔ اس دروازہ کو کھولنے کی ہوش نہ رہی۔ لاچار اچھل کر دیوار سے دوسری طرف گرا اور خانقاہ قبلہ عالمؒ میں گیا۔ فقیر پر بڑی دیر تک غلبہ و جبر رہا یہاں تک کہ اپنے تمام کپڑے سوائے ہاجامہ کے پیر بخش قوال کو دے دیئے۔ جب ہوش آیا اپنے ڈیرہ میں آیا۔ موسم سرما تھا۔ میرے پاس اور کپڑے نہ تھے۔ خدا بخش لاٹگری کے بھائی غلام رسول لاٹگری نے حضرت محبوبؑ خدا کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ قبلہ نجم الدین نے اپنے تمام کپڑے پیر بخش قوال کو دے دیئے ہیں۔ فرمایا کہ وہ تمہارا کھدرا جو کاٹھی والا ہے ہندوستانی نذر لائے تھے اسے لاؤ تاکہ اس کے کپڑے تیار کریں۔ غلام رسول وہ تمہارا ٹکڑے کا لایا اور مجھے دیا کہ تجھے حضرت صاحبؒ

نے دیا ہے۔ میں وہ لے کر قاضیان کانٹے والا سے ٹھیرہ پر گیا تاکہ وہ میرے کپڑے کترتہ وغیرہ تیار کریں۔ انہوں نے تیار کیا۔ میں اس بات سے ناواقف تھا کہ انہوں نے ہی کانٹے کا تھان حضرت صاحب کی نذر کیا ہے۔ ان کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ حافظ غلام نظام الدین صاحب سکند بلدہ کانٹی جو نارفول کے قریب ہے۔ بھی حضرت محبوب کے مرید ہیں اس فقیر سے محبت و اعتقاد کمال رکھتے ہیں انہوں نے میرے سامنے بیان کیا کہ ہمیں تم پر اُس دن سے اعتقاد ہے کہ تو ہمارے پاس وہ تھان کانٹے کا اپنا کترتہ تیار کرنے کے لئے لایا تھا۔ میں نے کہا کس طرح انہوں نے کہا کہ وہ تھان ہم ہی نے حضرت صاحب کی نذر کیا تھا اور نذر سے وقت عرض کیا تھا کہ حضور اس کانٹے کے تھان کا سوت ہماری خانہ نشین عورتوں نے آپ کے ساتھ کمال عقیدت و محبت رکھتے ہوئے کا تکبہ ہے اور انہوں نے عرض کیا ہے کہ اس کپڑے سے حضور اپنا کترتہ تیار کریں۔ اور اپنے وجود مبارک پر پہنیں۔ تاکہ ہمیں سعادت دارین حاصل ہو جائے۔ حضور نے فرمایا تھا کہ ہاں میں خود پہنوں گا۔ اب جبکہ آپ کو یہ تھان عنایت فرمایا ہے اور تو وہ تھان ہمارے پاس لایا ہے تاکہ اپنے کپڑے تیار کر لائے۔ پس میں نے جا کر حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ قبلہ ہم وہ تھان حضور کے واسطے لائے تھے اور ہمارے اہل پردہ کی مراد و آرزو تھی کہ آپ اس تھان کے کپڑے اپنے وجود مبارک پر پہنیں۔ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ جب وہ پہنے گا تو سمجھ لو کہ ہم نے پہن لئے۔ یہ بات سن کر کہ تم پر حضرت صاحب اتنی شفقت فرماتے ہیں۔ ہمیں تمہارے ساتھ بہت اعتقاد ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

چودھویں مجلس ایک دن یہ فقیر کاتب الحروف حضرت صاحب کی خدمت میں چاشت کے وقت گیا۔ حضرت صاحب مراقبہ میں تھے جب آنکھ کھولی تو مجھے دیکھا۔ فرمایا۔ اے گبرو آئیے آیا۔ میں نے عرض کیا قبلہ چند معروضات سے لے حاضر ہوا ہوں اگر قبول فرمائیں تو عرض کروں۔ فرمایا کہو

میں نے پھر عرض کیا کہ اگر قبول فرمائیں تو عرض کروں۔ فرمایا کہو قبول ہے۔ میں نے کہا قبلہ میری پہلی عرض یہ ہے کہ میرا گھر سنگھڑ شریف سے تقریباً تین سو کوس پر ہے اور فقیر کا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ تعلقے جب تک زندہ رہوں آپ کی خدمت میں تونسہ شریف حاضری دیتا رہوں۔ اگر کسی وقت کسی عذر کی وجہ سے یا تقدیر الہی سے آپ کی خدمت میں غلام حاضر نہ ہو سکے تو میں جہاں بھی ہوں آپ میری مدد فرمائیں۔ فرمایا انشاء اللہ تعلقے تیری مدد پر پہنچیں گے۔ پھر فرمانے لگے اور آگے یعنی اور عرض کر میں نے کہا دوسری عرض ہے کہ جب تک زندہ رہوں آپ کی محبت آپ کا عشق مجھ پر غالب رہے اور روزِ حشر بھی آپ کا قرب نصیب ہو۔ فرمایا انشاء اللہ تعلقے ایسا ہی ہوگا۔ پھر مسکرا کر فرمایا اور آگے یعنی اور کچھ کہو۔ میں نے عرض کیا تیسری درخواست یہ ہے کہ یہ غلام اجازت و خلافت سے لائق نہ تھا۔ اور اس کا حوصلہ اور استعداد نہ رکھتا تھا مگر جب آپ نے غلام نوازی و سنگ پوری فرما کر اس ناکارہ کو اس جلیل القدر مقام سے سرفراز فرمایا ہے تو مجھے شرم آتی ہے۔ اس لئے جو بھی میرے ہاتھ آپ کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو حضور ہی اس کے ذمہ دار ہیں فرمایا ہاں۔ پھر مسکرا کر فرمایا۔ بس کر دیا۔ میں نے کہا بس اب اور کچھ نہیں سوچتا فرمایا تسلی رکھ تیری یہ تینوں درخواستیں قبول ہیں۔ اسی طرح ایک دن اس سے قبل یا بعد میں خلوت میں مشغول تھا اور اپنے وطن کی طرف روانگی کے دن قریب آ رہے تھے اور حضرت صاحب کے فراق کا خیال دل میں آ رہا تھا اور میں رقت و گریہ زاری میں تھا حتیٰ کہ روتا روتا حضور کی خلوت میں چلا گیا۔ فرمایا کیوں روتا ہے عرض کیا کہ حضور میری قسمت میں حضور کا فراق ہے۔ کہ کس اختیار و بہ تابی سے آپ کی خدمت میں آتا ہوں اور دو مہینہ ماہ رہ کر پھر اجازت لیتا ہوں اور واپس جاتا ہوں فرمایا غم نہ کر۔ اگر مجھ سے ہزار کوس پر بھی ہو گئے مگر ہماری محبت تمہارے دل میں ہوگی۔ تو ہمارے قریب ہی ہو گئے مگر جس کے دل میں ہماری محبت نہیں وہ

چلے ہمارے قریب ہو وہ ہمارے قریب نہ ہو گا۔

سہ بیرون و درون بہ از درون و بیرون۔ الحمد للہ علی ذالک

پندرہویں مجلس :- ایک مرتبہ یہ فیقر کاتب الحروف محبوب ربانیؒ کے ہمراہ منگھڑ شریف سے حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر بلدہ تاج سرور

آیا ہوا تھا اور اس سال حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ پسر و خلیفہ و سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ کا وصال ہوا تھا۔ ایک دن حضرت صاحبؒ نماز ظہر اور تلاوت قرآن مجید کے بعد اپنے بنگلہ شریف میں بیٹھے تھے اور عزیزان اہل صفہ اور فقیر بھی حلقہ مجلس میں تھے کہ حضرت خواجہ محمود صاحبؒ پسر بزرگ حضرت خواجہ نور احمد صاحبؒ حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آئے اور اپنے والد صاحب کے وصال کا تذکرہ کیا کہ یا حضرت اگرچہ میرے والد صاحب ہمیشہ ذکر خدا میں مستغرق رہتے تھے مگر جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو ماسوا اللہ سے بالکل منقطع ہو گئے اور کسی کی طرف التفات نہ کرتے تھے اور شب و روز مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ پھر کہنے لگے یا حضرت میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت قبلہ عالمؒ کے مریضوں کو دیکھا ہے کہ اگرچہ ابتدائے حال میں پریشان قدم تھے مگر جب ان کے وفات کے دن قریب آ گئے تو متوجہ الی اللہ ہو گئے اور ماسوا سے منقطع ہو گئے اور ان کا خاتمہ عجیب نوع سے ہوا۔

حضرت صاحبؒ نیچے بات سن کر آہ سرد بھری اور فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب حضرت کی دوکان بھی عجیب دوکان تھی جو اسلحہ بیچا جاتا ہے وہ دوکان کے اعتبار پر بیچا جاتا ہے اگر دوکان معتبر ہو تو اسلحہ کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہہ دیتے ہیں کہ بھی اُس دوکان کا ہے کیا دیکھنا ہے۔ پھر فرمایا کہ جن دنوں میں حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں رہتا تھا تو آں قبلہ کے درویشوں میں سے میں نے کسی کو بھی ہوش و خودی میں نہیں دیکھا۔ یعنی حضرتؒ کے ہر عام و خاص برابر تھے۔ پھر فرمایا کہ میں مہار شریف میں خدا بخش جہار بن حافظ محمد مسعود جہاد

جو حضرت قبلہ عالمؒ کے استاد تھے۔ ان کے ہاں مشغول رہتا تھا۔ اور دو درویش باپ بیٹا جو میر سے پیر بجائی تھے وہ بھی اسی مسجد میں رہتے تھے۔ جب سردی کے دن آئے تو اگر وہ میر اکپڑا رات کے وقت اپنے اوپر لے لیتے تو مجھے ہرگز خیال نہ آتا کہ میر اکپڑا کیوں لے لیا ہے اور اگر ان کا مرقعہ میں سردیوں میں اپنا اوپر لے لیتا تو انہیں یہ خیال نہ آتا۔ یعنی تمام پیر بجائی ایک دوسرے میں فنا تھے اور میں و تو کا معاملہ ان میں نہ تھا۔

پھر فرمایا ایک دن اسی مسجد میں دیوان حافظ کی کتاب میر سے ہاتھ میں تھی اور میں بلند آواز میں ترنم سے پڑھ رہا تھا۔ ناگاہ حضرت قبلہ عالمؒ اندر آ گئے میں نے وہ کتاب رکھ دی اور خاموش ہو گیا۔ مسکرا کر فرمایا۔ یا رویا شور ہو رہا تھا؟ مسجد سے بہت ابھی آواز آرہی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں کچھ پڑھ رہا تھا۔ فرماتے لگے ہمیں بھی کچھ سناؤ۔ میں نے یہ شعر پڑھا۔

سہ کمال صنعت مشاطہ شاہد کہ روئے زشت را زیبا نماید

یعنی میں نے یہ شعر اپنے حسب حال پڑھا۔ کیوں کہ پیر مرید کا مشاطہ ہے۔ پیر کامل کا کمال یہ ہے کہ مرید اگر بد حال ہو اسے کمالیت تک پہنچائے۔ جب حضرت صاحبؒ نے یہ بیعت پڑھا تو حضرت قبلہ عالمؒ خوش ہوئے اور فرمایا کہ بہت اچھا شعر پڑھا اب ہم سے بھی سنو حضرت قبلہ عالمؒ نے یہ شعر پڑھا۔

سہ گو کہ پیر شدی ذوق عاشقیت نماند

شراب کہنہ ماستی دگر دارد

کاتب الحروف کہتا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ نے پہلا مصرع پڑھا تو منشی محمد اعلیٰ کو اسی وقت وجد ہو گیا۔ اُس نے نعرہ مارا۔ اس فقیر پر بھی اس شعر مذکور نے جو سرا سر میر سے حسب حال تھا۔ اثر کیا اور ایسا دل کا حال ہوا کہ بیان میں نہیں آ سکتا لیکن میں نے ضبط کیا۔ جتنا ضبط کرتا تھا دل کا بخوش زیادہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضرت صاحبؒ نماز عصر کے وضو کے لئے اُٹھے اور

وضو میں مشغول ہو گئے۔ تو میں بھی آں جناب کے روبرو کھڑا تھا۔ اس وقت ابھی اس شعر کا اثر میرے دل میں موجود تھا، مجھ پر پھر حالت طاری ہو گئی اور بے اختیار گریہ وزاری اور نعرہ و فغاں کی حالت ہو گئی اور رقص و وجد میں ہو گیا حضرت صاحب وضو کے حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ شریف میں چلے گئے اور فاتحہ کے بعد خانقاہ کی مسجد میں عصر پڑھ کر بدستور سابق وہیں بیٹھ گئے اور میں تنہا گریہ وزاری میں حضرت صاحب کے بنگلہ کے صحن میں وجد میں غلطاں و پیماں تھا۔ اور مجھے ہوش نہ تھا کہ نماز عصر پڑھوں، غروب کا وقت قریب تھا۔ حضرت صاحب نے احمد خاں افغان مل زنی کو بھیجا۔ وہ میرا ہم سبق تھا یعنی ان دنوں ہم دونوں حضرت صاحب سے سیر الاولیاء کتاب پڑھتے تھے۔ وہ مرد صالح تھا۔ آج کل والٹی بہاؤ پلو کے پاس عہدہ وزارت میں مبتلا ہے اور اب بے چارہ مظلوم حالت میں درجہ شہادت کو پہنچ گیا ہے۔ الغرض وہ آیا اور اس نے مجھے وضو کرایا میں نے نماز پڑھی، مگر جوش اُسی طرح باقی تھا۔ یہاں تک کہ تمام رات مجھے نیند نہ آئی۔ میں بنگلہ شریف کا طواف کرتا رہا۔ جب حضرت صاحب نماز تہجد کے وضو کے لئے اُٹھے تو میں حاضر کھڑا تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے آپ نے میری چادر لے کر اپنا روئے مبارک صاف کیا اور پھر حجرہ میں مشغول ہو گئے۔ دن چڑھ گیا میں نے جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی حضرت صاحب پھر حجرہ میں مشغول ہو گئے۔ جب اشراق کا وقت آیا تو میری بے تابی ناقابل برداشت ہو گئی۔ میں حجرہ میں گیا اور قدم بوس ہو کر رونے لگا۔ اور وہ بیست مار کور پڑھنے لگا:

سہ کمالِ منعتِ مشاطہ شاہد۔ کہ روئے زشت را زیبا نماید

حضرت صاحب نے میرے حال پر بڑی شفقت فرمائی اور مجھے بے حد تسلی دی اور فرمایا کہ اے عزیز اصل کام ریاضت و مجاہدہ ہے جس نے جو پایا مجاہدہ سے پایا میں نے یہ شعر پڑھا:

حضرت صاحب کو اس شعر پر ذوق آگیا۔ آپ نے اپنی زبان مبارک سے
دو تین دفعہ یہ شعر پڑھا اور سر کو جنبش دی میں نے پھر یہ شعر پڑھا:
آنکہ بہ تہریر دید یک نظرے شمس دیں
طعنہ زند بردہ سحرہ کند بر چلہ

پس جبکہ ریاضت و مجاہدہ کا حکم ہو تو متقائیں نے عرض کیا کہ اگر حضور کی
مرضی ہو تو طے کا روزہ رکھوں۔ فرمایا بھوکے رہنے کو ریاضت نہیں کہتے
ہماری ریاضت وہ ہے جو ہمیں بتائی تھی کہ ایک لحظہ بھی شغل پاس انفاس
اور وقوف قلبی سے غافل نہ رہو اور ہماری ریاضت یہی ہے:

سہ ترا یک پند لبس در ہر دو عالم ۔ کہ بر نامہ زبانت ہے حداد

اگر تو پاس داری پاس انفاس ۔ بسلطان رساندت از پاس

پس اسی مجلس میں فقیر کو اجازت و خلافت سلسلہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ
سے مشرف فرمایا۔ اگرچہ اس سے قبل چند سال پہلے خلافت چشتیہ سے مشرف فرما
چکے تھے یعنی بیعت کے پہلے سال میں مرید ہونے کے پانچ ماہ بعد پاکستن میں فقیر
کو سلسلہ چشتیہ میں مجاز فرمایا تھا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں نے روزہ طے
کی اجازت کے لئے اس لئے عرض کیا تھا کہ ابتدا سے حال میں فقیر کو فاقہ کشی کا بہت
شوق تھا اکثر صائم الدہر رہتا تھا پس ایک دن حضرت صاحب کو خواب میں دیکھا
مجھے فرمایا کہ روزہ طے رکھو پس جب بیدار ہوا تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ
حضرت صاحب تو بفضل تعالیٰ زندہ ہیں۔ جب ان کی خدمت میں جاؤں گا تو حضرت
صاحب سے اجازت لے کر پھر طے کا روزہ رکھوں گا۔ پس جب اس دن عرض
کیا تو قبول نہ کیا۔ پس میں نے نہ رکھا۔ البتہ یہ نکتہ معلوم ہوا کہ جس کسی کو شیخ
غواب میں کوئی چیز فرمائے اور اس کا شیخ زندہ ہو تو لازم ہے کہ اپنے شیخ سے
ضرور پوچھ لے اگر اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ اس پر عمل نہ کرے۔

سولہویں مجلس :- ایک دفعہ فقیر دہلی میں پیران عظام خواجگان چشت

کی زیارت کے لئے گیا ہوا تھا اور وہاں میرے پیروکاروں میں اختلاف ہو گیا کہ مسلمانوں میں آیۃ الکرسی کس جگہ تک پڑھنی چاہیئے۔ کوئی کہتا تھا "تا عظیم"۔ کوئی کہتا تھا "تا خالدون"۔ فقیرانہ دونوں عظیم تک پڑھتا تھا۔ پس جب حضرت محبوبؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا تو فرمایا "خالدون" تک پڑھنا چاہیئے۔ پس فقیر اس دن سے "خالدون" تک پڑھتا ہے۔ البتہ بعض پیروکاروں نے بتایا کہ جب انہوں نے حضرت صاحبِ قبلہ سے پوچھا تو آپ نے "عظیم" تک پڑھنے کے لئے فرمایا اور اورادِ شیخ الشیخؒ میں بھی عظیم تک لکھا ہے۔ البتہ دونوں طرح حکم دینے میں بھی حضرت محبوبؑ کی حکمت ہے طالبانِ حق میں۔ اس لئے کہ

۵ ہر آنچہ سالک عشقت بے ہوا کند۔ بنوش و منتظر رحمتِ خدایہ باش
سترِ صویں مجلس؛ ایک دن نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء کے درمیانی مصروفیات اور عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اور نمازِ عشاء سے قبل کھانے سے فارغ ہونے کے بعد عزیزیانِ اہل صفہ حاضر تھے۔ محمد اکرم خادم خاص نے عرض کیا کہ قبلہ مزارِ اولیاء سے بھی فیض ملتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی مزارات سے فیض کا پوچھے کہ میں اپنے پیر کی صحبتِ ظاہری صرف پانچ سال حاصل کر رہا مگر باقی تمام مزارِ حضرت قبلہ عالمؒ کی صحبت و فیض سے حاصل کیا۔ اور جو کچھ مجھے حضرت قبلہ عالمؒ کے مزارِ مبارک سے حاصل ہوا ہے میں ہی جانتا ہوں ۷

حضرت محبوب بانی غوثِ مالِ خواجہ محمد سلیمانؒ کے سرودِ سننے کا ذکر

حضرت محبوبؒ کے سماع کا طریقہ یہ تھا کہ حضور کا قوال خاص احمد نام تھا کہ جمعرات کی رات آخر شب کے قریب جب حضرت صاحبؒ لوافل تہجد سے فارغ ہوتے تھے تو وہ کبھی اپنے لڑکوں کے ساتھ اور کبھی اکیلا آکر سنا رہ جاتا تھا اور فارسی، ہندی اور پنجابی ہر اقسام کی غزلیں گا کر سنا تھا۔ نیز ابراہیم خاں افغان جو حضرت صاحبؒ کے درویشوں میں سے تھا اور علم موسیقی میں کمال مہارت رکھتا تھا۔ کبھی کبھی چاشت کے وقت اور کبھی مغرب کے وقت اور کبھی تہجد کے وقت سماع سنا تا تھا۔ نیز میاں احمد جام نام ایک درویش صالح تھے۔ وہ بھی حضرت محبوبؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ وہ بھی سناتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کو کئی دن ہو گئے کہ ان قینوں میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اور حضرت صاحبؒ کو شوقِ سماع غالب تھا۔ اور سماع کی بہت خواہش تھی۔ چنانچہ منقول ہے کہ جس وقت احمد جام فوت ہو چکا تھا اور ابراہیم خاں نے نئی شادی کر لی تھی اور اس وجہ سے اپنے گھر گیا ہوا تھا۔ اور چند روز سے نہ آیا تھا۔ اور احمد قوال جو حضرت صاحبؒ کے خاص قوالوں میں سے تھے اس وجہ سے کہ امراً سے دوست رکھتے تھے اور خوب خوش الحان بھی تھا۔ وہ ڈیرہ اسماعیل خاں نظام خاں کے پاس گیا ہوا تھا تو ان دنوں ایک دن حضرت صاحبؒ پر سماع کا شوق غالب ہوا۔ فرمایا احمد جام کو حق تعالیٰ ہم سے لے گئے کہ فوت ہو گیا۔ اور ابراہیم خاں افغان کو نئی نوپی دلہن نے قابو کر لیا اور احمد قوال کو دنیا داروں نے پکڑ لیا اور وہ امیروں میں مشغول ہو گیا۔ اب ہم

کس سے سماع سنیں۔ یہ غایت شوق سماع سے فرمایا۔ اور کبھی کبھی خود بھی اپنی زبان مبارک سے عین مشغولی میں خوش الحانی سے فارسی غزل یا ہندی راگ فرمایا کرتے تھے اور اکثر عاشقانہ شعر پڑھا کرتے تھے اور کبھی مستی کی حالت میں عارفانہ شعر بھی پڑھتے تھے چنانچہ ایک دن فرمایا۔

سہ عشقم کہ در دو کون نشاغم پدید نیست

عناقے مغربم کہ مکاغم پدید نیست

آپ اکثر عاشقانہ شعر و غزلیں سنتے تھے اور اپنی زبان مبارک سے بھی پڑھتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک دفعہ کاتب الحروف اور میاں غلام رسول خاں ماکو افغان ہم دونوں حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ پر حضرت صاحب سے کتاب مرتع پڑھتے تھے اس کتاب میں اللہ سے سات اسموں کی تفصیل اور اس کی توضیح لکھی ہے اور ہر ایک اسم کی ایک ایک لاکھ رکوۃ ہے۔ اور یہ اسماء جذبہ حق کشائش کا دینی و دنیاوی میں مجرب ہیں۔ جب ہمارا سبق وہاں آیا تو فرمایا ان اسماء کی رکوۃ ادا کرو ہم دونوں انکی رکوۃ دینے میں مشغول ہو گئے۔ میاں غلام رسول خاں ایک مجروح میں مشغول ہو گئے اور بچھے ان دنوں بے قراری بہت تھی کہ جہاں باکمال کی زیارت کے بغیر آرام نہ آتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حضرت صاحب کے بنگلہ شریف سے سامنے بیٹھا وہ اسماء پڑھ رہا تھا اور حضرت صاحب کے بنگلہ شریف میں مشغول بیٹھ تھے۔ وقت چاشت تھا کہ حضرت صاحب دیوان ولی کی یہ ہندی غزل پڑھنے لگے۔

غزل

جس وقت اے میرا احسن تو بے حجاب ہو گا، ہر ذرہ تجھ جھلک سجوان آفتاب ہو گا۔
مت آئینہ کو دکھلا اپنا جمال روشن - بخور رخ کی تاب دیکھے آئینہ آب ہو گا۔
نکلا ہے وہ تم گز تیغ نگاہ کو لے کے : سینہ بے عاشقان کی چوں فتیاب ہو گا۔
مت جاچن میں لاکن بلبل پر مت ستم کر : گرمی سے بخورنگہ کی گل گل گلاب ہو گا۔
ہاتھ نے یہ دیا ہے مجھ کو ولی بشارت : اس کی گلی میں جا تو مقصد شباب ہو گا۔

ایک دفعہ حضرت صاحب قبلہ عالمؒ کے عرس پر جا رہے تھے۔ جب قصبہ جہاں پور میں پہنچے تو اس شہر کی مسجد میں بیٹھے تھے۔ فقیر بھی خدمت میں بیٹھا تھا کہ نصر اللہ خاں نام صبح سے شعر کی طرح کی چیزیں پڑھ رہا تھا۔ وہ حضرت صاحبؒ کے قریب آیا تو شعر پڑھ رہا تھا جس کا ایک مصرع یہ ہے۔

تیرے بھوان کو دیکھ کے جزدان چھوڑا طاق میں
حضرت صاحبؒ نے اس شعر سے جواب میں غزل مذکور کو پڑھا اور اپنے مرثیہ کی خانقاہ کی طرف اشارہ کر کے چہرہ مبارک اوپر اٹھا کر فرمایا۔
ہاتھ نے یہ دیا ہے مجھ کو ولی بشارت اس کی گلی میں جا تو مقصد شتاب ہوگا
اور کبھی کبھی عاشقانہ اشعار بھی تصنیف کرتے تھے۔ چنانچہ یہ رباعی حضرت صاحبؒ کی تصنیفات میں سے ہے جو اپنے خلیفہ مولوی علی محمد صاحب مکھڑی کی طرف لکھ کر بھیجی تھی: رباعی :-

صوفی بیا کہ مشرب زندانست مہیا
ایں جا شراب خواری و زندانست مہیا
ناموس و پارسانی کردی تو مالتے
ایں جا چہ کار کردی زندانست مہیا

نیز یہ مناجات بھی آپ کی تصانیف میں سے ہے: مناجات :-

یا الہی عفو کن تقصیر ما	نہیت جز تو کو کند تدبیر ما
مقتضی طبیعت باجیت جنس	مقتضی طبیعت توحیت قدس
مخمس خشتی کار خود کردم تمام	تو ذقدسی کار مارا کن تمام
گر گریم گریم سیم را بسین	شیری کن زانکہ تو شیر را بسین
واحد بر واحد ہر شے گواہ	زانکہ جز واحد نیا نہ راست راہ
آنچہ مارا مسز و انرا یگر	واں شمار ای مسز و انرا پذیر

نفس شیطان می بزند ازہ مرا ما بیدار نہ اندر چہ میرا !
 دستگیری کن چنانکہ دستگیری تاکہ ہر کس گوشت وہ دستگیری
 کس گمشدہ از در تو نہ امید ای امید و ای امید و نہ امید
 بندہ نادروہ بد جز تو امید صد امید و صد امید و صد امید
 چوں سلیمانم بکروے اے کریم حفا ختم کن ریشطان رحیم

اور یہ رباعی بھی حضرت صاحب کبے - رباعی -

اے خداوند خدا بنما مرا وحدت اندر کثرت بنما مرا

زندم دستم وستی بنخودم آنچہ زنداں می کنند بنما مرا

الغرض مجلس سرود عام نہیں کرتے تھے مگر جب اپنے مرشد حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر جاتے تو مجلس عام میں جا کر سماع سنتے اور جب کسی صوفی کو حالت ہو جاتی تو اس کی متابعت میں جملہ حاضرین کے ساتھ خود بھی کھڑے ہو جاتے۔ اور اسی طرح جب حضرت گنج شکرؒ کے عرس مبارک پر آپکیشن شریف چلے جاتے تو وہاں بھی ایک گوند والی مسجد میں بیٹھ کر مجلس سماع میں حاضر ہوتے۔ البتہ اپنے ابتدائے حال میں جب مجالس مذکور میں جاتے تو آپ کو بھی شدید وجہ ہوتا کہ حالت ہو سکتے ہو جاتی۔ چنانچہ اس سے قبل ان کی حالت کا ذکر لکھا جا چکا ہے۔ اور جب آخر عمر میں بستی تاج سرور میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس مبارک پر ہوا "موقوف ہو گیا تو سنگھڑ شریف میں ہی اپنے پیر و مرشد کا عرس کرنے لگے۔ اس عرس میں بہت کمنا پکاتے اور تین دن عرس کا جوم رہتا۔ مگر مجلس سماع نہیں کرتے تھے۔ البتہ صاحبزادہ گل محمد جی صاحبؒ اپنے مکان پر مجلس سماع کرتے تھے اور حضرت صاحبؒ مجلس سماع منعقد کرنے کی وجہ یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں اس لئے عام مجلس سماع نہیں کرتا کہ میرے بعد لوگ دلیل پکڑیں گے کہ ہمارا شیخ ایسا کرتا تھا پس پھر جاستے گزر جائیں گے اور افرط و تفریط میں پڑ جائیں گے "فعل الشیخ حجت للقوم"

یعنی مرشد کا فعل قوم کے لئے دلیل ہوتا ہے مگر اس کام کے لائق نہ ہوں گے۔ پس ان کے لئے منع ہے کہ حد شرع سے نہ گزر جائیں۔ بلکہ نقل ہے کہ ایک دن حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ کے مکان پر چاشت کے وقت بنگلہ شریف کے صحن میں مجلس سماع ہو رہی تھی۔ تمام صوفی وہاں پر حاضر تھے اور مجلس گرم تھی اور قوال یہ ہندری راگ گا رہے تھے۔ راگ پنجابی: اے مائی یا کنگ بلوچاں دلایا۔

اس فقیر پر وجہ طاری ہو گیا اور بہت وقت طاری رہا۔ اتنے میں حضرت صاحبؒ حجرہ سے نکلے اور گھر کی طرف کھانا کھانے کے لئے جانے لگے۔ جب اس مجلس میں کثیر ہجوم دیکھا کہ ہزار ہا عام و خاص آدمی اس مجلس میں حاضر ہیں تو میاں مڈر کو جو ساتھ تھا پوچھا کہ یہ کیا ہجوم ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ صاحبزادہ گل محمد صاحبؒ کے مکان پر مجلس سماع ہو رہی ہے۔ فرمایا اُسے منع کرو کہ بہت سے عام آدمی کھڑے ہیں۔ شریعت کا پاس چاہیئے۔ مجلس کی کچھ شرائط ہیں۔ ان کے بغیر سماع منع ہے۔ اُسی وقت سماع بند کر دیا۔ الغرض اعلانیہ سماع مجلس میں بیٹھ کر اپنے مکان پر نہیں سنتے تھے۔ البتہ خلوت میں یا اپنے بزرگوں کی اعراس مبارک پر اُن کی خانقاہ میں سُن لیتے تھے۔

منقول ہے کہ احمد قوال اس کاتب الحروف نجم الدین کے سامنے بیان کرتا تھا کہ حضرت صاحبؒ مجھے بچپن میں تونسہ شریف لائے تھے چونکہ میری آواز اچھی تھی حضرت صاحبؒ مجھ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ پس تونسہ شریف پہنچ کر فرقہ درویشاں میں ایک حجرہ میں میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ مجھے بخار ہو گیا۔ اس کی شدت سے اپنے اوپر منڈھ پیٹے ہوئے تھا۔ اور اپنے حجرہ میں ہائے ہائے کرتا پڑا ہوا تھا۔ حضرت صاحبؒ فضلے حاجت کے لئے صبح ایں جاتے تھے اور آپ کا راستہ میرے حجرہ کے سامنے سے تھا۔ ایک دفعہ فضلے حاجت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ جب میری آواز سُنی تو میرے حجرہ میں آکر اپنے پاؤں مبارک میرے اوپر

رکھے اور زور سے دہاتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ میں چونکہ منہ میں لپٹا پڑا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ خود حضرت صاحب ہیں۔ میں نے کہا اے درویش مجھے کیوں دکھ دیتے ہو میں مریض ہوں مجھے چھوڑ دو ورنہ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا تم مجھے تکلیف دے رہے ہو۔ یہ سن کر حضرت صاحب ہنس پڑے میں نے حضور کی ہنسی کی آواز پہچانی اور چمٹ گیا۔ فرمایا اے احمد تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سات آٹھ دن سے عارضہ تپ ہے۔ فرمایا پسینہ نہیں آتا۔ میں نے کہا نہیں میری ہنض پکڑ کر اپنی انگلیاں زور سے اس پر ماریں جیسا کہ سرود کے وقت چٹکی دیتے ہیں۔ پھر فرمایا شیر ہو جائے گی۔ وہاں سے اٹھ کر قضائے حاجت کے لئے چلے گئے۔ اور مجھے اُسی وقت بے شمار پسینہ آیا اور تپ اتر گیا۔ جب واپس آئے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بہت پسینہ آیا ہے اور سجا بھی کم ہو گیا ہے۔ فرمایا نکل اشراق کے وقت پانی کا کٹورہ بھر کر میرے پاس لے آنا تمہیں دم کر کے دوں گا بالکل شفا ہو جائے گی۔ دوسرے روز حسب الحکم پیالہ پانی کا بھر کر آپ کی خدمت میں گیا دم کر کے دیا۔ فرمایا کھڑے ہو کر قلبہ روپی نو۔ میں نے پی لیا۔ اُسی وقت میرے دھود میں طاقت پیدا ہو گئی۔ فرمایا آ اور جنگلہ کا دروازہ بند کرے۔ میں نے بند کر دیا۔ فرمایا اے احمد جہیں یا ہے کہ تیری ماں دیوانی ہو گئی تھی اور صحرا میں پھرتی تھی اور گھر نہیں جاتی تھی۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ میں ایک دفعہ خانقاہ شریف سے رخصت ہو کر سنگھڑ کی طرف آ رہا تھا دیکھا کہ تیری والدہ صحرا میں کھڑی کارہی ہے۔ اُس سرود نے مجھ پر بہت اثر کیا کہ مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ مجھ پر ذوق وارد ہو گیا۔ میں نے تیری والدہ کے بال پکڑے اور اسے پکڑ کر شہر فرید میں تنہا لے گھر لے آیا اور وہ گاتی ہوئی میرے ساتھ آئی تھی یہاں تک کہ لے تیرے گھر میں بٹھا دیا۔ اُس دن سے پھر وہ گھر سے باہر نہیں گئی اور گانا یہ تھا۔

! در چمٹ کے میں کینہ در جاواں !

میاں میں درماندی

جو کچھ کیتا ایناں تیرے نیناں سانوں کیتا

پریم پیالہ اس ہنس ہنس پیتا

اَکھ محمد فخر دنیا یا گل بندی تینوں
میاں میں درمندی
خواجہ معین الدین خواجہ قطب الدین
کرم کرد اللہ مدسن پاؤں !
میاں میں درمندی

فرمایا۔ یہ راگ تمہیں یاد ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا۔ سنناؤ۔ میں نے شروع کیا۔ حضرت صاحب پرورد و ذوق کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی چشم ہاں مبارک سے خون کے آسنو جاری ہو گئے۔ بار بار آستین مبارک کو اوپر اٹھاتے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مصلکہ پر موجود نہیں ہیں۔ اور نظروں سے غائب ہیں۔ میں حیران ہو گیا کہ بنگلہ کے دروازے بھی بند تھے اور آپ غائب تھے۔ بنگلہ کے باہر صد ہا درویش بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر ایک پر زوق غالب تھا۔ اور سب حالت گریہ میں تھے۔ میں اسی طرح اس راگ کو گارہا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب مصلکہ پر موجود ہیں۔ فرمایا۔ بس کرو۔ اے احمد مانگ کیا مانگتے ہو۔ تمہارے وطن کے لوگ کہیں گئے کہ احمد قوال فلاں بزرگ اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اسی طرح خالی رکھا۔ آج قبولیت کا وقت ہے مانگ۔ احمد کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ میں کچھ اور نہ مانگ سکا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے گھوڑی عنایت فرمائی۔ فرمایا اور کچھ مانگ۔ میں نے عرض کی کہ اس کی زین بھی عنایت فرمائی۔ فرمایا کہ خیر اس وقت تیری قسمت میں یہی قیمتی گھوڑی ہے۔ چنانچہ گھوڑی مع زین میرے حوالے فرمائی۔ حاضرین مجلس نے مجھے ملامت کی کہ اے کم نصیب وقت اجابت تھا تو نے کیا مانگا۔ اگر سچ خدا کو مانگتے تو اسے بھی پالیتے۔ مگر خیر تمہاری تقدیر نے یاوری نہ کی۔

احمد قوال سے منقول ہے کہ جس وقت صادق محمد نواب احمد پور فوت ہوا اور محمد بہاول خان جو آپ کا مرید تھا، منہ حکومت پر بیٹھا تو اس نے اپنے چند معتبر آدمی حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں بھیجے اور درخواست کی کہ حضرت صاحب

دستار بندی فرمائی۔ آپ روانہ ہوئے اور بلکہ کیچھر پہنچ کر باغ میں ڈیرہ کیا۔ چونکہ تمام رات سفر میں گزری تھی اس لئے اشراق کے بعد آپ سو گئے۔ میں حضرت صاحب سے ذرا فاصلہ پر ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے اُس وقت یہ راگ گانا شروع کر دیا:

ملنے لی میں مینہا کی چاندی جو کچھ کیتا او نہاں اکھیاں مینوں
عشق سیالیں داجی مول مہانگا میرا میاں تول بکاندا ماشہ رتیاں

حضرت صاحب بیدار ہو گئے اور فرمایا میاں احمد شاہ باش۔ میں نے اسی راگ کو زور سے گانا شروع کر دیا۔ حضرت صاحب پر وجد و ذوق غالب آ گیا۔ میں حضرت صاحب کے قریب آ گیا اور گانا شروع کر دیا۔ حضرت صاحب غلبہ وجد کی وجہ سے اپنے دونوں پاؤں اوپر اٹھاتے تھے اور ہلاتے تھے۔ پھر اٹھ بیٹھے۔ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور مجھے ایک روپیہ عنایت کیا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈالا اور مزید ایک روپیہ دیا۔ اسی طرح جیب میں ہاتھ ڈالتے تھے اور روپیہ نکال کر مجھے عطا کرتے جاتے تھے۔ احمد کہتے تھے کہ مجھے اس وقت بھوک لگی ہوئی تھی۔ چند لوگ برتنوں میں شیرینی ڈالے دُور بیٹھے تھے۔ کیونکہ حضرت صاحب ذوق میں تھے۔ مجھے اس وقت بھوک تھی۔ میں نے گلے کے دوران شیرینی لانے والے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ سب لوگ جو شیرینی لے کر آئے تھے حضرت صاحب کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ جب ہجوم زیادہ ہو گیا تو روپے دینے بند کر دئے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اُن سے پوچھا کہ کیا لائے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ شیرینی لائے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ بخش لانگری کے سپرد کر دو۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ قبلہ شیرینی کا یہ دیکھ جو میں لایا ہوں، اسے میرے گھر کی مستورات نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے لئے پکایا ہے اور اس میں خوشبو بھی ڈالی ہوئی ہے۔ اس میں سے آپ تھوڑا سا تناول فرمائیے۔ فرمایا میں میٹھا نہیں کھاتا۔ احمد کہتے تھے کہ میں نے عرض کیا کہ اس غریب کی خاطر تھوڑا سا تناول فرمائیے اور میری عرض یہ تھی کہ پھر یہ دیکھ آپ مجھے عطا فرمادیں گے۔ میں حضرت صاحب نے اس دیکھ میں سے تھوڑا سا کھایا اور شیرینی کا یہ دیکھ مجھے عطا فرمایا۔

میاں احمد قوال سے منقول ہے کہ ایک دن چاشت کے وقت میں حاضری کے لئے

کیا۔ آپ نے فرمایا جناب جامی صاحبؒ کی یہ غزل کاؤ: "جن شوقاً الی دیار سلمیٰ" میر نے غزل شروع کر دی۔ آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ دیر تک اس حالت میں رہے۔ پھر حبیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور مجھے ایک روپیہ عنایت فرمایا۔ پھر دوسری بار روپیہ عطا کیا۔ اور اسی طرح چند بار عطا کیا۔ جب پانچ بار عطا کر چکے تو چند لوگ حاضر ہوئے اور وہ نئے کپڑے کے چند تھان لائے۔ آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ غزل یہ تھی:

اجن شوقاً الی دیار لقیقت فیہا جمال سلمیٰ

کہ میر ساندازان نواحی نوید وصلت بجانب

منقول ہے کہ حضرت صاحبؒ کو راگ جوگیا اسادری بہت پسند تھا۔ اکثر یہی راگ سُننے لگتے تھے۔ چنانچہ اس ہندی راگ کو جوگیا اسادری میں بہت سنتے تھے۔ راگ ہندی:

میرے گھرایانی محرم یار۔ شکر بندیاں۔ میں پیراں نول سوریندیاں

رل مل سیتوتیں دیہونی مبارک۔ اللہ چا ملایانی محرم یار۔

چنانچہ ایک دفعہ آپ حضرت گنج شکرؒ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے پاکستان شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب فیروز پور میں پہنچے تو پیر بخش قوال بھی وہاں پہنچ گیا۔ حضرت صاحبؒ مسجد میں آرام فرما گئے۔ کہ قوال نے مذکورہ راگ کا نا شروع کر دیا۔ حضرت صاحبؒ پر دیر تک ذوق کی حالت رہی۔ یہ کاتب الحروف بھی اس وقت حاضر تھا

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ اپنے بنگلہ شریف میں عین مشغولی کی حالت میں یہ ہندی راگ اپنی زبان مبارک سے خوش الحانی کے ساتھ گارہے تھے اور پورے ذوق کی حالت میں تھے۔ راگ ہندی:

شالاچاک جھوکاں ول آوے میر سٹی نت فالان پاوے

دیکھوئی سیتو میر سوئی ہے کیسی درد فراق دکھاں دی ہے سیلی

نظر نہ آوےس را بھن سیلی باجھ را بھن مینوں کجھ بھی نہ بھاؤ

منقول ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ قبلہ عالم مہار دیؒ کی خانقاہ شریف

میں نماز عصر کے بعد مدحہ شریف کی طرف رخ کر کے بیٹھے تھے۔ علماء و فقہاء کا گروہ بھی

حلقہ باندھے موجود تھا۔ اور یہ کاتب الحروف بھی حاضر تھا کہ یہ بخشش قوال نے حضرت مولانا جامیؒ کی یہ غزل کافی شروع کی :-

عارض است این یا قمر یا لاله محراب است این	یا شاعر شمس یا آئینہ دلباست این
چشم تو بہا دوست یا آہوست یا صیادِ خلق	یا دو بادام سیہ یا نرگس شہلاست این
قامت است این یا الف یا سرو یا نخل مراد	یا مکر کلدستہ باغِ جنان آراست این
یارب این نورشید تابان است یا ماہِ تمام	یا فرشتہ یا پری یا شوخِ بے پرواست این
زلف تو زنجیر یا قلاب یا مشکِ خن	سبل تر یا سمن یا عنبر بہار است این
یارب این طاق است یا محراب یا توسِ قنچ	یا ہلالِ عید یا ابروئے ماہِ ماست این
کوئے تو کعبہ است یا خلدِ بریں یا بوستان	یا گلستانِ ارم یا جنتِ اماند است این
حقاً لعل است یا سرچشمہ آبِ حیات	یا دبن یا میم یا طوطی شکرخارا است این
طوطی شیریں زباں یا قمری باغِ جنان	بلبل بے خانماں یا جامی شیدا است این

اس فقیر پر وجد و ذوق غالب تھا کہ قوال مذکور نے یہ ہندی راگ شروع کر دیا۔ راگ ہندی۔

تولہ کند را ڈھولن آبرو دہڑے میے	ایسی دوہور لکی ہون مڑ مڑیں نی کیہڑے
تو تو نور را بچھا مری انکھیاں دا	وینگ گھول گھٹاں سیٹاں سکھیاں
دا چوچک و اگیا ویندا	میں نال شاعر چا چہیڑے
یہہ کولی مری دہری بیج تنگ	تہ نون صدقہ کران انہاں کھڑیاں دا سنگ
جو اگی ہوئی چلو سپر سپا کی سہرے	بخشا صدقہ تو بجی لکھاں لاکھ ہیرون

اس راگ پر حضرت صاحبؒ کو وجد ہو گیا۔ غلبہ وجد میں کبھی سراپہ کر کے روضہ شریف کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی سر نیچا کر لیتے تھے۔ اس وقت حلقہ میں بیٹھنے والے سب لوگوں پر وجد و ذوق غالب تھا۔ کوئی رو رہا تھا، کوئی رقص کر رہا تھا۔ اور کوئی حضرت صاحبؒ کے گرد طواف کی طرح گھوم رہا تھا۔ بید میر فضل علی شاہ جھڑیؒ، جو حضرت صاحبؒ کے خلفا میں سے تھے، اس مجلس میں موجود تھے مگر کوئی بھی ایسا نہ

تھا جو وجد میں نہیں تھا۔ عصر سے مغرب تک اس مجلس میں یہی حالت رہی۔ یہاں تک کہ حضرت صاحب اُٹھے اور نمازِ مغرب ادا کی۔ بعض نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور بعض اُسی طرح گریہ و زاری میں بے خود دبے ہوش پڑے رہے۔

اس طرح حضرت صاحب کو کئی دفعہ وجد و ذوق کی حالت ہوئی۔ مگر حضرت صاحب

شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے عورتوں سے گانا نہیں سنتے تھے۔ البتہ بعض اوقات مجبوری اور بے خودی کی حالت میں سن لیتے تھے۔ مثلاً کسی مطربہ یا مغنیہ نے آکر عرض کی کہ حضرت میں نے منت کی تھی کہ اگر میرا فلاں مقصود حاصل ہو گیا تو آپ کی خدمت میں ہدیہ سرود پیش کرونگی۔ پس حضرت صاحب اسے اجازت دے دیتے تھے۔ اُسے دُور بٹھا دیتے تھے اور خود خلوت میں بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اب گھاؤ اور وہ گاتی تھی۔

منقول ہے کہ ایک دن بہاولپور کی طرف سے ایک مطربہ آئی اور آدابِ سجا لائی۔ یہ فقیر بھی حاضر تھا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون عورت ہے۔ بتایا گیا کہ طوائف ہے پوچھا۔ طوائف کسے کہتے ہیں۔ اُس عورت نے کہا کہ میں گلنے سجانے والی ہوں۔ فرمایا خوش رہو۔ اُس نے عرض کیا کہ قبلہ میں نے منت و نذر مانی تھی کہ جب میری مراد بر آئے گی تو حضرت صاحب کے سامنے گانا گاؤں گی۔ فرمایا۔ اگر منت مانی ہے تو مغرب کے بعد جب میں خلوت میں چلا جاؤں تم بنگلہ کے صحن میں باہر بیٹھ کر گانا گالینا۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک مطربہ اپنی بیٹی فضلو کو لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُس وقت حضرت صاحب حم سرا میں کھانا تناول کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہ وہاں حاضر ہو گئی اور کہنے لگی کہ حضرت دُعا کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ دُعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ میری اس بیٹی کے نصیب کھول دیں۔ اور اسے بیجا بزدلی دیں۔ آپ نے فرمایا یہ گانا بھی جانتی ہے یا نہیں؟ کہنے لگی بہت اچھا گاتی ہے۔ فرمایا کہ میں بھی اس کا گانا سنوؤ۔ مگر اس طرح کہ اُس جگرہ میں اکیلی بیٹھ جائے اور گائے

اور میں یہاں بیٹھ کر سنوں گا۔ یہ دونوں ماں بیٹی اس حجرہ میں چلی گئیں اور یہ سندھی راگ گانے لگیں۔ راگ سندھی:

مٹے فی میں مینہا کی چاندی جو کچھ کیتا ادھناں اکھیاں مینوں
عشق سیالیں واجی مول مہانگا میرامیاں تول بکا ندا ماشہ رتیاں

حضرت صاحب پر دوق کی حالت ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیری اس بیٹی کو بے شمار حلال کی روزی عطا کریں گے۔ اس عورت نے عرض کی کہ حضرت یہ آپ نے کیا دُعا کر دی۔ آپ خود جانتے ہیں کہ ہم کسی عورتیں ہیں۔ ہم کسب و رقص سے روزی پیدا کرتی ہیں۔ اگر ہم نکاح کریں اور حلال روزی طلب کریں تو ہمارا گزارہ کیسے ہو گا۔ پس اگر میری یہ بیٹی کسی سے نکاح کر لے گی تو ہم پس ماند گاں کا حال کیا ہو گا کہ اس بیٹی کے علاوہ میرا کوئی ترکہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سب کو خدا تعالیٰ بے حساب روزی دے گا اور تم سب کسی کے محتاج نہیں رہو گے۔ پس ایسا ہی ہوا۔ وہ مطربہ حضرت صاحب سے رخصت ہو کر ڈیرہ اسماعیل خان گئی۔ چونکہ فضلہ خوب صورت اور خوش الحان تھی نواب پائیدہ خان افغان اس پر عاشق ہو گیا۔ اس نے فضلہ سے نکاح کر لیا اور اس کے خاندان کا بے شمار روزیہ مقرر کر دیا۔ کہ وہ سارا خاندان تمام عمر خوشحال رہا۔ اس فضلہ سے بیٹے پیدا ہوئے۔ پس وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوئی، اور مرید ہو گئی۔

ذکرِ خلیہ مبارک حضرت پیر دستگیر غوثِ زمان خواجہ محمد سلیمانؒ

جان لیں کہ غوثِ زمان دیوسف دوران کی شکل و شباہت حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت سے شباہت رکھتی تھی اگرچہ لیش مبارک میں ذرا سا فرق تھا۔ واللہ اعلم۔ دگر نہ جس نے بھی حضرت محبوب سبحانیؒ کی زیارت کی ہے وہ جانتا ہے کہ یہ صورت غوث الثقلینؒ کی صورت کی طرح ہے اور اس فقیر کا تب الخروف کو جب محبوب سبحانیؒ کی زیارت ہوئی تو مجھے دونوں صورتوں میں ذرا فرق نظر نہ آیا۔

میاں ابراہیم نام ایک باخدا اور شاگرد شافعہ درویش تھا۔ ایک دفعہ وہ میرے ساتھ اپنے وطن سے سنگھ ٹرنٹریف میں حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آیا ہوا تھا وہ میرا ہم وطن بھی تھا۔ سنگھ ٹرنٹریف کے قیام کے دوران ایک دن ظہر کی نماز کے بعد حضرت صاحبؒ کی کچہری میں ہم دونوں حضرت صاحبؒ کے چہرہ مبارک کے روبرو ایک دوسرے کے قریب بیٹھے تھے۔ میں نے آزمائش کے طور پر اُسے پوچھا کہ میاں ابراہیم حضرت صاحبؒ کی صورت مبارک دیکھی کہنے لگا۔ ہاں دیکھی۔ میں نے کہا حضرت صاحبؒ کی صورت جیسی صورت کسی اور جگہ بھی دیکھی کہنے لگا ایک دفعہ مجھے حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت ہوئی تھی۔ اُس صورت اور اس صورت میں ذرا بھی فرق نظر نہیں آیا۔ میں بہت خوش ہوا اور میں نے اُسے آفرین کہا کہ میرا مدعا بھی یہی تھا۔ اس دن سے مجھے اس سے بھی اعتقاد ہو گیا کہ یہ مردِ عارف ہے۔

غزل ہندی

دل پہ میرے پھاگئی شانِ سلیمانؒ کی
نور محمدؒ کہوں یا میں اُسے محض دینؒ
اب نہیں حاجت مجھے اور کسی دھیان کی
بے شبہ ہم شکل ہے وہ شہِ جیلانؒ کی
شکل معین دینؒ ہے یا خواجہ عثمانؒ کی
قطبِ حقیقی ہے وہ غوثِ زمین و زمانؒ

اس ہی میں حاصل ہوئی مجھ کو نقلے رسول
چاہے کہ وہ بت پرست یا مجھے تم اور کچھ
زاد و بس چپ کر و طعنہ نہ دوزخ کا
مصحف نوح یا ر کو پڑھتا ہوں میں دوزخ
نجم فدا کیوں نہ ہو اس بت عیار پہ
حلیہ مبارک :

اس سے ہی ظاہر ہوئی صورت رحمان کی
رکھتا پرستش ہوں میں ایک اسی شان کی
ایک عبادت مجھے کافی ہے اس دھیان کی
یہ بھی تلاوت مجھے کافی ہے قرآن کی
تقویت اس ہی میں ہے اس کے تو ایمان کی

حضرت صاحب کے حلیہ کی تفصیل یہ ہے کہ چہرہ مبارک گول تھا مگر ذرا لمبائی کی طرف
مائل تھا۔ آپ کے وجود مبارک کا رنگ گندم گول تھا۔ بھی چہرہ مبارک زرد سونے کی
طرح نہیں نہیں چاند کی طرح چمکتا تھا۔ کشادہ پیشانی تھی جس پر روپیہ کے برابر کثرتِ سجود
کی وجہ سے نشان پڑ گیا تھا۔ یا اس سے ذرا کم تھا۔ ناک لمبی تھی مگر نہ زیادہ باریک نہ
زیادہ موٹی۔ اور برو با ہم ملے ہوئے نہ تھے۔ ہر دو بروؤں کے درمیان ہلالی کی طرح تھوڑا
ساخلا تھا۔ دونوں آنکھیں ہرن کی طرح اعتدال میں تھیں۔ جب رات کو سہرہ ڈالتے تھے
تو ہزاروں عاشقوں کو ایک نظر میں شہید کر دیتے تھے۔ پلکیں دراز تھیں۔

شہید تیر آں ترکم کہ از ابرو کمان دارد
خدنگ از دست آں خوردم کہ از مژگان شان دارد

دونوں کان بڑے تھے مگر اوسط درجہ کے اور دونوں کمال گوشت سے بھرے تھے
دونوں لب سرخ تھے۔ اور دندان مبارک کی لمبائی درمیانی و متوازن تھی۔ ریش مبارک
گھنی تھی۔ البتہ درمیان میں سے جب ایک مُشت سے زیادہ ہو جاتی تھی تو پندرہویں روز
حجاست کرتے ہوئے جمعہ کی نماز سے قبل کٹوا دیتے تھے۔ مونچھوں کو ابروؤں کی طرح برابر
کرتے تھے اور سر مبارک پر چھوٹے بال رکھتے تھے۔ پیشانی دراز تھی اس لئے آدھے سر
پر تھوڑے سے بال تھے اور ٹھوڑی مبارک داڑھی گھنی ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتی
تھی۔ قد دراز تھا مگر میانہ جسم تھوڑا سا فرہی کی طرف مائل تھا۔ دونوں ہاتھ دراز تھے
اور ریاضت کی کثرت کی وجہ سے اور عبادتِ الہی میں بار بار اُٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے

دو دنوں ہاتھوں کے پنجوں اور دونوں قدموں پر سیاہ داغ پڑ گئے تھے۔ چٹائی پر بیٹھنے کے مخصوص انداز اور اپنی ظاہری سمیت اور جلال کی وجہ سے آپ دوسروں میں سے ممتاز اور نمایاں نظر آتے تھے۔ اور اکثر جو کڑی انداز میں بیٹھتے تھے۔ کبھی دوزانو اور کبھی دونوں پاؤں پندیلیوں سے باہر کھینچ کر بیٹھتے تھے۔ بدن گورا تھا۔ آپ قوی بدن تھے۔ شیر کی قوت رکھتے تھے۔ دل والوں کا شکار کرنے کے لئے آپ مسلح نظر آیا کرتے تھے۔

لباس مبارک:

کلاہ قادری چارتر کی سفید رنگ کی اور سُرخ مغزی والی سر پہ ہوتی تھی جس کے دونوں طرف محراب تھے۔ موسم سرما میں ٹوپ روئی دار سُرخ چھینٹ کا بنا ہوا یا سُرخ مشروع کا بنا ہوا پہنتے تھے جو دونوں کانوں کو ڈھانپ دیتا تھا۔ سفید کرتہ ملل یا لمبہ کاما بنیں سکھ کا جس کا گریبان عربوں کی طرح سینہ پر ہوتا تھا۔ سردیوں کے موسم کے آغاز میں ہی آپ روئی دار صدری تیم تنی پنبہ دار پہنا کرتے تھے جو اپنے لشکر سے تیار کراتے تھے اور جب بہاول خاں والی احمد پور نے روئی دار قبائلی انگر کھا سُرخ پنچہ چھینٹ سے تیار کر کے اور اس کے سینہ پر زرد دوزی کر کے اور مٹن لگا کر ارسال کیا تو آپ اُسے پہنتے تھے۔ اور ایک لنگی رنگین کبھی زردی مائل کبھی سفیدی کبھی سُرخ لیکروالی بھی پہنتے تھے کہ اس لنگی کے چاروں طرف کناری ریشم کی تھی۔ پاجامہ سیاہ سُوسی کا تھا اور کبھی نیلا تہ بند باندھتے تھے۔ اور نیلا سیاہ رُومال تاک صاف کرنے کے لئے مصلہ پر اپنے سامنے رکھتے تھے۔ پاس ہی سونگھنے والی سوار ہوتی۔ موسم سرما میں رات کے وقت روئی دار قبا اور خوب میں فرغل مردی سے بچنے کے لئے پہنتے تھے۔ اور چارپائی پر کبھی غالیچر پشین اور کبھی ہنالی روئی دار ڈالتے تھے۔ اور آخر عمر میں دھسیا چادر پشینہ بھی پہنتے تھے۔ اور بنگلہ شریف میں قیلولہ کے وقت چارپائی ڈال کر اس پر مصر کا مصلہ پائنتی کی طرف ڈالتے تھے۔

ہندوستان کے درویشوں کی طرح رنگین کپڑا گل سُرخ کی طرح یا زرد رنگ کا

منہیں پہنتے تھے۔ اسی طرح درختوں کے پوست کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے بھی نہیں پہنتے تھے۔ البتہ ابتدائے حال میں پہنتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ کاتب المحرّف نے کیکر کے درخت کے پوست سے سُرخ قسم کا انگرکھا صابری درویشوں کی طرح رنگ کر کے پہنا ہوا تھا۔ اور میں بنگلہ شریف میں کھڑا تھا۔ جب حضرت صاحبؒ کی نظر پڑی فرمایا: نجم الدین یہ کیا رنگ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیکر کی چھال کا رنگ ہے۔ فرمایا: خوب پکا رنگ ہے۔ میں نے بھی ایک دفعہ جب میں مدلی کی طرف گیا ہوا تھا اپنی دمہ اس رنگ سے رنگی تھی۔ نیز گلاب کے پھولوں سے جو کپڑا سُرخ کیا گیا یا زرد رنگ کیا ہو یا درخت کی چھال سے رنگین کیا ہوتا تو ایسے کپڑے پہننے کے آداب بتلاتے تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس رنگ کو پاؤں میں نہیں پہننا چاہیے کہ بزرگوں کا لباس ہے بلکہ ایسے رنگین کپڑے کو زمین پر بچھا کر اس پر نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ کاتب المحرّف گل زرد مولوی محمد حسین صاحب پشادری کے لئے تولیہ شریف میں لایا۔ انہوں نے اس رنگ سے پاجامہ رنگا اور اُسے پہن کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں سبق کے لئے گئے جب اس رنگ کا پاجامہ دیکھا۔ فرمایا جا اس پاجامہ کو دھو ڈال۔ آئندہ ہرگز اس رنگ سے پاجامہ یا تہبند نہ رنگنا۔ درویشوں کے لباس کا ادب کرنا چاہیے۔ اسی سلسلہ میں میاں حاجی بختاؤ فرماتے تھے کہ ایک دن میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب راستہ میں اشراق کا وقت آگیا تو حضرت صاحبؒ نماز کے لئے گھوڑے سے اُترے۔ میں نے اپنی چادر جو گل زرد سے رنگی ہوئی تھی حضرت صاحبؒ کی نماز کے لئے بچادی۔ فرمایا اسے اٹھا لو۔ بزرگوں کے لباس کا ادب کرنا چاہیے۔ اس چادر پر آپ نے نماز نہ پڑھی۔ البتہ حضرت صاحبؒ کے درویش اپنے لباس کو مثلاً چادر۔ کمرہ۔ قمیص وغیرہ تمام کپڑوں کو سولے پاجامہ یا تہبند کے گل زرد سے یا درخت بھوگ یا کیکر کی چھال سے رنگ دیتے تھے۔

تقسیم اوقات عبادت (عمولات)

حضرت صاحبؒ نے خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے اوقات مقرر فرمائے تھے۔

سفر و حضر میں اوقات معمول صائم نہ ہوتے تھے اگرچہ تمام دن رات بھر شہود حق میں متغرق رہتے تھے مگر ان اوقات کو ظاہراً معمول بنالیا تھا۔ چنانچہ آپ کے معمولات یوں تھے:

(۱) نماز فجر کی دو سنتیں اپنے حجرہ میں اپنے مصلیٰ پر پڑھ کر مسجد میں تشریف لاتے اور نماز فجر جماعت سے پڑھتے۔ پھر خلوت میں جا کر مصلیٰ پر بیٹھ جاتے۔ یہاں تک کہ نیم پائے دن بلکہ اس سے زیادہ تک حق تعالیٰ الٰہی یاد میں مشغول رہتے۔ پہلے زبانی اور ادو وظائف ادا کرتے پھر مسبغات عشر پڑھ کر اشراق کے نقل پڑھتے۔ اس کے بعد دلائل الخیرات پڑھتے کبھی چاشت اور اشراق اکٹھی پڑھتے۔ اس وقت تک حجرہ کا دروازہ بند رہتا مگر جب کبھی کوئی دینی یا دنیاوی حاجت مند اس وقت آجاتا تو اسے اجازت تھی کہ خلوت میں جا کر عرض کرے۔ اسے جواب با صواب دے کر واپس روانہ کر دیتے تھے۔ یعنی اسے زیادہ بیٹھنے نہیں دیتے تھے۔

مشغولی کے بعد حرم سرا میں جاتے اور کھانا کھانے کے بعد اہل پردہ یعنی عورتوں کو فقہ و سلوک کی تعلیم دیتے تھے۔ اور نظم تعلیم فرماتے۔ پھر یہاں سے بنگلہ شریف میں تشریف لاتے اور عام کچری فرماتے یہاں ہر شخص آپ کے جمال باکمال کی زیارت سے مشرف ہوتا۔ اس وقت مومنین کو کتب سلوک کا سبق بھی دیتے۔ اکثر آپ کے مدرسہ میں حضرت صاحب سے کوئی آداب الطالبین، کوئی فقرات، کوئی لؤلؤ کوئی عشرہ کاملہ، کوئی فصوص الحکم، کوئی نقد فصوص، کوئی احیاء العلوم، کوئی فوائد القواد کوئی سوا السبیل، کوئی تسنیم، کوئی فتوحات مکی اور کوئی نفحات الانس وغیرہ پڑھتے تھے سبق سے فراغت کے بعد قیلولہ فرماتے تھے۔ اور غلام حضرت صاحب کے جسم پر مالش کرتے تھے۔

(۲) جب نماز ظہر کا وقت آتا تو محمد اکرم خادم خاص حضرت صاحب کو بیدار کرتا پس وضو کر کے چار رکعت فی الزوال اپنے مصلیٰ پر پڑھتے پھر مسجد میں آکر چار رکعت سنت پڑھتے اور فرض باجماعت پڑھ کر اپنے مصلیٰ پر جا کر باقی دو سنتیں اور دو نقل پڑھتے۔ اس کے بعد معمول وظیفہ تیج پڑھتے پھر سورۃ البروج پڑھ کر کلام اللہ

کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ اور سو یا رہ پڑھتے۔ پھر بقیہ صوفیوں کو سبق دیتے اور سبق سے فارغ ہو کر اگر کسی سے بات ضروری کرنی ہوتی تو کرتے۔ اور دینی فوائد بیان کرتے۔ ورنہ عین کچری میں مراقبہ اور شغلِ پاسِ انفاس میں مشغول ہو جاتے۔ جب عصر کا وقت آتا تو وضو کرتے اور چار رکعت سنت اپنے مصلیٰ پر پڑھ کر مسجد میں آجاتے۔ نماز باجماعت پڑھ کر وہیں مسجد میں مشرق کی طرف مصلیٰ کر کے حاضرین کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور اگر دگر دھند یا فقرارِ علماء دور دور حلقہ کر کے بیٹھ جاتے پس حضرت صاحبِ پہلے معمول و وظیفہ تسبیح پر پڑھتے پھر مبعات عشر پڑھتے۔ پھر زبانی وظائف سے فارغ ہو کر اگر کسی سے بات کرنی ہوتی تو بات کرتے اور مسائل دینی اور باطنی فوائد بیان فرماتے۔ مگر اکثر مراقبہ و استغراق میں ہوتے۔

(۳) جب مغرب کی نماز کا وقت آتا تو تازہ وضو کر کے جماعت کے ساتھ فرض پڑھ کر سنت اور نوافلِ آدابِ خلوت میں آکر پڑھتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا تو حجرہ میں اور اگر گرمی کا موسم ہوتا تو بنگلہ شریف کے صحن میں کچھ وقت تک مراقبہ میں مشغول رہتے۔ اس عرصہ میں اگر کوئی حاجت مند مرد یا عورت آجاتے تو منع نہ کرتے مگر زیادہ بیٹھنے نہ دیتے۔ اس کے کام کا جواب دے کر روانہ کر دیتے۔ اکثر شہر کی عورتیں حضرت صاحب کی زیارت کے لئے اور اپنی دینی و دنیاوی حاجات براری کے لئے رات کو اس وقت آتی تھیں اور اپنا مقصد حاصل کر کے چلی جاتی تھیں۔ جب رات کا نصف پہر گزر جاتا مائی عزت جو آپ کی پرستار تھی چراغ اور کوئی حجرہ میں لاتی۔ کھانے کے بعد بہت سے شائقین دیدار حاضر ہوتے اور حلقہ باندھ کر حجرہ میں بیٹھ جاتے اور خود بدولت مصلیٰ پر لیٹ جاتے۔ چنانچہ شخص آپ کے جسم کی لمبائی کرتا۔ اس وقت اکثر حضرت صاحب زبانی مبارک سے فوائد فرماتے پھر وضو کر کے اپنے حجرہ میں ختم خواجگانِ چشت یاروں کے ساتھ بادام پر پڑھتے اور مسجد میں آجاتے اور فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر سنت و نوافل حجرہ میں جا کر پڑھتے مگر وتر تہجد کے وقت پڑھتے۔ پھر دوسرے اوراد پڑھ کر آنکھوں میں

سرمہ ڈال کر آدھی رات کے وقت اپنی چارپائی پر لیٹ جاتے اور سو جاتے۔ نمازِ عشرہ کے بعد کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔

جب سوپہر رات باقی رہتی تو تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور بارہ رکعت پڑھ کر تسبیح پر اور ادا معمولہ پڑھ کر ذکر جہر فرماتے۔ ابتدائے حال میں بلند آواز سے کرتے تھے۔ مگر آخری عمر میں خفیفہ آواز سے کرتے تھے۔ اس کے بعد مراقبہ میں بیٹھ جاتے جب ایک دو گھڑی رات باقی رہتی تو پھر چارپائی پر آرام فرماتے۔ سنت یہی ہے کہ ”التجربین النومین“ اکثر غلام اس وقت کے منتظر رہتے اور جا کر آپ کے جسم پر ماش کرتے۔ اس وقت کبھی کبھی خوش طبعی کی باتیں بھی کر لیتے۔ کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحبؒ کا مزاج شناس ہوتا۔ کہنا۔ جب صبح صادق ہوتی اٹھ کر وضو کرتے۔ اور فجر کی سنتیں اپنے مصلہ پر پڑھ کر ادا لے فرض کے لئے مسجد میں آ جاتے۔ تمام عمر بلکہ وصال کے وقت تک جبکہ ستر اسی سال سجادہٴ مشنخت پر بیٹھ چکے تھے اسی طرح عبادت کرتے رہے۔

رمضان شریف میں بھی تمام اوقات مذکورہ اسی طرح جاری رہتے۔ البتہ غم خواجگانِ چشت عصر کے وقت پڑھتے۔ اور نماز تراویح میں حافظ قرآن شریف ستائیس دن میں ختم کرتا۔ کاتبِ محروف نے بھی تین رمضان حضرت صاحبؒ کے ساتھ گزارے۔ افطار کے وقت دو روٹیاں آتیں۔ افطار کی ایک روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فقراء میں تقسیم فرماتے تاکہ افطار کر لیں۔ ایک روٹی رہ جاتی۔ اس میں سے نصف حضرت صاحبؒ کھا لیتے اور پانی کا پیالہ پی کر عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ پھر وقت مقررہ پر روٹی کھاتے اور اس آدھی روٹی میں سے مولوی قادر بخش کو بھی اپنے تبرک سے حصہ دیتے۔

سفر کے لئے اشراق سے فارغ ہو کر روانہ ہوتے۔ اور کبھی اشراق راستہ میں گھوڑے سے اتر کر پڑھتے اور پھر روانہ ہو جاتے۔ ایک رات پاکپٹن شریف میں فقیر کو حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف میں سونے کا اتفاق ہوا اور وہ اس طرح کہ میں نے اپنے کپڑے وجد کی حالت میں قوتاً لوں کوڑے دیئے تھے۔ اور میرے پاس

اور کپڑا نہ تھا۔ موسم سرما تھا۔ میاں خدابخش لائیکری کا بھائی میاں غلام رسول حضرت صاحب کے بنگلہ کے حجرہ میں سوتا تھا۔ اور بنگلہ کی چیزیں بھی اسی حجرہ میں ہوتی تھیں۔ اس نے مجھے کہا کہ تو میرے پاس بنگلہ شریف کے حجرہ میں سو جا۔ میری مراد برآئی۔ میں اس حجرہ میں جا کر سو گیا۔ اس رات حضرت صاحب کے اوقات دیکھے۔

آپ نے عشاء کے بعد بہت نوافل پڑھے، اور اد نصیریہ کی ترتیب پر جو ہماری خاندان میں رائج ہے۔ اس کے بعد شیخ پر وظائف کئے۔ پھر وہ اوراد پڑھے جو اس عربی رسالہ میں ہیں جو حضرت شیخ محمد کجراتی کی تصنیف ہے۔ حضرت شیخ محمدؒ حضرت شیخ عیسیٰ مدنی کے جد حقیقی و پیر ہیں۔ اس عربی رسالہ میں تقسیم اوقات ہے آپ نے اس کے مطابق پڑھ کر تمام وجود مبارک پر تین دفعہ دم کیا۔ پھر آنکھوں میں سرمہ ڈالا۔ اور سو گئے آپ نے جو اوراد سوتے وقت اپنے جسم پر ملے وہ یہ ہیں :- (۱) آیتہ الکرسی تا خالہ دن رہیں (۲) امن الرسول (۳) دس آیتیں سورہ کہف کے شروع سے (۴) اور پھر دس آیتیں سورہ کہف کے آخر سے۔ (۵) پھر ۳۳ مرتبہ کلمہ تجید۔ پھر ۳۳ دفعہ سبحان اللہ پھر ۳۳ دفعہ الحمد للہ۔ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر (۶) پھر الحمد للہ ایک بار۔ قل ھو اللہ ۳ بار۔ معوذتین ایک ایک دفعہ۔ یہ تمام اوراد پڑھ کر ہاتھ کی دونوں پھیلیوں پر دم کر کے تمام بدن پر ہاتھ ملے۔ پھر یہ دعا پڑھی:

بِسْمِ اللّٰہِ اَسَلْتُہٗ وَحَبْنِیْ اِلَیْہِ وَفَوَضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْہِ وَلَجَلْتُ زُہْرَیْ اِلَیْہِ
نَضْبَہٗ وَرِیْقَہٗ اِلَیْہِ لَا مَلْجَاَ اِلَّا اِلَیْہِ اَمْنٌ مِّمَّا بَالَدِیْ
اَنْزَلْتِیْ وَبِنِیْکِ الَّذِیْ اَرْسَلْتِیْ

لازم یہ ہے کہ نماز عشاء کے بعد فجر تک کسی سے بات نہ کرے۔ یعنی اس ورد کے بعد گزرات نہ کرے کہ اس کی تاثیر بہت ہے۔ فقیر کاتب الحروف کو بھی یہی ورد ہے۔

ذکر اقسام خوراک

آپ گندم کی روغنی روٹی کھاتے تھے۔ اور پہلے پہلے دنوں میں کبھی کبھی نف بھی

کھاتے تھے۔ بھیڑ بکری اور خرگوش کا گوشت بھی کھاتے تھے۔ آپ نے ہرن کا بھنا ہوا گوشت بھی کبھی کبھی کھایا ہے۔ گائے اور بکری کا دودھ بھی پیتے تھے۔ پلاؤ سے بھی ایک دونولے کھا لیتے تھے۔ ماش کی دال بھی کبھی کبھی کھا لیتے تھے۔ کھے۔ بیل۔ اونٹ اور بھیڑ کا گوشت بھی کبھی کبھی کھا لیتے تھے۔ پھلوں میں سے صرف انار دانہ، خربا، انگور ایک دردانے کھاتے تھے۔ اور خر بوزہ سے ایک دونولے لے لیتے تھے۔ مبنی میں سے توری۔ میتھی اور لونگ بھی کھا لیتے تھے۔

حضرت غوثِ زماناؒ کے وصال کا ذکر :

یہ کتاب الحروف ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ میں اُس قطبِ مدارِ عالم کی قدم بوسی کے لئے سنگھ شریف کی طرف روانہ ہوا۔ جب پاک پٹن کے دریا پر پہنچا تو کشتی کے انتظار میں تھوڑی دیر دریل کے کنارے پر بیٹھا۔ اس وقت ایک قوال میرے پاس سار بجا رہا تھا اور غزل پڑھ رہا تھا۔ اس فقیر کو بہت رقت ہوئی۔ اس وقت اچانک ایک شخص اختیارِ خاں نام سکنہ کی قتل و سنام جو اس فقیر کا پیر بھائی تھا آیا اور سلام علیک کہ کر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ تو میرا پیر بھائی ہے۔ میں نے کہا تو حضرت صاحبِ کامریدیہ کہنے لگا۔ ہاں میں نے اس سے معاف کیا۔ اس نے کہا میں بھی حضرت صاحبِ کی زیارت کے لئے سنگھ شریف کی طرف جا رہا ہوں۔ الحمد للہ آپ کی خوب رفاقت حاصل ہوئی۔ میں نے کہا رہا بہر حال پہلے پاکستان شریف میں حضرت گنج شکر کے عرس مبارک پر پہنچے اور تقریباً دس روز وہاں رہے۔ عرس سے فارغ ہو کر ۷ ماہ محرم سن مذکور کو وہاں سے سنگھ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلے ہمارے شریف میں تاجِ نورد پہنچے اور حضرت قبلہ عالم اور ان کی اولاد کی زیارت کی۔ اس کے بعد ملتان کے راستہ سے سنگھ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

اختیارِ خاں میرے ساتھ ساتھی تھا وہ مردِ صالح تھا اور اہلِ مجاہدہ میں سے تھا

وہ ذاکر شاغل صاحب نفس و سیف زباں تھا۔ یہ فقیر گھوڑے پر سوار تھا اور وہ پیادہ پاسیوں کی طرح ڈھالی تلوار باندھ کر میرے ساتھ چلتا تھا۔ ہم کبھی بیس کوس اور کبھی اٹھارہ کوس منزل کر لیتے تھے۔ جب رات آتی تو وہ آدھی رات کے بعد اٹھتا اور نماز تہجد کے بعد ذکر جہر اور کئی قسم کے اذکار و افکار میں فجر تک مشغول رہتا۔ پھر میرے ساتھ راہ لیتا۔ سیف زبانی ان کی ایسی تھی کہ ایک دن ہم کالیاشاہ کے پتن پر دریا کے کنارے پہنچے اور کشتی پر بیٹھے۔ انگریز سرکار کے محصل نے ہم سے کشتی کا محصول ایک ایک پیسہ لیا۔ اختیار خان سے پہلے دو پیسے لئے تھے مگر جب اسے خبر ہوئی کہ مجھ سے دو پیسے اور دوسروں سے ایک ایک پیسہ لیں تو اس نے کہا اے داروغہ مجھ سے دو پیسے کیوں لئے میرا ایک پیسہ واپس دے۔ جب اس نے نہ دیا۔ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا کہ اچھا پیسہ نہ دے۔ تجھے خالص پیر کے، جو گنجشکر کے خلفائیں سے ہیں، سر پر جوتے لگیں گے دو ساعت نہ گزری تھی کہ انگریزوں کے پائی آگئے اور اُسے جوتے مارنے لگے۔

جب ہم قریہ عبدالرحمن میں پہنچے جو تونہ شریف سے دد کوس جنوب کی طرف ہے تو ہم پیر محمد شاہ بہادر سید عبدالرحمن مذکور، جو حضرت غوث الاعظم محبوب جانی شیخ عبدالجیلانیؒ کی اولاد سے ہیں، کے پاس ٹھہرے۔ جب دن چڑھا نماز فجر کے بعد سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں اختیار خان نے مجھے کہا کہ پیر جی آج رات غیب خواب دیکھا ہے، اس کی تعبیر کیا ہے۔ میں نے کہا کیا دیکھا ہے۔ اس نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ دریا پر ایک جنازہ رکھا ہے اور ایک شخص منادی کر رہا ہے کہ یا رود دریا خشک ہو رہا ہے جو کوئی دریا سے خواہش رکھتا ہے اور فیض حاصل کرنا چاہتا ہے وہ لے لے اتنے میں دریا خشک ہونا شروع ہو گیا یہاں تک کہ تمام خشک ہو گیا۔ جب میں نے اس کا یہ خواب سنا، حیران رہ گیا اور اپنے دل میں اس کی تعبیر سے فکر مند ہوا کہ یہ اولیا، اللہ فیض کا دریا ہیں۔ خدا خیر کرے کہ کیا حال ہو۔

ہم ۲۱ محرم ۱۲۶۷ھ کو تونہ شریف پہنچے۔ اور اُس قطب مدار عالم کی قدیم سی کی تو حضرت صاحب کو صحیح سالم اور تندرست دیکھا۔ اختیار خان چھ دن وہاں

رہا اور پھر اپنے وطن روانہ ہو گیا۔ یہ فقیر آپ کی خدمت شریف میں رہا اور ہر روز حالِ باکمال کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔ البتہ اس دن سے لے کر یومِ وصال تک آپ کی زبان سے ایک شعر روزِ سنّا تھا کہ ہر وقت نشست و برخاست کے وقت بلکہ اگر پاخانہ سے باہر آتے تھے تب بھی یہ شعر پڑھتے تھے :

اُمّہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال صورتِ طلا شد

اور دوسرا شعر یہ ہے :

خورشیدِ نظر جو کہ در بنگ فی الحال چو لعلِ بے بہا شد

مگر حضرت صاحبِ پہلا شعر پڑھتے تھے۔ لوگ حیران تھے کہ اس شعر کے پڑھنے میں کیا حکمت ہے۔ اندیشہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

اگر گیتی سراسر بادِ گِرد چراغِ مقلالِ ہرگز نمیرد

ماہِ صفر کے آغاز کا ذکر ہے کہ حضرت صاحبِ بنگلہ شریف کے چوتھے روز نمازِ مغرب کے ارادہ سے تشریف فرما تھے اور کسی نے کہا کہ یہ ماہِ صفر شروع ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت صاحب نے فرمایا: "خدا خیر کرے"۔ اس کے بعد حضرت صاحب کو زکام شروع ہو گیا۔ دوسرے دن بھی بدستور سابق وظائف و مشغولی کے بعد عام کچہری کی۔ تیسرے دن زکام زیادہ ہو گیا۔ مگر اس دن بھی کچہری کی چوتھے روز مرض زکام زیادہ ہو گیا۔ پانچویں روز اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔ حکیموں نے ہر چند روغنِ بادام کی مالش کی اور سر پر ادویہ ملیں۔ مگر مرض زیادہ ہو گیا۔ جب چھ صفر گزر گیا اور ساتویں آگئی تو حضرت صاحب کامرمن اور زیادہ ہو گیا۔ نمازِ عشاء لپٹے حجرہ شریف میں بیٹھ کر جماعت کے ساتھ ادا کی۔ ان ایامِ مرض میں بھی مقررہ اوراد و وظائف ادا فرماتے رہے ایک وظیفہ بھی قضا نہ ہوا۔ پس ساتویں رات نمازِ عشاء کے بعد کٹہرہ میں کھڑے ہو کر مقررہ وظائف پڑھے۔ پھر مشغولی باطنی میں بھی مشغول ہوئے۔ اس فقیر نے نمازِ عشاء حضرت صاحب کے ساتھ حجرہ شریف میں پڑھی اور پھر حضرت صاحب کے کٹہرہ کے نیچے جنوب کی طرف بیٹھ گیا اور صاحبزادہ میاں نظام الدینؒ فرزند حضرت میاں کالے صاحبؒ

نبیرہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی بھی میرے پاس بیٹھے تھے۔ اور صاحبزادہ اللہ بخش بھی حضرت صاحبؒ کی چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھے تھے۔ دوسرے چند لوگ بھی حاضر تھے۔ حضرت صاحبؒ پر حالت نزاع وارد ہوئی اور شغل پاس انفاس زور سے شروع ہوا۔ چنانچہ اس شغل کی ایسی صورت بندھی کہ ہر شخص سُن رہا تھا کہ ذکر جاری ہے۔ اس اثناء میں صاحبزادہ صاحب نظام الدین موصوف نے اس فقیر سے پوچھا کہ میاں نجم الدین میری سلسلہ قادریہ میں اپنے والد صاحب سے بیعت ہے اور میرے والد صاحب بھی حضرت صاحبؒ سے مستفیض ہیں۔ میں حضرت صاحبؒ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں کیا جائز ہے؟ یا نہیں، میں نے کہا مبارک ہے بیعت کریں۔ پس انہوں نے اُس وقت حضرت صاحبؒ سے بیعت کی۔ حضرت صاحبؒ نے انہیں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا وظیفہ عطا فرمایا۔ نیز اُن کے ساتھ اس عاجز کو بھی یہی وظیفہ پڑھنے کے متعلق فرمایا:

محمد اکرم خادم خاص نے عرض کی کہ خالقہ قبلہ عالم پر ایک آدمی کو آپ کی شفا کی دُعا کے لئے بھیجا ہے۔ فرمایا تیرے آدمی سے میرا آدمی پہلے پہنچ گیا ہے۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؒ نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ واللہ اعلم کس بزرگ کو سلام کرتے تھے۔ جب تہجد کا وقت آیا تو خوفتہ و غلطیدہ نماز تہجد اشارے سے ادا کی۔ پھر بیٹھ گئے اور تسبیح کیسے سے باہر نکالی اور وظائف معمول پڑھے۔

وظائف سے فارغ ہو کر صاحبزادہ اللہ بخش کی طرف دیکھا اور فرمایا تو کون ہے؟ انہوں نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ میاں صالح محمد صاحب نے جو آپ کے سر ملنے کھڑے تھے عرض کی کہ قبلہ یہ آپ کے صاحبزادہ گل محمد صاحب کا بیٹا اللہ بخش ہے۔ توجہ کا وقت ہے اس لیے پوتے پر کمر فرمائیں۔ اس وقت میاں صاحب اللہ بخش صاحب جی نے عرض کیا "بابو میں آپ سے کوئی اور چیز نہیں مانگتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے درویشوں کے جوتے سیدھے کرتا رہوں۔" حضرت صاحبؒ یہ معقول عرض سُن کر بہت خوش ہوئے اس کے جواب میں اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "وَنِعْمَتْ رِقِيْهُ مِنْ رُوحِيْ"

یہ حضرت صاحب کا آخری کلام تھا۔ پھر لیٹ گئے اور شعلِ پاسِ انفس میں مشغول ہو گئے۔
دو تین گھڑی رات رہتی تھی کہ جانِ جانِ آفرین کے سپرد کر دی **وَاتَا إِلَیْهِ رَاجِعُونَ**۔
منقول ہے کہ مولوی نصیر الدین جو عالم و فقیہ تھے مگر ذوقِ درویشی سے محروم تھے۔
وہ بھی حضرت صاحب کے وصال کے وقت چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھ تھے۔ جب
حضرت صاحب کا ایسا بہترین خاتمہ دیکھا کہ ہر رگِ مبارک سے ذکرِ حق جاری تھا تو بہت حیران
ہوئے کہنے لگے کہ ایسا خاتمہ کسی کا نہیں دیکھا۔ تعجب ہے کہ سرود بھی سُنتے تھے مگر خاتمہ
ایسا ہوا۔ جب دن چڑھا تو لکڑی کے صندوق کی تیاری کی گئی جو جمع تک تیار ہو گیا۔
ایک بہرِ دن چڑھ آیا تھا۔ جمہرات کا دن تھا اور صفر کی تاریخ۔ حضرت صاحب کو ان
کے حجرہ میں غسل دیا گیا۔ فقیر بھی غسل کے وقت حجرہ میں حاضر تھا غسل کے بعد کفن پہنایا
گیا۔ پھر چارپائی پر حضرت صاحب کو سلا کر منگہ شریف کے باہر صحن میں اس چارپائی کو
رکھا گیا۔ اس کے بعد تونہ شریف کے شمالی صحر کی طرف نمازِ جنازہ کے لئے لے گئے۔
جنازہ پر اس قدر مخلوق حاضر تھی کہ شمار میں نہ آ سکتی تھی۔ واللہ اعلم ملائک تھے یا عالم
غیب سے تھے جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے اور ابھی جنازہ وہیں رکھا ہوا تھا کہ غراسانی
لوگ افغانستان سے پہنچ گئے۔ جب جنازہ دیکھا تو پوچھا کہ کس کا جنازہ ہے؟ کہا کہ حضرت
صاحب کا ہے۔ ان غراسانیوں میں سے ایک شخص جو بہت مشاق تھا، اس نے رونا شروع
کر دیا اور کہنے لگا ہائے افسوس میں اتنی دُور سے مرید ہونے کے لئے آیا تھا اس نعمت
سے محروم رہ گیا؟ اتنا رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر کچھ دیر بعد سراٹھایا اور کہنے لگا اللہ
میری مراد حاصل ہو گئی۔ حضرت صاحب نے اس وقت مجھے بیعت کر لیا ہے اور وظیفہ بھی
تلفیق کر لیا ہے۔ پھر جنازہ اٹھا کر منگہ شریف کے صحن میں لے آئے اور وہاں رکھ دیا۔
مولوی دیدار بخش پاکپتی میرے سلسلے بیان کرتے تھے کہ ایک کامل صاحب کشف
بزرگ نے بتلایا کہ جب حضرت صاحب کا جنازہ اٹھا کر صحر میں لے جا رہے تھے تو تمام
انبیاء کرام کی ارواح نیز صحابہ کرام اور مشائخ کی ارواح کو میں نے دیکھا کہ جنازہ کے ہمراہ تھیں۔
ان میں سے حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور سلطان المشائخ محبوب الہی

نظام الدین اولیاءؒ دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے جنازہ کے ساتھ بعد ارمان غمزدہ جا رہے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے تھے کہ آج ہمارے خاندانِ چشت کی رونق چلی گئی۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ اس کے چلے جانے سے خاندانِ قادریہ کی رونق بھی چلی گئی۔ کیونکہ یہ ہم میں سے بھی تو تھے۔ جب صندوق تیار ہو گیا تو حضرت صاحبؒ کو اس میں لٹا دیا گیا۔ نمازِ مغرب کے بعد ایک دو گھنٹی رات گزری تھی کہ حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف میں جہاں مشغول فرماتے تھے، جمعہ کی رات ماہِ صفر کی آٹھویں شب دفن کر دیا گیا۔ یہ فقیر دفن کے وقت بھی حاضر تھا۔

مولوی دلدار بخش صاحب اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میرے سامنے ایک حیدر بزرگِ کامل صاحبِ کشف نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ کو قبر میں دفن کیا تو حضرت صاحبؒ کے سر مبارک کو حضرت آدم علیہ السلام نے پکڑا ہوا تھا۔ مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑی ہوئی تھی اور پاؤں کی طرف حضرت صدیق اکبرؓ اور تینوں دوسرے صحابہ کرامؓ نے پکڑ کر قبر میں اتارا تھا۔

عمر :

حضرت صاحبؒ کی عمر مبارک چوراسی سال تھی آپ کا وصال، صفر جمعرات کی رات دو گھنٹی رات باقی تھی کہ ہوا۔

دفن :

آپ کی تدفین آٹھویں صفر کی رات جو جمعہ کی رات تھی ہوئی۔

قبر شریف :

آپ کا مزار مبارک تو نہ شریف میں اُسی بنگلہ شریف میں بنا جو آپ کی عبادت گاہ تھی۔ تو نہ شریف ملک سنگھڑ میں ہے اور ملتان سے چالیس کو س کئے فاصلہ پر مغرب کی طرف ہے۔

مولوی محمد حسین صاحبِ شاہی نے آپ کی تاریخ وصال کہی ہے :
نواجہ ما آن امام المسلمین مشہر سیلماں رحمۃ اللعالمین

ہفتم ماہِ صفر روزِ خمیس
روہ کے اولیا گرد آمدند
جاں بجا ناں داد نفسِ نفیس
ز اں میاں نالہ کنان باہوئے ہائے
بر سالِ نقل اور ای زدند
اے دریغائے دریغائے
روح مولانا رومیؒ گفت ہائے
گشت پہناں آفتابے زیرِ میخ

اس مثنوی کے شعر میں "زیرِ میخ" سے تاریخِ وصال نکلتی ہے۔

(۲) مولوی حسین علی صاحب سکھ فتح پور نے دوسری تاریخ بھی ہے :

سیماں زمانِ رحلت چو فرمود
یکایک درجاں خلعتِ بیقرود
پے سالِ وصال با تفتِ غیب
بگفت ادا آفتابِ چشتیاں بود

(۳) ایک اور شخص محمد یار خولجہ نے جسے آپ ابو الوفا فرمایا کرتے تھے حضرت صاحبؒ کی تاریخِ وصال "غربا نواز" سے نکالی ہے۔

(۴) مولوی عبداللہ دین صاحب مفتی دہلی نے بھی حضرت صاحبؒ کی تاریخِ ہائے وصال

نکالی ہیں :-

شہِ سلیمان آں حبیبِ کبریا
ذاتِ پاکش آفتابِ چشتیاں
غوثِ قطب ماسوئے شیخِ المدا
از سوی او سوئے اعلیٰ العلا
عشریاں از بہر استقبال او
از زہش بردند و لب بردح تا
بالمشاذ ہر یکے تاریخِ وصل
فتح باب از نفتِ رویِ شہنشاہ
از جنابِ کبریا کرد انتخاب
رحمۃ اللعالمین قطبِ انوری

(۲)

چوں آفتابِ چشت دم طارم یقین
شیخِ اشیرخ تاجور ملک معرفت
قطب مدارِ رونقِ بزمِ مقربین
غوثِ زمانِ ختمِ برودِ روئے
یعنی جنابِ خواجہ سلیمان کہ اسم او
مفتاحِ قفلِ بابِ تمنائے آن ایں

شہ محو ذات برنگے کہ اندر
کردم سوال سال و سال ز چرخ گفت

نعت بقا معنوں وصف قبا میں
محبوب ذات حق شدہ تاریخ شیخ دی

(۳)

چوں غوثِ دقت قطبِ دیں چو مود
بغزم چوں بے چونی گزیدن،
دلم از قدسیاں پر سید تاریخ
بلغفتند از سر کلک قضا صاف

سلیمان حقیقت بلکہ داؤد
ازیں سوئے مصوبہ نقل فرمود
کہ ہستم در خیالِ سینہ پر دود
نوشہ شدہ ہوید اذاتِ حق بود

(۴)

آں امامِ اولیا عالی جناب
پیشوائے خلقِ غوثِ جن و انس
چوں بجاناں داد نقد جانِ خود
فکر تاریخش نمودم گفت دل

شہ سلیمان بہر مرشدِ شتاب
رحمتِ عالم ز اسمش فتح باب
من شدم ایک یتیم و بس خراب
جائے فکرِ غیت اے حسرتِ تاب

محو ذاتِ حق نمودندش خطاب
از سر دانش دبیرانِ قصا

جان میں کہ حضرت صاحب کی عمر کے بلے میں بہارے پیر بھائیوں کے گردہ
میں بہت اختلاف تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ حضرت صاحب کی عمر اندازاً ایک سو برس تھی۔ کوئی
دو سال کم یا سو سال سے زیادہ بتاتا تھا اور کوئی پچانوے (۹۵) برس۔ اور ہر کوئی اپنے
خیال و قیاس کے حق میں دلیل بھی لاتا تھا۔ مگر اس سال کہ ۱۸۳۳ء ہے۔ فقیر حضرت محمدی
وسیدی و مولائی جناب خواجہ اللہ بخش صاحب سجادہ و نبیرہ حقیقی حضرت صاحب قبلہ
کے ساتھ حضرت خواجہ بزرگ (حضرت خواجہ معین الدین چشتی) کی زیارت سے شرف اندوز
ہو کر شکر شریف میں آیا اور حضرت صاحب کی مزار شریف کی زیارت سے شرف ہوا۔ فقیر
کو مطابق اس شرف

در دل من نگزد غیب تو بیچ
یا توئی یا غوی تو یا بوی تو

ہر وقت حضرت صاحب کا خیال اور تصور رہتا تھا۔ اور حضرت صاحب کے ذکر کے سوا کوئی اور ذکر بے کار نظر آتا تھا۔ چنانچہ میں نے اُن دنوں حضرت صاحب کے بن ولادت عمر اور سال کے بارے میں بہت کوشش کی اور اجتہادِ بلیغ کیا۔ ان دنوں میں نے رسالہ اسماء والابراہیم دیکھا جو نواب نظام الملک غازی الدین خان بہادر کی تصنیف تھا۔ نواب صاحب حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدین کے صحبت یافتہ با اعتماد مریدوں میں سے تھے۔ اور قبیلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کی صحبتِ اکثر خاصیت سے بھی بہت فیض حاصل کیا ہوا تھا۔ بلکہ صاحب ارشاد صاحب ذوق و شوق تھے۔ نیز علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ان کی تصانیف نثر و نظم میں بے شمار ہیں۔ اس رسالہ میں انہوں نے اپنے زمانہ کے ادیب و مشائخ کا ذکر کیلئے اور ہمارے حضرت صاحب کا ذکر بھی لکھا ہے۔ چنانچہ دیاں یہ عبارت درج ہے:

”محمد سلیمان جو چھوٹی عمر ہی میں مرتبہ عشق و محبت پر پہنچ گئے اس وقت بائیس سال کے ہیں۔ اور وہ جملہ ادیب اسے ہیں۔“

اس عبارت سے بہت سے عقدے حل ہوئے اور حضرت صاحب کا سن ولادت اور عمر بھی معلوم ہوئی۔ رسالہ مذکور شہادہ میں تصنیف ہوا تھا۔ اس میں مولانا نور محمد صاحب نادر دہلوی کے ذکر کی عبارت سے بھی صریحاً پتہ چلتا ہے۔ اُن کے ذکر میں لکھا ہے کہ اُن کی رحلت سالِ گزشتہ ہوئی جب ان کا سن وصال تحقیق کیا تو ۱۲۰۲ھ معلوم ہوا یعنی حضرت قبلہ عالم کے وصال سے قبل جبکہ ان کا وصال شہادہ میں ہوا جیسا کہ ”حیف و اویلا جہاں بے نور گشت“ میں ان کی تاریخ وصال موجود ہے۔ اُن کی رحلت سن مذکور میں ایک سال پہلے ہوئی تھی۔ اگر رسالہ مذکور کی تصنیف کے وقت قبلہ عالم قید حیات میں تھے تو بھی اُن دنوں کے قریب قریب وصال ہوا۔ نیز قبلہ عالم کا وصال حضرت مولانا صاحب کے وصال کے چھ سال بعد ہوا تھا۔ حضرت مولانا صاحب ۱۲۹۹ھ میں ہوئے اور قبلہ عالم کا وصال ۱۲۸۷ھ میں۔ جب ان تمام تاریخوں کو تطبیق دی اور حساب کیا تو حضرت صاحب کی عمر چوراسی سال بنی۔

رسالہ مذکور سے سند لینے سے قطع نظر حضرت صاحبؒ کی عمر کے بارہ میں دیگر
دلائل بھی مذکورہ سنوں کے مطابق ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ مشفق و مکرّمی جناب مولوی
محمد حسین صاحب پشاور جی کہ جو حضرت صاحبؒ کے متدین غلاموں میں سے ہیں اور مدت
تک احقر نے اور انہوں نے حضرت صاحبؒ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے، فرماتے
تھے کہ ایک دن کسی شخص نے حضرت صاحبؒ سے پوچھا کہ کیا حضرت جس وقت آپ دہلی
شریف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے اُس وقت آپ
کی عمر کیا تھی۔ فرمایا پندرہ یا سولہ سال۔ نیز حضرت صاحبؒ کے ملفوظ میں حافظ احمد یار
پاکپٹی نے جو حضرت صاحبؒ کے یارانِ قدیم اور میدانِ با اعتقاد سے تھا، لکھا ہے
کہ جس وقت حضرت صاحبؒ دہلی شریف حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے
تھے تو ان کی عمر پندرہ یا سولہ سال تھی پس اس قیاس سے حضرت صاحبؒ کی عمر چوراسی
سال ہونی چاہیے۔ لہذا حضرت صاحبؒ کا کلام مذکور نواب صاحبؒ کے کلام کی صحت
پر دلالت کرتا ہے کہ جب حضرت صاحبؒ ۱۱۹۹ھ میں جو حضرت مولانا صاحبؒ کا
سن وصال ہے اور نیز حضرت صاحبؒ کے دہلی شریف کی طرف جانے کا سال ہے پندرہ
سال کے تھے تو پس ۱۲۵۰ھ میں کہ حضرت قبلہ عالمؒ کا سن وصال ہے اور رسالہ مذکور
کا سن تصنیف بھی ہے، آپ ضرور بائیس سال کے ہونگے پس حضرت صاحبؒ کی عمر کے
بارہ میں اس فقیر کو کوئی شک نہ رہا۔ ضرور حضرت صاحبؒ کی عمر چوراسی سال ہوگی۔
اس عمر کے سن سے حضرت صاحبؒ کا سن ولادت بھی معلوم ہوا کہ ۱۱۸۳ھ میں
پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ نیز اسی قیاس سے معلوم ہوا کہ اپنے پیرو مرشد
سے بیعت ہونے کے وقت حضرت صاحبؒ پندرہ سال کے تھے۔ اس لئے کہ بیعت
کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اپنے پیر کے حکم سے دہلی کی طرف گئے تھے۔ نیز اس سے
معلوم ہوا کہ قبلہ عالمؒ کے وصال کے وقت حضرت صاحبؒ بائیس سال کے تھے نیز
حضرت صاحبؒ کی مسجد میں عہد کے وقت ۱۶ محرم ۱۸۸۳ھ کو فقیر بیٹھا تھا اور میرا
عبداللہ کھوکھر جو حضرت صاحبؒ کے غلاموں میں سے ہے۔ اور مولوی رحمت اللہ

سکنہ ڈیرہ غازی خان اور مولوی محمد عمر سوکڑی دیگر بھی بیٹھے تھے۔ حضرت صاحبؒ کی عمر کا ذکر چل نکلا عبداللہ کھوکھر نے کہا کہ ایک دن حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ قبلہ آپ کی عمر سو سال کی ہوگی۔ فرمایا نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ تو نے (۹۰) سال کی ہوگی۔ فرمایا نہیں البتہ اسی (۸۰) سے تو زیادہ ہے۔ نیز مولوی محمد عمر مذکور فرماتے تھے میرے والدین محمد تام جو حضرت صاحبؒ کے مرید تھے اور حضرت صاحبؒ سے عمر میں بڑے تھے کہتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ سے بیعت کے بعد سفر دہلی سے واپس آکر اپنے وطن کی طرف جو کوہ درگ میں ہے اور تو نہ شریف سے تیس سو سب مغرب کی طرف ہے تشرف لینے جا رہے تھے۔ دوران سفر جب سوکڑ گاؤں میں پہنچے تو میں آ رہا تھا۔ اس وقت حضرت صاحبؒ بغیر ریش کے تھے۔ ابھی داڑھی اور مونچھ کے بال نہیں آئے تھے۔ پس اس سے قیاس لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت ضرور پندرہ (۱۵) سال کے ہوں گے۔ نیز بارہا حضرت صاحبؒ کی زبان مبارک سے ہم نے سنا ہے کہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کی صحبت ظاہری پچھ سال یا کم حاصل ہوئی ہے، چنانچہ حضرت صاحبؒ کے ملفوظات میں جو مولوی امام بخش نے جمع کئے ہیں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے پس حضرت صاحبؒ کا یہ قول بھی نواب صاحبؒ مذکور کی تائید میں ہے کہ اس وقت بائیس (۲۵) سال کے تھے۔ اس لئے کہ آپ کی بیعت ۱۹۹۹ھ میں ہوئی اور حضرت قبلہ عالمؒ کا وصال ۱۲۰۵ھ میں ہوا۔ پس قبلہ عالمؒ حضرت صاحبؒ کو بیعت کرنے کے پچھ سال بعد وصال فرم گئے چنانچہ اقوال مذکور اور قیاس مذکور سے جانتا چاہیے کہ حضرت صاحبؒ کا سن ولادت ۱۸۷۵ھ ہے۔ اور بیعت و دہلی کی طرف جانے کا سن ۱۹۹۹ھ ہے۔ اور بیعت کے وقت سولہ سال کے تھے۔ اور اپنے پیر کے وصال کے وقت بائیس (۲۵) سال کے تھے پس حضرت صاحبؒ کی عمر چوداسی (۸۴) سال تھی اور حضرت صاحبؒ کی ولادت ۱۲۶۷ھ میں سات صفر جمعرات کے دن ہوئی۔ چنانچہ یہ تمام تاریخیں اس نظم میں کہی گئی ہیں:-

سید الکین
جس نے
سنا کہ
انکے
تحریر
کے
میں

دردا کہ غوث اعظم را ہی سوچاں شد
 از سال انتقالش یافت مرا بگفته
 سال ولادت آن را از من اگر پرسی
 لفظ حبیب اللہ ہے ہائے عمرا دال
 تاریخ بیعت او ہم رفتش بد ہے
 وقت وصال مرشد بست دو سالہ بود
 از ہجر او دو عالم پر شور و پرفغان شد
 محبوب ذات حق بود اندر زین نہاں شد
 گر ہائے دور سازی خورشید در جہاں شد
 من کرد ام شماری ہشتاد و چار اں شد
 خورشید در جہانی مے خواں درین عیاں شد
 از نجم الدین عاصی در نظم این بیاں شد

ذکر عیال و اطفال حضرت غوث زماں خواجہ شاہ محمد سلیمان

حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد حضرت صاحب غوث زماں نے اپنے
 وطن و مولد کوہ درگ میں اپنے گاؤں میں استقامت اختیار کر لی اور طالبانِ خدا
 کو اس جگہ بھی راہِ خدا کی ہدایت کرنے لگے۔ آپ کی والدہ صاحبہ محترمہ نے چاہا کہ
 آپ شادی کر لیں اس لئے انہوں نے عمر خاں جعفر کو آمادہ کیا کہ وہ اپنی لڑکی حضرت
 صاحبہ کے عقد میں دے دے۔ اس نے اسے سعادتِ دارین سمجھ کر اہرِ آخرت
 کا وسیلہ جان کر اپنی لڑکی حضرت صاحبہ کے عقد میں دے دی۔ آپ کی زوجہ
 محترمہ کا نام بی بی صاحبہ بنت عمر خاں بن احمد خاں بن دلی خاں جعفر ربانی تھا۔
 دلی خاں جعفر ربانی حضرت صاحبہ کے جد بھی تھے۔ اور بی بی صاحبہ کی والدہ
 کا نام نجات دہی بی بی ہے جو عمر خاں مذکور کی زوجہ تھیں۔ بی بی صاحبہ مرحومہ کی وفات
 جمادی الاول ۱۲۶۸ھ میں حضرت صاحب غوث زماں کے وصال کے بعد ہوئی۔
 ان کی قبر قبرستان کی حویلی میں ان کے بیٹے جناب گل محمد صاحب مرحوم اور درویش محمد
 صاحب مرحوم کے مزار کے قریب ہے۔ ان کی عمر ۸۰ سال تھی کہتے ہیں کہ بی بی صاحبہ
 مرحومہ اپنے شوہر نامدار جناب حضرت صاحبہ سے مرید تھیں۔ اور قرآن شریف کی تلاوت

دلائل الخیرات، تہجد، اشراق، چاشت اور دیگر تمام اوراد اور ذکر جہر و پاس انگاس اور وقت قلبی خصوصاً ذکر "یا ہویا میحی" میں سرگرم و مشغول رہتی تھیں۔ آپ صالحاتِ وقت سے تھیں اور اندرون خانہ انہوں نے عورتوں کے لئے منگ بھی جاری کیا ہوا تھا۔ کہ صد ہا عورتوں کو روٹی کھلاتی تھیں اور بی بی ناظمہ کو اس اندرونی لشکر پر لانگری مقرر کیا ہوا تھا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبِ غار فجر کی مشغولی اور نماز اشراق کے بعد جب گھر میں روٹی کھانے کے لئے تشریف لے گئے تو ان کا راستہ چونکہ منگر کے اندر سے تھا اس لئے دیکھا کہ منگر سرد ہے اور منگر میں آگ نہیں جل رہی حضرت صاحب نے اپنے لانگری خداجش کو بلا کر پوچھا کہ آج فقرا کے لئے منگر میں روٹی کیوں نہیں پکا رہے کہنے لگا بقال نے جواب دے دیا ہے کہ میرا قرض آپ پر بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ جب سابقہ قرض ادا کریں گے تو پھر اور غلہ دوں گا۔ حضرت صاحب اندرون خانہ گئے۔ جب حضرت مائی صاحبہ زوہر آں غوثِ زمان نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا آج میں کھانا نہیں کھاؤں گا، میرے فقیر بھوکے ہیں۔ میں کس طرح روٹی کھاؤں۔ بقال نے غلہ نہیں دیا۔ کہتا ہے کہ جب سابقہ قرض ادا ہو گا تب غلہ دوں گا۔ حضرت مائی صاحبہ نے تمام زیور جو ان کے پاس تھا، حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر نذر کر دیا۔ اور فرمایا اسے اپنے فقرا کے منگر میں خرچ کریں۔ حضرت صاحب خوش ہوئے اور کھانا کھا لیا۔ اور وہ زیور لا کر خداجش لانگری کو دیا اور اُسی دن منگر بھی جاری ہو گیا۔ پھر حضرت صاحب نے آیا نام بقال کو جو منگر کا مودی تھا، طلب کیا اور فرمایا کہ تو فقرا کے منگر کے لئے غلہ کیوں نہیں دیتا۔ اس نے عرض کیا جناب میرا قرض زیادہ ہو گیا ہے پہلے وہ ادا کریں پھر آگے قرض دوں گا۔ فرمایا حق تعالیٰ تمہارا تمام قرض ادا کر دینا تو خوش دلی سے غلہ دیتا رہ۔ اس نے کہا خود آپ کے پاس کوئی جائیداد ہے کہ اس امید پر آپ کو قرض دیتا رہوں۔ اس وقت آپ کے پاس صرف ایک کلاہ، بدن پر

کرتا، پاؤں میں جوتے اور بیٹھنے کے لئے کھجور کی چٹائی یا بوریا ہے۔ اور کیا ترکہ ہے کہ جس پر بھر دسہ کرتے ہوئے قرض دیتا رہوں۔ حضرت صاحب کو بقال کے اس کلام پر جوش آگیا۔ بوریا اٹھا کر فرمایا کہ ہاں لے لو جو تمہارا قرض ہے۔ البتہ میرے پاس صرف یہی بوریا بطور ترکہ کے ہے۔ اس بقال نے اس بوریا کے مصلے کے نیچے نظر ڈالی تو دیکھا کہ روپوں اور اشرفیوں کی ہر بہہ رہی ہے۔ یہ دیکھ کر اُسے یقین آگیا۔ اُس دن کے بعد پھر کبھی غلہ دینے پر اعتراض نہ کیا۔ الغرض اُس مائی صاحبہ عفیفہ کو حق تعالیٰ نے یہ حوصلہ دیا تھا کہ حضرت صاحب کے فقر پر اپنا تمام زیور قربان کر دیا تھا۔ اس زمانہ میں عورتوں میں ایسا باہمت کام کم نظر آتا ہے۔ یہ سب حضرت صاحب کی صحبت کا اثر تھا۔

حضرت صاحب کی اس مائی صاحبہ کے علاوہ اور بیویاں بھی تھیں کہ اُن سے نکاح ثانی کیا تھا یعنی وہ بیبیاں کنواری نہیں تھیں بلکہ بیوہ تھیں۔ البتہ حضرت صاحب کی اولاد صرف مائی صاحبہ کے علاوہ کسی اور بیوی سے نہ تھی۔ اس پاکدامن خاتون کے بطن سے حضرت صاحب کے تین بیٹے تھے اور ایک لڑکی۔ سب سے بڑے لڑکے حضرت گل محمد صاحب تھے۔ دوسرے جناب درویش محمد صاحب۔ تیسرے حضرت عبداللہ صاحب معصوم۔ اور بعض کہتے ہیں کہ چوتھا لڑکا بھی ہوا تھا جو بچپن میں فوت ہو گیا تھا کہ اس کا نام احمد تھا۔ چنانچہ ہر ایک کا ذکر آگے لکھا جائے گا۔ حضرت صاحب کی بیٹی کا نام بی بی آمنہ صاحبہ تھا، ان کی شادی عبدالرحمن بن ابراہیم خاں صاحب سے ہوئی۔ جو حضرت صاحب کے بھانجے تھے یعنی یہ عبدالرحمن جو حضرت صاحب کا داماد تھا، بی بی مائی جو حضرت صاحب کی خواہر حقیقی تھیں، کا لڑکا تھا اور بی بی آمنہ صاحبہ کے بطن سے عبدالرحمن صاحب کے دو بیٹے ہوئے۔ بڑے میاں قادر بخش صاحب اور چھوٹے نیر بخش صاحب۔ حق تعالیٰ اہلے حضرت صاحب کی آل و اولاد کو مقام اعلیٰ اور رتبہ ارفع تک پہنچائے اور اپنے احسان و کرم سے دارین میں معزز کرے۔ آمین ثم آمین۔

زبدۂ ابرار، قدوہِ انبیاء، سوختہ در عشقِ الہی، عارفِ بحرفتِ کبریائی
قدوۃ الٰت الیکین و اسوۃ الواصلین

حضرت خواجہ گل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحب حضرت غوثِ زمانؒ کے سب سے بڑے فرزند تھے اور آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ روزِ شب ذکر و اشغال اور یادِ خدا میں مشغول اور عشقِ الہی میں سوختہ رہتے تھے۔ ذکرِ جہر آوازِ بلند سے اور جوشِ تمام سے کرتے تھے۔ آپ کو سماعِ سرود سے بڑی محبت تھی۔ بلکہ علمِ موسیقی میں بھی درک رکھتے تھے۔ آپ کو حال و وجد اپنے والدِ گرامی کی طرح ہوتا تھا۔ بیٹا اپنے باپ کا پر تو ہوتا ہے؟ گویا اپنی کے لئے تھا۔ چنانچہ ان کے وجد کا ذکر کیا جائے گا۔ آپ کو حق تعالیٰ نے علمِ ظاہری و باطنی عطا کیا تھا۔ علمِ ظاہری آپ نے حافظِ حسن صاحب سے پڑھے تھے۔ نیر مولوی نور احمد صاحب سے بھی حقوڑا پڑھا تھا۔ پھر علمِ سلوک حضرت صاحب سے حاصل کیا۔ مرتبہ تحلل و تسلیم بدرجہ کمال تک پہنچا یا کہ کسی فرد کو بھی آپ سے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی۔ اور اگر کبھی تقدیر سے کسی کو آپ سے رنج پہنچا تو فوراً اُسے نقد عطا کر کے اور بیکہِ عذر خواہی اور خوشامد کر کے خوش کرتے اور خود اُسے راضی کرتے تھے۔ غبارِ چہرہ گردوں دیں بارانِ رحمت کے مطابق بزرگوں کا غصہ بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔

آپ حضرت صاحب کے درمیشوں کی بہت خدمت کرتے تھے اور ان پر بہت کرم و سخاوت کرتے تھے۔ اکثر فقرار کے مکان پر آمد و رفت رکھتے تھے اور اپنی صاحبزادگی اور بزرگی کا بالکل خیال نہ کرتے تھے۔ سادہ مزاج تھے اور اپنے آپ کو حضرت صاحب کے فقرائیں سے ایک جانتے تھے۔ اکثر فرماتے تھے کہ میں بھی حضرت صاحب کے فقیروں میں سے ایک ہوں۔ سخاوت بہت زیادہ تھی کہ عطیاتِ محفیہ سے ہر نیک و بد کو نوازتے

بہ بی طریقِ کرم ہائے خواصِ گمانِ خدا
رہنے ادنیٰ و اعلیٰ نگاہ سے دارند

کاتبِ المحروف کہتا ہے کہ آں جنابؑ اس فقیر پر بہت شفقت فرماتے تھے
ابتداءً حال میں یہ فقیر حاجی بخاؤر صاحب کے حجرہ میں رہتا تھا۔ آپ کبھی وہاں
تشریف لاتے تھے بلکہ اس غلام کو خوش کرنے کے لئے خود کوئی غزل یا ہندی کافی
تصنیف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبؑ کے ساتھ مہار شریف گئے ہوئے
تھے حضرت قبلہ عالمؑ کے عرس پر وہاں فقیر کو ایک دن عصر کے وقت وجد ہوا۔ نمازِ
مغرب تک اس وجد کا غلبہ رہا۔ جب نمازِ مغرب حضرت صاحبؑ کے بندہ کے صحن
میں حضرت غوثِ زمانؑ کے ساتھ پڑھی تو آپ بھی اس فقیر کے برابر جماعت کی صفِ
اول میں کھڑے تھے۔ فقیر کا اندرونی جوش ابھی کم نہ ہوا تھا۔ گریہ اور تحرکِ قلبی جاری
تھا۔ جب آپ نے میرا یہ حال مشاہدہ کیا تو ایک دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا
کہ اگر کسی کو میرے حضرت صاحبؑ کے فقروں پر اعتماد نہیں ہے تو اسے نہ ہو۔ مگر
اللہ کی قسم مجھے حضرت صاحبؑ کے فقروں پر بہت اعتماد ہے۔ اور اشارہ اس فقیر
کی طرف کیا۔ یہ سب راہِ نوازش و کرم پروری کی وجہ سے تھا در نہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؑ کے ہمراہ حضرت گل محمد صاحبؑ حضرت
گنج شکرؑ کے عرس مبارک پر پاکستان شریف تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ جب مجلس
سماع میں گئے۔ تو انوں نے یہ غزل شروع کی جو جناب حافظ سیٹرازی کی تھی :

فانشے گوئم واز گفتمہ خود دل شادم	بندہ عشقم داز ہر دو جہاں آزادم
نیست بر لوحِ دلم خبرِ الفِ قائمیتِ دوست	چہ کنم حرفِ دگر یاد ندادم استادم
من ملک بودم و فردوس بریں جہانم بود	آدم آورد دریں دیر خراب آبادم
ظاہر کاش قدم چہ دہم شرحِ فراق	کہ دریں داکہ حادثہ چون افتادم
سایہ طوبی دد لجنوی سحر و لب و حوض	یہ ہولئے سر کوئے تو برقت از یادم

کوکب بخت مرا بیچ منجم بشناخت
یارب از طالع گیتی بچ طالع دیدم روش
کہ چہ ادا دل بجیکہ گوشہ مردم دارم
چاک کن چہرہ حافظ بسر زلف زاشک
ورنہ این سیل دمام بکند بنیام
جب تو اولوں نے یہ شعر پڑھا :

نیت بر لوح دلم جز الف قامت دوست
چہ کنم حرف دگر یاد ندادم اُستادم
تر حضرت صاحبزادہ کو ایسا وجد ہوا کہ چند بار رقص کیا پھر حالت سکتہ ہوا اور
بے ہوش ہو گئے اور ظہر تک اسی طرح بیخود پڑے رہے۔ جب حضرت صاحب غوث
زمانہ کو خبر ہوئی تو فرمایا ان کے بلی پر پائی ڈالیں جب آپ پر پانی ڈالتے تھے تو اس طرح
ہوتا تھا جیسے گرم لوہے پر پانی ڈالا جاتا ہے اور وہ خشک ہو جاتا ہے۔ آخر کچھ عرصہ
بعد آپ کو ہوش آیا۔ اس دن کے بعد حضرت صاحب نے آپ کو مجلس سماع میں جانے
سے منع کر دیا تھا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ تونسہ شریف میں چند اشخاص مولود پڑھنے والے بلکہ
حاجی پور سے آئے ہوئے تھے اور مولوی گل محمد صاحب دامانی کے مکان پر مجلس مرد
کر رہے تھے اور یہ غزل پڑھ رہے تھے :

عندل

جان من زارم شد آرزو جان من کجاست
ہجرم نشان فتنہ شد فتنہ نشان من کجاست
آمد بہار مشک دم سنبل دمید و لاله ہم
سبزہ بصر از د قدم سرور و ان من کجاست
در گریہ ام شد پاگل وز دستاں کشم نخل
جاں بر جہاں بگستہ دل جانِ جہان من کجاست

دِ قہرِ غم شد سوزِ لبِ پردہ شد مستورِ لبِ
تخلصت عیش از دورِ لبِ شکرِ نشانِ من کجاست
دیر است کاں یارِ نکو رفتہ دلِ خسرو برد

گر دل برفت ایں را بگو آں گو کہ جانِ من کجاست
حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ کو ایسا وجد ہوا کہ پہلے گریہ و زاری ہوئی پھر جذبہ
میں آگئے۔ کبھی عینِ حالت میں حضرت غوثِ زماںؒ کی خدمت میں پہنچ کر اُن کے قدموں
میں گر کر گریہ کرتے تھے اور پھر وہاں سے وجد کرتے ہوئے قوالوں کے پاس آتے تھے
اور پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آتے تھے۔ اسی طرح چند بار کیا۔ یہاں تک کہ
ایک گھڑی باز یادہ آپ پر غلبہ کی یہ حالت رہی۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے ڈیرہ میں
چلے گئے۔

کاتبِ الحروف کہتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے اوصاف اور آپ کی
بزرگی کے واقعات بہت سے ہیں جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ لہذا مجبوراً میں صرف
چند دردِ آمیز اور دودِ وحشت انگیز واقعات پر اکتفا کرتا ہوں جن کا تعلق گلشنِ سلیمانی کے
اس پھول کے ساتھ ہے

منقول ہے کہ جب حضرت گل محمدؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو حضرت صاحبؒ
نے اس سے چند دن قبل دردِ آمیز اور شورش انگیز حکایاتِ فراقِ آمیز بیان کرنی شروع
کیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرغی تھی اس
کے چند چھوٹے بچے تھے جن کو زغن اٹھا کہ کھا گیا اور بعض کو بلی اٹھا کر لے گئی اور کھا گئی
جب اس مرغی کو ذبح کیا تو اس کے دل میں اتنے سوراخ تھے جتنے بچے بلی اور زغن نے
کھائے تھے پس جانور کو اپنی اولاد کا اتنا غم ہوتا ہے تو اندازہ کریں کہ آدمی کو اس
کی اولاد کے مرنے کا کتنا غم ہوتا ہوگا اور کتنا رنج ہوتا ہوگا۔

ایک دن فرمایا کہ حضرت امیرِ حمزہؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، کے چند
چھوٹے بیٹے فوت ہو گئے تھے۔ جب وہ اُحد کی جنگ میں شہید ہوئے اور کافروں نے

ان کی لاش کو مُسَد کیا یعنی آپ کے ناک کا ان اور دیگر اعضاء کو ان سے عداوت کے سبب الگ الگ کاٹا تو آپ کی لاش کی شناخت نہ ہوتی تھی۔ جتنی تلاش کرتے تھے نہ ملتی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اس مُسَد شدہ جسم کا دل کھول کر دیکھیں اگر اس دل میں سورخ پائیں جان لیں کہ یہ میرے چچا صاحب کی لاش ہے۔ کیونکہ ان کے چند بیٹے فوت ہو گئے تھے ان کے دل میں اتنے ہی سورخ ہوں گے۔ پس جب اس لاش کا دل کھولا تو اتنے ہی سورخ ان کے دل میں پائے تو پہچان لیا کہ یہ میرا چچا کی لاش ہے پس اسے دفن کر دیا۔ پس جان لیں اہل اللہ اور قبولانِ خدا کو اپنی اولاد کا اس قدر غم و الم ہوتا ہے کہ اگرچہ بظاہر گریہ و زاری نہیں کرتے اور صبر کے ساتھ سب کچھ برداشت کرتے ہیں۔ نیز ان دنوں کبھی کبھی اپنی دوائی گلیوں سے یعنی انگوٹھا اور درمیاں انگلی سے چٹکی مارتے تھے اور یہ ہندی راگ دردا میز آواز سے آہستہ آہستہ گنگنا تے تھے :

راگ ہندی

موڑ نہ سکدیاں موڑ لکھا لوح قلم دا ڈاڈ سے دے ہتھ ڈور لکھا لوح قلم دا
وس نہی لگدا اور لکھا لوح قلم دا

پس چند دنوں کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحبؑ کی گردن پر پھوڑا نکالا جس سے چند دن بیمار رہے اور ۱۱۔ رمضان شریف ۱۲۶۱ھ کو اپنے والد صاحبؑ سے قبل وصال فرما گئے۔ اُن کی قبر مبارک تونسہ شریف میں صاحبزادہ درویش محمد صاحبؑ برادر خورد کی قبر مبارک کے برابر ہے۔ وہ ان سے بھی پہلے وصال کر گئے تھے۔ حضرت خواجہ گل محمد صاحبؑ کی عمر پچاس (۵۰) سال تھی۔ ان کا صبح یہ تھا :

زکُزَارِ فَرِّخِ "نور" وِ سِلیمان" شَکفۂ گلِ محمد تازہ ریحان

منقول ہے کہ جب ان پر حالتِ نزع طاری ہوئی تو حضرت صاحبؑ کو خبر کی گئی۔ آپ صاحبزادہ صاحبؑ کے قریب آئے اور فرمایا گل محمد اپنے پیرانِ عظام کی طرف توجہ کرو۔ عرض کرنے لگے کہ قبلہ میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ آپ کی طرف متوجہ

ہوں۔ آپ اپنے پیران کی جانب توجہ فرمائیں۔ اس کے بعد شجرہ شریف آپ کے سینہ مبارک پر رکھا گیا اور حضرت صاحب فاتیخہ پڑھ کر منکلمہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہ ذکر کلمہ طیبہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ کو اس طرح ضرب کلاں و آواز کلاں سے کرتے تھے کہ ہر شخص دُور سے سنا تھا۔ پس عین ذکر میں جان جان آفرین کے پیر دکی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ فقط۔ کہتے ہیں کہ وصال سے دو تین دن قبل کلمہ کا ذکر آواز و ضرب سے شروع کر دیا تھا اگرچہ حکیم منع کرتے تھے مگر وہ معجزہ ازلی ذکر کو بند نہ کرتے تھے۔

آپ کے دو بیٹے تھے اور تین بیٹیاں۔ سب سے بڑے لڑکے قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب ہیں اٹھارہ سالہ عمر و برکاتہ۔ اور چھوٹے بیٹے حضرت خواجہ نیر محمد صاحب ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ بیٹیوں میں سب سے بڑی بی بی عائشہ ہیں جو مولوی محمد موسیٰ بن محمد جعفر بن الیاس کی منکوحہ ہیں۔ یعنی حضرت صاحب کے خواہر زادہ کے بیٹے کی۔ دوسری بیٹی فاطمہ ہے جن کی شادی مولوی موسیٰ صاحب کے چھوٹے بھائی عبداللہ صاحب سے ہوئی۔ ان دونوں بیٹیوں کی اولاد ہے، بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی۔ تیسری بیٹی بی بی مریم ہیں جو قرآن پاک کی حافظہ میں اعلیٰ روز و شب در دو ظائف اور یاد خدا میں مشغول ہیں۔ ان کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔

ذکر اُس دلی مادر زاد کا اور اُس مشغول خدا ہستی کا جو اللہ کی یاد میں
دونوں جہاں سے بے نیاز رہے یعنی

یس المقبولین یعسوب العالین حضرت صاحبِ جزاءہ درویش محمد صاحب
رحمتہ اللہ علیہ

حضرت صاحبِ جزاءہ درویش محمد صاحب حضرت خواجہ گل محمد صاحب سے چھوٹے
تھے اور مادر زاد ولی تھے۔ ان کی کرامات و خوارقِ عادت بچپن سے ظاہر تھیں۔ اُن کے
رتبہ ولایت کی گواہی پیدائش سے قبل ہی دی گئی تھی چنانچہ یہ حکایت مشہور ہے کہ
ایک شخص زبان و لباسِ ہندوستانیوں میں حضرت صاحب کے دروازہ پر آیا۔ اور آواز دی
کہ اس گھر میں فرزندِ دل بند مادر زاد ولی پیدا ہوگا۔ اس کے دائیں کندھے پر ایسی علامت
ہوگی۔ اور اس کا نام درویش محمد رکھیں گے۔ آخر وہی ہوا جیسا کہ اس درویش نے کہا تھا۔
منقول ہے کہ جس وقت درویش محمد صاحب تولد ہوئے تو حضرت صاحب
حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ میں تلج سرور میں تھے۔ ان کی پیدائش کی مبارک باد
حضرت صاحب کو وہاں پہنچی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب صاحبِ جزاءہ صاحب دالابار کلام
کے درجہ تک پہنچے تو انہیں مکتب میں بٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے قرآن شریف اور
نظم و فقہ کی کتب میاں صاحب مولوی گل محمد صاحب دامانی سے پڑھیں۔ پھر جناب
حافظ حسن نابینا صاحب سے نحو و صرف کا علم پڑھ کر منطق کا علم شروع کیا تھا، کہ
وصال ہو گیا۔

منقول ہے کہ انہوں نے کبھی پوری روٹی نہ کھائی تھی۔ نصف کھاتے تھے اور نصف
خدا کی راہ میں درویشوں کو دے دیتے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کتاب کا سبق
فقراء کو کتابت کراتے تھے اور جب کبھی لکھنے سے فارغ ہوتے تھے۔ تو درویشوں کے
پکڑے سی دیتے تھے۔ حضرت غوثِ زمان کی طرف سے منکر شریف کے مودی کی طرف

سے روزمرہ خرچ کس لئے آپ کے چند تنکے ہائے سیاہ مقرر تھے۔ جمعہ کے دن تمام پیسے مودی سے اکٹھے لیتے اور ان سے شیرینی خریدتے اور پھر اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ اے دوستو ایک لحظہ ٹھہر جاؤ کہ ہر ایک کو حصہ رسدی ایک ایک کر کے دوں گا۔ ابھی ایک دو کو ہی دے چکے کہ تمام بچے حملہ کرتے ہیں اور آپ کو زیر کر کے آپ کی لنگی پھاڑ کر سینہ زوری سے شیرینی پھین کر لے جاتے ہیں ان کے بچے سے اٹھ کر خوشدل ہو کر خوش طبعی سے فرماتے تھے کہ سبحان اللہ عجیب فوج دسپاہ رکھتا ہوں کہ مجھے نیچے گرا کر اپنے واجبات وصول کرتے ہیں اور مجھ سے زور بازو سے وصول کر کے اپنے سردار کے لئے کچھ نہیں بھجھوڑتے۔

منقول ہے کہ ایک دن اپنی حرم سرا میں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اپنے والد گرامی قدر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے بابو جی گزشتہ رات موسیٰ کا ذر پر سماء جنت درباری جھومر نے غروب تماشا کیا۔ میرا دل چاہا کہ اگر موسیٰ کے ہمراہ اس کا بھائی عیسیٰ ہوتا تو عجیب تماشا ہوتا۔ سماء جنت مذکور اس وقت حاضر تھی اُس نے عرض کی کہ غریب نوازمیں ضعیف ہو گئی ہوں کہ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتی اور میرا شوہر عبداللہ جو شکر اکاذر کے نام سے مشہور ہے اس کی پشت دوہری ہو چکی ہے، تو عیسیٰ کی ولادت کیسے ہوگی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر تجھے حق تعالیٰ عیسیٰ کا نام بیٹھا دے تو مجھے ایک آثار مصری دینا۔ اس بے وقوف عورت نے پھر وہی عذر و معذرت بیان کی۔ حضرت غوث زماںؒ نے فرمایا کہ اے ناقص العقل عورت تو درویش کے فرمانے کو قبول کیوں نہیں کرتی۔ اس نے فوراً قبول کیا اور ایک آثار مصری ان کی نذر مقرر کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا ذرہ جنت نام کو حمل ہوا او عیسیٰ اس کے شکم میں آیا۔ مگر اس کے تولد ہونے سے پیشتر صاحبزادہ صاحب کو تپ ہوا اور آپ کا دھال ہو گیا۔

وصال :- آپ کا وصال بتایخ سب ماہ شوال ۱۲۳۷ھ کو ہوا۔ ان کی قبر مبارک تونسہ شریف میں شہر مذکور کے باہر مغرب کی طرف منگنوطہ کے راستہ پر ہے

ان کی عمر چودہ سال کی تھی کہ انتقال فرما گئے۔ ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی اور ابھی داڑھی کے بال اُگ رہے تھے کہ وصال فرما گئے۔ ان کے بعد صاحبزادہ گل محمد صاحب تیس سال زندہ رہے

ذکر میاں عبداللہ معصوم پسر سوم حضرت غوثِ زمان

صاحبزادہ عبداللہ صاحب حالتِ طفلی شیرخوارگی میں انتقال فرما گئے اور حضرت صاحب ان کے انتقال کے وقت حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ میں تھے پس صاحبزادہ معصوم کو دیگر اہل خاندان جعفر حضرت صاحب کی اجازت کے بغیر کوہِ درگ لے گئے۔ اور موضع کڑگوچی میں ان کے دادا دادی کے مزار شریف کے قریب ہی دفن کر دیا جب حضرت صاحب تلج سرور سے واپس تشریف لائے تو صاحبزادہ صاحب کا جنازہ لے جلنے والوں پر خفا ہوئے اور فرمایا کہ وہاں اتنی مسافت کر کے میرے اس معصوم بیٹے کو کیوں لے گئے۔ میری والد صاحبہ کو جو وہاں دفن کیا تھا تو انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ مجھے درگ میں دفن کرنا، اس لئے انہیں وہاں دفن کیا گیا تھا۔

حضرت صاحب کا چچا بیٹا احمد نام تھا وہ بھی طفلی میں انتقال کر گیا تھا۔

سید ازی، مقبول بارگاہ حضرت لم یزلی، نعمت یافتہ بے نعمت،
 گنج یافتہ بے مشقت، منظرِ نفخت فیہ من روحی "مورد النوار"
 جبروتی ولاہوتی، عطائش خاص عام، عطائش مجرباں
 حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش اطال اللہ عمرہ و برکاتہ،
 بن خواجہ گل محمد بن حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ گل محمد بن حضرت خواجہ محمد سلیمان کے بڑے بیٹے ہیں آپ کی
 ولادت باسعادت ماہ ذوالحجہ ۱۲۳۱ھ میں مولیٰ چنانچہ ان کی تاریخ ولادت "زسے
 بیدار بخت" سے نکلتی ہے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ اور اپنے دادا حضرت
 غوث زمان کے صاحبِ سجادہ تھے۔

منقول ہے کہ بچپن میں ان کے دادا صاحب اور والد صاحب کی زندگی میں انہیں
 سخت عارضہ و بیماری ہوئی کہ حکیموں نے علاج سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور ان کی زندگی کی
 کوئی امید نہ رہی۔ ایک دن ان کے والد حضرت خواجہ گل محمد صاحب نے میاں جمال شاہ سیّد
 کو جو ملک بیکانیر میں رہتے تھے حضرت صاحب کے مریدوں میں سے تھے اور صالحانِ وقت
 سے تھے، فرمایا کہ تو آج رات استخارہ کر کہ میرے اس بیٹے کو صحت ہوگی یا نہیں۔
 جب سید مذکور نے رات کو استخارہ کیا اور سو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت خواجہ گل محمد
 خواجہ قطب الدین، حضرت گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء مولانا فخر الدین اور
 خواجہ نور محمد ہمارے موجود ہیں۔ اور حضرت صاحب زادہ صاحب اللہ بخش کا ہاتھ پکڑ
 کہ حضرت غوث زمان کے مصلیٰ پر بٹھا ہے۔ جب دن ہوا اور اس خواب کو سید
 مذکور نے حضرت صاحب زادہ خواجہ گل محمد صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو ان کو اس استخارہ
 کے سننے سے بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے جان لیا کہ ضرور میرے بیٹے کو اس مرض سے شفا

ٹکلی حاصل ہوگی۔ مگر اس بات پر حیران تھے کہ حضرت صاحبؒ کے مصلیٰ پر میری زندگی میں کس طرح بیٹھیں گے۔

کاتب الحروف کہتے ہیں کہ آخر وہی ہوا کہ ان کے والد صاحبؒ حضرت غوثؒ کی زندگی میں ہی وصال کر گئے اور آپ اپنے جد بزرگوار کے مصلیٰ سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ البتہ غلام فخر الدین صاحبؒ بن حضرت جناب خواجہ محمود صاحبؒ بن حضرت نور احمد صاحبؒ بن قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب ہارنویؒ اس کاتب الحروف کے سلمے فرماتے تھے کہ حضرت شاہ اللہ بخش صاحبؒ کے مرض کا قصہ یوں تھا کہ جن دنوں حضرت شاہ اللہ بخش صاحبؒ کا مرض شدید تھا اور طبیبوں نے تپ دق درجہ سوم کا قرار دیا تھا اور یہاں تک حالت ہو گئی تھی کہ چاہیائی سے اٹھ نہیں سکتے تھے، ان ایام میں تیب جہاں شاہ سکنہ سوائی سر جلال سر علاقہ قریبا نیر جو مجذوب مالک تھے متعرق ذاتِ حق تھے۔ اور حضرت محمودؒ کے مریدوں میں سے تھے، اُس نے ایک دن عاجزادہ صاحب میاں غلام قطب الدینؒ کے سلمے ایسے بیان کیا کہ جناب عاجزادہ صاحبؒ قدرِ دریائے ایقان اور نواصی بحر عرفان یعنی حضرت گل محمد صاحبؒ نور اللہ مرقدہؒ نے مجھے یعنی سید ممدوح کو ارشاد فرمایا کہ استخارہ کر دو کہ حضرت عاجزادہ صاحبؒ کی حالت صحت اس مرض سے کیسے ہوگی۔ میں نے استخارہ کیا۔ دیکھا کہ ایک مکان حقیض میں جناب موصوف گرے ہوئے ہیں۔ عاجزادہ گل محمد جیؒ نے مجھے فرمایا کہ آئے شاہ جمالؒ سے باہر کھینچیں۔ ہم نے بڑی شدت سے زور سے دواں سے باہر نکالا۔ اور حضرت عاجزادہ گل محمد صاحبؒ کے مکان پر بنگلہ میں لا کر ان کے مصلیٰ پر بٹھا دیا۔ پھر دیکھا کہ ایک ہندوستانی صورت کا شخص آیا اور عاجزادہ صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت صاحبؒ کے بنگلہ شریف میں لے جا کر حضرت صاحبؒ کے مصلیٰ پر بٹھا دیا۔ پھر ان کے سر پر سبز بگریٹھی باندھی اور نصیحت کا کلام کہا جیسے کہ غلط کہتے ہیں۔ سید ممدوح کہتے تھے کہ میں نے اُسی خواب کی حالت میں کسی سے پوچھا کہ یہ ہندوستانی شخص کون ہے؟ اس نے کہا جناب مولانا صاحبؒ ہیں (یعنی مولانا فخر الدین دہلویؒ) جنہوں نے توجہ فرما کر حضرت عاجزادہ

صاحب کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے۔ یہ بندہ کور جو صاحب دل اور مشغول حق شخص تھے، اُن دنوں کہتے تھے کہ اس استخارہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ اللہ بخش صاحب پہلے اپنے والد صاحب کے مصلہ پر بیٹھیں گے اور پھر اپنے دادا صاحب کے مصلہ پر بیٹھیں گے اور تمام جہان کے کام سرانجام دیں گے۔ فرمایا کہ آخر ویسا ہی خواجہ سیاکہ فرماتے تھے کہ جناب حضرت گل محمد صاحب نے اول جام وصال حق پیا۔ اور دارالقرار کی طرف سفر فرمایا اور ان کے مصلہ پر ان کے بڑے بیٹے حضرت شاہ اللہ بخش صاحب بیٹھے۔ بعد میں جب حضرت محبوب ربانی عالم جاودانی کو سدھائے تو ان کے مصلہ پر بیٹھے۔

اُس وقت کہ جب جناب شاہ اللہ بخش صاحب مصلہ پر بیٹھے تو سوئم کا دن تھا بعد فاتحہ سوئم کے مصلہ پر بیٹھے۔ جناب صاحبزادہ صاحب ظہر فیض و کرم و منبع جود اتم میاں غلام نظام الدین صاحب بن حضرت جناب غلام نصیر الدین عرف کالے میاں صاحب بن حضرت مولانا قطب الدین صاحب بن حضرت مولانا صاحب حضرت محب اللہ بنی خواجہ محمد الحق والدین اس وقت موجود تھے پہلے انہوں نے ستر گڑھی جو مولانا صاحب نے خواب میں ان کو بانڈھی تھی اپنے ہاتھ سے بندھوائی۔ پھر دوسرے صاحبزادے و بزرگان خواجگان چشت نے بندھوائی۔ اس ترتیب سے کہ جب ختم سوئم سے فارغ ہوئے تو جناب صاحبزادہ اللہ بخش صاحب کو مصلہ پر بٹھایا پہلے حضرت محبوب رحمت خواجہ شاہ محمد سلیمان کا کُرتہ و ڈوپٹی پہنائی گئی۔ پھر حضرت قبلہ عالم کا روئی دار لُوپ حضرت محبوب کی ڈوپٹی کے اوپر پہنایا گیا۔ پھر حضرت غلام نظام الدین صاحب نے حضرت قبلہ عالم کے لُوپ کے اوپر دستار سبز ان کے سر پر بانڈھی۔ پھر درگاہ خواجہ بزرگ کی یگر ملی خادمانِ جبر نے ان کے سر پر بانڈھی۔ پھر درگاہ خواجہ قطب الدین کی دستار۔ پھر حضرت کنج شکوہ کی درگاہ کی دستار۔ پھر حضرت محبوب الہی کی درگاہ کی دستار بانڈھی گئی اور وہ استخارہ صحیح ہو گیا۔ جناب صاحبزادہ صاحب میاں غلام محمد الدین جی فرماتے تھے کہ اس حالتِ بیماری مذکور میں حضرت صاحبزادہ اللہ بخش جی سلمہ اللہ تعالیٰ نے، اس وجہ سے کہ بچپن سے مجھ پر

شفقت فرماتے تھے، اسی معنوں کا عنایت نامہ لکھ دیا تھا کہ میری حالت ایسی ہو گئی ہے کہ زندگی کی اُمید نہیں ہے۔ ضرور ایک بار یہاں تشریف لائیں تاکہ ایک دوسرے کی زیارت کر لیں۔ میں یہ خط پڑھ کر فوراً سنگھم تشریف کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ چاشت کے وقت تو نسہ تشریف حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحب کے بنگلہ تشریف میں پہنچا۔ پہلے ان کی قدم بوسی کی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب مشغولی سے فارغ ہو کر اندرون خانہ کھانے کے لئے جارہے ہیں۔ ان کی پشت مبارک مجھے نظر آئی۔ حضرت صاحب کا دستور تھا کہ جس وقت اندر کھانے کے لئے تشریف لے جاتے تو صاحبزادہ مدوح کو اپنے قریب بلاتے اور بٹاتے اُن کا حال پوچھتے اور کلام پڑھ کر دم کرتے تھے نیز چند روز قبل حضرت صاحب نے یہ دروازہ صاحب موصوف کو فرمایا تھا کہ ہمیشہ پڑھا کر دو۔ " امداد یا شیخنا خواجہ نور محمد "

پس وہ ہمیشہ پڑھتے تھے۔ اس دن جب گھر تشریف لے گئے تو صاحبزادہ موصوف نے خواب دیکھا تھا کہ سیاہ سانپ میرے پیچھے بھاگتا آرہا ہے۔ اور میں آگے آگے دوڑ رہا ہوں۔ جب دیکھا کہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا تو میں نے اپنا چنہ زمین پر پھینک دیا۔ اور بھاگ گیا اور وہ سانپ اس چنہ پر بیٹھ گیا اور ان کا پیچھا چھوڑ دیا۔ جب بیدار ہوئے تو اس خواب کی تعبیر دیکھنے کے لئے دیوان حافظ دیکھا۔ تو یہ شعر قال میں نکلا : سے

حافظ این خرقہ بند از مگر جان برے

کاش از خرمن مافوس و کرامت بر خاست

پس وہ یہ فال دیکھنے میں مصروف تھے کہ حضرت صاحب پہنچ گئے۔ اور ان کو طلب کر کے فرمایا : کہ اللہ بخش فی الحال اللہ تعالیٰ نے تیری تقصیر معاف کر دی ہے اور تجھے شفا بخش دی ہے اس لئے کہ میں نے آج رات دیکھا ہے کہ صاحبزادہ نور احمد صاحب تشریف لئے ہیں اور تیرے والد صاحب کے بنگلہ میں نزول فرمایا ہے۔ اور تجھ پر توجہ و کرم فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم نے تیری مدد کی ہے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ صاحبزادہ خیر محمد صاحب نے آکر صاحبزادہ اللہ بخش

صاحب کے کان میں کہا کہ صاحب زادہ غلام فخر الدین صاحب ہمارے شریف سے تشریف لائے ہیں اور تیرے والد صاحب کے بنگلے میں بیٹھے ہیں۔ پس صاحب زادہ صاحب باہر آئے اور میرے ساتھ ملاقات کی۔ اس دن سے حق تعالیٰ نے اُن کو شفا عطا فرمادی۔ مولوی امام دین صاحب سکنا ایہر جو حضرت محبوب ربانیؒ کے با اعتقاد مریدوں میں سے تھے اور صالحانِ وقت میں سے تھے اس کا تب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ جس وقت حضرت ثانی مقبول بارگاہِ یزدانی حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب اجیر شریف و دہلی شریف کی طرف تشریف لے گئے اور مجھے خبر پہنچی کہ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ شریف سے قصبہ قہر و بیکانیر کے راستہ سے گئے ہیں تو میں اس دن سے امیدوار و منتظر تھا کہ شاید یہ بادشاہِ دو جہاں اور قبلہ دین دایماں اس راستہ سے تشریف لائیں اور میرا یہ کلبہ محزونوں و رشک عدن بنادیں۔

ز قدر و شوکتِ سلطانِ نکشتِ چہرے کم
کلاہِ گوشہ دمقال بافتاب رسید

رباعی

گر شاہ تفتہ بگدائی بلند
در لطف و کرم بہ بینوائی بکند
از دستِ گدائی بنو انا مریح
جز آنکہ بصدقِ دل دعا بکند

میں دن رات چشم براہ تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ میرے پیر و مرشد حضرت محبوب سبحانی تشریف لائے ہیں۔ اور میری مسجد میں آکر بیٹھ گئے ہیں۔ پھر میرے اندرون خانہ تشریف لائے ہیں۔ اور اپنا دستِ مبارک میری اہلیہ کے سر پر پھیرتے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو مجھے یقین آیا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ حضرت جناب شاہ اللہ بخش صاحب تشریف لائیں گے۔ چند دنوں کے بعد اشراق کے وقت میں اپنی مسجد میں بیٹھا تھا کہ وہ برجِ بلایت کا غور شید اور فلکِ کرامت کا چاند تشریف لے آیا اور میرے تاریک

گھر کو روشن فرما دیا۔ حتی المقدور جو خدمت بجالا سکا بجالا دیا پھر میرے اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ شہر کی چند عورتیں مرید ہونے کے لئے میرے گھر جمع تھیں۔ ان کو مرید کیا۔ پھر واپس باہر آکر دوبارہ اندر تشریف لے گئے اور اپنا دست مبارک میری اہلیہ کے سر پر اور دیگر عورتوں کے سر پر پھیرا اور پھر باہر تشریف لے آئے۔ میں حیران تھا کہ دوبارہ کیوں تشریف لے گئے ہیں۔ جب اندر گیا تو میری اہلیہ نے کہا کہ گھر کے اندر دوبارہ آنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ حضرت صاحب اٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت صاحب یعنی محبوب ربانی خواجہ شاہ محمد صاحب جب میں ان کی قدم بوسی کے لئے جاتی تھی، میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا کرتے تھے۔ اور یہ حضرت صاحب تشریف تو لے لے مگر اپنا دست مبارک میرے سر پر نہیں پھیرا۔ یہ بات میرے دل میں آئی ہی تھی کہ حضرت صاحب واپس تشریف لے آئے اور اپنا دست مبارک میرے سر پر اور تمام عورتوں کے سر پر پھیرا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

منقول ہے کہ جب جمعرات کی رات، صفر ۱۲۶۱ھ کو حضرت صاحب پر حالت نزع طاری ہوئی تو یہ فقیر حضرت صاحب کے کمرے کے نیچے جنوب کی طرف بیٹھا تھا اور صاحبزادہ نظام الدین نیرہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب میرے برابر بیٹھے تھے۔ اور صاحبزادہ اللہ بخش جی سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کے کمرے پر بیٹھے تھے چار پانی کے پائیں کی طرف اور دوسرے چند درویش بھی بیٹھے تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بھی پائیں کی طرف بیٹھے تھے اور حضرت صاحب لڑھک گئے۔ پہلے حضرت صاحب نے غار تجرہ اشارہ سے پڑھی۔ پھر بیٹھ گئے اور اپنی تسبیح کیسے سے نکال کر اپنے معمولات کو پڑھا۔ پھر حضرت صاحبزادہ اللہ بخش جی صاحب کی طرف دیکھا اور فرمایا تو کون ہے انہوں نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ میاں محمد صالح صاحب نے، کہ جو میدان مجاز میں سے تھے اور حضرت صاحب کے خاص صحبت والے تھے اور اس وقت اس کا تباہ و برباد ہونے کا حال سر پر کھڑے تھے۔ عرض کیا کہ قبلہ یہ اللہ بخش ہے۔ آپ سے بیٹے گل محمد صاحب کا بیٹا اور پھر کہا کہ حضور توجہ دہر بانی کا یہی وقت ہے، جو بھی شفقت کرنی ہے۔ اس وقت

اپنے پوتے پر فرمادیں اس کے بعد خود خواجہ اللہ بخش صاحب نے عرض کیا کہ بابو میں آپ سے کوئی دوسری چیز نہیں چاہتا بس یہی چاہتا ہوں کہ آپ کے فقیروں کے جوئے تیسرے کیا کردوں۔ حضرت صاحب کو یہ بات بہت پسند آئی خوش ہوئے اور قبول کی۔ ان کی طرف توجہ خاص سے دیکھا اور فرمایا: "وَفُحِّتْ فِیْهِ مِنْ رُوحِی" پھر کوئی کلام نہ کیا اور یہ حضرت صاحب کا آخری کلام تھا۔ سبحان اللہ! یہ کیا کلمہ تھا جو حضرت صاحب نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ اور یہ کیا توجہ تھی جو آپ پر فرمائی۔

ہے آہنہا کہ خاک را بنظر کیمنیا کند
سگ را دلی کند مگس را ہما کند

اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی جو آپ کو بخشی اور اپنی روح اُن کے اندر پھونکی۔ مریدانِ راسخ الاعتقاد کو مبارک ہو کہ وہ جانِ جہاں جہاں سے نہیں گئے، یکہ اُسی گشتن سے یہ پھیل کھلا ہے۔ اس کو بالکل دہی جانیں اور انہیں عین ہی شمار کریں۔ جو کوئی آں جناب کا معتقد ہے وہ ایں جناب کا غلام ہے اور جو کوئی ایں جناب کا مُنکر ہے وہ آں جناب کا دشمن ہے۔

حدیث حسنِ یوسف را کجا دانند اخوانش

ز لیحنا را بیرس از وی کہ صد شرح و بیادار

حضرت صاحب کے وصال کے پچھٹے سال کے بعد دوبارہ حضرت صاحب کے مزار پر انوار کی زیارت کے لئے اُن کے عرس شریف پر اور حضرت ثانی صاحب کی زیارت کے لئے جب تو نہ شریف کی طرف آ رہا تھا تو اتفاقاً اس فقیر کی منزل ملتان میں حضرت صاحب حافظ قبلہ جمال الدین ملتانی کی خانقاہ میں ہوئی۔ عبد المجید خان صاحب کے خویشتن میں سے ایک افغان عمر خاں نام اس فقیر کی ملاقات کے لئے آیا وہ مرد صالح و درویش صفت تھا۔ اُس نے میرے سامنے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ گویا حضرت صاحب قبلہ غوثِ زمان حضرت صاحبزادہ اللہ بخش صاحب کو اپنے ساتھ لےتا ہے یہی اور ان کا قہر مبارک دیکھ رہا ہے۔ اور اپنے دہن مبارک کو اُن کے دہن

مبارک پر رکھ کر اپنا دم اُن کے دہن میں ڈال رہے ہیں اور سانس دے رہے ہیں میں کھڑا
تھا حضرت صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ **فَلْفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي**
(میں نے تمہارے اندر اپنی رُوح پھونک دی ہے) یہی ہے :

منقول ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے وصال سے قبل حضرت ثانی صاحب کو
اپنی دلائل الخیرات بخش دی تھی اور حکم دیا تھا کہ مجھ سے پڑھی نہیں جاتی اب میری
جانب سے تو پڑھا کر۔ نیز حکم فرمایا تھا کہ مریدوں کے شجروں پر ہماری جانب سے
تو دستخط کیا کر۔ اس رمز کو بھی پہچاننا چاہیے کہ اس حکم سے کیا مراد تھی۔ یعنی سے
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نکوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگر

یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب ثانی صاحب اب تک مریدوں کے شجروں پر
حضرت صاحب کا اہم گرامی لکھتے ہیں۔ اپنا نام نہیں لکھتے
رفت او ز میاں ہمیں خدا ماند خدا

”الفقر اذا تم هوالذل“ ایست میں ہی رمز یہاں ہے

منقول ہے کہ حضرت صاحب کے وصال سے چند سال قبل حضرت ثانی صاحب کو
طالب علمی و کتب ظاہری کے پڑھنے کا خیال تھا اور درویشی کی طرف کم مائل تھے۔ اعلیٰ
پکڑے پہننے بیش قیمت گھوڑے پر سواری کرنے اور جو حضرات صاحبزادگان کے لوازمات
ہیں، اُن کی طرف آپ کی طبیعت مائل تھی۔ چنانچہ ایک دن یہ کاتب الحروف غارِ فجر کے بعد
مولوی محمد حسین صاحب کے حجرہ میں مشغول تھا۔ اشراق کا وقت آگیا اور حضرت ثانی صاحب
حجرہ کے باہر مولوی محمد حسین صاحب سے کلمہ و کلام میں مشغول تھے جب یہ فقیر نفل اشراق
سے فارغ ہو کر حجرہ سے باہر آیا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے غلامِ نوازی و بندہ
پروری سے، جو آقا کو غلام پرہوتی ہے، فرمایا کہ خلیفہ صاحب ہمارے لئے دُعا
کریں۔ میں نے دست بستمہ عرض کیا کہ ہاں قبلہ ہم غلاموں کا کام یہی ہے کہ شب و روز حضرت
صاحب کی اولاد کے حق میں دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارے حضرت کی اولاد کو حضرت

صاحبؑ کے درجہ تک پہنچائے۔ اور جو مقامات ہمارے حضرت صاحبؑ کو حاصل ہیں اُن کی اولاد کو نصیب کرے۔ اور ہمارے حضرت صاحبؑ کی اولاد کو ذوق و شوق اور اپنی محبت نصیب کرے۔ اور اپنے جَدِ بزرگوار کی متابعت پر رکھے۔ یہ دُعا کر کے میں باہر گیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سیدِ اُلیٰ و مقبولِ ابدی لکھا تھا۔ مگر ہم اسی طرح تہی ظرف اور قیدِ نفسانیت میں مقید ہیں۔

تہی دستانِ قیمتِ راجہ سُود از رہبرِ کمال
کہ خضر از آبِ حِواں قشہ مے آرد سکندر را

اور وہ ایسے مقامِ اعلیٰ تک پہنچے ہیں کہ ہم حضرت ثانی صاحبؑ کی توجہ و شفقت کے امیدوار ہیں۔ تا یا ر کرا خواہد میلش بکہ باشد
اس سے جانا چاہیے کہ کامِ محنت و مجاہدہ پر نہیں ہے بلکہ درمب و عنایتِ الہی پر ہے۔

(۱) عبادت کے بھروسہ پر عبث ہے عمر کا کھونا

بغیر از فضلِ مولا کے محال ہے اولیا ہونا

(۲) کرم کے ٹھنک میں اُس کے ٹرا لے

پیا چاہے تو سوتی کو جگالے

پس آپ نے نعمتِ بغیرِ مجاہدہ کے پائی ہے۔ ان پر محض دہب و کرمِ الہی اور اس شاہنشاہ کی توجہ ہوئی ہے۔

بجست و جوئے نیا بد کے مراد دلی

کسی مراد بیا بد کہ جست و جو بکند

آپ نے حصولِ نعمت کے بعد اپنے دل کو اسی طرح مجاہدہ و اشغال میں لگایا ہے کہ جو ہمارے حضرت صاحبؑ کا طریقہ تھا وہ سارا ہی اپنا لیا ہے کہ ہمہ وقت اشغالِ باطنی میں مشغول رہتے ہیں۔ اور نفسِ بدکیش کو اتنا ذلیل کیا ہے کہ آپ کے وجودِ مبارک پر ایامِ صاحبزادگی میں اتنا بیش قیمت لباس رہتا تھا کہ روز و شب جسے تبدیل کرتے تھے۔

مکہ اب ایک نیلا تہ بند ہے اور ایک پرانی ٹوپی میلی سی کہ شاید دو ماہ میں بھی اُسے دھوئے
 میں یا نہیں اور ایک پرانا میلا سپیرا ہے۔ جب پرانا ہو جاتا ہے تو پھر بدن سے اتارتے
 میں اور نگر کا کام اسی طرح ہے جیسا کہ ہمارے حضرت صاحب کے زمانہ میں تھا
 آپ کی خدمت میں بھی درویش رہتے ہیں۔ کوئی علم ظاہری کا خواہشمند ہے اور کوئی
 ذکر و اشغال میں مشغول ہے اور ہر درویش کو روٹی ٹکڑا ملتا ہے۔ ہر ملک یعنی خراسان
 ہندوستان اور دیگر علاقوں و ملکوں سے خدا طلبی کے شائق حضرت ثانی صاحب
 کی خدمت میں آکر بیعت کرتے ہیں اور مقصود اصلی کو حاصل کرتے ہیں اور باہر واپس
 جاتے ہیں۔ آپ اپنے دادا جان کی طرح ہر سال تلج سرور میں حضرت قبلہ عالم کے
 عرس مبارک پر صدا ہر درویشوں کے گودہ کے ساتھ جاتے ہیں۔ راستہ میں اور تلج سرور
 میں بسکر جاری رہتا ہے اور اپنے دادا جان کی طرح ایک سال درمیان میں دے کر
 ہر دوسرے سال پاکپتن شریف حضرت گنج شکر کے عرس مبارک پر جاتے ہیں اور
 دونوں سفروں میں ہزار ہا مخلوق آپ کی مرید ہوتی ہے۔ اور اتنی فتوحات پہنچتی ہیں کہ
 بیان میں نہیں آسکتی۔ حق تعالیٰ حضرت ثانی صاحب کو عمر خضر دے۔ بحق تون و البصاء

حضرت ثانی صاحب کا سفر ہندوستان کی طرف حضرت خواجہ بزرگ معین الدین صاحب چشتیؒ کی زیارت کے لئے اور دہلی شریف کا سفر حضرت خواجہ قطب الدینؒ و دیگر خواجگانؒ کی زیارت کے لئے

حضرت ثانی صاحب کو یہ شوق ہوا کہ اپنے پیران خواجگان چشت کی زیارت
 سے مشرف ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کے سفر کا ارادہ کیا۔ سنہ ۷۲۵ھ
 میں تونہ شریف سے صدا آ دیوں کے ساتھ جو سوار پیادہ تھے، روانہ ہوئے۔
 پہلے بلہ تاج سرور میں حاضر ہو کر قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب ہارویؒ کی زیارت

سے مشرف ہوئے۔ پھر ہمارا شریف میں جا کر قبلہ عالم کے صاحبزادگان سے ملاقات کی۔ صاحبزادہ صاحب غلام فخر الدین بن خواجہ محمود اور میاں امام بخش بن میاں غلام فہید صاحب کو ہمراہ لیا اور قصبہ ولہڑ اور بیکانیر کے راستہ سے اجیر شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب بیکانیر شہر میں پہنچے تو شہر کے باہر محلہ قضاہاں میں ان کی مسجد میں ڈیرہ کیا اور تین چار دن وہاں قیام فرمایا۔ بیکانیر کے لوگ ہر قوم سے بہت تعداد میں مرید ہوئے جب راجہ سردار سنگھ والی بیکانیر کو خبر ہوئی تو حضرت صاحب کی خدمت میں آئی جیسا کہ میں زیارت کے لئے آنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ ہم فقیر ہیں ہماری ملاقات سے تجھے کیا فائدہ پہنچے گا اس جگہ نہ آنا۔ غرضیکہ کمال استغناء ذاتی سے اس کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیا۔ گویا اس شعر کا مضمون اس حضرت کے حق میں ہے۔

لے بُردی دلم را تو بایں شکل و شمائل

پر دای کست نیت و خلقی بتو مائل

پھر وہاں سے روانہ ہو کر ناگور شریف پہنچے اور حضرت سلطان التارکین حمید الدین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں چند دن قیام فرمایا۔ ناگور کے بہت ہی زیادہ لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ بلکہ ناگور کے ارد گرد کے لوگ عراہہ میں بیٹھ کر آتے تھے۔ اور مرید ہوتے تھے۔ اور قصبہ باسنی سے جو ناگور سے پانچ چھ کوس پر ہے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں آئیں اور مرید ہوئیں۔ پس یہاں سے میرٹھ پہنچے اور وہاں کی مخلوق کو داخل سلسلہ کیا۔ وہاں سے ۲۷-۲۸ جمادی الثانی کو دارالخیراجیر شریف پہنچے اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں دس روز کے قریب قیام کیا۔ اجیر شریف کے لوگ امیر و غریب سب آپ کے جمال باکمال کے اتنے مشتاق ہوئے کہ ہزار ہلے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور وہاں کے لوگ میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ اس شہر میں ہر خاندان کے بے شمار مشائخ آتے ہیں مگر ایسا شیخ اور کوئی نہیں دیکھا کہ خادمان درگاہ شریف اور حضرت خواجہ بزرگؒ کی اولاد میں حضرت کی مرید بنی۔ چونکہ ہزار ہا

لوگوں نے بیعت کی تھی تو آپ کس کس کے شجرہ پر دستخط فرماتے۔ یہ غلام بھی اپنے وطن سے اجیر شریف پہنچا ہوا تھا۔ آپ نے فقیر کو فرمایا کہ تو ان لوگوں کے شجروں پر دستخط کر۔ آپ کے حسب الارشاد میں نے دستخط کئے۔ پھر غلام نوازی اور بندہ پر دوسری کی راہ سے جب چاہا کہ یہ ہماری درگاہ کا پیرا ناگتا ہے تو مولوی دیدار بخش پاک پٹی کو فرمایا اور اس نے آپ کے حکم کے مطابق مسجد شاہ جہانی کے زمین پر کھڑے ہو کر اور مجھے اپنے برابر کھڑا کر کے آواز دی کہ اجیر کے لوگو! حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جو شجر سے مرید ہوتا ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ دوری کی وجہ سے ہماری بار بار اجیر شریف حاضری ممکن نہیں۔ یہ ہمارے دادا جان کا غلام ہے اور ہمارا بھی غلام ہے یعنی نجم الدین۔ یہ ہر سال یہاں عرس مبارک پر حاضر ہوتا ہے۔ اسے ہماری جگہ سمجھیں اور جسے نام خدا کی حاجت ہو، ان سے پوچھیں کہ یہ ہمارے دادا جان کے خلیفہ ہیں اور ہماری جانب سے بھی خلیفہ ہیں۔ سب کے لئے لازم ہے کہ ان کی متابعت کریں۔ جو بھی اس مجلس میں حاضر تھا، اس نے میری دست بوسی کی اور میری توقیر و تعظیم کی اور یہ معاملہ دو دفعہ ہوا۔ ایک دفعہ پیر زادہ حسین بخش کے مکان پر جہاں حضرت صاحب کا ڈیرہ تھا۔ اور دوسری مرتبہ درگاہ شریف میں۔ پس اس دن سے لے کر آج تک لوگ ان کے غلام سے محبت کرتے ہیں۔ اور عزت کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ درگاہ سلیمانی کا گناہ ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ حضرت صاحب کے ہم رکاب دہلی شریف تک جاؤں۔ مگر اجیر شریف کے لوگوں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ جناب تشریف لے جا رہے ہیں اور ہمیں ابھی نام لپہ چھنے ہیں اور چند شجروں پر دستخط کرنے باقی ہیں، اس اپنے غلام کو یہاں چھوڑ جائیں، تو حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ تو اس جگہ رہ اور ان کی حاجت پوری کر۔ پس عالی جناب کے حسب الارشاد میں چند روز اجیر شریف رہا اور حضرت صاحب کشن کر ٹھہر کی طرف روانہ ہوئے۔

وہاں بھی لوگ آکر مرید ہوئے۔ وہاں سے جے پور تشریف لے گئے اور حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب جے پور کی خانقاہ میں ڈیرہ کیا۔ تین چار دن وہاں رہے

اس جگہ کاراجہ ممتی رام سنگھ تمام اعتقاد کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور نذر
 نیاز پیش کی۔ وہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے۔ وہاں سے دہلی شریف پہنچے۔ پہلے
 حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں حاضری دی اور
 ان کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہیں حضرت مولانا صاحب خواجہ فخر الدین صاحبؒ کی
 زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے۔ پھر حضرت خواجہ نصیر الدین
 محمود چراغ دہلیؒ کی درگاہ میں پہنچے۔ ان کی زیارت سے اور حضرت کمال الدین علامہؒ کی
 زیارت سے جن کی قبر شریف آپ کے مزار کے پائیں ہے، مشرف ہوئے۔ جب دہلی کے بادشاہ
 ابوالمظفر سراج الدین (بہادر شاہ ظفر) کو خبر پہنچی کہ حضرت چراغ دہلیؒ کی خانقاہ میں ہیں تو
 ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے اشتیاق سے آپ کی خدمت میں پہنچا اور درگاہ شریف کے دروازہ
 کے آگے ہاتھی کھڑا کیا جب حضرت صاحب کو خبر ہوئی کہ بادشاہ آیا ہے تو استنجا کے
 بہانہ سے دوسرے راستہ سے درگاہ شریف سے نکل کر صحرائی طرف چلے گئے۔ وہ غریب
 منتظر کھڑا رہا۔ آپ تمام استغناء سے صحرائی بیٹھے رہے۔ آخر لوگ وہاں پہنچے اور بہت
 منت سماجت کی۔ اور حضرت صاحب کو لائے۔ تب بادشاہ نے قدم بوسی کی۔ پھر نعمت
 حاصل کر کے چلا گیا۔ وہاں سے حضرت صاحب خواجہ نظام الدین صاحب محبوب الہیؒ
 کی درگاہ میں بلدہ غیاث پور میں آئے اور ان کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر شاہجہان
 آباد گئے۔ شہر میں آپ کی بہت شہرت ہوئی۔ بادشاہ و سلاطین خدمت میں حاضر ہو کر
 قدم بوسی کرتے تھے۔ آپ کا ڈیرہ شہر میں صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب نبیرہ
 مولانا فخر الدین صاحبؒ کے مکان پر تھا۔ اتنی مخلوق مرید ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔
 بادشاہ نے حضرت صاحب کو اپنے محل میں دعوت دی۔ اور اپنی پردہ دار عورتوں کو
 اور دیگر شہزادوں کو آپ کا مرید کر لیا۔ بادشاہ نے ایک ہاتھی اور جنس و نقد نذر کیا۔
 آپ نے ہاتھی صاحبزادہ نظام الدین صاحبؒ کو عطا کر دیا۔
 رمضان شریف قریب آ رہا تھا جس میں آپ کے والد حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ
 کا عرس ہوتا تھا۔ اس لئے آپ وہاں سے واپس روانہ ہو گئے اور بہادر گڑھ ہجرہ

میں ہوتے ہوئے ہانسی آئے۔ اور وہاں حضرت قطب جمال الدین ہانسی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور اُن کے دیوان سجادہ نشینوں کو اور اُن کی اولاد کو اور دوسرے لوگوں کو وہاں مُرید کیا۔ ہاں سے روانہ ہوئے اور بلدہ سرسین پہنچے اور خواجہ ابوالشکر سلمیٰ رحمہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے منزلیں طے کرتے ہوئے ہمارے شریف پہنچے اور وہاں سے روانہ ہو کر سنگھ شریف پہنچے۔ یہ تمام اعلیٰ حضرت کا ظہور تھا۔ اور "ونفخت فیہ من رُوحی" کا اثر تھا۔ کہ آپ پر اعلیٰ حضرت نے دم کیا تھا۔

امسال ۱۲۸۷ھ میں جب میں بلدہ ہمارے شریف میں پہنچا تو ہمارے حضرت صاحب کے مریدوں میں سے ایک شخص نے، کہ اس کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں، اس فقیر سے پوچھا کہ حضرت صاحب کا تو وصال ہو گیا ہے۔ اب وہ نعمت باطنی جو حضرت صاحب رکھتے تھے آپ کے خیال میں کس کو بخش کر گئے ہیں۔ میں نے کہا مجھے اتنی بزرگی و کشف نہیں ہے کہ میں نہیں اس کی حقیقت بتاؤں۔ میں حضرت صاحب کے عام مریدوں میں سے ہوں۔ البتہ میرا اعتقاد و یقین ہے۔ کہ آپ نے اپنی وہ نعمت حضرت صاحبزادہ اللہ بخش صاحب کو بخشی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ اعتقاد کی بات کرتے ہو یا حقیقت کی۔ اعتقاد اور ہے اور حقیقت اور ہے۔ میں نے کہا اگر حقیقت بھی پوچھتے ہو تو وہ بھی یہی ہے کہ صاحب نعمت آپ ہیں۔ اس نے اعتراض کیا۔ میں نے کہا کہ تمہیں حضرت غوث زمان پر اعتقاد ہے اُس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا تو "ونفخت فیہ من رُوحی" کے کیا معنی ہیں۔ حضرت صاحب کے جواب میں اعلیٰ حضرت صاحب نے یہ فرمایا تھا۔ یا نہیں۔ اس نے کہا کہ یاں فرمایا تھا۔ میں نے کہا عقلاً اور نقلاً ثابت کر دوں کہ اس نعمت کے وارث صاحبزادہ صاحب ہیں۔ کہنے لگا کر دو۔ میں نے کہا نقلاً یہ کہ قصہ "ونفخت فیہ من رُوحی" کو یاد کرو۔ نیز حضرت صاحب کا اپنی زندگی میں آپ کو دلائل الخیرات عطا کرنا اور حکم دینا کہ مریدوں کے شجروں پر دستخط کرو۔ نیز جمال شاہ کے استخارہ کا قصہ اور قصہ عمر خان افغان میں نے بیان کیا اور پھر میں نے کہا کہ یہ نقلاً بیان کیلئے کہ اس نعمت کے مالک اس حضرت ہیں۔ اب عقلاً یہ کہ حضرت صاحب کے وصال کے بعد بھی اسی طرح لنگر جاری ہے کہ آپ صاحب

فکر ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہزار ہا مخلوق آپ سے مرید ہوتی ہے، تیسرے یہ کہ صاحبزادگی کے دور میں آپ کا کیا حال تھا اور اب کیا ہے۔ قیاس کرنا چاہیے۔ چوتھے۔ میں نے ہندوستان کے سفر کے حالات بیان کئے۔ اور جو مقبولیت انہیں حضرت خواجہ معین الدین صاحبؒ کی درگاہ شریف میں حاصل ہوئی، اسے بیان کیا۔ پس عقلاً بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب بغیر نعمت باطنی کے کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ شخص شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا فقیر کا یہی عقیدہ تھا جو بیان کر دیا۔ اگر تو بھی حضرت غوثؒ زماں سے عقیدت رکھتا ہے تو اسی طرح جان در نہ تو جلتے۔

تو وطوبیٰ و ما و قامت یار فکر سر کس بقدر بہمت دوست
✓ میاں حبیب درویش ولایتی سکنت ملک یوسف زئی، جو ہمارے حضرت صاحبؒ کے مرید ہیں اور صاحبان وقت سے ہیں اور روز و شب مراقبہ و ذکر میں مشغول رہتے ہیں، اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ جب میں حضرت غوثؒ زماں سے مرید ہوا تو مجھے ایک تسبیح درود شریف اور تین تسبیح اللہ الصمد پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت صاحبؒ کا دستور تھا کہ ہر خاص و عام کو وقت بیعت یہ وظیفہ ارشاد فرماتے تھے۔ مجھے بھی یہی تلقین فرمایا۔ بعد میں جبکہ حضرت صاحبؒ کا وصال ہو چکا تھا، میں تو نہ شریف حاضر ہوا۔ ان دنوں مجھے شوقِ خدا زیادہ ہو گیا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحبؒ سے میں نے کوئی خاص ذکر و شغل اور ترکیب مراقبہ نہ سیکھی۔ اور صاحبزادہ صاحب المدبخت جیو سے میرے دل نے نہ مانا کہ ذکر و اشغال پوچھوں۔ ایک دن میں نے حضرت صاحبؒ کے مزار اقدس پر حاضری کے وقت اپنی آرزو پیش کی۔ رات کو جب سویا تو حضرت صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا: "میرے دوست! تو مجھے مردہ سمجھے بیٹھا ہے۔ میں زندہ ہوں۔ یہ تو ایک شرعی پردہ سا ہے۔ اس وقت دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بھی حاضر کھڑے تھے۔ میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا۔ اور مجھے فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ انہیں خالی رکھا ہے۔ انہیں اپنی جگہ مقرر کیا ہے تو اپنی نعمت دے کر مقرر کیا ہے۔ لازم ہے کہ تو اُن سے ذکر و اشغال کی ترکیب پوچھے

اور جو احتیاج ہو اُن سے عرض کرے۔" جب میں بیدار ہوا تو مجھے حضرت ثانی صاحب سے اتنا زیادہ اعتقاد ہو گیا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ اس دن کے بعد جب بھی کبھی میرے دل میں کوئی خطرہ، دسواں یا اندیشہ پیدا ہوتا ہے تو حضرت ثانی صاحب خواب میں آکر میری تشفی فرمادیتے ہیں۔ ۱۔

کاتب المحرّف کہتا ہے کہ میاں حبیب دلائی دن رات مراقبہ میں رہتا تھا اور جو واردات اس پر گزرتی، اس فقیر کو پیر بھائی جان کراہیں بیان کر دیتا۔ چنانچہ حضرت ثانی صاحب کے تصرف اور ان کی بزرگی کے ایسے ایسے بیان ہیں کہ میری عقل حیرت میں آجاتی ہے۔ مگر میرا دل بہت غوش ہوتا ہے کہ الحمد للہ میرے حضرت پیر و مرشد کی جگہ پر ایسے ہی سجادہ نشین ہونے چاہئیں تھے۔ آپ کی مناقبات اس قدر ہیں کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ اس لئے انہیں پر اکتفا کرتا ہوں۔ ۲۔

آج کہ ۲۲ محرم ۱۳۸۸ھ ہے۔ ان کی عمر شریف ۳۶ سال ہے اور اس عمر میں اس عروج پر پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمر خضر عطا کرے، روز بروز مدارجِ عالی اور مرتبہ علیا پر پہنچائے، جو ہمارے حضرت صاحب کے مقاماتِ عالی تھے اُن کے نصیب میں کرے۔ اور اپنے دادا جان کی متابعت ظاہری و باطنی فرمائے۔

آپ کی تین بیویاں ہیں۔ ایک محمد گوگرد اصغر جو حضرت صاحب کے حقیقی خواہرا زادہ ہیں، اُن کی بیٹی ہیں۔ ان کے بطن سے دو بیٹے ہوئے تھے ممکنہ سچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ دوسری بیوی قوم بلوچ سے ہے۔ ان کے بطن سے ایک فرزند حافظ محمد موسیٰ نام ہیں جن کی عمر اس وقت بارہ سال ہے۔ حق تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے کہ نورِ سلیمانی و جلوتہ رحمانی ان کی جمینِ اطہر سے ظاہر ہوتا ہے۔

تیسری بیوی غلام قادر خان بنی حاجی محمد مصطفیٰ خان خاکوانی افغان ملتان کی بیٹی ہیں کہ ان کے بطن سے اس سال ۲۶ محرم ۱۳۸۸ھ کو فرزندِ نرینہ پیدا ہوئے جس کا نام میاں احمد ہے۔

حضرت صاحبزادہ خیر محمد صاحب کا ذکر

جو

خواجہ گل محمد صاحب بن حضرت محبوب رحمان خواجہ محمد سلیمان

کے دوسرے بیٹے ہیں

حضرت خواجہ گل محمد صاحب کے دوسرے بیٹے کا نام میاں خیر محمد تھا۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اور برگزیدہ انہر من الشمس ہیں۔ آپ کی جود و سخاوت شمار سے حالِ زندانہ رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں بھی اپنے دادا جان و والدین بزرگوار کی متابعت نصیب کرے۔ اور ہمارے حضرت صاحب کی آل و اولاد کو قیامت تک پھیلنے اور سچے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برکت و عزت دارین عطا کرے۔ اور خیر محمد صاحب کی ابھی تک ایک بیٹی ہے۔ حضرت خواجہ خیر محمد صاحب کو چار دھڑیان تھیں۔ حضرت خواجہ خیر محمد صاحب کی اولاد کے نام یہ ہیں۔ حضرت خواجہ خیر محمد صاحب کی اولاد کے نام یہ ہیں۔

۱۳۷۸ ۱۲۷۶ ۱۱۷۴

۴۹
۱۲
۸۱

حضرت خواجہ خیر محمد صاحب کی اولاد کے نام یہ ہیں۔ حضرت خواجہ خیر محمد صاحب کی اولاد کے نام یہ ہیں۔

خواجہ خیر محمد صاحب کی اولاد کے نام یہ ہیں۔ حضرت خواجہ خیر محمد صاحب کی اولاد کے نام یہ ہیں۔

ذکر خلفائے حضرت محبوب رحمۃ اللہ علیہ

غوثِ زمان و محبوبِ رحمان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کے خلفاء کا طین بے شمار تھے کہ احاطہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ اس لئے کہ حضرت صاحبِ بایں (۲۲) برس کی عمر میں سجادہٴ میثقت و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے تھے اور چو راسی (۸۴) برس کی عمر تک مخلوقِ خدا کو طریقت و شریعت کے رامنہ کی تلقین فرماتے رہے۔ اس مدتِ مذکورہ میں اطراف و اکناف یعنی خراسان، ہند، سندھ، عرب، ترکستان، روم اور شام سے خلقِ خدا آتی تھی اور راہِ خدا اور طریقِ سلوک حضرت صاحبؒ سے حاصل کرتی تھی۔ پھر یہ سب حضرات اپنے اپنے ملک میں چلے جاتے تھے۔ جب حضرت صاحبؒ کسی کو لائقِ ارشاد خیال فرماتے تھے تو اسے خلافت و اجازت دے کر روانہ کرتے تھے۔ اور وہ اپنے ملک میں جا کر خلقت کی راہ نمائی کرتے تھے۔ نیز بعض کو تو اس طرح خفیہ نعمت دے کر بھیجا کہ اُن کے حل کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ البتہ جو آپ کے مشہور ترین خلفاء ہیں اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان خلفاء کے اسم گرامی یہ ہیں:

خلفاء کے نام:

- ۱۔ مولانا محمد بارانؒ کلاچی
 - ۲۔ مولانا محمد علیؒ مکھڑی
 - ۳۔ حافظ سید محمد علیؒ خیر آبادی
 - ۴۔ مولانا احمد تونسویؒ
 - ۵۔ صاحبزادہ گل محمد تونسویؒ
 - ۶۔ خواجہ شاہ اللہ بخشؒ تونسویؒ (سجادہ نشین)
 - ۷۔ صاحبزادہ نور بخش صاحبؒ (سجادہ نشین و نبیرہ حضرت قبلہ عالم ہمارویؒ)
- یہ چاروں خلفاء خاص خلفاء ہیں۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار خلفاء خاص تھے۔ ان چاروں کا سلسلہ بہت چلا۔ چنانچہ ان کا مفصل ذکر آگے کیا جائے گا۔

۸۔ صاحبزادہ قطب الدین صاحب بہارویؒ (برادر حقیقی حضرت صاحبزادہ نور بخش صاحب بہارویؒ)

۹۔ حضرت خواجہ محمود صاحب بہارویؒ (جو قاضی عاقل محمد صاحبؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مگر ہمارے حضرت صاحبؒ سے بھی خلافت تھی)

۱۰۔ حضرت خواجہ محمود صاحب بہارویؒ کے برادرِ خورد خواجہ غلام فرید صاحبؒ (جو حضرت جمال الدین ملتانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مگر ہمارے حضرت صاحبؒ سے بھی خلافت تھی)

۱۱۔ مولوی نور جہانیاں صاحب بہاولپوریؒ

۱۲۔ مولوی شہسوار صاحبؒ (سکنہ نواحی بہار شریف)

۱۳۔ حاجی بختاورد صاحبؒ

۱۴۔ حافظ بر خوردار صاحبؒ

۱۵۔ مولوی سرفراز صاحب چشتیؒ (حضرت گنج شکرؒ کی اولاد سے تھے اور ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے تھے)

۱۶۔ میاں عبدالشکور صاحب خیر آبادیؒ (ان کی قبر تونسہ شریف میں حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ کی قبر مبارک کے قریب ہے)

۱۷۔ سردار خان صاحب ولایتیؒ

۱۸۔ حسن شاہ صاحب قندھاریؒ

۱۹۔ ولی اللہ صاحب خراسانیؒ

۲۰۔ دلی محمد صاحب المشہور پینری والا۔

۲۱۔ مولوی محمد حیات صاحب چچانی ثم دہلوی

۲۲۔ مولوی میاں حسن عسکری صاحب دہلویؒ

۲۳۔ میر فضل علی صاحب جمہری

- ۲۴۔ مولوی قیام الدین صاحب دہلوی
- ۲۵۔ مولوی شرف الدین صاحب سوتری
- ۲۶۔ شیخ احمد صاحب مدنی
- ۲۷۔ مولوی صلح محمد صاحب تونسوی
- ۲۸۔ مولوی علی محمد صاحب (حضرت صاحب کے امام)
- ۲۹۔ میاں عبداللطیف صاحب
- ۳۰۔ صاحبزادہ غلام نعیر الدین عرف کلمے میاں صاحب (نبیرہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلوی)
- ۳۱۔ مولوی نور محمد صاحب ملتانی (امام مسجد حمام)
- ۳۲۔ حافظ نور الدین صاحب ڈمنڈی (سکنہ نواحی مہار شریف)
- ۳۳۔ مولوی امام الدین صاحب ڈمنڈی (محبوب تھے اور لاہور میں رہتے تھے۔)
- ۳۴۔ نور احمد صاحب سندھی
- ۳۵۔ غلام محمد صاحب شیرانی
- ۳۶۔ نور عالم صاحب (سکنہ نواحی مکھڑ شریف)
- ۳۷۔ سید فاضل شاہ صاحب کشمیری (جن کا مزار گرہی شریف نزد راولپنڈی میں ہے)
- ۳۸۔ امیر الدین صاحب بن فضل کشمیری
- ۳۹۔ سید شیر شاہ صاحب پاکپتنی (نبیرہ مولانا بدر الدین اسحاق صاحب خلیفہ حضرت گنج شکر)
- ۴۰۔ سید مستان شاہ صاحب خراسانی
- ۴۱۔ مولوی ابوالحسن صاحب لانگھوی (سکنہ نواحی سنگھڑ شریف) (سکھڑ شریف)
- ۴۲۔ تقی محمد صاحب لانگھوی
- ۴۳۔ مولوی قادر بخش صاحب
- ۴۴۔ مولوی حافظ عظمت صاحب طیفروی (سکنہ نواحی مہار شریف)
- ۴۵۔ مولوی غلام رسول صاحب طیفروی

۴۶۔ فیض اللہ شاہ صاحب جھوی

۴۷۔ حافظ گوہر صاحب

۴۸۔ میاں دلیل صاحب خانپوری

۴۹۔ مولوی نظام الدین صاحب (سکنہ نواحی لاہور)

۵۰۔ مولوی محمد حسین صاحب چوہان

۵۱۔ مولوی محمد یار صاحب چناری

۵۲۔ غلام محمد صاحب ادھینی

۵۳۔ حافظ غلام رسول صاحب (نواسہ مولوی نور محمد تارودالہ صاحب)

۵۴۔ سہیل خان صاحب (سکنہ ہندی) *محمد حسین صاحب*

۵۵۔ غلام محمد صاحب ملخانی

۵۶۔ غلام رسول خان صاحب ماکو افغان (جو حضرت صاحب کے خادم خاص تھے)

۵۷۔ محمد اکرم صاحب (نذر بردار اور حضرت صاحب کے خادم خاص)

۵۸۔ مولوی شمس الدین صاحب (سکنہ ساہی والہ سیال شریف)

۵۹۔ مولوی عبدالرحمن صاحب (سکنہ قریہ تروافواچی مہار شریف۔ حضرت قبلہ عالم کے مرید تھے اور حضرت صاحب سے خلافت تھی)

۶۰۔ مولوی عبدالرحمن صاحب (حضرت صاحب کے مؤذن)

۶۱۔ مولوی امام الدین صاحب (مصنف نافع السالکین۔ ملاحظہ حضرت صاحب)

۶۲۔ مولوی محبوب عالم صاحب (سکنہ سورت بندر)

۶۳۔ میاں نظام الدین صاحب (ساکن بمبئی)

۶۴۔ شرف الدین صاحب کدستانی

۶۵۔ غلام محمد صاحب اسولپوری

۶۶۔ غلام محمد صاحب بلاول پٹنی

۶۷۔ (تمام پیر بھائیوں میں سے کمترین) فقیر نجم الدین (مصنف مناقب المجاہدین)

ان کے علاوہ بھی حضرت صاحب کے خلفاء ہر ملک میں ہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب کا جو فیض اس دور یعنی تیرھویں صدی میں جاری ہے، وہ دیگر مشائخ سے جاری نہیں ہوا۔ بلکہ سلف میں بھی کم مشائخ سے ہوا ہے۔ حضرت مولانا صاحب کے زمانہ سے لے کر حضرت صاحب کے وصال تک (۷۷۰ سال کے قریب بیتے ہیں۔ آپ اتنا عرصہ مندار شاد پر زینت بخش اور رونق افروز رہے اور مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ آپ کے خلفاء کے علاوہ آپ کے عام مرید بھی ایسے صاحب کرامت اور صاحب نسبت ہوئے ہیں کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

ایک باریہ فقیر سنگھ شریف کی طرف حضرت صاحب کی زیارت کے لئے جارہا تھا۔ دیہائے سندھ میں کشتی پر سوار ہوا۔ کشتی دوسرے کنارے کے قریب پہنچی ہوئی اور عصر کا وقت تنگ ہو رہا تھا کہ اتنے میں ایک مسافر نے پہلے کنارے پر آکر ملاحوں کو آواز دی کہ میں دُور سے سفر کرتا ہوا آ رہا ہوں۔ شام ہو رہی ہے۔ برائے خدا کشتی لوٹا کر لائیں اور مجھے بھی سوار کرالیں۔ ملاحوں نے اس کے ساتھ مہینہ کر فی شروع کر دی اور کہنے لگے تو واپس لوٹ جا کر آجانا۔ ہم اب واپس نہیں آئیں گے۔ اس نے بہت منت و سماجت کی انہوں نے قبول نہ کی۔ آخر یہ ہوا کہ کشتی خود بخود واپس آکر پہلے کنارے پر لگ گئی۔ ہم سب حیران رہ گئے۔ دل نے یہ کہا کہ ضرور یہ کوئی باکمال درویش ہے جس نے کشتی بغیر ہوا کے خود بخود چلی آگئی ہے۔ آخر وہ سوار ہوا اور کشتی پھر چلنے لگی۔ یہاں تک کہ دو تین گھنٹی رات کے وقت دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ جب دن چڑھا اور روانہ ہوئے تو دیکھا کہ وہ درویش مولوی سرفراز تھا جو ہمارے شریف کے قریب کا رہنے والا تھا اور دہلی شریف میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اس فقیر نے اسے اکثر دہلی میں دیکھا ہے کہ مجالس سماع میں اسے بہت رقت ہوتی تھی۔

غرض کہ اس طرح کے حضرت صاحب کے بے شمار درویش تھے۔ البتہ اب اُن راشد خلفاء کا ذکر کیا جائے گا جو چار ہیں۔

نے کہا کلاچی سے آیا ہے اور شیخ عطار پڑھتا ہے۔ اس نے کہا کئی دنوں سے دیکھتا ہوں کہ یہ کبھی کسی کے دروازہ پر نہیں گیا۔ اسے اپنے پاس سے کھانے کے لئے کچھ دیتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اس بڑے کو یہ وعدہ کر کے لایا تھا کہ سبق کے علاوہ مجھ سے کوئی اور خدمت نہ لے گا۔ اُس زمیندار نے کہا اچھا جو بھی اس کی قیمت ہوگی۔ لیکن اس وقت تو اسے یہ نان و حلوہ دے دیں۔ انہوں نے کہا میں اسے اس حلوہ میں ہاتھ ڈالنے نہیں دوں گا۔ تم جو بھی اس کا حصہ ہے۔ اسے دے دو۔ اس زمیندار نے دو روٹیاں اور آدھی روٹی اور کچھ حلوہ اس پر ڈال کر مجھے دے دیا۔ میں نے حلوہ لگا کر ایک لقمہ حلق میں ڈالا مگر تمام زور کے ساتھ بھی اسے حلق سے نیچے نہ اتار سکا۔ اس لئے کہ دس روز سے فاقہ سے تھا اور میرا گلا بھوک سے خشک ہو گیا تھا۔ وہ لقمہ نیچے نہ جاتا تھا۔ اس زمیندار نے مولوی صاحب سے کہا کہ تو اس بچے کو ہلاک کرنے کے لئے لایا تھا۔ یا سبق دینے کے لئے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے لانے سے پہلے اس سے عہد لیا تھا کہ سبق کے علاوہ مجھ سے اور کوئی غرض نہ رکھے گا۔ پس اس زمیندار نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے سہارا دیا اور کہا لقمہ کو خوب باریک اور چھین کر اور اس نالہ آب سے چٹو میں پانی لے کر منہ میں ڈال اور لقمہ حلق سے نیچے کر۔ اس طریقہ سے میں نے آدھی روٹی کھائی اور باقی درویشوں کو دے دی۔

اس کے بعد اس زمیندار نے مجھے کہا کہ چند قدم میرے ساتھ آج میں اس کے ساتھ گیا۔ کہنے لگا یہ میری سرائے کا دروازہ ہے، ہر روز مغرب کے وقت اس دروازہ پر آ کر دستک دے دیا کرو۔ تجھے ایک بڑی روٹی اور گوشت دے دیا کریں گے میں مسجد میں واپس آ گیا۔ دل میں کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ خدا کا دروازہ چھوڑ کر روٹی کے لالچ میں مخلوق کے دروازہ پر جاؤں۔ رات کو نہ گیا۔ اس نے دوسری رات پھر آ کر مجھے کہا کہ روٹی لینے کے لئے میرے گھر کیوں نہیں آیا۔ میں نے کہا اور بہت سے درویش ہیں۔ ان کو دے۔ اُس نے کہا کہ دوسروں کو کیسے روٹی دوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے نام خطاب آیا ہے۔ اگر تو وہاں نہ جئے گا تو لاچار میں خود تیس پہاں لاکر دبا

کروں گا پس وہ اپنے گھر سے روٹی لاکر مجھے دیا کرتا تھا۔ اور میں اپنی ایک پوری روٹی اور ایک آدھی روٹی اور نمازیوں کے لئے قلعے جمع کر کے درویشوں کو دے دیتا تھا۔

کچھ مدت بعد وہاں سے ڈیرہ غازی خان جا کر تعلیم حاصل کرنے لگا۔ جب میں نے ڈیرہ غازی خان کا راستہ لیا تو حضرت شیخ اسماعیل کے راستہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک برہمنہ پا کو دیکھا۔ میں نے جوتا اُسے دے دیا۔ اور خود ننگے پاؤں روانہ ہو گیا۔ ایک شخص نے مجھے جوتے دیئے۔ وہ بھی میں نے ایک اور برہمنہ پا کو دے دیئے۔ اسی طرح اس بارہ (۱۲) کوس کی منزل میں تین مرتبہ جوتے اللہ کے لئے دے دیئے۔ پھر حسب برہمنہ پا ہو گیا تو دیکھا کہ ایک جوان مغرب کے وقت درخت کے اوپر کھڑا ہے۔ اس نے پوچھا اے بیٹے کہاں سے آرہے ہو۔ اور کہاں جا رہے ہو۔ میں نے تمام حال بیان کیا۔ اس نے کہا ذرا ٹھہرو۔ میں کھڑا ہو گیا۔ وہ درخت سے نیچے اُترا۔ اور کہنے لگا میرے ساتھ آ۔ رات میرے ہاں جہان رہو۔ رات میں وہاں رہا۔ جب اس نے مجھے برہمنہ پا دیکھا تو وہ بہت سے جوتے لے کر آیا اور کہنے لگا جو تپا پسند ہو لے لو۔ میں نے اُن میں سے ایک جوتا لے لیا۔

جب میں ڈیرہ غازی خان پہنچا تو ایک عالم کے مدرسہ میں گیا۔ کچھ مدت تک اُن سے کتابیں پڑھتا رہا۔ ایک دن ہمارے شریف سے اُس استاد کے اُستاد کے انتقال کی خبر آئی۔ اور وہ اپنے استاد کی فاسخ خوانی کے لئے ڈیرہ غازی خان سے ہمارے شریف کے لئے روانہ ہوا۔ اور مجھے بھی ساتھ لے گیا۔ ہمارے شریف پہنچے۔ جب میرے استاد نے اپنے استاد کی تعزیت سے فراغت پائی اور واپسی کا ارادہ کیا تو اس مرحوم عالم کے اہل پردہ سے یہ پیغام آیا کہ ہمارا بیٹا محصور ہے۔ اگر آپ واپس وطن چلے گئے تو یہ مدرسہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مدرسہ دوسروں کو دے دیں گے اور ہماری عزت و وقار بھی مٹ جائے گا۔ مناسب یہ ہے کہ چند روز آپ یہاں ٹھہریں۔ پس میرے استاد نے وہیں ہمارے شریف میں قیام کر لیا۔ اور وہاں طالب علموں کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اور جو کچھ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب کے دستِ نگر سے اس متذکر عالم کا وظیفہ

اور غلہ مقرر تھا وہ اسی طرح مقرر رہا ۔

میں لشکر شریف کے مصروف کے لئے ہر روز درویشوں کے ساتھ گندم بڑے گھوڑے پر رکھ کر اور آٹا پسوا کر لاتا تھا۔ ایک دن ایک عورت نے مجھے کہا کہ جو دانے تیرے ذمہ ہیں، مجھے دے دیا کہ میں تمہاری جگہ پیس دیا کرونگی۔ اور آٹا بنا دیا کرونگی۔ اور اجرت بھی نہ لوں گی۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ وہ عورت ہمیشہ مجھے آٹا لاکر دیتی تھی۔ ایک دن میرے استاد صاحب کے حاجزادے کے پیٹ میں درد اٹھا۔ کسی نے اس کی والدہ کو کہا کہ تمہارے طالب علم شاگردوں میں ایک مسکین درویش ہے۔ اگر وہ تعویذ لکھ کر دیگا فوراً آرام آجائے گا۔ پس میرے پاس آدمی بھیجا۔ تاکہ میں تعویذ لکھ کر دوں۔ جب بسے دھوکہ پلایا، شفا ہو گئی پس انہوں نے میری روٹی مقرر کر دی۔

ایک دن میرے استاد نے مجھے کہا کہ اُس شخص یعنی حضرت قبلہ عالمؒ کے سامنے کبھی نہ جانا کہ وہ لوگوں کو دفعہً باللہ (مگر اہ کرتے ہیں۔ اور کتاب پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ میں آدمی رات کے بعد مہار شریف کے جنگل میں جا کر یاد حق میں مشغول رہتا تھا۔ ایک دن دوسرے طالب علموں نے میرے استاد صاحب سے کہا کہ یہ جوان عورتوں سے ملتا جلتا ہے اور آپ کے استاد کے گھر سے خیالِ فاسد سے کھانا کھاتا ہے پس ان کے کہنے پر میرے استاد کو مجھ سے بدظنی ہو گئی اور پورا یقین ہو گیا کہ اسے ضروریہ علت ہے۔ ایک دن دو گھڑی دن کے وقت مجھے تلاش کیا مجھے نہ پایا۔ اس نے طالب علموں سے پوچھا۔ کہنے لگے کہ خدا جانے کس طرف چلا گیا ہے۔ یا گم ہو گیا ہے۔ آخر مجھے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں پایا۔ کہ میں اُس وقت حضرت قبلہ عالمؒ کو اپنا سبق بدستور سابق شمار رہا تھا۔ یعنی میرا دستور تھا کہ اپنے استاد صاحب سے سبق لیتا تھا اور اپنے استاد کی اطلاع کے بغیر حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں جا کر بوقتِ زوال وہ سبق آپ کو سنا تا تھا۔ اُس دن استاد محترم نے جب مجھے حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں دیکھا تو خشم ناک ہو گئے مگر وہاں حضرت قبلہ عالمؒ کے لحاظ سے مجھے کچھ نہ کہا۔ جب رات ہو گئی تو میں نے آدمی رات کو جنگل کا راستہ لیا اور وہاں جا کر عبادتِ حق میں مشغول ہو گیا اور صبح صادق

کے وقت اپنے مکان پر جا کر چارپائی پر سو گیا۔ جب میرے استاد دنا زبخر کی امامت سے فارغ ہوئے اور میرے سونے کی کیفیت سے آگاہ ہوئے تو آکر ایک پھرٹی لے کر دونوں ہاتھوں سے پکر پکر زور لگا کر مجھے مارنے لگے۔ مگر وہ پھرٹی میرے جسم پر نہ پڑی بلکہ چارپائی پر اس طرح پڑی کہ وہ پھرٹی آدھی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے آدھی پھرٹی مجھے ماری وہ بھی ٹوٹ گئی۔ میں جلدی سے اٹھا اور استاد کے خوف سے باہر بھاگ گیا اور قبلہ عالم کی خدمت میں جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ تمہیں قاضی عاقل محمد صاحب کی طرف خط لکھ کر دیتا ہوں۔ کوٹ مٹھن میں جا کر علم پڑھو۔ میں حضرت قبلہ عالم کے حکم کے مطابق کوٹ مٹھن آ گیا اور علم حاصل کیا۔

میں نے کوٹ مٹھن میں مطالعہ کتب میں بہت محنت کی۔ اس وجہ سے مجھے دماغ کی خشکی کی وجہ سے سر درد کا مرض ہو گیا۔ ایک دن ضروری حاجت سے شہر گیا ہوا تھا۔ دیکھا ایک شخص سپاہیوں کے لباس میں چارپائی پر بیٹھا ہے۔ اس نے مجھے بلایا اور کہلہ یہ پیسے لے کر فلاں ہندو بقال کی دکان سے فلاں فلاں چارادویہ لے آؤ۔ جب میں لے آیا۔ فرمایا ایک پیچگی پانی سے بھر کر گرم کر دو۔ پھر یہ ادویہ اس میں ڈال دو۔ میں نے ایسا ہی کیا جب جوش میں آگئی اُس نے کہا نیچے اتار لو۔ وہ جو شانہ صاف کر کے اُس نے مجھے دیا۔ اور کہا پی لو۔ میں نے پی لیا۔ درد سر اور دماغ کی خشکی کو آرام آ گیا۔ میں اسے نہیں پہچانتا تھا۔ چند دنوں کے بعد اسے پھر دیکھا۔ اُس نے پوچھا اے جوان اب کیا حال ہے۔ کون سی کتاب پڑھتے ہو۔ میں نے کہا۔ مطول۔ فرمایا جب تو یہاں علم حاصل کرتا ہے اور یہاں رہتا ہے تو کھانا ہمارے گھر سے کھایا کریں اس کے گھر سے کھانا کھانے لگا۔ اس کے بعد اُس نے مجھے کہا کہ اب جبکہ تو نے علم حاصل کر لیا ہے تو اب پیر کامل کی تلاش کرو۔ اور حضرت غوث زماں خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ میں کوٹ مٹھن سے روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک اندھیری رات جنگل سے ذکرِ جہر کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ ٹھہر گیا اور اس آواز کا منتظر رہا۔ آخر دوسری صبح کے بعد پھر اس ذکر کا ذکر پایا۔ اس کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ مجھے راہِ خدا کی تعلیم

درد۔ اُس شخص نے بھی کہا حضرت خواجہ محمد سلیمان کی خدمت میں جاؤ۔ مرید ہو جاؤ۔ اس کے وسیلہ سے خدا کا راستہ پاؤ گے۔ آخر کوہِ درگ میں موضعِ گزگوچی میں جو آپ کا دطن تھا پہنچا۔ آپ اس وقت اپنے عبادت خانہ کے باہر کھڑے تھے۔ جب مجھے دیکھا تو فرمایا: "اے جوان آ اور جلد آ کہ مجھے تیرے آنے کا سخت انتظار تھا۔" پس اُسی روز بیعت ہوا اور وہیں بزرگھاس یا لکڑیوں سے ایک کمرہ تیار کر کے اس میں ذکر و اشغال میں مشغول ہو گیا۔

کاتبِ الحروف کہتا ہے کہ میں نے خلیفہ صاحبؒ کی وجہِ بیعت اور اُن کا حضرت صاحبؒ سے بیعت ہونے کا واقعہ حضرت میاں نور بخش صاحب سجادہ نشین صاحبؒ سجادہ نشین حضرت قبلہ عالمؒ سے اس طرح سُنلے وہ فرماتے تھے کہ: "خلیفہ صاحبؒ دہوا میں طالبِ علمی کرتے تھے۔ ایک زمیندار تھا وہ اپنے گھر سے اُن کے لئے روٹی لایا کرتا تھا۔ اس کی اولاد نہ تھی۔ اس شہر مذکور میں شہر سے باہر ایک بزرگ کی خانقاہ تھی۔ وہ بزرگ پیر سلطانؒ تھے اور اُن کی کرامت مشہور تھی کہ جب کوئی شخص کسی حاجت کے لئے اُن کی خانقاہ میں جا کر رات کو وہاں رہتا تھا تو وہ بزرگ خود قبر سے باہر آکر زیارت کر لیتے تھے اور اس کی مراد بر آتی تھی۔ اس زمیندار مذکور نے ایک دن خلیفہ صاحبؒ کو کہا کہ آپ ایک رات میرے لئے پیر سلطانؒ کے مزار پر جا کر رات وہاں رہیں جب وہ بزرگ آپ سے ملاقات کریں تو میرے لئے بیٹے کی دعا کریں۔ اور ان سے میری یہ حاجت طلب کریں خلیفہ صاحبؒ اس روز عصر کی نماز کے بعد اس خانقاہ میں گئے۔ وہ بزرگ خلافِ معمول اسی وقت قبر سے باہر آئے اور اُن سے پوچھا کہ اے درویش یہاں کیسے آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں زمیندار کے بیٹا نہیں ہوتا۔ اس خاطر آیا ہوں۔ انہوں نے فرمایا اے کہہ دیں کہ تیرے گھر میں چند دن سے حمل ہوا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ نواہ کے بعد اس کے ہاں اس صورت و میرت اور اس علامت کا بیٹا پیدا ہوگا۔ خلیفہ صاحبؒ وہاں سے اسی وقت رخصت ہوئے اور مسجد میں اپنے ڈیرہ پر آ گئے۔ نمازِ مغرب پڑھی جب اس زمیندار نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں نے کہا تھا کہ آج رات آپ اس بزرگ کی

خانقاہ میں جا کر میری خاطر سات وہاں رہیں گے مگر آپ نہیں گئے۔ فرمایا۔ میں عصر کے وقت گیا تھا اور تمہارا مقصود حاصل کر لیا ہوں۔ اور تمام حقیقت ان کی عورت کے حمل کی اور سیرت و صورت بیٹے کی بیان کی۔ وہ بہت خوش ہوا پس نو ماہ گزرنے کے بعد اس کے ہاں اسی علامت کا بیٹا پیدا ہوا۔

ایک دن خلیفہ صاحبؒ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اس زمیندار کے لئے اُس بزرگ کی خانقاہ میں گیا تھا۔ اب میں اپنے دل کی مراد کے لئے کیوں نہ جاؤں پس وہ ایک دن اُس بزرگ کی خانقاہ میں گئے۔ جب وہ بزرگ قبر سے باہر آئے تو پوچھنے لگے کہ آج کیوں آئے۔ انہوں نے عرض کی کہ آج اپنی مراد کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا۔ کہو۔ کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں حق تعالیٰ مجھے درویشی و فقری اور علم باعمل نصیب کرے اور پورا دیندار کر دے۔ اُس بزرگ نے کہا کہ تو دین دار درویش کامل بنے گا۔ البتہ اگر تو چاہتا ہے کہ اپنی مراد پلے تو تمہاراں میں جا۔ وہاں ایک بزرگ ہے، اُس سے تیرا مقصود حاصل ہوگا۔ آپ وہاں سے نکلے۔ چند دنوں کے بعد مہاراں پہنچے۔ اور حضرت قبلہؒ عالم کی خدمت میں بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ تو پہلے علم پڑھ۔ پھر میرے پاس آ۔ آپ حسب الامر کوٹ مٹھن میں طالب علمی کے لئے گئے۔ اور قاضی صاحبؒ کے مدرسہ میں تحصیل علم کیا۔ اور سات سال کی مدت میں تکمیل کی۔

کہتے ہیں کہ ان ایام میں جبکہ خلیفہ صاحبؒ حضرت قبلہؒ عالم کی خدمت میں بیعت کے لئے گئے تھے، حضرت غوثؒ زماںؒ نے ابھی قبلہؒ عالمؒ سے بیعت نہ کی ہوئی تھی۔ مگر اس سات سال کے عرصہ میں حضرت صاحبؒ قبلہؒ عالمؒ سے بیعت کر کے دہلی شریف حاضری دے کر واپس مہار شریف آکر چند روز وہاں اپنے پیر صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر در فیض حاصل کر کے اجازت لے کر واپس اپنے وطن کوہ درگ شریف لے گئے ہوئے تھے۔ اس دوران خلیفہ صاحبؒ بھی علم حاصل کر کے حضرت قبلہؒ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف پہنچے۔ اور پھر بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت قبلہؒ عالمؒ نے فرمایا

کچھ دیر صبر کرو۔ تیرا بار ابھی نہیں آیا ہے۔ اس عرصہ میں حضرت قطب مدار عالمؒ بھی پہنچ گئے۔ اور چند ماہ اپنے پیر صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کی خدمت میں رہے۔ کچھ مدت بعد جب اپنے وطن کی طرف واپس جانے لگے تو حضرت قبلہ عالمؒ ان کو وداع کرنے کے لئے مغربی نالہ تک آئے۔ اور نالہ میں حضرت صاحبؒ کی چادر بچھا کر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر ایک شخص کو فرمایا کہ مولوی محمد بالا صاحب کو لاکہ اُسے بھی رخصت کر دوں۔ وہ بھی آگئے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے ان کا ہاتھ لے کر حضرت غوثؒ زمانؒ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور فرمایا کہ محمد بالا تیرا پیر یہ ہے۔ اور تیرا فیصلہ اس کے پاس ہے۔ ان سے مرید ہو جا۔ نیز حضرت صاحبؒ کو فرمایا کہ یہ تیرا خلیفہ ہے۔ اس شخص پر پوری توجہ کریں۔ پس خلیفہ صاحبؒ نے اسی جگہ حضرت صاحبؒ سے عرض کیا کہ مجھے بیعت کریں۔ حضرت صاحبؒ نے اپنے پیر کے پاس ادب سے مُنہ میں انگلی لے کر فرمایا: "خاموش یہ جلتے ادب ہے" اتنے راہ میں بیعت کر دوں گا۔ چنانچہ وہاں سے دونوں روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ نے خلیفہ صاحبؒ کو بیعت کیا۔ اور راہ خدا کی تلقین کی۔ پھر وہ کوہ درگ میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ گئے اور وہاں چند ماہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر ریاضت و مجاہدہ کیا۔ یہاں تک کہ درجہ کمالیت کو پہنچے اور رتبہ خلافت سے مشرف ہوئے۔

منقول ہے کہ جب خلیفہ صاحبؒ کے والد صاحب ان کی جدائی و فراق کے درد سے بے قرار ہوئے تو ہر ایک سے اپنے بیٹے کے بارہ میں پوچھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک حاجی کلہاچی میں ان کے والد صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے اُن سے اپنے بیٹے کا حال پوچھا۔ اس نے نشان دیا کہ تیرا بیٹا کوہ درگ میں غوث زمانؒ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ کی خدمت میں ہے۔ آپ کے والد صاحب فوراً وہاں سے روانہ ہو کر کوہ درگ میں پہنچے اور تلاش کرتے کرتے غوث زمانؒ کے عبادت خانہ تک پہنچ گئے۔ حضرت صاحبؒ نے پوچھا تو کون ہے اور کیا نام ہے۔ اس نے کہا افغان ہوں۔ میرا نام نور محمد ہے۔ کلہاچی شہر کا رہنے والا ہوں۔ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ اس کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ فرمایا۔ کتنے سال ہو گئے ہیں کہ تیرا بیٹا گم ہوا ہے۔ کہنے لگا کہ

کہ چودہ (۱۴) سال ہو گئے ہیں۔ فرمایا۔ تو اس کو پہچان لے گا۔ کہنے لگے کیوں نہ شناخت کر دے گا۔ فرمایا۔ وہ خس خانہ ہے، وہاں جاؤ۔ جب وہاں گئے اور خلیفہ صاحب کو دیکھا تو بے اختیار فریاد کرنے لگے۔ اور زار زار رونے لگے۔ پس دونوں نے معافہ کیا۔ آپ کے والد صاحب چند دن وہاں رہے اور حضرت غوثِ زمانؒ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ چنانچہ ان کا ارادہ بھی بیعت کرنے کا ہو گیا۔ اپنے بیٹے سے کہا کہ مجھے بھی حضرت صاحب سے بیعت کرادو۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کے مرید کرنے کے لئے حضرت غوثِ زمانؒ سے عرض کی کہ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے والد صاحب کو تو خود بیعت کر۔ انہوں نے پھر عرض کی کہ حضرت آپ ہی اپنے دست مبارک سے بیعت کریں۔ آخر حضرت صاحبؒ نے انہیں مرید کر لیا۔ کئی درد و ظائف اور ذکر و اشغال تلمیق کئے۔ پھر رخصت لے کر دونوں باپ بیٹا اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحبؒ نے رخصت کے وقت آپ کے والد صاحب کو وصیت کی اور فرمایا کہ ہمیشہ اپنے بیٹے کی صلاح و مرضی کے مطابق چلیں اور انہیں جلدی ہی اس طرف واپس روانہ کر دیں۔ انہوں نے قبول کیا۔ جب بلکہ کلاچی میں پہنچے تو خلیفہ صاحب نے اپنی عبادت کے لئے ایک حجرہ بنایا اور ترک و تجرید کا راستہ اختیار کرتے ہوئے عبادتِ حق میں مشغول ہو گئے۔ ان کے والد صاحب نے بھی کہا کہ میں بھی ترک و تجرید اختیار کر کے اور قطع تعلقات کر کے گوشہٴ عبادت میں بیٹھتا ہوں۔ خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر آپ عبادتِ خانہ اختیار کرنا چاہتے ہیں تو پہلے تمام متاعِ دنیا کو اپنے گھر سے باہر کر دیں۔ اور خدا کے راستہ میں تقسیم کر دیں۔ پھر عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ پس دوسرے دن منادی کرائی گئی کہ یہ دونوں گھر جو غلہ و اسباب سے پُر ہیں، ہر شخص خدا کے لئے لوٹ کر لے جائے۔ ایک ساعت میں تمام گھر کا سامان لوٹ لیا گیا۔ اور میاں نور محمد صاحبؒ بھی تارکانِ دنیا سے ہو کر یادِ حق میں مشغول ہو گئے۔

منقول ہے کہ جب دونوں صاحبان باپ بیٹے کو چند دن کلاچی میں گزر گئے تو پھر حضرت صاحبؒ کی زیارت کا ارادہ کیا تاکہ کوہِ درگت پہنچیں۔ اور خلیفہ صاحبؒ

کے والد صاحب پر اتنا ذوق غالب تھا کہ ہر وقت اُن پر گریہ اور وجد رہتا تھا۔ اور جس کسی سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے تھے تو فوراً انہیں رقت، گریہ اور وجد ہو جاتا تھا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر جاتے تھے۔ اور ہر وقت اپنے بیٹے خلیفہ صاحب سے حج و مدینہ منورہ کی رخصت طلب کرتے تھے۔ خلیفہ صاحب نے کہا کہ حضرت صاحب غوثِ زمانے سے حج کی اجازت لینا چاہیے۔ آخر جب دونوں صاحبان حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے تو خلیفہ صاحب نے اپنے والد صاحب کے حج مبارک پر جانے کی اجازت طلب کی۔ فرمایا کہ حج پر جانا اور حج کرنا اس جوان مرد کا کام ہے۔ پس حضرت صاحب سے رخصت ہو کر حج کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں ہی انتقال کر گئے۔

خاصیت اکیر دارِ صحبت آلِ پیرما
میکند درینک گاہ فی الحال مس را چون طلبا
جاذبِ حق است نظرِ زجمتش
میرساند سوائے حقِ بین ہمتش،

منقول ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ صاحب کوہ درگ سے حضرت صاحب کے ہمراہ دیگر درویشوں کے ساتھ حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ کی طرف عرس مبارک میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ جب کوہ درگ سے روانہ ہوئے پہلی منزل پہاڑ پر ہوئی۔ ایک کھاؤں میں بزم داروں نے کہ وہ حضرت صاحب کے مرید تھے، وہاں دو کھاریوں میں خربوزے بوائے ہوئے تھے۔ ایک کھاری میں خربوزے بڑے تھے اور پکے ہوئے تھے۔ دوسری کھاری میں ابھی کچھ تھے جب حضرت صاحب نے مسجد میں ڈیرہ کیا تو حضرت صاحب کے تمام درویش اس خربوزوں کی کھاری پر گئے۔ خربوزے توڑ لیے اور تمام کھاری غارت کر دی۔ وہاں سے لاکر ایک خربوزہ ایک درویش نے خلیفہ صاحب کو بھی دیا۔ انہوں نے انکار کیا کہ چوری و غصب کا مال ہے۔ میں یہ خربوزہ نہیں کھاؤں گا کہ مالک کی اجازت کے بغیر اسے کھانا حرام ہے۔ تم لوگوں نے ان غریبوں کی تمام کھاری غارت و خراب کر دی ہے، جو ابھی بات نہیں ہے۔ جب یہ بات حضرت صاحب کے کان میں پہنچی تو فرمایا کہ انہوں نے

کیا ری خراب نہیں کی بلکہ آباد کی ہے خلیفہ صاحب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور سزا دیہ نہ کرتے تھے۔ ایک گھڑی کے بعد جب اُن کیا روں کا مالک آیا۔ تو عرض کرنے لگا کہ چند روز ہوئے کہ آپ کی اس طرف تشریف آوری کی اطلاع غلام کو ملی تھی۔ میں نے بڑے کیا رے کو آپ کے فیروں کے لئے نگاہ میں رکھا کہ اس کیا رے میں تمام خربوزے پکے ہوئے اور خوب عمدہ تھے۔ آپ حکم فرمادیں تاکہ درویش انہیں لائیں اور کھائیں۔ نقرار دوبارہ اُٹھے اور خربوزوں کے پشتارے دوبارہ باندھ کر لائے اور پھر خوب سیر ہو کر کھائے اور راستہ کے لئے بھی لے لئے۔ جب دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ نے اس کسان کے حق میں برکتِ رزق کے لئے دعائے نیر کی۔ پھر جب خانقاہ شریف سے واپس اس جگہ آئے تو دو کیا رے دیکھے کہ ان میں باجرہ کے عمدہ پکے ہوئے خوشے تیار تھے کہ ایسا غلہ کبھی نہ ہوا تھا۔ اس فصل کی وجہ سے وہ کسان فرض خواہوں کے تقاضوں سے آزاد ہو گیا۔ اور اس کی زندگی خوب فانیغ البانی اور خوشی سے گزرنے لگی۔ خلیفہ صاحب فرماتے تھے کہ اس دن سے میں نے اعراض کرنا چھوڑ دیا۔ اور پھر کبھی اُن جناب کے اقوال و افعال پر اعراض نہ کیا۔

منقول ہے۔ خلیفہ صاحب کا جسم ریاضت و مجاہدہ کی زیادتی کی وجہ سے بہت نحیف و لاغر تھا۔ یہاں تک کہ اخیر عمر میں روٹی بہت تھوڑی کھاتے تھے۔ اُن سے سوال کیا گیا کہ آپ کا جسم بہت لاغر ہے۔ فرمایا کہ جب حق تو انا تھا اور معدہ قوی تھا اور ہاضمہ کی قوت رکھتا تھا، تو حضرت صاحب نے کم کھانے کا حکم دے رکھا تھا اور کھانے نہیں دیتے تھے۔ اب جبکہ اُن جناب نے اجازت دے دی ہے تو اب غذا کھانے کی طاقت نہیں ہے۔ پھر سوال کیا کہ آپ جماعت کے ساتھ فرض پڑھ کر دعا فاتحہ نیر کے لئے دس جماعت میں بیٹھ کر دُعا مانگتی نہیں شروع کر دیتے بلکہ پانی کے مسکوں کے پیچھے چھپ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس غوثِ زمانہ کے آفتاب جمال کے نور کی تجلی مجھے بیٹھنے نہیں دیتی۔ اور میں اُن کے قربان جاؤں کہ جو اُن جناب کے روبرو بیٹھتے ہیں اور آپ سے گفتگو بھی کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ سبحان اللہ ایک ایسا

وقت بھی تھا کہ کوٹ مٹھن میں قاضی احمد علی صاحب کی خدمت میں میں حضرت غوثِ زمان کا ایک کتاب پر ہم سبق تھا اور وہ ایک وقت بھی تھا کہ ہم دونوں سفر میں ایک دسترخوان پر اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ اور ایک یہ بھی وقت تھا کہ یہ غریب حضرت غوثِ زمان سے سلوک کی کتاب کا سبق لیتا تھا اور اب یہ وقت ہے کہ حضرت صاحب کے مشاہدہ جمالِ باکمال کی محنت دیکھنے کی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور جب شوق ہوتا ہے دُور سے پردہ کے پیچھے سے یا شگاف سے دیکھ لیتا ہوں۔

حضرت خلیفہ صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ اپنے وطن بلدہ کلاچی سے حضرت غوثِ زمان کی زیارت کے لئے آیا تھا۔ شہرِ درآہن میں جو کلاچی سے اس طرف بارہ^(۱۲) میل پر تھا، ایک بزرگ تھا وہ راستہ میں میری ملاقات کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا۔ جب میرے ساتھ معاملہ کرتا تھا اور ملاقات کرتا تھا تو اپنا آتنا مجھ پر تصرف کرتا تھا کہ مجھے وظائف پڑھنے میں سست کر دیتا تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب اس بزرگ کا تصرف ہے تو میں نے وہ راستہ چھوڑ دیا۔ اور دوسرا راستہ لے لیا۔ جب اس بزرگ کو اپنے کشف سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص اب دوسرے راستہ سے جاتا ہے۔ تو اس نے بھی دوسرا راستہ لیا اور ضرور ہی مجھ سے ملاقات کرتا تھا۔ آخر مجھ پر ایسی حالت طاری ہو گئی کہ اُٹھ بیٹھنے سے بھی رہ گیا کسی شخص نے حضرت غوثِ زمان کو خبر کی کہ محمد بالاں کا ایسا حال ہو گیا ہے کہ اسے دو شخص دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اشارہ سے سجدہ کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا یہ حال کس وجہ سے ہوئے۔ چنانچہ اُس بزرگ سے ملاقات کرنے اور اُس کے تصرف کرنے کا تمام حال عرض کیا گیا۔ فرمایا اُسے میرے سامنے لاؤ۔ جب خلیفہ صاحب کو حضرت صاحب کی خدمت میں لایا گیا اور آپ نے ان کا یہ کمزور حال دیکھا تو فاتحہ خیر فرمائی۔ پھر فرمایا کہ مرد کو چاہیئے کہ اتنا سست نہ ہو۔ اس شخص نے زندگی سے تیرے لئے کچھ باقی نہیں رہے دیا۔ تیرے ہلاک کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور تو اسے ایک انگلی کے سرے کا بھی زور نہیں دیتا پس حضرت صاحب نے درآہن کی طرف منہ کر کے آد بِلند سے اللہ اکبر فرمایا۔ پھر خلیفہ صاحب سے فرمایا

کہ تو اب درآہن کے راستہ سے ضرور جانا اور پھپ کر دوسرے راستہ سے نہ جانا۔ وہ جب شہرِ بزرگ کے قریب پہنچے تو اس بزرگ کے درویش میرے انتظار میں کھڑے تھے۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اس کے نزدیک لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کا تمام وجود ڈھول کی مانند از سر تا قدم سو جا ہوا ہے۔ اور وہ بے حال پڑا ہے جب خلیفہ صاحب کو دیکھا تو رونے لگا اور کہنے لگا تیرے پیر نے مجھ پر کچھ کر دیا ہے اور میرا یہ حال ہو گیا ہے۔ نیز میرا ایمان بھی غصب ہو گیا ہے۔ برائے خدا میرا ایمان واپس دلا دیں۔ پس انہوں نے دُعا کے خیر کہی اور روانہ ہو گئے۔ جب چند قدم باہر گئے تو اُس کے مرنے کی آواز آپ کے کانوں میں آئی۔ کہ اس کے گھر والے اور غلام گریہ و زاری کر رہے تھے۔ ٹھیک کہا گیا ہے۔

ای رو بہک چرانہ نشستی بجلئے خویش

باشیر سنجہ کمدی دیدی سزلئے خویش

منقول ہے کہ خلیفہ صاحب خود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مولوی صدیقی قرآنِ دلا کلاچی میں آیا اور شہر کی ہر مسجد کے امام سے ایک بھیر اور پانچ روپے وصول کئے۔ مجھ سے بھی درخواست کی میں نے کہا جو کچھ خدا تعالیٰ مجھے دینا تمہارے مکان پر پہنچا دوں گا غصہ میں اُٹھ گیا اور کچھ کلام مجھ پر پڑھ کر مجھے شدید قبض اور دردِ شکم ہو گیا۔ چند دن میں اس مرض میں مبتلا رہا۔ تا چار دوسروں کے کہنے پر اُس کے پاس گیا۔ اس نے کہا مجھ سے کیا دو اچلتے ہو میں نے کہا دُعا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا تمہارے لئے ہرگز دعا نہ کروں گا۔ پس میں بابوس اپنے مکان پر آ گیا۔ کسی شخص نے چند عددِ ترب کلاں میرے پاس بھیجے۔ میں نے ہر چیز اکٹھی کر کے دیگچے میں ڈال دی۔ پک گئیں۔ برتن میں ڈال کر ٹھنڈی کر کے تمام کھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پیٹ میں خلل ہوا۔ میں نے کہا مجھے پاخانہ لے چلیں لے گئے۔ خوب دمت آئے۔ قبض سے شفا ہو گئی۔ جب تونہ شریف حضرت صاحب کی خدمت میں گیا۔ فرمایا کہ اتنا سست نہ ہونا چاہیے کہ دوسرے ہلاک کرنے پر تیار ہو جائیں۔ اُسے ایک ناخن کا بھی آپ زور نہیں دیتے۔ پھر فرمایا کہ

اس وقت تم ڈیرہ اسماعیل خان کے راستے جاؤ اور قرایاں کے قصبہ سے گزرو۔
پس جب میں اُن کے قصبہ میں پہنچا تو کہنے لگے کہ مولوی صدیقی کا حال خراب ہے۔
وہ بہت عذاب میں ہے۔ اور ہلاکت کے قریب ہے۔ اُس نے اپنے بیٹوں کو کہا ہے
کہ چھ پر یہ سحت بلا پیر محمد بارائ صاحب کی طرف سے ہے تم اس کے دروازہ پر
جا کر میرے گناہ معاف کراؤ۔

نظم

اے سلیمان عدالت سے گسری بر شیطین آدمی زاد و پری !
مرغ و ماہی در پناہ عدلی تست کیست آن گم گشتہ کش فضلت بخت
مشکلات ہر ضعیف از تو حل پشہ باشد در ضعیفی خود مثل
اے تو در اطباق قدرت منہی غنی مادر کی دے رہی
دادہ مارا ازین غم کن جدا دست گیرے دست تو دست خدا

ایک دفعہ خلیفہ صاحب کلاچی سے تونہ شریف حضرت صاحب کی خدمت
میں آ رہے تھے۔ راستے میں ایک گاؤں بودوڈونا نام کا تھا۔ اس قصبہ میں ایک شخص
چاکر نام کا ایک گڈ ریار ہوتا تھا۔ اس کے پاس کائیں بہت تھیں۔ جب خلیفہ صاحب
اس موضع میں جلتے تھے تو وہ دودھ، بہت سامکھن اور لسی آپ کی خدمت میں
پیش کرتا تھا اور روٹی بھی کھلاتا تھا۔ جب چند بار وہاں آمد و رفت ہوئی تو خلیفہ
صاحب کو اس کے حال پر شفقت آئی۔ ایک دن پوچھا میاں چاکر کچھ پڑھے سوئے
ہو۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نام نہیں جانتا۔ فرمایا۔ تیرے لئے بس
ایک اللہ کا نام ہی کافی ہے۔ جاؤ اللہ ہو اللہ ہو کہتے رہا کرو۔ جب خلیفہ
صاحب کی زبان سے یہ لفظ نکلا اُسے اسی وقت جذبہ ہو گیا اس زمانہ میں اس نے نیا
شادی کی ہوئی تھی۔ عورت اور مال چھوڑ کر جنگل کا راستہ لیا۔ اللہ اللہ کرتا تھا اور
مجبور ہو گیا۔ ایک دفعہ پھر خلیفہ صاحب اسی راستہ سے تونہ شریف حضرت صاحب
کی خدمت میں جا رہے تھے۔ چاکر مذکور تونہ شریف آپ کے ساتھ آیا۔ چاکر کی والدہ

صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں آکر فریاد کی کہ یا حضرت میرا ایک بی بیٹھ ہے، تمہارے
 فقیر نے اسے دیوانہ کر دیا ہے۔ اس کی میں نے نئی شادی کی ہے۔ بیوی اور مال و اسباب چھوڑ
 کر جنگل میں اللہ اللہ کرتا ہے۔ اب آپ کے فقیر کے ساتھ یہاں آیا ہوا ہے۔ بمائے خدا
 اُسے پھر ٹھیک کر دیں تاکہ میرے ساتھ اپنے گھر چلے۔ میرا اور اپنی بیوی کا حق ادا
 کرے۔ حضرت صاحب نے اُسے بلایا اور اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا اور
 فرمایا۔ اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ اپنے گھر اپنی عورت کے پاس رہو۔ نیز اپنا کلمہ
 جنگل میں لے جایا کرو اور اللہ اللہ بھی کیا کرو۔ اس دن سے اس کا وہ جذب کم
 ہو گیا۔ اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ موضع ڈونا چلا گیا۔ پھر خلیفہ صاحب کو طلب کر کے
 فرمایا کہ "میاں صاحب حق تعالیٰ آپ کے ہاتھ میں اتنے ارزاں آئے ہیں کہ تم گذریوں
 اور بھیڑ بکریوں والے جاہلوں کو بھی اپنی توجہ سے مجذوب کر دیتے ہو۔ اہران کو
 اپنے گھر سے جلا وطن کر دیتے ہو۔ پھر ایسا نہ کرنا۔ جو کوئی اس کام کے لائق ہو اس
 پر توجہ کرنا۔"

منقول ہے کہ حضرت غوثِ زمان کا دستور تھا کہ جب خانقاہ قبلہ عالم کی طرف
 تشریف لے جاتے تھے تو خلیفہ صاحب کو اپنی جگہ تولنسہ شریف میں ٹھہرا جاتے تھے۔
 ایک دفعہ تولنسہ شریف میں خراسانیوں کی فوج کی آمد کی خبر سنی گئی۔ اور سنگھ شریف کے
 رہنے والوں کا دستور یہ تھا کہ جب خراسانیوں کی فوج اس علاقہ میں آتی تو تباہی کے
 خوف سے سنگھ کے رہنے والے کوہستان میں چلے جاتے تھے۔ جب حضرت غوثِ
 زمان کے حرم میں خراسانی فوج کی آمد کی خبر ہوئی تو خلیفہ صاحب کو کہلا بھیجا کہ اونٹ
 کرایہ پر کرا دیں تاکہ کوہستان کی تیاری کریں کہ فوج قریب ہے۔ انہوں نے کہلوا بھیجا
 کہ غم نہ کریں، اسی جگہ رہیں، حق تعالیٰ افضل کرے گا۔ جب دو تین دن گزر گئے اور
 خراسانی فوج ڈیرہ اسماعیل خاں میں ٹھہر گئی، جو تولنسہ شریف سے شمال کی طرف (۸۹)
 کوس پر ہے، تو سنگھ سے لوگ بھاگنے لگے۔ اہل پردہ حرم نے بھی خلیفہ صاحب کو
 کہلا بھیجا کہ آپ آرام سے بیٹھیں، فوج قریب آگئی ہے۔ پھر اونٹ کرایہ پر نہ ملیں گے

آپ نے عرض بھیجوائی کہ آپ یہاں سے اٹھنے اور کوہستان میں جلنے کا ہرگز خیال نہ کریں
 فوج اس جگہ ہرگز نہ آئے گی۔ بالابالاردانہ کر دی جلے گی۔ آخر وہ آرام سے بیٹھ گئے
 اور فوج تو سنہ شریف سے مشرق کی طرف سے گزر گئی۔ اور شہر میں نہ آئی۔ حضرت صاحب
 خانقاہ شریف سے واپس تشریف لے آئے۔ ایک دن اپنے گھر میں کھانا کھانے بیٹھے
 تو اس فوج کا ذکر چل پڑا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس دفعہ آپ کو یہاں سے اٹھنے
 اور کوہستان میں جانے کی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑی۔ مانی صاحبہ نے عرض کیا کہ
 اللہ تعالیٰ خلیفہ صاحب کو خوش رکھے ان کی برکت سے ہم اس سال خراب نہ ہوئے۔
 ورنہ پہاڑ میں ہیں بہت تکلیف ہوتی۔ پھر تمام احوال بیان کیا۔ حضرت صاحب
 خاموش ہو گئے۔ اور بارہا اگر خلیفہ صاحب کو فرمایا کہ میاں صاحب یہاں اپنی کرامت ظاہر
 کرتے ہیں آئندہ ایسا نہ کریں۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ موافقت کرنی چاہیے اور حق
 کی رمنکے تابع رہنا چاہیے۔

ایک دفعہ شاہ صاحب حجر علی شاہ اور کچھ اور لوگ ایک حلقہ باندھے بیٹھے تھے
 اور خلیفہ صاحب کی کمالت کا ذکر چل پڑا۔ کسی نے کہا کہ حضرت صاحب نے خلیفہ صاحب
 کو کامل بنا دیا تھا۔ گویا وہ حضرت ثانی تھے۔ کسی نے ان کے دیگر فضائل بیان کئے اور
 ان کے کمالات کو حضرت صاحب کے برابر جانا۔ شاہ صاحب مرحوم نے فرمایا کہ فال دیکھیں
 کیا نکلتا ہے۔ فجر الدین عراقی کی کتاب تھی اس سے فال نکالی۔ کھولا تو یہ شعر نکلا :
 ہر گز اے مرد سلطان کے شود مورچہ مسکین سلیمان کے شود
 پس ہر ایک کو حضرت صاحب کے کمالات کا علم ہو گیا۔ کہ اس کی کوئی انتہا نہ
 تھی۔ اگرچہ خلیفہ صاحب کامل و مکمل تھے مگر حضرت صاحب کے درجہ تک نہ پہنچے تھے۔
 منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے برادران میں سے ایک جعفر افغان
 جو آپ کا ہم قوم بھی تھا اور تو سنہ شریف میں رہتا تھا، کلاچی گیا ہوا تھا۔ اس کے
 پاس ایک دُنبہ قیمتی پانچ روپیہ تھا۔ وہاں کے زمیندار نے وہ دُنبہ زبردستی پکڑ لیا اور
 جعفر مذکور کو دو روپیہ قیمت ادا کر دی۔ انہوں نے یہ رقم منظور نہ کی اور خلیفہ صاحب

کے پاس جا کر فریاد کی۔ انہوں نے تولسہ شریف کی تیاری کی ہوئی تھی۔ اور گھوڑے پر زین رکھی ہوئی تھی جب یہ جعفر صاحب پہنچے تو خادم کو کہا کہ اس زمیندار کو بلاؤ جب وہ آیا۔ فرمایا کہ اس جعفر کا دُنبہ ہے دو یا قیمت دے دو۔ اس نے کہا میں دروپتہ قیمت دیتا ہوں یہ قبول نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا اس دُنبہ کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔ میں دو روپے کیسے لے لوں۔ اس زمیندار نے کہا دو روپیہ لینے میں تو لے لو وہ دُنبہ نہیں ملے گا خلیفہ صاحب نے ہر چند زمیندار کو حکم دیا کہ اس کا دُنبہ دے دو۔ اس نے کہا میرا بیٹا نہیں دیتا۔ اور یہ دُنبہ ہرگز نہیں ملے گا۔ شوخی کر کے چلا گیا۔ خادم کو فرمایا کہ گھوڑے سے زین اتار لے۔ جب یہ دُنبہ دیکھا تب تولسہ شریف جاؤں گا۔ اور دیکھتا ہوں کب تک دُنبہ نہیں دیتا۔ جب رات ہوئی تو چند معتبر افراد نے اس زمیندار کو کہا کہ اے کم بخت اس دُنبہ کو حضرت صاحب کی خدمت میں دے دے وگرنہ تو مرجائیکارہ زمیندار روتا رہتا دُنبہ لے کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور اپنی تقصیر معاف کرنے لگا۔ خلیفہ صاحب نے وہ دُنبہ اس جعفر کو دے دیا۔ اور خود تولسہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ نواب شیر محمد خاں ڈیرہ اسماعیل خاں ولے نے آپ کی دعوت کی۔ نواب مذکور حضرت محبوب کامریہ تھا۔ ڈیرہ اسماعیل خاں تولسہ شریف سے شمال کی طرف تیس (۳۰) کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اُس نے یہ عرضی لکھی کہ یا حضرت دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ میری دعوت قبول کریں۔ علاوہ ازیں غلام کو زیارت کا بہت شوق ہے اور غلام وہاں حاضر ہونے سے معذور ہے۔ نیز چند امور بھی عرض کرتے ہیں۔ غلام کو اس جگہ سرفراز فرمائیں۔ حضرت صاحب نے اس کے جواب میں لکھوا بھیجا کہ ہم وہاں آنے سے معذور ہیں۔ البتہ میاں محمد بابا جیو کو لکھ کر بھیجے وہ میری جگہ تمہارے پاس آئیں گے۔ جو عرض کرتا ہے اُن سے کر لیں۔ تمہارا مقتدر وہ پورا کر دیں گے۔ ان کو میری جگہ سمجھیں۔ تم بھی ان کی طرف دعوت نامہ ارسال کرو۔ نواب صاحب نے خلیفہ صاحب کی خدمت میں عرضیہ لکھا

اور حضرت صاحب کا بھی گرامی نامہ اس سلسلہ میں پہنچ گیا تھا۔ خلیفہ صاحب ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچے جو کلاچی سے دو تین منزل پر ہے۔ جب ایک دو دن گزر گئے تو انہوں نے فرمایا جو کچھ کہنا ہے کہو۔ کہ میرا داپس جانا ضروری ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں اس ڈیرہ کی حکومت میری اولاد میں باقی رہے مجھے یہ عہد نامہ لکھ کر عطا فرمائیں۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا بہتر ہے ہم لکھ دیتے ہیں انشاء اللہ سات پشت تک اس جگہ کی حکومت و سرداری تیری اولاد میں باقی رہے گی۔

البتہ میں اس وقت یہ لکھ کر دوں گا جب تو اپنی جانب سے مجھے یہ عہد نامہ لکھ کر دیگا کہ (۱) میں ہرگز کبھی بھی زنا نہیں کروں گا (۲) رعایا پر ظلم نہ کروں گا (۳) اور شریعت پر قائم رہوں گا۔ وہ نواب بہت زانی و ظالم تھا۔ البتہ طوعاً و کرہاً اس نے عہد نامہ لکھ دیا۔ اور آپ نے بھی لکھ کر دے دیا۔ پس خلیفہ صاحب داپس کلاچی آگئے۔ دو تین دن گزرے تھے کہ نواب مذکور کے سپاہی کلاچی میں آئے اور ایک افغان کنواری لڑکی کو جو خلیفہ صاحب کے محلہ میں رستی تھی، ظلم سے پکڑ کر لے گئے۔

جب خلیفہ صاحب کو خبر ہوئی تو آپ نے انہیں بلا کر منع کیا کہ ظلم نہ کرو۔ نواب نے مجھے عہد نامہ لکھ کر دیا ہے اور میرے سامنے توبہ کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں نواب صاحب نے بھیجے ہیں۔ ہم اس لڑکی کو ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ خلیفہ صاحب نے اس کا وہ عہد نامہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور سپاہی اس لڑکی کو پکڑ کر نواب شیر محمد خاں کے پاس لے گئے۔ ابھی پندرہ دن نہ گزرے تھے کہ نواب سکھوں کی قید میں گرفتار ہو گیا۔ اور اس کی حکومت تباہ ہو گئی۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ صاحب منگھڑ شریف کی طرف حضرت صاحب کی زیارت کے لئے آ رہے تھے۔ راستہ میں سرکاری سواری نے آپ کو غریب دیکھ کر دیکھا تو اپنی بیگاری میں لے لیا۔ اور تمام بوجھ آپ کی گردن پر رکھ دیا۔ آپ صابر و متحمل تھے۔ تمام بوجھ اٹھا لیا۔ چند کوس آئے تو ایک جگہ ایسی آئی کہ تو سنہ شریف کا راستہ وہاں سے دوسری طرف تھا۔ اور وہ سوار جس شہر کی طرف جا رہا تھا اس کا راستہ

دوسرا تھا۔ خلیفہ صاحب نے اسے کہا کہ اب اپنا سامان لے لے کر میرا راہ اس طرف ہے۔ وہ سوار ظلم کی وجہ سے غصہ میں آگیا۔ اور آپ کو کہنے لگا کہ اس راستہ سے آؤ۔ ورنہ تمہیں کوڑے لگاؤں گا۔ آپ جذبہ میں آگئے اور اس کی طرف قبر کی نگاہ سے دیکھا۔ سوار گھوڑے سے بے ہوش ہو کر گر پڑا اور ترپنے لگا۔ خلیفہ صاحب نے اپنا راستہ لیا اور تونسہ شریف آگئے۔ معلوم نہیں اس سوار کا کیا حال ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ایک دفعہ علی خاں جعفر سکنہ تونسہ نے جو حضرت صاحبؒ کی زوجہ شریفہ کے بھائی تھے اپنے افلاس کا ذکر خلیفہ صاحبؒ سے کیا اور کہا کہ تنگ دست ہوں۔ جب کھیٹی کرتا ہوں تو میرے ہاں غلہ پیدا نہیں ہوتا۔ خلیفہ صاحب نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ اب آج کے بعد آپ کی زراعت میں خوب غلہ ہوگا۔ ایسا ہی ہوا کہ پھر ہمیشہ ان کی زراعت میں خوب غلہ ہوتا تھا۔ آپ کی کمالات اور آپ کے کمالات و خوارق عادات بے حد ہیں۔ ان چند مناقب پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام خان محمدؒ تھا کہ حضرت محبوب زباںؒ کے مرید تھے اور بہت زہد و ریاضت رکھتے تھے۔ آخر غائب ہو کر زمرہ ابدالان میں شامل ہو گئے۔ ان کا حال معلوم نہیں کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مدتِ دراز کے بعد کوہستان میں دیکھا کہ ان کی غذا درختوں کے پتے تھے۔ دوسرے بیٹے کا نام صالح محمد صاحبؒ ہے کہ اپنے باپ کی جگہ قائم مقام ہیں۔

منقول ہے کہ خلیفہ صاحبؒ کے وصال کے بعد ان کے مزار پر روضہ و خانقاہ تعمیر ہو گئی تھی اور ہر سال عرس بھی ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد دریا کلاچی شہر کے قریب آگیا۔ آپ اپنے بیٹے اور مریدوں کے خواب میں آئے اور فرمایا کہ میرا تابوت یہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیں کہ دریا آ رہا ہے یہ میری خانقاہ کو گرا دیگا۔ میان صالح محمد صاحبؒ نے اس تمام مضمون پر مشتمل عریضہ سنگھڑ شریف میں حضرت محبوبؒ ربانی کے پوتے اور سجادہ نشین حضرت ثانی شاہ اللہ سبحان صاحبؒ کی خدمت

۱/۱۰
بی
دی

میں بھیجا۔ یہاں تک کہ وہ وہاں تشریف لے گئے۔ اور آپ نے صندوق کو خلیفہ صاحب کے مزار سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا اور اسی شہر میں دوسری خانقاہ تیار کر دی۔ آپ کا وصال ۲۸ ربیع الاول ۱۲۵۴ھ بروز جمعہ ہوا۔ آپ کا مزار مبارک کلاچی میں ہے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ جس سال یہ فقیر حضرت صاحب کی بیعت سے مشرف ہوا، اُس سال خلیفہ محمد باراں صاحب تو نسہ شریف تشریف لائے ہوئے تھے۔ یعنی یہ سن ۱۲۵۳ھ تھا۔ اس فقیر نے ان کی زیارت کی تھی۔ دوسری دفعہ جب دوسرے سال میں حضرت صاحب کی خدمت میں گیا تو میں نے ان کے وصال کی خبر سنی۔



عالمِ علومِ دینی و یقینی، محرمِ رازِ پنهانی، عاشقِ ذاتِ سبحانی مولوی محمد علی صاحبِ مکھڑی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالمِ علومِ ظاہری و باطنی تھے اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔ آپ کی سکونت
بلدہ مکھڑ میں تھی جب ان میں طلبِ خدا پیدا ہوئی تو جہاں کسی بزرگ کا نام سنتے
وہاں جاتے اور ان کی صحبت میں رہتے۔ نقل ہے کہ ایک بزرگ مجدد تھے جو قصبہ
آئینہ میں رہتے تھے۔ اور انہیں سلطانِ ابراہیم آئینہ والا کہتے تھے۔ وہ صاحبِ نسبت بزرگ
اور ولی کامل تھے۔ مولوی صاحبِ طلبِ خدا کے لئے ان کی خدمت میں گئے۔ ان کا طریقہ
تھا کہ بندہ دو پکڑ کر رات کو شہر کے گرد گھومتے تھے۔ اور بندہ دو چلاتے تھے۔ ایک دن
مولوی صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ کیا درویش ہے کہ بندہ دو پکڑ کر شہر میں گھومتا
ہے۔ سلطانِ ابراہیم نے آکر کہا کہ مولوی صاحبِ طلبِ خدا کے لئے آئے ہو تو مجھ پر یہ
بدگمانی کیوں کرتے ہو۔ آپ شرمندہ ہو گئے۔ الغرض چند دن ان کی صحبت میں رہے
اس کے بعد سلطانِ ابراہیم دائرہ دینِ پناہ میں آ گئے اور وہ مکھڑ چلے گئے۔ پھر وہاں
سے سنگھڑ شریف کا ارادہ کر کے چلے۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں آکر مرید
ہو گئے۔ آپ پھر ماہ حضرت صاحب کی خدمت و صحبت میں رہے۔ پھر مرتبہ تکمیل
پر پہنچ کر خرقہ خلافت پہنا۔ اور واپس اپنے بلدہ مکھڑ میں چلے گئے اور وہاں ہزارہا
مخلوق کو فائدہ پہنچایا۔ آپ کمالِ صنف اور بڑی عمر کے باوجود ہر سال حضرت صاحب کی
خدمت میں آکر چند ماہ رہتے تھے۔ اور پھر واپس جاتے تھے۔ حضرت صاحب نے ایک دن
ان کے حق میں فرمایا کہ مولوی صاحب ضعیف ہو گئے ہیں۔ مگر عشقِ جو ان ہے کہ انہیں
ہر سال یہاں لے آتا ہے۔

ایک دفعہ مولوی صاحب کو نہ شریف آئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب نے

یہ رباعی لکھ کر ان کے پاس بھیجی :-

صوفی میا کہ مشرب زندانت مہیا ایجا شراب خواری زندانت مہیا
ناموس پارسائی کردی تو مدتے ایجا چہ کار داری زندانت مہیا
مولوی صاحب نے اس کے جواب میں یہ رباعی لکھ ارسال کی۔

من برائے دیں فروشی سوئے تو آدم تادیں دہم بروئے تو
ننگ و ناموسم نہ ماندہ جبہ چونکہ پا اندر زدم در کوئے تو
مولوی صاحب فارسی میں بھی غزل در رباعی کہتے تھے۔ اور پنجابی زبان میں بھی۔
آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک دن تہجد کے وقت احمد قوال
حضرت صاحبؒ کی خدمت میں تونہ شریف میں ان کے بنگلہ شریف میں حافظہ کی
غزل گارہے تھے:

مستم از بادہٴ شبانہ ہنوز ساقی مانرفت خانہ ہنوز
نازنیناں ز عشق دالسد علیے تو بہ کردہ مانہ ہنوز
مولوی صاحبؒ بھی حاضر تھے۔ انہیں بہت ذوق و وجد ہوا۔ اس غزل پر ایک
غزل تصنیف کی، جو یہ ہے:

یار در جورِ دلبرانہ ہنوز آتشم میزند زیا نہ ہنوز
اس غزل کا آخری شعر یہ ہے:
غزلے خواندہ دوش مطرب عشق
اور دوسری غزل یہ ہے:

شہید تیراں ترکم کہ از ابرو کماں دارد فرنگ از دست آں خورد دم کہ از مرگاں سناں دارد
خدا لے صبا باں شہ خوبان عالم گو کہ از لب شنگی مریم شربت درد ہاں دارد
ہمہ عاشق ز یار خود رخ مہر و وفا بیند زیا خویش حیرانم نہ ایں دارد نہ آں دارد
حدیث حسن یوسف را کجا دانند اخوانش ز یار ابرس از دی کہ صد شرح بیان دارد
صبا باں طہیب عشق حالی مولوی برگو کہ بس عمر لیت کایں بیمار سر بہ آستان دارد
حضرت صاحبؒ کو مولوی صاحبؒ کی یہ غزل بہت پسند تھی۔ بلکہ جس دن مولوی

صاحبؒ کے وصال کی خبر ماہ شوال میں حضرت صاحبؒ کے پاس تو نسہ شریف پہنچی تو اُس وقت حضرت صاحبؒ نماز عصر کے بعد اپنی پرانی مسجد میں بیٹھے تھے اور کاتب الحروف بھی اُن کی مجلس کے حلقہ میں بیٹھا تھا۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مولوی صاحبؒ "معروف اللہ" تھے۔ اور پھر فرمایا کہ مولوی صاحبؒ نے کیسی اچھی غزل کہی ہے اور اس کا یہ شعر کیا عمدہ ہے :

حدیثِ عشقِ یوسف راجا دانند اخوانش
ز لہجہ را بپیس از دی کہ صد شرح و بیان دارد

یہ غزل بھی مولوی صاحبؒ کی تصانیف میں سے ہے۔

نقد جانِ دادم بہایت لے مہ کنعانِ من
خانہ بجانم شد از اغیار خالی لے مہ من
من تخرّجتم غیر تو ملک دد عالم گرد بند
یوسف گم گشتہ ہے جوئم ندارم میل کل
مولوی در عشق داری دین و دانش را با
آفریں صد آفریں بر بہمتِ مردانِ من
از جس سال یہ فقیر حضرت صاحبؒ کی بیعت سے مشرف ہوا تھا۔ اسی سال مولوی صاحبؒ کا بھی وصال ہوا تھا۔ یعنی فقیر ۱۲ شعبان ۱۲۵۳ھ کو مرید ہوا اور مولوی صاحبؒ ۲۹ ماہ رمضان بروز جمعرات ۱۲۵۳ھ کی سن مذکور میں ایک گھڑی دن نکلا تھا کہ وصال فرما گئے۔ اُن کی تاریخ وصال یہ ہے :

مقتدائے اولین و مقتدائے آخرین
یعنی اُن علامہ دورانِ علی محمدؒ کہ او
بود از ہجرت ہزار و دصد و پنجاہ و سہ
پیشوائے کاملین و رہنمائے اکملین
بود خلفِ شہِ سلیمان ہم زیارانِ راشدین
طائرِ وحش پریدہ تاباطقِ ہفت تہیں

آپ کا مزار مبارک بلوچہ مکھڑ میں ہے جہاں ہر سال اُن کا عرس ہوتا ہے۔ ان کے خلفاء بے شمار ہیں۔ ان میں سے مولوی محمد عابد تھے جو ان کے وصال کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ اور ان کے قائم مقام ہوئے۔ ان کی قبر مبارک تو نسہ شریف میں ہے۔ دوسرے خلیفہ مولوی زین الدین ہیں جو محمد عابدؒ کے وصال کے بعد حضرت مولوی صاحبؒ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

حافظ کلام ربانی عاشق ذات سبحانی عارف از رحمانی، جناب شاہ صاحب محمد علی شاہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولدہ خیر آباد ہے جو لکھنؤ کے قریب ہے۔ سادات حسینی سے ہیں۔ اور حضرت شیخ الحدیث خیر آبادی چشتیؒ کی اولاد سے ہیں۔ جو شیخ سعد بدھنؒ خلیفہ حضرت قطب مینا لکھنوی چشتیؒ کے خلفاء سے تھے۔

آپ کی بیعت کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ کو علوم ظاہری کے حصول کے بعد خدا کی طلب پیدا ہوئی تو دہلی میں آئے۔ چند مدت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ کی جاوہر کشی کی نیز خانقاہ کی مسجد میں مشک سے پانی لاتے تھے اور خانقاہ کے پیمانے صاف کرتے تھے۔ اور تمام رات حضرت خواجہ کی خانقاہ پر ختم قرآن پاک کرتے تھے۔ اس طرح چودہ سال مجاہدہ کیا اور ریاضت کی۔ آخر ایک رات حضرت خواجہ صاحبؒ نے بشارت دی کہ تو نہ شریف میں جو ملک سنگھ میں ہے جاؤ اور حضرت خواجہ سلیمان صاحبؒ جو اس زمانہ میں خاندان چشتیاں کے وارث ہیں کے مرید ہو جاؤ۔ وہاں تمہارا مقصود حاصل ہو گا۔ چنانچہ آپ خواجہ قطب صاحبؒ کی درگاہ کے چند خادمان کے ساتھ جو پاکپتن شریف میں حضرت شیخ متکرم کے عرس پر جا رہے تھے، روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحبؒ محبوب رحمان خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ بھی عرس شریف پر پاکپتن تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب خادمان مذکور حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے تو آنجناب نے خود پوچھا کہ کوئی شخص محمد علی نام فلاں شکل کا تمہارے ساتھ آیا ہے۔ کہنے لگے۔ ہاں۔ پس ان کو طلب کیا اور وہیں پاکپتن میں مرید کیا اور پھر اپنے ساتھ سنگھ شریف لے آئے۔ پس وہ سترہ سال وہاں ریاضت شاقہ و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ اور پھر حضرت صاحبؒ کی توجہ سے درجہ تکمیل کو پہنچے اور حضرت صاحبؒ کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ یہاں تک کہ سنگھ شریف میں ہی حضرت صاحبؒ کے باوجود لوگ اُن سے مرید ہوتے تھے۔

نقل ہے کہ جن دنوں وہ سنگھ شریف میں رہتے تھے، حضرت صاحبؒ نے ان کا مزاج دیکھ کر فرمادیا تھا کہ جب تمہیں قبض ہو تو سیر کر لیا کرو۔ اور پھر یہاں آجایا کرو۔ پس آپ تیس تیس چالیس چالیس کو سنگھ شریف سے باہر سیر کے لئے نکل جاتے تھے۔ کبھی کوہستان میں اور کبھی ملک دامان میں اور کبھی ملتان و بہاول پور اور احمد پور کی طرف اور پھر تولنہ شریف آجاتے تھے۔ انہوں نے تولنہ شریف میں بھی ایک بنگلہ تیار کرایا تھا جس میں دو حجرے ہیں۔ چنانچہ اب تک وہ بنگلہ موجود ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ شاہ صاحبؒ احمد پور تشریف لائے گئے تھے۔ نواب بہاول خاں کو جب خبر ہوئی تو ان کی زیارت کا ارادہ کیا۔ آپ کو جب خبر ملی کہ نواب آ رہا ہے تو وہاں سے روانہ ہو کر تولنہ شریف چلے گئے۔ خان صاحبؒ بہاول خاں نے مولوی قادر بخش صاحب کی طرف شاہ صاحبؒ کی شکایت کا خط لکھا کہ میں ان کی ملاقات کے لئے تیار ہوا اور وہ میری ملاقات کے بغیر روانہ ہو گئے۔ اور یہ مولوی قادر بخش نواب بہاول خاں کلاں کے دربار سے تھے۔ کہ مدت سے دنیا ترک کر کے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آ گئے ہوئے تھے۔ اور یہیں مقیم ہو گئے تھے۔ اور رتبہ خلافت پایا تھا۔ حضرت صاحبؒ کے میثروں ہمراز تھے۔ اور رات کا کھانا حضرت صاحبؒ کے ساتھ کھاتے تھے۔ مولوی قادر بخش صاحب نے نواب مذکور کے خط کا حال اور شاہ صاحبؒ کا نواب صاحب سے ملاقات نہ کرنے کا حال حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بیان کیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ مولوی فقرار ایسے ہی ہوتے ہیں کہ دنیا داروں اور امیروں سے ملاقات نہیں کرتے۔ شاہ صاحبؒ نے خوب کہا:

اہل دنیا چوں سگ دیوانہ اند دُور شو زایشان کہ بس بیگناہ اند

اہل دنیا چہ کہیں دچہ ہمیں لعنت اللہ علیہم اجمعین

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ سنگھ شریف سے حضرت قبلہ عالمؒ کے

عرس کے لئے سراج سرور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور شاہ صاحبؒ بھی ساتھ

تھے۔ نواب بہاول خاں بھی حضرت صاحبؒ کی زیارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ ایک دن

شاہ صاحب کی زیارت کے لئے ان کے حجرہ میں گیا۔ شاہ صاحب نے حجرہ کا دروازہ بند کر دیا اور اس سے ملاقات نہ کی۔ نواب صاحب نے بہت منت سماجت کی کہ میں آپ کا پیر بھائی ہوں برائے خدا مجھے زیارت کا موقع دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک تو میرا پیر بھائی ہے میں غائبانہ تیرے لئے دعا مانگتا ہوں۔ ملاقات کی حاجت نہیں ہے۔ اس نے پھر کہا کہ حضرت صاحبؒ ہم سے کیوں اجتناب نہیں کرتے اور کیوں زیارت کرتے ہیں، کیا آپ حضرت صاحبؒ سے بزرگ تر ہیں۔ فرمایا۔ حضرت صاحبؒ دریا کی مثل ہیں کہ غلاظت سے پلید نہیں ہوتے، ہماری مثال وہ درودہ سے کم پانی کی ہے کہ تھوڑی سے پلیدی سے ہم پلید ہو جاتے ہیں۔ پس نواب مذکور واپس چلا گیا۔ حتیٰ تعالیٰ نے ان کو اتنی آزادی ترک دنیا دی ہوئی تھی۔

منقول ہے کہ شاہ صاحبؒ حضرت صاحبؒ سے بیعت کے بعد سات سال تونسہ شریف میں رہے اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے پس حضرت صاحبؒ نے انہیں خلافت دی۔ خلافت کے بعد دس سال اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں رہے۔ پھر رخصت ہو کر دہلی چلے گئے۔ دہلی کے بہت سے لوگ نیز حضرت سلطان المشائخؒ کی اور خواجہ قطب الدینؒ کی خانقاہ کے صاحبزادگان آپ کے مرید ہوئے۔ پھر حافظ صاحبؒ حرمین الشریفین کی طرف چلے گئے۔ پانچ سال حرمین میں رہے اور وہاں اکثر لوگ آپ کے مرید ہوئے۔

۱، حاجی عبداللہ شیرپوری جنہیں غلام نبی بھی کہتے ہیں سے منقول ہے کہ جن دنوں حضرت شاہ صاحبؒ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے، میں ان دنوں آپ کی خدمت کرتا تھا۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ سے مثنوی شریف بھی پڑھتا تھا۔ مولوی محمد رمضان صاحبؒ بھی اکثر ان کی خدمت میں آتے تھے۔ اور ان کی صحبت سے فیض پاتے تھے۔ اور گوشت پکا کر ایک کٹورہ سالن اور روٹی ان کے لئے لاتے تھے۔

۲، حاجی عبداللہ مذکور کہتے تھے کہ ایک دفعہ باطیس جہاں شاہ صاحبؒ مکہ معظمہ میں رہتے تھے، ایک شخص پرچن آگیا اور شاہ صاحبؒ اس وقت حرم شریف میں

تھے۔ ایک شخص نے ان کو خبر کی کہ فلاں شخص پر جن نے آسیب کیا ہے۔ فرمایا کہ اُسے کہ دو کہ اے جن محمد علی غلام خواجہ سلیمان متہیں کتابے کہ اس رباط میں یا تم رہو گے یا میں۔ یہ دونوں کی جگہ نہیں ہے۔ اُس شخص نے آکر ایسا ہی کہا۔ اُس جن نے کہا کہ جناب شاہ صاحب کو کہہ دیں کہ آپ اس جگہ تشریف رکھیں۔ میں جاتا ہوں اور اس شخص کو اسی وقت چھوڑ دیا۔

(۳) حاجی عبداللہ رشید پوری کہتے تھے کہ جن دنوں حضرت شاہ صاحب مدینہ منورہ میں تھے، میں خدمت میں حاضر تھا چند دن آپ نے کھانا ترک کر دیا تھا۔ اور ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم شریف میں بیٹھتے تھے اور ہر روز دلائل الحجرات ختم کرتے تھے اور مشغول رہتے تھے۔ کھانا نہ کھانے کی وجہ سے آپ اتنے لاغر ہو گئے کہ بہت مشکل سے اٹھ سکتے تھے۔ اور ایسی حالت میں تختی پر کوئی چیز اپنی واردات سے بچتے تھے اور پھر اسے مٹاتے تھے۔ یہاں خیر محمد پنجابی خاندان فخریہ سے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فرامشی میں ممتاز تھا۔ آخر ایک دن انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے بالکل کھانا پینا ترک کر دیا ہے۔ ہلاک ہو جائیں گے۔ تھوڑا سا کھانا ضروری ہے کہ کھانے کے بغیر وجود عنصری کو قرار نہیں رہتا۔ فرمایا اے خیر محمد آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامشی ہو۔ اور حضوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے ہو، خدا کے لئے آپ میرے لئے بھی حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیں کہ یا حضرت ایک خنزیر محمد علی نام آپ کے حرم میں پڑا ہے اسے خنزیر ہی رکھیں گے یا انسان بنا دیں گے۔ اس نے اسی طرح عرض کر دی۔ اس روز کے بعد پھر حافظ صاحب کے چہرہ پر بہت بشارت رستی تھی اور کھانا پینا بھی شروع کر دیا۔

حافظ نور الدین ڈہڑی کے بھائی حافظ قمر الدین اس کا تب الحروف کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ایک دن شاہ صاحب چلے جا رہے تھے، یعنی سنگھ شریف کی طرف آ رہے تھے۔ نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ کوئی موجود نہ تھا کہ نماز باجماعت

گزاریں۔ دل میں خیال کیا کہ نماز باجماعت کس طرح میسر آئے۔ خدا تعالیٰ اسے عرض کی کہ الہی کسی کو بھیج دیں تاکہ اس کے بعد نماز پڑھوں۔ ناگاہ ایک شخص ظاہر ہوا۔ اسے کہتے لگے کہ تو امامت کر۔ اس نے کہا کہ آپ ہی امامت کرائیں۔ کہ میں جن ہوں اور حضرت غلام محمد سلیمان کامرید ہوں یعنی تمہارا پیر بھائی ہوں اور نماز باجماعت کے لئے آیا ہوں۔ پس حافظ صاحب نے نماز پڑھی۔

حضرت سلطان المشائخؒ کے خدام میں سے ایک صاحب میاں محمد علی نام تھے۔ جو شاہ صاحبؒ کے مرید تھے انہوں نے میرے سامنے بیان کیا۔ کہ ایک دن شاہ صاحبؒ حضرت سلطان المشائخؒ کی درگاہ سے حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی درگاہ کی طرف جا رہے تھے ہم بہت سے غلام آپ کے ہمراہ تھے اور آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ ناگاہ آپ پر ذوق و وجد طاری ہو گیا۔ ایسا نعرہ لگایا کہ تمام حاضرین پر اثر ہوا۔ اور ہر ایک کو وجد و حال کی کیفیت ہوئی۔

منقول ہے کہ جب شاہ صاحبؒ نے حرمین الشریفین میں شادی کرنی اور وہاں ایک بیٹا پیدا ہوا تو آپ نے اس کا نام محمد رمدی رکھا۔ جب وہاں سے وداع ہو کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے تو وہ منکوحہ اپنے بیٹے کے ساتھ ہمراہ تھی۔ مگر راستہ میں دونوں ماں بیٹا فوت ہو گئے۔ اس کے بعد شاہ صاحبؒ دہلی آ گئے اور وہاں چند روز رہ کر سنگھڑ شریف میں حضرت پیر و مرشد محبوب سبحانیؒ کی خدمت میں گئے۔ وہاں کچھ مدت رہ کر پھر اپنے وطن خیر آباد واپس آئے۔ بعد ازاں وہاں سے روانہ ہو کر حیدر آباد دکن گئے۔ وہاں کچھ مدت رہے۔ اس سفر میں ان کا بڑا مددگار محمد اسلم ان کے ہمراہ تھا۔ حیدر آباد کی غلوک امراء و غریب بہت تعداد میں آپ کے مرید ہو گئے۔ اور آپ وہاں خلق خدا کی راہ نمائی فرماتے لگے۔ وہاں کے اکثر علماء نے آپ سے مثنوی مولانا رومؒ کا درس لیا۔ کہتے ہیں کہ ان کی طرح مثنوی کوئی نہیں پڑھاتا تھا۔

منقول ہے کہ راجہ چند دلال حیدر آبادی کو آپ کے ساتھ بہت اعتقاد تھا۔ اکثر اوقات آپ کی خدمت میں آتا۔ اس کی آرزو تھی کہ کسی طرح شاہ صاحبؒ میرے

مکان پر قدم رنجہ فرمائیں مگر آپ ہرگز نہیں جلتے تھے۔ اس نے بہت عرض کی مگر قبول نہ ہوتی تھی۔ ایک دن ایک حاجت مند نے حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماہرہ مذکور سے یہ حاجت ہے۔ آپ کی توجہ سے پوری ہو سکتی ہے۔ آپ اُسی وقت جس طرح بھی بیٹھے تھے اُسی حالت میں راجہ مذکور کے مکان پر چلے گئے۔ وہ بہت حیران ہوا کہ آج کس طرح تشریف آوری ہوئی۔ اپنی عزت افزائی سمجھے ہوئے اس نے پوچھا کہ حضرت کیسے تشریف لائے۔ فرمایا۔ اس شخص کی حاجت پوری کر۔ اس نے اسی وقت حاجت پوری کر دی۔

یہ مدد علی نازولی میرے سامنے بیان کرتے تھے۔ کہ میں ایک دفعہ ربیع الاول کے مہینے میں دہلی میں تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ایام تھے اور قدم شریف میں جو دہلی میں ہے، مشرق کی طرف کھڑکی فراش خانہ کے باہر خانقاہ قدم شریف میں مجلس سماع تھی۔ شاہ صاحبؒ بھی اس مجلس میں تھے۔ اور دیگر مشائخ دہلی بھی موجود تھے۔ دہومن شاہ چشتی جو حضرت قطب جمال الدین ہانویؒ کی اولاد سے تھے۔ اس مجلس میں حاضر تھے۔ وہ صاحب نسبت، صاحب ذوق و شوق اور صاحب تاثیر بزرگ تھے ان پر حالت (وجد) تھی۔ وہ حاضرین کو توجہ دے رہے تھے۔ ہر ایک سے معافہ کرتے تھے۔ اور تاثیر پیدا کرتے تھے۔ جب وہ شاہ صاحبؒ کے پاس آئے تو آپ نے ایک نگاہ کرم سے ان کی طرف دیکھا۔ تمام حالت سلب ہو گئی۔ اور وہ تمام مستی و ذوق جاتا رہا۔ واپس جا کر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ میں جب دہلی گیا تو مولوی دیدار بخش جی سے جو میرے پیر بھائی تھے، اس قصہ حال کی تصحیح کی۔ اور تحقیق کی کہ یہ واقعہ درست ہے یا نہیں، انہوں نے کہا کہ میں اُس مجلس میں حاضر تھا اور یہ ماجرا میری وجہ سے ہوا تھا۔ اور وہ اس طرح ہے کہ دہومن شاہ مذکور ہر روز قدم شریف کی مجلس میں جو بارہ روز اس جگہ ہر سال وفات شریف کے موقع پر ہوتی تھی جلتے تھے اور وجد و حالت کرتے تھے۔ اور حالت بھی بہت زیادہ ہوتی تھی کہ مستی عشق کی غایت کی وجہ سے رقص کرتے تھے۔ اور منہ سے جھاگ جاتی تھی۔ اور اس حالت میں مجلس میں حاضر نہ

کو اپنے گلے سے لگاتے تھے۔ اور بخل میں لیتے تھے۔ اور اپنی تاثیر و توجہ کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی اس کی تاثیر سے رقص و حالت کرتے تھے۔ ایک دن اسی طرح مجلس گرم تھی وہ توجہ کرتا ہوا شاہ صاحبؒ کی طرف آ رہا تھا۔ میں آپ کے برابر کھڑا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ سلیمانی ہیں اور حضرت صاحبؒ کے خلیفہ کلاں ہیں۔ یہ دہو من شاہ آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے نزدیک آ کر اپنی کار سازی کرے اور ثابت واپس چلا جائے۔ پس جب وہ ان کے نزدیک آیا۔ شاہ صاحبؒ نے ان کا حال سلب کر لیا۔ وہ اتنا سرد ہو گیا کہ اس کی حالت بالکل ختم ہو گئی۔ پس نعرے لگاتا اور آہیں بھرتا دپس اپنی جگہ چلا گیا۔ اور بیٹھ گیا۔ پھر اُسے حالت نہ ہوئی۔ دوسرے دن دہو من شاہ میرے پاس آیا اور منت تمام سے کہنے لگا کہ میں نے حضرت حافظ صاحبؒ سے اپنا بزرگ و مرتبی خیال کرتے ہوئے معاف کیا تھا۔ مگر انہوں نے میرا حال سلب کر لیا۔ اب کسی طرح میری تقصیر معاف کر دیں۔ پس میں نے شاہ صاحبؒ کے پاس جا کر عرض کیا۔ فرمایا کل اس کی دعوت کریں گے اور اپنے ڈیرہ میں بلائیں گے۔ پس دوسرے دن اسے دعوت پر بلایا اور پھر توجہ خاص اور نگاہ جمال فرمائی۔ کہ اس کا فرو رفتہ حال اور سلب شدہ ذوق واپس آ گیا۔

منقول ہے کہ میرمد علی مذکور کتا تھا کہ ایک دن شہر دہلی میں مجلس سماع تھی اور حافظ صاحبؒ اس مجلس میں موجود تھے۔ مجلس گرم تھی اور صوفی لوگ وجد و حالت میں تھے۔ کاتبہ قوم کا ایک ہندو سرا دینا کر کے تماشا دیکھ رہا تھا۔ ناگاہ حافظ صاحبؒ کی نگاہ اس پر پڑی۔ اسی وقت لا الہ الا اللہ آواز بلند سے کہا اور مسلمان ہو گیا اور حاضرین مجلس سے کہنے لگا کہ اے میرے دوستو! مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور تمہارے خدا و رسول پر ایمان لے آیا ہوں۔ تم لوگ میرے ایمان کے گواہ رہنا۔ جب مجلس برخاست ہوئی۔ حافظ صاحبؒ کی خدمت میں گیا اور مرید ہو گیا اور عرض کی کہ میں آپ کی توجہ سے مسلمان ہوا ہوں۔ مجھے اسلام کے راستہ کی تلقین فرمائی پس آپ نے اسے اسلام کی راہ تلقین کی۔ اس کے عیال و اطفال بھی مسلمان ہو گئے۔

ایک دفعہ شاہ صاحبؒ مدینہ منورہ میں تھے۔ ایک دن انہوں نے بغداد شریف کا ارادہ کیا اور اپنے خادموں کو فرمایا کہ کل بغداد شریف کی طرف روانہ ہوں گا۔ دوسرے دن فرمایا کہ اب ہم سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوں گے کہ حضرت صاحبؒ نے یاد فرمایا ہے پس سنگھڑ شریف آگئے۔

حافظ شاہ صاحبؒ کا مزاج حسن پرست تھا۔ عاشقانہ مزاج رکھتے تھے۔ مولوی دیدار بخش فرلتے تھے کہ ایک شخص اشرف حسین نام خاندان کلاں سے بہت حسین تھا۔ حافظ صاحبؒ کی اسکی طرف توجہ ہو گئی۔ مولوی صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں حافظ صاحبؒ کے مزاج سے واقف تھا کہ ان کا مشاغل الیہ کی طرف خیال ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ تو شاہ صاحبؒ کا مرید ہو جا اور بیعت کر لے۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ بزرگ کامل ہیں مگر ان کی صورت اور ان کا حسن ظاہری نہیں ہے۔ لہذا میرا دل ان کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ مولوی صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات شاہ صاحبؒ کی خدمت میں کہہ دی۔ انہوں نے فرمایا کل مجلس سماع کریں گے۔ تو اسے مجلس میں لے آنا۔ دوسرے دن میں اسے مجلس میں لے آیا۔ حافظ صاحبؒ نے اس پر ایسی توجہ ڈالی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ کچھ دیر اسی حالتِ وجد میں رہا جب ہوش آیا شاہ صاحبؒ کا مرید ہو گیا۔ شاہ صاحبؒ کے کمالات و مناقبات اس قدر ہیں کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ تبرکاً اتنے ہی لکھے ہیں۔

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک مدینہ منورہ میں کی تھی جو فوت ہو گئی تھی۔ دوسری بیوی دہلی میں کی تھی۔ جو اب تک زندہ ہے۔ پہلی بیوی سے ان کے ایک بیٹا محمد نام پیدا ہوا تھا۔ جو بچپن میں فوت ہو گیا تھا۔ دوسری سے اولاد نہیں ہے۔

آپ کا دصال ۱۸ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ کو ہوا۔ مزار مبارک حیدر آباد کے قریب کھیری میں ہے۔ ان کے خلفاء بہت ہیں مگر ان کا قائم مقام و سجادہ نشین محمد اسلم ان کا برادر زادہ ہے۔ آپ نے بہت سی غزلیں اور رباعیات کہی ہیں۔

مشاق تخلص کرتے تھے۔ ایک غزل یہ ہے : آپ سہا مزور و شیر آہار و شیریں محمدؒ

دلم بر بود جانانے کہ آتی دستان دارد
 شکر لب خندہ نمکینے خماری میکشان دارد
 چو گل رخ نرگسین چشمے بر ویش سنبله زلفے
 لب نازک تر از لاله قد سرو رواں دارد
 کہ از تمکین نمی پُرسد ز حال ناز من دلم
 خدایا مهرباں سازش کہ دل تنگیں چنان دارد
 ازین نامهرباں شنوخے چہ آسایش دهد دم
 کہ با کم التفاتی باز من خاطر گراں دارد
 بکیش دلمبری شاید روا دارد دل آزاری
 کہ از خرگاہ زند پیکیان دازا برو کمان دارد
 متاع صبر از دلها کند غارت بیک لمحہ
 مگر در گوشہ چشمے چنین ہامرد ماں دارد
 بیا مشتاق زین بگزر تو خاکِ پاسبان شو
 کہ ہر کس از جمالِ اد کمالِ بیکراں دارد

مستغرق بحر وحد، غریق دریائے معرفت، تنہا لہجہ توحید سرگروہ فرقہ اہل تجرید و تفرید، محرم راز احد حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام مولوی احمد اور والد صاحب کا نام مولوی نور محمد ہے جو حضرت
نارود اللہ صاحب کے مریدوں میں سے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت تونسہ شریف ہے۔
آپ کے آبا و اجداد اسی جگہ رہتے تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم۔ صاحب
کشف و کرامت و صاحب وجد و سماع تھے۔ حضرت محبوب کے مرید و خلیفہ تھے۔
مدت مدید تک حضرت صاحب کے امام رہے کہ حضرت صاحب کی نماز جماعت ہمیشہ
وہ پڑھتے تھے۔ مگر پھر جب ان پر غلبہ وحدت غالب ہوا اور شراب سکریں نمودار
ہو گئے اور مسجد میں عین نماز میں گریہ و زاری کرنے لگے اور غیر کا استیاز نہ رہا اور محویت
تمام ان پر غالب رہنے لگی اور دریائے تلویں میں گر گئے تو حضرت صاحب نے جو
شاہنشاہِ دلالت تمکین تھے، ان کی جگہ مولوی علی محمد صاحب کو اپنا امام مقرر کیا۔ مولانا
احمد صاحب پر اس حد تک غلبہ وحدت تھا کہ جب ان کے سامنے کئے، لگائے، انسان
یاد و سرے حیوان آتے تو ان کو سلام کرتے اور ان کی تعظیم سجالاتے۔ گویا جملہ
کائنات ان کے حق میں آئینہ ہو گئی تھی کہ ذات حق کو اس میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ
حافظ شیرازی نے کہا ہے:

در دیوار من آئینہ شد از کثرت شوق

ہر کجے نگرم ردی شمامے بیغم

اور حضرت صاحب کے باوجود ان کی اتنی شہرت تھی کہ اطراف و اکناف سے خلق
آتی اور ان کی مرید ہوتی۔ ان کا مکان حضرت صاحب کے مکان کے مشرق کی طرف

مولانا احمد صاحب کے مریدوں میں سے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت تونسہ شریف ہے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم۔ صاحب کشف و کرامت و صاحب وجد و سماع تھے۔ حضرت محبوب کے مرید و خلیفہ تھے۔ مدت مدید تک حضرت صاحب کے امام رہے کہ حضرت صاحب کی نماز جماعت ہمیشہ وہ پڑھتے تھے۔ مگر پھر جب ان پر غلبہ وحدت غالب ہوا اور شراب سکریں نمودار ہو گئے اور مسجد میں عین نماز میں گریہ و زاری کرنے لگے اور غیر کا استیاز نہ رہا اور محویت تمام ان پر غالب رہنے لگی اور دریائے تلویں میں گر گئے تو حضرت صاحب نے جو شاہنشاہِ دلالت تمکین تھے، ان کی جگہ مولوی علی محمد صاحب کو اپنا امام مقرر کیا۔ مولانا احمد صاحب پر اس حد تک غلبہ وحدت تھا کہ جب ان کے سامنے کئے، لگائے، انسان یاد و سرے حیوان آتے تو ان کو سلام کرتے اور ان کی تعظیم سجالاتے۔ گویا جملہ کائنات ان کے حق میں آئینہ ہو گئی تھی کہ ذات حق کو اس میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حافظ شیرازی نے کہا ہے:

قرب ترین تھا۔ ان کی مجلس میں اکثر لوگ بیٹھتے تھے اور حضرت صاحب کی مجلس میں کم بیٹھتے تھے۔ اور ان کے منگرمیں فقرار کو ردی حضرت صاحب کے منگرم سے زیادہ ملتی تھی۔ ان کی مجلس میں دن رات مردوں اور عورتوں کو ذوق و شوق ہوتا تھا۔ بلکہ آپ نے اعلان کیا تھا کہ جسے خدا کو دیکھنے کی خواہش ہو میرے پاس آئے۔ حضرت صاحب ان کی شہرت سے اور ان کی مجلس کی گرمی سے بہت خوش ہوتے تھے کہ الحمد للہ کہ مرشد کے سامنے ہی ایسا صاحب شہرت خلیفہ پیدا ہوا ہے۔ مگر جب غلبہ توحید کے سبب ان سے امتیاز شریعت کم ہونے لگا تو علمائے ظاہری اور دیگر ظاہر بینوں نے ان کا شکوہ حضرت صاحب کی خدمت میں بار بار کیا۔ حضرت صاحب واقف حال تھے۔ اس لئے ان لوگوں کے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا۔

مائی غلام جنت میاں دلیل خان پوری کی ہمیشہ صالحاتِ زمانہ میں سے تھیں اور قرآن خوان و تہجد گزار تھیں۔ وہ اس فقیر کی پیر بہنوں میں سے تھیں۔ ۱۸۷۵ء میں انہوں نے میرے سامنے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب سنگھ شریف سے تاج سرور حضرت قبلہ عالم کے عرس پر گئے ہوئے تھے۔ عاشورہ محرم کے ایام تھے چند لوگ مرثیہ خواں مولوی صاحب کے پاس آئے اور مرثیے پڑھے۔ مولوی صاحب پر ذوق و رقت کی حالت ہو گئی۔ جب حضرت صاحب واپس سنگھ شریف آئے تو مولوی مفتی محمود اور چند دیگر لوگوں نے آکر حضرت صاحب کے پاس مولوی صاحب کا شکوہ کیا کہ آیام عاشورہ میں مرثیہ خوانی کرائی ہے۔ اور ذوق و شوق کی حالت بھی کی ہے۔ یا حضرت آپ کے ہوتے ہوئے یہ اس طرح کے غیر شرعی کام کرتے ہیں۔ اسے منع کریں۔ مائی غلام جنت کہتی ہیں کہ میں اس وقت حضرت صاحب کے سبغلہ میں حاضر تھی۔ اور ان کی باتیں سن رہی تھی۔ حضرت صاحب اپنے مصلہ پر سمت قبلہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے دوستو خدا کا شکر سجا نہیں لاتے کہ حق تعالیٰ نے مجھے ایسا مرید دیا ہے کہ باوجود میری زندگی کے ایسا صاحب ارشاد ہے۔ وہ جاہل نہیں ہے کہ میں اُسے نصیحت کروں وہ صاحبِ حال

علم ہے۔ شاکی لوگ نادام ہو کر چلے گئے۔ البتہ مولوی صاحب کو پیغام بھجوایا۔ کہ آپ پاس شریعت بالکل ترک کر رہے ہیں۔ خوف نہیں رکھتے خبردار شریعت پر سچے رہو ورنہ تمہارا حال بھی اماموں کی طرح یعنی امام الدین ڈبڈی کی طرح کر دوں گا۔ اور اس کا ذکر حضرت صاحبؒ کے مناقبات میں گزر چکا ہے کہ حضرت صاحبؒ کی غیرت کے سبب اس کا حالی سلب ہو گیا تھا۔ اور دیوانہ ہو کر لاہور چلا گیا تھا۔

منقول ہے کہ ایک دن ایک حسین خٹناگر ان کے پاس رقص کر رہی تھی۔ اور احمد خاں کھوسہ بلوچ جو حضرت صاحبؒ کے مریدوں میں سے تھا۔ اور اس پر بھی غلبہ وحدت غالب تھا۔ وہ بھی موجود تھا۔ اور دیگر بہت سے لوگ بھی یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ مولوی صاحب کو اس کے رقص و سرود پر وجہ آگیا۔ بلکہ بہت ہی زیادہ کیفیت ہو گئی۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا۔ تو مولوی نور جہان صاحب بہادر پوریؒ نے جو حضرت صاحبؒ کے مریدان مجاز میں سے تھے، آکر حضرت صاحبؒ کے سامنے عرض کیا۔ کہ قبلہ بہت افسوس کا مقام ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے غلاموں کا کیا حال ہو گا۔ اور کہاں تک پہنچے گا۔ جبکہ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کے غلام غیر شرع کام آپ کے بنگلہ شریعت کے قریب کرتے ہیں۔ اور شریعت محمدیؐ کا ذرہ بھر پاس نہیں کرتے۔ فرمایا کیا ہو گیا ہے کہا کہ مولوی احمد صاحب خٹناگر کا رقص کر رہے ہیں اور اور صد ہا عام آدمی تماشا کر رہے ہیں۔ اور احمد خاں کھوسہ بھی موجود ہے۔ حاجی بختاورد صاحب جو حضرت صاحبؒ کے یاران مجاز اور خادمان خاص میں سے تھے۔ میرے سامنے بیان کرتے تھے کہ اس وقت حضرت صاحبؒ سے میں سبق لے رہا تھا۔ فرمایا جاؤ اُسے منع کر دو کہ بس کرے اور پاس شریعت کرے اور رقصہ کو بھی ہٹا دو۔ اور روانہ کر دو۔ پھر مولوی نور جہانیاں کو فرمایا کہ مولوی صاحب حضرت مولانا صاحبؒ (مولانا فخر الدین دہلویؒ) کا فرمودہ ہے کہ اگر مرید سے بارہ سال تک خطا ہوتی رہے تو پیر کو چیلنیے کہ تمہارا کسے کہ شاید باز آجائے اور توبہ کر لے۔ اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو اس کا حال سلب کر لے۔

الغرض حاجی بختاورد نے جاکر مولوی صاحب کو کہا کہ حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں، کہ

شریعت کا پاس کرو۔ اور ان رقاصوں کو ڈر کرو۔ مولوی صاحب پر اس وقت حال غالب تھا اور دبال پریش تھا۔ کہنے لگے کہ تھوڑا سا اور رقص کرنے دیں پھر منع کر دوں گا۔ حاجی بختاؤرنے واپس جا کر حضرت صاحب کو یہی حال عرض کر دیا۔ حضرت صاحب نے حاجی بختاؤر کے منہ پر ٹھانچہ مارا اور جذبہ میں آئے اور فرمایا کہ جاؤ اس نابینا بے بصر مولوی کو دھکے لے کر حجرہ سے باہر نکال دو۔ اور احمد خاں کھوسہ دیوانہ کو شہر تونسہ شریف سے باہر نکال دو۔ اور رقاصوں کو مارتے ہوئے وہاں سے باہر نکالو۔ حاجی صاحب نے ایسا ہی کیا۔ پس اس دن کے بعد مولوی صاحب کا حال سلب ہو گیا۔ اور وہ بسنگر بہاد ہو گیا اور تمام درویش جو آپ کے پاس تھے، ادھر ادھر چلے گئے۔ چونکہ حضرت صاحب کی زبان مبارک پر نابینا کا لفظ آیا تھا اور مولوی صاحب اس دن سے نابینا ہو گئے اور مرتے دم تک نابینا رہے۔ اور احمد خان کھوسہ اس دن سے دیوانہ ہو گیا اور اب تک دیوانہ ہے اور سلوب الحال ہے۔

گنج قارون کہ فرد میرود از تعمر منور

خواندہ باشی کہ ہم از غیرت درویشان ست

پس اس دن کے بعد مولوی صاحب اپنے حجرہ میں بیٹھے رہے اور مدت تک اس حال اتر میں اپنے حجرہ میں رہے نہ نماز کا ہوش تھا اور نہ حکم خدا سے خبر تھی۔ دیوانہ سے لڑتے تھے اور کسی کو ان کے حال پر رحم نہ آتا تھا۔ ایک دن حضرت صاحب کھانا کھا کر گھر سے آ رہے تھے اور مولوی صاحب اپنے حجرہ کے سامنے بیٹھے تھے۔ حضرت صاحب کو ان کے حال پر شفقت آگئی۔ ان کے نزدیک گئے اور فرمایا۔ کہ مولوی صاحب کیا حال ہے۔ وہ روتے روتے حضرت صاحب کے قدموں میں گر گئے اور بہت منت سماجت کرنے لگے اور معافی چاہی۔ فرمایا۔ بی بی میں نے تمہیں پہلے فحاشی کی تھی کہ غیر شرع کام نہ کرو۔ اب یہ تعصیر میری تو نہیں ہے۔ بلکہ تو نے پیرانِ عظام کی تعصیر کی ہے کہ ان کے طریقہ کے خلاف عمل کیا ہے۔ میں تم سے راضی ہوں اور تیرا قصور معاف کرتا ہوں بلکہ مرے ساتھ حضرت قبلہ عالم اور حضرت بابا صاحب (بابا فرید الدین گنج شکر) کے

عرس پر پہنچا۔ تاکہ ان سے تیری تقصیر معاف کر دوں۔ پس حضرت صاحبؒ انہیں اپنے ساتھ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تاج سرور لے گئے اور وہاں سے ان کی تقصیر معاف کرائی۔ پھر حضرت بابا صاحبؒ کے عرس پر پاکپٹن شریف لے گئے اور وہاں ان کا قصور معاف کرایا۔ اس دن کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وہی مارج دے دیئے اور پھر طالبان کے ارشاد میں کوشش کرنے لگے۔

منقول ہے کہ دوسرے سال جب حضرت صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے عرس پر تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی کہ مجھے بھی لے چلیں۔ حضرت صاحبؒ روانگی کے وقت ان کے مکان پر گئے اور انہیں تشفی دی اور فرمایا کہ تم یہیں رہو۔ میں وہاں تیری جگہ کافی ہوں۔ پس وہ تونسہ شریف میں رہے۔

منقول ہے کہ مولوی صاحب کا خلق ایسا تھا کہ ہر ادنیٰ داعی، خورد و بزرگ کی تنظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور آپ کل صوفیوں کے استاد تھے۔ کہ صوفی لوگ حضرت صاحب سے سبق لینے کے بعد ان کی خدمت میں جاتے تھے۔ اور مسئلہ کی فہمید کرتے تھے۔ کتاب الحروف نے بھی ان سے چند کتب سلوک دیکھے اور سمجھیں۔ قصود الحکم۔ مشنوی، فتوحات مکی کے گویا آپ حافظ تھے۔ اور اپنا عقیدہ شیخ اکبر محمدی الدین عربیؒ کے عقیدہ کے مطابق رکھتے تھے۔ اور ترک دنیا میں تمام یاروں پر سبقت لے گئے تھے۔ چنانچہ جو فتوح ملی تھی اسے صرف کر دیتے تھے۔ اور ہر مہینہ اپنے مکان کو دینا کے اسباب سے صاف کر دیتے تھے۔ بلکہ چار بیانی بھی راہ خدا میں دے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پھر سامان دے دیتا تھا۔ شادی کی بھی البتہ ابتداء سلوک میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ پھر نکاح نہ کیا۔ اولاد بھی نہیں ہے۔ ان کے مرید بہت ہیں۔ البتہ ان کا قائم مقام ان کا برادر زادہ مولوی غلام نبی ہے جو صفات درویشی سے متصف ہے۔ ان کا وصال ۱۲۸۰ھ کو ہوا۔ ان کی قبر شریف تونسہ شریف میں حضرت صاحبؒ زادہ گل محمد صاحبؒ کے مزار اقدس کے قریب ہے روضہ کلاں ہے۔

حضرت سلاتا نعم بنیہب کا وصال ۶ ذوالحجہ
 کوفہ بگا ۱۲۷۸ھ کو ہوا۔ آپسکین کرارنہ
 اٹھ بجے متوفی ۴۱۶۲ تا ۱۶۲۶ء کے درمیان
 تھا درجہ شرفا علیہ

مولوی احمد علی خرم خاں مولوی احمد علی خرم خاں
 رجب المرجب ۱۳۷۵ھ میں ۱۹۵۱ء

مولوی احمد علی خرم خاں کے تین فرزند
 مولوی محمد علی خرم خاں متوفی ۱۳۷۵ھ
 مولوی محمد یوسف خرم خاں متوفی ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ
 مولوی خدیو علی خرم خاں ۷ رجب

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْوَالِدِينَ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ
 وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ -

بفضل خالق الگوین و طفیل سیدنا و نبینا رسول ثقیلین امام القبلین
 جد الحسن و الحسین صلی اللہ علیہ فی العالمین

مناقب المحبوبین کا نسخہ تمام ہوا

حصّہ پنجم

حالاتِ مصنف حاجی نجم الدین سلیمانیؒ



Nafs-e-Islam

Spreading the True Teachings of Islam in Canada

حاجی الحرمین الشریفین آفتاب دین متین

حاجی نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مؤلف مناقب المجوبین

حمد و صلوة کے بعد یہ فقیر حقیر سراپا تقصیر فانی فی النفس باقی بالہوس
بندہ کمترین عرض کرتا ہے کہ کتاب مستطاب مناقب المجوبین تمام ہو گئی
مگر مکمل اس وقت ہوگی جب تھوڑا سا ذکر خیر اس حضرت مصنف کا بھی
ہو جائے جو مادر زاد ولی تھے جو غر اللہ سے منقطع تھے جو محبوب کے نقب
سے سرفراز ہوئے اور جنہیں مؤدب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے
نوازا گیا۔ یعنی حاجی الحرمین الشریفین، مرشد ناد مولانا، قطب دقت
یگانہ ادلیا، آفتاب دین متین حاجی محمد نجم الملّت والدین،
مد اللہ ظلہم العالی۔ (کاتب یا طابع) سید محمد حسن امروہی

آپ کا نام نامی حضرت شیخ محمد نجم الدین ہے۔ "حاجی صاحب" کے نام سے مشہور
ہیں۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے دیار نبوی کے ادب کی
وجہ سے لقب ملا۔ اور اس لقب کا مطلب آئندہ آ رہا ہے۔ آپ حضرت سلطان
التارکین الصوفی الموالی الناکوری الفاروقیؒ کی اولاد پاک سے ہیں جو حضرت
خواجہ غریب نواز خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے خلیفہ خاص تھے۔ آپ کا
مولد شریف جہنجنوکل ہے جو بے پور کے مضافات سے ہے جہنجنوکل دہلی سے
اسی (۸۰) کوس کے فاصلہ پر مغرب کی طرف اور نارنول سے مغرب کی طرف تیس
(۳۰) کوس کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کی ولادت ۳ رمضان المبارک ۱۲۳۲ھ بروز
جمعۃ المبارک بمطابق ۷ سادون ۱۲۴۲ھ سن ہندی ہوئی۔ اس وقت جبکہ ۱۲۸۵ھ

ہے۔ آپ کی عمر ۵۲ سال ہے۔ خدا کرے کہ آپ کا آفتاب ہدایت ہمیشہ منور رہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت سردار بی بی ہے۔ جو حضرت سلطان القارین محدوحؒ کی اولاد سے تھیں۔ آپ کے والد صاحب کا نام حضرت شیخ احمد بخشؒ ہے جو دلی کا مل تھے۔ حضرت حاجی صاحب قبلہؒ کی پہلی بیوی سے چار بیٹیاں تھیں اور پانچ بیٹے۔ سب سے بڑے فرزند مولوی محمد نصیر الملک والدین میں کہ زبان اُن کی صفت کرنے سے عاری ہے۔ اور قلم اُن کے محامد لکھنے سے عاجز ہے۔ دوسرے بیٹے میاں عبداللطیف ہیں جو شجاع کے نام سے مشہور ہیں۔ تیسرے بیٹے کا نام میاں فور احمد ہے جو فی الحقیقت فور احمد ہیں۔ چوتھے بیٹے کا نام محمد بخش اور پانچویں کا امین ہے۔ ایک لڑکی چھوٹی عمر میں فوت ہو گئی تھیں۔ باقی بفضل تعالیٰ زندہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں تابہ زندہ و سلامت رکھے۔ دوسری بیوی سے تین بیٹے ہیں۔ جن میں سے صاحبزادہ محمد واسع صغریٰ میں رحلت فرما گئے تھے۔ باقی میاں محمد رمضان و میاں سرفراز علی صاحب ہیں کہ خدا تعالیٰ عمر دراز سے انہیں سرفراز فرمائے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا سلسلہ نسب یہ ہے :-

حضرت شیخ محمد نجم الملک والحق والدین بن شیخ احمد بخش بن شیخ فیض بن شیخ محمد سلطان بن شیخ محمد سعید بن شیخ قطب الدین (شیخ محمد سعید شیخ قطب الدین کے بھائی یعنی اپنے تایا شیخ جمال الدین کے متنبہ ابھی تھے) بن شیخ کمال الدین بن شیخ عبدالقادر (جو اکبر شاہ دہلی کے عہد کے دلی کا مل تھے جیسا کہ اخبار الاخبار میں ہے) بن شیخ عبدالفتح بن شیخ خواجہ معروف بن حضرت محمد دوم خواجہ حسین ناگوری (جن کا ذکر خیر تمام ملفوظات چشت مثلاً اخبار الاخبار، مرات الاسرار، اقتباس الآوار وغیرہ میں موجود ہے وہ سید العابدین خواجہ مغرب نواز حبیب الرحمن خواجہ معین الحق والملک والدین حسن سنجری کے روضہ شریف کے بانی مہمانی تھے۔ وہ روضہ شریف اب بھی بدستور موجود ہے) بن خالد بن شیخ نظام بن شیخ محمد بن شیخ وجید بن شیخ عبدالعزیز (جو حضرت سلطان القارین کی رباعی کے آل شجر پر شہید ہوئے) :

جاں بدہ دجاں بدہ دجاں بدہ

قائدہ زیستن بسیار چسیت

بن حضرت سلطان التارکین حمید الدین الصفوری السوالی الناکوری السیدی الفاروقی بن شیخ
احمد بن شیخ محمد بن شیخ ابراہیم بن شیخ محمد بن شیخ سعید (صاحب خانقاہ و اکمل الاولاد)
بن شیخ محمود بن عبد اللہ بن عمر بن نصیر بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن یوسف بن
علی حارث بن حین بن زید بن سعید بن زید بن حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب بن
نقیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن ازواج بن عدی بن کعب (ادھر پھر
آخر سلسلہ حضرت جناب رسالت مآب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے ذکر میں حضرت صاحب نے تحریر کیا ہے)

واضح رہے کہ حضرت سلطان التارکین کو سعیدی اس لئے کہتے ہیں کہ پانچویں پشت
میں آپ سے ادھر شیخ سعید صاحب خانقاہ ہوئے ہیں جو اکمل اولیاء سے تھے جیسا کہ
پہلے ذکر ہو چکا ہے سعیدی نسبت سے مراد حضرت سعید سے نسبت نہیں ہے جو عشرہ مبشرہ
سے تھے۔ فاروقی اس سے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب کی اولاد اجار سے
ہیں جیسا کہ سیر العارفین میں شیخ جمالی کے پیر شیخ سعاد الدین قادری نے لکھا ہے۔ اصل
عبارت یا ترجمہ یوں ہے: کہ "حضرت سلطان التارکین حضرت عمر فاروق کی اولاد
سے ہیں۔ اور آپ کو جو سعیدی کہتے ہیں وہ اس بنا پر ہے کہ شیخ سعید نام کے بزرگ
کامل صاحب خانقاہ آپ کے اجداد سے تھے۔۔۔۔۔ نیز مخبر الاولیاء میں حضرت
رشید گجراتی نمبر حضرت یحییٰ مدنی آپ کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ آپ شیخ فاروقی ہیں۔
چنانچہ عین عبارت یہ ہے: "خواجہ ہندی حضرت سلطان التارکین خواجہ حمید الدین
ناکوری الفاروقی السوالی حضرت خواجہ معین الدین کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور حضرت
زید بن عمر بن الخطاب کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ جو سعید بن زید کی اولاد سے لکھتے
ہیں جو عشرہ مبشرہ سے تھے، غلط فاس ہے۔ لا اعتبار لقولہم (ان کے اس
قول کا اعتبار نہیں ہے)

کاتب المحدث کہتا ہے کہ اخبار الاخبار اور مرات الاسرار میں آپ کے بارے میں
جو یہ لکھا ہے کہ آپ سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ سے تھے، ان کی اولاد سے ہیں۔ یہ بالکل

غلط ہے اور سراسر بے خبری میں لکھا گیا ہے اور ان کتب کے مصنفوں کو سعید کے غلط میں شبہ پڑا ہے کہ شاید اس سعید بن زید کی اولاد سے ہیں جو عشرہ مبشرہ سے تھے۔ اور انہیں یہ خبر نہیں ہے کہ حاجی صاحب کے اجداد میں دو سعید ہوئے ہیں۔ ایک شیخ سعید بن شیخ محمود کہ دلی کامل اور صاحب خانقاہ تھے کہ ان کی وجہ سے آپ کو سعیدی کہتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب سیر العارفین کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے ان کے اجداد میں سعید بن زید بن عمر بن الخطاب ہیں۔ سیر العارفین اور معجز الادب کا قول صحیح تر ہے کہ انہوں نے آپ کو شیخ فاروقی لکھا ہے اور دوسرا قول محض غلط ہے۔ بڑا اس کے خلاف لکھا گیا ہے۔ نیز اس تجارت میں آپ کی اولاد نے جو ذکر کیا ہے اسی میں آپ کو شیخ فاروقی لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے اسماء و عقرب آتے ہیں۔ اولاد کو اپنے آباء و اجداد کے احوال میں جو تحقیق ہوتی ہے۔ دوسروں کو کم ہوتی ہے۔ نیز صاحب معجز الادب کی اولاد اور حضرت سلطان التارکین کی اولاد میں رشتہ داری و قرابت ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں غور رکھتے ہیں کہ:

”بی بی راجی مراد بخت نام دختر شیخ فتح محمد بن شیخ احمد بن شیخ جمال الدین الخطاب بہ شمس خاں بن شیخ اشرف محمد الخطاب بہ ظہیر خان کہ یہ دونوں باپ بیٹا سلاطین گجرات میں وزارت کے منصب رکھتے تھے اور حضرت سلطان التارکین کے فرزندوں میں سے تھے۔ بی بی مذکورہ شیخ رکن الدین احمد بن شیخ عبدالرشید نیمبرہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی کے ساتھ منسوب ہوئیں۔“

پس جس طرح انہیں حاجی صاحب کے نسب کے حال کی تحقیق ہوگی۔ دوسرے کسی کو کم ہوگی نورخان دوسرے مصنف خود من وعن نقل کتب کرتے ہیں خواہ غلط ہو یا صحیح۔ ہلہ صاحب معجز الادب ان کے غلط قول کے رد میں لکھتے ہیں کہ ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ پس تحقیق ہوا کہ حاجی صاحب شیخ فاروقی ہیں اور سعیدی اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے جد شیخ سعید نام تھے جو دلی کامل تھے اور صاحب خانقاہ۔

حاجی صاحب کی ولادت کا ذکر اور اُن کا بیان جو حالتِ طفلی میں اور قبل ولادت کے ایام میں ظہور میں آئیں اور جو والدین ماجدین سے منقول ہیں؛

جان لیں کہ حاجی صاحب کے والد ماجد شیخ احمد بخش صاحب نقشبندی ابوالاعلیٰ کے مرید تھے اور ذکرِ پاسِ انفاس میں تمام عمر مشغول رہے۔ اُن کے نزع کے وقت حضرت حاجی صاحب موجود تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ”میری زبان نقاہتِ بدنی کی وجہ سے، جو کثرتِ اسہال سے ہو گئی ہے، ذکرِ لسانی کا یا را نہیں رکھتی۔ البتہ ذکرِ پاسِ انفاس میں مشغول ہوں۔ نیز فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے پانچ بیٹے دئے اور ہر فرزند کی شکل اور اس کے شمائل مجھے پہلے ہی خواب میں دکھا دئے گئے، حالانکہ وہ ماں کے بطن میں تھے۔ مگر جب پیدا ہوتے تھے تو اسی شکل اور شمائل کے ہوتے تھے۔ جب تیری نوبت آئی اور تو ماں کے بطن میں تھا تو مجھے تیری شکل بھی دکھائی گئی اور کہا گیا کہ تیرا یہ بیٹا بزرگ اور صاحبِ ولایت ہوگا۔“ آپ کے والد صاحب نے جیسا کہ فرمایا تھا، حضرت حاجی صاحب اُس کے مطابق بلکہ اس سے زیادہ کمالات والے تھے۔

جب آپ کی عمر چار یا پانچ سال کی ہوئی تو آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا، جہاں آپ نے قاعدہ پڑھا۔ اس زمانہ میں مولانا محمد رمضان صاحب مہمی جو قطبِ وقت تھے، بلدہ جو بجنوں میں تشریف لاتے۔ جناب شہاب الدین صاحب جیو، آپ کے حقیقی بھائی اور حضرت مولانا فخر الدین کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر مولانا مہمی صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت مہمی صاحب نے آپ کو بسم اللہ کرائی۔ گو یا قرآنِ پاک اُن سے شروع کیا۔ اُن کی برکت سے تھوڑی ہی مدت میں قرآنِ پاک ختم کر لیا۔ انہوں نے آپ کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ حق

تعالیٰ انہیں ایسا ہی کر دیکھا (جیسا کہ آپ کے والد صاحب کو خواب میں دکھایا گیا ہے) حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے یاد ہے کہ بچپن میں موسم گرما میں جب میں گھر کے صحن میں سوتا تھا اور میری آنکھ آدھی رات یا آخر شب کو جب بیدار ہوتی تو مجھے عالم ملکوت و سماوی نظر آتے تھے۔ کبھی دیکھتا تھا کہ آسمان پر اڑتا جا رہا ہوں اور کبھی چاند پر جا کر بوسہ دیتا ہوں اور پھر اس پرداز کے بعد واپس زمین پر آ جاتا ہوں۔

منقول ہے کہ جب آپ چھوٹے تھے۔ دس یا بارہ سال کی عمر ہوگی۔ اُس دور میں آپ کی بہنیں نماز تہجد کے لئے اُٹھتی تھیں اور ذکرِ خفی و جہلی کرتی تھیں۔ آپ بھی اُن کے ہمراہ بیدار ہو جاتے تھے۔ آپ کبھی کلمہ طیبہ کا ذکر جہر کرتے تھے اور کبھی بچوں کی طرح کھیل میں مشغول ہو جاتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ اگر میں کبھی کسی ہم عمر بچے سے لڑائی کرتا تھا اور یہ جھگڑا میرے والد صاحب یا میرے برادران کے پاس آتا تھا تو میرے بڑے بھائی شیخ نظام الدین صاحب جو مرد صالح تھے اور ہر وقت مشغول حق رہتے تھے اور حضرت الشیخ صاحب نقشبندیؒ سے ارادت رکھتے تھے، مجھے ناراض ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت والد صاحب نے اس کے لئے خواب دیکھا تھا کہ یہ ولی ہوگا۔ یہ اس کے ولیوں جیسے اطوار نظر آ رہے ہیں کہ شہر کے لڑکوں سے جنگ کر تلے پس میں تادم و شرمندہ ہو جاتا اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ میں غسل کر کے نئے کپڑے پہن کر مسجد میں چلا جاتا اور نوافل میں مشغول ہو جاتا۔

حضرت حاجی صاحب کی عمر جب بارہ سال کی ہوئی تو آپ کی شادی خان لطف اللہ خان صاحب عرف منہتی کی بیٹی سے ہو گئی۔ خان صاحب موصوف اولیائے متقین میں سے تھے اور مولانا ضیاء الدین بے پوری کے برگزیدہ خلفاء میں سے تھے۔ مولانا ضیاء الدین حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کے جید خلیفہ تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب کی عمر اٹھارہ سال کی ہو گئی تو آپ نے فارسی کی چند کتابیں پڑھیں اور فقہ کی تعلیم بھی حاصل کی اور لکھنے پڑھنے کے قابل ہو گئے۔

حضرت حاجی صاحب کے پسربزرگ محذور می مولوی نصیر الدین صاحب ابھی شکم باد

میں تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے دل میں جذبہ الہی اور شوق ذاتِ کبرائی پیدا ہو گیا۔
اس جذبہ کا باعث یہ ہوا کہ مطالعہ کے دوران حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ کی تصنیف
انیس الکافین آپ کے ہاتھ میں آئی۔ کتاب مذکور میں بہت سے فوائدِ سلوک لکھے ہوئے
تھے اور ہر خاندان کے اشغال درج تھے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ہی حضرت حاجی صاحبؒ میں
جذبہ پیدا ہوا۔ اس کتاب کی تھوڑی سی عبارت بطور تبرک درج کی جاتی ہے :

”سُنُو لَذَاتِ نَفْسَانِیْ اَوْ خَطَرَاتِ شَیْطَانِیْ اَیْنَهُ دَلُّوْا زَنْكَارَ لِسَا دِیْتِیْ
اَوْ دَلُّوْا کُوْیَاہِ اَوْ تَارِیْکِ بِنَادِیْتِیْ ہِیْ۔ تَا کہ جَمَالِ دُوسْتِ سَے بَا زَرِ ہِے۔“

سعدی حجابِ نیست تو آئینہ صاف دار

زنگارِ خوردہ کے بنماید جمالِ دوست

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

”اِنَّ الْقُلُوْبَ تَصُدُّ کَمَا تَصُدُّ الْحَدِیْدُ“

(جیسے لوہے کو زنگ لگتا ہے ایسے ہی دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے)

دل کے زنگار کو حق تعالیٰ کا ذکر دُور کرتا ہے۔

حق تعالیٰ کے ذکر میں بے شمار فوائد ہیں جن میں سے چند درج فریل ہیں۔

(۱) ذکر کا حقیقی آئینہ دل کے زنگار کو دُور کرتا ہے تاکہ دوست کا جمال

دکھائے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حدیث :

بَعْدَ سَنَیْ صِیْقَلَةِ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ۔ ہر زنگار خوردہ

شے کے لئے صیقل ہے اور دل کا صیقل ذکرِ حق ہے۔

۲۔ روئے دل چون صیقلے شد بیگیاں

عکس انوارِ تجلی شد عیاں

(۲) اللہ تعالیٰ کا ذکر گناہوں سے باز رکھتا ہے۔

(۳) عشقِ حقیقی کا بیج صرف دل کی زمین میں اُگتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ حق تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد

میں استقامت دکھاتے تو حق تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں کہ قلاں بندہ
مجھے دوست رکھتا ہے۔ میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں تم بھی اسے
دوست رکھو۔ اور یہ تدارکوں نے زمین تک بھی پہنچا دو۔ تاکہ لوگ بھی
اسے دوست رکھیں۔

(۴) جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتے ہیں۔ جیسا کہ
ارشاد باری تعالیٰ ہے: فاذکرونی اذکرکم ”تم مجھے یاد
کرو میں تمہیں یاد کروں گا“

(۵) ذکر حق تعالیٰ صورتِ زیبائی شکل اختیار کر کے قبر میں مونس و رفیق بنتا
ہے اور قبر کو منور کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کا
احوال پوچھا گیا تو فرمایا۔ حدیث: انماھی اعمالکم ترد علیکم
یعنی تمہارا برا عمل بُری صورت اختیار کر کے قبر میں تمہیں تکلیف دیتا ہے
اور عملِ نیک بھی صورت اختیار کر کے راحت پہنچاتا ہے۔ منقول ہے کہ
ایک بزرگ نے خواب میں دوزخ کو بغیر آگ کے دیکھا تو آواز آئی کہ
لوگ یہاں اپنی آگ اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں اور مجھے خواہ مخواہ بدنام
کرتے ہیں۔

(۶) حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جہاں ذکر حق ہو تو ہے وہاں فرشتے
نازل ہوتے ہیں اور ذکر حق تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ حکم
ہوتا ہے کہ حاضرین مجلس کو بخش دیا۔

آسماں سجدہ کند پیش زمینے کہ درو
یک دوس یک دوس بہر خدا بنشینند

(۷) سالک جب ایک سانس بھی یاد حق سے غافل ہو کر لیتا ہے تو فرشتوں میں
اس کی موت کی شہرت ہو جاتی ہے۔ اور انوبت عالمِ ناسوت تک پہنچ جاتی

ہے۔ البتہ جب پھر ذکرِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے تو پھر زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے۔
 ہر زندگی کہ بے تو باشد مرگے ست بنامِ زندگانی
 منقول ہے کہ: دو شخص خواجہ ابوالحسن نورؒ کی خدمت میں جا رہے تھے
 کہ اچانک حضرت نورؒ کی موت کا آوازہ سنا۔ غم ناک ہو گئے۔ جلدی جلدی
 فاتحہ کے ارادے سے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ نفسِ نفیس تشریف فرما ہیں
 حضرت نورؒ نے فرمایا کہ اُس آوازہ کا سبب یادِ حق سے میری غفلت تھی۔
 (۸) ذکرِ حق تعالیٰ سے رازِ حق ظاہر ہوتا ہے۔ اور معرفتِ حق تعالیٰ کی صورت
 پیدا ہوتی ہے۔

(۹) ذکرِ حق تعالیٰ کی آگ کی حرارت غیر کو جلا ڈالتی ہے اور اس کا نورِ دل
 کو منور کرتا ہے۔ اس لئے کہ فی الذکر نور و نار۔ یعنی ذکر میں نور
 بھی ہے اور نار بھی ہے پس نارِ حجاب غیر کو جلا ڈالتی ہے اور نورِ ذکر
 کو جلا بخشتا ہے۔

حجاب دو طرح کا ہوتا ہے ایک ظلمانی جو لذاتِ فانی سے ہوتا ہے
 دوسرا نورانی۔ جیسا کہ عشقِ عاشق و معشوق کے درمیان ایک حجاب ہے
 اور علمِ عالم و معلوم کے درمیان حجاب ہے۔ اور ذکرِ ذاکر و مذکور
 کے درمیان ایک حجاب ہے۔ جیسا کہ حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر
 جیلانیؒ نے کہا۔ "الہی ما معنی العشق" (اے اللہ عشق کے کیا معنی
 ہیں؟) حکم آیا۔ "علیک الفنا من العشق فانہ حجاب بین
 العاشق والمعشوق" (عشق سے فانی ہو جا کہ وہ عاشق و معشوق
 کے درمیان حجاب ہے) جیسا کہ حدیثِ پاک میں بھی ہے کہ حضور نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حدیث۔ "ان اللہ تعالیٰ سبعین الف
 حجاب من النور والظلمة" (میری خدا تعالیٰ کی ذات ستر ہزار نور و
 ظلمت کے پردوں میں ہے۔)

(۱۰) ذکرِ حق تعالیٰ امراضِ ظاہری و باطنی کو شفا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: "الَّذِي يَدْعُو اللَّهَ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" یعنی اطمینانِ قلب صرف ذکرِ الہی میں ہے :

اے نام تو ام شفا کے امراض

و زیاد تو ام حصولِ اعضا

یاد رکھو کہ جب مجنوں بیمار ہوتا تھا تو لیلیٰ کا نام ہی اس کی دوا تھی۔

(۱۱) ذکرِ حق تعالیٰ دلوں سے غیر کی محبت کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے اور ہستی مومنہ اور زندگی فانی کے تصور کو دل سے باہر نکال دیتا ہے۔

(۱۲) ذکرِ حق تعالیٰ مقربِ الہی اور مصاحبِ ذاتِ الہی کر دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ

قدسی میں ہے: حدیث۔ اَنَا جَلِيسٌ مَنْ ذَكَرَنِي "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔"

(۱۳) ذکرِ حق تعالیٰ سے یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ ذکر و ذاکر کو فنا ہو جاتی ہے اور صرف حق تعالیٰ کی ذات باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ منصور حلاجؒ فرماتے ہیں :

"اِذَا ارَادَ اللّٰهُ بُولِي عَبْدًا يَفْتَحْ عَلَيْهِ بَابَ الذِّكْرِ ثُمَّ يَفْتَحْ عَلَيْهِ

بَابَ الْقُرْبِ ثُمَّ يَجْلِسُ عَلٰی كُرْسِيِّ التَّوْحِيدِ" یعنی جب اللہ تعالیٰ

چاہتے ہیں کہ اپنے کسی بندہ کو ولی بنالیں تو اس پر ذکر کا دروازہ کھول دیتے ہیں

پس اُسے اپنا قرب عطا کرتے ہیں اور پھر اُسے توحید پر بٹھا دیتے ہیں۔

عزیزِ من "یا دِ مَوْلٰی" از ہمہ اولیٰ "ایک دم کی یادِ رحمانی ہزار مملکتِ سلیمانی

سے بہتر ہے :-

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی

کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

✓

..... تا انتہائے عبارت،

پس اس کتاب مذکورہ اور اس عبارت مزبور کے مطالعہ کے بعد حاجی صاحبؒ میں

جذبہ الہی پیدا ہو گیا۔ گویا ان کا پہلا مرشد یہ کتاب ہے۔ اس کتاب میں ہر خاندان کے شمال بھی لکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ استاد دو مرشد کے ارشاد کے بغیر اس کتاب کے اذکار کے مطابق کبھی ذکر چہر اور کبھی ذکر جاروب کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان اذکار کی برکت سے حاجی صاحبؒ میں ذوق و لذت و رقت و حالت کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

منقول ہے کہ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد اپنے بالا خانہ میں آدھی رات کے وقت ذکر چہر میں مشغول تھے اور اس وقت گریہ کا غلبہ تھا، ذوق و شوق کی حالت تھی اور حضورؐ کی تعالیٰ غالب تھی کہ نصیر الدین صاحبؒ کی والدہ صاحبہ تیند سے بیدار ہو گئیں اور ان کو اس حالت میں دیکھ کر ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ دیوانے ہو جاؤ گے۔ یہ تو نے کیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے جب ان کی رقت و حالت میں خلل پڑا تو اُس دن سے عہد کیا کہ پھر کبھی اپنے گھر میں ذکر میں مشغول نہیں ہوں گا۔ پس اس دن سے مسجد میں رہنا شروع کر دیا۔ شب و روز وہیں رہتے تھے اور تمام رات تلاوتِ قرآن پاک کرتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک رات آپ آجھی رات کے وقت مسجد میں بیٹھے تلاوتِ قرآن پاک کر رہے تھے۔ سورہ کہف کی تلاوت کر رہے تھے۔ اصحاب کہف کے ذکر میں یہ آیت تھی "سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَبِّ أَسْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا فَلِيلٌ"

آپ فرماتے تھے کہ فقیر کے دل میں عین تلاوت میں جب اس آیت کے معنی آئے تو یہ خیال آیا کہ یا الہی تیرے لئے یہ آسان تھا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اصحاب کہف کی تعداد اعلانیہ بیان و ظاہر نہیں فرمائی تاکہ اختلاف و شبہ نہ پڑتا۔ اور مرقویؒ بیان لیتا کہ ہمارے اصحاب کہف اس قدر تھے۔ دل میں اس خیال کے آتے ہی بیٹھے بیٹھے مجھ پر غنودگی اور بے خودی کی حالت طاری ہو گئی۔ اسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن الخطابؓ تشریف لائے ہیں۔ میں نے وہی خطرہ یا خیال آپ کی خدمت والا

میں پیش کر دیا۔ فرمایا: ”آج تجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں۔ تاکہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرے پس میرا ہاتھ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ لڑکا کچھ سوالات کرنا چاہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ”حق تعالیٰ کے اسرار و رموز میں دخل نہیں دینا چاہیے کہ اس میں بھی حکمت ہے؟“ پھر مجھے دوبار ایک بہرہ و رقی غایت فرماتے جن پر اسرار الہی کے سلسلہ میں چند زریں سطور لکھی ہوئی تھیں۔

اسی طرح کی ایک اور حکایت ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک رات یہ فقیر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھا۔ اس حالت میں مجھے غنودگی آگئی۔ اسی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص پنجابی درویش صورت سامنے ہے۔ اُس کے ہاتھ میں تفسیر زبیدی ہے۔ اُسے لھولا اور دغظ کہنا شروع کر دیا۔ اور یہ حدیث پڑھی:

(تیرے گویاں کے اندر تیرا اپنا نفس دشمن بنا بیٹھا ہے اس سے دشمنی کرو) پس اُس دن سے میں مجاہدہ میں بہت زیادہ کوشش کرنے لگا۔

جھونچھول میں بہکن شہید نام کی ایک خانقاہ تھی۔ میں وہاں جا کر چلپے کشی کی نیت سے بیٹھ گیا۔ ایک نادانی کی حرکت کی کہ چالیس لونگ اُس شہید مرد کے مزار پر رکھ دئے۔ ہر روز ایک لونگ کھاتا تھا اور ذکر جہر و ذکر جاروپ میں مشغول رہتا تھا۔ اذکار کی حرارت اور بھوک کی گرمی نے ایسا اثر کیا کہ غون کے اسال آنے لگے۔ بہت زیادہ بیمار ہو گیا اور اس شجر کے مطابق:

اگر بے پیر کارے پیش گیر
ہلا کی را ز بہر خویش گیر

ملاکت کے قریب پہنچ گیا میرے بھائی اور عزیز وہاں سے چارپائی پر ڈال کر مجھے گھر لے گئے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو میں اس مسجد کے حجرہ میں جس کی بناء اس فقیر نے دکھی تھی، مشغول ہو گیا۔ ایک دو سال اس حجرہ میں مشغول رہا اور کتاب مذکورہ انیس العارفین ہر وقت میرے پاس میری نیت تھی۔

میں انیس العارفین کا ہر روز مطالعہ کرتا اور اسے مُرشد تصور کرتا۔ اس کتاب میں لکھا:

نہو جگے بے پیر بودن کار ناداناں بود

ہر کمرہ پیرے نہ باشد پیر اوشیطان بود

نیز اس کتاب میں مُرشد کے فضائل اور شرائط کے بارے میں بہت کچھ لکھا تھا اور مُرشد پکڑنے کی تاکید لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس میں سے کچھ عبارت تبرکاً لکھی جاتی ہے :

"اور ذکر کی تلقین مُرشد سے حاصل کرنی چاہیے۔ مُرشد کے بغیر کام درست نہیں ہوتا۔ نقصان حاصل ہوتا ہے اور شیطان راستہ دکھاتا ہے۔ حضرت عین القضاۃ ہمدانی نے حدیث روایت کی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من لا شیخ لہ فشیخلہ الشیطان" (جس کا کوئی پیر نہیں ہے اس کا پیر شیطان ہے)

بعالم ہر کمرہ بے پیر است ابلیس است پیراؤ

کہ ہرگز چارہ نہ بود ز حکم پیر مردم

قولہ تعالیٰ: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ السَّلَٰةَ" (اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ سے وسیلہ تلاش کرو) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے "علیکم طاعة المشیخ وان کان عبداً حبشاً" (تم پر شیخ کی اطاعت لازم ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو)

چوں گرفتاری پیر یا تسلیم شو

ہمچو موئے درپے آل خضر و

پیری کم عمری یا غلامی پر نظر نہ کرے۔ کیونکہ وہ خلیفہ بزرگ ہے اور اس کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے جس کا نام بزرگوں کے سلسلہ میں آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سلسلہ کے تمام بزرگوں کی توجہ اُس پر ہوتی ہے۔ نیز قیامت کے روز وہ ان بزرگوں کے زمرہ میں اٹھایا جائے گا۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ مہرین الدین چشتی اجمیریؒ ایک شخص کے جنازہ پر ایک ساعت متغیر سوئے۔ پھر اپنے پیچھے حال پر آگئے اور فرمایا "زبے فضیلت

بیعت نہ فرشتوں نے اس شخص کو عذاب میں پکڑا ہوا تھا۔ مگر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ چھوڑ دو کہ یہ بیعت کے سبب ہمارے دوستوں کے سلسلہ میں داخل تھا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ایک گناہ کار کو پکڑینگے مگر حق تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہاں رہتے تھے۔ اپنے مقام سکونت کا نام بتاؤ۔ پھر فرمائیں گے فلاں عالم کو دیکھا تھا وہ کہے گا کہ ہاں دیکھا تھا۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے۔ تجھے اس کی دوستی کے سبب بخش دیا۔

شنیدم کہ در روز اُمید دہم

بدان را بہ نیکان بہ بخشہ کریم

..... آخر عبارت تک۔

کتاب سبع سائل میں بھی حاجی صاحب نے مرشد کے شرائط دیکھے تھے کہ مرشد ان صفات سے متصف ہوتا ہے۔ پس آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں مرشدِ کامل کی طلب پیدا ہو گئی ہیں نے ارادہ کیا کہ دہلی جاؤں شاید وہاں مرشدِ کامل ہاتھ آجائے۔ کہ اکثر سلف بزرگانِ سلسلہ چشتیہ وہاں تھے۔ پس ایک دن ارادہ کر کے طہر کے وقت روانہ ہوا۔ جب اسلام پور میں پہنچا تو میرے بڑے بھائی میاں شہاب الدین صاحب مجھے وہاں سے لے آئے اور کہا کہ اگر اپنے اختیار سے جا رہے ہو تو ضرور جاؤ ورنہ تجھے جبراً لے جاؤں گا۔ انہیں فیقہ کے ساتھ بہت محبت تھی۔ نہ پھوڑا۔ آخر میں دیس آگیا۔ اور پھر چند دن مسجد میں یادِ خدا میں مشغول رہا۔ آپ فرماتے تھے کہ میاں قمر الدین شاہ نقشبندیؒ ابوالعلائی ایک درویشِ باخدا تھے۔ اور متذکر گوشہ صحرائیں رہتے تھے۔ ان کی شہرت ہمارے شہر کے عوام میں بہت زیادہ تھی۔ اور خلقِ مرید بھی ہوتی تھی۔ مگر علومِ ظاہری سے معرتھے۔ آپ فرماتے تھے کہ فقیر کو ان کے ساتھ اعتقاد نہ تھا۔ اور کیسے ہوتا کہ آپ کا حال اس شعر کے مطابق تھا:۔

استخوانِ پارہ مجنوںِ مہکن پیش ہما

سایں تعلقِ بختابِ سگِ یسلا دارد

الغرض آپ فرماتے تھے کہ وہ میرے پاس مسجد میں آئے اور فرمایا اے نجم الدین !
 اجیر میں حضرت خواجہ بزرگ کے عرس پر چلیں۔ میں جو کندھے پر بوجھ اٹھائے بیٹھا تھا
 اُسی وقت اُن کے ساتھ اجیر شریف چلا گیا۔ اور بھائی صاحب ممدوح اس وقت بلدہ
 جو بھجنوں میں موجود نہ تھے۔ ورنہ وہ جانے کی اجازت نہ دیتے۔ فرماتے تھے کہ جب
 ہم اجیر شریف پہنچے تو شاہ صاحب مذکور دو تین دن وہاں رہے۔ اور پھر واپسی کا
 ارادہ کیا۔ اور مجھے کہا کہ چلو میرے ساتھ جو بھجنوں واپس چلیں۔ میں نے کہا کہ خواجہ صاحب
 کے عرس میں اٹھارہ دن باقی ہیں یہیں قیام کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں رہیں گے اور
 تجھے بھی نہیں چھوڑ کر جائیں گے۔ میں نے کہا۔ میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ تمہارے والد
 اور بھائی مجھے کہیں گے کہ اُسے کہاں چھوڑ آئے۔ انہیں کیا جواب دوں گا۔ فرماتے تھے کہ
 میں نے ایک خط اپنی طرف سے لکھ کر انہیں دے دیا۔ الغرض وہ روانہ ہو گئے۔ اور میں
 پچیس دن وہاں اور رہا۔ اور میرا ارادہ یہ تھا کہ عرس سے فارغ ہو کر جے پور کے
 راستہ سے دہلی جاؤں گا اور مرشد تلاش کروں گا مگر اس عرصہ میں میرے برادر موصوف
 کا خط اس مضمون کا آیا کہ اگر تو نے آنا ہے تو آجاؤ ورنہ میں بھی فقیر ہو کر مگر سے نکل
 جاؤں گا۔ اور اس خط میں اپنا اشتیاق بھی لکھا۔ اور یہ دوسرہ ہندی بھی اُس خط میں
 لکھا ہوا تھا۔

کھ پانڈی پو کب ملیں کب مود تن چڑھے سوہاگ
 بچھڑے بالم جب ملیں جب اوپنچے مستک بھاگ

فرماتے تھے کہ میں نے اس کے جواب میں خط لکھا کہ فی الحال میرے آنے کی امید
 نہ رکھیں اور میرا حال اُس چڑیا کی طرح جانیں کہ ہمیشہ قفس میں تھی اور لاچار تھی۔ اور جب
 قفس سے باہر آئی تو پھر ہاتھ نہیں آتی۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ میں بھی فقیر ہو جاؤں گا۔ تو
 حق تعالیٰ آپ کو بھی ہدایت دے کہ یہ دنیا دو روزہ کو چھوڑ کر یاد حق میں مشغول ہو
 جائیں کہ آخر یہ دنیا چھوڑنی ہے اور یہ دوسری دہریہ بھی دیکھئے۔

شرنا بھٹی مدہ چوئی دیکھت لپجا جیو ادسپر تیا جات ہے برگہی دسپر پو

سری بس کا تو بیڑا ہر پیری کی کہان جی سر سائی رب ملی تو بی سستا جان
 چنانچہ یہ فقیرون رات خواجہ بزرگ کے مزار اقدس سے مرشدِ کامل کے لئے دُعا کرتا تھا
 یہاں تک کہ ایک رات خواب میں معلوم ہوا کہ کوئی کہتا ہے کہ خواجہ سلیمان کا مرید ہو جا۔ مگر
 میری تشفی نہ ہوئی اس لئے کہ حضرت کا نام مقام ان کے بیان سے معلوم نہ ہوا تھا پس فرماتے
 ہیں کہ ایک دن پھر اجمیر شریف میں مجھے اپنے جدِ بزرگوار حضرت سلطان اٹا رکیں کی زیارت
 ہوئی۔ میں نے دہلی کا ارادہ چھوڑ دیا اور ارادہ کیا کہ چند دن ناگور شریف جا کر حضرت کے
 مزار شریف پر محنت رکھوں اور ان سے اپنا مدعا و مقصود طلب کروں۔ جہاں کے بارگاہ
 میں وہاں سے حکم ہو گا وہاں چلا جاؤں گا اور مرید بھی ہو جاؤں گا۔ پس ناگور شریف جا کر
 اپنے جدِ بزرگوار کے مزار پر محنت ہو گیا اور روزانہ گریہ و زاری اور منت سماجت سے
 دُعا کرتا تھا کہ مجھے کسی مرشدِ کامل کے بارہ میں فرمادیں کہ وہاں چلا جاؤں اور اپنے مقصود
 حقیقی کو پالوں۔ اور یہ ابیات ہندی بھی وہیں تصنیف کر کے حضرت کے مزار شریف پر
 پڑھتا تھا۔

یا حمید الدین صوفی با صفا	تم میرے دادا میں پوتا آپ کا
واسطے اللہ کے آیا پاس تجھ	مرشدِ کامل بتاؤ آپ مجھ
جس سے رستہ راہ حق کا پوچھ لوں	ہو یقین شک و ہم سے آزاد ہوں

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں پندرہ روز وہاں رہا۔ یہاں تک کہ ایک رات یہ
 واقعہ دیکھا کہ حضرت جدِ بزرگوار بیٹھے ہیں اور بہت سے آدمی حلقہ باندھے حضرت کے ارد گرد
 بیٹھے ہیں۔ میں دُور کھڑا ہوں۔ حضرت جدی الاعلیٰ نے میری طرف اپنے دستِ مبارک
 سے اشارہ کیا اور بلایا میں آپ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا۔ اس جگہ کیوں آیا ہے۔ میں روایا
 اور عرض کی کہ خدا کی طلب میں اپنے گھر سے باہر نکلا ہوں کہ کوئی مرشدِ کامل میرے ہاتھ
 آئے اور میرا مقصود حاصل ہو۔ حضرت موصوف نے مسکرا کر فرمایا کہ اے بیٹے یہ تیریں
 صدی ہجری کا دور ہے۔ اس وقت مرشدِ کامل کہاں۔ البتہ ایک محمد سلیمان ہے وہ بزرگ
 کامل ہے۔ اور ہزار ہا مخلوق اس کی مرید ہوتی ہے اور اپنے مقصود کو پہنچتی ہے۔ اس کے

پاس جاؤ کہ تیرا حصہ وہاں ہے۔ ان کا مرید سو بکا کہ تو مقصود حقیقی کو پہنچے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ وہ مجھے کیسے جانیں گے اور میری طرف کیسے انتفات فرمائیں گے۔ اپنا ہاتھ تین مرتبہ اپنے سینہ پر مار کر فرمایا۔ میں تمہارے بارہویں ایچی طرح ان سے لڑ کر کہوں گا۔ تم بے فکر ہو کر ان کے پاس جاؤ۔ میری آنکھ کھل گئی۔ شکر خدا بجا لایا۔ اور دوسرے دن ناگور شریف سے بیکانیر کے راستہ سے روانہ ہو گیا۔ بیکانیر سے بہاولپور، وہاں سے ملتان اور وہاں سے سنگھ شریف پہنچا۔

حاجی صاحب سے منقول ہے کہ جب حضرت جد بزرگوار نے مجھے حضرت محبوب رحمان خواجه محمد سینا کی خدمت میں جانے کا حکم فرمایا۔ تو دوسرے دن میں نے اپنے برادران پیر زادگان سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور حضرت شاہ محمد سلیمان کے مقام کی تلاش کی۔ چونکہ حضرت صاحب اظہر من شمس تھے۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ وہ خورشید برنج محبوبی سنگھ شریف میں رہتے ہیں۔ اگرچہ یہ فقیر حضرت صاحب کے مقام سے واقف نہ تھا مگر حضرت صاحب کے مریدوں میں سے چند درویش ناگور میں رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے حضرت صاحب کے مقام کا پتہ دیا اور نیز کہا کہ سنگھ شریف کا راستہ بیکانیر، بہاولپور اور ملتان کے راستہ سے ہے۔ پھر کہنے لگے کہ تو کیا کرتا ہے کہ حضرت سلطان التا کرین کی اولاد ہو کر افغان سے مرید ہوتا ہے کہ اس کی قوم پٹھان ہے۔ اور ہم سید زادے ہیں۔ میں نے کہا کہ اسے بے لہرہ جب میرے جد بزرگوار نے خود حضرت صاحب کی خدمت میں جانے کا حکم دیا ہے تو آپ کیوں منع کرتے ہو میں ضرور ان کی خدمت میں جاؤں گا۔

الغرض میں ہندوؤں کے ایک قافلہ کے ہمراہ بیکانیر گیا۔ اور ملتان سے سنگ تراشوں کی مسجد میں اُترا۔ اس مسجد کے امام مولوی محمد اعظم صاحب تھے۔ متبرک بزرگ تھے خدا کو یاد کرنے والے اور عالم بے مثال تھے۔ میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ اور ابھی دارِ طہی کا آغاز تھا مگر مولوی صاحب موصوف کمال مہربانی فرماتے تھے۔ بلکہ اپنے بیٹے مولوی صدر الدین کو اور اپنے گھر کی دیگر عورتوں کو اس فقیر سے مرید کرایا۔ میں نے ان سے حضرت صاحب کے ملک کا نشان پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ بہاولپور کے راستہ سے جائیں کہ

وہاں ایک مولوی صاحب جو حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے ہیں، موجود ہیں۔ اُن سے حضرت صاحبؒ کا احوال پوچھنا چاہیے۔ پس سندھیوں کے قافلہ کے ساتھ پنگل اور موج گڑھ کے راستہ سے بہاولپور پہنچا۔ پنگل اور موج گڑھ کے درمیان بڑا جنگل ہے۔ چالیس کو تک آبادی نہیں ہے۔ الخضر بہاولپور میں مولوی نور جہانیاں صاحب کے مکان میں اُترا۔ انہوں نے بہت کرم فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ملتان میں نور محمد صاحب امام مسجد حمام حضرت صاحبؒ کے خلفاء میں سے ہیں اُن کے پاس جانا چاہیے۔ میں بہاولپور سے پایادہ روانہ ہوا۔ اور ملتان میں مولوی صاحب مذکور کے مکان پر پہنچا۔ ان کی طرح کا خلیق اور عاشق پیر خود کسی کو نہیں دیکھا۔ بہت صالح تھے۔ مجھے بہت تسلی دی۔ فرمایا کہ رمضان شریف کے بعد میں خود بھی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جاؤں گا میرے ساتھ چلنا۔ اس وقت آٹھ ماہ شعبان تھی میں نے یہ بات قبول نہ کی اور میں نے کہا کہ مجھ پر اشتیاق غالب ہے۔ کل روانہ ہو جاؤں گا۔

چنانچہ وہاں سے روانہ ہو کر بارہ ماہ شعبان ۱۳۵۸ھ کو تونسہ شریف میں پہنچا۔ چاشت کا وقت تھا۔ حضرت صاحبؒ کی مسجد میں جا کر نماز چاشت پڑھی۔ اور اپنے وظائف مثلاً درود مستحاث و درود اکبر جو مدت مدید سے میرا وظیفہ تھا، پڑھے۔ مولوی علی محمد صاحب نام کے ایک صاحب جو پیر عبدالرحمن قریہ کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت صاحبؒ کے مرید تھے وہاں بیٹھے تھے۔ ان سے میں نے پوچھا کہ حضرت صاحبؒ اس وقت کہاں تشریف رکھتے ہیں کہنے لگا کہ بنگلہ شریف میں مراقبہ میں مشغول ہیں۔ اور یہ وقت حضرت صاحبؒ کی مشغولی و خلوت کا ہے۔ اگر زیارت کی خواہش رکھتے ہو تو زوال کے وقت عام کچری ہوگی اور تمام علماء و فقراء حضرت کی مجلس میں حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے۔ اس وقت زیارت کرنی چاہیے میں نے کہا کہ میں تو ابھی زیارت کر دوں گا۔ اس بیت کے مطابق ۷۰ وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

یا

نورم آن لحظہ کہ مشتاق بیاے برسد آرزو مند نگاہے بندہ نکالے برسد

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ مجھ پر بے قراری بہت تھی اور بہت ہی اشتیاق تھا۔ اُس شخص نے کہا تمہیں اختیار ہے اس وقت خلوت میں جا کر زیارت کر لیں۔ پس میں نے ایسا ہی کیا اور وظائف کو اس شخص کے پاس مسجد میں رکھا۔ اور بنگلہ شریف میں چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ماہِ کنگانی یوسف ثانی غور شید فلکِ محبوبی آنکھیں بند کئے قبلہ کی طرف رخ کئے ہوئے مصلحہ پر مراقبہ میں بیٹھیں۔ میں گیا اور دو زانو ہو کر باادب خاموش حضرت صاحب کے پاس بیٹھ گیا۔ دیر کے بعد آپ نے مراقبہ سے مبارک آنکھیں اٹھائیں اور میری طرف دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ بیلے مرد ہندوستانی ہندی ہستی (اے مرد ہندوستانی تو ہندی ہے؟) میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پس اُسی وقت یہ ہندی شعر پڑھا:

ہندو ہے بت پرست مسلمان خدا پرست

ہم بندہ ہے میں اُس کے جو ہے آشنا پرست

پھر فرمایا۔ کیسے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ نہ مجھے طلب دینا ہے اور نہ طلب عقبہ رکھنا ہوں۔ طالبِ خدا ہوں۔ خدا چاہتا ہوں۔ میری پشت پر اپنا دست مبارک چند بار مارا۔ اور فرمایا۔ آفرین خدا آفرین۔ مرد ہو۔ خوب آئے۔ پھر فرمایا کہ تو وہ ہے کہ کسی کا بھیجا ہوا آیا ہے پس میں نے جانا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرے جدِ بزرگوار حضرت سلطان التارکینؒ نے جو مجھے ناگور میں تاکید فرمایا تھا کہ انہیں خوب جنگ کر کے تمہارے بارے میں کمزور نہ کرنا یہ وہی اشارہ ہے جویوں فرماتے ہیں۔ حذر میرے جدِ بزرگوار نے انہیں کہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ جو اپنے جدِ بزرگوار یعنی حضرت سلطان التارکینؒ کا بھیجا ہوا آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ فرمایا۔ مرجا۔ فی الحال مسجد میں جا کر بیٹھو کہ یہ میرا مشغولی کا وقت ہے۔ مغرب کے وقت تمہیں بیعت کریں گے۔ پس آپ فرماتے تھے کہ میں سلام کو کے پھر مسجد میں آکر بیٹھ گیا۔ جب زوال کا وقت ہوا تو کچھری عام میں جا کر پھر زیارت کی۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو حضرت صاحبؒ نے خادم خاص محمد اکرم کو بھیجا، وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ آپ نے مجھے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیا۔ اور فرمایا شریعتِ طریقت میں راسخ رہنا۔ پھر فرمایا۔ کچھ پڑھ لے۔ میں نے عرض کیا کہ چند فارسی کتب فلاں فلاں پڑھی

ہیں۔ آپ نے مجھے شغل پاس انفاس و ذکر جہر کے وظائف کی تعلیم فرمائی۔ میں بیعت سے قبل بھی دو تین سال سے ذکر جہر کرتا تھا۔ اس کا بھی میں نے ذکر کیا۔ آپ نے ازمنہ نو اس کی ترتیب و ترکیب فرمائی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ غلام درود مستغاث اور درود اکبر بھی پڑھتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا ہمارے خاندان میں بھی درود مستغاث پڑھتے ہیں مگر اس کی زکوٰۃ دو۔ اس ترتیب سے کہ بدھ کے دن سے شروع کرو۔ ایک بار پڑھو۔ پھر ہر روز ۱۱ ویں دن تک ایک ایک بڑھاتے جاؤ۔ ۱۱ ویں دن ۱۱ بار پڑھو۔ پھر ۱۲ ویں دن دس مرتبہ۔ اور اسی طرح ایک ایک کم کرتے رہو۔ جب ایک بار ہو جائے۔ پھر اس روز سے ہر روز فجر کے وقت ایک بار پڑھو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گیا اور ریاضت و مجاہدہ میں لگ گیا۔

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت صاحب سے میں نے کتاب آداب الطالبن شروع کی جس وقت سبق دینے کے لئے فقیر کو طلب کرتے تھے تو فرماتے تھے آئے مرد ہندی سبق لے لے۔ حافظ نور الدین ڈھڑی جو حضرت صاحب کے یارانِ مجاز میں سے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اے نجم الدین بہتیں مبارک ہو کہ حضرت صاحب تجھے اپنی زبانِ مبارک سے مرد کہتے ہیں۔ کتاب آداب الطالبن ختم کرنے کے بعد کتابِ فقرات شروع کی۔ ۱۳ ماہ ذیقعد تک یعنی تین ماہ تو نسہ شریف میں حضرت صاحب کی خدمت میں رہا۔ پس ۱۴ ماہ ذیقعد کو حضرت صاحب سنگھ شریف سے اپنے مرشد قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب کی خانقاہ شریف کی طرف عرس مبارک میں شرکت کیلئے روانہ ہوئے۔ فقیر بھی حضرت صاحب کے ساتھ آیا۔

حاجی صاحب سے منقول ہے کہ ایک ہندوستانی خدایار نام پستہ قد اور لمبے بالوں والا ایک سال سے حضرت صاحب کی خدمت میں رہتا تھا۔ کسی دوسرے شخص کا مرید تھا مگر حضرت صاحب کے منکر میں کھانا کھاتا تھا۔ اور قرآن پاک پڑھتا تھا۔ مگر حضرت صاحب کو بُرا بھلا کہتا تھا اور حضرت صاحب کے انکار میں بہت باتیں کرتا تھا۔ ہر روز حضرت صاحب کے درویشوں سے لڑتا تھا۔ اور گالیاں دیتا

تھا اور کبھی میرے پاس آکر بیٹھ جاتا تھا اور حضرت صاحبؒ کے انکار کے سلسلہ میں کلام کرتا تھا میں بھی اُسے سختی سے جواب دیتا تھا۔ میں اُن دنوں مولوی محمد عابد سوکڑی کے حجرہ میں رہتا تھا۔ وہاں حضرت صاحبؒ کا وضو کا پانی گرم ہوتا تھا اور مولوی جان محمد خادم خاص بھی اُسی حجرہ میں رہتا تھا۔ الغرض ایک دن حضرت صاحبؒ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں اپنے مصلیٰ پر بیٹھے تھے اور علماء و فقہاء حضرت صاحبؒ کے گرد حلقہ باندھ بیٹھے تھے کہ مولوی محمود مفتی نے آکر حضرت صاحبؒ سے اس شریعہ بند و ستانی کا شکوہ کیا کہ حضرت وہ ہمیں گالیاں دیتا ہے اور ہمیشہ جنگ کرتا ہے۔ پھر کہا کہ حضرت جو منہ دہنی بھی آتا ہے، اسی شریعہ کی مثل ہوتا ہے۔ اس ضمن میں منشی محمد واصل نے عرض کیا کہ یا حضرت میاں نجم الدین ہندوستانی کسے میں مگر بڑے مقبول شخص ہیں۔ آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ درویش ہے اس کا ذکر نہیں ہے۔ فقیر بھی اس حلقہ میں بیٹھا تھا مولوی حافظ نور الدین ڈہڑی نے کہ میرے برابر بیٹھے تھے مجھے مبارک باد دی اور کہا کہ شکر کر کہ حضرت صاحبؒ نے اپنی زبان مبارک سے مجھے درویش کہا ہے۔

حاجی صاحبؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت صاحبؒ نے مجھے ذکرِ پاسبانِ انفاس و قوتِ قلبی اور ذکرِ جہر کے بارے میں فرمایا تو میں دن رات باقاعدگی کے ساتھ انہیں پورا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جب دو تین دن گزرے تو میرا لطیفہ قلبی جاری ہو گیا اور حد سے زیادہ ذوق و لذت پیدا ہو گئی۔ مگر چونکہ طالبِ خدا ہو گیا تھا اس لئے وہ طلب ایک ہی مقام پر رہی البتہ عشقِ شیخ نے مجھ پر ایسا غلبہ کیا کہ ایک لمحہ بھی حضرت صاحبؒ کی صحبت و زیارت کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ان دنوں خلیفہ محمد بارال صاحبؒ جی جو حضرت صاحبؒ کے کامل دوستوں میں سے تھے، تو نسلہ تشریف میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولوی جان محمد خادم نے کہا کہ تو خلیفہ صاحبؒ کی زیارت کے لئے نہیں جلائے گا۔ میں نے کہا کہ میرے لئے حضرت صاحبؒ کی زیارت کافی ہے۔ اس شعر کے مطابق :

میل ابروئے تو دارم قبلہ من رُئے تو
سافر مگر من بہ محرابِ دگر ماہلِ شوم

مگر جس دن خلیفہ صاحب تشریف لائے تو حضرت صاحب کی مجلس میں ان کی زیارت کی صاحبزادہ مولوی قطب الدین صاحب بن حضرت خواجہ محمود بن حضرت خواجہ نور احمد صاحب بن حضرت قبلہ عالم مہارویؒ اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت صاحب کی زبانِ وحی بیان سے سنا ہے کہ ایک دن فرماتے تھے کہ ہندوستان سے صد ہا آدمی میرے پاس آئے مگر طابانِ خدا اور راہِ کبریا کے صافقان سے صرف دو آئے۔ ایک شاہ صاحب محمد علی شاہ صاحب اور دوسرے نجم الدین۔ یہ حضرت صاحب کی کمالِ توجہ و عنایت تھی کہ اس فقیر کے حق میں ایسا فرمایا۔

حاجی صاحب سے منقول ہے کہ ایک رات قوسہ شریف میں اسی سالِ اول میں واقعہ میں دیکھا کہ حضرت صاحب نے غسل فرمایا ہے اور مجھے فرمایا کہ میرے اس بقیہٴ آبِ غسل سے جو برتن میں ہے، غسل کرو پس میں نے اُس پانی سے غسل کیا۔ نیز ایک رات انہیں ایام میں واقعہ میں دیکھا کہ گویا میں حضرت صاحب سے کتاب فقرات کا سبق لے رہا ہوں۔ اُس وقت حضرت صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے جدِ بزرگوار کا عرس کس تاریخ کو ہوتا ہے میں نے عرس کیا کہ ۲۹۔ ربیع الاول کو فرمایا کہ میں بھی اس عرس میں ناگور میں ہوں گا پس دیکھا کہ ناگور میں تشریف لائے ہیں۔ اور فقیر بھی حضرت صاحب کے ہمراہ ہے۔ جب خانقاہ شریف کے دروازہ پر پہنچے تو میں نے حضرت صاحب کے جوتے اپنے ہاتھوں میں اٹھالیے۔ حضرت صاحب آگے آگے اور فقیر پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ جب جدِ اعلیٰ کے مزار شریف پر پہنچے تو فاتحہ پڑھی اور پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا کہ تجھے ناگور کی ولایت دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ عنایت فرمائیں۔ فرمایا۔ تمہیں اس جگہ کی ولایت دی۔ پھر مزار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں گویا کوئی بلند مقام ہے اس کی سیڑھیوں پر چڑھ کر اُدھر جا رہے ہیں اور میں حضرت صاحب کے پیچھے پیچھے ہوں پس وہاں گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔

چنانچہ اصل واقعہ اسی طرح ظہور میں آیا کہ حضرت صاحب فتح پور میں جو علاقہ ناگور میں ہے، خود بخود قیام فرما ہوئے اور وہاں مقام کی خصوصیت معلوم نہ ہوتی تھی کہ ناگور

ایک شخص بادشاہ کا فرمان لایا کہ جس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ فتح پور علاقہ ناگور ہے اس دن سے پتہ چلا کہ اس جگہ اقامت کا کیا سبب تھا ورنہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ فتح پور علاقہ مذکور ہے۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ یہ تمام معاملات سالِ اول میں ہی تو نہ شریفیت میں دیکھے۔

حاجی صاحب سے منقول ہے کہ بعد ازاں جب حضرت صاحب خواجہ تونوئی حضرت قبلہ عالم مکے عرس پر شریفیت لائے تو اُس جگہ کتاب سیرالاولیاء پڑھی۔ البتہ تصورِ صورت پیش کا ایسا غلبہ تھا کہ نماز کے وقت میں بھی سجدہ گاہ میں وہ صورت و علامتِ سجدہ جو حضرت صاحب کی جبین مبارک پر ہوتی مجھے اعلانیہ بے مقصد نظر آتی تھی۔ کیونکہ اٹھارہ سال کا نابالغ تھا اس معاملہ سے بے خبر تھا۔ میرے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا میری نماز میں خلل پڑتا ہو۔ فرمایا یہ خوب خیال ہے پنجابی زبان میں فرمایا "اس کو تکرار کھو" نیز حضرت صاحب فرماتے تھے کہ جس وقت خانقاہ شریفیت میں خلوت کے وقت حجرہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں عرس جاری ہے جہاں ہاتھ پر عام شغف فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ خاطر جمع رکھتیں ابھی طرح رخصت کریں گے۔ چند دنوں کے بعد خانقاہ شریفیت سے پاک پٹن شریف کی طرف حضرت گنج شکر کے عرس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ میں بھی ہمراہ گیا۔ سات دن وہاں رہے۔ ایک دن چھ ماہ محرم کو بعد نمازِ فجر و تلاوتِ قرآن شریف حضرت صاحب پکٹن شریف میں اپنے بنگلہ شریفیت میں بیٹھے تھے اور فقیر آپ کے چہرہ مبارک کے رو بہ دیکھتا تھا۔ میری طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور بلایا میں نزدیک گیا۔ میرے کان میں فرمایا کہ کل اشراق کے وقت میرے پاس آنا کہ تمہیں رخصت کریں گے۔ دوسرے دن اشراق کے وقت خدمت میں حاضر ہوا۔ امرِ خلافت سے ممتاز فرمایا۔ اور اس طرح اپنے غلام کے حالی پر توجہ فرمائی کہ میں جانتا ہوں یا وہ جانتے ہیں۔

قطعہ

چشمِ ذالقمہ از نظرِ ہمیشہ کہ او دانشور یا دانش دلِ من
ہمیتِ آرزوی من الہی بیندازی بیائین او گلِ من

پھر فرمایا کہ فی الحال تمہیں اپنے وطن جانے کی اجازت ہے۔ ایک دفعہ پھر میرے پاس آنا۔ نیز مجھے بیعت کرنے کا طریقہ بتائیے فرمایا۔ اور حکم دیا کہ جو طالبِ خدا تیرے پاس آئے اسے راہِ خدا تلقین کرنا۔ اور مغرب کے وقت کلمہ مبارک۔ پیرا سن اور اپنا خرقة خام مجھے عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے خاندان میں دو کتابیں ہیں۔ ایک کشکول دوسرے مرقع۔ جسے خلافت دیتے ہیں، ان کتابوں کی بھی اجازت دیتے ہیں۔ انہیں لکھ لینا۔ میں نے قبول کیا۔ اپنے وطن میں آیا۔ میرے گھر دونوں کتابیں موجود ہیں۔

حاجی صاحب سے منقول ہے کہ جس وقت فقیر حضرت صاحب کی بیعت سے مشرف ہوا تھا تو میں نے عرض کی تھی کہ یہاں حضرت میرا بیٹا نعیم الدین ہے جس کی عمر دو سال ہے اور میری چچا زاد بہن امراؤ بانو ہے۔ جسے مجھ پر بہت اعتقاد ہے۔ ان دونوں کو بھی بیعت فرمائیں۔ فرمایا تھا کہ تیرے رخصت ہوتے وقت دیکھا جائے گا۔ جس دن مجھے اپنی خلافت سے ممتاز فرمایا، اس کے پانچ ماہ بعد خود بدولت نے یاد فرما کر حکم دیا کہ تجھے اور تیرے بیٹے اور تیری بہن کو مرید کیا۔ پس سات محرم کو حضرت صاحب خاتماہ شریف کی طرف روانہ ہوئے اور فقیر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا۔ جب اپنے شہر جھوبڑی پہنچا تو سات ماہ وہاں رہا۔ مگر اس سات ماہ میں حضرت محبوب کے جمالِ باکمال کے بغیر بے قرار اور بے صبر رہتا تھا اور زبانِ حال سے یہ شعر پڑھتا تھا :

کے بود یارب کہ من در سنگھڑ و تونہ روم
کے بسیم روئے جاں کے قد مبوسی کنم
اشتیاق دیدن رویش ز حد بگذشتہ است
یا خدا برساں مرا تا روئے جاناں بنم

آخر وہاں سے پایادہ روانہ ہوا اور پھر سنگھڑ شریف پہنچ کر حضرت صاحب کی قد مبوسی سے مشرف ہوا۔ اور رمضان شریف وہاں گزارا۔

حاجی صاحب فرماتے تھے جب دوسری مرتبہ سنگھڑ شریف پہنچا تو حضرت صاحب اپنے مسئلہ پر بیٹھے تھے اٹھ کر فقیر سے معاف کیا اور اپنے سینہ اور قلب میں مجھے لیا۔ پھر

حکم دیا کہ میاں صالح محمد کے پاس جا کر کتاب کشکول لاؤ تاکہ ہمیں شروع کراؤں پس کتاب لا کر شروع کر دی۔ اس کو ختم کرنے کے بعد لواج مولانا جامی شروع کی۔ تین ماہ وہاں رہا۔ پھر حضرت صاحب کے ہمراہ چودہ ذیقعد کو تاج سرور کی طرف حضرت قبلہ عالم کے عرس میں شرکت کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ دو ماہ وہاں رہے اور کتاب مرقع حضرت صاحب سے وہاں خانقاہ شریف میں شروع کی۔ پھر حضرت صاحب نے مجھے واپس وطن جانے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور خود بدولت سنگھ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس سال حاجی صاحب پاکستان شریف بھی گئے۔ اور پھر وطن آکر یاد خدا میں مشغول ہو گئے۔

فرماتے تھے کہ میں تیسری مرتبہ رمضان شریف سے قبل سنگھ شریف پہنچا اور اس سال کتاب عشرہ کالمہ عربی پڑھی۔ پھر ماہ ذیقعد کی مذکور تاریخ کو خانقاہ قبلہ عالم کی طرف حضرت صاحب کے ہمراہ گیا۔ اور وہاں رسالہ تقسیم اوقات عربی پڑھا اور اردو نصیریہ کی اجازت حاصل کی۔ نیز سلسلہ قادریہ نقشبندیہ و سہروردیہ کی اجازت پائی۔ پھر حضرت صاحب کے ہمراہ پاکستان شریف حضرت گنج شکر کے عرس پر گیا۔ پھر وہاں سے اجازت لے کر اپنے وطن آ گیا۔

تقسیم اوقات عربیہ
نصیریہ
سہروردیہ
نقشبندیہ

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ فقیر کا دستور تھا کہ سال کے بارہ مہینوں کو چار حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ایک حصہ سنگھ شریف میں رہتا ہے۔ ایک حصہ اجیر شریف میں، ایک حصہ دہلی میں اور ایک حصہ اپنے گھر میں رہتا تھا۔

چوتھی بار پھر حضرت صاحب کی خدمت میں سنگھ شریف گیا اور دیوان حافظ اور شرح گلشن راز اس سال پڑھی۔ اور پھر حضرت صاحب کے ہمراہ تاج سرور میں حضرت قبلہ عالم کے عرس پر آیا اور وہیں سے رخصت لے کر اپنے وطن آ گیا۔ اس سال حضرت صاحب پاکستان شریف نہ گئے۔ یعنی حضرت صاحب کا دستور تھا کہ ایک سال پاکستان شریف جاتے تھے اور ایک سال نہیں جاتے تھے۔ البتہ اپنے پیارے حضرت قبلہ عالم کے عرس پر تاج سرور میں ہر سال بلاناغہ جاتے تھے۔

پانچویں مرتبہ سنگھ شریف حاضر ہوا۔ چند ماہ وہاں رہا۔ پھر حضرت صاحب کے

ساتھ تاج لے آیا۔ اور وہاں سے پاکپٹن شریف حضرت صاحب کے ہمراہ آیا۔ اور اس سال صاحب زادہ خان گل محمد جیو اور اللہ بخش جیو اور خیر محمد جیو بھی حضرت صاحب کے ہمراہ تھے پاکپٹن سے رخصت ہو کر اپنے وطن آگیا۔

پچھلے مرتبہ پھر سنگھ شریف گیا۔ چند ماہ وہاں رہا۔ پھر حضرت صاحب کے ساتھ تلج سرور آیا اور دو ماہ حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں رہا۔ اس سال حضرت صاحب پاکپٹن شریف نہیں گئے۔ جب حضرت صاحب خانقاہ شریف سے اپنے وطن روانہ ہوئے تو فیر موضع شمس سیال تک ساتھ گیا اور وہ خانقاہ شریف سے تین چار کوس پہرے حضرت صاحب کی پہلی منزل وہی تھی۔ پس دوسرے دن فیر کو رخصت کیا۔ میں اپنے وطن آیا۔ ایک ماہ رہا۔ پھر دہلی خواجگان چشت کی زیارت کے لئے چلا گیا۔ وہاں سے آکر چند روز جہونجوں میں رہا۔ پھر مکہ معظمہ کی طرف حج کے لئے روانہ ہوا۔ اور مکہ معظمہ کی طرف روانگی کا باعث یہ تھا۔

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ایک دن یہ فیر اپنے جد بزرگوار حضرت مخدوم حسین ناگوری کے چلہ کی خانقاہ کی مسجد میں بوقت زوال قیلولہ کے سوئے تھے اور سویا ہوا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ گویا میں مکہ معظمہ میں گیا ہوں اور کعبہ شریف کا طواف کر رہا ہوں۔ اور وہاں سے پھر مدینہ منورہ گیا ہوں۔ اور روضہ منورہ کا طواف کر رہا ہوں۔ جب بیدار ہوا تو حرمین الشریفین کے شوق زیارت اور شتیاق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر غلبہ کیا۔ چنانچہ میں نے حج کا ارادہ کیا۔

حاجی صاحب کے حرمین الشریفین کی طرف جانے کا ذکر

حاجی صاحب سے منقول ہے کہ جب اس فقیر نے حج کا ارادہ کیا تو میرے والد بزرگوار نے منع کیا اور فرمایا کہ والدین کی مرضی کے بغیر اگر کوئی حج پر جائے تو قبول نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ ہاں مگر میں اب نہیں رہ سکتا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے اشتیاق نے بے قرار کر رکھا ہے۔ البتہ آپ کی مرضی کے بغیر میرے جانے میں آپ کے دو نقصان ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کا بیٹا گھر سے چلا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اس کا حج قبول نہ ہو گا پس آپ کے راضی نہ ہونے کا کیا فائدہ ہو گا۔ مسکرا کر فرمایا کہ جاؤ خدا کے پیڑ کیا۔ میں راضی ہوں۔ اُن دنوں مجھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق اس قدر غالب تھا کہ اگر کوئی مانع ہوتا تو مجھے حالت و رقت ہو جاتی۔ اور غم سے لگتا اور حالت کرتا۔ پس میں نے دو سو روپیہ کی ہنڈی کرائی اور ایک گھوڑا خریدا اور بیچتیں روپے دیگر اخراجات کئے پاس لئے اور چاہا کہ کل روانہ ہو جاؤں گا۔ جس دن روانہ ہونا تھا اُس رات کو بالاحاقانہ پر سو رہا تھا کہ آدھی رات کے وقت میری آنکھیں بیدار ہوئیں۔ اس وقت ذکر پاس انفاس کا زور تھا اور نوافل کا وقت تھا پس بیٹھ کر تصور ریشخ کے ساتھ ذکر نہ کو رہا مشغول ہو گیا۔ اسی حالت میں مجھے غنودگی ہو گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ گویا حضرت صاحب میرے بالاحاقانہ پر بیٹھے وضو کر رہے ہیں۔ اور میں اور ایک اور شخص حضرت صاحب کے سامنے دست بستہ حسب معمول کھڑے ہیں۔ حضرت صاحب نے دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ لوگ حج پر جاتے ہیں۔ خیر یہ بھی نیک کام ہے۔ البتہ تم اپنے پیروں کو قبلہ و کعبہ سمجھتے ہیں اور ان کی زیارت کو حج سمجھتے ہیں۔ پھر جوش میں آ کر فرمایا بلکہ خدا و رسول بھی پیروں کو ہی سمجھتے ہیں۔ جب اس خواب سے آنکھ کھلی تو میں رونے لگا اور یہ ہندی دوسرے پڑھنے لگا:

سپنا اسی تو سولکھنا ادم تمہاری ذات سو کو ساں سا جن بے آن ملائے ترا

نہ خوابی بود بل بیداری بود

کہ از جانب صنم دلداری بود

پس میں نے جانا کہ اس اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبؒ کی مرضی نہیں ہے کہ میں حج پر جاؤں۔ پھر مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ پھر اسی حالت میں دیکھا کہ گویا حضرت صاحبؒ تشریف فرما ہیں اور بہت سے درویش حلقہ باندھے حضرت صاحبؒ کے گرد بیٹھے ہیں۔ میں بھی جا کر حضرت صاحبؒ کے قدموں میں گر گیا۔ حضرت صاحبؒ نے میرا کان پکڑا اور یہ ہندی مصرع پڑھا:

مصرعہ: جو میں چاہتا ہوں تم بھی اوسے چاہتے ہیں

نیز ایک فارسی شعر پڑھا: میرا ظن غالب یہ ہے کہ یہ شعر تھا:

اے قوم! حج رفتہ کجا مید کجا مید

معشوق سہیل جاست بیا مید بیا مید

جب آنکھ کھلی تو اس خواب سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضرت صاحبؒ کی مرضی میرے حج پر جانے میں نہیں ہے۔ دل کو کمال اضطراب پیدا ہوا اور سنگھڑ شریف کا شوق غالب ہوا۔ مگر چونکہ روپے بقال کو دے کر ہندوستان کو الٹی تھی اور ملک میں مشہور ہو گیا تھا کہ فلاں حج پر جا رہا ہے۔ اس لئے جب دن چڑھا کبھی میرے دل میں خیال آتا کہ سنگھڑ شریف کی طرف جاؤں اور کبھی دل کرتا کہ حج پر جاؤں۔ آخر بلکہ جھونجھون سے روانہ ہو کر فتح پور میں آیا۔ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ کے عرس کے دن قریب تھے۔ اجیر شریف کی طرف روانہ ہوا جب بلکہ کچیل میں، جو اجیر شریف سے اس طرف آٹھ کوس پر ہے، پہنچا تو پھر حضرت صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ گویا حضرت صاحبؒ حج کی تیاری کر رہے ہیں اور چند درویش حضرت صاحبؒ سے عرض کرتے ہیں کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ حج پر لے چلیں۔

میں بھی حضرت صاحبؒ کے پاس کھڑا ہوں۔ میری طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا کے فرمایا کہ کسی کو ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ البتہ اس بخم الدین کا دل حج کرنے کو چاہتا ہے اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ جب آنکھ کھلی خدا کا شکر بجالایا اور کہا الحمد للہ کہ اب حضرت

میرے حج پر راضی ہو گئے ہیں اور خود بدولت میرے ہمراہ جا رہے ہیں۔

باتست خضر قافلہ شد شد نشد نشد چون پیر کامل است شد شد نشد نشد
شوق طواف کعبہ اگر دامت گرفت اسباب زاد را حلقہ شد شد نشد نشد
احمد تو عاشقی بہ شیخت ترا چہ کار دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

الغرض میں اجیر شریف پہنچا اور خواجہ بزرگ کے عرس سے فارغ ہو کر بھی کی طرف روانہ ہوا اور وہاں ڈیڑھ ماہ جہاز کے انتظار میں رہا۔ فرماتے تھے کہ ایک دن سمندر کے کنارے جہاں حاجیوں کا قافلہ پڑا تھا۔ میں بھی وہاں گیا۔ ایک حاجی نے میرے سامنے کہا کہ میں نے بیت المقدس کی زیارت کی ہے۔ نیز ملک روم و شام بھی دیکھے ہیں کہ فلاں جگہ فلاں پیغمبر کا مزار ہے۔ اور فلاں جگہ فلاں کا مزار ہے اور مقام عرفہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا، دیکھا ہے۔ اس حاجی کی باتیں سن کر فقیر کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ بار بار اس ملک میں آنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے تمام زیارتیں کر کے پھر اپنے ملک واپس جاؤں گا۔ فوراً اس خیال کے آتے ہی اسی رات حضرت صاحب کو خواب میں دیکھا۔ گویا بیٹھے ہیں۔ جب میں نے قدمبوسی کے لئے سر نیچا کیا تو مجھے تنبیہ کی اور فرمایا کہ میرے پاس سے جہاں کا ارادہ کر کے چلے تھے وہاں جاؤ۔ اس ملک میں بہت درویش ہیں۔ ان سے ملاقات کر لینا میرے پاس تجھے کیا کام ہے یہ سب کچھ ناز مجھو بانہ سے فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی درگاہ کا کتا ہوں۔ اور کہاں جاؤں اور کس سے عرض رکھوں۔ فرمایا۔ تو نے شام کے ملک میں جانے کا ارادہ کیا تھا وہاں جاؤ۔ میں نے کہا میں وہاں ہرگز نہ جاؤں گا۔ مسکرا کر فرمایا۔ کہو میرے پاس کب آؤ گے۔ میں نے عرض کیا جس وقت حکم فرمائیں۔ فرمایا کہ توجہ کر کے اور زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کر کے میرے پاس آؤ۔ اس دن سے ملک شام جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور حضرت پیر و مرشد کی زیارت کا شوق غالب آ گیا۔ الغرض جہاز پر سوار ہوا۔ منقول ہے کہ حاجی صاحب نے اپنی آنکھوں کو سدہ گو نہ حقیقت کی کثرت ذوق و شوق سے اس قدر بے خود بنا رکھا تھا کہ گویا ایک جام شراب پی چکے ہیں۔ چار ایرانی آدمی تھے۔ جب بھی حاجی صاحب

کی خدمت میں حاضر ہوتے تو یہ مصرع کہتے تھے :

اے پس من خوردہ چشت گو اسی میدہد

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں کعبہ شریف دو ماہ میں پہنچا یعنی ۲۲ رمضان المبارک کو جہاز پر سوار ہوا تھا اور ذوالحجہ میں باب کعبہ شریف کی زیارت کی اور حج کر کے بائیس دن مکہ معظمہ میں رہا۔ پھر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوا۔ فرماتے تھے کہ ایک دن جہاز پر تھا کہ میری نظر ہلال عید پر پڑی تو حضرت صاحب کے ابرو کا خیال آگیا۔ اسی وقت یہ غزل کہی :

غزل

ہلال ابروئے جاناں کا تصور تجھ میں آتا ہے
وگرنہ دیکھنا تیرا کس کافر کو بھاتا ہے
تصور یار کا رہتا ہے دل پہ میرے ہر ساعت
شراب بے خودی ہر دم ہمیں ساقی پلاتا ہے
نظر اپنی کہو یارو وہ ڈالے غیر پر کیونکر
کہ جس کی آنکھ میں آکر جمال ان کا سما تا ہے
گئے ہیں ہوش مدت سے نہیں بس میں سے دل میرا
نصیحت کر تجھے اے مدعی اب کیوں جلاتا ہے
اگر یہ درد دل میرا کوئی دیکھے تو جب دیکھوں
تو الٰہ عشقِ جب آکر ہمیں غزلیں سناتا ہے
وسیلہ دو جہانوں میں سلیمانؑ ہے نجم تیرا
تسلی رکھ ذرا دل میں کہ تو اُس کا کھاتا ہے

فرماتے تھے کہ ایک دن میدانِ منیٰ کے بازار سے کعبہ شریف کے طواف کے لئے آ رہا تھا اور یہ پرانی غزل گادھا تھا۔ تصورِ شیخ دل پر غالب تھا

غزل

اگر وہ مبت کسی صورت سے میرا رام ہو جاوے
میں پوچوں اس عقیدت کے کفر اسلام ہو جاوے

تیری ترپھی نگاہوں رکھ لے نیم بسمل کر اگر پھر کرا دھر دیکھو تو میرا کام ہو جاوے
اس غزل کے دوسرے شعر یاد نہ تھے تو اسی انداز کی ایک غزل اسی وقت
تصنیف کی۔

غزل

اگر یک شب میرے گھر میں تولے خود کام ہو جاوے
تمہارے لطف و احساں کا شرہ عام ہو جاوے
مریضِ عشق ہوں جانانِ ذرا پڑھئے فصولِ مجھ پر
کہ اس آزارِ ہجر اس سے مجھے آرام ہو جاوے
تمہارے شکر کا ہر دم کر دوں سو بار میں سجدہ
خدا اگر وہ بُت بدکیش میرا رام ہو جاوے
وہ مجنوں بھی بعدِ افسوس ملے ہاتھ کو اپنے
دیوانہ بن ہمارے کی اگر اعلام ہو جاوے
دھمال یا رنگ یا رو نہ پہنچے گا کوئی ہر دم
مگر وہ ہے کہ اپنے سے کوئی گناہ ہو جاوے
صنم کے واسطے یا رو پھرا ہوں در بدر شاید
کسی کو چے گلی اندر میں اس کے شام ہو جاوے
شرابِ ارغوانی سے پلائے یک قدح ساقی
بلا سے ہے تمہارے گھر کوئی بدنام ہو جاوے

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ حج مبارک سے فراغت کے بعد چند روزہ مکہ میں
رہ کر ایک ترکوں کے قافلہ کے ساتھ جو پانچو شتر سوار تھے، مدینہ منورہ کی طرف
روانہ ہوئے اور دس روز میں مدینہ شریف پہنچے۔ بایں دن یہاں رہے اور اپنے
مقصود کو پہنچے۔ پھر مکہ معظمہ آئے۔ حاجی صاحب سے منقول ہے کہ جب تلح سرور
میں حضرت صاحب کے ہمراہ سنگھ شریف سے آیا تھا اور وہاں تعلیم اور ادبِ عربی

پڑھتے تھے اور اس رسالہ مذکور میں جہاں اوراد نصیریہ کا حوالہ آتا ہے حضرت صاحب نے عین
بقیہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ان اوراد کو لکھ لے۔ پس میں نے لکھ لئے تھے۔ ایک دن میں نے
عرض کی تھی کہ اوراد نصیریہ کے پڑھنے کے بارہ میں کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ تمہیں کس لئے اجازت
دی تھی۔ پس اس دن سے چند اوراد حفظ کر لئے تھے اور پڑھتا تھا۔ البتہ سورۃ انا فتحنا
کو کہ بوقت عصر نماز کے بعد پڑھتا تھا مگر وہ یاد نہ کی تھی جس وقت مکہ سے روانہ ہوا۔ تو
مدینہ شریف تک اُسے یاد کر لیا تھا اور عصر کے بعد پڑھتا تھا۔ نیز ضبط و ثواب کے لئے
نماز تہجد کے بعد بھی ہر روز پڑھتا تھا۔

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ میں ایک رات نماز تہجد کے بعد ذکر قلبی جوش
میں تھا اور دل اس ذوق میں مشغول تھا تو میں نے سورۃ انا فتحنا نہ پڑھی۔ اور مشغولی اور
مراقبہ میں بیٹھا رہا۔ مجھے عین مراقبہ میں غنودگی آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف فرما ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے نزدیک حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور گویا اس سورت
کا نزول اس وقت ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قلم دوات رکھی ہے اور
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے سورت لکھ کر دیتے ہیں۔ اور امر فرماتے ہیں
کہ اس سورت کی قضا نہ کرنا ہر روز بلاناغہ پڑھا کر دو۔ حالانکہ میں نے اُس وقت ترک کی
تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوات قلم رکھی دیکھی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے قریب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک تعویذ لکھ کر دیں۔ میری
طرف متوجہ ہو کر اور مسکرا کر فرمایا کہ تو محبت کا تعویذ مجھ سے طلب کرتا ہے۔ میں نے عرض
کیا یاں پس اُس دن سے سورۃ مذکور کو کبھی ناغہ نہ کیا۔ اگر کبھی قضا ہو جائے تو دوسرے
وقت پڑھ لیتا ہوں۔

حاجی صاحب سے منقول ہے کہ دو تین دن بعد ایک دفعہ پھر مدینہ شریف میں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اس طرح کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف
میں داخل ہوا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں۔ اور سر پر سبز رومال باندھا ہوا
ہے۔ میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے ہوئے دیکھا تو غایت شوق سے درود

شریف - الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ "پڑھتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے کھڑا ہو گیا اور میرے جسم پر لہزنہ طاری ہے ایسا کہ کھڑے ہونے کی تاب نہیں ہے پس چند قدم ہٹ کر کھڑے ہو کر یہ بیت زلیخا پڑھا:

بروں آدر سراز بر دیسانی کہ روئے تست صبح زندگانی

یہ شعر سن کر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور بیٹھ گئے۔ اور مجھے فرمایا: "یا ادا بادی" میں اس کلام کے معنی میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ کیا معنی ہیں۔

یہ حقیر فقیر پُر تعقیر رجھوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ سوانحی خاکہ لکھا ہے (اس واقعہ کے بارہ میں کہتا ہے کہ اگرچہ میں اس حدیث کی تغیر بیان کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا مگر عرض کرتا ہوں کہ ادب کے معنی لغات میں ہر شے کی نگہداشت کے ہیں (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ان معنوں میں عبدیت محض ہے تاکہ عبد قطعیت عبد تک پہنچ جائے اور ربوبیت سے مشابہ نہ رہے۔ اور عبد محض کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا سب اختیار سلب ہو جائے حتیٰ کہ اس کی ذات ذاتِ حق ہو جائے۔ اور اس کا اپنا حال، اس کی صفات اور اس کے افعال ایک طرف رہ جائیں تو یہی اعلیٰ اور بلند ترین مرتبہ ہے۔ جیسے کہ اذان میں "عبدہ ورسولہ" کہاجاتا ہے۔ اور جن میں تھوڑی بہت ربوبیت موجود ہو۔ اسی قدر نقصان ہے۔ اور ادب فعل متعدی ہے۔ پس ادیب کے معنی ادب دینے والے ہیں پس قاعدہ ہے کہ جن میں لغوی معنی بکثرت و زیادہ پائے جائیں اُسے صیغہ جمع سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ "سلطان الادبیاء" کو نظام الدین ادلیاؤ کہتے ہیں حالانکہ آپ ذات واحد ہیں۔ پس چونکہ حضرت مرشدی و مولائی حاجی صاحبؒ کی ذات میں ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے پایا جاتا ہے کہ خود سے قافی ہیں اور خود سے کچھ باقی نہیں ہے بلکہ دوسروں کو فنا و بقا کے مقام تک پہنچاتے ہیں: سے

بجز اس نکتہ کہ حافظ ز تو ما خوشنود است

در سراپائے وجودت ہنری نیست کہ نیست

پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم "ادبا" کے لفظ سے صیغہ جمع میں یاد فرمایا اور فقیر مکمل

مضاف الیہ کی خصوصیت اس پر مزید برآں ہوئی جو وہ ذات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھتے ہیں۔ وہ حقیقت ذاتِ خدا ہے پس معنی یہ ہے کہ اے ادب لینے والے میں تیرے لئے آدابِ حقیقی ہوں۔ آؤ۔ یعنی اے وہ شخص جو لوگوں کو دنیاۓ حقیقت تک پہنچاتے ہو۔ ایک کامل اولیاء کا یہ ایک ادنیٰ کمال ہے کہ وہ ایک کمتر شخص کو اعلیٰ مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ یہاں بننے کی دعوت دینا ہے۔ تو پھر اس لحاظ سے اس کا معنی یہ ہوا کہ آؤ تم جو تکہ لوگوں کو بکثرت دعوت دیتے ہو آؤ میں تمہاری مہمانی کروں۔ کیونکہ آپ لوگوں کو بقا و فنا کی حقیقی مہمانی کی دعوت دیا کرتے ہو۔ اس لئے رسولِ پاک کی مہمانی پر آؤ۔ فنا کے لفظ کی بظاہر گنجائش نہیں نکلتی تاہم دونوں لحاظ سے مفہوم ایک ہی بنتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حاجی صاحب سے منقول ہے کہ دین دن کے بعد پھر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ڈیرہ میں تشریف لائے ہیں کہ میں نے شطرنجی کا فرش کیا تاکہ اس پر تشریف رکھیں۔ فقیر کو وجد ہو گیا۔ پھر تشریف لے گئے ہیں نے اس کے بعد اس شطرنجی کو اپنا پیرا بنایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اس پر پڑے تھے۔ الغرض جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچے تو محمد پر اپنے پیر و مرشد کی زیارت کا شوق غالب آ گیا۔ چاہتا تھا کہ کسی طرح ارژم حضرت صاحب کی قدموں میں پہنچ جاؤں۔ وہاں کے لوگوں نے اور حاجی عبداللہ شید پوری نے بھی جو میرے پیر بھائی تھے اور میرے رفیق سفر چچ تھے۔ کہا کہ ابھی تین ماہ ہندوستان کے سفر کے لئے ہوا اس نہیں ہے جہاز اس طرف نہیں جلتے۔ یہاں مکہ میں تین ماہ رہنا ہوگا۔ جب ہوا تبدیل ہوگی اس وقت روانہ ہوں گے، مجھے یہ سن کر اور زیادہ بے قراری ہو گئی۔ اور حضرت صاحب کی زیارت کے شوق نے غلبہ کیا۔ میں نے پوچھا۔ کہ کسی ملک کا موسم ہے یا نہیں۔ اگر دریا سے عبور کروں پس کسی طرح سنگھڑ شریف پہنچوں۔ کہنے لگا کہ مولوی تہاب علی لغتہندی ابوالعلائی بغدادی جا رہے ہیں اور فی الحال جدہ میں ہیں۔ اس نے جہاز کرایہ پر کیا ہے۔ اگر جانا منظور ہے تو کل روانہ ہوں گے۔ آج تم جدہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور ان سے ملاقات کر لو۔

فقیر نے اسی روز کرایہ کیا۔ غروب کے وقت روانہ ہوا اور اگلے دن چاشت کے

وقت جد پہنچا۔ مولوی صاحب سے ملاقات کی۔ انہوں نے بہت محبت کی۔ اور کہا کہ میں نے چار آدمیوں کا کرایہ دیا ہے۔ ہم تین آدمی ہیں۔ تمہارا کرایہ نہیں لیں گے۔ میرے ساتھ جہاز پر سوار ہو جائیں اور کھانا بھی میرے ساتھ کھائیں اور یہ مولوی تراب علی صاحب خواجہ ابو البرکات کے مرید تھے۔ اور خاندان نقشبندیہ ابو العلاء میں سے تھے۔ البتہ سنگھ شریف میں حضرت صاحب بن مولانا فخر الدین کے ہمراہ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک سال رہے تھے اور مرض حاصل کیا تھا۔ میرے سامنے حضرت صاحب کی بہت تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے تمام عمر بہت سیر کی ہے مگر ایسا شیخ وقت کسی جگہ نہیں دیکھا ہے۔ اور یہ غزل انہی مولوی صاحب نے کہی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

عشق است بے نشان کہ بہر شاں برآمدہ

واجب وجوب دارد و امکان برآمدہ

اور اس کا آخری شعر یہ ہے :

شد فخر دین نور محمد عیاں نمود

زاں پس بکروند سیماں برآمدہ

الغرض ان کے ہمراہ جہاز پر جدہ سے سوار ہوا اور دو ماہ سمندر میں رہا۔ یہاں تک کہ مسقط میں پہنچا۔ اور میرا ارادہ یہ تھا کہ پہلے بصرہ، بغداد اور روم اور پھر ولایت و خراسان کے راستہ سنگھ شریف پہنچ جاؤں گا۔ مگر جہاز میں میں نے سنا کہ مسقط سے حیدرآباد سندھ قریب ہے۔ اور کلاچی کی کشتیاں مسقط میں آتی ہیں اور کلاچی سے حیدرآباد ساٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ پس پہلا ارادہ فسخ کر دیا۔ کیونکہ میرا مقصود جہاں گردی نہیں تھا۔ بلکہ سنگھ شریف پہنچنا تھا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

مے برد ہر جہا کہ خاطر خواہ دوست

پس ارادہ کیا کہ کلاچی سے سوار ہو کر حیدرآباد کے راستہ سے سنگھ شریف پہنچ جاؤں مگر جب مسقط میں پہنچے اور تمام کشتیاں روانہ ہوئیں تو خدا کی مرضی یہی تھی کہ پہلے اپنے گھر

پہنچوں۔ میرے ملک کا راستہ بھی قریب تھا۔ پس مسقط سے بلدہ ماندہ دی کی کشتیوں پر
سوار ہو کر وہاں پہنچا اور وہاں سے کچھ ٹھہر۔ جو دھپور اور ناگر میں پہنچا اور وہاں سے
جھونچنوں اپنے شہر پہنچ گیا۔ ایک ماہ گھر میں رہ کر سنگھ شریف حاضر ہوا۔ اور حضرت
عجوب زندانی کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اور تبرکات جو حرمین شریفین سے لایا
تھا، حضرت صاحب کی نذر کر کے۔ وہاں چند ماہ رہ کر واپس اپنے وطن آ گیا۔ اور اسی
طرح ہر سال حضرت صاحب کے وصال تک فقر کی آمد و رفت سنگھ شریف رہی یعنی
۱۲۵۳ھ میں حضرت صاحب کا مرید ہوا تھا اور حضرت کا وصال ۱۲۶۱ھ میں ہوا۔
پس چودہ برس ہر سال اس محبوب حق کی خدمت میں جاتا رہا۔ اور ان کی صحبت بابرکت
سے فائدہ حاصل کرتا رہا۔ البتہ اس عرصہ میں ایک دو سال قضا ہوئے۔ ایک سال حج کی
وجہ سے اور ایک دو سال دوسرے عذر کی وجہ سے۔ حضرت صاحب کے وصال کے
بعد تین مرتبہ سنگھ شریف حضرت صاحب کے عرس پر جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔
اور آپ کے وصال کے وقت بھی حاضر تھا اور غسل اور کفن دفن کے وقت وہاں
موجود تھا۔ اور ان تینوں اوقات میں حاضری کو اپنی سعادت کا وسیلہ جانتا ہوں
الحمد لله على ذلك

واضح رہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کا ذکر آگیا ہے۔ مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ بعض دیگر اوقات میں جو خواب آپ کی زبان مبارک سے سُنے ہیں
ان کا بھی ذکر کیا جائے۔ حاجی صاحب سے منقول ہے کہ ایک دفعہ یہ فقیر بلدہ
جھونچنوں سے سنگھ شریف کی طرف جا رہا تھا۔ جب بلدہ سرستہ میں پہنچا تو جمعرات
کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بیٹھے ہیں۔ جب میں نے قدم بوسی
کے لئے سر نہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پلے مبارک دراز کر دئے تاکہ
اچھی طرح سے قدم بوسی کروں پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سرد و سماع کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ جو کوئی محبت خدا کے لئے سُنے اس
کے لئے حلال ہے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ مجھے خدا کے دیدار کا بہت شوق ہے۔ فرمایا

ہیں۔ میں اُن کے دیدار کے اشتیاق میں کھڑا ہوں۔ اتنے میں دیکھا کہ دونوں مجھو بان ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے آ رہے ہیں۔ میں نے چاہا کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمبوسی کر دوں۔ کہ کسی بزرگ نے میری گردن پکڑ کر پہلے خواجہ بزرگ کے قدموں میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ میں نے بہت اچھی طرح سے ان کی قدمبوسی کی۔ پھر خواجہ بزرگ نے میری گردن پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اچھی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قدمبوسی کی۔

فرماتے تھے کہ ایک رات دیکھا کہ کسی بزرگ کی خانقاہ ہے۔ میں ان کے روضہ میں قبلہ کی طرف پشت کئے اور اُس بزرگ کے چہرہ کی طرف توجہ کئے فاتحہ پڑھ رہا ہوں۔ اتنے میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس روضہ میں تشریف لے آئے اور اس بزرگ کے سر ہانے کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ جب فاتحہ سے فارغ ہوئے تو میری طرف دیکھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر یہ راگ ہندی پڑھا:

راگ ہندی

رسول کریم سے عرض میری اب توجہ ان اور سے ان پتی ہے
کوئی ایسا نہیں جلتے کہیے سب کو جو چڑی اپنی اپنی ہے
غریب کے کام میں حج لکھی حج کے بریاں تو اور کھنی سے
جے تم کا ہو کے بھروسے رہو گے تو آپ بنا میرا کون ہے
میں نے بعد میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی بخش دیں گے اور
میری شفاعت کریں گے۔ فرمایا ہاں تجھے بھی بخش دیں گے۔ الحمد للہ علی ذالک

حضرت حاجی صاحب سے منقول ہے کہ ایک دن یہ فقیر اور میاں امام علی صاحب کہ
اس فقیر کے یک جدی بھائی تھے اور خدا سے مشغول تھے، حضرت مخدوم حسین ناگورگی کی
خانقاہ چلے میں بیٹھے تھے اور مشارالہ اپنی ارادت اور اپنے احوال اس فقیر کے سامنے
بیان کر رہے تھے۔ میں نے کہا میل صاحب آپ خود اتنا مجاہدہ نہ کریں۔ البتہ اگر مرشد
کامل کے ارشاد سے اور راہبر و اصل کی تعلیم سے یہ مشاہدہ و مجاہدہ کریں تو پھر آپ کے

حق میں بہتر ہوگا اور دوستانہ طور پر چند نصیحتیں اور بھی انہیں ملیں۔ پھر وہاں سے آکر اپنے مکان پر کچھ دیر سویا۔ آدھی رات تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ سبز عمامہ عربی طرز پر سر پہ باندھ رکھا ہے اور دیگر تمام کپڑے سفید ہیں۔ اور چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی مثل درخشاں ہے۔ اور اصحاب میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ آپ کے ہمراہ ہیں۔ میرے نزدیک آکر فرمایا :

”لیس الانسان الا سید الکامل“

پھر اپنے دست مبارک سے اُن صحابی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ”لَهُ وَهُوَ الْحَسَنُ“ پھر ہندی زبانی میں فرمایا :

”جس نے اس کی قدم بوسی کری اور میں نے میری قدم بوسی کری۔“

یہ فرما کر جس طرف سے تشریف لائے تھے اُسی طرف واپس چلے گئے۔ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کھڑے ہوئے۔ پس میں ان کے قدموں میں گر پڑا۔ اور دیر تک ان کی قدم بوسی کی۔ اسی اثنا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لے آئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ان کی قدم بوسی کی ہے۔ فرمایا۔ اچھا کیا جس نے ان کی قدم بوسی کی اس نے میری قدم بوسی کی۔ اس اشارہ سے معلوم ہوا کہ جو کوئی مرشد کامل کی قدم بوسی کرتا ہے، وہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کرتا ہے۔ کہ :

”النائب کا المینب و علماء اُمّتی کا نبیاء بنی اسرائیل“

نائب مینب کی طرح ہوتا ہے اور میری اُمت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں

حاجی صاحب سے منقول ہے فرماتے تھے کہ بر خوردار عبداللطیف جو میرا بیٹا ہے ،

ایک دفعہ میرے سامنے بیان کرتا تھا کہ ایک رات دیکھا کہ میں اور چھوٹا بھائی نور احمد ایک جگہ کھڑے ہیں اور کچھ لوگ وہاں کھانا کھا رہے ہیں۔ اس دوران ایک بزرگ سبز عمامہ باندھے چہرہ سے باہر تشریف لائے۔ اور کہنے لگے دوستو! ان میاں نجم الدین کے بیٹوں کو بھی کھانا کھلاؤ۔ پس میں بھی کھانے میں شریک کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ الحمد للہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

اس قدر شفقت و توجہ اس فقیر پر ہے۔ اور یہ سب میرے پیر و مرشد کے طفیل ہے۔ ورنہ اپنا حال اور اپنے گناہوں کا حال جانتا ہوں۔

یہ سب ابتدائے حال کے احوال اور واردات خود حضرت حاجی صاحب کی بیان کردہ اور اب حاجی صاحب کا جو مقام ہے وہ حاجی صاحب جانتے ہیں یا اس کا مقام دینے والا جانتے۔

حاجی صاحب کی تصنیفات بے شمار ہیں :-

- (۱) ایک رسالہ سیولانی و فیروزولانی ہندی نظم میں ذکر و اشغال کے بارے میں ہے۔
- (۲) ایک بارہ ماہیا نظم ہندی ہے جو مکہ و مدینہ کے درمیان اپنے پیر کے عشق میں کہی ہے
- (۳) دیوانِ نجم۔ غزلیات ہندی میں ہے (۴) ایک پریم گنج ہے جس میں دہرے جمع کلمے میں حروفِ تہجی کے لحاظ سے۔ (۵) حاجی الغیریت کے نام سے نظم ہندی علمِ حقانی میں ہے۔ (۶) گلزارِ وحدت۔ علمِ حقانی میں ہے۔

- (۷) پریم کہانی نظم ہندی (۸) شجرِ العارفین (۹) شجرۃ الانوار (۱۰) شجرۃ المسلمین (۱۱) مقصود المرادین فی شرح اوراد نصیر الدین (۱۲) رد المتکین فی سماع السامعین (۱۳) راحت العاشقین (۱۴) حیات العاشقین فی لقاء رب العالمین۔

- (۱۵) مقصود العارفین (۱۶) نجم الہدایت (۱۷) فضیلة النکاح (۱۸) تذکرۃ الاولیاء (۱۹) مناقب التکریم (۲۰) مناقب المحبوبین (۲۱) بیان الاولیاء (۲۲) قبالاتِ نجمی۔ (۲۳) افضل الطاعة (۲۴) احسن العقائد (۲۵) نجم الآخر۔

حاجی صاحب کے تصرفات بہت زیادہ ہیں کہ اس کی تفصیل کتاب کی طوالت کا سبب ہوگی۔ اور ہم اختصار کر رہے ہیں لیکن مختصر اچند کا ذکر کرتے ہیں تاکہ کچھ تو ذکر ہو جائے۔ منقول ہے کہ منشی عابد علی صاحب اس فقیر کے سامنے بیان کرتے تھے کہ ان کی منکوبہ حاجی صاحب کی مرید تھی۔ ناگہاں بیمار ہو گئی۔ بیماری طویل پکڑ گئی۔ قضائے الہی سے نزع کا وقت آ گیا۔ عین حالتِ نزع میں مجھ سے پوچھا کہ حضرت مرشد صاحب اس وقت میرے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ منشی صاحب کو حاجی صاحب کا نام بھول گیا تھا،

انہوں نے کہا کہ نظام الدین صاحب۔ ہمیں حضرت نجم الدین صاحب کا نام یاد تھا۔ ہم نے کہا کہ تمہارے مرشد کا نام نجم الدین ہے۔ پھر سن کر کہا کہ اس وقت میرے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ

دستِ پیر از غائبان کوتاہ نیست دستِ ادرجز قبضہ اللہ نیست
دوسری نقل ہے کہ شیخ امام علی صاحب ساکن اجمیر شریف فقیر سے کہتے تھے کہ
برہہ فردوسی کی تہمت میں مجھے دس سال کی قید ہو گئی۔ یہاں تک کہ کالا پانی کی سزا ہو گئی
محمد ہاشم خان کہ حضرت کے مریدوں میں سے اور شیخ صاحب کے قرا تداروں میں سے
تھا۔ اس نے مقدمہ کیا اور حضرت حاجی صاحب کو بھی اطلاع کر دی جس روز شیخ صاحب
موصوف رہا ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اجمیر شریف میں غریب نوازؒ کی زیارت کے لئے
گئے ہیں اور وہاں حضرت حاجی صاحب بھی مراقب ہیں۔ میں اس انتظار میں ہوں کہ
یہ آنکھیں کھولیں اور خواب میں میں بے چین تھا اور چاہتا تھا کہ مراقبہ میں ہی گستاخانہ
سلام کہہ دوں۔ ”صاحب الغرض مجنون“ مشہور ہے۔ ناچار میں نے سلام عرض کیا کہ
حضرت اس وقت مدد کی ضرورت ہے۔ جب وقت گزر جائے گا۔ پھر ہمارے کس کام
آئیں گے۔ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے کام سے آیا ہوں۔ میں اس بشارت سے خوش
ہوا۔ فرمایا۔ اندر زیارت کے لئے جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت پاس ادب سے اندر
ہیں جا رہا۔ فرمایا تمہارا یہ کام کیا۔ تم جاؤ۔ میں زیارت کے لئے اندر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں
کہ حضرت غریب نوازؒ موجود ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں رہا کر دیا۔ اور ایک اٹھنی بھی مجھے
دی۔ میں اُسی وقت بیدار ہوا۔ کچھ وقت کے بعد میری رہائی کا حکم آ گیا۔ اور اس دن
سے اب تک ۸ آنہ روز یعنی پندرہ روپیہ ہینہ پاتا ہوں۔ اور حضرت حاجی صاحب
کے طفیل حضرت غریب نوازؒ کی زیارت بھی نصیب ہو گئی۔

تیسری نقل ہے کہ راجہ سیکر گیا۔ اس کی رائیاں چا ستی تھیں کہ بہر دن سنگھ جو سیکر
کے راجوں کا قرابت دار تھا، اسے متوفی راجہ کی گدی پر بٹھا دیں۔ راینوں کی طرف سے
کچھ لوگ حاجی صاحب کے پاس آئے اور التجا کی۔ حاجی صاحب کو چونکہ حق تعالیٰ کی طرف

معلوم تھا کہ بیرون سنگھ راجہ ہو گا۔ ان لوگوں سے کہا کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ جو کچھ چاہتے ہو کہو۔ جتنا زیادہ وہ منت و تزاری کرتے تھے قبول نہ ہوتی تھی۔ لوگ پیر زادہ امام علی کے پاس گئے جو سلطان السارکین کی اولاد سے تھے۔ اس نے کہا کہ میں دعا کروں گا کہ بیرون سنگھ راجہ نہ بنے۔ چند دنوں کے بعد پیر زادہ مذکور سیکر آیا۔ کہ بیرون سنگھ نام کا بُت بھی جو ہندوؤں میں مشہور ہے وہ بھی سیکر میں نہ رہے گا چہ جائیکہ بیرون سنگھ راجہ ہو جائے۔ یہ بات حاجی صاحبؒ تک پہنچی۔ حاجی صاحبؒ نے چاہا کہ بیرون سنگھ کے نام کے اعداد لکھ کر دیں کہ اس نام کا راجہ ہو گا۔ مگر غایت حلم سے راز نہ ہر نہ نہ پایا۔ بالآخر بیرون سنگھ راجہ ہو گیا۔

جو حقیقی نقس ہے کہ میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ ۱۲۳۳ھ میں محمد ہاشم خان صاحب کی بیوی کو بخار ہوا کہ اس کا علاج میرے ذمہ تھا۔ اس کے لڑکی ہوئی تھی اور اس کا پیٹ خراب ہو گیا تھا۔ اور اس حالت میں بد پرہیزی کی تھی۔ اسے بہت تکلیف تھی۔ اور حاجی صاحبؒ جانتے تھے مگر عدم اظہار کی رعایت سے ایک تعویذ لکھ کر عطا کیا کہ اپنے سر کے نیچے رکھیں جس وقت نقش مذکور سر کے نیچے رکھا تپ اُتر گیا۔ پھر نہ ہوا۔ ایک اور بات جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ حضرت خواجہ محبوب رحمانی جناب شاہ محمد سلیمان صاحبؒ کے عرس مبارک کے ختم پر ۱۲۳۸ھ میں شہر فتح پور سیکر میں آگ لگ گئی اس جگہ پر جہاں حضرت صاحبؒ کا عرس ہو رہا تھا۔ حاجی صاحبؒ قیلولہ میں تھے۔ شہر کا چوتھا حصہ جو کچا تھا جل گیا۔ اس حالت میں حاجی صاحبؒ بیدار ہوئے اور آگ کا مایہ نہ کیا۔ رحم آ گیا۔ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور خلاف دستور ایک ہی بار آگ بجھ گئی۔

اسی پر کفایت کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تفصیلاً حالات کسی ایک کتاب میں لکھے جائیں گے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی نبی ختم المرسلین
وآلہ واصحابہ الطاہرین

خاتمہ الطبع

خداوند بے ہمتا کی مدد سے اور خالق یکتا کی یادری سے نسخہ مناقبِ محبوبین
حضرت قیّد عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاوریؒ و محبوب رحمان حضرت خواجہ شاہ
سلیمان صاحب تونسویؒ کے حالاتِ یابرکات میں حسبِ اہتمام جناب قیاض زمان
شیخ الہی بخش صاحب تاجہ کتب لاہور بازار کشمیری مطبع محمدی واقع لاہور
”غازہ ارتام پرو مالیدہ حلیہ انطباع دربر کشید“

قطع طبع

از محمد عبدالرشید رضا لاہوری

طبع گردید ایل کتاب پریس

از الہی بخش تاجہ باصفا

سال طبعش را چو رضا فکر کرد

گفت یافت از مخان بے بہا



Nafs-e-Islam
Spreading the True Teachings of Quran & Sunnah

حرفِ آخر

حرف آخر

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے مومنوں پر سب سے بڑا احسان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ ہم خوش بخت ہیں کہ ہمیں یہ منیت عظیم نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں انبیائے کرام کے بعد صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ الحمد للہ کہ ہمیں صالحین، اولیاء اللہ اور مشائخ کرام کی نسبت پاک حاصل ہوئی کیونکہ یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جو صراطِ مستقیم پر ہیں اور انعام یافتہ گروہ ہیں۔

صالحین کے اس منتخب گروہ میں ایک گروہ مشائخِ چشت کا ہے۔ برصغیر پر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا احسان خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں جنہوں نے اس ملک میں اسلام کی تبلیغ کی اور اسلام کی حکومت بھی قائم کی۔ اسی گروہ عظیم کے ایک فرد فرید شیخ الاسلام حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ ہیں جنہوں نے ۵۰ برس قبل برصغیر میں اور بالخصوص اس خطہ میں جو آج پاکستان ہے، پاکستان کو مدعو حانی دار الخلافہ قرار دے کر یہاں اسلام کی اور سلسلہ چشتیہ کی عظمت کا سکہ بٹھایا

سلسلہ چشتیہ کے مجدد و محبوب النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کا اس خطہ پاکستان پر احسان ہے کہ انہوں نے اپنے ایک خلیفہ اعظم قبلہ عالم خواجہ نور محمد جہارویؒ کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر پنجاب میں بھیجا۔ انہوں نے پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اسلام اور سلسلہ کا پیغام پہنچایا اور چراغِ چشتیاں کو اس علاقہ میں دور دور تک روشن کیا۔

میرے والد گرامی حضرت مولوی محمد حسین قیس چشتی سلیمانی دینانگری نے ۱۳۲۳ھ میں حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ کے دست مبارک پر بیعت

کی اور پھر اُنہی کے حکم کے مطابق دہلی شریف چلے گئے۔ جہاں تقریباً تین سال حضرت میاں شاہ محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلوی کی خدمت میں رہ کر سلوک کے مقامات طے کئے اور خلافت حاصل کی۔ حضرت میاں شاہ محمد عبدالصمد حضرت مولانا نصیر الدین کلے میاں صاحب دہلوی کے نواسے تھے۔ اور میاں کلے صاحب حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کے پوتے تھے۔ میاں عبدالصمد کو اپنے والد گرامی شاہ عبدالسلام سلیمی کے علاوہ حضرت خواجہ الدین بخش تونسوی سے بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ کا فیضان دہلی میں آپ کے وصال ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ تک جاری رہا اور آج بھی جاری ہے۔

اس خاکسار و ناچیز کی بیعت ارادت حضرت میاں عبدالصمد سے ہے۔ پدری نسبت، خاندانی ماحول اور روحانی نسبتوں کی وجہ سے مجھے مشائخ خاندان چشتیہ بالخصوص خواجگان فخری، مہاروی اور تونسوی سے خاص نسبت، عقیدت اور محبت ہے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد میں نے ان حضرات کے مناقب و ملفوظات کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے میں ان تینوں خاندانوں کے تمام حضرات سے یکساں محبت و عقیدت رکھتا ہوں سب کا احترام و ادب کرتا ہوں۔ اور اپنے آپ کو سب کا کفش بردار سمجھتا ہوں۔

مناقب المجوبین کا مکمل اردو ترجمہ خاکسار نے اپنی قابلیت و ہمت کے مطابق کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس سے بہتر ترجمہ ہو سکے ہیں۔ ہمارے سلسلہ عالیہ میں بڑی بڑی عالم اور فاضل ہستیاں موجود ہیں۔ جن کے سامنے میری حیثیت محض ایک خوشہ چین کی ہے۔ مشائخ کرام نے یہ کام اس ناچیز سے لینا تھا۔ یہ ان کا کرم ہے۔ حضرات و احباب میری غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اگر اسے قبول فرمائیں تو ذرہ نوازی ہوگی امد میں دلی طور پر شکریہ گزار ہوں گا۔

صاحب مناقب المجوبین نے اپنی تصنیف میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے حالات کے آخر میں مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر آپ کا تذکرہ ختم کر دیا ہے:

"آپ کے مناقبات بے شمار ہیں کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔"

اس لئے انہی چند پر اکتفا کرتا ہوں۔ آج ۲۲ محرم ۱۳۸۸ھ
 ہے اور آپ کی عمر ابھی ۳۶ برس کی ہے۔ اس عمر میں آپ
 اس عروج روحانی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضری عطا فرمائے
 اور روز بروز مدارج و مراتب اعلیٰ عطا کرے۔ نیز ہمارے
 اعلیٰ حضرت کے مقامات اعلیٰ اور ان کی مطابقت ظاہری و
 باطنی نصیب فرمائے۔ (مناقب المجوبین فارسی: صفحہ ۲۳۶)

"مناقب المجوبین" کا ملخص اردو ترجمہ خاکسار نے ۱۳۹۷ھ میں کیا تھا۔
 اس میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے حالات کو آپ کے وصال ۱۳۱۹ھ
 تک مکمل کر دیا تھا اور آپ کے بعد کے سجادہ نشینان کا بھی مختصر تذکرہ شامل کر
 دیا تھا۔ نیز تذکرہ خواجگان تونسوی (جلد اول) میں حضرت خواجہ اللہ بخشؒ کے
 مکمل حالات درج کر دئے تھے۔ اس لئے اب یہاں ان مناقب و حالات کی تکرار
 کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ ارادہ تھا کہ کتاب کے حصہ آخر میں اشاریہ،
 کتابیات، موضوعات، مقامات اور شخصیات کے ایک باب کا اضافہ کر دیا گیا۔
 مگر ذکر سکا۔ البتہ ایک نہایت ہی عمدہ تاریخی اضافہ کرنے کی سعادت حاصل ہو
 رہی ہے، جس پر اس سے قبل آج تک کام نہیں ہوا۔ اور وہ اضافہ یہ ہے
 کہ حضرات مجوبینؒ کی تمام اولاد نرینہ کے اسمائے گرامی درج کر دیئے گئے ہیں۔
 حضرت قبلہ عالمؒ کی اولاد نرینہ کے اسمائے گرامی کا گوشوارہ حاجزادہ میاں محمد اشرف
 صاحب نظامی مہاروی دامت برکاتہ نے بکمال نوازش مرتب فرمایا ہے۔ جب کہ
 حضرت پیر ٹھکانؒ کے خاندان کے گوشوارے کی ترتیب میں بہت سے حضرات و اہل
 نے تعاون کیا مگر زیادہ تر رہنمائی جناب خواجہ حافظ عبد المنان صاحب دامت برکاتہ
 سے حاصل ہوئی۔

آخری باب کا اضافہ کرنے کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ اُردو ترجمہ میں کتاب کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے۔ اصل فارسی کتاب ۳۸۰ صفحات کی تھی۔ ترجمہ کی ضخامت ۶۴۱ صفحات ہو گئی۔ ابتدائی حصہ میں دیباچہ و تعارف ضروری تھا۔ اس سے بھی ضخامت اور بڑھ گئی۔ اس لئے اشاریہ اور دیگر اہم اضافے رہ گئے جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ بس جو کچھ اور جیسا بھی پیش کر سکا ہوں اسے قبول فرمائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

طالب دعا

خادم الفقراء

افتخار احمد چشتی صدیقی سلیمانی
عفی عنہ

افتخار احمد چشتی سیستانی

نام نامی : افتخار احمد
عرف عام : پروفیسر چشتی صاحب
والد صاحب : صوفی محمد حسین قیس چشتی صدیقی سیستانی
ولادت : ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ : ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء
دینانگر، ضلع گورداسپور

تعلیم : فاضل فارسی اور ٹیٹل کالج لاہور ۱۹۳۲ء
او۔ ٹی۔ علوم شرقیہ
ڈپلومہ جرنلزم (پنجاب) ۱۹۴۹ء
ایم۔ اے۔ علوم اسلامیہ (پنجاب) ۱۹۵۲ء

اساتذہ کرام :
ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم
علامہ علاؤ الدین صدیقی صاحب مرحوم
جناب شاداں بگڑامی صاحب مرحوم
حافظ محمود شیرانی صاحب مرحوم
مولانا نجم الدین صاحب مرحوم
مولانا علم الدین سالک صاحب مرحوم
ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر صاحب مرحوم
سید محمد کاظم ترمذی صاحب مرحوم
ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب دامت برکاتہ

ارادت: حضرت میاں خواجہ شاہ محمد عبدالقہد
 فخری فریدی سلیمی دھلوی ۱۹۳۷ء
 خلافت: ۱۔ حضرت خواجہ خان محمد تونسوی
 سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف ۱۹۷۳ء
 ۲۔ حضرت میاں محمد باقر صاحب فریدی دامت برکاتہ
 نبیرہ و سجادہ نشین حضرت شاہ محمد عبدالقہد دھلوی ۱۹۷۵ء

مصرفیات: مدرس۔ ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول۔ دینانگر ۵ سال
 محکمہ اسلامک ریکرنٹریشن پنجاب ۱ سال
 محکمہ تعلیم (کالج) پنجاب
 یکپرار اسلامیات گورنمنٹ کالج جنگ ۳ سال
 صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج۔ لائل پور ۲ سال
 بانی نگران و صدر: ۱۔ مجلس علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج۔ لائل پور
 ۲۔ مجلس اقبال۔ لائل پور
 ۳۔ جامعہ چشتیہ ٹرسٹ۔ لائل پور
 ۴۔ چشتیہ اکادمی۔ فیصل آباد
 ۵۔ اسلامک اکیڈمی ٹرسٹ۔ فیصل آباد (رجسٹرڈ)

تصنیف و تالیف

درسی کتب: ۱۔ تعارف قرآن جدید بک ڈپو فیصل آباد

۲۔ تشریح القرآن - سورۃ ال عمران

جدید بک ڈپو - فیصل آباد

۳۔ تشریح القرآن - سورۃ محمد و فتح و حجرات

جدید بک ڈپو - فیصل آباد

تحقیقی کام: ۱۔ پاک تان کے دینی مدارس کا جائزہ

جامعہ چشتیہ ٹرسٹ لائل پور

۲۔ علامہ اقبال کا تصور مذہب

۳۔ مختلف مذاکرات و کانفرنسوں میں مقالے

۱۔ اسلامی تعلیمات و تصوف کے نقیب

ماہنامہ

”روحانی پیغام“ کا اجرائے ثانی

مختصر تذکرے: ۱۔ پیر کامل - خواجہ محمد عبدالصمد فخری دہلوی

ذکر حبیب - مولوی محمد حسین قیس چشتی سلیمانی

قبلہ عالم - خواجہ نور محمد مہاروی

شہباز طریقت - خواجہ محمد سلیمان تونسوی

آفتاب چشتیاں - خواجہ شاہ اللہ بخش تونسوی

عطلے موسوی - خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی

حامی چشتیہ - خواجہ محمد حامد تونسوی

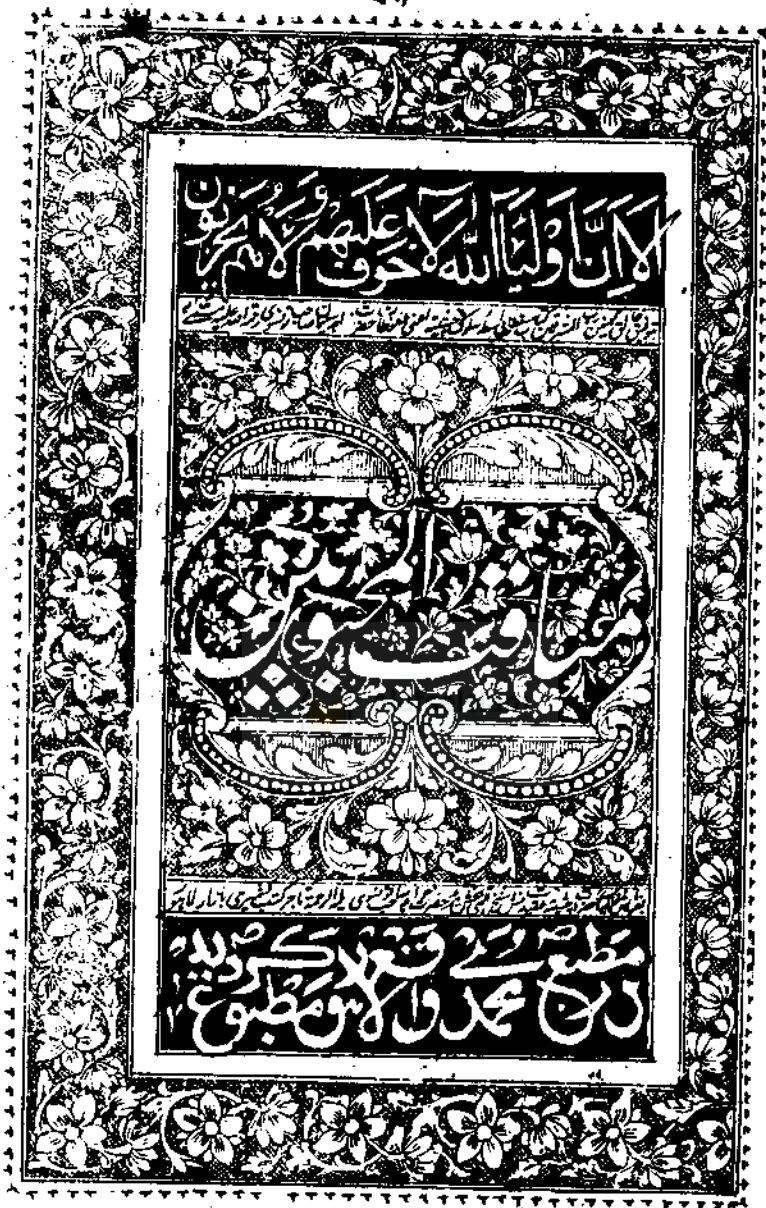
ماہتاب تونسوی - خواجہ حافظ غلام سید الدین تونسوی

خواجہ و لنوار - خواجہ خان محمد تونسوی

غوث زباں - مناقب و محاسن پیر پٹھان

تالیفات و تراجم

- ۱۔ ملخص اردو ترجمہ ”مناقب المحبوبین“
از حاجی نجم الدین سلیمانی
اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ لاہور
۱۹۷۹ء
- ۲۔ تذکرہ خواجگان تونسوی
چشتیہ اکیڈمی۔ فیصل آباد
۱۹۸۵ء
- ۳۔ مکمل اردو ترجمہ مناقب المحبوبین
از حاجی نجم الدین سلیمانی
چشتیہ اکیڈمی۔ فیصل آباد
۱۹۸۷ء
- ۴۔ ملخص اردو ترجمہ ”مخزنِ نشت“
از خواجہ امام بخش بہاروی
چشتیہ اکیڈمی۔ فیصل آباد
۱۹۸۷ء



اس مطبوعہ کتاب کا سرورق حسن کا ترجمہ کیا گیا۔

مناقب المحبوبین

ملفوظات مشائخ چشت میں مناقب المحبوبین کو اہم مقام حاصل ہے۔ یہ حاجی نجم الدین سلیمانیؒ کی فارسی تصنیف ہے۔ انہوں نے ۱۲۷۸ھ میں اسے مرتب کیا۔ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک کے مشائخ کے مختصر حالات ہیں۔ مگر قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ اور پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مفصل حالات ہیں اور محبوبین سے یہی دونوں حضرات مراد ہیں۔

حاجی نجم الدین سلیمانیؒ خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مرید خاص اور خلیفہ مجاز ہیں۔ حاجی صاحب نے مناقب المحبوبین کو مکمل کرنے کے بعد مستنشین سجادہ سلیمانی حضرت شاہ الدین تونسویؒ، حضرات و صاحبزادگان مہارویؒ اور دیگر خلفاء و مریدین مجاز کی خدمت میں پیش کیا اور حرف بہ حرف سننا کہ سنہ تصدیق حاصل کی۔

یہ نایاب مستند ملفوظ مطبوعہ صورت میں غالباً پہلی بار ۱۲۸۹ھ میں اجیر شریف سے شائع ہوا۔ دوسری بار اسے خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مرید شیخ ابراہیم بخش تاجو کتب کشمیری بازار لاہور نے ۱۳۱۲ھ میں شائع کیا۔ یہی وہ مطبوعہ نسخہ ہے جس سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

ہمارے بزرگ و سرپرست جناب پروفیسر افتخار احمد صاحب چشتی سلیمانی نے پہلی بار اس تالیف لطیف کا اردو میں ملخص ترجمہ کیا۔ جسے ۱۳۹۷ھ میں اسلامک بک فاؤنڈیشن نے لاہور سے شائع کیا۔ اب صاحب موصوف نے مکمل اردو ترجمہ کیا ہے، جسے چشتیہ اکادمی اپنے روایتی اہتمام کے ساتھ ۱۴۰۸ھ میں شائع کر رہی ہے۔

مینجر چشتیہ اکادمی، فیصل آباد

پاکستان

بیتہ :- فرحت منزل، گلی نمبر چنیوٹ بازار

فیصل آباد - فون :- ۲۸۸۵۵۵